ظاہری وباطنی علوم ومعارف پر عظیم ذخیرہ احادیث وروایات

شرح ریاض الصالحین

تالیف:
الامام ابی زکریا یحیی بن شرف النووی الدمشقی

ترجمہ
ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

شارح: علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

Marfat.com

شرح ریاض الصّالحین

تالیف

الامام ابي زكريا يحيى بن شرف النووي الدمشقي

۶۳۱ـ۶۷۶ھ

جلد اول

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

شارح:

اُستاذ العلماء علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز (رجسٹرڈ)

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

جملہ حقوقِ ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں

1

شرح ریاض الصّالحین

بااہتمام:	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	دسمبر 2014ء
قیمت	=/400 روپے

شبیر برادرز (رجسٹرڈ)
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

Marfat.com

ترتیب

امام نووی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی ۱۹
نام ونسب ۱۹
اسمِ منسوب ۱۹
ولادت باسعادت وپرورش ۱۹
تعلیم وتربیت کا بیان ۱۹
راہ علم میں مشقتیں اٹھانے کا بیان ۱۹
امام نووی کے زُہد وتقوی کا بیان ۲۰
امام نووی اور خوف خدا ہونے کا بیان ۲۰
امام نووی اور عاجزی و اِنکساری کا بیان ۲۰
علم طب کو ترک کردینے کا بیان ۲۱
اِبلیس لعین کے حملے کا بیان ۲۱
امام نووی اور وقت کی قدر ۲۱
امام نووی اور وُسعتِ مطالعہ کا بیان ۲۲
امام نووی کی چند مشہور کتابوں کا بیان ۲۲
امام نووی اور بیماری پر صبر کرنے کا بیان ۲۲
امام نووی اور تعظیم اولیاء کا بیان ۲۲
امام نووی اور متعلقین کے لئے خوشخبری ۲۲
امام اور ادب کا بیان ۲۳
اِمام نووی کی کرامات کا بیان ۲۳
انوکھے درندے کا بیان ۲۳
امام نووی اور مرض کے دور ہوجانے کا بیان ۲۳
راتوں رات رَوَاحِیَہ سے مکہ مکرمہ ۲۴
دل کی بات جان لی ۲۴
امام نووی علیہ الرحمہ کے وِصالِ پُرملال کا بیان ۲۴
بعدِ وصال خواب میں زیارت کا بیان ۲۵
وَلی کی بے ادبی کرنے والے کے انجام کا بیان ۲۵
علماء وفقہاء کے مقام ومرتبے کا بیان ۲۵
مقدمہ ۲۶

اخلاص کا بیان

باب 1: تمام ظاہری اور خفیہ اعمال' اقوال اور احوال میں اخلاص
اور نیت شامل رکھنے کا بیان ۳۲
اخلاص کے معنی ومفہوم کا بیان ۳۲
خالص عقیدہ رکھ کر عبادت کرنے کا بیان ۳۲
اخلاص اختیار کرنے والوں کا بیان ۳۳
کلمہ اخلاص زمین وآسمان کو بھر دینے والا ہے ۳۳
اخلاص کا سبق حاصل کرنے کا بیان ۳۳
اللہ کی بارگاہ میں تقویٰ پہنچنے کا بیان ۳۴
ظاہر وپوشیدہ احوال کے معلوم ہونے کا بیان ۳۴
اللہ کی بارگاہ میں اچھی نیت کی اہمیت کا بیان ۳۵
اعمال کے ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہونے کا بیان ۳۵
نیت کے معنی کا بیان ۳۶
عرف اور اعتبار نیت کا بیان ۳۶
قاعدہ فقہیہ ۳۶
نیت کے مشروع ہونے کی وجہ ۳۷
حصول ثواب کیلئے عمل پر قادر ہونا ۳۷
نیت کے قائم مقام ظاہری عمل کا اعتبار ۳۸
نیت میں اخلاص ہونے یا نہ ہونے کا بیان ۳۸
راوی حدیث کے مختصر احوال کا بیان ۳۹

Marfat.com

قیامت کے دن نیتوں کے مطابق زندہ کیے جانے کا بیان ۳۹
راوی حدیث کے مختصر احوال کا بیان ۴۰
جہاد اور نیت کے باقی رہنے کا بیان ۴۰
جہاد کے معنی ومفہوم کا بیان ۴۱
جہاد اور خلوص نیت کا بیان ۴۲
عذر کے سبب جہاد پر نہ جاسکنے والوں کی نیت کا بیان ۴۲
راوی حدیث جابر بن عبداللہ کے احوال کا بیان ۴۳
صدقہ کی نیت کرنے کا بیان ۴۴
مالک کے مال سے صدقہ کرنے کی رخصت وثواب کا بیان ... ۴۴
بیوی کا شوہر کے مال سے صدقہ کرنے پر ثواب کا بیان ۴۵
فوت ہونے والے کو ثواب پہنچنے کا بیان ۴۵
راوی حدیث معن بن یزید کے احوال کا بیان ۴۶
رضائے الٰہی کے حصول کی نیت سے خرچ کرنے کا بیان ۴۶
اپنے اہل وعیال پر مال خرچ کرنے کی نیت وثواب کا بیان ۴۷
راوی حدیث سعد بن ابی وقاص کے احوال کا بیان ۴۷
دلوں کو پسند کرنے والے کا بیان ۸
ریاکاری کی مختلف اقسام وصورتوں کا بیان ۴۸
راوی حدیث عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی کے احوال کا بیان ۴۹
دین کی سربلندی کی نیت سے جہاد کرنے کا بیان ۵۰
شہید کیلئے جنت میں درجات ملنے کا بیان ۵۰
راوی حدیث عبداللہ بن قیس کے احوال کا بیان ۵۱
قاتل ومقتول دونوں کے جہنمی ہونے کا بیان ۵۲
قاتل ومقتول دونوں کی نیت ومقاصد کا بیان ۵۲
راوی حدیث نفیع بن حارث کے احوال کا بیان ۵۲
نماز باجماعت کی نیت سے وضو کر کے مسجد میں جانے کا بیان... ۵۲
جماعت کی نیت سے گھر سے چلنے کا بیان ۵۳
نیکی کا ثواب نیتوں کے لحاظ سے سات سو گنا تک ہو جانے کا بیان ۵۴
نیک کاموں کا ثواب سات سو گنا سے بھی بڑھ جانے کا بیان . ۵۵
راوی حدیث عبداللہ بن عباس کے احوال کا بیان ۵۶
نیک اعمال کے وسیلے سے نجات پانے والے تین اصحاب کا واقعہ ۵۶
راوی حدیث عبداللہ بن عمر کے احوال کا بیان ۵۸
یہ باب توبہ کے بیان میں ہے ۵۸
توبہ کے معنی ومفہوم کا بیان ۵۸
توبہ کے صحیح ہونے کی شرائط کا بیان ۵۹
صاحب حق کے فوت ہونے پر معاف کرانے کا بیان ۶۰
گناہ پر توبہ کرنے کے واجب ہونے کا بیان ۶۱
توبہ کے ذریعے کامیابی حاصل ہونے کا بیان ۶۲
استغفار وتوبہ کثرت سے کرنے کا بیان ۶۲
استغفار کے معنی ومفہوم کا بیان ۶۲
خالص توبہ کرنے کا بیان ۶۳
نصوح کی توبہ کا رقت انگیز واقعہ ۶۳
دن میں ستر سے زیادہ بار دعائے مغفرت مانگنے کا بیان ۶۴
راوی حدیث حضرت ابوہریرہ کے مختصر احوال کا بیان ۶۵
دن میں سو بار توبہ کرنے کا بیان ۶۵
جنگل میں اونٹ پالینے کی طرح توبہ والے کے ہونے کا بیان .. ۶۶
راوی حدیث حضرت انس کے احوال کا بیان ۶۷
سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک توبہ کی مہلت ہونے کا بیان ۶۷
راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ کے احوال کا بیان ۶۸
حالت نزع میں کی جانے والی توبہ کا بیان ۶۸
راوی حدیث عبداللہ بن عمر کے احوال کا بیان ۶۹
توبہ کیلئے آسمانی دروازے کا بیان ۶۹
راوی حدیث زر بن حبیش کے احوال کا بیان ۷۱
راوی حدیث صفوان بن عسال کے احوال کا بیان ۷۱
ایک سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ کا بیان ۷۱

Marfat.com

راوی حدیث سعد بن مالک کے احوال کا بیان ۸۲
وحی کے ذریعے توبہ قبول ہونے والوں کیلئے اعلان کا بیان ۸۲
راوی حدیث عبداللہ بن کعب کے احوال کا بیان ۸۳
راوی حدیث کعب بن مالک کے احوال کا بیان ۸۳
حد کے ذریعے گناہ کے مٹ جانے اور فضیلت کا بیان ۸۳
حد کے معنی ومفہوم کا فقہی بیان ۸۵
سزاؤں کی اقسام کا بیان ۸۵
حد جاری کرنے کی فضیلت کا بیان ۸۶
راوی حدیث عمران بن حصین کے احوال کا بیان ۸۶
انسانی حرص ولالچ مٹی سے پورا ہونے کا بیان ۸۶
دنیاوی آرزو اور حرص کا بیان ۸۷
انسانی حرص کی مثال کا بیان ۸۷
بڑھاپے میں حرص بڑھ جانے کا بیان ۸۸
راوی حدیث عبداللہ بن عباس کے احوال کا بیان ۸۸
قاتل ومقتول دونوں کے جنت میں جانے کا بیان ۸۸
اتحاد مقاصد کا بیان ۸۹
دو عبادات کو جمع کرنا ۸۹
مقاصد کی اہمیت ۸۹

یہ باب صبر کے بیان میں ہے

صبر کے معنی ومفہوم کا بیان ۹۰
صبر کی بعض صورتوں کا بیان ۹۰
صبر کرنے اور صبر پر ہی ڈٹ جانے کا بیان ۹۱
صبر کرنے والوں کیلئے بشارت کا بیان ۹۱
صبر والوں کیلئے بغیر حساب کے ثواب کا بیان ۹۲
صبر اور عزم الامور کا بیان ۹۲
صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا بیان ۹۲
نماز سے مدد مانگنے کا بیان ۹۳
حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر کا بیان ۹۳
صبر کی اصل حقیقت کا بیان ۹۳
جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو آزمانے کا بیان ۹۴
صبر روشنی ہے ۹۴
راوی حدیث حارث بن عاصم کے احوال کا بیان ۹۶
صبر کا سب سے بہتر اور وسیع ہونے کا بیان ۹۶
مانگنے سے پرہیز کرنے کا بیان ۹۷
راوی حدیث سعد بن مالک کے احوال کا بیان ۹۸
خوشی و پریشانی میں صبر کرنے کا بیان ۹۸
حالت تنگی میں صبر کرنے کا بیان ۹۹
راوی حدیث صہیب بن سنان کے احوال کا بیان ۹۹
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا بیان ۹۹
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ کرام کے احوال کا بیان ۱۰۰
انبیائے کرام علیہم السلام کو دنیا یا آخرت میں رہنے کا اختیار دیئے جانے کا بیان ۱۰۱
رحم دلی کے سبب میت پر رونے کا بیان ۱۰۱
میت پر آنسو بہانے کا طبعی وفطری تقاضہ ہونے کا بیان ۱۰۲
راوی حدیث اسامہ بن زید کے احوال کا بیان ۱۰۳
صبر کرنے کا عجیب واقعہ ۱۰۳
الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان ۱۰۶
راوی حدیث صہیب بن سنان کے احوال کا بیان ۱۰۷
صبر کی برکت سے آٹے کی چکی کا واقعہ ۱۰۷
بیٹے کی موت پر صبر کرنے کا بیان ۱۰۸
محبوب چیز کے صدمے پر صبر کرنے کی جزاء کا بیان ۱۰۹
شہر میں طاعون ہونے کے باوجود صبر کرنے کا بیان ۱۰۹
طاعون میں فوت ہونے والے کیلئے شہادت کا بیان ۱۱۰
طاعون کے مفہوم کا بیان ۱۱۰
بنی اسرائیل پر طاعون کا عذاب آنے کا بیان ۱۱۰
نابینا ہونے پر صبر کرنے کے بدلے جنت ملنے کا بیان ۱۱۱

مرگی کے مریض پر سورت فاتحہ کا دم کرنے کا بیان ۱۱۲
راوی حدیث عطاء بن ابی رباح کے احوال کا بیان ۱۱۴
خون آلود ہونے کے باوجود صبر کر کے دعائے مغفرت کرنے کا بیان ۱۱۴
راوی حدیث عبداللہ بن مسعود کے احوال کا بیان ۱۱۵
مسلمان کو کانٹا چبھنے پر گناہ معاف ہوتے ہیں ۱۱۵
راوی حدیث سعد بن مالک کے احوال کا بیان ۱۱۶
بخار پر صبر کرنے سے گناہ معاف ہونے کا بیان ۱۱۶
ایک رات کے بخار کے سبب ایک سال کے گناہ معاف ہونے کا بیان ۱۱۷
بخار اور درد سے شفاء پانے کیلئے دعا کا بیان ۱۱۷
مصیبت پر صبر کرنے کے سبب بھلائی حاصل ہونے کا بیان ۱۱۷
تکلیف یا مصیبت کے سبب گناہوں کے معاف ہونے کا بیان ۱۱۸
تکلیف کے سبب موت کی آرزو نہ کرنے کا بیان ۱۱۹
موت کی تمنا کرنے یا نہ کرنے کے احوال کا بیان ۱۱۹
سختی کے باوجود صبر کر کے دین پر قائم رہنے کا بیان ۱۲۰
صنعاء سے حضر موت تک سفر کرنے والے کیلئے خوف الٰہی ہونے کا بیان ۱۲۱
راوی حدیث خباب بن ارت کے احوال کا بیان ۱۲۱
نبی کریم ﷺ کے صبر کا بیان ۱۲۲
فرقہ خوارج اور ذوالخویصرہ کا بیان ۱۲۲
فرقہ خوارج کی علامات ونشانیوں کا بیان ۱۲۴
باغیوں اور خارجیوں کو گرفتار وقید کرنے کا بیان ۱۲۶
دنیا میں بھلائی ملنے والے پر سختیوں کا بیان ۱۲۷
مرض پر صبر کرنے والے کیلئے ثواب کا بیان ۱۲۷
حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا بیٹے کے وصال پر صبر کرنے کا بیان ... ۱۲۸
حضرت ابوطلحہ اور انوکھی مہمان نوازی کرنے کا بیان ۱۳۰
غصے کے وقت صبر کر کے قابو پانے کا بیان ۱۳۲
غصے کے وقت شیطان کے شر سے بچنے کا بیان ۱۳۲
غصے پر قابو پانے کے سبب عذاب سے نجات کا بیان ۱۳۳
راوی حدیث سلیمان بن صرد کے احوال کا بیان ۱۳۳
غصے پر صبر کر کے قابو پانے کے سبب حور عین ملنے کا بیان ۱۳۳
غصہ کرنے کی ممانعت کا بیان ۱۳۴
غصے کے بعض معانی ومقاصد کا بیان ۱۳۵
مال اور اولاد کے ذریعے آزمائش ہونے کا بیان ۱۳۶
قیامت کے دن دنیاوی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا ۱۳۶
معاف کرنا اور نیکی کا حکم دینے کا بیان ۱۳۶
انتقام پر طاقت کے باوجود معاف کردینے کا بیان ۱۳۷
حکمرانوں کے سلوک پر صبر کرنے کا بیان ۱۳۷
حکمرانوں کی طرف سے آنے والی مصیبت پر صبر کرنے کا بیان ۱۳۸
حکمرانوں کو معزول کرنے کا بیان ۱۳۸
حکمرانوں کے احوال پر صبر کرنے کا بیان ۱۳۹
حکومت وسیادت سے دور رہنے کا بیان ۱۳۹
راوی حدیث اسید بن حضیر کے احوال کا بیان ۱۴۰
جنت کا تلواروں کے سائے میں ہونے کا بیان ۱۴۱
جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں ۱۴۱
راوی حدیث عبداللہ بن ابی اوفی کے احوال کا بیان ۱۴۲
انبیاء وصالحین کیلئے پریشانی کا بہ طور آزمائش ہونے کا بیان ... ۱۴۲

بَابُ الصِّدْقِ

باب 4: سچائی کا بیان ۱۴۳
صدق کے معنی ومفہوم کا بیان ۱۴۳
سچے لوگوں کے ساتھ ہوجانے کا بیان ۱۴۳
سچ بولنے والے مرد وحضرات کا بیان ۱۴۴
سچائی کا نیکی کی طرف لے جانے کا بیان ۱۴۴
شک میں ڈالنے والی چیز سے پرہیز کرنے کا بیان ۱۴۴

Marfat.com

شک یا گمان کے معنی ومفہوم کا بیان ۱۴۵
جب شک دونوں اطراف سے برابر ہو ۱۴۵
قاعدہ فقہیہ ۱۴۵
راوی حدیث امام حسن بن علی کے احوال کا بیان ۱۴۶
پاک دامنی اور صلہ رحمی کرنے کا بیان ۱۴۶
نیکی اور احسان کے معنی مفہوم کا بیان ۱۴۶
قیصر روم کے نام مکتوب نبوی ﷺ کا بیان ۱۴۷
راوی حدیث صخر بن حرب کے احوال کا بیان ۱۴۸
شہادت کی دعا مانگنے والے کیلئے فضیلت کا بیان ۱۴۸
شہادت کی دعا مانگنے کا بیان ۱۴۹
شہید کی منزل ومقصود کا بیان ۱۴۹
راوی حدیث سہل بن حنیف کے احوال کا بیان ۱۵۰
مال غنیمت میں خیانت کرنے کی ممانعت کا بیان ۱۵۰
مال غنیمت میں خیانت کرنے والے جہنم کی وعید ہونے کا بیان ۱۵۱
سچائی کے سبب تجارت میں برکت ہونے کا بیان ۱۵۲
دن کے ابتدائی حصے میں تجارت کے سبب برکت ہونے کا بیان ۱۵۳
راوی حدیث حکیم بن حزام کے احوال کا بیان ۱۵۳

باب 5: مراقبہ (نگرانی) کا بیان

مراقبہ کے معنی ومفہوم کا بیان ۱۵۳
قیام وسجود کی حالت میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہنے کا بیان ۱۵۴
مردوں کی طرح تنہا ہو کر عبادت ومراقبہ کرنے کی فضیلت کا بیان ۱۵۴
ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا بیان ۱۵۶
زمین وآسمان میں کچھ بھی اللہ سے پوشیدہ نہ ہونے کا بیان ۱۵۷
اللہ تعالیٰ کے مشاہدے کا بیان ۱۵۷
مراقبہ اور مفردون کی صفت کا بیان ۱۵۷
آنکھوں کی خیانت اور پوشیدہ خیالات کو جاننے کا بیان ۱۵۸
احسان کا معنی اور حدیث جبرائیل کا بیان ۱۵۹
نیکیوں سے گناہوں کے مٹ جانے کا بیان ۱۶۴
نمازوں اور روزوں کے سبب گناہوں کے معاف ہونے کا بیان ۱۶۴
قبولیت اسلام کے سبب گناہوں کے معاف ہو جانے کا بیان . ۱۶۵
راوی حدیث جندب بن جنادہ کے احوال کا بیان ۱۶۵
راوی حدیث معاذ بن جبل کے احوال کا بیان ۱۶۵
اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کا بیان ۱۶۶
معمولی گناہوں سے بھی پرہیز کرنے کا بیان ۱۷۰
اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں سے بچنے کا بیان ۱۷۰
کبیرہ گناہوں پر سخت عذاب کی وعید کا بیان ۱۷۱
کوڑھی، اندے اور گنجے کا بیان ۱۷۱
نفسانی خواہشات کی مذمت کا بیان ۱۷۴
راوی حدیث شداد بن اوس کے احوال کا بیان ۱۷۵
بے فائدہ کاموں کو ترک کر دینے کا بیان ۱۷۵
گناہ کی علامت ونشاندہی کا بیان ۱۷۵
بیوی کو ادب سکھانے کا بیان ۱۷۷
بیوی کو سزا کے طور پر مارنے کا بیان ۱۷۷
گوشہ نشینی کے افضل ہونے کا بیان ۱۷۸
لوگوں سے اختلاط کے افضل ہونے کا بیان ۱۷۸
فتنوں کے وقت گوشہ نشینی اختیار کرنے کے افضل ہونے کا بیان ۱۷۹

باب 6: پرہیز گاری کا بیان

لفظ تقویٰ کے معنی ومفہوم کا بیان ۱۸۰
طاقت کے مطابق تقویٰ اختیار کرنے کا بیان ۱۸۰
تقویٰ اور قول سدید کا بیان ۱۸۱
تقویٰ اختیار کرنے والے کیلئے راہ بننے کا بیان ۱۸۲

نواجوان اور تقویٰ اختیار کرنے کی برکت کا بیان ۱۸۳
لوگوں میں زیادہ عزت والا متقی ہے ۱۸۴
معیار عزت تقویٰ ہونے کا بیان ۱۸۵
عورتوں سے پرہیز کرنے کا بیان ۱۸۵
دنیا اور عورتوں کے فتنے سے بچنے کا بیان ۱۸۶
اللہ تعالیٰ سے حصول تقویٰ کی دعا مانگنے کا بیان ۱۸۸
دعا مانگنے کے مفہوم کا بیان ۱۸۸
قسم کے خلاف بہتر ہونے پر قسم کو توڑنے کا بیان ۱۸۸
راوی حدیث عدی بن ابی حاتم کے احوال کا بیان ۱۹۰
ارکان اسلام پر عمل کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا بیان ۱۹۰
اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہونے کا بیان ۱۹۱
راوی حدیث صدی بن عجلان کے احوال کا بیا ۱۹۱
باب 7: یقین اور توکل کا بیان ۱۹۱
توکل کے معنی ومفہوم کا بیان ۱۹۱
ایمان ویقین میں اضافہ ہونے کا بیان ۱۹۲
اللہ تعالیٰ کے کافی ہونے کا بیان ۱۹۳
حی وقیوم ذات پر توکل رکھنے کا بیان ۱۹۳
اہل ایمان کا اللہ کی ذات پر توکل کرنے کا بیان ۱۹۳
عزم بہ جزم کے ساتھ دعا مانگنے کا بیان ۱۹۴
توکل کرنے والے کو گھبرانا نہیں چاہیے ۱۹۴
پہلی صفت خوف خدا کا بیان ۱۹۵
دوسری صفت ایمان میں ترقی کا بیان ۱۹۶
تیسری صفت اللہ پر توکل کرنے کا بیان ۱۹۶
امت محمدیہ ﷺ سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جانے کا بیان ۱۹۶
جنت میں بغیر حساب کے جانے والوں کی تعداد کا بیان ۱۹۸
پناہ طلب کرنے کا بیان ۱۹۹
برے کاموں کے شر سے پناہ مانگنے کا بیان ۱۹۹
اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے ۲۰۱
توکل کرنے والوں کے دخول جنت کا بیان ۲۰۲
توکل کی برکت سے دشمن کی تلوار کے گر جانے کا بیان ۲۰۲
خالی پیٹ پرندوں کے توکل کا بیان ۲۰۴
توکل کا حق ادا کرنے کا بیان ۲۰۵
شداد اور روئے زمین کی بادشاہت کا بیان ۲۰۶
سونے سے پہلے دعا مانگنے کا بیان ۲۰۷
اسلام کے دین فطرت ہونے کا بیان ۲۰۸
سونے سے پہلے بستر جھاڑ کر دعا مانگنے کا بیان ۲۰۸
راوی حدیث براء بن عازب کے احوال کا بیان ۲۰۹
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کفار کے قدموں کو دیکھنے کا بیان ۲۰۹
شب ہجرت اور نبی کریم ﷺ کا باعافیت سفر ۲۱۰
راوی حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احوال کا بیان ۲۱۴
گمراہی سے بچنے کی دعا مانگنے کا بیان ۲۱۵
دنیا کی اصلاح اور طلب آخرت کی دعا کا بیان ۲۱۵
راویہ حدیث ہند بنت امیہ کے احوال کا بیان ۲۱۶
گھر سے باہر جانے کی دعا کا بیان ۲۱۶
بھائی کے ایثار کا سبب رزق بن جانے کا بیان ۲۱۷
باب 8: استقامت کا بیان
استقامت کے معنی ومفہوم کا بیان ۲۱۸
استقامت اختیار کرنے کے حکم کا بیان ۲۱۸
استقامت اختیار کرنے والوں پر فرشتوں کے نازل ہونے کا بیان ۲۱۸
استقامت اختیار کرنے والوں کیلئے کوئی خوف وغم نہ ہونے کا بیان ۲۲۰
اسلام قبول کر کے اس پر استقامت اختیار کرنے کا بیان ۲۲۰
راوی حدیث سفیان بن عبداللہ کے احوال کا بیان ۲۲۱
اللہ کی رحمت سے جنت میں جانے کا بیان ۲۲۲

Marfat.com

باب 9: اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات

دنیا کے فانی ہونے' آخرت کی ہولناکیوں اور ان دونوں سے متعلق تمام امور' اپنے نفس کی خامیاں اس کی اصلاح اور اسے استقامت کی ترغیب دینے وغیرہ کے بارے میں غور وفکر کرنا.. ۲۲۲
ہدایت کیلئے خالی ذہن ہوکر غور وفکر کرنے کا بیان.......... ۲۲۲
مخلوقات میں غور وفکر کرنے کا بیان ۲۲۳
اونٹ اور آسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرنے کا بیان ۲۲۴
کائنات پر غور وتدبر کی دعوت کا بیان.................. ۲۲۴
سابقہ اقوام کے تباہ شدہ مقامات سے عبرت حاصل کرنے کا بیان ۲۲۴
بادشاہ کو گھر جانے کی بھی مہلت عزرائیل نے نہ دی ۲۲۵

باب 10: بھلائی کی طرف جلدی کرنا

اور جو شخص نیکی کی طرف متوجہ ہوا سے کوشش کے ساتھ کسی تردّد کے بغیر اس نیکی کی انجام دہی کی ترغیب دینا.............۲۲۶
نیکیوں کی جانب تیزی سے بڑھنے کا بیان..............۲۲۶
دنیاوی مال کے بدلے میں ایمان بیچنے کا بیان............ ۲۲۷
دنیا کے فتنوں سے بچنے کا بیان.................... ۲۲۷
خرچ کرنے کی طرف بعدں کرنے کا بیان ۲۲۹
صدقہ وخیرات میں جلدی کرنے کا بیان................ ۲۲۹
راوی حدیث عقبہ بن حارث کے احوال کا بیان........... ۲۳۰
غزوہ احد میں شہید ہونے والے کیلئے جنت کا بیان.......... ۲۳۰
حالت صحت میں صدقہ کرنے کا بیان.................. ۲۳۰
موت کے وقت صدقہ کرنے کی مثال کا بیان............. ۲۳۱
تندرستی کی حالت میں صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان ۲۳۱
حضرت ابودجانہ کا تلوار پکڑ کے مشرکین کی گردنیں اڑانے کا بیان ۲۳۲
احوال زمانہ پر صبر کرنے کا بیان.................. ۲۳۲
اچھے لوگوں کی تعظیم اور بعد میں آنے والے لوگوں کا بیان.... ۲۳۲
سات چیزوں سے پہلے نیک کام کرنے کا بیان ۲۳۴
فتح خیبر کیلئے عطاء کرنے کا بیان.................. ۲۳۵

باب 11: مجاہدہ کا بیان

مجاہدہ کے معنی ومفہوم کا بیان ۲۳۶
اللہ کی راہ میں کوشش کرنے والوں کیلئے ثواب کا بیان ۲۳۷
مرتے دم تک عبادت کرنے کا بیان.................. ۲۳۷
گوشہ نشین ہوکر عبادت کرنے کا بیان ۲۳۷
قیامت کے دن اعضاء بھی گواہی دیں گے ۲۳۸
اللہ کی بارگاہ میں بھیجے ہوئے نیک اعمال کا بیان ۲۳۹
تم جو کچھ خرچ کرو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ۲۴۰
پرندہ وہاں ذبح کرو جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو.............. ۲۴۰
اولیاء اللہ سے دشمنی اللہ سے اعلان جنگ ہے ۲۴۰
اللہ کی رحمت کا بندے کی طرف دوڑ کر آنے کا بیان ۲۴۲
صحت اور فراغت کے دو خاص نعمتوں کا بیان.............. ۲۴۳
پانچ چیزوں سے پہلے پانچ کو غنیمت جاننے کا بیان ۲۴۴
رات کا قیام اور عبادت میں مشغول رہنے کا بیان............ ۲۴۵
رمضان المبارک کے آخری عشرے میں عبادت میں مجاہدہ کرنے کا بیان ۲۴۶
جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے ۲۴۷
جنت کو ناپسندیدہ چیزوں سے دور رکھنے کا بیان............ ۲۴۸
دوزخ کو خواہشات نفس کے قریب رکھنے کا بیان............ ۲۴۸
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں طویل قیام کرنے کا بیان............ ۲۴۹
راوی حدیث حضرت حذیفہ بن یمان کے احوال کا بیان..... ۲۵۰
نماز کے طویل قیام کی صورت میں مجاہدے کا بیان ۲۵۰
میت کے ساتھ تین چیزوں کے جانے کا بیان ۲۵۱
فوت ہونے کے بعد تین چیزوں کے ذریعے میت کو نفع پہنچنے کا بیان ۲۵۲
جوتے کے تسمے سے بھی جنت ودوزخ کا زیادہ قریب ہونے

کا بیان ۲۵۲
نبی کریم ﷺ کا ربیعہ بن کعب کو جنت میں ساتھ عطاء کرنے
کا بیان ۲۵۲
راوی حدیث ربیعہ بن کعب کے احوال کا بیان ۲۵۳
کثرت سجود کی وجہ سے درجات بلند ہونے کا بیان ۲۵۳
راوی حدیث ثوبان بن بجدد کے احوال کا بیان ۲۵۴
نیک اعمال کے ساتھ لمبی عمر کی فضیلت کا بیان ۲۵۴
راوی حدیث عبداللہ بن بسر کے احوال کا بیان ۲۵۵
حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ کرتے ہوئے شہادت کا بیان ۲۵۵
اللہ تعالی کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان ۲۵۶
راوی حدیث عقبہ بن عمرو کے احوال کا بیان ۲۵۷
ظلم کرنے کی ممانعت کا بیان ۲۵۸
ظلم کے معنی مفہوم کا بیان ۲۵۹
ظلم کے باعث قیامت کے دن تاریکی کا بیان ۲۵۹

باب 12: عمر کے آخری حصے میں زیادہ نیکیاں کرنے کی ترغیب دینا

عمر نصیحت حاصل کرنے کیلئے ہے ۲۶۰
چالیس سال کی عمر اور عبادت کا بیان ۲۶۰
ساٹھ سال کی عمر کے تناسب کا بیان ۲۶۲
ساٹھ سے ستر کی سال کے درمیان عمر کا بیان ۲۶۲
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علم تفسیر کا بیان ۲۶۳
اللہ کی مدد اور فتح کا بیان ۲۶۴
نبی کریم ﷺ کے وصال کا اختیار اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی معرفت کا بیان ۲۶۶
وصال سے پہلے کثرت وحی کا بیان ۲۶۷
وحی منقطع ہونے کے سبب برکت اٹھ جانے کا بیان ۲۶۷
فوت ہونے والی حالت میں قیامت کے دن اٹھائے جانے
کا بیان ۲۶۸

باب 13: نیکی کے بکثرت راستوں کا بیان

اللہ تعالی تمہارے اعمال کا علم رکھنے والا ہے ۲۶۸
اچھے اعمال کا اپنی ذات کیلئے ہونے کا بیان ۲۶۹
افضل اعمال کا بیان ۲۷۰
راوی حدیث حضرت جندب بن جنادہ کے احوال کا بیان ۲۷۰
چاشت کے وقت دو رکعات نماز پڑھنے کا بیان ۲۷۱
تین سو ساٹھ جوڑوں کی طرف سے صدقہ کرنے کا بیان ۲۷۱
چار کلمات کی منفرد فضیلت کا بیان ۲۷۱
راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی فضیلت کا بیان ۲۷۲
راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنے کا بیان ۲۷۳
امراء سے نیکیوں میں سبقت لے جانے کا بیان ۲۷۳
کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جاننے کا بیان ۲۷۴
خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا بھی صدقہ ہے ۲۷۴
مفاصل جسم کی طرف سے صدقہ کرنے کا بیان ۲۷۴
صبح وشام مسجد کی جانب جانے کی فضیلت کا بیان ۲۷۶
ہمسائے کی طرف سے دیئے گئے کھانے کو حقیر نہ جاننے
کا بیان ۲۷۶
ایمان کی ستر سے زائد شاخوں کا بیان ۲۷۷
کتے کو پانی پلانے کی نیکی کے ثواب کا بیان ۲۸۰
راستے سے ٹہنی ہٹانے کے سبب جنت نصیب ہونے کا بیان .. ۲۸۰
جمعہ مبارک کے خطبہ کو توجہ اور ادب سے سننے کا بیان ۲۸۱
وضو کرنے کے سبب اعضائے جسم کا گناہوں سے پاک ہونے
کا بیان ۲۸۲
نمازوں کے درمیانی اوقات کے گناہوں کی معافی کا بیان ... ۲۸۳
مسجد کی جانب زیادہ قدم چل کر جانے کی فضیلت کا بیان ... ۲۸۴
نماز فجر وعصر کی اہمیت کا بیان ۲۸۵
سفر یا بیماری کے بدلے میں نیکیاں ملنے کا بیان ۲۸۵
ہر نیک عمل صدقہ ہے ۲۸۶

Marfat.com

کھیتوں سے چرند وپرند کے کھانے سے صدقہ ہونے کا بیان ۔ ۲۸۶
نیکی کی طرف اٹھنے والے قدموں کے لکھے جانے کا بیان ۲۸۸
مسجد میں دور سے آکر نماز پڑھنے کا بیان ۲۸۹
دودھ دینا بہترین صدقہ ہونے کا بیان ۲۸۹
صدقہ کرنے کے سبب جہنم سے بچنے کا بیان ۲۹۰
کھانے پینے کے بعد اللہ تعالی کی حمد کا بیان ۲۹۰
ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہونے کا بیان ۲۹۱
معمولی چیزوں کے دینے سے انکار مناسب نہ ہونے کا بیان ... ۲۹۱

باب 14: عبادت میں میانہ روی اختیار کرنا

عبادات میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان ۲۹۲
عبادات میں مشقت نہ ہونے کا بیان ۲۹۲
دین میں آسانی ہونے کا بیان ۲۹۳
سفر کی اقسام کا بیان ۲۹۳
عبادت میں دوام اور میانہ روی اختیار کرنے کا بیان ۲۹۴
نکاح کے سنت ہونے کا بیان ۲۹۵
دین میں شدت پسندی اختیار کرنے والوں کیلئے ہلاکت کا بیان ۲۹۶
دین کے آسان ہونے کا بیان ۲۹۶
نیند وتھکاوٹ دور کر کے نماز پڑھنے کا بیان ۲۹۸
بیداری کی حالت میں نماز پڑھنے کا بیان ۲۹۹
مختصر اور درمیانہ خطبہ پڑھنے کا بیان ۳۰۰
حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا خیال رکھنے کا بیان ... ۳۰۰
کثرت عبادات کا بیان ۳۰۱
حضرت حنظلہ اور تقویٰ اختیار کرنے کا بیان ۳۰۵
راوی حدیث حنظلہ بن ربیع کے احوال کا بیان ۳۰۶
دھوپ میں کھڑے ہونے کی مشقت والی نذر کو پورا نہ کرنے کا بیان ۳۰۷
پیدل حج کرنے والے کیلئے جب مشقت ہو تو اباحت سواری ۳۰۷

باب 15: اعمال کی محافظت کا بیان

دلوں میں خوف پیدا کرنے کا بیان ۳۰۸
نرم دلی اور رحم دلی کا بیان ۳۰۹
عہد وپیمان کی حفاظت کرنے کا بیان ۳۰۹
یقین وموت کے آجانے کا بیان ۳۰۹
اعمال میں ہمیشگی کے پسندیدہ ہونے کا بیان ۳۱۰
رات کے وظائف کو دوسرے اوقات میں پڑھنے کا بیان ۳۱۰
نوافل شروع کر کے نہ چھوڑنے کا بیان ۳۱۱
نفلی عبادات میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان ۳۱۱
راوی حدیث عبداللہ بن عمرو کے احوال کا بیان ۳۱۲
دن کے وقت بارہ رکعات نوافل ادا کرنے کا بیان ۳۱۲
نوافل کو گھر میں ادا کرنے کا بیان ۳۱۳

باب 16: سنت اور اس کے آداب کی حفاظت کرنے کا حکم

سنت نبوی ﷺ کو محبوب رکھنے میں فضیلت کا بیان ۳۱۴
نبی کریم ﷺ کی عطاء سے وصول کرلینے کا بیان ۳۱۴
نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے وحی بیان ہونے کا بیان ... ۳۱۵
نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے حق بیان ہونے کا بیان ... ۳۱۵
نبی کریم ﷺ کی اتباع کے سبب اللہ کی محبت حاصل ہونے کا بیان ۳۱۶
رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہونے کا بیان ... ۳۱۷
نبی کریم ﷺ کو حاکم ومختار تسلیم کرنا ایمان ہے ۳۱۷
نبی کریم ﷺ کو حاکم ومختار کل نہ جاننے والے کیلئے حضرت عمر کا فیصلہ ۳۱۸
اولی الامر کی اطاعت کرنے کا بیان ۳۱۹
رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے ۳۲۰
نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے کیلئے جنت ہونے کا بیان ۳۲۱
نبی کریم ﷺ لوگوں کو ہدایت عطاء فرمانے والے ہیں ۳۲۱

Marfat.com

اختلاف ومخالفت کرنے والوں کواللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے ۳۲۲
قرآن وحدیث کے احکام دوسروں تک پہنچانے کا بیان ۳۲۲
کثرت سوالات کی ممانعت کا بیان ۳۲۳
سنت نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت کواپنانے کا بیان ۳۲۳
راوی حدیث عرباض بن ساریہ کے احوال کا بیان ۳۲۴
نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والا جنت میں جائے گا ۳۲۴
سنت کوحقیر جاننے والے کی دنیا میں سزا کا بیان ۳۲۴
راوی حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے احوال کا بیان ۳۲۵
صفوں کوسیدھا نہ رکھنے کے سبب اختلاف پیدا ہونے کا بیان ۳۲۵
راوی حدیث نعمان بن بشیر کے احوال کا بیان ۳۲۶
آگ انسانوں کی دشمن ہے ۳۲۷
رات کوآگ بجھا کرسونے کا بیان ۳۲۷
نبی کریم ﷺ کی ہدایت کی مثال کا بیان ۳۲۹
نبی کریم ﷺ کا لوگوں کو کمر سے پکڑ کر جہنم سے بچانے کا بیان ۳۳۰
کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لینے کا بیان ۳۳۱
مرتدین کی سزاقتل ہونے کا بیان ۳۳۲
مرتد کے مفہوم کا بیان ۳۳۲
مرتد کے بارے میں حکم کا بیان ۳۳۳
ترک سنت کے سبب گفتگوترک کردینے کا بیان ۳۳۳
راوی حدیث عبداللہ بن مغفل کے احوال کا بیان ۳۳۳
حجراسود کو بوسہ سنت رسول ﷺ ہونے کے سبب دینے کا بیان ۳۳۴
راوی حدیث عابس بن ربیعہ کے احوال کا بیان ۳۳۴
باب 17: اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنے کا لازم ہونا ۳۳۵
رسول اللہ ﷺ کے حاکم ہونے کا بیان ۳۳۵
سماعت واطاعت والوں کی کامیابی کا بیان ۳۳۵
احکام شرعیہ کا انسانی قوت کے مطابق ہونے کا بیان ۳۳۶
نسخ کے معنی ومفہوم کا بیان ۳۳۷
نسخ کی چاراقسام کا بیان ۳۳۷
باب 18: بدعت اورنئی ایجاد ہونے والی چیزوں کی ممانعت ۳۳۹
حق کے سوا گمراہی ہی رہ جاتی ہے ۳۳۹
ایمان کے بعد گمراہی کی طرف نہ آنے کا بیان ۳۳۹
قرآن میں سب کچھ بیان کردیا جانے کا بیان ۳۳۹
نبی کریم ﷺ کی سنن ہی راستہ ہدایت ہیں ۳۳۹
سنت کے مقابلے میں آنے والی بدعات سے پرہیز کرنے کا بیان ۳۴۰
بدعت سئیہ کی مذمت کا بیان ۳۴۱
بدعت کے معنی ومفہوم کا بیان ۳۴۲
(۱) بدعت حسنہ کا معنی ومفہوم ۳۴۲
(۱) بدعت حسنہ کا ثبوت وبیان ۳۴۲
(۲) بدعت سئیہ کے مفہوم کا بیان ۳۴۳
بدعت کی پانچ اقسام کا بیان ۳۴۳
بدعت کا گمراہ کن معنی بیان کرنا ۳۴۵
باب 19: جوشخص اچھے طریقے کا آغاز کرے یابُرے طریقے کا آغاز کرے ۳۴۵
اچھے لوگوں کی رہنمائی کا بیان ۳۴۵
احکام اسلام کی رہنمائی کرنے والے ائمہ کی فضیلت کا بیان ۳۴۵
اچھا کام جاری کرنے کی فضیلت کا بیان ۳۴۶
قتل کے موجد کو ہرقتل کا گناہ پہنچنے کا بیان ۳۴۸
باب 20: بھلائی کی طرف رہنمائی کرنا ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانا ۳۴۹
دعوت اور وعظ کے معنی ومفہوم کا بیان ۳۴۹
لوگوں کورب کی طرف بلانے کا بیان ۳۴۹
مواعظ حسنہ اور حکمت کے ساتھ لوگوں کودعوت دین دینے کا بیان ۳۴۹
نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا

Marfat.com

بیان ۳۵۰
خیر کی طرف بلانے والوں کا بیان ۳۵۰
نیکی طرف بلانے والے نیکی کی مثل ثواب ملنے کا بیان ۳۵۲
راوی حدیث عقبہ بن عمرو خزرجی کے احوال کا بیان ۳۵۳
نیکی کی دعوت دینے والے اور نیکی کرنے والوں کے ثواب میں
کمی نہ ہونے کا بیان ۳۵۳
فتح خیبر کے جھنڈے کی عطاء کا بیان ۳۵۴
راوی حدیث حضرت سہل بن سعد کے احوال کا بیان ۳۵۳
جہاد میں سامان کی صورت میں مدد کرنے کا بیان ۳۵۴
مجاہد کی مدد سواری کے ذریعے کرنے کا بیان ۳۵۴
باب 21: نیکی اور پرہیزگاری کے معاملے میں ایک
دوسرے کی مدد کرنا ۳۵۴
نیکی کے کاموں میں مدد کرنے کا بیان ۳۵۵
حق اور صبر پر ڈٹ جانے کا بیان ۳۵۵
مختصر نقصان اور اصحاب فلاح و نجات کا بیان ۳۵۵
مسیلمہ کذاب اور عمرو بن عاص میں مکالمہ ۳۵۵
جہاد میں مدد کرنے کا بیان ۳۵۶
راوی حدیث حضرت زید بن خالد کے احوال کا بیان ۳۵۶
مجاہد کے اہل و عیال کی نگرانی کرنے پر ثواب ہونے کا بیان . ۳۵۶
امانتدار خادم کے صدقے کا بیان ۳۵۷
باب 22: خیر خواہی کا بیان ۳۵۸
اہل ایمان کا باہمی بھائی ہونے کا بیان ۳۵۸
حضرت نوح و ہود علیہما السلام کا قوم کو خیر خواہی کا خطاب کرنا .. ۳۵۹
دین اسلام خیر خواہی ہے ۳۵۹
مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی پر بیعت لینے کا بیان ۳۶۰
مسلمان بھائی کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو ۳۶۱
باب 23: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ۳۶۲
معروف و منکر کے معنی و مفہوم کا بیان ۳۶۲
نیکی دعوت اور برائی سے روکنے کا بیان ۳۶۲
بہتر امت ہونے کے اعزاز کا بیان ۳۶۲
نیکی کا حکم دینے اور جہالت سے اعراض کرنے کا بیان ۳۶۲
اہل ایمان کی باہمی مدد کا بیان ۳۶۴
مسلمان ایک دوسرے کے مددگار ہیں ۳۶۴
امر بہ معروف نہ کرنے پر وعید کا بیان ۳۶۵
ایمان کا انجام خیر جبکہ کفر کا انجام جہنم ہونے کا بیان ۳۶۵
دین اسلام کے حق ہونے کا اعلان کردینے کا بیان ۳۶۶
رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے مخالفین کا عبرتناک انجام ۳۶۶
برائی سے روکنے والوں کیلئے نجات کا بیان ۳۶۷
اصحاب سبت اور امر نہی عن المنکر والوں کا بیان ۳۶۷
برے کاموں کو طاقت کے ذریعے روکنے کا بیان ۳۶۸
ہاتھ، زبان اور دل سے جہاد کرنے کا بیان ۳۷۴
ملامت کرنے والوں کا لحاظ نہ کرنے کا بیان ۳۷۵
حدود قائم کرنے والوں اور خلاف ورزی کرنے والوں کی مثال
کا بیان ۳۷۶
راوی حدیث نعمان بن بشیر کے احوال کا بیان ۳۷۸
برے کاموں سے بچنے والے کیلئے سلامتی کا بیان ۳۷۹
عربوں کیلئے شر اور بربادی کا بیان ۳۷۹
راویہ حدیث سیّدہ بنت زینب جحش کے احوال کا بیان ۳۸۱
راستے میں بیٹھے لوگوں کیلئے امر بہ معروف کا حکم ۳۸۱
سونے کی آنگوٹھی اور آگ کا انگارہ ۳۸۱
بدترین حکمرانوں سے بچ رہنے کا بیان ۳۸۲
برے لوگوں کے سبب اچھے لوگوں پر بھی عذاب آنے کا بیان. ۳۸۲
راوی حدیث حسن بصری کے احوال کا بیان ۳۸۳
امر بالمعروف و نہی المنکر کے تارکین کی دعا قبول نہ ہونے
کا بیان ۳۸۳
راوی حدیث حضرت حذیفہ بن یمان کے احوال کا بیان ۳۸۴

ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہونے کا بیان ۳۸۴

حکمرانوں کے سامنے سچی بات کہنے کا بیان ۳۸۵

راوی حدیث طارق بن شہاب کے احوال کا بیان ۳۸۶

ظالموں اور سرکش لوگوں سے میل جول کے سبب عذاب آنے کا بیان ۳۸۸

ظالموں کو نہ روکنے کے سبب عذاب نازل ہونے کا بیان ۳۸۸

باب 24: اس شخص کو شدید سزا دینا جو نیکی کا حکم دے یا برائی سے منع کرے اور اس کا اپنا بیان اس کے عمل کے خلاف ہو ۳۸۹

دوسروں کو نیکی کی دعوت جبکہ خود کو بھول جانے کا بیان ۳۸۹

مبلغین کے لئے خصوصی ہدایات کا بیان ۳۹۰

وعظ ونصیحت کرنے والے کیلئے عمدہ حکم کا بیان ۳۹۱

خود فریبی اور تبلیغ کرنے والوں کیلئے سخت وعید کا بیان ۳۹۲

راوی حدیث اسامہ بن زید کے احوال کا بیان ۳۹۲

باب 25: امانت کی ادائیگی کا حکم ۳۹۳

امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچانے کا بیان ۳۹۳

احکام کی امانت کا بیان ۳۹۳

امانت میں خیانت علامت منافقت ہونے کا بیان ۳۹۴

امانت کا دل سے اٹھالیے جانے کا بیان ۳۹۴

قیامت کے دن لوگوں کا انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا بیان ۳۹۹

حضرت عبداللہ بن زبیر اور قرض کی ادائیگی کا بیان ۳۹۹

راوی حدیث عبداللہ بن زبیر کے احوال کا بیان ۴۰۳

باب 26: ظلم کا حرام ہونا اور مظالم کو معاف کروانے کا حکم

ظلم کے معنی ومفہوم کا بیان ۴۰۴

کفار وظالموں کیلئے کوئی سفارش نہ ہونے کا بیان ۴۰۴

ظلم قیامت کے دن تاریکی ہے ۴۰۵

قیامت کے دن ظلم کا بدلہ دلایا جانے کا بیان ۴۰۵

خون واموال کی حرمت کا بیان ۴۰۶

ایک بالشت زمین ناجائز ہتھیانے کی وعید کا بیان ۴۰۷

ظالم کیلئے دنیا میں مہلت دیئے جانے کا بیان ۴۰۷

اچھے کاموں میں اطاعت کرنے کا بیان ۴۰۸

مظلوم کی بددعا سے بچنے کا بیان ۴۰۹

راوی حدیث معاذ بن جبل کے احوال کا بیان ۴۰۹

صدقات کی وصولی اور تحائف کا بیان ۴۰۹

راوی حدیث عبدالرحمٰن بن سعد کے احوال کا بیان ۴۱۰

قیامت کے دن نیکیوں کے کام آنے کا بیان ۴۱۰

زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کے محفوظ ہونے کا بیان

امانت میں خیانت کرنے والے کیلئے دوزخ کی سزا کا بیان ۴۱۱

خون، مال اور عزت کے محترم ہونے کا بیان ۴۱۲

راوی حدیث نقیع بن حارث کے احوال کا بیان ۴۱۳

جھوٹی قسم کے ذریعے مال ہڑپ کرنے کا بیان ۴۱۴

راوی حدیث ایاس بن ثعلبہ کے احوال کا بیان ۴۱۵

عامل کا کسی چیز کو چھپالینے کا بیان ۴۱۵

راوی حدیث عدی بن عمیرہ بن فروہ کے احوال کا بیان ۴۱۵

مال غنیمت میں خیانت کی مذمت کا بیان ۴۱۵

صبر کرنے اور جہاد کی اہمیت کا بیان ۴۱۶

راوی حدیث حارث بن ربعی کے احوال کا بیان ۴۱۷

قیامت کے دن مفلس شخص کا بیان ۴۱۷

فصاحت وبلاغت کے سبب کلام میں اثر پیدا کرنے کا بیان ۴۱۸

مؤمن کی فراخ دلی اور وسعت کا بیان ۴۱۹

مال میں ناحق تصرف کرنے والوں کا بیان ۴۱۹

راویہ حدیث خولہ بنت عامر انصاریہ کے احوال کا بیان ۴۱۹

باب 27: مسلمانوں کی قابل احترام چیزوں کی اہمیت اور ان کے حقوق کا بیان اور ان پر شفقت اور رحمت کا بیان ۴۱۹

شعائر اللہ کے معنی ومفہوم کا بیان ۴۱۹

Marfat.com

شعائر اللہ کی تعظیم اور تقویٰ کا بیان ۴۲۰
قرآن کے مطابق آثار وتبرکات کی تعظیم کے حکم کا بیان ۴۲۰
تابوت سکینہ اور جنگ طالوت و جالوت کا بیان ۴۲۱
احادیث کے مطابق آثار وتبرکات کی تعظیم کا حکم ۴۲۲
منکرین آثار وتبرکات کے دھوکے وفریب کا بیان ۴۲۳
اہل ایمان کی عزت واکرام کا بیان ۴۲۴
جان انسانی کی اہمیت کا بیان ۴۲۴
انسانیت کی جانوں کے محترم ہونے کا بیان ۴۲۴
ایک مؤمن دوسرے مؤمن کیلئے مکان ہونے کا بیان ۴۲۵
کسی مسلمان کو ڈرانے کی ممانعت کا بیان ۴۲۵
کسی مسلمان کی عزت کو نقصان پہنچانے کی مذمت کا بیان ... ۴۲۶
اہل ایمان کا باہم ایک جسم کی طرح ہونے کا بیان ۴۲۷
راوی حدیث نعمان بن بشیر کے احوال کا بیان ۴۲۸
جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا ۴۲۸
بچوں پر رحم کرنے کا بیان ۴۲۸
راوی حدیث جریر بن عبداللہ کے احوال کا بیان ۴۲۹
امام کا نماز میں مقتدیوں کی آسانی پیدا کرنے کا بیان ۴۲۹
فرضیت کے اندیشہ سے نفلی عمل کو ترک کرنے کا بیان ۴۳۰
نماز تراویح کی فرضیت کے اندیشے کے سبب ترک کرنے کا بیان ۴۳۱
صوم وصال کے ممانعت کا بیان ۴۳۲
دوسروں کی مشقت دور کرنے کیلئے نماز میں تخفیف کرنے کا بیان ۴۳۲
راوی حدیث حارث بن ربعی کے احوال کا بیان ۴۳۴
حقوق اللہ سے غفلت کرنے والے کیلئے وعید کا بیان ۴۳۴
راوی حدیث جندب بن عبداللہ کے احوال کا بیان ۴۳۴
مسلمان بھائی کی پریشانی دور کرنے کا بیان ۴۳۴
کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھنے کی ممانعت کا بیان ۴۳۵
مسلمانوں کی عزت، خون اور مال کی حرمت کا بیان ۴۳۶
مسلمانوں میں باہمی بغض رکھنے کی ممانعت کا بیان ۴۳۷
مسلمان بھائی کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو . ۴۳۸
ظالم کو ظلم سے روک دینے کا بیان ۴۳۹
ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حقوق کا بیان ۴۳۹
سات چیزوں کا حکم جبکہ سات چیزوں سے ممانعت کا بیان ۴۴۰
باب 28: مسلمانوں کی پردہ پوشی کرنا اور کسی ضرورت کے بغیر ان کی (خرابیوں) کی اشاعت کرنے کی ممانعت ۴۴۰
بری بات کو پھیلانے کی ممانعت کا بیان ۴۴۲
مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کا بیان ۴۴۳
اعلانیہ گناہ کی بخشش نہ ہونے کا بیان ۴۴۴
پردہ پوشی کرنے کی اہمیت کا بیان ۴۴۴
گناہ کرنے والی کنیز کو فروخت کرنے کا بیان ۴۴۵
شرابی پر لعن طعن کرنے کی ممانعت کا بیان ۴۴۵
کسی مسلمان کو خاص کر کے لعنت بھیجنے کی ممانعت کا بیان ۴۴۶
باب 29: مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنا ۴۴۶
مسلمانوں کی بھلائی کے کام کرنے کا بیان ۴۴۶
مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی فضیلت کا بیان ... ۴۴۶
مسلمان بھائی سے دنیاوی تکلیف کو دور کرنے کی فضیلت کا بیان ۴۴۷
قیامت کے دن فرشتے کا آگ سے بچانے کا بیان ۴۴۸

باب 30: شفاعت کا بیان

لفظ شفاعت کے معنی ومفہوم کا بیان ۴۴۸
شفاعت اخروی اور دینی کے مفہوم کا بیان ۴۴۹
شفاعت کی اقسام کا بیان ۴۴۹
اچھی سفارش کرنے والے کیلئے ثواب کا بیان ۴۵۱
اچھے کام پر سفارش کرنے کے مستحسن ہونے کا بیان ۴۵۱
حضرت بریرہ اور سفارش کا بیان ۴۵۳

Marfat.com

باب 31: لوگوں کے درمیان صلح کروانا
صلح کے معنی ومفہوم کا بیان ۴۵۴
مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کی فضیلت کا بیان ۴۵۴
زوجین کے درمیان صلح کے بہتر ہونے کا بیان ۴۵۵
آپس میں صلح کرنے کا بیان ۴۵۷
اہل ایمان کا ایک دوسرے کے بھائی ہونے کا بیان ۴۵۷
دوآدمیوں کے درمیان انصاف کرنے کی فضیلت کا بیان ۴۵۸
لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں توریہ استعمال کرنے کا بیان ۴۵۹
صلح کرانے کی کوشش کرنے کا بیان ۴٦۰
صلح کروانے کیلئے لوگوں کا جمع ہو کر جانے کا بیان ۴٦۰
راوی حدیث حضرت سہل بن سعد ساعدی کے احوال کا بیان. ۴٦۲
باب 32: کمزور، غریب اور عام مسلمانوں کی فضیلت
فقراور فقراء کے معنی ومفہوم کا بیان ۴٦۲
صبح وشام عبادت کرنے والے فقراء کی فضیلت کا بیان ۴٦۴
کمزور وعاجز لوگوں کے جنت میں جانے کا بیان ۴٦۴
راوی حدیث حارثہ بن وہب خزاعی کے احوال کا بیان ۴٦۵
فقیر بندے پر اطلاق شدہ احوال کا بیان ۴٦۵
جہنم میں متکبر لوگوں کے داخل ہونے کا بیان ۴٦۷
قیامت کے صحت وطاقت کا کوئی فائدہ نہ ہونے کا بیان ۴٦۹
نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے قبروں کے منور ہونے کا بیان... ۴۷۰
بکھرے ہوئے بالوں والے لوگوں کی قسم پوری ہونے کا بیان ۴۷۱
جنت میں غریب لوگوں کی کثرت کا بیان ۴۷۲
پنگھوڑے میں تین بچوں کے کلام کرنے کا بیان ۴۷
باب 33: یتیم بچے، بیٹیوں، تمام کمزوروں، غریبوں
اور عام لوگوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنا ان کے اوپر
احسان کرنا ۴۷٦
ان کے ساتھ شفقت کا سلوک کرنا ان کے ساتھ انکساری سے
پیش آنا اور (اپنی مہربانی کے) پر ان کے لئے بچھانا........ ۴۷٦
اہل ایمان پر مہربانی کرنے کا بیان ۴۷٦
غریب مؤمنین کی عظمت وشان کا بیان ۴۷٦
یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بیان ۴۷۸
یتیموں اور مسکینوں سے حسن سلوک کا بیان ۴۷۸
اہل ایمان فقراء کی فضیلت کا بیان ۴۷۸
غرباء وفقراء کو راضی رکھنے کا بیان ۴۷۹
یتیم کی کفالت کرنے والے کیلئے نبی کریم ﷺ کی معیت
کا بیان ۴۸۰
یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی فضیلت کا بیان ۴۸۰
یتیم کی کفالت کرنے والے کیلئے جنت میں نبی کریم ﷺ کا
قرب نصیب ہونا ۴۸۱
مانگنے سے پرہیز کرنے والا مسکین ہے ۴۸۱
بیوہ عورتوں اور محتاجوں کی مدد کرنے والے کیلئے جہاد کی
طرح ثواب ہونے کا بیان ۴۸۲
ولیمہ میں غریبوں کو نہ بلانے کے سبب ولیمہ برا ہونے کا بیان ۴۸۲
ولیمہ کے معنی ومفہوم کا بیان ۴۸۳
ضیافت کی اقسام کا بیان ۴۸۳
دوبچیوں کی پرورش کرنے کے سبب فضیلت کا بیان ۴۸۴
بیٹیوں کا جہنم سے پردہ بن جانے کا بیان ۴۸۵
اولاد میں انصاف سے نفقہ تقسیم کرنے کا بیان ۴۸۵
کمزور لوگوں کے حق کو ضائع کرنا گناہ ہونے کا بیان ۴۸٦
راوی حدیث خویلد بن عمرو خزاعی کے احوال کا بیان........ ۴۸٦
فقراء کے صدقے امراء کو رزق ملنے کا بیان ۴۸٦
راوی حدیث مصعب بن سعد کے احوال کا بیان ۴۸۷
کمزور لوگوں کی فضیلت کا بیان ۴۸۷
غریب لوگوں کے ساتھ حشر ہونے کی دعا مانگنے کا بیان ۴۸۸
باب 34: خواتین کے بارے میں نصیحت ۴۹۰
عورتوں سے حسن سلوک کا بیان ۴۹۱

Marfat.com

ازواج کے درمیان عدل وانصاف کرنے کا بیان ۴۹۱
عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا بیان ۴۹۳
بیوی کو مارنے کی ممانعت کا بیان ۴۹۴
راوی حدیث عبداللہ بن زمعہ کے احوال کا بیان ۴۹۶
کسی مؤمن عورت کو ناپسندیدہ نہ کہنے کا بیان ۴۹۶
میاں بیوی کے حقوق کا بیان ۴۹۶
راوی حدیث عمرو بن احوص کے احوال کا بیان ۴۹۷
کھانے پینے اور لباس ورہائش میں بیویوں کے حقوق کا بیان ۴۹۷
بیوی کے چہرے پر مارنے کی ممانعت کا بیان ۴۹۸
راوی حدیث معاویہ بن حیدہ کے احوال کا بیان ۴۹۹
بیویوں کے حق بہتر ہونے والے شخص کی فضیلت کا بیان ۴۹۹
ادب سکھانے کیلئے بیویوں کو مارنے کی اجازت کا بیان ۵۰۰
راوی حدیث کے احوال کا بیان ۵۰۱
نیک بخت وخوب صورت بیوی ہونے کا بیان ۵۰۱

باب 35: شوہر کا عورت پر کیا حق ہے؟

مردوں کو اپنی بیویوں پر فضیلت حاصل ہونے کا بیان ۵۰۲
بیوی کا حقوق زوجیت سے انکار پر سخت وعید کا بیان ۵۰۳
نفلی روزے میں شوہر سے اجازت لینے کا بیان ۵۰۴
نفلی عبادات اور حقوق زوجین کا بیان ۵۰۴
بیوی کا شوہر کے گھر کی نگران ہونے کا بیان ۵۰۵
بیوی کا شوہر کی خدمت میں حاضر ہوجانے کا بیان ۵۰۶
راوی حدیث طلق بن علی کے احوال کا بیان ۵۰۶
بیوی کا شوہر کو تعظیمی سجدہ کرنے کے حکم کا بیان ۵۰۶
شوہر کو خوش رکھنے والی عورت کیلئے جنت کی بشارت کا بیان .. ۵۰۷
دنیا میں جھگڑنے والی بیوی سے حورعین کے خطاب کا بیان .. ۵۰۷
عورتوں کا فتنہ بڑا فتنہ ہونے کا بیان ۵۰۸

باب 36: گھر والوں پر خرچ کرنا

اہل وعیال پر نفقہ کے مفہوم کا بیان ۵۰۹
بیوی کے کھانے پینے اور لباس کے خرچ کا بیان ۵۰۹
بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری کا بیان ۵۱۰
حسب طاقت بیوی کو نفقہ دینے کا بیان ۵۱۰
بیوی اور اولاد کا بقدر ضرورت نفقہ خاوند پر واجب ہے ۵۱۰
نفقہ میں اصل عسر ویسر ہونے کا قاعدہ فقہیہ ۵۱۱
تعین نفقہ کا فقہی مفہوم ۵۱۱
خرچ کرنے کے بدلے میں ثواب حاصل ہونے کا بیان ۵۱۲
اہل وعیال پر صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان ۵۱۲
گھر والوں پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان ۵۱۲
راوی حدیث ثوبان بن بجدد کے احوال کا بیان ۵۱۳
سوتیلے بیٹوں وغیرہ پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان ۵۱۳
اللہ کی رضا کیلئے صدقہ کرنے کا بیان ۵۱۴
راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص کے احوال کا بیان .. ۵۱۴
بیوی پر صدقہ کرنے پر بھی ثواب کا بیان ۵۱۵
زیر کفالت لوگوں کے حقوق ضائع ہونے پر سخت وعید کا بیان .. ۵۱۵
صدقہ کرنے والے کیلئے فرشتوں کی دعا کا بیان ۵۱۵
زیر کفالت لوگوں پر صدقہ کرنے کا بیان ۵۱۶

باب 37: جو چیز پسند ہو اور جو اچھی ہو اُسے خرچ کرنا

پسندیدہ چیز کو خرچ کرنے کا بیان ۵۱۷
عمدہ اور اچھے مال سے صدقہ کرنے کا بیان ۵۱۷
حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ اور خرچ کرنے کا بیان ۵۱۹
حضرت زید بن سہل کے احوال کا بیان ۵۲۰

باب 38: اپنے گھر والوں کو اور اولاد کو جو تمیز کرسکتے ہوں اور جو بھی شخص آدمی کی زیر نگرانی ہو اسے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دینا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے منع کرنے اور انہیں ادب سکھانے اور انہیں گناہوں کے ارتکاب سے روکنے کا واجب ہونا ۵۲۰

گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کا بیان ۵۲۱

Marfat.com

گھر والوں کو برائی سے منع کرنے کا بیان ۵۲۱
بنو ہاشم کیلئے صدقہ سے نہ کھانے کا بیان ۵۲۱
صدقے کا مال بنو ہاشم کیلئے حلال نہ ہونے کا بیان ۵۲۲
اولاد کو کھانے کے آداب سکھانے کا بیان ۵۲۲
ہر شخص کے نگران ہونے کا بیان ۵۲۳
اپنی اولاد کو نماز سکھانے کا بیان ۵۲۳
راوی حدیث عمرو بن شعیب کے احوال کا بیان ۵۲۴
اولاد کیلئے والدین کی طرف سے سب سے بہتر عطاء ادب ہونے کا بیان ۵۲۴

باب 39: پڑوسی کا حق اور اس بارے میں تلقین

ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کا بیان ۵۲۵
ہمسائے کو کھانا کھلانے کا بیان ۵۲۶
ہمسائیوں کے حقوق کا بیان ۵۲۶
چھ لاکھ لوگوں کے حج قبول نہ ہونے کا واقعہ ۵۲۶
ہمسائیوں کا سالن دینے کا بیان ۵۲۷
ہمسائے کے شر پر سخت وعید کا بیان ۵۲۸
ہمسائے کی طرف سے دی گئی چیز کو حقیر نہ جاننے کا بیان ۵۲۸
ہمسائے کو دیوار میں شہتیر گاڑنے سے منع نہ کرنے کا بیان ۵۲۹
مہمان نوازی کرنے کی فضیلت کا بیان ۵۲۹
مہمان کی عزت کرنے کا بیان ۵۳۱
قریبی ہمسائے کے حق کا بیان ۵۳۱
ہمسائے کے حق میں بہتر ہونے والے شخص کا بیان ۵۳۲
پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے والی عورت کیلئے جہنم کی وعید کا بیان ۔ ۵۳۲

باب 40: والدین کیساتھ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنا

مہربانی کرنے کے مفہوم کا بیان ۵۳۳
حقوق العباد میں قریبی حقوق کا بیان ۵۳۳
رشتے داری کا خیال رکھنے کا بیان ۵۳۴
رشتے داری کے تعلقات کو قائم رکھنے کا بیان ۵۳۵
والدین کی تعظیم اور ان کا ادب کرنے کا بیان ۵۳۵
والدین کے احسانات کا بیان ۵۳۶
والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بیان ۵۳۶
والدین اور حق ولاء کا بیان ۵۳۸
اچھی بات کہنا یا خاموش رہنے کا بیان ۵۳۸
خاموشی میں نجات ہونے کا بیان ۵۳۹
کلام کی اقسام کا بیان ۵۳۹
خاموشی کے فوائد کا بیان ۵۳۹
رحم کو جوڑنے اور توڑنے والوں کا بیان ۵۴۰
حسن سلوک میں ماں کے حق کا بیان ۵۴۲
والدین کی خدمت نہ کرنے والوں کیلئے وعید کا بیان ۵۴۴
رشتے داروں کے برے سلوک پر صبر کرنے کا بیان ۵۴۴
رشتے حقوق کا خیال رکھنے والے کی عمر دراز ہونے کا بیان ... ۵۴۵
چچازاد بھائیوں میں مال تقسیم کردینے کا بیان ۵۴۶
والدین کی خدمت اور جہاد کا بیان ۵۴۷
برا سلوک کرنیوالے رشتے داروں سے قرابت قائم رکھنے کا بیان ۵۴۸
رحم کا عرش کے نیچے لٹکا ہوا ہونے کا بیان ۵۴۹
قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا بیان ۵۴۹
مشرک والدہ سے حسن سلوک کرنے کا بیان ۵۵۰
رشتے داروں پر خرچ کرنے میں دوہرے ثواب کا بیان ۵۵۱
صلہ رحمی کا حکم تعلیمات نبوت سے ہونے کا بیان ۵۵۲
راوی حدیث صخر بن حرب کے احوال کا بیان ۵۵۲
دنیاوی حکومت ملنے پر رشتے داروں کا خیال رکھنے کا بیان ... ۵۵۲
قریبی رشتے داروں کو جہنم کی آگ سے ڈرانے کا بیان ۵۵۳
نبی کریم ﷺ کے رشتے داروں کو فائدہ پہنچنے کا بیان ۵۵۶
رشتے داروں کی صدقہ دینے فضیلت کا بیان ۵۵۶
ماں کا حق بیوی پر مقدم ہونے کا بیان ۵۵۷
ماں باپ کی زیارت کے سبب نفلی حج کے ثواب کا بیان ۵۵۹

امام نووی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی

نام ونسب

آپ کا نام یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعۃ بن حزام ہے۔

اسمِ منسوب

آپ کا اسم منسوب "نووی" ہے۔ جو علاقے "نویٰ" کی طرف منسوب ہے یہ شام کے علاقے "حوران" کی ایک بستی ہے۔

وِلادت باسعادت وپرورش

امام نووی کی ولادت باسعادت مُحَرَّمُ الحَرام کے درمیانی عشرے میں ہجری میں دِمَشق کے ایک علاقے حَوران سے متصل ایک بستی نَوٰی میں ہوئی۔ اسی وجہ سے آپ نَوَوِی کہلائے آپ کے آباء واَجداد حزام سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے۔

تعلیم وتربیت کا بیان

شیخ یاسین یوسف مراکشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے پہلی مرتبہ یَحْیٰی بِن شَرَف نووی کو اس وقت دیکھا جب وہ تقریباً دس برس کے تھے۔ بچے انہیں اپنے ساتھ کھیلنے کے لئے بُلا رہے تھے لیکن وہ کھیلنے کو تیار نہ تھے۔ جب بچوں نے زبردستی کی تو وہ روتے ہوئے قران پڑھنے لگے۔ میں نے یہ حالت دیکھی تو ان کے استاد سے ملاقات کی اور کہا: اس بچے پر خصوصی توجہ دیجئے! امید ہے کہ یہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم وزاہد بنے گا اور لوگ اس سے فیضیاب ہونگے۔ یہ سن کر استاد نے کہا: کیا تم نجومی ہو؟ (جو آیندہ کی خبر دے رہے ہو) میں نے کہا: میں نجومی نہیں ہوں بلکہ جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھ سے کہلوایا میں نے وہی کہا ہے۔ اس کے بعد استاد ان کے والد صاحب سے ملے اور انہیں (امام) نووی کے متعلق بتایا تو انہوں نے اپنے فرزند کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی۔ اوراس بات کی شدید حرص کی کہ میرا بیٹا بالغ ہونے سے پہلے پہلے قران کریم ناظرہ ختم کر لے اور پھر واقعی امام نووی نے بالغ ہونے سے پہلے ہی ناظرہ قران پاک ختم کر لیا۔

راہ علم میں مشقتیں اٹھانے کا بیان

آپ 659ہجری میں دِمشق آئے اور یہاں شافعی مذہب کی کتاب تَنْبِیہ ساڑھے چار ماہ میں حفظ کر لی اور شافعی مذہب کے بقیہ مسائل کی کتب اسی سال کے بقیہ حصہ میں پڑھیں۔ آپ دن رات میں مختلف علوم وفنون کے بارہ (۱۲) اسباق مختلف اساتذہ سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھتے۔ زمانہ طالب علمی میں اسقدر مشقت برداشت کی کہ دو سال تک آرام کے لئے پہلو زمین پر نہ لگایا۔

امام نووی کے زُہد وتقویٰ کا بیان

آپ صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد تھوڑا سا کھانا کھاتے اور سحری کے وقت صرف پانی پیتے۔ برف کا ٹھنڈا پانی نہ پیتے حالانکہ وہاں کے لوگوں میں اس کا عام رواج تھا۔ آپ نے بالکل سادہ زندگی گزاری، بہت سادہ موٹا لباس پہنتے۔ دمشق کے پھل کبھی نہ کھاتے، جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ یہاں کے اکثر باغات اوقاف اور ان اَملاک سے متعلق ہیں جن میں ہر کسی کو تصرف کی اجازت نہیں ہوتی اور یہ پھل شبہ سے خالی نہیں ہوتے پھر میرا دل کیسے گوارہ کرسکتا ہے کہ میں انہیں کھاؤں۔

علامہ رشید الدین حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جب میں نے امام نوَوِی کو دیکھا کہ دُنیوی آسائشوں سے بالکل دور رہتے اور انتہائی سخت مُجاہَدات کرتے ہیں تو میں نے ان سے کہا: مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ ایسی بیماری میں مبتلا نہ ہو جائیں جو آپ کو دینی خدمات سے روک دے۔ آپ نے فرمایا: فلاں شخص نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی اتنی عبادت کی کہ اس کی ہڈیاں خشک ہوگئیں۔ یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ انہیں ہماری دنیا سے کوئی غرض نہیں۔ اِنہیں اِنکے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔

جب آپ کے پاس کوئی اَمرَد (خوبصورت لڑکا) پڑھنے کے لئے آتا تو آپ منع کر دیتے۔ (تہذیب الاسماء)

امام نوَوِی کو اللہ نے تین ایسی عظیم خوبیاں عطا فرمائی تھیں کہ اگر اُن میں سے کوئی ایک خوبی بھی کسی میں پائی جائے تو وہ اس لائق ہو کہ دور دراز سے سفر کر کے اس کی زیارت کی جائے۔ (۱) علم وعمل (۲) زُہد وتقویٰ (۳) نیکی کی دعوت دینا اور برائیوں سے منع کرنا۔

آپ حصولِ علم میں مشغولیت کے ساتھ ساتھ نوافل، مسلسل روزے، زُہد وَوَرَع، عبادت وریاضت میں اپنے استاد کی پیروی کرتے، استاد کے وصال کے بعد عبادت وریاضت میں آپکا اِشتِغال مزید بڑھ گیا تھا۔

امام نووی اور خوفِ خدا ہونے کا بیان

ابوعبداللہ حنبلی فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے جامعِ دمشق میں امام کو ایک ستون کے پیچھے اندھیرے میں انتہائی خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ پر غَم وحُزن کی کیفیت طاری تھی اور بار بار یہ آیتِ کریمہ پڑھ رہے تھے۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ (پ، الصّٰفّٰت) اور انہیں ٹھہراؤ، اُن سے پوچھنا ہے۔

ان کی درد بھری آواز میں قران کریم کی تلاوت سن کر مجھے ایسی روحانیت نصیب ہوئی کہ جسے اللہ تعالیٰ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

امام نووی اور عاجزی واِنکساری کا بیان

آپ کی طبیعت میں عاجزی واِنکساری تھی۔ حُبِّ جاہ سے خوب بچتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے کہہ رکھا تھا کہ سب ایک ساتھ مل کر میرے پاس نہ آیا کرو کہیں طلباء کی کثرت کی وجہ سے میں حُبِّ جاہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں کیونکہ نفس تو لوگوں کے ہجوم سے خوش ہوتا ہے۔

لوگ بادشاہوں سے ملنا اپنے لئے بہت بڑا انعام سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ اُمراء وحُکّام سے ہمیشہ دور رہتے۔ ایک مرتبہ آپ صحن

Marfat.com

مسجد میں درس دے رہے تھے اتنے میں اطلاع ملی کہ بادشاہ مسجد میں نماز کے لئے آ رہا ہے آپ فوراً درس موقوف کر کے وہاں سے چلے گئے اور پھر پورا دن اس مسجد میں نہ آئے تاکہ بادشاہ سے ملاقات نہ کرنی پڑے۔

علم طب کو ترک کر دینے کا بیان

امام نووی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے علمِ طِبّ کا شوق ہوا چنانچہ، میں نے القَانُون فِی الطِّب کتاب خریدی اور ارادہ کرلیا کہ اس علم میں خوب کوشش کرونگا۔ بس اسی دن سے میرے دل پر تاریکی چھا گئی، اور کئی دن تک میری یہ حالت رہی کہ کسی بھی چیز میں دلجمعی نصیب نہ ہوتی۔ میں اس صورت حال سے بہت پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ میری یہ حالت کس وجہ سے ہوئی ہے؟ پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِلہام ہوا کہ اس کا سبب مُرَوَّجہ علم طِب میں تیری بے جا مشغولیت ہے پس میں نے فوراً وہ کتاب فروخت کر دی اور اپنے گھر سے ہر وہ چیز نکال دی جس کا تعلق طب سے تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ میرا دل روشن ہو گیا اور میری پہلی والی کیفیت لوٹ آئی۔

اِبلیس لعین کے حملے کا بیان

امام نووی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے بخار تھا اور میں اپنے والدین و دیگر احباب کے ساتھ سویا ہوا تھا۔ رات کے پچھلے پہر اللہ نے مجھے شفا عطا فرمائی تو میں اپنے آپ کو پُرسکون محسوس کرنے لگا۔ پھر میں ذِکرِالٰہی تعالیٰ میں مصروف ہو گیا، کبھی کبھی میری آواز کچھ بلند ہو جاتی تھی۔ اتنے میں میں نے ایک خوبصورت بزرگ کو حوض پر وضو کرتے دیکھا وضو سے فراغت کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے بچے! تو ذکرِ الٰہی موقوف کر دے کیونکہ اس طرح تیرے والدین اور دیگر گھر والوں کو تکلیف ہوگی۔ میں نے کہا: اے شیخ! تو کون ہے؟ کہا: اس بات کو چھوڑ کہ میں کون ہوں؟ بس میں تیرا خیر خواہ ہوں۔ یہ سن کر میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ ضرور ابلیس لعین ہے۔ میں نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھی اور پھر بلند آواز سے ذکر کرنے لگا۔ اب ابلیس لعین مجھ سے دور ہوا اور دروازے کی طرف چلا گیا۔ اتنے میں میرے والد محترم اور دوسرے لوگ جاگ گئے۔ میں دروازے کی طرف گیا تو اسے بند پایا، ہر طرف دیکھا لیکن مجھے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ میرے والد صاحب نے پوچھا: اے یحییٰ، میرے بچے! کیا ہوا؟ میں نے صورت حال بتائی تو سب کو تعجب ہوا۔ اور پھر ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگے۔

امام نووی اور وقت کی قدر

وقت کے قدر دان کبھی بھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ امام نوَوِی کبھی بھی اپنا وقت ضائع نہ کرتے تھے نہ دن میں نہ رات میں حتی کہ راستے میں آتے جاتے ہوئے بھی کسی کتاب کا مطالعہ یا تکرار جاری رکھتے۔ اس طرح آپ نے کئی سال تحصیل علم میں گزارے۔ آپ نے اوقات کی تقسیم بندی کی ہوئی تھی۔ تمام وقت خیر کے کاموں میں ہی صرف ہوتا تھا۔ تصنیف و تالیف، تدریس، نوافل، تلاوتِ قران، اُمورِ آخرت میں غور و فکر، اور اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائیوں سے منع کرنے) کے لئے آپ کے اوقات مقرر تھے۔

Marfat.com

امام نووی اور وُسعتِ مطالعہ کا بیان

امام نَوَوِی کے کثرت مطالعہ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ کمال اَلْبَدْرُ السَّافِر وَتُحْفَةُ الْمُسَافِر میں فرماتے ہیں: ایک مرتبہ امام غزالی کی مشہور کتاب اَلْوَسِیْط میں کسی مسئلے پر امام نَوَوِی سے میرا اختلاف ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم مجھ سے اس کتاب کے مسئلے میں جھگڑتے ہو جس کا میں نے چار سو مرتبہ مطالعہ کیا ہے!

آپ نے علمِ فقہ ابو ابراہیم اسحاق بن احمد بن عثمان سے حاصل کیا آپ ان کا بہت زیادہ ادب واحترام کرتے۔ انہیں وضو طہارت کے لئے پانی بھر کر دیا کرتے۔ آپ ان سے جو کتب پڑھتے زمانہ طالب علمی میں ہی ان کی شرح لکھتے اور مشکل مقامات حل کرتے۔ جب استاد نے آپ کی علمی کوششیں اور دنیا سے بے رغبتی دیکھی تو آپ پر خصوصی شفقت فرمائی اور آپ کو اپنے حلقے کا مُعِیْدُ الدَّرْس بنالیا۔ یعنی آپ استاد سے پڑھا ہوا سبق حلقے میں دُہرایا کرتے۔

امام نووی کی چند مشہور کتابوں کا بیان

(۱) ریاض الصالحین (۲) کتاب الاذکار (۳) شرح البخاری (۴) المنہاج شرح صحیح مسلم (۵) نکت التنبیہ (۶) الایضاح فی مناسک الحج (۷) التبیان فی اٰداب حملۃ القراٰن (۸) تحفۃ الطالب النبیہ (۹) تنقیح شرح الوسیط (۱۰) نکت علی الوسیط (۱۱) التحقیق (۱۲) مھمات الاحکام (۱۳) العمدۃ فی تسہیل التنبیہ (۱۴) التحریر فی لغات التنبیہ (۱۵) المنتخب (۱۶) دقائق الروضۃ (۱۷) طبقات الشافعیہ (۱۸) مختصر الترمذی (۱۹) قسمۃ القناعۃ (۲۰) مناقب الشافعی (۲۱) التقریب فی علم الحدیث (۲۲) املاء حدیث انما الاعمال بالنیات (۲۳) مختصر مبہمات الخطیب (۲۴) شرح سنن ابی داؤد (۲۵) رووس المسائل (۲۶) الاصول والضوابط (۲۷) الاربعین (۲۸) مختصر التنبیہ (۲۹) المسائل المنثورہ (۳۰) نکت المہذب (۳۱) المنہاج مختصر المحرر (۳۲) مختصر التبیان (۳۳) جزء فی الاستقاء (۳۴) بستان العارفین (لم یتم) (۳۵) تہذیب الاسماء واللغات (۳۶) الخلاصۃ فی الحدیث (۳۷) الارشاد (۳۸) المجموع شرح المہذب (۳۹) جزء فی القیام لاھل الفضل

امام نووی اور بیماری پر صبر کرنے کا بیان

جب آپ اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کے لئے حَرَمَیْن طَیِّبَیْن روانہ ہوئے تو آپ کو بخار آگیا جو عَرَفہ تک جاری رہا لیکن اس شدید تکلیف کے باوجود آپ نے کبھی بھی بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا۔ زیارتِ حَرَمَیْن طَیِّبَیْن کے بعد جب آپ دِمَشْق آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر علم کی برسات فرمادی۔ آپ کو دو مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔

امام نووی اور تعظیمِ اولیاء کا بیان

امام نَوَوِی اولیائے کرام کا ذکر نہایت ادب واحترام اور تعظیم کے ساتھ کرتے اور ان کے فضائل ومناقب بیان فرماتے۔

امام نووی اور متعلقین کے لئے خوشخبری

ایک مرتبہ امام نووی کے رُفقاء نے آپ سے عرض کی: بروزِ قیامت ہمیں بھول نہ جانا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے مجھے وہاں کوئی مقام ومرتبہ عطا فرمایا تو میں اس وقت تک جنت میں نا جاوں گا جب تک اپنے جاننے والوں کو جنت میں داخل نہ کروالوں۔

امام اور ادب کا بیان

آپ کے شیخ حضرتِ سَیِّدُ نا کمال اِرْبِلِی نے ایک بار اپنے ساتھ کھانے کیلئے بلایا تو آپ نے عرض کی: یَا سَیِّدِی! میری معذرت قبول فرمائیے کیونکہ میرے ساتھ ایک عذر ہے۔ شیخ نے معذرت قبول فرمالی۔ بعد میں کسی نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا عذر تھا۔ فرمایا: مجھے خوف تھا کہ کھانے کے دوران شیخ کسی لقمے کو کھانے کا ارادہ فرمائیں اور لاعلمی میں، میں اسے کھا جاوں۔ (اور یوں مجھ سے بے ادبی صادر ہوجائے) (لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العھو دالمحمدیۃ)

ایک مرتبہ آپ سے کسی مالکی شخص نے بحث کی اور سختی سے پیش آیا مگر آپ نے کوئی جوابی کاروائی نہ کی۔ جب کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: اس کے امام میرے امام کے شیخ ہیں اس لئے اس کے ساتھ ادب سے پیش آنا اس کے امام کے ساتھ ادب سے پیش آنے کی مانند ہے۔ (المنن الکبریٰ)

اِمام نووی کی کرامات کا بیان

آپ کے والدِ محترم حضرتِ شَرَف بن مُرِی فرماتے ہیں: میرے بیٹے کی عمر تقریباً سات سال تھی رمضانُ المبارَک کی ستائیسویں شب وہ میرے ساتھ سویا ہوا تھا کہ اچانک اٹھ بیٹھا اور مجھے جگا کر کہا: اے میرے والد محترم! یہ نور کیسا ہے جس نے پورے گھر کو روشن کردیا ہے؟ آواز سن کر سب گھر والے جاگ گئے لیکن ہم میں سے کسی کو بھی کوئی روشنی نظر نہ آئی۔ میں سمجھ گیا آج شب قدر ہے۔ اور میرے بیٹے پر اس کی نشانی ظاہر ہوگئی ہے۔

انوکھے درندے کا بیان

ملکِ شام کے گورنر نے جامع اُمَوِی کے خزانے میں رکھی ہوئی کتابیں بلادِ عجم میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اسے سختی سے منع فرمایا۔ گورنر کو غصہ آگیا اور اس نے آپ کو پکڑنا چاہا۔ آپ نے اس کے فرش پر درندوں کی بنی ہوئی تصویروں کی طرف اشارہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ان تصویروں نے اصلی درندوں کا روپ دھار لیا اور وہ انوکھے درندے گورنر پر حملے کے لئے تیار ہو گئے یہ دیکھ کر گورنر اور اس کے ساتھی وہاں سے بھاگ گئے پھر اس گورنر نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے معافی مانگی اور قدم بوسی کی۔ (المنن الکبریٰ)

امام نووی اور مرض کے دور ہوجانے کا بیان

شیخ ولی الدین فرماتے ہیں کہ میں نِقْرِس (یعنی پاوں کے جوڑوں میں درد) کے مرض میں مبتلا ہوا تو آپ میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور صبر کی تلقین کرنے لگے۔ جیسے جیسے وہ صبر کے متعلق بیان فرمارہے تھے میرا مرض دور ہورہا تھا یہاں تک کہ درد بالکل ختم ہوگیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی برکت سے ہوا ہے۔

Marfat.com

راتوں رات رَوَاحِیَہ سے مکہ مکرمہ

مدرسہ رواحیہ کے بواب (چوکیدار) کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے امام نوِوِی کو مدرسے سے باہر جاتے ہوئے دیکھا تو میں بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ جب آپ دروازے کے قریب پہنچے تو دروازہ بغیر چابی کے خود بخود کھل گیا اور آپ باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپکے پیچھے چلتا رہا۔ کچھ ہی دیر میں ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آپ نے طواف و سعی کی، پھر دوبارہ طواف کیا اور واپس چل دیئے میں بھی آپکے پیچھے چلتا رہا اور کچھ ہی دیر میں ہم رَوَاحِیَہ پہنچ گئے۔

دل کی بات جان لی

شیخ ابوالقاسم فرماتے ہیں: ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ مزّہ میں بہت سارے جھنڈے لہرائے جارہے ہیں اور خوشی کا سماں ہے۔ میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ آج رات یحییٰ بن شرف نووی کو قطب بنایا جائے گا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ یحییٰ نووی کون ہیں اور نہ ہی میں نے کبھی یہ نام سنا تھا۔ چنانچہ، میں ان کی تلاش میں دِمشق پہنچا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یحییٰ بن شرف نووی یہاں کے استاذُ الحدیث ہیں۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے فرمایا: میرا راز اپنے پاس ہی رکھنا کسی کو نہ بتانا۔

امام نووی علیہ الرحمہ کے وِصالِ پُر مَلال کا بیان

آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ دِمشق میں گزارا جہاں آپ تعلیم و تصنیف، نفلی عبادت، تدریس اور اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائیوں سے منع کرنے) میں مشغول رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں اپنے آبائی گاؤں نویٰ جانے سے پہلے دمشق میں مدفون اپنے تمام شیوخ و اساتذہ کے مزارات پر حاضری دی اور اپنے متعلقین سے ملاقات کی۔ نویٰ جا کر آپ بیمار ہوئے اور بدھ کی رات 24 رَجَبُ الْمُرَجَّب 672 ہجری میں یہ عظیم مُحدّث اس دنیائے فانی میں اپنی زندگی کے تقریباً 44 سال 6 ماہ گزار کر دائمی واُخْرَوِی منزل کی جانب کوچ کر گئے اور یوں گلشنِ اسلام میں ایک اور گُلِ زیبا کی کمی ہو گئی لیکن اس کی خوشبو سے آج بھی عالَمِ اسلام مُعطّر و مُعَنْبر ہے۔ آپ اسلام کا بہت بڑا سرمایہ تھے۔ آپ کی وفات کا مسلمانوں کو بہت غم ہوا، اپنے پرائے سب ہی پر اُداسی چھا گئی۔ آپ کا مزار پُر انوار آپ کے آبائی گاؤں نویٰ میں ہے۔

ایک مورخ کے مطابق 676ھ میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آبائی قصبے "نویٰ" واپس آ گئے۔ واپسی سے پہلے انہوں نے اپنے اساتذہ و مشائخ کے مزارات کی زیارت کی، بیت المقدس کی زیارت کی، "الخلیل" نامی شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے مزارات کی زیارت کی اور واپس "نویٰ" آ گئے۔ یہاں آپ بیمار ہو گئے اور 24 رجب 676ھ میں 45 برس کی عمر میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اس وقت کے قاضی القضاۃ قاضی عزالدین محمد بن الصائغ نے ایک بڑے ہجوم کے ہمراہ آپ کی قبر پر حاضر ہو کر نماز جنازہ ادا کی۔

اللہ تعالیٰ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے برزخی درجات کو بلند کرے اور انہیں قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھ نصیب کرے۔ (آمین)

Marfat.com

بعدِ وصال خواب میں زیارت کا بیان

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو سیب کھانے کی شدید خواہش ہوئی۔ جب سیب لائے گئے تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے نہ کھائے۔ بعدِ وصال اہلِ خانہ میں سے کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا: اللہ تعالیٰ نے میرے تمام اعمال قبول فرمالئے اور میری مہمان نوازی کی گئی اور مجھے سب سے پہلے جو چیز کھانے کو دی گئی وہ سیب تھے۔

وَلی کی بے ادبی کرنے والے کے انجام کا بیان

ایک شخص امام نووی کی قبر پر آیا اور ہاتھ سے اشارے کر کے کہنے لگا: تم وہی ہو جو امام اَوْزَاعِی سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ میں اس مسئلہ میں یہ کہتا ہوں ابھی وہ شخص اپنی جگہ سے کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ اسکے پاوں پر بچھو نے ڈنک مار دیا۔ اور یوں اسے ایک ولی کی گستاخی کی سزا ملی۔

ایک شخص آپ کے خلاف بہت زیادہ باتیں کیا کرتا تھا جب اس کا انتقال ہوا تو جس جگہ اسے غسل دیا جا رہا تھا وہاں ایک بلی آئی اور اس کی زبان کھینچ لی۔ اس طرح یہ واقعہ لوگوں کے لئے عبرت بن گیا۔ اللہ تعالیٰ! ہمیں اولیائے کرام کی گستاخی و بے ادبی سے محفوظ رکھے۔ ان کے فُیُوض برکات سے مُستَفِیض فرمائے۔ ان کے صدقے ہمیں دینِ متین کی خوب خوب خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (منہاج السوی فی ترجمۃ الامام النووی ملحق تہذیب الاسماء واللغات، طبقات الشافعیہ)

علماء وفقہاء کے مقام ومرتبے کا بیان

حضرت ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد دوسرا عالم (یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں افضل کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ میری فضیلت اس آدمی پر جو تم میں سے ادنیٰ درجہ کا ہو۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمانوں و زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں اس آدمی کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے جامع ترمذی اور دارمی نے اس روایت کو مکحول سے مرسل طریقہ پر نقل کیا ہے جس میں لفظ رجلان کا ذکر نہیں ہے اور کہا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عابد پر عالم کو ایسی ہی فضیلت ہے جیسی مجھے تم میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی آیت (اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا، (فاطر، 28) ترجمہ، 'اللہ کے بندوں میں علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔" اور پھر پوری حدیث آخر تک اسی طرح بیان کی ہے۔ (مشکوۃ شریف، جلد اول، حدیث 208)

اللہ تعالیٰ ہمیں علماء وفقہاء امت مسلمہ کا ادب اور تعظیم کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

حقیر پُر تقصیر محمد لیاقت علی رضوی حنفی عفی عنہ

Marfat.com

مقدمه

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ، الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ، مُكَوِّرِ اللَّيْلِ عَلَى النَّهَارِ ، تَذْكِرَةً لِّاُولِى الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ ، وَتَبْصِرَةً لِّذَوِى الْاَلْبَابِ وَالْاِعْتِبَارِ ، اَلَّذِىْ اَيْقَظَ مِنْ خَلْقِهٖ مَنِ اصْطَفَاهُ فَزَهَّدَهُمْ فِىْ هٰذِهِ الدَّارِ ، وَشَغَلَهُمْ بِمُرَاقَبَتِهٖ وَاِدَامَةِ الْاَفْكَارِ ، وَمُلَازَمَةِ الْاِتِّعَاظِ وَالْاِدِّكَارِ ، وَوَفَّقَهُمْ لِلدَّاْبِ فِىْ طَاعَتِهٖ ، وَالتَّاَهُّبِ لِدَارِ الْقَرَارِ ، وَالْحَذَرِ مِمَّا يُسْخِطُهٗ وَيُوْجِبُ دَارَ الْبَوَارِ ، وَالْمُحَافَظَةِ عَلٰى ذٰلِكَ مَعَ تَغَايُرِ الْاَحْوَالِ وَالْاَطْوَارِ ،

اَحْمَدُهٗ اَبْلَغَ حَمْدٍ وَّاَزْكَاهُ ، وَاَشْمَلَهٗ وَاَنْمَاهُ ،

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْبَرُّ الْكَرِيْمُ ، اَلرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، وَحَبِيْبُهٗ وَخَلِيْلُهٗ ، اَلْهَادِىْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ، وَالدَّاعِىْ اِلٰى دِيْنٍ قَوِيْمٍ ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ ، وَعَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّيْنَ ، وَاٰلِ كُلٍّ ، وَسَائِرِ الصَّالِحِيْنَ .

اَمَّا بَعْدُ ، فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ) (الذاريات: 56-57)

وَهٰذَا تَصْرِيْحٌ بِاَنَّهُمْ خُلِقُوْا لِلْعِبَادَةِ ، فَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاِعْتِنَاءُ بِمَا خُلِقُوْا لَهٗ وَالْاِعْرَاضُ عَنْ حُظُوْظِ الدُّنْيَا بِالزَّهَادَةِ ، فَاِنَّهَا دَارُ نَفَادٍ لَّا مَحَلُّ اِخْلَادٍ ، وَمَرْكَبُ عُبُوْرٍ لَّا مَنْزِلُ حُبُوْرٍ ، وَمَشْرَعُ انْفِصَامٍ لَّا مَوْطِنُ دَوَامٍ ، فَلِهٰذَا كَانَ الْاَيْقَاظُ مِنْ اَهْلِهَا هُمُ الْعُبَّادُ ، وَاَعْقَلُ النَّاسِ فِيْهَا هُمُ الزُّهَّادُ .

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : (اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۤءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۤءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ) (يونس: 24). وَالْاٰيَاتُ فِىْ هٰذَا الْمَعْنٰى كَثِيْرَةٌ . وَلَقَدْ اَحْسَنَ الْقَائِلُ ۔

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا فُطَنَا ... طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الْفِتَنَا
نَظَرُوْا فِيْهَا فَلَمَّا عَلِمُوْا ... اَنَّهَا لَيْسَتْ لِحَيٍّ وَطَنَا
جَعَلُوْهَا لُجَّةً وَّاتَّخَذُوْا ... صَالِحَ الْاَعْمَالِ فِيْهَا سُفُنَا

فَاِذَا كَانَ حَالُهَا مَا وَصَفْتُهٗ ، وَحَالُنَا وَمَا خُلِقْنَا لَهٗ مَا قَدَّمْتُهٗ ؛ فَحَقٌّ عَلَى الْمُكَلَّفِ اَنْ يَّذْهَبَ بِنَفْسِهٖ

Marfat.com

مَذْهَبَ الْأَخْيَارِ، وَيَسْلُكَ مَسْلَكَ أُولِي النُّهٰى وَالْأَبْصَارِ، وَيَتَأَهَّبَ لِمَا أَشَرْتُ إِلَيْهِ، وَيَهْتَمَّ لِمَا نَبَّهْتُ عَلَيْهِ. وَأَصْوَبُ طَرِيْقٍ لَّهُ فِي ذٰلِكَ، وَأَرْشَدُ مَا يَسْلُكُهُ مِنَ الْمَسَالِكِ، اَلتَّأَدُّبُ بِمَا صَحَّ عَنْ نَّبِيِّنَا سَيِّدِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ، وَأَكْرَمِ السَّابِقِيْنَ وَاللَّاحِقِيْنَ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّيْنَ.

وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى) (المائدة:2)

وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ:) (وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيْهِ، وَأَنَّهُ قَالَ: مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهٖ

(وَأَنَّهُ قَالَ:) (مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا

(وَأَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ): (فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ

فَرَأَيْتُ أَنْ أَجْمَعَ مُخْتَصَرًا مِّنَ الْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ، مُشْتَمِلًا عَلٰى مَا يَكُوْنُ طَرِيْقًا لِصَاحِبِهٖ إِلَى الْآخِرَةِ، وَمُحَصِّلًا لِّآدَابِهِ الْبَاطِنَةِ وَالظَّاهِرَةِ. جَامِعًا لِلتَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَسَائِرِ أَنْوَاعِ آدَابِ السَّالِكِيْنَ: مِنْ أَحَادِيْثِ الزُّهْدِ وَرِيَاضَاتِ النُّفُوْسِ، وَتَهْذِيْبِ الْأَخْلَاقِ، وَطَهَارَاتِ الْقُلُوْبِ وَعِلَاجِهَا، وَصِيَانَةِ الْجَوَارِحِ وَإِزَالَةِ اِعْوِجَاجِهَا، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَقَاصِدِ الْعَارِفِيْنَ.

وَأَلْتَزِمُ فِيْهِ أَنْ لَّا أَذْكُرَ إِلَّا حَدِيْثًا صَحِيْحًا مِّنَ الْوَاضِحَاتِ، مُضَافًا إِلَى الْكُتُبِ الصَّحِيْحَةِ الْمَشْهُوْرَاتِ. وَأُصَدِّرَ الْأَبْوَابَ مِنَ الْقُرْآنِ الْعَزِيْزِ بِآيَاتٍ كَرِيْمَاتٍ، وَأُوَشِّحَ مَا يَحْتَاجُ إِلٰى ضَبْطٍ أَوْ شَرْحِ مَعْنًى خَفِيٍّ بِنَفَائِسَ مِنَ التَّنْبِيْهَاتِ. وَإِذَا قُلْتُ فِي آخِرِ حَدِيْثٍ: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فَمَعْنَاهُ: رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى.

وَأَرْجُوْ إِنْ تَمَّ هٰذَا الْكِتَابُ أَنْ يَّكُوْنَ سَائِقًا لِّلْمُعْتَنِيْ بِهٖ إِلَى الْخَيْرَاتِ حَاجِزًا لَّهُ عَنْ أَنْوَاعِ الْقَبَائِحِ وَالْمُهْلِكَاتِ. وَأَنَا سَائِلٌ أَخًا اِنْتَفَعَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَنْ يَّدْعُوَ لِيْ، وَلِوَالِدَيَّ، وَمَشَايِخِيْ، وَسَائِرِ أَحْبَابِنَا، وَالْمُسْلِمِيْنَ أَجْمَعِيْنَ. وَعَلَى اللّٰهِ الْكَرِيْمِ اعْتِمَادِيْ، وَإِلَيْهِ تَفْوِيْضِيْ وَاسْتِنَادِيْ، وَحَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ.

Marfat.com

مقدمہ

ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جو ایک زبردست غالب بہت زیادہ مغفرت کرنے والا اور رات کو دن کے بعد لانے والا ہے تاکہ عقل مند اور سمجھدار لوگوں کے لئے نصیحت ہو اور فہم رکھنے والوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے بصیرت کا باعث ہو۔

وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنی مخلوق میں سے اپنے منتخب لوگوں کے مَن کو بیدار کیا اور انہیں گھر (جہاں میں) بے نیاز کیا اور انہیں اپنی نگرانی اور مستقل غور و فکر میں مصروف کر کے ہمیشہ وعظ و نصیحت کے حصول میں مصروف کیا۔ انہیں اپنی فرمانبرداری اختیار کرنے اور آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق دی اور اس چیز سے بچنے کی توفیق دی جو اسے ناراض کرے اور جہنم کو واجب کر دے اور احوال و اطوار کے اختلاف کے ہمراہ ان کی محافظت (کی توفیق دی)

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) میں اس کی بلیغ حمد بیان کرتا ہوں جو زیادہ پاکیزہ اپنے (مفہوم میں) زیادہ شامل اور زیادہ نفع بخش ہو۔

میں یہ گواہی دیتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے جو مہربان کرم کرنے والا رؤف و رحیم ہے اور میں یہ گواہی دیتا ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے رسول حبیب و خلیل ہیں اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں اور مضبوط دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ان پر نازل ہو اور تمام انبیاء پر نازل ہو اور (ان کی) ساری آل اور تمام نیک لوگوں پر نازل ہو۔

امابعد! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ)

(الذاريات: 56-57)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے میں ان سے کچھ رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کچھ کھلائیں''۔

یہ اس بات کی صراحت ہے انہیں عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اسی لئے ان پر لازم ہے وہ ان چیزوں کا خیال رکھیں جن کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے اور بے رغبتی کے ذریعے دنیاوی آسائشوں سے لاتعلق رہیں کیونکہ یہ دنیا فنا کا مقام ہے۔ ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے یہ گزرنے کی سواری ہے خوشی کی منزل نہیں ہے۔ چھوٹنے والا راستہ ہے ہمیشہ رہنے والا گھر نہیں ہے۔ اسی لئے اہل

Marfat.com

دنیا میں بیدار رہنے والے لوگ عبادت گزار ہیں اور سمجھ دار لوگ بے رغبتی اختیار کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

(اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قَادِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتَاهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ) (یونس: **24**).

''بے شک دنیاوی زندگی کی مثال اس پانی کی مانند ہے جسے ہم آسمان سے نازل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ زمین کے نباتات مل جاتے ہیں ان نباتات کو انسان اور جانور کھاتے ہیں یہاں تک کہ زمین اپنا زیور پہن لیتی ہے اور آراستہ ہو جاتی ہے اور اہل زمین یہ گمان کرتے ہیں کہ اب وہ پیداوار ان کے تصرف میں ہے' تو رات کے وقت' یا دن کے وقت ہمارا حکم (عذاب) اس تک آ جاتا ہے اور ہم اسے کٹے ہوئے کھیت کی مانند کر دیتے ہیں گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اسی طرح ہم آیات کو واضح کر کے بیان کرتے ہیں' ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں''۔

اس مضمون سے متعلق آیات بہت سی ہیں۔

کسی نے خوب کہا ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا فُطَنَا
طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الْفِتَنَا
نَظَرُوْا فِيْهَا فَلَمَّا عَلِمُوْا
اَنَّهَا لَيْسَتْ لِحَيٍّ وَطَنَا
جَعَلُوْهَا لُجَّةً وَّاتَّخَذُوْا
صَالِحَ الْاَعْمَالِ فِيْهَا سُفُنَا

''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ سمجھدار بندے ایسے بھی ہیں جنہوں نے دنیا کو طلاق دے دی اور فتنے سے ڈر گئے انہوں نے اس میں غور کیا اور جب انہیں علم ہوا کہ یہ دنیا زندہ شخص کا وطن نہیں ہے تو انہوں نے اسے ایک گہرا سمندر قرار دے کر نیک اعمال کو اس میں کشتیوں کے طور پر اختیار کر لیا''۔

جب دنیا کی حالت یہ ہو جو میں نے بیان کی ہے اور ہماری حالت اور ہمارا مقصد تخلیق وہ ہو جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں تو ہر مکلّف شخص پر یہ بات لازم ہے' وہ اپنے آپ کو نیک لوگوں کے راستے پر چلائے اور تجربہ کار اور عقل مند لوگوں کی راہ پر گامزن ہو اور جس چیز کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کی تیاری کرے اور میں نے جس کے بارے میں خبردار کیا ہے۔

اس کا خاص خیال رکھے۔ ایسے شخص کے لئے سب سے ٹھیک راستہ اور سب سے بہترین رہنمائی ان احادیث پر عمل کرنا ہے۔ جو

ہمارے نبی ﷺ سے مستند طور پر منقول ہیں (وہ نبی) جو سب پہلے والوں اور بعد والوں کے سردار ہیں۔ پہلے گزر جانے والوں اور بعد میں آنے والوں سے معزز ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ان پر اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو''۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان مستند طور پر ثابت ہے۔

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص بھلائی کی طرف رہنمائی کرے اسے (بھلائی) کرنے والے کے اجر کی مانند اجر ملتا ہے''۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے اسے ان سب لوگوں کے اجر کی مانند اجر ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد فرمایا تھا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے کسی ایک بھی شخص کو ہدایت نصیب کر دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹ (ملنے سے) بہتر ہوگا۔

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس لئے میں نے یہ سوچا کہ مجھے مستند احادیث کا ایک مختصر مجموعہ مرتب کرنا چاہیے جو ان روایات پر مشتمل ہو جو پڑھنے والے کے لئے آخرت کے راستے (کی رہنمائی کریں) اور وہ شخص باطنی اور ظاہری آداب سیکھ سکے اس میں ترغیب دینے والی اور ڈرانے والی روایات موجود ہوں جو سالکین کے آداب کی تمام اقسام پر مشتمل ہوں جن میں زہد' نفس کی ریاضات' اخلاق کی تہذیب' دلوں کی پاکیزگی اور ان کا علاج اور اعضاء کی حفاظت اور ان کے ٹیڑھے پن کا ازالہ اور ان کے علاوہ عارفین کے دیگر مقاصد سے متعلق احادیث پر مشتمل ہو۔

میں نے یہ التزام کیا ہے' اس میں صرف مستند اور واضح احادیث نقل کروں گا جو مستند اور مشہور کتب کے حوالے سے ہوں گی اور میں ہر باب کے آغاز میں قرآن مجید کی آیات پیش کروں گا اور ضبط (الفاظ) اور مخفی معنی کی وضاحت کی نفیس تنبیہات کے ذریعے (اس کتاب کو) آراستہ کروں گا۔

جب میں کسی حدیث کے آخر میں ''متفق علیہ'' تحریر کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

مجھے امید ہے' اگر یہ کتاب مکمل ہوگئی تو یہ ''اعتناء'' (وجہ) کرنے والے کو بھلائی کی طرف لے جائے گی اور مختلف اقسام کی

خرابیوں اور ہلاکتوں کے لئے رکاوٹ ہوگی۔ میں اس بھائی سے درخواست گزار ہوں کہ اگر اسے اس کتاب سے کچھ فائدہ ہو تو وہ میرے، میرے والدین، میرے مشائخ، ہمارے تمام احباب بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کرے اور اللہ کریم کی ذات پر ہی میرا بھروسہ ہے اور میرے (معاملات) اسی کے سپرد ہیں اور اسی کے سہارے ہیں میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے وہ بہترین کارساز ہے غالب اور حکمت والے اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

کِتَابُ الْاِخْلَاصِ

اخلاص کا بیان

بَابُ الْاِخْلَاصِ وَاِحْضَارِ النِّیَّةِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَعْمَالِ وَالْاَقْوَالِ وَالْاَحْوَالِ الْبَارِزَةِ وَالْخَفِیَّةِ

باب 1: تمام ظاہری اور خفیہ اعمال، اقوال اور احوال میں اخلاص اور نیت شامل رکھنے کا بیان

اخلاص کے معنی ومفہوم کا بیان

اخلاص کے معنی حضرت سعید بن جبیر نے یہ بتلائے ہیں کہ انسان اپنے دین میں مخلص ہو کہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور اپنے عمل کو خالص اللہ کے لئے کرے لوگوں کے دکھلانے یا ان کی مدح وشکر کی طرف نظر نہ ہو۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اخلاص ایک ایسا عمل ہے جس کو نہ تو فرشتے پہچان سکتے ہیں اور نہ شیطان وہ صرف بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو چیز آدمی اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرے وہ اگرچہ کھجور کا ایک دانہ بھی ہو اس سے بھی انسان اس ثواب عظیم اور بر کامل کا مستحق ہو جاتا ہے

خالص عقیدہ رکھ کر عبادت کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ﴾ (البینۃ: 5)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے، وہ (باطل کو چھوڑ کر) ایک طرف رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں خالص عقیدہ رکھتے ہوئے اسی کی عبادت کریں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں یہی سیدھا دین ہے“۔

حاصل آیت کا یہ ہے کہ اہل کتاب کو ان کی کتابوں میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ اپنی عبادت واطاعت کو خلاص اللہ کے لئے رکھیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، پھر فرمایا کہ یہ کچھ ان کی ہی خصوصیت نہیں، ہر ملت قیمہ یا تمام کتب قیمہ جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئیں ان سب کا دین اور طریقہ یہی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ قیمہ جو کتب کی صفت ہے اس سے مراد بقرینہ سابق احکام قرآنیہ لئے جائیں تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ اس شریعت محمدیہ نے بھی جو احکام ان کو دیئے وہ بھی بعینہا وہی تھے جو پہلے ان کی کتابوں نے دیئے تھے ان سے کچھ مختلف احکام ہوتے تو ان کو مخالفت کا کچھ بہانا بھی ہوتا اب وہ بھی نہیں۔

Marfat.com

اخلاص اختیار کرنے والوں کا بیان

مخلصین لہ الدین۔ یہ یعبدوا کی ضمیر فاعل سے حال ہے خالصۃ اس کی اطاعت کی نیت سے۔ مخلصین: اخلاص (افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ کسی چیز کو آمیزش سے پاک رکھنے والے۔ الدین۔ اطاعت، شریعت۔

حنفاء۔ مخلصین کی ضمیر سے حال ہے۔ یک رخے ہوکر۔ یہ حنیف کی جمع ہے۔ حنفی، اللہ کی طرف ہونے والے۔ یعنی دوسرے سب عقائد چھوڑ کر صرف اللہ کے راہ مستقیم پر چلنے والے۔

مائلین من جمیع العقائد الزائغۃ الی الاسلام۔ (روح المعانی) ٹیڑھے عقائد سے ہٹ کر اسلام کی طرف مائل ہونے والے۔

کلمہ اخلاص زمین وآسمان کو بھر دینے والا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا سبحان اللہ مخلوقات کی عبادت ہے الحمد للہ شکر کا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ اخلاص کا کلمہ ہے (یعنی کلمہ توحید ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کے لئے آگ سے نجات کا سبب ہے) اور اللہ اکبر کا ثواب آسمان وزمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے۔ اور جب کوئی بندہ حضور قلب کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بندہ فرمانبردار ہوا اور بہت فرمانبردار ہوا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث 853)

سبحان اللہ مخلوقات کی عبادت ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد آیت (وان من شی ءالایسبح بحمدہ) اور مخلوقات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی پاکی اس کی تعریف کے ساتھ بیان نہ کرتی ہو کے مطابق چونکہ تمام ہی مخلوقات اللہ رب العزت کی پاکی بیان کرتی ہے اس لئے یہ ان کی عبادت ہے۔

اخلاص کا سبق حاصل کرنے کا بیان

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا۔ وہ اس وقت مکہ معظمہ میں کسی رئیس شخص کے بال بنا رہا تھا میرے مالی حالات نہایت شکستہ تھے میں نے حجام سے کہا" میں اجرت کے طور پر تمھیں ایک پیسا نہیں دے سکتا بس تم اللہ کے لئے میرے بال بنا دو۔

میری بات سنتے ہی اس حجام نے رئیس کو چھوڑ دیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ تم بیٹھ جاؤ! مکے کے رئیس نے حجام کے طرز عمل پر اعتراض کیا تو وہ معذرت کرتے ہوئے بولا۔

جب اللہ کا نام اور واسطہ درمیان میں آ جاتا ہے، تو میں پھر سارے کام چھوڑ دیتا ہوں" حجام کا جواب سن کر مجھے بڑا تعجب ہوا اور پھر قریب آ کر اس نے میرے سر پر بوسہ دیا اور بال بنانے لگا اپنے کام سے فارغ ہو کے حجام نے مجھے ایک پڑیا دی جس میں کچھ رقم تھی"۔ اسے بھی اپنے استعمال میں لائیے" حجام کے لہجے میں بڑا خلوص تھا۔ میں نے رقم قبول کر لی اور اس کے ساتھ نیت کی کہ مجھے جو پہلی آمدنی ہوگی وہ حجام کی نظر کروں گا۔ پھر چند روز بعد جب میرے پاس کچھ روپیہ آیا تو میں سیدھا اس حجام کے پاس پہنچا اور وہ رقم اسے پیش کر دی۔

Marfat.com

یہ کیا ہے؟ حجام نے حیران ہو کر پوچھا میں نے اس کے سامنے پورا واقعہ بیان کر دیا میری نیت کا حال سن کر حجام کے چہرے پر ناگواری کا رنگ ابھر آیا۔ اے شخص! تجھے شرم نہیں آتی! تو نے اللہ کی راہ میں بال بنانے کو کہا تھا اور اب کہتا ہے کہ یہ اس کا معاوضہ ہے۔ تو نے کسی بھی مسلمان کو دیکھا ہے اللہ کی راہ میں کام کرے اور پھر اس کی مزدوری لے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے، میں نے اخلاص کا مفہوم اسی حجام سے سیکھا ہے۔

اللہ کی بارگاہ میں تقویٰ پہنچنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (الحج: 37)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ تک ان (جانوروں کی قربانی) کا گوشت یا ان کا خون نہیں پہنچتا بلکہ اس کی بارگاہ میں تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے''۔

شرح :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال ومتاع کو نہیں دیکھتا (یعنی اس کی نظر رحمت وعنایت میں تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس کے نزدیک نہ تو اچھی یا بری صورت کی کوئی حیثیت ہے اور نہ مال ومتاع کی کمی یا بیشی کی کوئی اہمیت ہے) بلکہ وہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے (یعنی اس کے ہاں تو بس اس چیز کو دیکھا جاتا ہے کہ تمہارے دل میں یقین وصدق اور اخلاص وغیرہ، یا نفاق اور ریاء وسمعہ وغیرہ، اسی طرح اس کے نزدیک اچھے اور برے اعمال کا اعتبار جس کے مطابق وہ تمہیں جزاو سزا دیتا ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث 1244)

ظاہر و پوشیدہ احوال کے معلوم ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران: 29).

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم فرما دو! تم لوگ اپنے سینے میں چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے''۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے اندر کوئی اچھی یا بری عادت وخصلت چھپی ہوئی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس عادت وخصلت کو نمایا کرنے والے کوئی ایسی چیز پیدا کر دیتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ شخص اس عادت وخصلت کے ساتھ شناخت کر لیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، چہارم: حدیث 1265)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ پوشیدہ کو اور چھپی ہوئی باتوں کو اور ظاہر باتوں کو بخوبی جانتا ہے کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں اس کا علم سب چیزوں کو ہر وقت اور ہر لحظہ گھیرے ہوئے ہے۔ زمین کے گوشوں میں پہاڑوں کے سمندروں میں آسمانوں میں ہواؤں میں سوراخوں میں غرض جو کچھ جہاں کہیں ہے سب اس کے علم میں ہے پھر ان سب پر اس کی قدرت ہے جس طرح چاہے رکھے جو چاہے جزا سزا دے، پس اتنے بڑے وسیع علم والے اتنی بڑی زبردست قدرت والے سے ہر شخص کو ڈرتے ہوئے رہنا چاہیے۔ اس کی فرمانبرداری میں مشغول رہنا چاہیے اور اس کی نافرمانیوں سے علیحدہ رہنا چاہیے، وہ عالم بھی ہے اور قادر

Marfat.com

بھی ہے ممکن ہے کسی کو ڈھیل دے دے لیکن جب پکڑے گا تب دبوچ لے گا پھر نہ مہلت ملے گی نہ رخصت، ایک دن آنے والا ہے جس دن تمام عمر کے برے بھلے سب کام سامنے رکھ دیئے جائیں گے، نیکیوں کو دیکھ کر خوشی ہوگی اور برائیوں پر نظریں ڈال کر دانت پیسے گا اور حسرت وافسوس کرے گا اور چاہے گا کہ میں ان سے کوسوں دور رہتا اور پرے ہی پرے رہتا۔

اللہ کی بارگاہ میں اچھی نیت کی اہمیت کا بیان

حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں عقلمند ودانشور کی ہر بات کو قبول نہیں کرتا (یعنی میرا دستور یہ نہیں ہے کہ عالم وفاضل اور علمند ودانا شخص جو بات بھی کہے اس کو قبول کرلوں) بلکہ میں اس کے قصد وارادہ کو اور اس کی محبت ونیت کو قبول کرتا ہوں (یعنی یہ دیکھتا ہوں کہ اس نے جو بات کہی ہے وہ کس قصد وارادہ اور کس نیت کے ساتھ کہی ہے) پس اگر اس کی نیت ومحبت میری طاعت وفرمانبرداری کے تئیں ہوتی ہے تو میں اس کی خاموشی کو بھی اپنی حمد و ثنا اور اس کے حلم ووقار کے مرادف قرار دیتا ہوں اگرچہ وہ کوئی بات نہ کہے۔ (دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث 1267)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک محض گفتار کے غازی کی کوئی اہمیت نہیں ہے، وہاں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ بات کہنے والا دانش وحکمت سے قطع نظر اپنی نیت میں کتنا مخلص ہے۔ اگر وہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی نیت اور اپنے دل میں اللہ کے احکام کی محبت وعظمت رکھتا ہے تو اس کی خاموشی بھی علم ووقار کا مایہ افتخار اور اللہ کے نزدیک مستحسن ومحمود قرار پاتی ہے کہ اگر وہ زبان سے کچھ نہ کہے تو بھی وہ ایسا ہی سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کی حمد وثنا میں رطب اللسان ہے۔ اور اگر اس کی نیت اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی نہ ہو اور اس کے دل میں احکام الٰہی کی عظمت ومحبت کا فقدان ہو تو اس کی ہر بات لغو اور ناقابل اعتناء قرار پاتی ہے اگرچہ اس کے الفاظ ومعنی علم وحکمت سے کتنے ہی پر کیوں نہ ہوں کیونکہ اس صورت میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ ریاکاری میں مبتلا ہے اور جو بھی بات کہہ رہا ہے، اس کا مقصد لوگوں کو دکھانا سنانا اور اس کے ذریعہ شہرت ونا موری حاصل کرنا ہے۔

اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیتوں پر ہونے کا بیان

(1) وَعَنْ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ اَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ رِيَاحِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَاحِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، اَوْ امْرَاَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ

1- اخرجه احمد (1/168) والبخاری (1) و (53) و (2529) و (3898) و (5070) و (6689) و (6953) و مسلم (1907) و ابو داؤد (2201) والترمذی (1647) والطیالسی (37) والبزار (257) و ابن حبان (388) و ابن خزیمه (142) والطحاوی (96/3) والدارقطنی (50/1) والبیهقی (341/7) والحمیدی (28) والقضاعی (1172) وغیرهم من آئمة الحدیث الشریف

Marfat.com

رَوَاهُ إِمَامَا الْمُحَدِّثِيْنَ، اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْجُعْفِيُّ الْبُخَارِيُّ، وَاَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُشَيْرِيُّ النَّيْسَابُوْرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ صَحِيْحِهِمَا الَّذِيْنِ هُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے''اعمال (کی صحت/اجروثواب) کا دارومدار نیت پر ہے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (کی رضا کے حصول) کے لیے ہجرت کرے گا۔ تو (اجروثواب کے اعتبار سے) اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (ہی شمار) ہوگی اور جس شخص نے (کسی) دنیاوی مقصد کے حصول یا کسی عورت سے نکاح کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوئی جس طرف اس نے ہجرت کی تھی۔ (یعنی جو اس نے نیت کی تھی اس کے مطابق اس کو بدلہ ملے گا۔)''

اس کی صحت پر اتفاق ہے۔اس حدیث کو محدثین کے دو اماموں (امام) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاری (اور امام) ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری نیشاپوری نے اپنی اپنی ''صحیح'' میں روایت کیا ہے، جو (علم حدیث کے موضوع پر) تصنیف ہونے والی سب سے زیادہ ''صحیح'' (یعنی مستند) کتب ہیں۔

نیت کے معنی کا بیان

قاموس میں ہے کہ نیت کا معنی ہے ارادہ کرنا یا کسی چیز کا ارادہ کرنا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے کسی کام کی طرف دل کو متوجہ کرنا نیت کہلاتا ہے۔ (مرقات ، ج ۱، ص ۴۰، مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ ابن نجیم المصری الحنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ مذکورہ حدیث میں اعمال سے پہلے'' حکم'' مضاف مقدر مانیں گے اور معنی یہ ہوگا کہ عمل کی قبولیت یا مردودیت کا حکم نیت کے ساتھ ہے یعنی اگر نیت اچھی ہے تو نیک عمل مقبول باعث ثواب ہوگا اور اگر نیت بری ہوئی تو عمل مردود باعث عذاب ہوگا۔ (الاشباہ)

عرف اور اعتبار نیت کا بیان

فقہاء اسلام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو حرام زادہ یا حرامی کہتا ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اگر قائل یہ کہے کہ حرام سے میری نیت حرمت یا کرامت تھی تو اس کی اس نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ عرف میں یہ لفظ گالی یا حرام اولاد کیلئے متعین ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کلام کرتا ہے جو عرف میں توہین کیلئے معین ہو تو اسکی تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔ علامہ سید محمد امین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

قاعدہ فقہیہ

جو چیز توہین کی دلیل ہو تو اس پر تکفیر کی جائے گی خواہ توہین کی نیت نہ کی ہو۔ (ردالمحتار، ج ۳، ص ۳۹۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

Marfat.com

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔اے ایمان والو: (اپنے رسول ﷺ سے) راعنا نہ کہو۔(البقرہ ۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان نبی ﷺ سے راعنا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت فرمایئے اور ہماری طرف توجہ اور التفات فرمایئے جب کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس موقع پر راعنا کہتے تھے۔جبکہ یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کیلئے تھا اور اس کا معنی تھا سنو: تمہاری بات نہ سنی جائے۔انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ پہلے تو ہم صرف ان کو تنہائی میں بددعا دیتے تھے اب ہم سرعام ان کو بددعا دیں گے تو وہ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے راعنا کہتے تھے اور آپس میں ہنستے تھے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کی لغت کا علم تھا انہوں نے جب ان سے یہ لفظ سنا تو کہا کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو، اور اگر آئندہ میں نے تم سے نبی ﷺ کے بارے میں ایسا لفظ سنا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا تو یہود نے کہا کیا تم یہ لفظ نہیں کہتے ہو تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو: تم بھی اپنے رسول ﷺ سے لفظ راعنا نہ کہو۔(الجامع لاحکام القرآن، ج ۲ ص، ۵۷، مکتبہ انتشارات ایران)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ الفاظ جو معاشرے میں توہین کیلئے معین ہوں ان کا استعمال جائز نہیں اور اگر کسی نے شان رسالت ﷺ میں ایسے الفاظ کہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

علامہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ایک شخص سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حق کی قسم: تو اس نے کہا، اللہ، رسول اللہ سے ایسا ایسا کرے اور بہت قبیح کلام ذکر کیا اسے بتایا گیا کہ اے دشمن خدا: تو کیا کہہ رہا ہے تو اس نے اس سے بھی زیادہ برا کلام کیا پھر اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو کی نیت کی تھی (کیونکہ بچھو بھی تو اللہ کا بھیجا ہوا ہے) تو اس پر ابن سلیمان نے کہا کہ اس کو قتل کرنے میں، میں بھی تمہارے ساتھ اس کے خلاف گواہی دیتا ہوں اور اس کے ثواب میں شریک ہوں اور حبیب بن ربیع نے کہا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ نہیں کیا جاتا۔(الشفاء، ج ۲، ص ۱۹۱، مکتبہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

نیت کے مشروع ہونے کی وجہ

عبادات کو عادات سے ممتاز کرنا اور اسی طرح بعض عبادات کو بعض عبادات پر امتیاز وفوقیت کا ظاہر ہونا۔جس طرح مسجد میں بیٹھنا اگر عادت کے طور پر ہو تو صرف آرام حاصل ہوگا اور اگر مسجد میں بیٹھنے والا ثواب کے حصول کا قصد وارادہ کرے تو اسے آرام اور ثواب دونوں چیزیں حاصل ہونگی۔(الاشباہ)

حصول ثواب کیلئے عمل پر قادر ہونا

۱۔اگر کوئی شخص عنین (مقطوع الذکر) ہو اور وہ یہ نیت کرے کہ وہ زنا نہ کرے گا تو اسے اس نیت کا ثواب نہ ہوگا کیونکہ وہ عمل پر قادر ہی نہیں۔

۲۔ اسی طرح اگر کوئی نابینا شخص یہ نیت کرے کہ وہ غیر محرم کو نہ دیکھے گا تو اسے بھی اس نیت پر ثواب نہ ملے گا کیونکہ وہ دیکھنے سے بھی قاصر ہے۔

نیت کے قائم مقام ظاہری عمل کا اعتبار

قصاص قاتل کے ارادے کے ساتھ موقوف ہوتا ہے۔ لیکن فقہاء فرماتے ہیں کہ نیت یا ارادہ امر باطنی ہے لہٰذا نیت کے قائم مقام آلہ قتل ہوگا اور اگر قاتل نے ایسی چیز سے قتل کیا جو عرف میں جسم کے اجزاء کو جدا کرنے والی ہو تو یہ قتل عمد ہوگا اور قصاص واجب ہوگا اور اگر آلہ قتل ایسا نہیں ہے تو قتل شبہ عمد ہوگا اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک قصاص نہ ہوگا (الاشباہ)

نیت میں اخلاص ہونے یا نہ ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی نیت محض آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی اور اس کی پریشانیوں کو جمع کر کے اطمینان خاطر بخشتا ہے نیز اس کے پاس دنیا آتی ہے لیکن اس کی نظر میں اس دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ یعنی کسی بھی علمی یا عملی کار خیر کو اختیار کرنے کے سلسلے میں جس شخص کی نیت اور اصل مقصد، محض رضائے مولیٰ اور ثواب آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو قدر کفایت پر قانع و صابر بنا کر اور زیادہ طلبی کی محنت و مشقت کے کشت ورنج سے بچا کر قلبی غنا عطا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس بات سے بے نیاز اور مستغنی ہو جاتا ہے کہ ریاء کاری کے ذریعہ لوگوں سے مال وجاہ اور عزت ومنفعت حاصل کر کے آخرت کا نقصان وخسران مول لے۔ نیز اللہ تعالیٰ حصول معاش اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے سلسلے میں ان کی پریشانیوں، الجھنوں اور ذہنی انتشار و تفکرات کو سمیٹ کر خاطر جمعی میں تبدیل کر دیتا ہے، بایں طور کہ اس کو ایسی جگہوں اور ایسے ذرائع سے اسباب معیشت مہیا فرما دیتا ہے جن کے بارے میں اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا اور اس کے معاملات کو اس طرح استوار فرما دیتا ہے کہ اس کا وہم وگمان بھی اس کو نہیں ہوتا اور پھر ان تمام چیزوں کا مجموعی اثر یہ ہے ہوتا ہے کہ اس شخص کی نظر میں دنیا اور دنیا بھر کی نعمتیں اور لذتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، وہ دنیا سے دامن بچاتا ہے اور دنیا اس کے قدموں میں کھنچی چلی آتی ہے، اس کی ضروریات زندگی اور معیشت کے وہ اسباب جو اس کے لئے مقدر ہیں، بغیر کسی محنت ومشقت کے بغیر کسی سعی وکوشش کے اور بغیر کسی ذلت وخواری کے اس کو حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ اور جس شخص کی نیت اور اصل مقصد، دنیا کی طلب ہو یعنی جس شخص پر دنیا اس حد تک سوار ہو جائے کہ وہ اعمال خیر کو بھی محض دنیا کے حصول کا واسطہ بنانا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا فقر واحتیاج، اس کی آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت وخواری میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ اپنے فقر وافلاس اور محتاجگی کو نظر آنے والی چیز کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے۔ اور اس کو ہر معاملہ میں پراگندہ خاطر اور ذہنی انتشار وتفکرات کا شکار بنا دیتا ہے نیز دنیا بھی اس کو صرف اسی قدر ملتی ہے جتنا کہ اللہ نے اس کے لئے مقدر کر دیا ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث 1250)

نیز احمد اور دارمی نے اس روایت کو ابان سے اور انہوں نے زید بن ثابت سے نقل کیا ہے۔ تشریح مطلب یہ ہے کہ اعمال کے نتائج وآثار ہونے کا مدار نیت پر ہے، جس شخص کے پیش نظر صرف آخرت کا مفاد ہوتا ہے اور جو اپنے اعمال کے تئیں مخلص وصادق ہوتا ہے، وہ آخرت کی سعادتوں اور نعمتوں کا مستحق تو ہو ہی جاتا ہے، اس دنیا میں بھی اس کو اپنے تمام معاملات زندگی میں اطمینان عافیت اور خاطر جمعی کی دولت حاصل رہتی ہے، نیز اس کو اس کا رزق نہایت آسانی اور آسودگی کے ساتھ پہنچتا ہے۔ اس کے

برخلاف جو شخص محض دنیا کی طلب وچاہ رکھتا ہے اور اپنے اعمال کو وسیلہ آخرت بنانے کے بجائے دنیاوی مال وزر اور دنیاوی نعمتوں کا وسیلہ وذریعہ بناتا ہے اس کو آخرت میں تو اس کی سزا بھگتنی ہوگی، اس دنیا میں بھی اس پر اس برائی کا یہ وبال پڑتا ہے کہ وہ خاطر جمع اور اطمینان وسکون کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے، ہروقت طرح طرح کی پریشانیوں اور مختلف تفکرات کی وجہ سے حیران وسرگردان رہتا ہے، نیز اس کو وہ رزق تو ضرور ملتا ہے جو اس کے مقدر میں ہے مگر اس کے حصول کے لئے بھی اس کو نہایت محنت ومشقت اور پریشانی وکشت برداشت کرنا پڑتی ہے۔

راوی حدیث کے مختصر احوال کا بیان

عمر بن خطاب: عمر بن خطاب بن نفیل بن عبداللہ ان کی کنیت ''ابوحفص'' ہے یہ دوسرے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے ''امیر المومنین'' کا لقب اختیار کیا۔ ان کا اسلام لانا کفار کے خلاف بڑی کامیابی تھی جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو بہت سی تنگیوں اور تکلیفوں سے نجات ملی۔ یہ بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے سرعام ہجرت کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ تیرہ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد کے مطابق ان کی بیعت خلافت ہوئی۔ ان کے زمانے میں عظیم الشان فتوحات ہوئیں۔ تئیس ہجری میں ان کو شہید کر دیا گیا۔ اس وقت جب یہ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ابولؤلؤ مجوسی نامی ایک شخص نے انہیں نیزہ مار کر شہید کیا۔

قیامت کے دن نیتوں کے مطابق زندہ کیے جانے کا بیان

(2) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ". قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟! قَالَ: "يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

✧✧ اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک لشکر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے گا جب وہ چٹیل میدان میں پہنچیں گے تو ان کے آگے والے اور پیچھے والے (درمیان والے) یعنی سب لوگوں کو دھنسا دیا جائے گا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ان سب لوگوں کو کیسے دھنسایا جائے گا جب کہ اس لشکر میں ان کے بازار ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جن کا ان سے تعلق نہیں ہے۔ (یعنی وہ لوگ حملہ کرنے کے لئے نہیں آئے ہوں گے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان سب لوگوں کو دھنسا دیا جائے گا پھر ان کو ان کی نیتوں کے مطابق (قیامت کے دن) زندہ کیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

یہ بخاری کے لفظ ہیں۔

2- اخرجه احمد (9/34792) والبخاری (2118) ومسلم (2884) وابن حبان (7655) وابو نعیم فی الحلیلة (11/5)

Marfat.com

شرح

یہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کے بارہ میں پیش گوئی فرمائی ہے جب دنیا اپنی عمر کے آخری دور میں ہوگی، چنانچہ اس آخری زمانہ میں حضرت امام مہدی کے ظہور کے بعد مصر کے حکمران سفیانی کا ایک لشکر خانہ کعبہ کو نقصان پہنچانے کے ناپاک ارادہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوگا مگر وہ اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب ہونے سے پہلے ہی زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ایسے لوگ لشکر کے ناپاک ارادوں کے ہمنوا نہ ہوں گے اور خانہ کعبہ کو نقصان پہنچانا یا اس کی توہین کرنا ان کا مقصد نہیں ہوگا مگر چونکہ وہ لشکر میں شامل ہو کر نہ صرف یہ کہ ان کی بھیڑ میں اضافہ کریں گے بلکہ ایک طرح سے ان کے ناپاک ارادوں میں اعانت کا سبب بھی بنیں گے اس لئے پورے لشکر کے ساتھ ان کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے، ہاں پھر قیامت میں سب کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا کہ جو شخص کسی مجبور اور زبردستی کے تحت لشکر میں شامل ہوا ہوگا اور اس کی نیت صاف اور اس کا قلب ایمان و اسلام کی روشنی سے منور ہوگا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا اور جو لوگ واقعی ناپاک ارادوں کے ساتھ اور بہ نیت کفر لشکر میں شامل ہوں گے انہیں دوزخ کی آگ کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

راوی حدیث کے مختصر احوال کا بیان

عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا: یہ اُمّ المومنین ہیں خواتین میں سب سے زیادہ علم والی اور فقیہہ تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ان کے ساتھ شادی کی تھی۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی پھر شوال ۲ ہجری میں ان کی رخصتی ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر تقریباً ۱۸ سال تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ چالیس سال تک زندہ رہیں اور ۵۷ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

جہاد اور نیت کے باقی رہنے کا بیان

(3) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ، وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنَاهُ: لَا هِجْرَةَ مِنْ مَّكَّةَ لِاَنَّهَا صَارَتْ دَارَ اِسْلَامٍ.

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے فتح (مکہ) کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی البتہ جہاد اور نیت ہے جب تمہیں (جہاد کے لئے) نکلنے کے لئے کہا جائے تو روانہ ہو جاؤ۔ (متفق علیہ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب ہے، مکہ سے ہجرت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ دار اسلام بن چکا ہے۔

3- اخرجہ احمد (1/1991) والبخاری (1834) و مسلم (1864) و ابو داؤد (2480) والدارمی (2512) والنسائی (4181) والطحاوی (252/3) والقضاعی (844) و ابن حبان (4592) و ابن ماجہ (2773) واعبدالرزاق (9711) وابن الجارود (1030) والطبرانی (10844) وغیرھم من ائمۃ الحدیث الشریف

Marfat.com

شرح

ہجرت نہیں ہے کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے تو مکہ سے بلکہ ہر دار الکفر سے مدینہ کو ہجرت کرنی فرض عین تھی کیونکہ مدینہ میں دین کے نام لیواؤں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ ہر اعتبار سے بہت کمزور وضعیف تھے لہٰذا ہجرت کو فرض قرار دیا گیا تا کہ ہر طرف سے مسلمان مدینہ پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں کی مدد واعانت کریں اور اس طرح مشرکوں اور اللہ کے باغیوں کی طاقت زائل و مفلوج ہو پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے ذریعہ مسلمانوں کو عام غلبہ عطا فرمایا اور ان کی شوکت بڑھائی تو وہ علت یعنی مدینہ کے مسلمانوں کا کمزور اور قلیل المقدار ہونا" زائل ہوگی. اور اس وقت سے ہجرت کی فرضیت ختم ہوگی لیکن کچھ صورتوں میں ہجرت کا استحباب باقی ہے جیسے جہاد کے لئے اپنے وطن سے نکلنا حصول علم کی خاطر کسی دوسری جگہ چلے جانا اور دار الکفر ودار الفتنہ سے یا کسی ملک وشہر سے نکل بھاگنا جہاں بھلائیاں متروک ہو چکی ہوں اور برائیاں مروج ہوگئی ہوں۔ لیکن جہاد اور نیت باقی ہے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے دشمنوں اور اللہ کے باغیوں کا دعویٰ سرنگوں کرنے کے لئے جہاد کی نیت رکھنے اور اخلاص عمل پیدا کرنے کا حکم باقی ہے حاصل یہ کہ ہجرت یعنی اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ چلے جانا مسلمان پر فرض تھا پھر یہ حکم ختم ہو گیا لیکن جہاد کے سبب سے یا نیت صالحہ کی بنا پر کفار کے یا اور جاہل کفار کے یا اور جاہل وبدعت اور فتنوں کے گڑھ سے نکل بھاگنے یا طلب علم کے لئے اپنا وطن چھوڑ دینا باقی رہا اور اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

جہاد کے معنی ومفہوم کا بیان

جہاد کے معنی ۔ ہہ اور جہاد کے لغوی معنی ہیں مشقت اٹھانا اور طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا۔

امام راغب نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ (الجہاد استفراغ الوسع فی مدافعۃ العدو)۔ "جہاد کا مطلب ہے، انتہائی قوت سے حملہ آور دشمن کی مدافعت کرنا۔

اصطلاح شریعت میں "جہاد کا مفہوم ہے۔" کفار کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ میں اپنی طاقت خرچ کرنا بایں طور کہ خواہ اپنی جان کو پیش کیا جائے یا اپنے مال کے ذریعہ مدد کی جائے اور خواہ اپنی عقل وتدبیر (یعنی اپنی رائے اور مشوروں کا) تعاون دیا جائے یا محض اسلامی لشکر میں شامل ہو کر اس کی نفری میں اضافہ کیا جائے اور یا ان کے علاوہ کسی بھی طریقے سے دشمنان اسلام کے مقابلے میں اسلامی لشکر کی معاونت وحمایت کی جائے۔ جہاد کا نصب العین جہاد کا نصب العین یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کا بول بالا رہے، اللہ کی اس سرزمین پر اس کا جھنڈا سربلند اور اس کے باغی منکروں کا دعوی سرنگوں رہے۔

جہاد کا حکم جہاد فرض کفایہ ہے۔ اگر نفیر عام (اعلان جنگ) نہ ہو اور اگر نفیر عام ہو بایں طور کہ کفار مسلمانوں کے کسی شہر پر ٹوٹ پڑیں یا اسلامی مملکت کے خلاف جنگ شروع کر دیں اور مسلمانوں کی طرف سے جنگ کا عام اعلان کر دیا جائے تو اس صورت میں ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہوگا خواہ نفیر کرنے والا (یعنی اعلان جنگ کرنے والا عادل ہو یا فاسق، لہٰذا اس صورت میں دشمنوں کا مقابلہ کرنا جہاد میں شرکت کرنا اس شہر اور اس مملکت کے تمام باشندوں پر واجب ہوگا اور ایسے ہی ان لوگوں پر بھی واجب ہوگا جو اس شہر یا مملکت کے قریب رہتے ہوں بشرطیکہ اس شہر یا مملکت کے رہنے والے اپنے شہر اور اپنے ملک کی حفاظت اور دشمنوں کے مقابلہ

Marfat.com

کرنے کے لئے کافی نہ ہوں یا وہ اپنی جنگی ودفاعی ذمہ داریوں کو انجام دینے میں کسل وسستی کریں اور گنہگار ہوں چنانچہ جس طرح میت کا مسئلہ ہے کہ اس کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ پہلے اس کے اہل محلہ پر واجب ہے اگر وہ اس کی انجام دہی سے عاجز ہوں تو پھر یہ چیزیں اس کے شہر والوں پر واجب ہوں گی اسی طرح جہاد کا بھی مسئلہ کہ جس شہر ملک کے مسلمانوں کو کفار اور دشمنان دین کی جارحیت اور جنگی حملوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو اگر وہ اپنے دفاع سے عاجز ہوں اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں کوتاہ یا ناکام رہے ہوں تو اس وقت ان کے پڑوسی شہر وملک کے مسلمانوں بلکہ مابین المشرق والمغرب کے تمام مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ وہ جہاد میں شریک ہوکر اسلام اور مسلمانوں کے وقار کا تحفظ اور دشمنان دین کا دعوی سرنگوں کریں۔

جہاد اور خلوص نیت کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے ایک رسی (کے بھی حصول) کی نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو اس کو وہی چیز حاصل ہوگی جس کی اس نے نیت کی ہے۔(نسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث 964)

مطلب یہ ہے کہ اگر جہاد میں دنیا کی کوئی حقیر ترین چیز بھی مدنظر ہو تو یہ اخلاص کے منافی ہے گویا اس ارشاد گرامی کا مقصد اس بات کو زیادہ سے زیادہ کر کے بیان کرنا ہے اور یہ ترغیب دینا ہے کہ جہاد میں مال غنیمت کے حصول سے کلیۃ قطع نظر کیا جائے اور نیت میں اس درجہ اخلاص پیدا کیا جائے کہ اس میں دنیا کی کسی بھی کی ہلکی سی بھی آمیزش نہ ہو لیکن واضح رہے کہ جہاد میں نیت کا یہ آخری درجہ ہے۔ چنانچہ یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ جہاد میں رضائے الٰہی اور سربلندی دین کے ساتھ مال غنیمت کے حصول کا مقصد بھی شامل ہو تو یہ جائز ہے اور اس صورت میں بھی جہاد کا ثواب ملتا ہے اسی طرح اگر اس نیت میں نمائش کا جذبہ شامل ہو تو اس کی وجہ سے بھی جہاد کا ثواب کلیۃً باطل نہیں ہوگا۔

عذر کے سبب جہاد پر نہ جاسکنے والوں کی نیت کا بیان

(4) وَعَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنصارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاةٍ، فَقَالَ: "اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْرًا، وَّلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا، اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ".

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "اِلَّا شَرَکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْکَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اِنَّ اَقْوَامًا خَلْفَنَا بِالْمَدِیْنَةِ مَا سَلَکْنَا شِعْبًا وَّلَا وَادِیًا، اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا؛ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ".

✧✧ حضرت ابی عبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوے میں شریک

4- فی هذا الحدیث فضیلة النیة فی الخیر وان من نوی الغزو وغیره من الطاعات فعرض له عذر منعه حصل له ثواب نیة وانه اکثر من التاسف علی فوات ذالك وتمنی کونه مع الغزاة ونجوهم کثر ثوابه والله تعالی اعلم- قاله النووی رحمه الله تعالی

Marfat.com

ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں، تم لوگوں نے جو بھی سفر کیا اور جس بھی وادی سے گزرے وہ لوگ تمہارے ساتھ تھے یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بیماری کی وجہ سے نہیں آ سکے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: یہ لوگ اجر میں تمہارے شریک ہیں۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ میں روایت کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ہم غزوۂ تبوک سے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ واپس آ رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

ہمارے پیچھے مدینہ میں کچھ لوگ ہیں۔ ہم جس بھی گھاٹی اور وادی سے گزرے، یہ ہمارے ساتھ تھے (کیونکہ) یہ معذور ہونے کی وجہ سے نہیں آ سکے۔

شرح

حضرت انس کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آ رہے تھے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس سفر جہاد میں بظاہر تمہارے ساتھ نہیں تھے لیکن تم نے ایسا کوئی راستہ طے نہیں کیا اور کسی ایسی وادی و جنگل کو عبور نہیں کیا جس میں وہ تمہارے ساتھ نہ رہے ہوں یعنی ان کے جسم تو ان کے گھروں میں تھے لیکن ان کی دعائیں ان کے دل اور ان کی ہمتیں تمہارے ساتھ تھیں۔ اور ایک روایت میں (الا کانوا معکم) یعنی جس میں تمہارے شریک نہ ہوں صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! او... ینہ ہی میں ہیں؟ یعنی جب کہ وہ ہمارے ساتھ جہاد میں شریک نہیں گئے اور اپنے گھروں میں موجود رہے پھر وہ ہمارے ساتھ کیسے رہے اور ہمارے اجر وثواب میں کیسے شریک ہوئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں وہ مدینہ میں ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اجر وثواب میں تمہارے شریک ہیں کیونکہ ان کے عذر نے ان کو روکا ہے یعنی وہ اپنے عذر کی سبب سے تمہارے ساتھ جہاد میں نہیں جا سکے ہیں۔ بخاری اور مسلم نے اس روایت کو حضرت جابر سے نقل کیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث 935)

جو لوگ عذر کی بنا پر جہاد میں نہیں جا سکے اور مدینہ میں رہ گئے وہ جہاد کرنے والوں کے ثواب میں شریک تھے نہ یہ کہ مرتبہ و درجہ کے اعتبار سے وہ مجاہدین کے برابر تھے کیونکہ جن لوگوں نے بنفس نفیس جہاد میں شرکت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کی قربانی پیش کی وہ افضل ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ (فضل اللہ المجاهدين باموالهم وانفسهم على القاعدين درجه) مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجہ میں فضیلت بخشی ہے۔

راوی حدیث جابر بن عبداللہ کے احوال کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما: یہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما خزرجی سلمی ہیں ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ہجرت سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا یہ اپنے والد کے ہمراہ بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے اس وقت ان کی عمر کم تھی۔ صحیح مسلم میں خود انہی سے یہ روایت منقول ہے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ انیس غزوات میں حصہ لیا لیکن میں غزوہ بدر اور احد میں موجود نہیں تھا

کیونکہ میرے والد نے مجھے روک دیا تھا۔ جب غزوہ احد میں میرے والد شہید ہو گئے تو اس کے بعد میں ہر غزوہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہا یہ کثیر الروایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں۔ 1540 احادیث ان سے منقول ہیں۔ ۷۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں ان کا وصال ہوا۔

صدقہ کی نیت کرنے کا بیان

(5) وَعَنْ اَبِیْ یَزِیْدَ مَعْنِ بْنِ یَزِیْدَ بْنِ الْاَخْنَسِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ، وَهُوَ وَاَبُوْهُ وَجَدُّهٗ صَحَابِیُّوْنَ، قَالَ: كَانَ اَبِیْ یَزِیْدُ اَخْرَجَ دَنَانِیْرَ یَتَصَدَّقُ بِهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِی الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَیْتُهٗ بِهَا . فَقَالَ: وَاللّٰهِ، مَا اِیَّاكَ اَرَدْتُّ، فَخَاصَمْتُهٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "لَكَ مَا نَوَیْتَ یَا یَزِیْدُ، وَلَكَ مَا اَخَذْتَ یَا مَعْنُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

✧✧ حضرت معن یزید بن اخنس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یہ ان کے والد اور ان کے دادا تمام صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں: میرے والد یزید نے کچھ دینار نکالے تاکہ انہیں صدقہ کریں وہ انہوں نے مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھوا دیئے میں آیا اور میں نے وہ دینار (اس شخص سے) وصول کر لئے میں ان دیناروں کو لے کر والد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تمہارا ارادہ نہیں کیا تھا، میں یہ مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے یزید! تم نے جو نیت کی تھی اس کا تمہیں اجر ملے گا، اے مَعن! تم نے جو وصول کر لیا وہ تمہارا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

مالک کے مال سے صدقہ کرنے کی رخصت وثواب کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دیانت دار مسلمان داروغہ (یعنی ملازم جیسے خزانچی وغیرہ) وہ چیز کہ جسے دینے کا مالک نے حکم کیا ہو بغیر کسی نقصان کے خوش دلی کے ساتھ اس شخص کو دے کہ جس کے لئے مالک نے حکم دیا ہے تو وہ صدقہ کرنے والے دو اشخاص میں سے ایک ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث 449)

اپنے آقا و مالک کے مال میں سے صدقہ وخیرات دینے والے ملازم کے لئے اس حدیث میں چار شرطیں مذکور ہوئی ہیں۔ (۱) صدقہ وخیرات کے لئے مالک کا حکم ہونا (۲) مالک نے جتنا مال صدقہ میں دینے کا حکم دیا ہو وہ بغیر کسی کمی کے پورا دینا (۳) خوش دلی کے ساتھ دینا۔ اس شرط کا اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ مالک جو مال صدقہ میں دینے کا حکم دیتا ہے بعض ملازم اسے خوش دلی کے ساتھ نہیں دیتے (۴) مالک نے جس شخص کو مال دینے کا حکم دیا ہے اسی کو دینا اس کے علاوہ کسی دوسرے فقیر و مسکین کو نہ دینا۔ لفظ متصدقین (صدقہ دینے والے دو اشخاص) تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے یعنی ایک تو مالک کہ جس کا مال صدقہ میں دیا گیا اور دوسرا ملازم جس کے ذریعے صدقہ دیا گیا اس طرح ملازم ان دونوں میں ایک ہوا۔ مشکوۃ کے ایک اور صحیح نسخہ میں متصدقین جمع کے صیغے کے ساتھ منقول ہے اس طرح اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ملازم بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔ بہرحال

5- اخرجه البخاری (1422) والدارمی (1368) واحمد (5.15860)

Marfat.com

حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ جو ملازم مسلمان اور امانت دار ہو کہ اس کا مالک صدقہ میں جو کچھ دینے کا حکم کرتا ہو وہ پورا پورا اور خوش دلی کے ساتھ دیتا ہو، نیز صدقہ کا مال اسی شخص کو دیتا ہو جس کو دینے کے لئے مالک نے حکم دیا ہو تو اس ملازم کو بھی اس کے مالک کے ثواب کی مانند ثواب ملتا ہے۔

بیوی کا شوہر کے مال سے صدقہ کرنے پر ثواب کا بیان

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے گھر کھانے میں سے صدقہ دیتی ہے بشرطیکہ وہ اسراف نہیں کرتی تو اسے اس کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے شوہر کو مال کمانے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور داروغہ (مطبخ کے نگران) کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے (جیسا کہ مالک کو ثواب ملتا ہے) اور ان میں سے کسی کے ثواب میں دوسرے کے ثواب کی وجہ سے کمی نہیں ہوتی (یعنی ہر ایک کو پورا ثواب ملتا ہے)

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث 447)

اس حدیث کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ شوہر نے بیوی کو اپنے مال سے صدقہ وخیرات کرنے کی اجازت دے رکھی ہو خواہ اس نے صراحۃً اجازت دی ہو یا دلالۃً۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اہل حجاز کا یہ معمول تھا کہ انہوں نے اپنی مہمان نوازی اور سخاوت کے پیش نظر اپنی بیویوں اور اپنے خدمت گاروں (مثلاً داروغہ مطبخ وغیرہ) کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ مہمانوں کی بھرپور ضیافت کریں اور فقراء و مساکین نیز پڑوس کے لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلا دیا کریں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد گرامی کے ذریعے اپنی امت کو ترغیب دلائی کہ یہ نیک اور اچھی عادت اختیار کریں۔

فوت ہونے والے کو ثواب پہنچنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اگر (وہ مرنے سے پہلے) کچھ کہنے پاتیں تو صدقہ دینے کی (ضرور) وصیت کرتیں لہٰذا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو انہیں اس صدقہ کا ثوب مل جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث 450)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی مرحوم عزیز کی طرف سے بطور صدقہ کچھ مال وغیرہ دے تو اس میت کو ثواب ملتا ہے اسی طرح میت کے لئے دعائے استغفار وغیرہ بھی کارآمد ہے چنانچہ اہل سنت والجماعت کے متفقہ طور پر یہی مسلک ہے ہاں بدنی عبادت نماز و روزہ اور تلاوت قرآنی وغیرہ کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں لیکن اس بارے میں بھی قابل اعتماد اور زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ میت کو عبادت بدنی کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔

امام عبداللہ یافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک عالی بزرگ شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ کو ان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو شیخ مرحوم نے فرمایا کہ ہم تو دنیا میں کہا کرتے تھے کہ تلاوت قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا مگر اس عالم میں آکر ہم نے معاملہ برعکس دیکھا ہے۔

Marfat.com

راوی حدیث معن بن یزید کے احوال کا بیان

معن بن یزید بن اخنس سلمی: ان کی کنیت ابویزید ہے یہ ان کے والد اور ان کے دادا تمام صحابی ہیں۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں خاص اہمیت رکھتے تھے۔ دمشق کی فتح میں شریک ہوئے کوفہ میں رہائش اختیار کی اور بعد میں مصر تشریف لے گئے۔ پھر شام میں رہائش اختیار کی۔ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ راہط کے واقعہ میں ضحاک بن قیس کے ہمراہ شریک ہوئے اور وہیں شہید ہوئے۔ یہ 54 ہجری کی بات ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پندرہ احادیث نقل کی ہیں۔

رضائے الٰہی کے حصول کی نیت سے خرچ کرنے کا بیان

(6) وَعَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ مَالِكِ بْنِ اُهَیْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بنِ كعبِ بْنِ لُؤَیِّ الْقُرَشِیِّ الزُّهرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَحَدِ الْعَشَرَةِ □ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: جَاءَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَّجَعٍ اشْتَدَّ بِیْ، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّیْ قَدْ بَلَغَ بِیْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰی، وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّیْ، اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَیْ مَالِیْ؟ قَالَ: "لَا"، قُلْتُ: فَالشَّطْرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: "لَا"، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِیْرٌ اَوْ كَبِیْرٌ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْ وَرَثَتَكَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً یَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَیْهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیِّ امْرَاَتِكَ"، قَالَ: فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِیْ؟ قَالَ: "اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً، وَّلَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰی یَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّیُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِیْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ" یَرْثِیْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

✧✧ حضرت ابواسحاق سعد بن ابی وقاص مالک بن اھیب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی القرشی الزہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، یہ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جن کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام افراد سے راضی ہو، وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر میری عیادت کرنے کے لئے تشریف لائے جب میں شدید بیمار تھا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری بیماری جس حال تک پہنچ چکی ہے وہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں، میں ایک مالدار شخص ہوں، میری وارث میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، میں نے

6- اخرجه مالك (1495) و احمد (1/1524) والبخاری (56) وغیرہ و مسلم (1628) و ابو داؤد (2864) والترمذی (2116) والنسائی (4185) و ابن ماجه (2708) والبخاری فی الادب المفرد (752) وابو یعلی (834) وابن حبان (4249) و (6026) و ابن الجارود (947) وعبد الرزاق (16357) والطیالسی (195) و (197) والبیهقی (269/268/6) والدارمی (3196) والبغوی فی المشكوٰة (1459) وغیرهم من ائمة الحدیث الشریف

Marfat.com

عرض کی: پھر نصف کردوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایانہیں، میں نے عرض کی: پھرایک تہائی کردوں آپ نے فرمایاایک تہائی کردو! ویسے ایک تہائی بھی زیادہ ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) بڑا ہے۔

اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑ کے جاؤ تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے، تم انہیں بدحال چھوڑ کے جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ تم اپنی بیوی کے منہ میں جو ڈالو گے (اس کا بھی اجر ملے گا) حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پیچھے نہیں رہو گے، تم اللہ کی رضا کے حصول کے لئے جو بھی عمل کرو گے اس کے نتیجے میں تمہارے درجے اور قدر و منزلت میں اضافہ ہوگا، ہوسکتا ہے، تمہیں طویل زندگی ملے تو تمہارے ذریعے بہت سے لوگ فائدہ حاصل کریں اور دوسرے نقصان حاصل کریں (پھر آپ نے دعا کی) اے اللہ! میرے ساتھیوں کی ہجرت کو برقرار رکھ انہیں ایڑھیوں کے بل واپس نہ لوٹا! لیکن سعد بن خولہ پر افسوس ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر افسوس کا اظہار اس لئے کیا کہ ان کا انتقال مکہ میں ہوگیا تھا۔ (متفق علیہ)

اپنے اہل وعیال پر مال خرچ کرنے کی نیت وثواب کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس ایک دینار ہے جسے میں خرچ کرنا چاہتا ہوں سوا سے کہاں خرچ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ اس نے عرض کیا میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اپنے اہل (یعنی اپنی بیوی، ماں، باپ اور دوسرے اقرباء) پر خرچ کرو، اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ فرمایا کہ اسے اپنے خادم پر خرچ کرو پھر اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے فرمایا کہ اب تم اس بارے میں زیادہ جان سکتے ہو! (یعنی اب اس کے بعد کے مستحق کو تم ہی بہتر جان سکتے ہو جسے اس کا مستحق سمجھو اسے دے دو۔

(ابوداؤد، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث 439)

راوی حدیث سعد بن ابی وقاص کے احوال کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بن مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الزہری ہیں۔ ان کی کنیت ابو اسحاق ہیں یہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جنہیں امیر مقرر کیا گیا۔ یہ عراق اور مدائن کے فاتح ہیں یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے مقرر کیا تھا۔ یہ قدیم الاسلام لوگوں میں سے ایک ہیں۔ غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے پر مامور رہتے تھے۔ غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ انہیں ''اسلام کا شہسوار'' کہا جاتا ہے یہ مہاجرین اولین میں سے ایک ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی۔

''اے اللہ! تو اس کے نشانے کو ٹھیک کر اور اس کی دعا کو قبول کر''۔

Marfat.com

انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دوسوستر احادیث نقل کی ہیں۔ ''عقیق'' کے مقام پر اپنے گھر میں ان کا انتقال ہوا اس کے بعد انہیں مدینہ منورہ لا کر دفن کیا گیا۔ یہ ۵۵ ہجری کا واقعہ ہے۔

دلوں کو پسند کرنے والے کا بیان

(7) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِكُمْ، وَلَا اِلٰی صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ''۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی طرف اور تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے''۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

ریاکاری کی مختلف اقسام وصورتوں کا بیان

ریاء کی مختلف اقسام اور صورتیں ہیں اور ان اقسام میں سب سے زیادہ بری اور نہایت قابل نفریں وہ قسم ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا قصد اور حصول ثواب کا ارادہ قطعا نہ ہو بلکہ واحد مقصد لوگوں کو دکھانا اور ان کی نظر میں قدر ومنزلت حاصل کرنا، جیسا کہ خالص ریاء کار بلکہ دھوکا باز لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ جب وہ لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں تو نماز پڑھتے ہیں اور مختلف قسم کے اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں، لیکن جب تنہا ہوتے ہیں تو نہ نماز سے سروکار رکھتے ہیں اور نہ اوراد وظائف سے بلکہ ان بدنصیبوں کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نماز میں بغیر پاکی اور وضو کے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں ریاء کاری کی یہ قسم ارذل ترین اور اللہ تعالیٰ کے سخت غضب وقہر کے نازل ہونے کا باعث ہے اور اس صورت میں کیا جانے والا کوئی بھی عمل قطعی باطل ہوتا ہے، بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا ہے اگر وہ عمل فرض ہو تو اس کا کرنا فرض کے ادا ہو جانے کے حکم میں نہیں ہوگا بلکہ اس کی قضا واجب ہوگی دوسری قسم وہ صورت ہے جس میں کسی نیک عمل کرنے میں دونوں چیزیں ہوں یعنی ارادہ ثواب بھی اور ریاء کاری بھی (دکھانے کی نیت) لیکن ریا کا پہلو غالب ہو اور ارادہ ثواب کا پہلو ضعیف ہو، بایں حیثیت کہ اگر اس عمل کو کرنے والا تنہائی میں ہوتا تو اس عمل کو نہ کرتا اور اس کا قصد اس عمل کے صدور کا باعث نہ ہوتا اور اگر بالفرض اس عمل کا ثواب کوئی نہ ہوتا تو بھی محض ریاء کاری کا جذبہ ہی اس عمل کو اختیار کرنے کا باعث بن جاتا، اس قسم کا بھی وہی حکم ہے جو پہلی قسم کا ہے۔ تیسری قسم وہ صورت ہے جس میں کسی نیک عمل کو اختیار کرنے مین دونوں چیزیں یعنی ریاء کاری کا جذبہ اور حصول ثواب کا ارادہ برابر ہوں، بایں حیثیت کہ اگر بالفرض وہ عمل ان دونوں چیزوں میں سے بھی ایک چیز سے خالی ہوتا تو اس کو اختیار کرنے کا کوئی داعیہ پیدا نہ ہوتا بلکہ اس عمل کی طرف رغبت اسی صورت میں ہوتی جب کہ دونوں چیزیں ایک ساتھ پائی جاتی۔ اس قسم کے بارے میں بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نفع، نقصان، دونوں برابر ہوں، لیکن احادیث وآثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قسم بھی مذموم اور اس صورت میں کیا جانے والا

7-اخرجه احمد (... [illegible]) وفي الزهد (ص/59) و مسلم (33/2564) و ابن ماجه (3134) و ابن حبان (394) و ابو نعیم یف حلیة الاولیاء (98/4) و (124/7)

عمل بھی نا قابل قبول ہوتا ہے اور چوتھی قسم وہ صورت ہے کہ جس میں کسی نیک عمل کو اختیار کرنے میں، ثواب کی نیت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ارادہ، راجح اور غالب ہو اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسم نہ تو محض باطل ہے اور نہ اس میں کوئی نقصان ہے، یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس صورت میں اختیار کیا جانے والا عمل نیت و ارادہ کے اعتبار سے ثواب اور عتاب دونوں کا یکساں طور پر باعث ہوتا ہے کہ ارادہ و نیت میں جس قدر اخلاص یا عدم اخلاص ہوگا اسی کے مطابق ثواب یا عتاب ہوگا، نیز اس صورت میں یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ قصد عمل میں ریاء کاری کی جو آمیزش ہے (جو اگرچہ ثواب کے ارادہ و نیت سے کمتر اور ضعیف ہے) وہ کب پیدا ہوئی ہے؟ اگر ریاء کاری کی آمیزش ابتداء عمل میں ہوئی ہے تو یہ صورت زیادہ بری کہلائے گی، اگر عمل کے درمیان پیدا ہوئی ہے تو یہ صورت پہلی صورت سے کم برائی کی حامل ہوگی اور اگر یہ عمل کرنے کے بعد آئی ہے تو یہ صورت دوسرے صورت سے بھی کم تر قرار دی جائے گی اور اس کی وجہ سے اختیار کیا جانے والا عمل باطل نہیں کہلائے گا۔ علاوہ ازیں ایک فرق یہ بھی ملحوظ رکھا جائے گا کہ ریاء کاری کا وہ جذبہ اگر پختہ قصد و عزم کی صورت میں نمودار ہوا ہے تو اس میں زیادہ برائی ہوگی اور اگر محض ایک خیال کی صورت میں پیدا ہوا اور اس خیال ہی کی حد تک محدود رہا، آگے کچھ نہ ہوا تو یہ صورت حال یقیناً زیادہ نقصان دہ نہیں کہلائے گی۔ بہر حال حقیقت یہ ہے کہ "ریاء" ایک ایسا جذبہ ہے جس سے پوری طرح خلاصی نہایت دشوار ہے اور ہر حالت میں حقیقی اخلاص کا پایا جانا بہت مشکل، اسی لئے علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ کسی کے منہ سے اپنی تعریف سن کر خوش ہونا ریاء کے پائے جانے کی علامت ہے، اسی طرح تنہائی میں کوئی عمل کرتے وقت بھی دل میں ریاء کا خیال آ جائے تو وہ بھی ریاء ہی کہلائے گا۔ اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے اور بہر صورت اخلاص عطا فرمائے کہ اس کی مدد و توفیق کے بغیر اس دولت کا ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔ علماء نے ایک خاص صورت و حالت اور بیان کی ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کوئی نیک کام کرے اور کسی عبادت و طاعت میں مصروف ہو اور لوگ اس کو وہ نیک کام اور عبادت و طاعت کرتا ہوا دیکھ لیں تو اس کو چاہئے کہ اس وقت اپنے اندر اس وقت اس بات پر خوشی و مسرت کے جذبات پیدا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور لطف و عنایت سے نیک عمل کی توفیق عطا فرمائی اور لوگوں کی نظر باعزت بنانے کا یہ سبب پیدا فرمایا کہ گناہوں اور عیوب کی تو پردہ پوشی فرمائی اور نیک اعمال و اخلاق کو آشکارا فرمایا اور ان جذبات مسرت کے ساتھ یہ نیت و قصد رکھے کہ اگر میرے نیک عمل کے اظہار سے دین و طاعات کا چرچا ہوتا ہے تو لوگ دین کی طرف راغب ہوں گے اور ان کے اندر بھی نیک اعمال کو اختیار کرنے کا داعیہ پیدا ہوگا۔ یہ چیز نہ صرف یہ کہ "ریاء" کے حکم میں داخل نہیں ہوگی، بلکہ اس کو محمود و مستحسن بھی کہا جائے گا جیسا کہ اس سلسلے میں وارد احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ مسئلہ بہت دقیق و پیچیدہ ہے اور اپنے اندر بہت تفصیل و مباحث رکھتا ہے، اگر اس کی تحقیق زیادہ وضاحت کے ساتھ جاننی ہو تو اہل اللہ اور عارفین کی کتابوں اور ان کے اقوال و ملفوظات سے راہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔

راوی حدیث عبدالرحمن بن صخر الدوسی کے احوال کا بیان

عبدالرحمن بن صخر الدوسی: یہ اپنی کنیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ یہ بڑے محبوب صحابی ہیں۔ غزوہ خیبر کے موقع پر انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور غزوہ خیبر میں شریک ہوئے تھے۔ بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی دعا کی برکت کی وجہ سے ان کا حافظہ بہت زیادہ ہوگیا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں حدیث اور علم کی طرف زیادہ راغب پایا تھا۔ اس لئے اپنی زبان مبارک سے ان کے حق میں دعا دی تھی۔ ۵۷ ہجری میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا تھا، ان سے 5374 احادیث منقول ہیں۔

دین کی سربلندی کی نیت سے جہاد کرنے کا بیان

(8) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً، وَیُقَاتِلُ رِیَاءً، اَیُّ ذٰلِكَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا، فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

✧✧ حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو بہادری کے ذریعے لڑتا ہے یا حمیت کے لئے لڑتا ہے یا جو دکھاوے کے لئے لڑتا ہے' ان میں سے کون اللہ کی راہ میں شمار ہوگا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس لئے جنگ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند رہے' وہ اللہ کی راہ میں شمار ہوگا۔ (متفق علیہ)

شہید کیلئے جنت میں درجات ملنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں بھیجی (یعنی شریعت پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر (از راہ فضل و کرم بحسب اپنے وعدے کے) واجب ہے کہ وہ اس شخص کو جنت میں داخل کرے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے (اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اور خواہ ہجرت کرے) اور خواہ اپنے وطن وگھر میں جہاں پیدا ہوا بیٹھا رہے (یعنی نہ جہاد کرے اور نہ ہجرت کرے)" صحابہ "نے سن کر" عرض کیا کہ "کیا لوگوں کو ہم یہ خوشخبری نہ سنا دیں؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(لیکن جہاد کرنے والے کی یہ فضیلت بھی سن لو کہ) جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور ان کے دو درجوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ لہٰذا جب تم اللہ سے (جہاد پر درجہ عالی) مانگو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ (فردوس) اوسط جنت ہے (یعنی جنت کے تمام درجات میں سب سے بہتر و افضل ہے) اور سب سے بلند جنت ہے اور اس کے اوپر عرش ہے (گویا وہ عرش الٰہی کے سایہ میں ہے) اور وہیں سے جنت کی نہریں بہتی ہیں (یعنی چار چیزیں جنت کی اصل ہیں جیسے پانی، دودھ، شراب اور شہد وہ جنت الفردوس ہی سے جاری ہوتی ہیں۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث 910)

8- اخرجه البخاري (123) وغيره و مسلم (150/1904) و ابو داؤد (2517) والترمذي (1646) و ابن ماجه (2783) والنسائي (3136) و ابن حبان (4636) وغيرهم من ائمة الحديث الشريف وسياتي تخريجه برقم (1355) باتم من هذا

Marfat.com

اس حدیث میں نماز اور روزے کا تو ذکر کیا گیا ہے لیکن حج اور زکوۃ کا ذکر نہیں ہے اس کی وجہ اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ یہ دو عبادتیں یعنی نماز اور روزہ دیگر عبادتوں کی نسبت اپنی امتیازی اور برتری شان رکھتی ہیں دوسرے یہ کہ ان دونوں عبادات کا تعلق ہر مسلمان سے ہے کہ وہ سب ہی مسلمانوں پر واجب ہیں جب کہ حج اور زکوۃ ایسی عبادتیں ہیں جو ہر مسلمان پر واجب نہیں ہیں بلکہ اسی مسلمان پر واجب ہیں جو مالدار صاحب استطاعت ہو۔ خواہ اپنے گھر و وطن میں بیٹھا رہے۔" اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فتح مکہ کے دن ارشاد فرمائی تھی کیونکہ فتح مکہ کے دن سے پہلے ہجرت ہر مؤمن پر فرض تھی۔

اور حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزہ رکھنے والا (نماز اور طاعت و عبادات میں) منہمک رہنے والا اور اللہ کی آیتوں یعنی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا جو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے (یعنی عبادات میں منہمک رہنے) سے کبھی نہیں تھکتا، یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اپنے گھر واپس آ جائے۔

(بخاری، ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث 910)

جب مجاہد اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے اور پھر جہاد کر کے گھر واپس آتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس دوران میں وہ ہمہ وقت جہاد میں مصروف نہیں رہتا بلکہ اس کے اوقات کا کچھ حصہ جہاد میں گزرتا ہے کہ جن میں وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور سوتا لیٹتا بھی ہے اور ایسے ہی دوسرے کاموں میں بھی وقت گذارتا ہے مگر اس کے باوجود اس کو یہ درجہ عطا کیا گیا ہے کہ گویا وہ کبھی بھی اور کسی وقت بھی عبادت سے خالی نہیں رہتا۔ چنانچہ ہر حرکت و سکون پر اور ہر عیش و آرام پر اس کے نامہ اعمال میں ثواب ہی لکھا جاتا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے نکلا اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہو گیا، اس کو (جہاد کے لئے) مجھ پر اس کے ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ اور کسی نے نہیں نکالا (یعنی اس کا جہاد میں جانا دکھاوے سنانے کے لئے یا دنیا میں کسی طلب و خواہش کے پیش نظر نہیں بلکہ وہ محض میری رضا و خوشنودی طلب کرنے کے لئے نکلا ہے) تو میں اس کو (یا تو بغیر غنیمت کے محض) آخرت کے اجر و ثواب کے ساتھ یا مال غنیمت کے ساتھ واپس کروں گا اور یا (اگر شہید ہو گیا تو) میں اس کو (بغیر حساب و عذاب کے سب سے پہلے جنت میں جانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل کروں گا (یا اس کی موت کے بعد ہی قیامت کے دن سے بھی پہلے جنت میں داخل کروں گا جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث 910)

راوی حدیث عبداللہ بن قیس کے احوال کا بیان

عبداللہ بن قیس: یہ اپنے لقب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ "شعر" یمن کا قبیلہ ہے یہ ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان اصحاب کے ہمراہ "شعر" قبیلے کے ہمراہ، خیبر فتح ہو جانے کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اکرام فرمایا، آپ نے فرمایا: تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سو ساٹھ احادیث نقل کی ہیں۔ ۴۴ ہجری میں کوفہ میں ان کا انتقال ہوا۔

Marfat.com

قاتل ومقتول دونوں کے جہنمی ہونے کا بیان

(9) وَعَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَان بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: "اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے مقابلے میں آ جائیں تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا جہنم میں جائیں گے۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! قاتل تو ٹھیک ہے لیکن مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ (متفق علیہ)

قاتل ومقتول دونوں کی نیت ومقاصد کا بیان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاتل اور مقتول دونوں کے ارادے اپنے مقاصد کی طرف منسوب ہوئے۔ اسی لئے تو مقتول کو دخول دوزخ کی وعید سنائی گئی کہ اگر چہ وہ مقتول ہے لیکن اعتبار اس کے مقاصد اور نیت کا کیا گیا ہے۔

راوی حدیث نفیع بن حارث کے احوال کا بیان

نفیع بن حارث ثقفی: یہ اہل طائف میں سے ایک ہیں۔ صحابی رسول ہیں ان کو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے طائف کے قلعے سے ایک جوان اونٹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوا دیا تھا۔ یہ جنگ جمل اور جنگ صفین سے الگ رہے۔ ۵۲ ہجری میں بصرہ میں ان کا انتقال ہوا۔ احادیث کی کتابوں میں ۱۱۰ سے ایک سو بتیس احادیث منقول ہیں۔

نماز باجماعت کی نیت سے وضو کر کے مسجد میں جانے کا بیان

(10) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَلَاةُ الرَّجُلِ فِىْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِىْ سُوْقِهٖ وَبَيْتِهٖ بِضْعاً وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، وَذٰلِكَ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ، لَا يَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلَاةُ: لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِى الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِىَ تَحْبِسُهٗ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِىْ مَجْلِسِهِ الَّذِىْ صَلّٰى فِيْهِ، يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ" . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ،

9- اخرجه احمد (7/20361) والبخاری (31) وغیره ومسلم (2888) وابو داؤد (3269) والنسائی (4129) وابن ماجه (3965) والطیالسی (884) وابن حبان (5945) والبغوی (2549)

10- اخرجه البخاری (477) ومسلم (272/649) (متفق علیه وهذا لفظ مسلم) اس کو مالک' احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی نے بعض حصے نقل کئے اسی طرح ابن ماجہ' اسماعیلی' ابوعوانہ' ابن الجارود نے مختصراً ذکر کیا۔ اسی طرح برقانی' ابونعیم' بیہقی وغیرہم (شرح عمدة الاحکام)

Marfat.com

وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَنْهَزُهُ" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَالْهَاءِ وَبِالزَّايِ : اَیْ يُخْرِجُهُ وَيُنْهِضُهُ .

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کے بازار یا گھر میں نماز پڑھنے سے بیس اور کچھ گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور جب کوئی شخص وضو کرے، اچھی طرح وضو کر کے وہ مسجد میں آئے اس کا مقصد صرف نماز ہو نماز کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ ہو تو وہ جو بھی قدم اٹھائے گا اس کے عوض میں اس کے درجے کو بلند کیا جائے گا اور اس کے گناہ کو معاف کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے پھر جب وہ مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ نماز کی حالت میں شمار ہو گا جب تک نماز اسے روکے رکھے گی اور فرشتے آدمی کے لیے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک آدمی اس جگہ میں موجود رہتا ہے جہاں اس نے نماز ادا کی تھی اور وہ یہ دعا کرتے ہیں، اے اللہ! اس پر رحم کر! اے اللہ! اس کی بخشش کر دے! اے اللہ! اس کی توبہ قبول کر لے! جب تک وہ شخص اس میں اذیت نہیں دیتا (راوی کہتے ہیں) یعنی وہ وضو نہیں توڑتا۔ (متفق علیہ)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ مسلم کے الفاظ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "يَنْهَزُهُ" اس میں "ی" پر زبر پڑھی جائے گی اور "ھ" اور "ز" پر بھی زبر پڑھی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے، وہ اسے نکالتا ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے تو جماعت کی نماز کے ثواب کی زیادتی ستائیس درجے معلوم ہوتی ہے مگر دوسری روایتوں میں پچیس درجے زیادتی مذکور ہے چنانچہ علماء محدثین لکھتے ہیں کہ اکثر روایتوں میں یہی ثابت ہے کہ جماعت کی نماز کا ثواب تنہا نماز کے ثواب سے پچیس درجے زیادہ ہوتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی ایک ایسی روایت ہے کہ جس میں ستائیس درجے کا ذکر کیا گیا ہے، لہٰذا اس حدیث اور ان احادیث میں یہ تطبیق پیدا کی جائے گی کہ پہلے وحی کے ذریعے پچیس ہی درجے ثواب کی زیادتی معلوم ہوئی ہوگی پھر بعد میں حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ستائیس درجے ثواب کی زیادتی کا اعلان فرمایا ہوگا۔ یا تطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ کہا جائے کہ درجات کا اختلاف نمازی کے احوال کے تفاوت کی بناء پر ہے یعنی کسی نمازی کو جماعت کی نماز کا ثواب اس کے اپنے احوال کی بناء پر ستائیس گنا ملتا ہے اور کسی نمازی کو جماعت کی نماز کا ثواب اس کے اپنے احوال کی بناء پر پچیس گناہ ملتا ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ ثواب کی زیادتی کی یہ فضیلت اس جماعت کی نماز کے ساتھ مختص ہے جو مسجد میں ادا کی جائے گی یا اس جماعت کی نماز کے لئے بھی ہے جو مسجد میں نہیں بلکہ گھر وغیرہ میں ادا کی جائے چنانچہ علماء کے رائے تو یہ ہے کہ یہ فضیلت مسجد کی جماعت کے ساتھ مختص ہے مگر دوسرے بعض علماء کا قول ہے کہ یہ فضیلت عمومی طور پر ہر جماعت کی نماز کے لئے ہے خواہ مسجد میں ادا کی جانے والی جماعت ہو یا مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ ہو۔

جماعت کی نیت سے گھر سے چلنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے وضو کیا اور اچھا (یعنی پوری شرائط و آداب

Marfat.com

اور حضور دل کے ساتھ) وضو کیا اور پھر (مسجد میں) گیا اور وہاں دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اس نمازی کے برابر ثواب عنایت فرما دیتا ہے جس نے وہاں جماعت میں حاضر ہو کر نماز پڑھی تھی اور اس کا ثواب دینے سے دوسرے (یعنی جماعت میں حاضر ہونے والوں) کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ (ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث 1116)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں شریک ہونے کی نیت سے مسجد میں آئے اور اتفاق سے اسے جماعت نہ مل سکے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے جماعت میں شریک ہونے والوں کے برابر ثواب عنایت فرماتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ قصداً دیر کر کے جماعت میں شریک ہونے سے نہ رہ جائے بلکہ اتفاقاً یا کسی عذر کی بناء پر اس کی جماعت جاتی رہے اگر کوئی قصداً جماعت کے وقت حاضر نہ ہو بلکہ جماعت ہو جانے کی بعد آئے تو اسے یہ ثواب نہیں ملے گا۔ حدیث کے آخری جز کا مطلب ہے کہ اسے یہ ثواب ان نمازیوں کے ثواب میں سے جو جماعت میں حاضر تھے کم کر کے نہیں ملے گا کہ جس کی وجہ سے ان کے ثواب میں کمی ہو جائے بلکہ ان نمازیوں کو تو اپنے فعل یعنی جماعت میں شریک ہونے کا بھر پور اجر ملے گا اور اسے جماعت کی نیت اور جماعت کے حاصل کرنے کے غلبہ شوق کی بناء پر ثواب دیا جائے گا۔

نیکی کا ثواب نیتوں کے لحاظ سے سات سو گنا تک ہو جانے کا بیان

(11) وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْمَا يَرْوِىْ عَنْ رَّبِّهٖ، تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَّاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَّاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَّاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

✧✧ حضرت ابو العباس عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو آپ نے اپنے پروردگار کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں طے کر دی ہیں پھر ان کو واضح بھی کر دیا ہے تو جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اسے ایک مکمل نیکی نوٹ کر لیتا ہے اور اگر کوئی شخص اس کا ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک لکھتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بے حد و شمار کرتا ہے اور اگر کوئی شخص برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں ایک مکمل نیکی کے طور پر شمار کر لیتا ہے اور اگر کوئی شخص اس کا ارادہ کرے اور اس پر عمل بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک برائی کے طور پر نوٹ کر لیتا ہے۔ (متفق علیہ)

شرح

اس امت کو اللہ نے اس فضل و کرم اور خصوصی احسان کے تحت جن خاص انعامات سے نوازا ہے ان میں سے ایک بہت بڑا انعام یہ بھی دیا ہے کہ جب کوئی آدمی مخلص اور صادق مومن نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حساب اس کا اجر صرف اسی

11- اخرجه البخاری (6491) و مسلم (131)

Marfat.com

ایک عمل کے برابر دینے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ اس جیسے دس عمل کا ثواب اس کو دیا جاتا ہے اور اس پر بھی بس نہیں ہوتا بلکہ جوں جوں ایمان میں صدق واستقامت اور عمل میں خلوص ونیک نیتی بڑھتی جاتی ہے اسی قدر اجر وانعامات بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہی نیک عمل پر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر عنایت فرمائے جاتے ہیں، بلکہ بعض حالات میں تو یہ اضافہ سینکڑوں اور ہزاروں کی حد سے بھی تجاوز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اگر حرم پاک میں کوئی نیک عمل کیا جائے تو اس مقدس جگہ کی عظمت و فضیلت کے طفیل میں اس پر ایک لاکھ اجر لکھے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر مومن سے بتقھائے بشریت کوئی برائی سرزد ہو جاتی ہے تو اس کا گناہ اضافہ کے ساتھ نہیں لکھا جاتا بلکہ جیسی برائی سرزد ہوتی ہے ویسا ہی یا اتنا ہی گناہ لکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس احسان کرم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

نیک کاموں کا ثواب سات سو گنا سے بھی بڑھ جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا (یعنی روزہ کی جو جزا ہے اسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ روزہ دار کو میں خود ہی دوں اس بارے میں کوئی دوسرا یعنی فرشتہ بھی واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ روزہ دار) اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لئے ہی چھوڑتا ہے (یعنی وہ میرے حکم کی بجا آوری میری رضاء وخوشنودی کی خاطر اور میرے ثواب کی طلب کے لئے روزہ رکھتا ہے) روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطف اور پسندیدہ ہے اور روزہ سپر ہے (کہ اس کی وجہ سے بندہ دنیا میں شیطان کے شروفریب سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلددوم: حدیث 463)

نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گناہ ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت ومجاہدہ اور اس کے خلوص وصدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گناہ ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات واوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر وثواب سے نوازی جاتی ہے چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلے میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ الا الصوم (مگر روزہ) سے ثواب کی اہمیت وفضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہاء اور لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

راوی حدیث عبداللہ بن عباس کے احوال کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بن عبدالمطلب الھاشمی ہیں ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ ہجرت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے جبکہ مسلمان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ دعا کی تھی۔

''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما''۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی محفل میں انہیں قریب رکھا کرتے تھے اور ان کے علم کی وسعت اور ذہانت سے فائدہ حاصل کرتے تھے اور ان سے مشورے لیا کرتے تھے۔ ان کا انتقال 71 ہجری میں طائف میں ہوا اور وہیں دفن کیے گئے۔

نیک اعمال کے وسیلے سے نجات پانے والے تین اصحاب کا واقعہ

(12) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: ''اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰی اٰوَاهُمُ الْمَبِیْتُ اِلٰی غَارٍ فَدَخَلُوْهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَیْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوْا: اِنَّهُ لَا یُنْجِیْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰی بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ. قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اَللّٰهُمَّ كَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَیْخَانِ كَبِیْرَانِ، وَكُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَلَا مَالًا، فَنَاٰی بِیْ طَلَبُ الشَّجَرِ یَوْمًا فلم اَرِحْ عَلَیْهِمَا حَتّٰی نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَیْنِ، فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَاَنْ اَغْبِقَ قَبْلَهُمَا اَهْلًا اَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰی یَدِیْ اَنْتَظِرُ اسْتِیْقَاظَهُمَا حَتّٰی بَرِقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْیَةُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَیَّ، فَاسْتَیْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَیْئًا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهُ. قَالَ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَتْ لِیَ ابْنَةُ عَمٍّ، كَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیَّ - وَفِیْ رِوَایَةٍ: كُنْتُ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا یُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ - فَاَرَدْتُهَا عَلٰی نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّیْ حَتّٰی اَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِیْنَ فَجَاءَتْنِیْ فَاَعْطَیْتُهَا عِشْرِیْنَ وَمِئَةَ دِیْنَارٍ عَلٰی اَنْ تُخَلِّیَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ، حَتّٰی اِذَا قَدَرْتُ عَلَیْهَا - وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَلَمَّا قَعَدْتُ بَیْنَ رِجْلَیْهَا، قالتْ: اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهِ، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِیَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِیْ اَعْطَیْتُهَا. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ، غَیْرَ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا. وَقَالَ الثَّالِثُ: اَللّٰهُمَّ اسْتَاْجَرْتُ اُجَرَاءَ وَاَعْطَیْتُهُمْ اَجْرَهُمْ غیر رَجُلٍ وَاحِدٍ

12- اخرجه احمد (2/5980) و البخاری (2215) نسائی - ابن حبان عن ابی هریرة مختصراً اس میں یہ الفاظ زائد ہیں- انما فعلت رجاء رحمتك وخشية عذابك اور یہ الفاظ بھی ہیں ایک کی دعا سے فزال ثلث الحجر فی الثالث نزال الحجر فخر خواه يتماشون ہے

تَـرَكَ الَّذِیْ لَهٗ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ اَجْرَهٗ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ الْاَمْوَالُ، فَجَاءَنِیْ بَعْدَ حِیْنٍ، فَقَالَ : یَا عَبْدَ اللّٰهِ، اَدِّ اِلَیَّ اَجْرِیْ، فَقُلْتُ : كُلُّ مَا تَرٰى مِنْ اَجْرِكَ : مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِیْقِ، فَقَالَ: یَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا تَسْتَهْزِیْءُ بِیْ ! فَقُلْتُ : لَا اَسْتَهْزِءُ بِكَ، فَاَخَذَهٗ كُلَّهٗ فَاسْتَاقَهٗ فَلَمْ یَتْرُكْ مِنْهُ شَیْئًا ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا یَمْشُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔

✧✧ حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: پہلے زمانے میں تین لوگ آپس میں باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے رات بسر کرنے کے لئے وہ ایک غار میں چلے گئے۔ وہاں سے ایک پتھر گرا اور اس نے غار کے منہ کو بند کر دیا انہوں نے کہا کہ تم اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا: اے اللہ! میرے ماں باپ بوڑھے اور عمر رسیدہ ہیں۔ میں ان سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور اپنے غلاموں کو کچھ کھانے پینے کے لئے نہیں دیتا تھا ایک مرتبہ درخت ڈھونڈتے ہوئے مجھے دیر ہوگئی میں شام کے وقت واپس آیا وہ دونوں سو چکے تھے میں نے ان دونوں کے لئے دودھ دوہ لیا تو ان کو سوئے ہوئے پایا مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں ان دونوں کو نیند سے بیدار کروں اور یہ بھی اچھا نہیں لگا کہ ان سے پہلے میں اپنے گھر والوں یا پھر غلاموں کو کھانا کھلا دوں میں اسی طرح سے ٹھہرا رہا۔ پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی میرے بچے میرے قدموں میں روتے بلکتے رہے جب وہ دونوں بیدار ہوئے اور دودھ کو پی لیا (پھر میں نے اپنے گھر والوں کو دیا) اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہم اس پتھر کی وجہ سے جس مشکل میں ہیں۔ ہمیں اس مشکل سے رہائی نصیب فرما (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) پتھر وہاں سے ہٹ گیا لیکن وہ لوگ وہاں سے نکل نہیں سکتے تھے۔ دوسرے نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچازاد تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی' ایک روایت میر ظ ہیں: میں اس سے اتنی محبت کرتا تھا جتنی شدید محبت مرد عورتوں سے کرتے ہیں۔ میں نے اس کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے انکار کر دیا یہاں تک کہ اس نے مجھے ایک سال تک اس پریشانی میں رکھا پھر وہ میرے پاس آئی میں نے اس 120 دینار دیئے کہ وہ مجھے اپنی ذات پر قابو دے اس نے ایسا کر لیا جب میں نے اس پر قدرت حاصل کر لی' ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا' اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ناحق طور پر مہر کو نہ توڑو تو میں اس کے پاس سے اُٹھ گیا حالانکہ میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ محبوب شخصیت تھی۔ میں نے جو سونا اسے دیا تھا وہ بھی چھوڑ دیا اے اللہ! اگر میں نے ایسا تیری رضا کے حصول کے لیے تھا تو ہم جس مشکل میں ہیں اس سے ہمیں نجات عطا فرما (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) وہ چٹان کچھ اور کھسک گئی تاہم یہ لوگ اب بھی وہاں سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے کچھ مزدوروں کو کام پر رکھا میں نے ان سب کو ان کا معاوضہ دے دیا لیکن ایک کو نہیں دیا اس شخص نے معاوضے کو ترک کر دیا اور چلا گیا میں نے اس کے معاوضے کو استعمال کرنا شروع کیا یہاں تک کہ اس سے اموال زیادہ ہو گئے ایک طویل عرصے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور بولا۔ اے اللہ کے بندے! میرا معاوضہ مجھے دو میں نے اس سے کہا یہ جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب تمہارا معاوضہ ہے یہ اونٹ یہ گائے اور بکریاں اور غلام' اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! تم میرے ساتھ مذاق نہ کرو میں نے کہا میں تمہارے ساتھ

Marfat.com

مذاق نہیں کر رہا۔اس نے ان سب چیزوں کو لیا اور اپنے ساتھ لے گیا اس نے ان میں سے کسی بھی ایک چیز کو نہیں چھوڑا اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے حصول کے لئے کیا تھا تو ہم جس مشکل میں ہیں ہم سب کو اس سے نجات عطا فرما تو وہ چٹان وہاں سے ہٹ گئی اور وہ لوگ وہاں سے باہر آ گئے۔(متفق علیہ)

راوی حدیث عبداللہ بن عمر کے احوال کا بیان

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بن الخطاب: ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔یہ بعثت کے دوسرے سال پیدا ہوئے تھے۔انہوں نے بہت چھوٹی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ اسلام قبول کر لیا تھا۔یہ اس وقت ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے۔گیارہ برس کی عمر میں انہوں نے اپنے والد اور والدہ کے ہمراہ ہجرت کی۔غزوہ احد اور غزوہ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چھوٹی عمر کی وجہ سے ان کو اپنے ساتھ شریک نہیں کیا کیونکہ پندرہ سال سے کم عمر کسی بھی شخص کو نبی اکرم نے جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔سب سے پہلی مرتبہ یہ غزوہ خندق میں شامل ہوئے اور اس کے بعد کسی بھی غزوہ میں پیچھے نہ رہے۔یہ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جن سے بہت زیادہ احادیث منقول ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

ان سے 1630 احادیث منقول ہیں۔ان کا انتقال 73 ہجری میں ہوا۔

بَابُ التَّوْبَةِ

یہ باب توبہ کے بیان میں ہے

توبہ کے معنی ومفہوم کا بیان

توبہ" کے معنی ہیں رجوع کرنا گناہوں سے طاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف اور غیبت سے حضور کی طرف۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کی بخشش کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کے گناہوں کو دنیا میں بھی ڈھانکے بایں طور کہ کسی کو اس کے گناہ کا علم نہ ہونے دے اور آخرت میں اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے بایں طور کہ اس کو ان گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ کرے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے پوچھا گیا کہ "توبہ" کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے فرمایا کہ گناہ کو فراموش کر دینا یعنی توبہ کرنے کے بعد گناہ کی لذت کا احساس بھی دل سے اس طرح ختم ہو جائے گویا وہ جانتا ہی نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے!!۔اور سہیل تستری سے پوچھا گیا کہ حضرت! توبہ کا کیا مفہوم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تم گناہوں کو فراموش نہ کرو یعنی گناہ کو بھول مت جاؤ تا کہ عذاب الٰہی کے خوف سے آئندہ کسی گناہ کی جرات نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کے اس حکم آیت (توبوا الی اللہ جمیعا) تم سب اللہ کی طرف رجوع کرو۔کے مطابق استغفار یعنی طلب بخشش ومغفرت اور توبہ کرنا ہر بندہ پر واجب ہے کیونکہ کوئی بندہ بحسب اپنے حال و مرتبہ کے گناہ یا بھول چوک سے خالی نہیں ہے لہٰذا ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے تمام گزشتہ گناہوں سے توبہ کرے۔طلب بخشش ومغفرت کرے آئندہ تمام گناہوں سے بچتا رہے اور صبح وشام توبہ واستغفار کو اپنا معمول بنالے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کا

Marfat.com

کفارہ ہوتا رہے خواہ وہ گناہ قصداً کئے ہوں یا خطاء وسہواً سرزد ہوئے ہوں اور گناہوں کی نحوست کی وجہ سے طاعت کی توفیق سے محروم نہ رہے نیز گناہوں پر اصرار کی ظلمت دل کو پوری طرح گھیر کر اللہ نخواستہ کفر ودوزخ تک نہ پہنچا دے۔

توبہ کے صحیح ہونے کی شرائط کا بیان

توبہ کے صحیح اور قبول ہونے کے لئے چار باتیں ضروری ہیں اور شرط کے درجہ میں ہیں۔

ایک تو یہ کہ محض اللہ کے عذاب کے خوف سے اور اس کے حکم کی تعظیم کے پیش نظر ہی توبہ کی جائے، درمیان میں توبہ کی کوئی اور غرض نہ ہو مثلاً لوگوں کی تعریف ومدح کا حصول اور ضعف وفقر کی وجہ، توبہ کی غرض میں داخل نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ گزشتہ گناہوں پر واقعی شرمندگی وندامت ہو۔ تیسرے یہ کہ آئندہ ہر ظاہری وباطنی گناہ سے اجتناب کرے۔

اور چوتھے یہ کہ پختہ عہد اور عزم بالجزم کرے کہ آئندہ ہرگز کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ توبہ کی کیفیت اور اثر آئندہ گناہ کرنے کے عزم کا صحیح ہونا یہ ہے کہ توبہ کرنے والا اپنے بلوغ کی ابتداء سے توبہ کرنے کے وقت تک پورے عرصہ کا جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ اس سے کیا کیا گناہ سرزد ہوئے ہیں تاکہ ان میں سے ہر ایک گناہ کا تدارک کرے چنانچہ اگر اس عرصہ میں وہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر فرائض ترک ہوئے ہوں تو ان کی قضاء کرے اور اپنے اوقات کو نفل یا فرض کفایہ عبادتوں میں مصروف رکھ کر ان فرائض کو قضا کرنے میں سستی نہ کرے۔ اسی طرح اس عرصہ میں اگر ممنوع حرام چیزوں کا ارتکاب کیا ہے مثلاً شراب پی ہے یا اور کوئی ممنوع وقبیح فعل کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ان سے توبہ واستغفار کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے نام پر غرباء ومساکین میں اپنا مال خرچ کرے اور صدقہ وخیرات کرتا رہے تاکہ اس کی توبہ باب قبولیت تک پہنچے اور حق تعالیٰ کی طرف سے اسے بخشش ومغفرت سے نوازا جائے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل پر یقین رکھے کہ انشاء اللہ توبہ قبول ہوگی اور مغفرت کی جائے گی۔

چنانچہ خود حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آیت (ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیأت)۔ وہ ایسا رحیم وکریم ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے۔ یہ تو اس توبہ کی بات تھی جو ان گناہوں سے کی جائے جو محض اللہ تعالیٰ کے گناہ ہوں یعنی جن کا تعلق صرف حق اللہ سے ہو اور اگر اپنے اوپر وہ گناہ ہوں جن کا تعلق حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی تلفی یا ان کے نقصان سے ہو تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ سے بھی اپنی بخشش ومغفرت چاہے کیونکہ اس کی نافرمانی کی اور ان بندوں سے بھی ان کا تدارک کرے جن کی حق تلفی ہوئی ہے۔ چنانچہ اگر حق تلفی کا تعلق مال سے ہو تو یا صاحب حق کو وہ مال ادا کرے یا اس سے معاف کرائے اور اگر اس کا تعلق مال سے نہ ہو جیسے غیبت یا اور کوئی ذہنی وجسمانی تکلیف جو اسے پہنچی ہو تو اس سے معافی چاہے۔

اگر حق تلفی کا تعلق کسی ایسی کوتاہی یا قصور سے ہو کہ اگر معاف کراتے وقت اس کا تذکرہ کسی فتنہ وفساد کا سبب بنتا ہو تو ایسی صورت میں اس قصور کا ذکر کئے بغیر اس شخص سے مطلقاً قصور معاف کرائے مثلاً اس سے یوں کہے کہ مجھ سے جو بھی قصور ہو گیا ہو اسے معاف کر دیجئے اور اگر اس طرح معاف کرانے میں بھی فتنہ وفساد کا خوف ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے۔ اس کی بارگاہ میں تضرع وزاری کرے، اچھے کام کرے اور صدقہ وخیرات کرتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور اس شخص کو جس کا

Marfat.com

قصور ہوا ہے آخرت میں اپنے فضل وکرم کے تحت اپنے پاس سے اجر دے کر اسے راضی کرائے۔

صاحب حق کے فوت ہونے پر معاف کرانے کا بیان

اگر صاحب حق مر چکا ہو تو اس کے وارث اس کے قائم مقام ہیں اس لئے مردہ کا حق ان سے معاف کرائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے نیز مردہ کی طرف سے بھی صدقہ خیرات کرے۔ ایک مومن مسلمان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں بالکل سستی اور تاخیر نہ کرے نیز نفس کے مکر اور شیطان کے وسوسہ میں مبتلا ہو کر یہ نہ سوچ کہ میں توبہ پر قائم تو رہ سکوں گا نہیں اس لئے توبہ کیسے کروں کیونکہ جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اس لئے اگر بتقاضائے بشریت توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ سرزد نہ ہو جائے تو پھر توبہ کرے چاہے دن میں کئی مرتبہ ایسا ہو بشرطیکہ توبہ کے وقت اس کے دل میں یہ خیال نہ ہو کہ میں پھر گناہ بھی کروں گا اور توبہ بھی کرلوں گا بلکہ توبہ کرتے وقت یہی احساس رہے کہ شاید پھر گناہ کرنے سے پہلے مر جاؤں اور یہ توبہ میری آخری توبہ ثابت ہو۔ جب کوئی شخص توبہ کرنا چاہے تو پہلے نہا دھو کر صاف کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز حضور قلب کے ساتھ پڑھے اور سجدہ میں گر کر بہت ہی زیادہ تضرع و زاری کے ساتھ اپنے نفس کو ملامت کرے اور اپنے گزشتہ گناہوں کو یاد کر کے عذاب الٰہی کے خوف سے اپنے قلب کو لرزاں و ترساں کرے اور شرمندگی و ندامت کے پورے احساس کے ساتھ توبہ و استغفار کرے اور پھر ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض رسا ہو۔ میرے پروردگار! تیرے در سے بھاگا ہوا یہ گنہگار غلام اپنے گناہوں کی پوٹ لئے پھر تیرے در پر حاضر ہوا ہے انتہائی ندامت و شرمندگی کے ساتھ اپنی لغزشوں اور اپنے گناہوں کی معذرت لے کر آیا ہے تیری ذات رحیم و کریم ہے تو ستار و غفار ہے اپنے کرم کے صدقے میرے گناہ بخش دے! اپنے فضل سے میری معذرت قبول فرما کر رحمت کی نظر سے میری طرف دیکھ نہ صرف یہ کہ میرے پچھلے گناہ بخش دے بلکہ آئندہ ہر گناہ و لغزش سے مجھے محفوظ رکھ کہ خیر و بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے اور اپنے گنہگار بندوں کو تو ہی بخشنے والا ہے اس کے بعد درود پڑھے اور تمام ہی مسلمانوں کے لئے بخشش و مغفرت چاہے۔

یہ تو عوام کی توبہ ہے کہ جن کی زندگی اور گناہ کے درمیان کوئی بڑی حد فاصل نہیں ہوتی اور وہ گناہ و معصیت میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں اور ان کی یہ توبہ انہیں اس بشارت کا مستحق قرار دیتی ہے کہ آیت (ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین) لیکن خواص کہ جو اللہ کے اطاعت گزار بندے ہوتے ہیں جن کی زندگی معصیت و گناہ سے دور رہتی ہے اور اتباع شریعت کی حامل ہوتی ہے ان کی توبہ یہ ہے کہ وہ ان برے اخلاق سے کہ جن سے قلب کو پاک رکھنا واجب ہے توبہ کریں، اسی طرح عاشقین اللہ کی توبہ یہ ہے کہ اگر بتقاضائے بشریت کسی وقت ان سے ذکر اللہ اور یاد الٰہی میں غفلت ہو جائے اور ماسوی اللہ میں مشغول ہو جائیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اپنی اس کوتاہی سے توبہ کریں۔ یہ بات جان لینی چاہئے کہ گناہ کبیرہ کا صدور ایمان سے خارج نہیں کرتا لیکن فاسق و عاصی کر دیتا ہے گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کے متعلق۔ (باب الکبائر وعلامات النفاق)

جہاں تک صغیرہ گناہوں کا تعلق ہے تو وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ایک عام زندگی کے لئے ان سے اجتناب بھی دشوار ہے چنانچہ مسلک مختار کے مطابق صغیرہ گناہ سے تقویٰ میں خلل نہیں پڑتا بشرطیکہ گناہ صغیرہ پر اصرار و دوام نہ ہو کیونکہ صغیرہ گناہ پر اصرار و دوام

Marfat.com

گناہ کبیرہ کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ لہٰذا ہر مومن و مسلمان پر واجب ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں اور حتی المقدور صغیرہ گناہوں سے اجتناب بھی کرے اور جانے کہ اگرچہ گناہ ایمان سے خارج نہیں کر دیتے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ گناہ کی زندگی رفتہ رفتہ انجام کار کفر اور دوزخ کی حد تک پہنچا دے۔

گناہ پر توبہ کرنے کے واجب ہونے کا بیان

قَالَ الْعُلَمَاءُ : اَلتَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ، فَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا تَتَعَلَّقُ بِحَقِّ اٰدَمِيٍّ فَلَهَا ثَلَاثَةُ شُرُوْطٍ :

اَحَدُهَا : اَنْ يُّقْلِعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ .

وَالثَّانِیْ : اَنْ يَّنْدَمَ عَلٰى فِعْلِهَا .

وَالثَّالِثُ : اَنْ يَّعْزِمَ اَنْ لَّا يَعُوْدَ اِلَيْهَا اَبَدًا . فَاِنْ فُقِدَ اَحَدُ الثَّلَاثَةِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُهُ .

وَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِاٰدَمِيٍّ فَشُرُوْطُهَا اَرْبَعَةٌ : هٰذِهِ الثَّلَاثَةُ، وَاَنْ يَّبْرَاَ مِنْ حَقِّ صَاحِبِهَا، فَاِنْ كَانَتْ مَالًا اَوْ نَحْوَهُ رَدَّهُ اِلَيْهِ، وَاِنْ كَانَتْ حَدَّ قَذْفٍ وَنَحْوَهُ مَكَّنَهُ مِنْهُ اَوْ طَلَبَ عَفْوَهُ، وَاِنْ كَانَتْ غِيْبَةً اُسْتَحَلَّهُ مِنْهَا . وَيَجِبُ اَنْ يَّتُوْبَ مِنْ جَمِيْعِ الذُّنُوْبِ، فَاِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِهَا صَحَّتْ تَوْبَتُهُ عِنْدَ اَهْلِ الْحَقِّ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ وَبَقِيَ عَلَيْهِ الْبَاقِیْ . وَقَدْ تَظَاهَرَتْ دَلَائِلُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ عَلٰى وُجُوْبِ التَّوْبَةِ .

✧✧ علماء فرماتے ہیں ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے۔ اگر گناہ کا تعلق بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو اور کسی انسان کا حق اس سے متعلق نہ ہو تو اس کے لئے تین شرائط ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے وہ اس گناہ سے لاتعلق ہو جائے۔

دوسری یہ ہے وہ اس کے ارتکاب پر نادم ہو۔

تیسری یہ ہے وہ اس بات کا پختہ ارادہ کرے کہ دوبارہ کبھی اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

اگر ان تین میں سے کوئی ایک بھی شرط موجود نہ ہوئی تو توبہ درست نہیں ہوگی۔ اگر گناہ کا تعلق کسی آدمی کے ساتھ ہو تو اس کی شرائط چار ہوں گی۔ ان (مذکورہ بالا) تین شرائط (کے ہمراہ چوتھی شرط یہ ہے) کہ آدمی اس حقدار کے حق سے بری الذمہ ہو یعنی اگر مال وغیرہ تھا تو اسے وہ واپس کرے اور اگر حد قذف وغیرہ کا معاملہ ہو تو اپنے آپ کو اس کے حوالے کرے یا اس سے معافی مانگے اور اگر غیبت ہو تو اسے بھی معاف کروائے۔

تمام گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے۔

اگر کوئی شخص بعض گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اہل حق کے نزدیک ان مخصوص گناہوں سے اس کی توبہ درست ہوگی اور باقی (گناہوں سے توبہ کرنا) اس کے ذمے باقی رہ جائے گا۔ توبہ کے فرضیت کتاب سنت اور اجماع امت کے مختلف دلائل سے ثابت ہے۔

Marfat.com

توبہ کے ذریعے کامیابی حاصل ہونے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ وَتُوبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (النور: 31)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اے ایمان والو! تم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کروتا کہ تم کامیابی حاصل کرلو''۔

توبہ کرو اللہ سے تم سب کے سب اے مومن بندو۔ اس آیت میں اول مردوں کو نظریں پست رکھنے کا حکم پھر عورتوں کو ایسا ہی حکم پھر عورتوں کو غیر محرموں سے پردوہ کرنے کا حکم الگ الگ دینے کے بعد اس جملے میں سب مرد وعورت کو شامل کر کے ہدایت کی گئی ہے کہ شہوت نفسانی کا معاملہ دقیق ہے دوسروں کو اس پر اطلاع ہونا مشکل ہے مگر اللہ تعالیٰ پر ہر ہر چھپا ہوا اور کھلا ہوا یکساں ظاہر ہے اس لئے اگر کسی سے احکام مذکورہ میں کسی وقت کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے گزشتہ پر ندامت کے ساتھ اللہ سے مغفرت مانگے اور آئندہ اس کے پاس نہ جانے کا عزم مصمم کرے۔

استغفار وتوبہ کثرت سے کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ﴾ (هود: 3)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو''۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث 869 مکررات 0 متفق علیہ 0)

استغفار کے معنی ومفہوم کا بیان

"استغفار" کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشش چاہنا اور چونکہ "استغفار" کے ضمن میں جس طرح "توبہ" بھی آجاتی ہے اسی طرح کبھی "توبہ" "استغفار کے ضمن میں نہیں بھی آتی اس لئے باب کا عنوان قائم کرتے ہوئے بطور خاص والتوبۃ کا ذکر کیا گیا ہے یا پھر والتوبہ کو الگ سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ استغفار تو زبان سے متعلق ہے کہ بندہ اپنی زبان کے ذریعہ اللہ سے بخشش ومغفرت مانگتا ہے جب کہ توبہ کا تعلق دل سے ہے کیونکہ کسی گناہ پر ندامت وشرمندگی اور پھر اللہ کی طرف رجوع اور آئندہ اس گناہ میں ملوث نہ ہونے کا عہد دل ہی سے ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تجھے بخشوں گا تو نے جو برا کام بھی کیا ہوگا اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی یعنی تو چاہے کتنا ہی بڑا گنہگار ہو تجھے بخشنا میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے بخشش چاہے تو میں تجھ کو بخش دوں گا۔ اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی، اے ابن آدم! اگر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تیرے ساتھ گناہوں سے بھری ہوئی زمین ہو تو میں تیرے پاس بخشش مغفرت سے بھری ہوئی زمین کو لے کر آؤں گا۔ بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔ (یعنی شرک میں مبتلا نہ ہوا ہو) ترمذی اور احمد ودارمی نے اس وایت کو ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے نیز امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث 869)

Marfat.com

خالص توبہ کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا﴾ (التحریم: 8).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرو''۔

نصوح کی توبہ کا رقت انگیز واقعہ

ایک شخص جن کا نام نصوح تھا۔ اس کی شکل مردوں والی تھی لیکن اسکی آواز عورتوں کی سی تھی اور شاہی محلات میں بیگمات اور دختران خسروان کو نہلانے اور میل نکالنے کی خدمت پر مأمور تھا اور عورت کے لباس میں یہ شخص ملازمہ اور خادمہ بنا ہوا تھا۔ چونکہ یہ مرد شہوت کاملہ رکھتا تھا اس لئے مالش زنان خسروان سے نفسانی لذت بھی خوب پاتا تھا اور جب بھی توبہ کرتا اس کا نفس ظالم اس کی توبہ کو توڑ دیتا۔ ایک دن اس عاجز نے سنا کہ کوئی بڑے عارف بزرگ تشریف لائے ہیں یہ بھی حاضر ہوا اور کہا۔

کہ ہم کو بھی دعا میں یاد رکھنا۔ اس بزرگ کی دعا سات آسمانوں سے اوپر سے گزر گئی یعنی اس عاجز کا کام بن گیا۔ اس خدائے پاک نے اپنی قدرۃ خاصہ سے ایک سبب اس عاجز کی خلاصی کا پیدا کیا وہ سبب غیب سے ظاہر ہوا۔ کہ نصوح اور اس کے ساتھ تمام خادمات کی تلاشی کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ زنان خانہ میں ایک بیش بہا موتی گم ہو گیا تھا حمام خانے کو بند کر کے تلاشی لی گئی جب سامان میں وہ موتی نہ ملا۔

تو آواز دی گئی کہ سب خادمات عریاں ہو جائیں خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھی ہوں۔ اس آواز سے نصوح پر لرزہ طاری ہو گیا۔ کیونکہ در اصل یہ مرد تھا اور عورت کے بھیس میں یہ خادمہ بنا ہوا تھا اس نے سوچا کہ آج میں رسوا ہو جاؤں گا۔ اور بادشاہ غیرت کے سبب اپنی عزت وناموس کا مجھ سے بدلہ لے گا اور مجھے قتل سے کم سزا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ جرم نہایت سنگین ہے۔

نصوح اسی خوف کی کیفیت سے دوچار ہو کر تنہائی میں گیا اس کا چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے ہو رہے تھے اور ہیبت سے گھبرایا ہوا تھا۔ نصوح موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا۔ اور یوں جھوم رہا تھا جیسے کوئی درخت زلزلہ کی وجہ سے جھومتا ہے اسی حالت وکیفیت میں وہ سجدہ میں گر گیا۔ اور رو، رو کر کہنے لگا۔ اے میرے رب! بارہا میں نے غلط راستہ اپنایا اور توبہ وعہد کو بارہا توڑا۔

اے خدا! اب وہ معاملہ فرما جو آپ کی شان کے لائق ہے کیونکہ میرے ہر سوراخ سے مجھے میرا سانپ ڈس رہا ہے۔ اگر موتی کی تلاشی خادمات سے گزر کر مجھ تک پہنچی تو اُف! میری جان کس قدر سختی وبلا اور عذاب کا مزہ چکھے گی۔

نصوح مناجات کرتے ہوئے کہنا لگا کہ اے خدا! اگر اس مرتبہ تو مجھے معاف فرما دے تو میں آئندہ کیلئے ہر قسم کے گناہ سے سچی توبہ کرتا ہوں۔ اے میرے رب! میرے جسم میں سینکڑوں شعلے غم کی آگ کے بھڑک رہے ہیں اور آپ میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیں کہ میں کس طرح حالت بے کسی اور درد سے فریاد کر رہا ہوں۔

نصوح اپنے رب کی بارگاہ میں اسی طرح کی گریہ زاری کر ہی رہا تھا کہ آواز آئی۔ سب کی تلاشی ہو چکی ہے اب نصوح کو لایا جائے۔ اور اے نصوح! اب تو سامنے آ، اور عریاں ہو جا، بس نصوح کا یہ سننا تھا کہ عریاں ہونے سے میرا پردہ فاش ہوگا۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اور اس کی روح عالم بالا کی سیر میں مشغول ہو گئی۔

اس کی روح بے ہوشی کے وقت حق کے قریب ہوئی اور بحر رحمت کو اس وقت جوش آیا اور حق تعالیٰ کی قدرت سے نصوح کی پردہ پوشی

کیلئے بلا تاخیر وہ موتی مل گیا۔ اچانک آواز آئی کہ خوف ختم ہوا اور وہ موتی مل گیا۔

وہ بے ہوش نصوح پھر ہوش میں آیا۔ اس کی آنکھیں سینکڑوں دن سے زیادہ روشن تھیں، یعنی عالم بے ہوشی میں نصوح کی روح کو حق تعالیٰ نے رحمت وتجلیات قرب کا مشاہدہ کرادیا تھا۔ جس کے انوار اس کی آنکھوں میں ہوش آنے کے بعد بھی تاباں تھے۔

شاہی خاندان کی عورتوں نے نصوح سے معذرت کی اور شفقت سے کہا کہ ہم نے غلطی کی اور بدگمانی کی وجہ سے تم کو تکلیف پہنچائی۔

نصوح نے کہا یہ تو مجھ پر میرے رب کا فضل ہو گیا ورنہ میں تو اس سے بھی برا تھا جو کچھ میرے بارے میں کہا گیا تھا۔

اس کے بعد سلطان کی ایک دختر نے اس کو مالش اور نہلانے کیلئے کہا مگر نصوح اللہ والا ہو چکا تھا۔ اور بے ہوشی میں اس روح قرب کے مقام پر فائز ہو چکی تھی۔ اتنے مضبوط تعلق مع اللہ اور یقین کی نعمت کے بعد کوئی گناہ کی ظلمت کی طرف کس طرح رخ کر سکتا ہے۔ روشنی کے بعد ظلمت سے کراہت محسوس ہونا فطری امر ہے۔ نصوح نے سلطان کی بیٹی سے کہا۔

اے دختر شاہ! میرے ہاتھ کی طاقت بیکار ہو گئی اور اب تمہارا نصوح بیمار ہو چکا ہے یعنی اس حیلہ سے اس نے اپنے آپ کو گناہ سے بچایا نصوح نے اپنے دل میں کہا کہ جرم حد سے گزر گیا اب میرے دل سے وہ خوف اور گمان کیسے نکل سکتا ہے۔ نصوح نے کہا میں نے حقیقی توبہ اپنے مولیٰ سے کی ہے اب میں اس توبہ کو ہرگز نہ توڑوں گا۔ خواہ جان ہی میرے تن سے جُدا ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ! جب کوئی اطاعت گزار تجھے پکارتا ہے تو اس کے جواب میں کیا ارشاد فرماتا ہے؟ فرمایا: "**لبيك**" پھر عرض کیا یا اللہ! جب کوئی زاہد تجھے پکارتا ہے تو اس کے جواب میں کیا ارشاد فرماتا ہے؟ فرمایا: "**لبيك**" عرض کیا گیا جب کوئی گناہگار تجھے پکارتا ہے تو اس کے جواب میں کیا ارشاد فرماتا ہے؟ فرمایا: "لبيك.لبيك ،لبيك"

ارشاد فرمایا: اے کلیم اللہ! سنئے اطاعت گزار اور عبادت کرنے والے زاہد کو تو اطاعت وعبادت پر بھروسہ تھا مگر گناہگار کو صرف میری رحمت درکار تھی میں اپنے دروازے سے کسی کو مایوس نہیں لوٹاتا۔

اس لئے کہ وہ تو مجھے پکارتا ہے اور میرا ارشاد ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرتا ہے میں اسے کفایت کرنے والا ہوں۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان لوگوں پر سلام بھیجتے ہیں جو اپنے گناہوں پر نادم ہوتے ہوئے ان کا اعتراف کرتے ہیں (اور توبہ صادقہ کرتے ہیں)۔ (نزہۃ المجالس، ۱۹۱)

دن میں ستر سے زیادہ بار دعائے مغفرت مانگنے کا بیان

(13) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ ستر مرتبہ دعائے مغفرت کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

13- اخرجه احمد (3/7798) والبخاری (6307) والترمذی (3259) والنسائی فی الکبری (6/11495) وفی عمل الیوم واللیلة (434) وغیره و ابن ماجه (3815) وابن حبان (1925) وابن ابی شیبة (297/10)

شرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی کثرت سے استغفار و توبہ اس لئے نہیں کرتے تھے کہ معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گناہ میں مبتلا ہوتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام عبدیت کے سب سے اونچے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے اپنے طور پر یہ سمجھتے تھے کہ شاید مجھ سے اللہ کی بندگی وعبادت میں کوئی قصور ہو گیا ہو اور میں وہ بندگی نہ کر سکا ہوں جو رب ذوالجلال والاکرام کی شان کے لائق ہے۔ نیز اس سے مقصود امت کو استغفار و توبہ کی ترغیب دلانا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ معصوم اور خیر المخلوقات تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن میں ستر بار توبہ واستغفار کی تو گنہگاروں کو بطریق اولیٰ استغفار و توبہ بہت کثرت سے کرنی چاہئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ روئے زمین پر عذاب الٰہی سے امن کی دو ہی پناہ گاہیں تھیں ایک تو اٹھ گئی دوسری باقی ہے لہٰذا اس دوسری پناہ گاہ کو اختیار کرو، جو پناہ گاہ اٹھ گئی وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور جو باقی ہے وہ استغفار ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ آیت (وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون) ۔اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس حالت میں عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک وہ استغفار کرتے ہوں۔

راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ کے مختصر احوال کا بیان

عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی: یہ اپنی کنیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ یہ بڑے محبوب صحابی ہیں۔ غزوہ خیبر کے موقع پر انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور غزوہ خیبر میں شریک ہوئے تھے۔ بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کی وجہ سے ان کا حافظہ بہت زیادہ ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حدیث اور علم کی طرف زیادہ راغب پایا تھا۔ اس لئے اپنی زبان مبارک سے ان کے حق میں دعا دی تھی۔ ۵۷ ہجری میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا تھا، ان سے 5374 احادیث منقول ہیں۔

دن میں سو بار توبہ کرنے کا بیان

(14) وَعَنِ الْاَغَرِّ بنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا اَيُّهَا النَّاسُ، تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ، فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِئَةَ مَرَّةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت اغر بن یسار المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو بے شک میں روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

14- مسلم ج 2- میں ذکر کیا اور کتاب السلاح میں فرمایا کتب ستہ میں حضرت اغر رضی اللہ عنہ کی صرف یہی روایت ہے- ابن ماجہ 3815

Marfat.com

شرح

اس حدیث کے معنی ومفہوم اوراس کی وضاحت کرنے کے سلسلہ میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اس بات کومحبوب رکھتے تھے کہ آپ کا قلب مبارک جناب باری تعالیٰ میں ہروقت حاضر رہے کسی لمحہ بھی ادھر سے غافل نہ رہے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مباح چیزوں مثلاً کھانے پینے اوراپنی ازواج کے ساتھ اختلاط یااسی قسم کے ان امور میں مشغول ہوتے تھے جن کی وجہ سے فی الجملہ جناب باری تعالیٰ سے غفلت ہوتی تھی تواس مشغولیت کو اپنے طور پرایک پردہ اورگناہ سمجھ کرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کاقلب مبارک لرزاں اوربے چین ہوجاتا تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ سے استغفار کرتے تھے اس حدیث کے سلسلہ میں سب سے اچھی بات وہی ہے جوبعض عارفین نے کہی ہے کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اس کے اصلی معنی کاعلم اللہ اوراس کے رسول ہی کوہے اس کاکام توصرف یہ ہے کہ اس حدیث پرایمان رکھے اوراس کے معنی سمجھنے کے درپے نہ ہو۔

جنگل میں اونٹ پالینے کی طرح توبہ والے کے ہونے کا بیان

(15) وَعَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنصارِیِّ خادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَدْ اَضَلَّهٗ فِیْ اَرْضٍ فَلَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْه.

وَفِیْ رِوَايَةِ الْمُسْلِمِ: "لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّهَا وَقَدْ اَيِسَ مِنْ رَّاحِلَتِهٖ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ، فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ! اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ".

✧ حضرت ابوحمزہ انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ جونبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جواپنے اونٹ کوپالے جبکہ وہ اسے ایک جنگل میں گم کر چکا ہو۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جب وہ بندہ اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جواپنی سواری پرکسی جنگل میں موجود ہواور پھروہ سواری اسے چھوڑ کر چلی جائے اس سواری پراس کے کھانے اور پینے کا سامان ہو اور وہ شخص اس سواری سے مایوس ہوکر درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے جبکہ وہ اس سواری سے مایوس ہوچکا ہو، ابھی وہ اسی حالت میں ہوکہ وہ سواری اس کے پاس کھڑی ہوئی ہوتووہ اس کی لگام تھام

15- اخرجه احمد (4/13226) والبخاری (6309) و مسلم (2747) و ابن حبان (617) تفرد به مسلم (6895) تحفة الاشراف (191) ۔

Marfat.com

کر یہ کہے' خوشی کی شدت کی وجہ سے یہ کہے' اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں، یعنی خوشی کی شدت کی وجہ سے غلط بول دے۔

شرح

اس شخص کو اصل کہنا تو یہ تھا کہ اے اللہ! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ مگر انتہائی خوشی کی وجہ سے شدت جذبات سے مغلوب اور مدہوش ہو کر یہ کہنے کی بجائے یہ کہہ بیٹھا ہے کہ اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ اس ارشاد کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور اس کی توبہ کو قبول فرما کر اپنی رحمت سے نواز دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس خوشی کو اس شخص کی خوشی کے ساتھ مشابہت دی جس کی سواری جنگل بیابان میں گم ہو جائے اور پھر اچانک اسے مل جائے۔

راوی حدیث حضرت انس کے احوال کا بیان

آپ کا نام انس ابن مالک ابن نضر ہے، کنیت ابوحمزہ ہے، خزرجی انصاری ہیں، حضور انور کے خادم خاص آپ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان ہیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو جناب انس کی عمر دس سال تھی، جب حضور انور کی وفات ہوئی تو آپ بیس سالہ تھے، دس سال تک مسلسل حضور انور کی خدمت کی، خلافت فاروقی میں آپ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی، آپ بصرہ کے آخری صحابی ہیں، ۹۰ھ میں وفات ہوئی، ایک سو تین سال عمر ہوئی، بعض نے فرمایا سال عمر ہوئی، آپ کے اولاد اسی ۸۰ یا سو ہے، اٹھتر لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد آپ سے بہت مخلوق نے روایت لیں۔ خلاصہ میں ہے کہ آپ کی احادیث ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور تراسی احادیث بخاری کی اکہتر مسلم کی۔

سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک توبہ کی مہلت ہونے کا بیان

(16) وَعَنْ اَبِیْ موسٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسِ الْاَشْعرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَبْسُطُ یَدَهٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّهَارِ، وَیَبْسُطُ یَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ، حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دست رحمت کو رات کے وقت بڑھاتا ہے تاکہ دن کے وقت غلطی کرنے والا توبہ کرے اور اپنے دست رحمت کو دن کے وقت بڑھاتا ہے تاکہ رات کے وقت غلطی کرنے والا توبہ کر لے۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ (اس وقت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا)

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

16-تفرد به مسلم (2759) تحفة الاشراف (9145)

Marfat.com

راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ کے احوال کا بیان

عبداللہ بن قیس: یہ اپنے لقب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ ''شعر'' یمن کا قبیلہ ہے یہ ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان اصحاب کے ہمراہ ''شعر'' قبیلے کے ہمراہ' خیبر فتح ہو جانے کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اکرام فرمایا، آپ نے فرمایا: تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سو ساٹھ احادیث نقل کی ہیں۔ ۴۴ ہجری میں کوفہ میں ان کا انتقال ہوا۔

(17) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص سورج کے مغرب کی طرف نکلنے سے پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرے۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

ہاتھ پھیلانا دراصل کنایہ ہے طلب کرنے سے چنانچہ جب کوئی شخص کسی سے کچھ مانگتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ رات میں ہاتھ پھیلاتا ہے الخ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو توبہ کی طرف بلاتا ہے! بعض حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پھیلانا اس کی رحمت ومغفرت سے کنایہ ہے۔ حدیث۔ کہ آخری الفاظ یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے، کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں سے طلب توبہ کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ قرب قیامت میں سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نکلے کیونکہ جب آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

حالت نزع میں کی جانے والی توبہ کا بیان

(18) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ یُغَرْغِرْ"
رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ" ۔

17- اخرجه احمد (3/7715-9141) و مسلم (2703) والصبری (14220) و ابن حبان (629)

18- اسناده حسن- اخرجه احمد (2/6168) والترمذی (3538) و ابن ماجه (4253) والحاکم فی التوبة (4/7659) وابن حبان (268) وابو نعیم فی الحلیة (190/5) وفی الباب عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه - عند الطبری (8858) والقضاعی فی مسند الشهاب (1085)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے جب تک اس پر نزع کا عالم طاری نہیں ہوتا۔

شرح

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ توبہ قبول ہونے کی حد ہے کہ مغرب کی سمت سے آفتاب نکلنے سے پہلے تک توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا لہٰذا اس وقت تک جو بھی توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی لیکن اس کے بعد کی جانے والی توبہ قبول نہیں ہوگی اسی طرح توبہ قبول ہونے کی ایک حد شخصی ہوتی ہے جس کا تعلق ہر فرد سے ہوتا ہے اور وہ حالت غرغرہ (نزع) سے پہلے پہلے کا وقت ہے یعنی جو شخص حالت غرغرے سے توبہ کرلے گا اس کی توبہ قبول ہوگی۔ حالت غرغرہ میں کی جانے والی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

راوی حدیث عبداللہ بن عمر کے احوال کا بیان

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بن الخطاب: ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ یہ بعثت کے دوسرے سال پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے بہت چھوٹی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ اس وقت ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے۔ گیارہ برس کی عمر میں انہوں نے اپنے والد اور والدہ کے ہمراہ ہجرت کی۔ غزوہ احد اور غزوہ بدر میں نبی اکرم ﷺ نے ان کی چھوٹی عمر کی وجہ سے ان کو اپنے ساتھ شریک نہیں کیا کیونکہ پندرہ سال سے کم عمر کسی بھی شخص کو نبی اکرم نے جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔ سب سے پہلی مرتبہ یہ غزوہ خندق میں شامل ہوئے اور اس کے بعد کسی بھی غزوہ میں پیچھے نہ رہے۔ یہ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جن سے بہت زیادہ احادیث منقول ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ ان سے 1630 احادیث منقول ہیں۔ ان کا انتقال 73 ہجری میں ہوا۔

توبہ کیلئے آسمانی دروازے کا بیان

(19) وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: أَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَسْأَلُهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا زِرُّ؟ فَقُلْتُ: اِبْتِغَاءِ الْعِلْمِ، فَقَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًى بِمَا يَطْلُبُ. فَقُلْتُ: إِنَّهُ قَدْ حَكَّ فِي صَدْرِي الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ بَعْدَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ، وَكُنْتَ امْرَأً مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَسْأَلُكَ هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، كَانَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا - أَوْ مُسَافِرِينَ - أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، لٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ. فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي الْهَوٰى شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ نَادَاهُ أَعْرَابِيٌّ بِصَوْتٍ لَهُ جَهْوَرِيٍّ: يَا مُحَمَّدُ، فَأَجَابَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ صَوْتِهِ: "هَاؤُمْ" فَقُلْتُ لَهُ:

وَيْحَكَ! اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ فَإِنَّكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ نُهِيتَ عَنْ هٰذَا! فَقَالَ

Marfat.com

وَاللّٰہِ لَا اَغْضُضُ ۔ قَالَ الْاَعْرَابِیُّ : اَلْمَرْءُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِھِمْ؟ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ"، فَمَا زَالَ یُحَدِّثُنَا حَتّٰی ذَکَرَ بَابًا مِّنَ الْمَغْرِبِ مَسِیْرَۃُ عَرْضِہٖ اَوْ یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ عَرْضِہٖ اَرْبَعِیْنَ اَوْ سَبْعِیْنَ عَامًا قَالَ سُفْیَانُ اَحَدُ الرُّوَاۃِ : قِبَلَ الشَّامِ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مَفْتُوْحًا لِّلتَّوْبَۃِ لَا یُغْلَقُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْہُ ۔

رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُہٗ، وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ۔

✧✧ حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں‘ میں حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تا کہ ان سے موزوں پر مسح کے بارے میں دریافت کروں‘ انہوں نے دریافت کیا اے زر! تم کس لئے آئے ہو‘ میں نے جواب دیا: علم کے حصول کے لئے‘ انہوں نے فرمایا: علم کے طلبگار کی طلب سے راضی ہو کر فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں‘ میں نے ان سے کہا پاخانہ اور پیشاب کرنے کے بعد (وضو کرتے ہوئے) موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں میرا ذہن شک کا شکار ہے اور آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اس لئے میں آپ سے یہ دریافت کرنے کے لئے آیا ہوں کہ کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں کچھ ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے‘ جب ہم سفر میں ہوں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ لفظ ہے) مسافر ہوں تو ہم تین دن اور تین راتوں تک موزے نہ اتاریں البتہ جنابت (کی صورت میں انہیں اتارنا ہوگا) لیکن پاخانہ‘ پیشاب یا سونے کے نتیجے میں‘ وضو ٹوٹنے کی صورت میں وضو کرتے ہوئے پاؤں دھونے کے لئے انہیں اتارنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف مسح کافی ہے۔

زر کہتے ہیں میں نے دریافت کیا‘ کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواہش نفس کے بارے میں کچھ بیان کرتے ہوئے سنا ہے‘ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں شریک تھے ہم آپ کے پاس موجود تھے ایک دیہاتی نے بلند آواز میں آپ کو پکارا اے محمد! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب دیتے ہوئے اتنی ہی آواز میں جواب دیا: میں یہاں ہوں (یعنی کیا بات ہے)

راوی بیان کرتے ہیں‘ میں نے اس (دیہاتی) سے کہا تمہارا ستیاناس ہو تم اپنی آواز کو پست رکھو کیونکہ تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب موجود ہو اور تمہیں اس بات سے منع کیا گیا ہے‘ وہ بولا اللہ کی قسم! میں آواز پست نہیں کروں گا‘ پھر اس دیہاتی نے دریافت کیا ایک شخص کسی قوم کے ساتھ محبت رکھتا ہے لیکن وہ ان سے ملا نہیں ہے (تو اس کا کیا معاملہ ہوگا؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا‘ قیامت کے دن آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں‘ پھر وہ ہمیں حدیث سناتے رہے جس میں انہوں نے مغرب میں موجود ایک دروازے کا ذکر کیا جس کی چوڑائی کی مسافت (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اگر کوئی سوار چالیس برس (راوی کو شک ہے یا شاید) ستر برس تک اس کی چوڑائی کی سمت میں چلتا رہے تو دوسرے کنارے تک نہیں پہنچ سکے گا۔

سفیان نامی راوی بیان کرتے ہیں‘ یہ دروازہ شام کی سمت میں ہے‘ اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت پیدا کیا تھا جب اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا یہ توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے اور اس وقت بند ہوگا جب سورج وہاں سے (یعنی مغرب کی طرف سے)

Marfat.com

طلوع ہوگا۔

اس حدیث کوامام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

جوتوبہ کے لئے ہے" کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کرنے والون کے لئے کھلا ہوا ہے یا یہ کہ وہ توبہ کے صحیح ہونے اور توبہ کے قبول ہونے کی علامت ہے! حاصل یہ کہ جب آفتاب مغرب کی جانب سے نہیں نکلتا لوگوں کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس کا جی چاہے اپنے شرک وکفر سے توبہ کرے اور جس کا جی چاہے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اس دروازہ کے ذریعہ آخرت کی ابدی راحتوں اور سعادتوں کا مستحق ہوجائے۔جب مغرب کی سمت سے آفتاب نکلے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا حدیث میں جس آیت کریمہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ پوری یوں ہے۔۔آیت (يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا) 6۔الانعام:158)۔اس دن آویں گی بعض نشانیاں تیرے پروردگار کی (یعنی قرب قیامت پروردگار بعض نشانیاں ظاہر کرے گا ان ہی میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ایک دن آفتاب مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا اس دن نہیں نفع دے گا کسی ایسی جان کو ایمان لانا جو پہلے سے (یعنی پروردگار کی نشانی ظاہر ہونے سے پہلے) ایمان لائی تھی اور اس جان کو کہ جس نے حالت ایمان بھلائی (یعنی توبہ) نہیں کی تھی (اس دن اس کی توبہ اس کو کوئی نفع نہیں دے گی)۔اس آیت کا حاصل یہی ہے کہ جس دن آفتاب مغرب کی سمت سے طلوع ہوگا تو جو شخص اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا ایمان پر تو ہوگا مگر توبہ نہیں کی ہوگی اب نہ اس کا ایمان نفع پہنچائے گا نہ اس کی توبہ کوئی فائدہ پہنچائے گی۔

راوی حدیث زر بن جیش کے احوال کا بیان

زر بن جیش: یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔انہوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہے۔انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں ان کا انتقال ۸۲ میں ہوا تھا۔اس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔

راوی حدیث صفوان بن عسال کے احوال کا بیان

صفوان بن عسال: یہ مرادی کوفی ہیں۔صحابی رسول ہیں۔انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ غزوات میں شرکت کی۔ ان کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔احادیث کے مجموعہ میں ان سے اکیس احادیث منقول ہیں۔

ایک سوآدمیوں کے قاتل کی توبہ کا بیان

(20) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ''كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا، فَسَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ،

20-بخاری فی تذکرہ بنی اسرائیل، مسلم فی التوبہ، ابن ماجہ-

فَدُلَّ عَلٰی رَاهِبٍ، فَاَتَاهُ . فَقَالَ: اِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: لَا، فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِئَةً، ثُمَّ سَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ، فَدُلَّ عَلٰی رَجُلٍ عَالِمٍ . فَقَالَ: اِنَّهُ قَتَلَ مِئَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ يَّحُوْلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ؟ اِنْطَلِقْ اِلٰی اَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَاِنَّ بِهَا اُنَاسًا يَّعْبُدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی فَاعْبُدِ اللّٰهَ مَعَهُمْ، وَلَا تَرْجِعْ اِلٰی اَرْضِكَ فَاِنَّهَا اَرْضُ سُوْءٍ، فَانْطَلَقَ حَتّٰی اِذَا نَصَفَ الطَّرِيْقَ اَتَاهُ الْمَوْتُ، فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ . فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ : جَآءَ تَائِبًا، مُقْبِلًا بِقَلْبِهٖ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی، وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ : اِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ، فَاَتَاهُمْ مَلَكٌ فِيْ صُوْرَةِ اٰدَمِيٍّ فَجَعَلُوْهُ بَيْنَهُمْ - اَیْ حَكَمًا - فَقَالَ: قِيْسُوْا مَا بَيْنَ الْاَرْضَيْنِ فَاِلٰی اَيَّتِهِمَا كَانَ اَدْنٰی فَهُوَ لَهُ . فَقَاسُوْا فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰی اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ اَرَادَ، فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ فِی الصَّحِيْحِ : "فَكَانَ اِلَی الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ اَهْلِهَا" . وَفِیْ رِوَايَةٍ فِی الصَّحِيْحِ : "فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ، وَاِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ، وَقَالَ: قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا، فَوَجَدُوْهُ اِلٰی هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغَفَرَ لَهُ" . وَفِیْ رِوَايَةٍ : "فَنَاٰی بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا"

✧✧ حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم سے پہلے کے لوگوں میں ایک شخص تھا' جس نے 99 قتل کیے تھے' اس نے علاقے کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا' ایک راہب کی طرف اس کی رہنمائی کی گئی' وہ اس کے پاس آیا' اس نے (راہب) کو بتایا کہ اس نے 99 قتل کیے ہیں' کیا اس کے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟ راہب نے جواب دیا: نہیں! اس شخص نے اس (راہب) کو بھی قتل کر دیا' اس نے 100 کی تعداد مکمل کر لی' پھر اس نے علاقے کے کسی بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا' تو ایک عالم کی طرف اس کی رہنمائی کی گئی۔ اس شخص نے (اس عالم) کو بتایا کہ اس نے 100 قتل کیے ہیں' کیا اس کے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟ اس عالم نے جواب دیا: جی ہاں! اس کے اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ ہو سکتی ہے؟ تم فلاں علاقے میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہوں گے۔ تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا' اور اپنے علاقے میں واپس نہ آنا کیونکہ وہ برائی کا علاقہ ہے' وہ شخص روانہ ہوا جب وہ نصف راستے میں پہنچا تو اسے موت آ گئی۔ اس کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا' رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ توبہ کرتے ہوئے اور دل سے (یعنی خلوص سے) اللہ تعالیٰ کی طرف آ رہا تھا۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا' اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی' پھر ایک فرشتہ انسانی شکل میں ان کے پاس آیا۔ ان فرشتوں نے اسے اپنے درمیان ثالث بنا لیا۔ اس نے فیصلہ کیا' دونوں طرف کی زمین ناپ لو! یہ جس طرف زیادہ قریب ہوگا۔ اس طرف کا شمار ہوگا۔ ان فرشتوں نے ناپی تو انہوں نے اس شخص کو اس زمین کے زیادہ قریب پایا جہاں کا اس نے ارادہ کیا تھا۔ تو رحمت کے فرشتوں نے اسے حاصل کر لیا۔

''صحیح'' کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ ''تو وہ ایک بالشت نیک بستی کے قریب تھا تو اس نے اس شخص کو بستی والوں میں شامل کر دیا''۔

Marfat.com

''صحیح'' کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: 'اللہ تعالیٰ نے اس زمین کے حصے کی طرف وحی کی کہ تم دور ہو جاؤ اور اس (زمین کے حصے) کی طرف وحی کی کہ تم قریب ہو جاؤ پھر اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کے درمیان فاصلہ ناپو تو فرشتوں نے اس شخص کو اس (نیک لوگوں کی بستی کے) ایک بالشت قریب پایا تو اس کی مغفرت ہوگئی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ اپنے سینے کے بل سرک کر اس (نیک لوگوں کی بستی) کی طرف ہو گیا۔

شرح

ابن ملک کہتے ہیں کہ جب ملک الموت نے اس شخص کی روح قبض کی تو رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں ملک الموت سے اس کی روح لینے کے لئے جھپٹنے لگے، رحمت کے فرشتے تو یہ کہتے تھے کہ چونکہ یہ شخص توبہ کے لئے اس بستی کی طرف متوجہ ہونے کی بنا پر تائب تھا اس لئے ہم اسے رحمت الٰہی کی طرف لے جائیں گے اور عذاب کے فرشتے یہ کہتے تھے کہ اس شخص نے چونکہ ایک سو آدمیوں کو ناحق قتل کیا ہے اور ابھی تک اس نے توبہ نہیں کی تھی اس لئے ہم اسے عذاب الٰہی کی طرف لے جائیں گے چنانچہ حق تعالیٰ نے اس کا فیصلہ جس طرح فرمایا وہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ طالب توبہ کے لئے حق تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کسی قید اور حد کی پابند نہیں ہے اس کی بے پایاں رحمت خلوص قلب کے ساتھ اپنی طرف متوجہ ہونے والے بڑے سے بڑے سرکش اور گنہگار کو بھی اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ قلب و نیت کے اخلاص کے ساتھ بارگاہ الوہیت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے۔ یہ حدیث اس بات کی ترغیب دلا رہی ہے کہ توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے دامن کو گناہوں کی آلائش سے پاک و صاف رکھا جائے اور حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی اور ناامیدی کو اپنے پاس بھٹکنے بھی نہ دیا جائے۔

راوی حدیث سعد بن مالک کے احوال کا بیان

حضرت سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت ابوسعید ہے اور یہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ خدرہ، خزرج قبیلے کی ایک شاخ ہے ان کو کم عمری کی وجہ سے غزوہ احد سے واپس کر دیا گیا۔ غزوہ احد میں ان کے والد شہید ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے بارہ غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی یہ عالم اور فقیہ صحابہ میں سے ایک ہیں۔ ان کا وصال ۴۶ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ۱۱۷۰ احادیث منقول ہیں۔

وحی کے ذریعے توبہ قبول ہونے والوں کیلئے اعلان کا بیان

(21) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِحَدِيثِهِ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ. قَالَ كَعْبٌ: لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ اِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، غَيْرَ اَنِّي قَدْ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ، وَلَمْ يُعَاتِبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهُ؛ اِنَّمَا

21- بخاری و مسلم' ابو داؤد ترمذی

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ يُرِيْدُوْنَ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ ۔ وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ، وَّاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا ۔ وَكَانَ مِنْ خَبَرِيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ، وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ، فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ، وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَّمَفَازًا، وَّاسْتَقْبَلَ عَدَدًا كَثِيْرًا، فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الَّذِيْ يُرِيْدُ، وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَثِيْرٌ وَّلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ (يُرِيْدُ بِذٰلِكَ الدِّيْوَانَ) قَالَ كَعْبٌ : فَقَلَّ رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّتَغَيَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنَّ ذٰلِكَ سَيَخْفٰى بِهٖ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْيٌ مِّنَ اللّٰهِ، وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ، فَاَنَا اِلَيْهَا اَصْعَرُ، فَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَطَفِقْتُ اَغْدُوْا لِكَيْ اَتَجَهَّزَ مَعَهٗ، فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا، وَّاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ: اَنَا قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ اِذَا اَرَدْتُّ، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِيْ حَتّٰى اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ، فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَادِيًا وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ جَهَازِيْ شَيْئًا، ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِيْ حَتّٰى اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ، فَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ فَاُدْرِكَهُمْ، فَيَا لَيْتَنِيْ فَعَلْتُ، ثُمَّ لَمْ يُقَدَّرْ ذٰلِكَ لِيْ، فَطَفِقْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْزُنُنِيْ اَنِّيْ لَا اَرٰى لِيْ اُسْوَةً، اِلَّا رَجُلًا مَّغْمُوْصًا □ عَلَيْهِ فِي النِّفَاقِ، اَوْ رَجُلًا مِّمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الضُّعَفَاءِ، وَلَمْ يَذْكُرْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ، فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ : "مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَبَسَهٗ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِيْ عِطْفَيْهِ ۔ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : بِئْسَ مَا قُلْتَ ! وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا، فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ فَبَيْنَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ رَاٰى رَجُلًا مُّبِيْضًا يَّزُوْلُ بِهِ السَّرَابُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "كُنْ اَبَا خَيْثَمَةَ"، فَاِذَا هُوَ اَبُوْ خَيْثَمَةَ الْاَنْصَارِيُّ وَهُوَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ حِيْنَ لَمَزَهُ الْمُنَافِقُوْنَ ۔ قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلًا مِّنْ تَبُوْكَ حَضَرَنِيْ بَثِّيْ، فَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ : بِمَ اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ غَدًا؟ وَاَسْتَعِيْنُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِيْ رَاْيٍ مِّنْ اَهْلِيْ، فَلَمَّا قِيْلَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا، زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ حَتّٰى عَرَفْتُ اَنِّيْ لَنْ اَنْجُوَ مِنْهُ بِشَيْءٍ اَبَدًا، فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهٗ

Marfat.com

وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا، وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهُ، وَكَانُوْا بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا، فَقَبِلَ مِنْهُمْ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، حَتّٰى جِئْتُ، فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ . ثُمَّ قَالَ: "تَعَالَ"، فَجِئْتُ اَمْشِى حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ لِى : "مَا خَلَّفَكَ؟ اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ؟" قَالَ: قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّىْ وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنِّىْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ بِعُذْرٍ ؛ لَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا، وَّلٰكِنِّىْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهٖ عَنِّىْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يُّسْخِطَكَ عَلَىَّ، وَاِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَىَّ فِيْهِ اِنِّىْ لَاَرْجُوْ فِيْهِ عُقْبَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِىْ مِنْ عُذْرٍ، وَّاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّىْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ . قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ، فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِىَ اللّٰهُ فِيْكَ" . وَسَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِىْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِىْ فَقَالُوْا لِىْ : وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا لَقَدْ عَجَزْتَ فِىْ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ اِلَيْهِ الْمُخَلَّفُوْنَ، فَقَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اِسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ . قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوْا يُؤَنِّبُوْنَنِىْ حَتّٰى اَرَدْتُّ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِىْ، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ : هَلْ لَقِىَ هٰذَا مَعِىَ مِنْ اَحَدٍ؟ قَالُوْا : نَعَمْ، لَقِيَهُ مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ، وَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلَ مَا قِيْلَ لَكَ، قَالَ: قُلْتُ : مَنْ هُمَا ؟ قَالُوْا : مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِىُّ، وَهِلَالُ ابْنُ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِىُّ؟ قَالَ: فَذَكَرُوْا لِىْ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا اُسْوَةٌ، قَالَ: فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِىْ . وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ، فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ - اَوْ قَالَ: تَغَيَّرُوْا لَنَا - حَتّٰى تَنَكَّرَتْ لِىْ فِىْ نَفْسِى الْاَرْضُ، فَمَا هِىَ بِالْاَرْضِ الَّتِىْ اَعْرِفُ، فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً . فَاَمَّا صَاحِبَاىَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِىْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ . وَاَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاَطُوْفُ فِى الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِىْ اَحَدٌ، وَّاٰتِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِىْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَاَقُوْلُ فِىْ نَفْسِىْ : هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ اَمْ لَا؟ ثُمَّ اُصَلِّىْ قَرِيْبًا مِّنْهُ وَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ، فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰى صَلَاتِىْ نَظَرَ اِلَىَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهٗ اَعْرَضَ عَنِّىْ، حَتّٰى اِذَا طَالَ ذٰلِكَ عَلَىَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ مَشَيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِىْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّىْ وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَىَّ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَىَّ السَّلَامَ، فَقُلْتُ لَهُ : يَا اَبَا قَتَادَةَ، اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِىْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَسَكَتَ، فَعُدْتُّ فَنَاشَدْتُّهٗ فَسَكَتَ، فَعُدْتُّ فَنَاشَدْتُّهٗ، فَقَالَ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ . فَفَاضَتْ عَيْنَاىَ،

Marfat.com

وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ، فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِىْ فِىْ سُوْقِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا نَبَطِىٌّ مِّنْ نَبَطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُهُ بِالْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ : مَنْ يَّدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَهُ اِلَىَّ حَتّٰى جَاءَنِىْ فَدَفَعَ اِلَىَّ كِتَابًا مِّنْ مَّلِكِ غَسَّانَ، وَكُنْتُ كَاتِبًا ۔ فَقَرَاْتُهُ فَاِذَا فِيْهِ : اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضْيَعَةٍ ، فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ، فَقُلْتُ حِيْنَ قَرَاْتُهَا : وَهٰذِهٖ اَيْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهَا، حَتّٰى اِذَا مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ مِنَ الْخَمْسِيْنَ □وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْىُ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِىْ، فَقَالَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَاَتَكَ، فَقُلْتُ : اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ؟ فَقَالَ : لَا، بَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا، وَاَرْسَلَ اِلٰى صَاحِبَىَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ ۔ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِىْ : اَلْحَقِىْ بِاَهْلِكِ فَكُوْنِىْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِىَ اللّٰهُ فِىْ هٰذَا الْاَمْرِ ۔ فَجَاءَتِ امْرَاَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَّيْسَ لَهُ خَادِمٌ، فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدُمَهُ؟ قَالَ: "لَا، وَلٰكِنْ لَّا يَقْرَبَنَّكِ" فَقَالَتْ: اِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا بِهٖ مِنْ حَرَكَةٍ اِلٰى شَىْءٍ، وَّوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِىْ مُنْذُ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا كَانَ اِلٰى يَوْمِهٖ هٰذَا ۔ فَقَالَ لِىْ بَعْضُ اَهْلِىْ : لَوِ اسْتَاْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ امْرَاَتِكَ فَقَدْ اَذِنَ لِامْرَاَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدُمَهُ؟ فَقُلْتُ : لَا اَسْتَاْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يُدْرِيْنِىْ مَاذَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنْتُهُ، وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ ! فَلَبِثْتُ بِذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمُلَ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِّنْ حِيْنَ نُهِىَ عَنْ كَلَامِنَا، ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِنَا، فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ □الَّتِىْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَّا، قَدْ ضَاقَتْ عَلَىَّ نَفْسِىْ وَضَاقَتْ عَلَىَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى سَلْعٍ يَقُوْلُ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ : يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا، وَّعَرَفْتُ اَنَّهُ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ ۔ فَاٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ - عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلَاةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا، فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَىَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ رَجُلٌ اِلَىَّ فَرَسًا وَّسَعٰى سَاعٍ مِّنْ اَسْلَمَ قِبَلِىْ، وَاَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ، فَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ، فَلَمَّا جَاءَنِىَ الَّذِىْ سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِىْ نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَىَّ فَكَسَوْتُهُمَا اِيَّاهُ بِبِشَارَتِهٖ، وَاللّٰهِ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَّاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا، وَانْطَلَقْتُ اَتَاَمَّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَّانِى النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُوْنِّىْ بِالتَّوْبَةِ وَيَقُوْلُوْنَ لِىْ : لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ ۔ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ □طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِىْ وَهَنَّاَنِىْ، وَاللّٰهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهُ فَكَانَ كَعْبٌ لَّا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ : فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ : "اَبْشِرْ بِخَيْرِ

يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُذْ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ" فَقُلْتُ : أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ: "لَا، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ"، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَأَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهٖ ـ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ" ـ فَقُلْتُ : إِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ ـ وَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى إِنَّمَا أَنْجَانِيْ بِالصِّدْقِ، وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ لَّا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَّا بَقِيْتُ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَبْلَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَاللّٰهِ مَا تَعَمَّدْتُ كِذْبَةً مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْا أَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْمَا بَقِيَ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ حَتّٰى بَلَغَ : ﴿إِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَّعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ حَتّٰى بَلَغَ : ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ (التوبة : 117-119) قَالَ كَعْبٌ : وَاللّٰهِ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِّعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ إِذْ هَدَانِيَ اللّٰهُ لِلْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا أَكُوْنَ كَذَبْتُهٗ، فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا ؛ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِأَحَدٍ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوْا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ﴾ (التوبة : 96-95) قَالَ كَعْبٌ : كُنَّا خُلِّفْنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَلَفُوْا لَهٗ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ بِذٰلِكَ ـ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ وَلَيْسَ الَّذِيْ ذَكَرَ مِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفَنَا عَنِ الْغَزْوِ، وَإِنَّمَا هُوَ تَخْلِيْفُهٗ إِيَّانَا وَإِرْجَاؤُهٗ أَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهٗ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ

وَفِيْ رِوَايَةٍ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ ـ وَفِيْ رِوَايَةٍ : وَكَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى، فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ ـ

✧ عبداللہ بن کعب انہیں ساتھ لے کر جایا کرتے تھے۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

Marfat.com

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایسے کسی غزوے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا۔ جس میں آپ نے خود شرکت کی ہو البتہ غزوۂ تبوک میں ایسا ہوگیا ہاں! غزوۂ بدر میں بھی میں پیچھے رہ گیا تھا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوے میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی ایک پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان قریش کے قافلے پر حملے کے لئے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا سامنا، توقع کے برعکس، دشمن سے کروادیا۔

شب عقبہ میں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا جب ہم نے اِسلام قبول کیا تھا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ اس رات حاضری کے عوض میں مجھے بدر کی حاضری نصیب ہوجاتی۔ اگرچہ بدر میں شرکت کی فضیلت کا تذکرہ لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔

غزوۂ تبوک میں، میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ یہ ہے کہ میں جب اس غزوے میں آپ سے پیچھے رہ گیا تھا اس وقت جتنا طاقتور اور خوشحال تھا۔ اس سے پہلے اتنا کبھی نہیں تھا اللہ کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس کبھی بھی دو اونٹنیاں اکٹھی نہیں ہوئی تھیں لیکن اس غزوہ کے موقع پر میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید گرمی کے موسم میں یہ غزوہ کیا آپ نے مسلمانوں کو اپنے ارادے سے آگاہ کردیا تاکہ وہ اس جنگ کی تیاری کرلیں۔ آپ نے انہیں اپنے منصوبے سے آگاہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے مسلمان تھے جنہیں کسی رجسٹر میں نوٹ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں شائد ہی کوئی شخص ایسا ہو جو یہ سوچ کر اس غزوے میں شریک نہ ہو کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بارے میں وحی نازل نہیں ہوگی آپ سے اس کی غیر حاضری کا معاملہ مخفی رہے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غزوہ اس وقت کیا جب پھل اور سائے بہترین ہوگئے تھے اور میں ان میں مشغول تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ساتھ دوسرے مسلمانوںؓ نے جنگ کی تیاری کرلی اور میں یہ کام آج کل پر ڈالتا رہا اور کچھ نہیں کرسکا۔ میں یہی سوچتا رہا کہ میں جب چاہوں گا آسانی سے ایسا کرلوں گا۔ میں یہی کچھ سوچتا رہا اور لوگوں نے تیاری کر بھی لی۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان روانہ ہوگئے۔ لیکن میں کوئی تیاری نہیں کرسکا اگلا دن آگیا میں نے پھر بھی کچھ نہیں کیا۔ روز ایسا ہی ہوتا رہا۔ مسلمان تیزی سے دشمن کے مدمقابل پہنچ گئے اور انہوں نے جنگ کی تیاری کرلی میں نے ارادہ کیا کہ اب میں سوار ہوکر ان تک پہنچ جاؤں، کاش میں ایسا کرلیتا لیکن یہ بات میرے نصیب ہی میں نہیں تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد میں لوگوں میں آتا تو مجھے بہت افسوس ہوتا کہ یہ سب وہ لوگ تھے جو منافق تھے یا جو جہاد میں شرکت سے معذور تھے تبوک پہنچنے تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا خیال نہیں آیا ایک دن جب آپ تبوک میں کچھ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ نے دریافت کیا، کعب بن مالک کو کیا ہوا ہے؟ بنو سلمہ سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اپنی خوشحالی کی وجہ سے نہیں آسکا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا: تم نے بہت غلط بات کہی ہے۔ اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس کے بارے میں صرف بہتر ہی سوچتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اسی دوران دور سے ایک سفید پوش آتا ہوا دکھائی دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابوخیثمہ ہونا چاہیے۔ وہ ابوخیثمہ انصاری ہی تھے یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے ایک صاع کھجوریں صدقہ کی تھیں تو منافقین نے انہیں طعنے دیئے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب مجھے پتا چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لا رہے ہیں تو مجھے دوبارہ پریشانی لاحق ہوگئی میں نے اس جھوٹے (عذر) کے بارے میں سوچنا شروع کردیا جسے بیان کرکے میں آپ کی ناراضگی سے نجات

حاصل کر سکوں میں نے اپنے گھر والوں سے بھی مدد مانگی جب مجھے یہ بتایا گیا کہ نبی اکرم ﷺ پہنچنے ہی والے ہیں تو وہ تمام جھوٹے بہانے مجھے بھول گئے اور مجھے یہ شعور آ گیا کہ میں اپنے کسی جھوٹے بہانے کے ذریعے نجات حاصل نہیں کر سکتا اس لئے میں نے آپ سے سچ بات کہنے کا ارادہ کیا۔

اگلی صبح نبی کرم ﷺ تشریف لے آئے آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ جب کسی سفر سے واپس تشریف لائے تھے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لاتے تھے وہاں دو رکعات ادا کرتے اور پھر لوگوں سے ملنے کے لئے بیٹھ جاتے۔ جب آپ تشریف فرما ہوئے تو پیچھے رہ جانے والے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور قسمیں اٹھا کر عذر پیش کرنے لگے ان کی تعداد اسی سے کچھ زیادہ تھی نبی اکرم ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول کیا۔ ان سے بیعت لی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور ان کے باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

جب میں حاضر خدمت ہوا اور میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ مسکرائے جیسے کوئی ناراض شخص مسکراتا ہے آپ نے حکم دیا' آگے آ جاؤ! میں آگے آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے مجھ سے دریافت کیا۔ تم پیچھے کیوں رہ گئے تھے؟ تم نے تو سواری خرید نہیں لی تھی؟' میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں آپ کی بجائے کسی دنیا دار آدمی کے پاس بیٹھا ہوا ہوتا تو مجھے پتہ ہے کہ میں عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا لیکن اگر آج میں آپ کے ساتھ جھوٹ بول کر اس کے ذریعے آپ کو راضی کروں گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا لیکن اگر میں اب آپ کے ساتھ سچی بات کروں گا تو آپ مجھ سے ناراض ہوں گے لیکن مجھے اُمید ہے کہ آخر کار اللہ تعالیٰ میرا انجام بہتر کرے گا۔

اللہ کی قسم! میرا کوئی عذر نہیں ہے اللہ کی قسم! آپ سے پیچھے رہ جانے کے وقت میں جتنا طاقتور اور خوشحال تھا اس سے پہلے کبھی نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اَرشاد فرمایا: اس نے سچ کہا ہے (پھر آپ نے مجھے حکم دیا) اب تم جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ کر دے میں وہاں سے اُٹھ گیا۔ بنو سلمہ سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ بھی میرے ساتھ اُٹھے اور میرے پیچھے آ گئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ تم نے اس سے پہلے بھی کوئی گناہ کیا ہو۔ کیا تم ایسا نہیں کر سکتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کوئی عذر پیش کر دیتے جیسے پیچھے رہ جانے والے دوسرے لوگوں نے پیش کئے تھے اور تمہاری بخشش کے لئے نبی اکرم ﷺ کا دعائے مغفرت ہی کر دینا کافی تھا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ کی قسم! وہ لوگ مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک میں نے سوچا کہ میں واپس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاتا ہوں اور اپنی ہی بات کی تکذیب کر دیتا ہوں۔ پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کیا کسی اور کے ساتھ بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے انہوں نے جواب دیا' ہاں! دو آدمیوں کے ساتھ تمہارے جیسا معاملہ ہوا ہے۔ ان دونوں نے بھی تمہاری طرح (کوئی عذر پیش نہیں) کیا اور ان دونوں کو بھی وہی ہدایت کی گئی ہے جو تمہیں کی گئی ہے میں نے دریافت کیا' وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا' مرارہ بن ربیعہ عامری اور بلال بن اُمیہ واقفی ہیں انہوں نے مجھے دو ایسے آدمیوں کے بارے میں بتایا تھا جو دونوں نے نیک تھے اور ان دونوں کو غزوۂ بدر میں شرکت کا شرف حاصل تھا اور ان کا طریقہ کار قابل اتباع تھا۔ جب انہوں نے مجھے ان دو حضرات کے بارے میں بتایا تو میں گھر واپس چلا گیا۔ نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کو ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا آپ سے پیچھے رہ جانے والوں میں صرف ہم تین کے بارے میں یہ حکم تھا

Marfat.com

لوگ ہمارے ساتھ بات چیت سے اجتناب کرنے لگے اور ہمارے لئے اجنبی ہو گئے یہاں تک کہ اپنے ہی علاقے کے بارے میں مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ علاقہ نہیں ہے جسے ہم پہچانتا ہوں اسی طرح پچاس دن گزر گئے۔ میرے دونوں ساتھی گوشہ نشین ہو گئے اور اپنے گھر میں بیٹھ روتے رہتے۔ میں (ہم تینوں میں) زیادہ نوجوان اور طاقتور تھا میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے آیا کرتا تھا اور بازار میں بھی گھومتا پھرتا تھا لیکن میرے ساتھ کوئی بات نہیں کرتا نبی اکرم ﷺ تشریف لاتے تھے نماز کے بعد جب آپ تشریف فرما ہوئے تھے تو میں آپ کو سلام کیا کرتا تھا اور اس کا جائزہ لیتا تھا کہ آیا آپ نے سلام کا جواب دینے کے لئے اپنے مبارک ہونٹوں کو جنبش دی ہے یا نہیں میں آپ کے قریب کھڑا ہو کر نماز پڑھا کرتا تھا اور چوری چھپے آپ کی طرف دیکھا کرتا تھا۔ جب میں اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوتا تھا تو آپ میری طرف دیکھا کرتے تھے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تھا تو آپ اپنی توجہ دوسری طرف کر لیتے تھے۔ ہمارے ساتھ مسلمانوں کی لاتعلقی طویل ہو گئی تو ایک دن میں جاتے ہوئے ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھا۔ وہ میرے چچازاد تھے اور میرے محبوب ترین شخص تھے میں نے انہیں سلام کیا تو اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔ میں نے ان سے کہا: اے ابوقتادہ! میں آپ کو اللہ کے نام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہے میں نے انہیں دوبارہ قسم دی تو وہ پھر خاموش رہے میں نے انہیں پھر قسم دی تو وہ صرف یہ بولے اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں واپس مڑا اور باغ سے باہر آ گیا میں مدینہ منورہ کے بازار سے گزر رہا تھا کہ اسی دوران ایک نبطی' یہ وہ لوگ ہیں جو شام سے تعلق رکھتے ہیں اور خوراک فروخت کرنے کے لئے مدینہ منورہ آئے ہیں یہ پوچھتا پھر رہا تھا کون کعب بن مالک تک میری رہنمائی کرے گا؟ لوگوں نے اسے اشارے کے ذریعے میرے بارے میں بتایا وہ میرے پاس آیا اور اس نے غسان کے گورنر کو خط مجھے دیا میں پڑھنا جانتا تھا میں نے وہ خط پڑھا تو اس میں یہ تحریر تھا۔

''امابعد! ہمیں پتا چلا ہے کہ تمہارے آقا نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت اور رسوائی کے عالم میں رہنے کے لئے پیدا نہیں کیا تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے''۔

جب میں نے یہ پڑھا تو یہ سوچا کہ یہ دوسری مصیبت ہے میں نے اسے ایک تنور میں پھینک دیا وہ جل گیا۔ چالیس دن گزر گئے (ہمارے بارے میں) کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کا پیغام رساں میرے پاس آیا اور بولا نبی اکرم ﷺ نے تمہیں یہ ہدایت کی ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو میں نے کہا: کیا میں اسے طلاق دیدوں؟ یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب دیا' تم اس سے الگ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ نبی اکرم ﷺ نے یہی ہدایت میرے بقیہ دونوں ساتھیوں کو بھی بھجوائی تھی میں نے اپنی بیوی سے کہا: تم میکے چلی جاؤ اور اس وقت تک وہاں رہو جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملے کا فیصلہ نہ کر دے (میرے ایک ساتھی) ہلال بن امیہ کی اہلیہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں ان کی خدمت میں کرنے والا کوئی نہیں ہے کیا آپ اس بات کو ناپسند کریں گے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا' نہیں! لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئے اس خاتون نے عرض کی' اللہ کی قسم! وہ تو ایسا کچھ نہیں کریں گے۔ اللہ کی قسم! جس دن سے یہ معاملہ شروع ہوا ہے اس دن سے لے کر آج تک وہ رو رہے ہیں۔

Marfat.com

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے گھر والوں میں سے کسی نے مجھ سے یہ کہا کہ تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگ لو آپ نے ہلال بن امیہ کی اہلیہ کو ان کی خدمت کرنے کی ہدایت کی ہے۔ میں نے جواب دیا' میں اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں مانگوں گا۔ کیونکہ مجھے نہیں معلوم کہ جب میں آپ سے اس بارے میں اجازت مانگوں گا تو آپ مجھے کیا جواب دیں گے۔ کیوں کہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں اسی طرح دس دن گزر گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے جو منع کیا تھا اسے پچاس دن گزر گئے پچاسویں دن کی صبح میں نے اپنے گھر کی چھت پر فجر کی نماز ادا کی اور ابھی میں اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے مجھے اپنے آپ سے الجھن ہو رہی تھی اور زمین اپنی تمام تر کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی تھی اسی دوران میں نے کسی شخص کو "صلع" پہاڑ سے بلند آواز میں یہ اعلان کرتے ہوئے سنا۔ اے کعب بن مالک! تمہارے لئے خوشخبری ہے میں سجدے میں گر گیا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب آسانی نصیب ہوگئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے تو کچھ لوگ ہمیں خوشخبری سنانے کے لئے آئے کچھ لوگ خوشخبری سنانے کے لئے میرے دونوں ساتھیوں کی طرف چلے گئے ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر میری طرف آیا اور قبیلہ اسلم سے تعلق رکھنے والا ایک شخص دوڑ کر میری طرف آیا۔ وہ پہاڑ پر چڑھ گیا اس کی آواز گھڑ سوار سے تیز تھی۔ میں نے جس کی آواز سنی جب وہ مجھے خوشخبری سنانے کے لئے میرے پاس آیا تو اس کی خوشخبری کی وجہ سے میں نے اپنے کپڑے اسے دیدیئے اللہ کی قسم! اس دن میرے پاس صرف وہی کپڑے تھے۔ میں نے عاریت کے طور پر دو کپڑے لے کر انہیں پہنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہو گیا۔ لوگ گروہ در گروہ مجھ سے ملتے رہے اور توبہ کی قبولیت پر مجھے مبارکباد دیتے رہے اور یہ کہتے رہے اللہ تعالیٰ نے جو تمہاری توبہ قبول کی ہے اس پر تمہیں مبارک ہو یہاں تک میں مسجد میں داخل ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے ارد گرد اور لوگ بھی موجود تھے طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور لپک کی میری طرف آئے انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی اللہ کی قسم! ان کے علاوہ اور کوئی مہاجرین کھڑا نہیں ہوا (راوی کہتے ہیں) حضرت کعب رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی کے عالم میں چمک رہا تھا آپ نے فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو کہ جب سے تم پیدا ہوئے ہو آج سے زیادہ بہتر دن تمہارے لئے اور کوئی نہیں ہوا میں نے عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (یہ خوشخبری) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ مبارک یوں روشن ہوتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو یہ بات ہم سب کو معلوم تھی جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی توبہ قبول ہونے کی خوشی میں اپنے مال کو صدقہ کے طور پر اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے تو میں نے عرض کی' میں خیبر میں اپنی اراضی کو اپنے پاس رکھتا ہوں میں نے عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات ملی ہے اور میری توبہ قبول ہونے کے بعد اب میں ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا۔

Marfat.com

اللہ کی قسم! میرے علم کے مطابق مسلمانوں میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کے حوالے سے اس سے بہتر آزمائش میں مبتلا کیا ہو جس میں اس نے مجھے مبتلا کیا۔ جب سے میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا اور جب سے میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ بات کہی اس وقت سے لے کر اب تک میں نے کبھی کسی کے ساتھ جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اللہ تعالیٰ نے نبی، مہاجرین، انصار پر رحمت کی جنہوں نے مشکل گھڑی میں اس (نبی) کی پیروی کی''۔

یہ آیت یہاں تک ہے۔ ''بے شک وہ ان کیلئے بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے اور ان تین لوگوں پر (بھی رحمت کی) جن کا معاملہ موخر کیا گیا یہاں تک کہ زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان کے لئے تنگ ہوگئی''۔

یہ آیت یہاں تک ہے۔ ''اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو''۔

حضرت کعب بیان کرتے ہیں اللہ کی قسم! جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی ہے اس کے بعد اس نے مجھ پر کوئی ایسی نعمت نہیں کی جو میرے نزدیک میرے نبی اکرم ﷺ سے (اس موقع پر) سچ بولنے سے زیادہ بڑی ہو یعنی میں نے آپ کے ساتھ جھوٹ نہیں بولا ورنہ میں بھی ہلاکت کا شکار ہو جاتا جیسے وہ لوگ ہلاکت کا شکار ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ ان جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی تو یوں جو کسی بھی شخص کے بارے میں سب سے برا طریقہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''عنقریب وہ تمہارے سامنے اللہ کے نام کی قسم اٹھائیں گے، جب تم لوٹ کر ان کے پاس جاؤ گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو تم ان سے اعراض کرنا وہ ناپاک لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو اس چیز کا بدلہ ہوگی جو انہوں نے کیا وہ تمہارے سامنے قسم اٹھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوگا''۔

حضرت کعب بیان کرتے ہیں ہم وہ تین افراد جن کا معاملہ ان لوگوں سے موخر کیا گیا تھا' جن کے عذر کو نبی اکرم ﷺ نے قبول کر لیا تھا جب انہوں نے آپ کے سامنے قسم اٹھائی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی جبکہ ہمارے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے معاملے کو موخر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فیصلہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور وہ تین افراد جنہیں پیچھے رکھا گیا''۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیچھے ہونے کا جو ذکر کیا ہے اس سے مراد ہمارا جنگ سے پیچھے رہنا نہیں ہے بلکہ اس کا ہمارے معاملے کو ان لوگوں کے معاملے سے موخر کرنا ہے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے قسم اٹھائی، آپکے سامنے عذر پیش کیا اور آپ نے اسے قبول کیا۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ سفر سے دن کے وقت' چاشت کے وقت واپس تشریف لاتے تھے اور جب آپ تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں آ کر وہاں دو رکعت ادا کرتے تھے اور پھر مسجد میں تشریف فرما ہو جاتے تھے۔

راوی حدیث عبداللہ بن کعب کے احوال کا بیان

عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ: یہ عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری اسلمی ہیں۔ علامہ ابن اثیر نے (اپنی تصنیف) ''اسد الغابہ'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور احمد عسکری نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے: جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل ہے' یہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو مسجد لے جایا کرتے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے ان کے علاوہ دو بیٹے تھے۔ عبدالرحمٰن اور عبیداللہ ایسا اس لئے ہوا کیونکہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی بینائی رخصت ہو چکی تھی۔

راوی حدیث کعب بن مالک کے احوال کا بیان

کعب بن مالک: یہ کعب بن مالک بن کعب انصاری اسلمی ہیں۔ یہ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے تھے۔ دیگر غزوات میں شریک رہے البتہ غزوہ بدر اور غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ غزوہ احد میں انہیں گیارہ زخم آئے تھے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء میں سے ایک ہیں۔ زبان اور ہاتھ سے جہاد کرنے والے مجاہدین میں یہ تین حضرات شامل ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ' ان سے ایک سو اسی روایات منقول ہیں۔ ان کا انتقال ۵۲ ہجری میں بصرہ میں ہوا۔

حد کے ذریعے گناہ کے مٹ جانے اور فضیلت کا بیان

(22) وَعَنْ اَبِی نُجَید بضَمِّ النُّونِ وَفَتْحِ الْجِیمِ - عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ امْرَاَةً مِنْ جُهَیْنَةَ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ حُبْلٰی مِنَ الزِّنٰی، فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ، فَدَعَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلِیَّهَا، فَقَالَ: "اَحْسِنْ اِلَیْهَا، فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِیْ" فَفَعَلَ فَاَمَرَ بِهَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَشُدَّتْ عَلَیْهَا ثِیَابُهَا، ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّٰی عَلَیْهَا . فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: تُصَلِّیْ عَلَیْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ: "لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَیْنَ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ - عَزَّ وَجَلَّ -؟!" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧ حضرت ابی نجید عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جہینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ زنا کے نتیجے میں حاملہ ہو چکی تھی اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٰمیں نے قابل حد جرم کا ارتکاب کیا ہے آپ وہ حد مجھ پر جاری کریں نبی اکرم نے اس کے ولی کو بلوایا اور فرمایا: اس کا خیال رکھنا اور جب یہ بچے کو جنم دے (تو اسے ساتھ لے کر) میرے پاس آ جانا۔ اس سرپرست نے ایسا ہی کیا۔ نبی اکرم کی ہدایت کے تحت اس عورت کے کپڑوں کو اچھی طرح باندھ دیا گیا اور آپ کے حکم کے تحت اُسے سنگسار کر دیا گیا پھر آپ اس کی نمازِ جنازہ ادا کرنے لگے تو حضرت عمر نے آپ کی خدمت میں عرض کی آپ اس عورت کی نمازِ جنازہ ادا کرنے لگے ہیں جس نے زنا کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر اسے مدینہ میں رہنے والے ستر افراد کے درمیان تقسیم کیا جائے تو ان کے لئے کافی ہو۔ کیا

22- اخرجه احمد (19974/7) و مسلم (1696) و ابو داؤد (4440) و (4441) والترمذی (1435) والنسائی (1956)

تمہیں اس سے زیادہ افضل (کوئی عمل) ملا ہے؟ اس عورت نے اپنی جان اللہ کے لئے قربان کردی۔ (مسلم)

شرح

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ماعز اسلمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بارے میں چار بار یعنی چار مجلسوں میں یہ گواہی دی (یعنی یہ اقرار کیا) کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ بطریق زنا، جماع کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار (اس کے اقرار کرنے پر) منہ پھیر لیتے تھے (تا کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کرے اور حد سے بچ جائے) اور پھر پانچویں بار اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "کیا تو نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی ہے؟ اس نے کہا کہ "ہاں!" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کیا تو نے اس طرح صحبت کی کہ وہ (یعنی تیرا عضو مخصوص) اس (عورت کے حصہ مخصوص) میں غائب ہو گیا؟" اس نے کہا کہ "ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جانتے ہو زنا کیا ہے کہا" ہاں! میں نے اس عورت کے ساتھ حرام طور پر وہ کام کیا ہے جو ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ حلال طور پر کرتا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" (اچھا یہ بتا) یہ جو کچھ تو نے کہا ہے اس سے تیرا مقصد کیا ہے؟" اس نے کہا کہ "میں چاہتا ہوں کہ آپ (مجھ پر حد جاری فرما کر) مجھ کو (اس گناہ سے) پاک کر دیجئے۔ چنانچہ (اتنی جرح کرنے کے بعد جب اس کا جرم زنا بالکل ثابت ہو گیا تو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو سنگساری کا) حکم جاری فرمایا اور اس کو سنگسار کر دیا گیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دو آدمیوں کو یہ گفتگو کرتے ہوئے سنا کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے یہ کہہ رہا تھا" اس شخص کو دیکھو، اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس کے نفس نے اس کو (اپنے اقرار گناہ سے) باز نہ رکھا یہاں تک کہ وہ ایک کتے کی مانند سنگسار کیا گیا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس وقت تو ان دونوں سے کچھ نہیں کہا البتہ کچھ دیر تک چلنے کے بعد ایک مرے ہوئے گدھے کے قریب سے گزرے جس کے پاؤں (اس کا جسم بہت زیادہ پھول جانے کے سبب) اوپر اٹھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ فلاں فلاں (یعنی وہ دونوں) شخص کہاں ہیں (جنہوں نے ماعز کی اس وجہ سے تحقیر کی تھی کہ اس کو سنگسار کیا گیا تھا' انہوں نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ!" ہم دونوں (حاضر) ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اترو اور اس گدھے کا مردار گوشت کھاؤ۔" انہوں نے (بڑی حیرت کے ساتھ) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کا گوشت کون کھاتا ہے؟ (یعنی اس کا گوشت کھائے جانے کے قابل نہیں ہے آپ ہم سے اس کے کھانے کو کیوں فرماتے ہیں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ابھی اپنے بھائی کی جو آبروریزی کی ہے وہ اس گدھے کا گوشت کھانے سے بھی زیادہ سخت (بری بات) ہے قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بلاشبہ وہ (ماعز) جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث 773)

حضرت خزیمہ ابن ثابت کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص کسی ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو حد کو واجب کرنے والا ہو اور پھر اس پر اس گناہ کی حد جاری کی جائے مثلاً کسی شخص نے زنا کیا اور اس کے کوڑے مارے گئے، یا کسی شخص نے چوری کی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا) تو وہ حد اس کے اس گناہ کا کفارہ ہے (یعنی حد جاری ہونے کے بعد وہ شخص اس گناہ سے پاک وصاف ہو جائے گا) (شرح السنہ)

Marfat.com

حد کے معنیٰ و مفہوم کا فقہی بیان

حد کے معنیٰ: حدود حد کی جمع ہے اور حد کے اصل معنیٰ ہیں ممنوع نیز اس چیز کو بھی حد کہا جاتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اصطلاح شریعت میں "حدود" ان سزاؤں کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ساتھ ہی متعین ہیں جیسے چوری، زنا، شراب نوشی کی سزائیں۔ لفظ حد کے اصل معنیٰ ممنوع یا حائل اگر پیش نظر ہوں تو واضح ہوگا کہ شرعی سزاؤں کو "حدود" اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ سزائیں بندوں کو گناہوں میں مبتلا ہونے سے روکتی ہیں اور ان کا خوف انسان اور جرم کے درمیان حائل رہتا ہے۔ "حدود اللہ" محارم کے معنیٰ میں بھی منقول ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت (تلک حدود اللہ فلا تقربوھا) اسی طرح مقادیر شرعی یعنی تین طلاقوں کا مقرر ہونا وغیرہ کے معنیٰ میں بھی منقول ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت (تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا) لیکن واضح رہے کہ ان دونوں میں بھی "حدود" کا اطلاق اصل معنیٰ "ممنوع" ہی کے اعتبار سے ہے کہ محارم کی قربت (یعنی ان سے نکاح و خلوت) بھی ممنوع ہے اور مقادیر شرعی سے تجاوز کرنا بھی ممنوع ہے۔ سزا کی تفصیل شرعی قانون نے "جرم وسزاء" کا جو ضابطہ مقرر کیا ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں سزائیں تین طرح کی ہیں۔

سزاؤں کی اقسام کا بیان

(۱) وہ سزائیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے مگر ان کے اجزاء کو خود بندوں پر چھوڑ دیا ہے ان میں کسی خارجی طاقت جیسے حاکم یا حکومت کو دخل انداز ہونے کا حکم نہیں ہے، شریعت نے اس طرح کی سزا کا نام کفارہ رکھا ہے جیسے قسم کی خلاف ورزی یا رمضان میں بلا عذر شرعی روزہ توڑ دینے کا نام کفارہ ہے۔

(۲) وہ سزائیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ساتھ ہی متعین ہیں، ان سزاؤں کو جاری کرنے کا اختیار تو حاکم یا حکومت کو ہے مگر ان میں قانون سازی کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے، اس طرح کی سزا کو شریعت میں حد کہتے ہیں جیسے چوری، زنا اور شراب نوشی کی سزائیں۔

(۳) وہ سزائیں جنہیں کتاب وسنت نے متعین تو نہیں کیا ہے مگر جن برے کاموں کی یہ سزائیں ہیں ان کو جرائم کی فہرست میں داخل کیا ہے اور سزا کے تعین کا مسئلہ حاکم یا حکومت کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ موقع و محل اور ضرورت کے مطابق سزا خود متعین کریں گویا اس قسم کی سزاؤں میں حکومت کو قانون سازی کا حق بھی حاصل ہے مگر اس دائرہ کے اندر رہ کر جو شریعت نے متعین کر رکھا ہے اس طرح کی سزا شریعت میں "تعزیر" کہلاتی ہے۔ حد اور تعزیر میں فرق حد اور تعزیر میں بنیادی فرق یہ ہے کہ حد تو شریعت میں "عقوبت" ہے جو اللہ کا حق قرار دی گئی ہے اسی لئے اس کو حق اللہ کہا جاتا ہے بایں وجہ کہ اس میں کوئی بندہ تصرف نہیں کرسکتا اور تعزیر کو حق اللہ کہا جاتا ہے بایں وجہ کہ بندہ اس میں تصرف کرسکتا ہے یعنی اگر وہ کوئی مصلحت دیکھے تو قابل تعزیر مجرم کو معاف بھی کرسکتا ہے اور موقع و محل اور جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا میں کمی زیادتی اور تغیر و تبدل بھی کرسکتا ہے، حاصل یہ کہ حد تو اللہ کی طرف سے متعین ہے جس میں کوئی تصرف ممکن نہیں اور تعزیر قاضی یا حکومت کے سپرد ہے اسی عدم تقدیر و تحقیق کی بنا پر تعزیر کو حد نہیں کہا جاتا۔ چونکہ "قصاص" بھی بندہ کا حق ہے کہ وہ اپنے اختیار سے مجرم کو معاف کرسکتا ہے اس لئے اس کو بھی "حد" نہیں کہا جاتا۔

Marfat.com

حد جاری کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدود اللہ میں سے کسی ایک حد کا جاری کرنا اللہ کے تمام شہروں پر چالیس رات تک بارش برسنے سے بہتر ہے (ابن ماجہ، مشکوۃ حدیث 742) نسائی نے اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حد جاری کرنا گویا مخلوق کو گناہ سے اور معاصی کے ارتکاب سے روکنا ہے اور یہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے یعنی نزول برکات کا سبب ہے، اس کے برخلاف حدود کو معاف کرنا یا ان کو جاری کرنے میں سستی کرنا گویا مخلوق کو گناہ ومعاصی میں مبتلا ہونے کا موقع دینا ہے اور یہ چیز یعنی گناہ ومعاصی کا پھیل جانا قحط سالی میں گرفتار ہونے کا سبب اور انسان ہی نہیں بلکہ غیر انسانی مخلوق کو بھی ہلاکت وبربادی کے دروازے پر پہنچانے کا ذریعہ ہے جیسا کہ منقول ہے کہ حباری بنی آدم کے گناہوں کے سبب مارے دبلاپے کے مرجاتا ہے یعنی انسان عمومی طور پر برائیوں کی راہ پر لگ جاتا ہے اور گناہ ومعاصی کے ارتکاب کی کثرت ہو جاتی ہے تو اس کی نحوست سے اللہ تعالیٰ بارش نہیں برساتا اور جب بارش نہیں ہوتی تو صرف انسانوں ہی کے لئے قحط نہیں پھیلتا بلکہ اس کی وجہ سے چرند وپرند بھی اپنے رزق سے محروم ہو جاتے ہیں اور وہ بھی مرنے لگتے ہیں۔ "حباری" ایک جانور کا نام ہے یہاں خاص طور پر اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دور دور سے اپنے لئے چارہ تلاش کر کے لاتا ہے۔

راوی حدیث عمران بن حصین کے احوال کا بیان

عمران بن حصین: یہ خزاعی کعبی ہیں ان کی کنیت خزاعی کعبی ہے۔ غزوہ خیبر کے برس میں اسلام لائے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بعد میں آنے والے تمام غزوات میں شرکت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ میں تعلیم وتربیت کیلئے مقرر کیا تھا۔ مستجاب الدعوات افراد میں سے ایک تھے فتنہ کے زمانہ میں الگ ہو کر رہے۔ بصرہ میں ۵۲ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ان سے ایک سو اسی احادیث منقول ہیں۔

انسانی حرص ولالچ مٹی سے پورا ہونے کا بیان

(23) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر آدم کے بیٹے کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو اسے یہ خواہش ہوگی کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں، اس کا منہ صرف مٹی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ (متفق علیہ)

23- اخرجه احمد (4/12717) والبخاری (6436) وغیرہ ومسلم (1048) والترمذی (3337) وعبد الرزاق (19624) والطیالسی (2196) والدارمی (319/318/2) وابو یعلی (2951) وغیرہ وابن حبان (3235) وغیرہ

Marfat.com

دنیاوی آرزو اور حرص کا بیان

امل کے معنی ہیں امید رکھنا اور حرص کے معنی ہیں لالچ کرنا یا آرزو و ارادے کو دراز و سیع کرنا، "حرص" کا تعلق نیک آرزوؤں اور اچھے ارادوں سے بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ آیت (ان تحرص علی ہداہم) اور لفظ حرص کا اطلاق نفسانی خواہشات کے زیادتی، اور دنیاوی چیزوں کے لالچ پر بھی ہوتا ہے جو ایک بری چیز ہے، چنانچہ قاموس میں لکھا ہے کہ بدترین حرص یہ ہے کہ تم اپنا حصہ بھی حاصل کرلو اور غیر کے حصے کی بھی طمع رکھو۔ حاصل یہ کہ نیک امور جیسے حصول علم، اللہ کے دین کی سربلندی اور اچھے اعمال، اس میں حریص ہونا یعنی آرزوؤں اور ارادوں کو دراز و وسیع کرنا، متفقہ طور پر علماء کے نزدیک بہت اچھی بات ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طوبیٰ لمن طال عمرہ وحسن عملہ۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخر میں اس آرزو اور ارادہ کا اظہار فرمایا تھا کہ اگر میں اگلے سال تک جیتا رہا تو (محرم کی) نویں تاریخ کو بھی روزہ ضرور رکھوں گا اس کے برخلاف جس آرزو و ارادے کی درازی کا تعلق دنیاوی خواہشات نفس جیسے مال و دولت جمع کرنے اور جاہ و منصب کی طلب سے ہو تو وہ بہت بری بات ہے۔ جہاں تک عنوان کے پہلے لفظ 'امل" کا تعلق ہے تو اس سے مراد دنیاوی امور (یعنی خوش حال زندگی اور محض دنیاوی بہبودی و ترقی وغیرہ) کی امیدوں، تمناؤں اور خیالی منصوبوں کی درازی و وسعت میں اس حد تک مبتلا ہو جانا ہے کہ موت کے لئے مستعد رہنے اور توشہ آخرت تیار کرنے سے غافل ہو جائے۔ اور یہ شان صرف انہی لوگوں کی ہوسکتی ہے جو دین و آخرت سے غافل، اللہ فراموش اور دنیاوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھنے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آیت (ذرھم یأکلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل)، یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے کہ (وہ خوب) کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے (یعنی دنیا بھر کی آرزوئیں اور تمنائیں) ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں۔

انسانی حرص کی مثال کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سمجھانے کے لئے چار خط کھینچ کر ایک مربع بنایا، پھر اس مربع کے درمیان ایک اور خط کھینچا جو مربع سے باہر نکلا ہوا تھا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درمیانی خط کے اس حصہ کی طرف جو (مربع کے) خطوں کے درمیان تھا، چھوٹے چھوٹے کئی خطوط کھینچے اور پھر فرمایا) اس خاکہ کو اچھی طرح سمجھ لو۔ درمیانی خط کا یہ حصہ کہ مربع کے خطوں کے درمیان ہے، گویا انسان ہے اور یہ خط کہ جس نے چاروں طرف سے مربع بنا رکھا ہے اس انسان کی موت ہے (یعنی مربع کے چاروں خطوط گویا اس کی موت کا وقت اور اس کی عمر کی آخری حد ہے جس نے چاروں طرف سے اس کو گھیر رکھا ہے) اور درمیانی خط کہ یہ حصہ کہ جو مربع سے باہر نکلا ہوا ہے، اس انسان کی (وہ) آرزو اور تمنا ہے (جس کے بارے میں وہ یہ خیال رکھتا ہے کہ میں موت آنے سے پہلے اس کو حاصل کرلوں گا) حالانکہ وہ ایک بے بنیاد خیال میں مبتلا ہے کیونکہ اس کی آرزوؤں کی تکمیل سے زیادہ قریب ہے اور درمیانی خط کے اندرونی حصے پر جو یہ چھوٹے چھوٹے خطوط ہیں وہ عوارض (یعنی آفات و حادثات جیسے بھوک پیاس اور افلاس و بیماری وغیرہ) ہیں کہ جو انسان پر ہر طرف سے مسلط رہتے ہیں اور اگر وہ عوارض اپنا کام کر جاتے ہیں تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے پس اگر وہ انسان کسی ایک حادثہ و عارضہ سے بچ جاتا ہے تو دوسرا

Marfat.com

حادثہ وعارضہ گھیر لیتا ہے، اگر اس حادثہ وعارضہ سے بھی بچ نکلتا ہے تو پھر تیسرا حملہ کر دیتا ہے غرضیکہ متعدد حوادث وعارضات اس کی تاک میں رہتے ہیں جن سے وہ یکے بعد دیگرے دوچار ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ موت آ کر اس کا کام تمام کر دیتی ہے۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث 1193)

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ انسان دور دراز کی امیدیں اور آرزوئیں رکھتا ہے اور اس وہم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کی وہ امیدیں اور آرزوئیں کبھی نہ کبھی پوری ہوں گی۔ حالانکہ حقیقت میں وہ ان امیدوں اور آرزوؤں سے بہت دور اور اپنی موت سے بہت قریب ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی امیدوں اور آرزوں کی منزل تکمیل تک پہنچنے سے پہلے موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔

بڑھاپے میں حرص بڑھ جانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسان (خود تو بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس میں دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں، ایک تو مال جمع کرنے کی حرص اور اس کو خرچ نہ کرنے کی عادت اور دوسرے درازی عمر کی آرزو۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث 1195)

یہ حقیقت ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی بوڑھا ہو جائے، اس کے مزاج واطوار اور اس کی جبلت پر مذکورہ بالا دونوں خصلتوں کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوتی بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ ان دونوں چیزوں کا زور بھی بڑھتا رہتا ہے اور بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس اگر علم وعمل اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ محفوظ وپاکیزہ نہ ہو جائے تو وہ اپنی خواہشات اور اپنے جذبات کی گرفت میں رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ خواہشات وجذبات کی تکمیل، مال اور عمر کے بغیر نہیں ہو سکتی، دوسرے یہ کہ انسان جب بڑھاپے کی منزل میں پہنچ جاتا ہے تو اس میں ان نفسانی خواہشات وجذبات کا وجود تو جوں کا توں قائم رہتا ہے لیکن وہ قوت عقلیہ کو (قوت شہوانیہ) کے محرکات کو دفع نہیں کر سکتی! اسی اعتبار سے ان دونوں چیزوں کو "جوان اور قوی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

راوی حدیث عبداللہ بن عباس کے احوال کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بن عبدالمطلب الہاشمی ہیں ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ ہجرت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے جبکہ مسلمان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ دعا کی تھی۔ 'اے اللہ! اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما'۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی محفل میں انہیں قریب رکھا کرتے تھے اور ان کے علم کی وسعت اور ذہانت سے فائدہ حاصل کرتے تھے اور ان سے مشورے لیا کرتے تھے۔ ان کا انتقال 71 ہجری میں طائف میں ہوا اور وہیں دفن کیے گئے۔

قاتل ومقتول دونوں کے جنت میں جانے کا بیان

(24) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَضْحَكُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ، يُقَاتِلُ هٰذَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يَتُوْبُ

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْلِمِ فَيُسْتَشْهَدُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ایسے دو بندوں کے بارے میں مسکرادیتا ہے جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور وہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ (قتل ہونے والا) اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ قاتل کو بھی توبہ کی توفیق دیتا ہے تو وہ اسلام قبول کر کے شہادت پالیتا ہے۔

(متفق علیہ)

اتحاد مقاصد کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں حضرت احنف بن قیس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کیلئے گیا تو مجھے راستے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے۔ پس مجھ سے پوچھا؟ کہاں کا ارادہ ہے تو میں نے کہا میں اس شخص کی مدد کروں گا۔ انہوں نے کہا واپس جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔ پس میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو قاتل ہے لیکن مقتول (کے دوزخی ہونے) کا سبب کیا ہے آپ نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔

(صحیح بخاری، ج ا،ص ۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاتل اور مقتول دونوں کے ارادے اپنے مقاصد کی طرف منسوب ہوئے۔ اسی لئے تو مقتول کو دخول دوزخ کی وعید سنائی گئی کہ اگرچہ وہ مقتول ہے لیکن اعتبار اس کے مقاصد کا کیا گیا ہے۔

دو عبادات کو جمع کرنا

ایسی عبادات جن کا مقصد ایک ہو تو ان کو جمع کرنا درست ہے ایک ہی عمل سے دو عبادات کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ جس طرح کوئی جنبی شخص جمعہ کے دن جمعہ کیلئے غسل کرے تو جنابت بھی جاتی رہے گی اور اسے غسل جمعہ کا ثواب بھی ملے گا۔

مقاصد کی اہمیت

جب کوئی شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرے یا قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے خوف لاحق ہوا کہ اس میں ریا داخل ہو جائے گی تو اس وجہ سے نماز کو ترک کرنا یا قرآن کی تلاوت کو ترک کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ نماز اور تلاوت کے مقاصد عظیم ہیں اور اعمال میں مقاصد کو اہمیت دی جاتی ہے۔

24- اخرجه مالك في مؤطه (1000) و احمد (3/9983) و البخاري (2826) و مسلم (1890) و النسائي (3166) و ابن حبان (3667) و ابن خزيمة في التوحيد (ص/ 234) و البيهقي في الكبرى (9/165) و في الاسماء و الصفات (ص/467/468)

Marfat.com

بَابُ الصَّبْر

یہ باب صبر کے بیان میں ہے

صبر کے معنی ومفہوم کا بیان

صبر ہے لغت میں صبر کے معنی ہیں رکنا منع کرنا، نفس کو کسی چیز سے باز رکھنا، فارسی میں اس کو شکیبائی کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں صبر اس کو کہتے ہیں کہ نیکی اور برائی کے درمیان کشمکش کے وقت اپنے نفس کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ نیک کو اختیار کرے اور برائی سے باز رہے۔

صاحب مفردات لکھتے ہیں۔ صبر کے معنی عقل وشریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے تقاضے کے مطابق اپنے آپ کو روکے رکھنے کے ہیں۔ صبر ایک عام لفظ ہے جو کہ مختلف مواقع استعمال کے اعتبار سے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی مصیبت پر نفس کو روک رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے۔ یہ جزع کی ضد ہے اور جنگ میں نفس کو روک رکھنا شجاعت ہے اس کی ضد جبن ہے یہی صبر اگر کسی پریشانی کسی حادثہ کو طرداشت کرنے کی صورت میں ہو تو اسے رحب الصدر کشادہ دلی کہتے ہیں۔ جس کی ضد ضجر ہے۔ اگر کسی بات کو روک رکھے تو اسے کتمان کہتے ہیں اس کی ضد مذل ہے۔ (مجبور ہو کر راز کو فاش کر دینا)۔ قرآن سے ان تمام صفات کو صبر کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

اصبروا وصابروا۔ ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو۔ یعنی عبادت الٰہی پر اپنے آپ کو روک رکھو۔ اور خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد کرو۔ (مفردات اصفہانی)

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ فرماتے ہیں کہ صبر کا مفہوم ہے ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ حظوظ نفس کے جال سے باہر آنا اور نفس کو اس کی محبوب ومرغوب چیزوں سے باز رکھنے پر کاربند رہنا۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے "صبر" کی جو اقسام ہیں ان میں سب سے اعلیٰ قسم کا وہ صبر ہے جو اللہ تعالیٰ کے تئیں کیا جائے بایں طور کہ اس کی طرف متوجہ وانابت، صدق واخلاص کے ساتھ ہو، اس کی ذات صفات اور کمال قدرت میں استغراق ومراقبہ دوامی ہو اور نفس کی تمام خواہشات وخیالات کو یکسر منقطع کر دیا جائے۔ نیز بیان کیا کہ۔ صبر فرض بھی ہے اور نفل بھی، فرض صبر تو وہی ہے جو فرائض کی ادائیگی اور حرام چیزوں کے ترک کرنے پر اختیار کرنا پڑتا ہے اور نفل صبر کی جو صورتیں ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔
(عوارف المعارف، صبر کا بیان، لاہور)

صبر کی بعض صورتوں کا بیان

(۱) فقر وافلاس اور شدائد وآلام پر صبر کرنا۔ (۲) کوئی صدمہ وتکلیف پہنچنے پر صبر کرنا (۳) اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں کو چھپانا۔ (۴) شکوہ وشکایت سے اجتناب کرنا۔ (۵) باطنی احوال وکرامات کو چھپانا۔ واضح رہے کہ فرض اور نفل دونوں طرح صبر کی بہت اقسام اور صورتیں ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگ بہت ہیں جو صبر کی تمام ہی اقسام پر عامل وکاربند نہیں رہ سکتے جیسا کہ بیان کیا

Marfat.com

گیا۔ اگرچہ صبر کی بہت اقسام ہیں اور ان کا اطلاق بہت سی صورتوں پر ہوتا ہے مگر عام طور پر اس کا اطلاق خصوصیت سے مصائب وآفات اور ناگوار و ناپسندیدہ امور کو انگیز کرنے پر ہوتا ہے، جیسا کہ "شکر" ایک وسیع المفہوم لفظ ہے اور اپنے اطلاق کے اعتبار سے اس کی بہت سی قسمیں ہیں مگر خاص طور پر اس کا استعمال حصول نعمت ورزق کی صورت میں ہوتا ہے۔

صبر کرنے اور صبر پر ہی ڈٹ جانے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا﴾ (آل عمران : 200)،

ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اے ایمان والو! صبر سے کام لو اور ڈٹے رہو''۔

اے اہل ایمان (کفار کے مقابلے میں) ثابت قدر رہو اور استقامت رکھو اور (سرحدوں) پر جمے رہو اور خدا سے ڈرو تا کہ مراد حاصل ہو۔ ابوداؤد بن صالح کہتے ہیں کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے کہا کہ اے بھتیجے کیا تو جانتا ہے کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی (يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا) ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا: اے بھتیجے نبی کے زمانے میں کوئی سرحد نہ تھی کہ جہاں پڑاؤ ڈالا جائے بلکہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا مراد ہے۔

(مستدرک حاکم 2۔ 301، قرطبی 4۔ 323)

اصل عربی متن میں صَابِرُوْا کا لفظ آیا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ کفار اپنے کفر پر جو مضبوطی دکھا رہے ہیں اور اس کو سربلند رکھنے کے لیے جو زحمتیں اٹھا رہے ہیں تم ان کے مقابلے میں ان سے بڑھ کر پامردی دکھاؤ۔ دوسرے یہ کہ ان کے مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھ کر پامردی دکھاؤ۔

صبر کرنے والوں کیلئے بشارت کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ﴾ (البقرة : 155)،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اور ہم تمہیں خوف، بھوک، مال اور جان اور پھلوں میں کمی کے حوالے سے آزمائش میں مبتلا کریں گے اور صبر والوں کے لئے خوشخبری ہے''۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کہ خوف سے اللہ کا ڈر، بھوک سے رمضان کے روزے مالوں کی کمی سے زکوٰۃ وصدقات دینا، جانوں کی کمی سے امراض کے ذریعہ موتیں ہونا، پھلوں کی کمی سے اولاد کی موت مراد ہے اس لئے کہ اولاد دل کا پھل ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی وہ عرض کرتے ہیں کہ ہاں یارب، پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا عرض کرتے ہیں ہاں یارب، فرماتا ہے اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (۱۵۶، البقرة) پڑھا فرماتا ہے اس کے لئے جنت میں مکان بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

حکمت: مصیبت کے پیش آنے سے قبل خبر دینے میں کئی حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس سے آدمی کو وقت مصیبت صبر آسان

Marfat.com

ہو جاتا ہے، ایک یہ کہ جب کافر دیکھیں کہ مسلمان بلا ومصیبت کے وقت صابر وشاکر اور استقلال کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہتا ہے تو انہیں دین کی خوبی معلوم ہو اور اس کی طرف رغبت ہو، ایک یہ کہ آنے والی مصیبت کی قبل وقوع اطلاع غیبی خبر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ایک حکمت یہ کہ منافقین کے قدم ابتلاء کی خبر سے اکھڑ جائیں اور مومن ومنافق میں امتیاز ہو جائے۔

(خزائن العرفان، سورہ بقرہ، لاہور)

صبر والوں کیلئے بغیر حساب کے ثواب کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَاب ﴾ (الزمر :10)،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''بے شک صبر کرنے والوں کو کسی حساب کے بغیر پورا اجر دیا جائے گا''۔

قرآن وحدیث کی اصطلاح میں صابرین انھیں لوگوں کا لقب ہے جو تینوں طرح کے صبر میں ثابت قدم ہوں بعض روایات میں ہے کہ محشر میں نداء کی جائے گی کہ صابرین کہاں ہیں؟ تو وہ لوگ جو تینوں طرح کے صبر پر قائم رہ کر زندگی سے گذرے ہیں وہ کھڑے ہو جائیں گے اور ان کو بلا حساب جنت میں داخلہ کی اجازت دے دیجائے گی ابن کثیر نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا کہ آیت قرآن اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ سے بھی اس طرف اشارہ ہوتا ہے۔

صبر اور عزم الامور کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ (الشوری: 43)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''جو شخص صبر کرے اور بخش دے تو یہ ہمت کا کام ہے''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار پڑا اور مر گیا، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ باہر تھے جب ان کی بیوی نے دیکھا کہ لڑکا مر چکا ہے تو کچھ سامان کیا اور کفن پہنا کر گھر کے ایک گوشہ میں اس کو رکھ دیا، جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ بیوی نے جواب دیا کہ اس کی طبیعت کو سکون ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام میں ہے۔ ابو طلحہ نے سمجھا کہ وہ سچی ہے، چنانچہ انہوں نے رات گزاری جب صبح ہوئی اور غسل کر کے باہر جانے کا ارادہ کیا تو بیوی نے انہیں بتایا کہ لڑکا مر چکا ہے، پھر ابو طلحہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ کا بیان کیا جو ان دونوں کے ساتھ ہوا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو تمہاری ذات میں برکت عطا فرمائے گا سفیان کا بیان ہے کہ ایک انصاری شخص نے کہا میں نے ان دونوں کے لڑکے دیکھے سب کے سب قاری تھے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث 1231)

صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ﴾ [البقرة : 153]،

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

نماز سے مدد مانگنے کا بیان

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ بھوک کے مارے پیٹ کے درد سے بیتاب ہو رہے ہیں آپ نے ان سے (فارسی زبان میں) دریافت فرمایا کہ درد شکم داری؟ کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اٹھو نماز شروع کردو اس میں شفا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفر میں اپنے بھائی حضرت قثم کے انتقال کی خبر ملتی ہے تو آپ آیت (انا للہ) الخ پڑھ کر راستہ سے ایک طرف ہٹ کر اونٹ بٹھا کر نماز شروع کر دیتے ہیں اور بہت لمبی نماز ادا کرتے ہیں پھر اپنی سواری کی طرف جاتے ہیں اور اس آیت کو پڑھتے ہیں غرض ان دونوں چیزوں صبر وصلوٰت سے اللہ کی رحمت میسر آتی ہے۔ (تفسیر ابن جریر، طبری، بقرہ)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس صبر پر شہیدوں کا ثواب عطا فرمایا اور اس امت میں بھی جو شخص مصیبت پر صبر کریگا اس کو ایسا ہی اجر ملے گا۔

امام قرطبی نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس شدید ابتلاء وامتحان کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے جو بعض روایات میں آئی ہے کہ ایک روز حضرت یعقوب علیہ السلام نماز تہجد پڑھ رہے تھے اور یوسف علیہ السلام ان کے سامنے سو رہے تھے اچانک یوسف علیہ السلام سے خراٹے کی آواز نکلی تو ان کی توجہ یوسف علیہ السلام کی طرف چلی گئی۔

پھر دوسری اور تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے فرمایا دیکھو یہ میرا دوست اور مقبول بندہ مجھ سے خطاب اور عرض معروض کرنے کے درمیان میرے غیر کی طرف توجہ کرتا ہے قسم ہے میری عزت وجلال کی میں ان کی یہ دونوں آنکھیں نکال لوں گا جن سے میرے غیر کی طرف توجہ کی ہے اور جس کی طرف توجہ کی ہے اس کو ان سے مدت دراز کے لئے جدا کردوں گا۔

(تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

صبر کی اصل حقیقت کا بیان

صبر کے اصلی معنی اپنے نفس کو روکنے اور اس پر قابو پانے کے ہیں قرآن وسنت کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں ایک اپنے نفس کو حرام وناجائز چیزوں سے روکنا۔ دوسرے طاعات وعبادات کی پابندی پر مجبور کرنا تیسرے مصائب وآفات پر صبر کرنا یعنی جو مصیبت آ گئی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اور اس کے ثواب کا امیدوار ہونا اس کے ساتھ اگر تکلیف وپریشانی کے اظہار کا کوئی کلمہ بھی منہ سے نکل جائے تو وہ صبر کے منافی نہیں (ذکرہ ابن کثیر عن سعید بن جبیرؓ)

یہ تینوں شعبے صبر کے فرائض میں داخل ہیں ہر مسلمان پر یہ پابندی عائد ہے کہ تینوں طرح کے صبر کا پابند ہو عوام کے نزدیک

صرف تیسرے شعبے کو تو صبر کہا جاتا ہے دو شعبے جو صبر کی اصل اور بنیاد ہیں عام طور پر ان کو صبر میں داخل ہی نہیں سمجھا جاتا ہے۔

نماز، دوسرا جزء اس نسخہ کا جو تمام انسانی ضروریات کو پورا کرنے اور تمام پریشانیوں اور آفتوں سے نجات دلانے میں اکسیر ہے نماز ہے صبر کی جو تفسیر ابھی لکھی گئی ہے اس سے معلوم ہو گیا ہے کہ درحقیقت نماز اور تمام عبادات صبر ہی کے جزئیات ہیں مگر نماز کو جداگانہ بیان اس لئے کر دیا کہ تمام عبادات میں سے نماز ایک ایسی عبادت ہے جو صبر کا مکمل نمونہ ہے کیونکہ نماز کی حالت میں نفس کو عبادت وطاعت پر محبوس بھی کیا جاتا ہے اور تمام معاصی ومکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے بھی نفس کو بحالتِ نماز روکا جاتا ہے اس لئے صبر جس کے معنی نفس کو اپنے قابو میں رکھ کر تمام طاعات کا پیرو اور تمام معاصی سے مجتنب وبیزار بنانا ہے نماز اس کی ایک عملی مثال ہے۔

جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو آزمانے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ ﴾ (محمد : 31)، وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالصَّبْرِ وَبَيَانِ فَضْلِهٖ كَثِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ .

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''اور ہم تمہیں آزمائیں گے تاکہ ہم پر ظاہر کر دیں کہ کون جہاد کرنے والے ہیں اور کون صبر کرنے والے ہیں''۔

صبر کے حکم کے بارے میں اور اس کی فضیلت کے بیان کے بارے میں بہت سی آیات ہیں جو معروف ہیں۔

مسند احمد میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا تم میں بعض لوگ منافق ہیں پس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہو جائے۔ اے فلاں کھڑا ہو جا، یہاں تک کہ چھتیس اشخاص کے نام لئے۔ پھر فرمایا "تم میں "یا "تم میں سے "منافق ہیں، پس اللہ سے ڈرو۔ اس کے بعد ان لوگوں میں سے ایک کے سامنے حضرت عمر گذرے وہ اس وقت کپڑے میں اپنا منہ لپیٹے ہوا تھا۔ آپ اسے خوب جانتے تھے پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوپر والی حدیث بیان کی تو آپ نے فرمایا اللہ تجھے غارت کرے۔ پھر فرمایا ہے، ہم حکم احکام دے کر روک ٹوک کر کے تمہیں خود آزما کر معلوم کر لیں گے کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں؟ اور صبر کرنیوالے کون ہیں؟ اور ہم تمہارے احوال آزمائیں گے۔ یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس علام الغیوب کو ہر چیز، ہر شخص اور اس کے اعمال معلوم ہیں تو یہاں مطلب یہ ہے کہ دنیا کے سامنے کھول دے اور اس حال کو دیکھ لے اور دکھا دے اسی لئے حضرت ابن عباس اس جیسے مواقع پر (لنعلم) کے معنی کرتے تھے (لنری) یعنی تاکہ ہم دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ کو تو ازل سے ہر شخص کے اعمال وافعال کا علم محیط ازلی ابدی ہے۔ یہاں علم سے مراد ظہور ووقوع ہے یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے تھی اس کا وقوع وظہور ہو جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ محمد، بیروت)

صبر روشنی ہے

(25) وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ - اَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ، وَّالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَّالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَّالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ ۔ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْا فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

✧✧ حضرت حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفائی نصف ایمان ہے۔ "الحمدللہ" ترازو کو بھر دے گا۔ "سبحان اللہ" اور "الحمدللہ" زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے' صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے۔ قرآن پاک تیرے موافق یا مخالف حجت ہے۔ ہر انسان اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اپنے نفس کو بیچتا ہے یا تو اسے چھوڑ دیتا ہے یا برباد کرنے والا ہے۔

شرح

اس حدیث میں پاکیزگی وطہارت کی انتہائی عظمت وفضیلت کا اظہار ہوتا ہے کہ اسلام میں طہارت کو کیا مقام حاصل ہے چنانچہ فرمایا جا رہا ہے کہ پاک رہنا آدھا ایمان ہے اور وجہ ظاہر ہے کہ ایمان سے چھوٹے اور بڑے سب ہی گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور وضو سے صرف چھوٹے گناہ ہی بخشے جاتے ہیں اس لئے طہارت کو آدھے ایمان کا درجہ حاصل ہے۔ درمیان روایت میں راوی کو شک ہو رہا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ تملاء مفرد فرمایا تملان تثنیہ کے ساتھ فرمایا ہے اس لئے انہوں نے دونوں کو نقل کر دیا ہے۔

اس جملہ کا مطلب ہے کہ سحان اللہ والحمد اللہ پڑھنا اور ان کا ورد رکھنا اتنی فضیلت کی بات ہے اور اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر ان دونوں کلموں کو ایک جسم فرض کر لیا جائے تو اتنے عظیم ہیں کہ آسمان اور زمین کے درمیانی حصہ کو بھر دیں۔ نماز کو نور فرمایا گیا ہے اس لئے کہ نماز ہی وہ چیز ہے جو قبر کے اندھیرے اور قیامت کی ظلمت میں روشنی کی مانند ہے جو مومن کو گناہوں اور بری باتوں سے بچاتی ہے اور نیکی وبھلائی اور ثواب کے کاموں کی طرف راہنمائی کرتی ہے یا پھر نماز کو نور اس لئے کہا گیا ہے کہ مومن کے قلب کو ذات الہٰی کے عرفان کی روشنی سے منور کرتی ہے اور عبادت الہٰی کی ادائیگی واطاعت الہٰی کی بنا پر نماز پڑھنے والے کے چہرہ پر سعادت و نیک بختی کی چمک پیدا کرتی ہے۔ صدقہ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو دلیل اس لئے کہا گیا ہے کہ مومن کے دعویٰ ایمان کی صداقت اور پروردگار عالم سے محبت پر دلالت کرتا ہے یا یہ معنی کہ جب قیامت میں مالدار سے اللہ سوال کرے گا کہ ہم نے تمہیں مال و دولت میں اتنی وسعت بخشی تھی تو تم نے اس مال و دولت کو کہاں خرچ کیا؟ اور اس کا مصرف کیا تھا؟ یعنی تم نے ہماری بخشی ہوئی اس نعمت کو اچھی راہ میں خرچ کیا یا برے راستہ میں لٹا دیا؟ تو اس کے جواب میں صدقہ بطور دلیل پیش ہوگا کہ رب قدوس تیرا دیا ہوا مال برے راستہ میں نہیں لٹایا گیا ہے بلکہ اسے تیری ہی راہ میں اور تیری ہی خوشنودی کے لئے خرچ کیا گیا ہے۔

صبر اس کو فرماتے ہیں کہ گناہوں سے بچا جائے، طاعات پر مستعد رہا جائے اور کسی مصیبت وتکلیف کے موقعہ پر آہ بکا اور

25- مسلم احمد' مسند دارمی' ابوعوانہ' ترمذی' نسائی فی عمل الیوم واللیلہ' طبرانی معجم کبیر' ابن ماجہ عن عبدالرحمٰن بن غنم' بخاری کہتے ہیں ابی سلام نے تو دونوں سے سنا ہے۔ دونوں سندوں میں صحابی ایک ہی ہونا چاہیے

جزع وفزع نہ کیا جائے چنانچہ اس کے بارہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کامل روشنی کا سبب ہے اس لئے کے صابر کا قلب ودماغ ایمانی عزم ویقین کی روشنی سے ہمیشہ منور رہتا ہے اور وہ دین ودنیا کے ہر مرحلہ پر کامیاب ہوتا ہے۔

" قرآن کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ تمہارے لئے یا تمہارے او پر دلیل ہے یعنی تم قرآن پڑھو گے اور اس پر اگر عمل کرو گے تو قرآن تمہیں نفع بخشے گا اور اگر عمل نہ کرو گے تو تمہارے لئے ضرر کا باعث ہوگا۔ " جان کو بیچنے " کے معنیٰ یہ ہیں کہ جس کام کی طرف آدمی متوجہ ہو اس میں اپنی ذات کو کھپا دے، اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی سو کر اٹھتا ہے تو اپنے کام میں لگ جاتا ہے اور دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے لہٰذا اب اس نے اگر اس کام کے بدلے آخرت خرید لی بایں طور کہ اس کام پر آخرت کو ترجیح دی تو اس نے اپنے نفس کو عذاب آخرت سے آزاد کر لیا اور اگر خدانخواستہ اس نے دنیا اور دنیا کے اس کام کو آخرت کے بدلے خرید لیا بایں طور کہ اس کام کو آخرت پر ترجیح دی تو اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا اور اپنے نفس کو عذاب میں ڈال دیا۔

راوی حدیث حارث بن عاصم کے احوال کا بیان

حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت ابو مالک ہے ان کا تعلق قبیلہ اشعر سے ہے جو یمن کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اشعر قبیلہ کے وفد ہمراہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عام طور پر انہیں شام کے رہنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ خلافت میں طاعون کی وجہ سے شہادت نصیب ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے ستائیس احادیث نقل کی ہیں۔

صبر کا سب سے بہتر اور وسیع ہونے کا بیان

(26) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سَنَانِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ، حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ اَنْفَقَ كُلَّ شَيْءٍ بِيَدِهٖ : "مَا يَكُنْ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ . وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧✧ حضرت ابوسعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کچھ انصار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا آپ نے وہ انہیں عطا کر دیا، انہوں نے پھر مانگا آپ نے پھر عطا کر دیا، یہاں تک کہ آپ کے پاس جو کچھ موجود تھا وہ ختم ہو گیا جب آپ نے سب کچھ خرچ کر دیا جو آپ کے پاس موجود تھا تو آپ نے ان سے فرمایا میرے پاس جو بھی بھلائی ہے میں اسے تم سے چھپا کر نہیں رکھوں گا جو شخص مانگنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ اسے مانگنے سے بچائے گا اور جو شخص بے نیازی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز

26- بخاری، مسلم، سنن اربعہ، رزین سے یہ قد افلح من اسلم ورزق کفافاً وقنعہ اللہ بما اتاہ کا اضافہ نقل کیا ہے- اخرجہ احمد (4/11890) والبخاری (1469) وغیرہ ومسلم (1053) وابو داؤدم (1644) والترمذی (2031) والنسائی (2587) والدارمی (1/387) وابن حبان (2400) وعبدالرزاق (20014) والبیہقی (4/195) والبغوی فی المرقاۃ (1613)

Marfat.com

رکھے گا اور جو شخص صبر سے کام لے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا کرے گا اور کسی بھی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع کوئی چیز نہیں دی گئی۔ (متفق علیہ)

مانگنے سے پرہیز کرنے کا بیان

علماء لکھتے ہیں کہ جس شخص کے پاس ایک دن کے بقدر بھی غذا اور ستر چھپانے کے بقدر کپڑا ہو تو اسے کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بغیر ضرورت وحاجت مانگنا حرام ہے ہاں جس شخص کے پاس ایک دن کی بھی غذا اور ستر چھپانے کے بقدر بھی کپڑا نہ ہو تو اس کے لئے دست سوال دراز کرنا حلال ہے جو محتاج وفقیر ایک دن کی غذا کا مالک ہو اور وہ کمانے کی قدرت رکھتا ہو تو اس کے لئے زکوۃ لینا تو حلال ہے مگر لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنا حرام ہے۔ جس مسکین ومحتاج کو ایک دن کی غذا بھی میسر نہ ہو اور وہ کمانے کی قدرت بھی نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے۔ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بغیر ضرورت واحتیاج لوگوں سے مانگنا ممنوع ہے البتہ جو شخص کمانے کی قدرت رکھتا ہو اس کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں۔

چنانچہ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ ایسے شخص کہ جو کما کر اپنا گزارہ کر سکتا ہو لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنا حرام ہے لیکن بعض حضرات مکروہ کہتے ہیں وہ بھی تین شرطوں کے ساتھ۔ اول یہ کہ دست سوال دراز کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دے، دوم الحاح یعنی مانگنے میں مبالغہ سے کام نہ لے، سوم یہ کہ جس شخص کے آگے دست سوال دراز کر رہا ہے اسے تکلیف وایذاء نہ پہنچائے اگر ان تین شرطوں میں سے ایک بھی پوری نہ ہو تو پھر سوال کرنا بالاتفاق حرام ہوگا۔

ابن مبارک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جو سائل "لوجہ اللہ" کہہ کر سوال کرے تو مجھے اچھا نہیں لگتا کہ اسے کچھ دیا جائے کیونکہ دنیا اور دنیا کی چیزیں کمتر وحقیر ہیں، جب اس نے دنیا کی کسی چیز کے لئے لوجہ اللہ کہہ کر سوال کیا تو گویا اس نے اس چیز (یعنی دنیا) کی تعظیم وتوقیر کی جسے اللہ تعالیٰ نے کمتر وحقیر قرار دیا ہے لہٰذا ایسے شخص کو از راہ زجر وتنبیہ کچھ نہ دیا جائے اور اگر کوئی شخص یہ کہہ کر سوال کرے کہ بحق اللہ یا بحق محمد دو، تو اسے کچھ دینا واجب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اپنی کوئی غلط اور جھوٹی حاجت و ضرورت ظاہر کر کے کسی سے کوئی چیز لے تو وہ اس چیز کا مالک نہیں ہوتا (گویا وہ چیز اس کے حق میں ناجائز وحرام ہوتی ہے) اسی طرح کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں سید ہوں اور مجھے فلاں چیز کی یا اتنے روپیہ کی ضرورت ہے اور وہ شخص سائل کو سید سمجھ کر اس کا سوال پورا کر دے مگر حقیقت میں وہ سید نہ ہو تو وہ بھی اس مانگی ہوئی چیز کا مالک نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں وہ چیز اس کے حق میں ناجائز وحرام ہوتی ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص کسی سائل کو نیک بخت صالح سمجھ کر کوئی چیز دے دے حالانکہ وہ سائل باطنی طور پر ایسا گنہگار ہے کہ اگر دینے والے کو اس کے گناہ کا پتہ چل جاتا تو اسے وہ چیز نہ دیتا تو اس صورت میں سائل اس چیز کا مالک نہیں ہوتا وہ چیز اس کے لئے حرام ہے اور اس چیز کو اس کے مالک کو واپس کر دینا اس پر واجب ہوگا اگر کوئی شخص کسی کو اس کی بدزبانی یا اس کی چغل خوری کے مضر اثرات سے بچنے کے لئے کوئی چیز دے تو وہ چیز اس کے حق میں حرام ہوگی۔ اگر کوئی فقیر کسی شخص کے پاس مانگنے کے لئے آئے اور وہ اس کے ہاتھ پیر چومے تاکہ وہ اس کی وجہ سے اس کا سوال پورا کر دے تو یہ مکروہ ہے بلکہ اس شخص کو چاہئے کہ وہ

فقیر کو ہاتھ پیر نہ چومنے دے۔ ان سائل اور فقیروں کو کچھ بھی نہ دینا چاہئے جو نقارہ، ڈھول یا ہارمونیم وغیرہ بجاتے ہوئے دروازوں پر مانگتے پھرتے ہیں اور مطرب یعنی ڈوم تو سب سے بدتر ہے۔

راوی حدیث سعد بن مالک کے احوال کا بیان

حضرت سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت ابوسعید ہے اور یہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ خدرہ، خزرج قبیلے کی ایک شاخ ہے ان کو کم عمری کی وجہ سے غزوہ احد سے واپس کر دیا گیا۔ غزوہ احد میں ان کے والد شہید ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے بارہ غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی یہ عالم اور فقیہ صحابہ میں سے ایک ہیں۔ ان کا وصال ۴۶ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ۱۱۷۰ احادیث منقول ہیں۔

خوشی و پریشانی میں صبر کرنے کا بیان

(27) وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی صُهَیْبِ بْنِ سِنَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَیْرٌ وَّلَیْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَّهٗ، وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابویحیٰی صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مومن کے معاملے پر حیرت ہوتی ہے کیونکہ اس کا ہر معاملہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور یہ خصوصیت صرف مومن کو حاصل ہے اگر اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو وہ صبر سے کام لیتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

اس حدیث کے ذریعہ مومن کی فضیلت اور اس کے امتیاز کو بطور فخر بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ زندگی کے ہر مرحلہ پر خدائے واحد کا سپاس و شکر گزار رہتا ہے اگر اسے کوئی نعمت و راحت حاصل ہوتی ہے تو اللہ کی تعریف کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت و تکلیف اپنے بازوؤں میں جکڑ لیتی ہے تو اس وقت بھی اس کی زبان حال و قال سے اللہ کا شکر ہی ادا ہوتا ہے اور اس کی تعریف و بڑائی بیان کر کے وہ اپنی عبودیت کا اظہار کرتا ہے چنانچہ اسی لئے اللہ نے بھی مومن کو یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ اس کے ہر مباح کام پر ثواب عطا فرماتا ہے بشرطیکہ اگر وہ خیر و بھلائی اور ثواب کی نیت کے ساتھ وہ کام کرے یعنی مومن کوئی بھی مباح کام کرے اگر اس کی نیت بخیر ہو گئی تو اسے اس کام پر ثواب دیا جائے مثال کے طور پر یہاں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے اور لقمہ دیتے وقت اس کی یہ نیت ہو کہ اپنے اس حق کی ادائیگی کے لئے جو میرے ذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر بیوی کے منہ میں لقمہ دے رہا ہوں تو اس کا یہ معمولی سا مباح کام اس کے حق میں ثواب کے اعتبار سے ایک

27- اخرجه احمد (6/19856) و مسلم (2999)

Marfat.com

عظیم سعادت بن جائے گا۔

حالت تنگی میں صبر کرنے کا بیان

مطلب یہ ہے کہ ہر انسان اپنی شب و روز کی زندگی میں یا تو ایسی حالت سے دوچار ہوتا ہے جو اس کو رنج و تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے یا وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ جس سے وہ خوشی و مسرت محسوس کرتا ہے ان دونوں حالتوں سے کوئی شخص خالی نہیں ہوتا، پس مومن کے لئے رنج و تکلیف میں مبتلا کرنے والی حالت صبر کا تقاضہ کرتی ہے اور خوشی و مسرت دینے والی حالت شکر کا اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں مقام صبر و شکر، نہایت اعلی ہیں اور بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث بنتے ہیں، اس طرح مومن گویا ہر حالت میں اعلیٰ مقام و مرتبہ اور بہت زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اوپر حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ "اور یہ بات صرف مومن کے لئے مخصوص ہے" تو بظاہر مومن سے مراد "مومن کامل" ہے کیونکہ یہ کامل مومن کی ہی شان ہوتی ہے کہ وہ تنگی و سختی اور رنج و تکلیف کی حالت میں صبر کرتا ہے اور خوش حالی و مسرت کی صورت میں شکر گزار ہوتا ہے، اس کے برخلاف غیر کامل مومن کا یہ حالت ہوتا ہے کہ اگر اس کو رفہ و خوش حالی اور خوشی و مسرت کے اسباب میسر ہو جاتے ہیں تو وہ مغرور ہو جاتا ہے اور خلاف شرع باتیں کرنے لگتا ہے۔ اور اگر تنگی و سختی اور رنج و تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو جزع فزع، شکوہ شکایت اور کفران نعمت کرنے لگتا ہے۔ لہٰذا ہر مومن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس حالت میں بھی ہو اس کے مطابق اپنی کیفیت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ وہ اپنے فکر و خیال اور قول و فعل کے اعتبار سے اس حدیث کے معیار پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ اور پھر کامل مومن کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں۔

راوی حدیث صہیب بن سنان کے احوال کا بیان

صہیب بن سنان رومی: یہ صہیب بن سنان بن مالک ہیں۔ ان کا تعلق نمر بن قاسط سے ہے۔ ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے ان کو رومی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ رومی انہیں بچپن میں پکڑ کر لے گئے تھے ان کی پرورش وہیں ہوئی ان کی زبان میں کچھ لکنت پائی جاتی تھی تو بنو کلب کے ایک شخص نے انہیں خرید لیا وہ انہیں لے کر مکہ آ گیا اس شخص سے عبداللہ بن جرمال تیمی نے خرید کر انہیں آزاد کر دیا اور یہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ انہوں نے تجارت کا آغاز کیا جب اسلام ظاہر ہوا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ علامہ واقدی نے یہ بات بیان کی ہے: یہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ ایک ہی دن مسلمان ہوئے تھے۔ یہ جس وقت اسلام لائے اس وقت ۳۰ سے کچھ زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ ان کمزور مسلمانوں میں سے ایک تھے جنہیں تکلیف پہنچائی گئی تھی۔ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ان کا وصال ۳۸ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان سے تین سو سات احادیث روایت کی گئی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا بیان

(28) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ،

28- اخرجه البخاری (4462) والدارمی (41/40/1) وابن سعد (311/2) وابن ماجة (1630) والبیهقی فی الدلائل (213/1212/7) والترمذی فی الشمائل (379) وابن حبان (6622) واحمد (4/13115) مختصراً

Marfat.com

فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : وَاكَرْبَ اَبَتَاهُ . فَقَالَ: "لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ" فَلَمَّا مَاتَ، قَالَتْ: يَا اَبَتَاهُ، اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ ! يَا اَبَتَاهُ، جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ ! يَا اَبَتَاهُ، اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ ! فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ؟!
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف بڑھ گئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے والد کی تکلیف! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن کے بعد تمہارے والد کو اور کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ابا جان! آپ نے اپنے پروردگار کے بلاوے کو قبول کیا۔ اے ابا جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے اے ابا جان! ہم جبرائیل کو آپ کے وصال کی اطلاع دیتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم لوگوں نے کیسے یہ گوارہ کیا کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ کرام کے احوال کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نزول اجلال فرمایا تھا تو (تمام لوگوں نے بے پناہ خوشی و مسرت کا اظہار کیا یہاں تک کہ) حبشیوں نے (بھی جشن مسرت منانے کے طور پر) نیزوں کے کھیل کرتب دکھائے تھے یہ (روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے اور دارمی نے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت انس نے کہا: میں نے اس دن سے زیادہ حسین اور روشن دن اور کوئی نہیں دیکھا جس دن (مدینہ میں) ہمارے درمیان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور میں نے اس دن سے زیادہ برا اور تاریک دن اور کوئی نہیں دیکھا جس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی" اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت انس نے کہا: جب وہ دن آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو (مدینہ) ہر چیز (یعنی درو دیوار وغیرہ) پر نور پھیل گیا جب وہ دن آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہر چیز (غم اندوہ کی) تاریکی میں ڈوب گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد ہم نے ابھی اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑی بھی نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہی میں مشغول تھے کہ اپنے دلوں میں ایک دوسرے سے ناآشنائی محسوس کرنے لگے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث 561)

مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا دن نہایت حسین بھی تھا بڑا تابناک بھی، کیونکہ وہ دن مشتاقان جمال کے لئے وصال وقرب کا دن تھا ان کی تمناؤں اور آرزوؤں کی تکمیل کا دن تھا، نہ صرف یہ کہ ان کے دل ودماغ کھل اٹھے تھے بلکہ ان کے در و دیوار تک نور نبوت کی جلوہ ریزی سے جگمگا اٹھے تھے اور پھر جب وہ دن آیا کہ آفتاب نبوت اس دنیا سے رخصت ہوا تو مدینہ والوں کی دنیا اندھیری ہوگئی ہر سو غم واندوہ کی تاریکی چھا گئی کیونکہ وہ دن عشاقان جمال نبوت کے لئے فراق کا دن تھا ان کی مسرتوں اور شادمانیوں کی جدائی کا دن تھا۔ ایک دوسرے سے آشنائی محسوس کرنے لگے تھے۔" مطلب یہ کہ ہمارے درمیان سے آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھ جانے اور اس دنیا سے آفتاب نبوت کے رخصت ہو جانے کے سبب ہم پر تاریکی چھائی تو ہمیں بین طور محسوس ہوا کہ ہمارے دلوں کی وہ پاکیزگی اور نورانیت جو ذات رسالت کے مشاہدہ وصحبت کے نتیجہ میں حاصل ہوتی رہتی تھی اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور ہمارے قلوب میں صدق واخلاص اور مہر ووفا کی وہ پہلی والی کیفیت باقی نہیں رہی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کو دنیا یا آخرت میں رہنے کا اختیار دیئے جانے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہر نبی کو اس کو مرض الموت میں دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیدیا جاتا ہے (چاہے تو وہ کچھ تک دنیا کی زندگی کو اختیار کئے رہے اور چاہے عالم آخرت کے سفر کو اختیار کرلے لیکن ہمیشہ ایسا ہوا کہ ہر نبی نے دنیا کی زندگی کو رد کر کے اللہ کے ہاں جانے کو پسند واختیار کیا کیونکہ جو کچھ اللہ کے ہاں ہے اصل نعمت وہی ہے اور اس کو دوام وقرار ہے)" پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور (وہ مرحلہ آیا کہ) آواز سخت بھاری ہوگئی (جیسے جان کنی کے وقت سانس یا بلغم حلق میں آکر اٹک جاتا ہے اور اس کی وجہ سے آواز میں خرخراہٹ اور بھاری پن پیدا ہو جاتا ہے) تو اس وقت میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ تھے: (الٰہی) مجھ کو ان لوگوں میں شامل فرما جن پر تو نے اپنا فضل وانعام کیا ہم کہ وہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں (وہی لوگ اچھے رفیق ہیں) ان دعائیہ الفاظ سے میں سمجھ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (دنیاوی زندگی اور عالم آخرت میں سے کسی ایک کو چن لینے کا) اختیار دیدیا گیا ہے (اور آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی زندگی کو چھوڑ کر عالم آخرت کو چن لیا ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث 559)

رحم دلی کے سبب میت پر رونے کا بیان

(29) وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحِبِّهٖ وَابْنِ حِبِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنِیْ قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَاَرْسَلَ یُقْرِیءُ السَّلَامَ، وَیَقُوْلُ: "اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ" فَاَرْسَلَتْ اِلَیْهِ تُقْسِمُ عَلَیْهِ لَیَاْتِیَنَّهَا۔ فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَاُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرِجَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَرُفِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ، فَاَقْعَدَهٗ فِیْ حِجْرِهٖ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: "هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ"

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "فِیْ قُلُوْبِ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِهٖ، وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔
وَمَعْنٰی "تَقَعْقَعُ": تَتَحَرَّكُ وَتَضْطَرِبُ۔

29-اخرجه احمد (8/21835) والبخاری (1284) وغیره و مسلم (923) و ابو داؤد (3125) والترمذی (988) والنسائی (1867) وفی الیوم واللیلة (1068) وابن ماجه (1588) وابن حبان (461) وغیره والبیهقی (68/4)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابوزید اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور آپ کے محبوب ہیں اور آپ کے محبوب کے صاحبزادے ہیں' بیان کرتے ہیں' آپ کی ایک صاحبزادی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھجوایا کہ میرے بیٹے کا آخری وقت قریب ہے' آپ میرے پاس تشریف لے آئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام بھجوایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ جو واپس لے وہ اس کی ملکیت ہے اور جو وہ عطا کردے وہ بھی اس کی ملکیت ہے اس کی بارگاہ میں ہر چیز کا ایک مقرر وقت ہے تمہیں صبر سے کام لینا چاہیے اور ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔ صاحبزادی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور تشریف لائیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے علاوہ کچھ دیگر افراد بھی تھے۔ اس بچے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا آپ نے اس کو اپنی گود میں رکھا اس وقت اس کا سانس اکھڑا ہوا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیا (کس لیے) ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اپنے بندوں میں سے جس بندے کے چاہے دل میں رکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحمدل بندوں پر رحم کرتا ہے۔ متفق علیہ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "تَقَعْقَعُ" وہ حرکت کر رہا تھا اور مضطرب تھا۔

شرح

حضرت سعد نے چونکہ یہ گمان کیا کہ رونے کی تمام اقسام حرام و مکروہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سہوا رو رہے ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آگاہ کیا کہ رونے کی تمام اقسام حرام و مکروہ نہیں ہے بلکہ اس طرح رونا تو اس جذبہ ترحم کی علامت ہے جو دل میں امنڈ رہا ہوتا ہے ہاں نوحہ کے ساتھ رونا، چاک گریبان ہونا اور سینہ پیٹنا البتہ حرام و ممنوع ہے۔

میت پر آنسو بہانے کا طبعی وفطری تقاضہ ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوسیف لوہار کے گھر گئے جو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم کی دایہ کے شوہر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو (گود میں) لے کر بوسہ لیا اور سونگھا (یعنی اپنا منہ اور ناک ان کے منہ پر اس طرح رکھی جیسے کوئی خوشبو سونگھتا ہے) اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد ہم پھر ابوسیف کے یہاں گئے جب کہ حضرت ابراہیم حالت نزع میں تھے چنانچہ (ان کی حالت دیکھ کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ رو رہے ہیں! آپ نے فرمایا: اے ابن عوف (آنسو کا بہنا) رحمت ہے۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں آنسو بہانے لگیں آپ نے فرمایا آنکھیں آنسو بہا رہی اور دل غمگین ہے مگر اس کے باوجود ہماری زبانوں پر وہی الفاظ ہیں جن سے ہمارا پروردگار راضی رہے اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے بے شک غمگین ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث 210)

ابوسیف کا نام براء تھا اور ان کی بیوی کا نام خولہ منذر تھا جو انصاریہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت

Marfat.com

ابراہیم کی دایہ تھیں ان کا گھرانہ پیشہ کے لحاظ سے لوہا تھا۔ حضرت ابراہیم صرف سولہ سترہ مہینے کے تھے کہ انتقال کر گئے چنانچہ اس حدیث میں ان کی حالت بیماری ونزع کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دایہ کے گھر گئے اور انہیں گود میں لے کر پیار کیا اور جب ان کا آخری وقت دیکھا تو رونے لگے اسی وجہ سے حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا کہ اس قسم کے رقت انگیز مواقع پر لوگ تو روتے ہی ہیں مگر آپ کی عظمت شان اور کمال معرفت سے یہ بعید ہے کہ آپ روئیں۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا کہ یہ رحمت ہے۔ یعنی میری آنکھیں بے صبری کی وجہ سے آنسو نہیں بہا رہی ہیں جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بچہ کو اس حالت میں دیکھ کر جذبہ رحم امنڈ رہا ہے جو آنسوؤں کی شکل میں آنکھوں سے بہہ رہا ہے۔ دل غمگین ہے، میں اس طرح اشارہ ہے کہ جو شخص ایسے موقع پر بھی غمگین نہ ہو اور اس کا دل غم کی کسک محسوس نہ کرے اس کے سینہ میں دھڑکتا ہوا دل نہیں ہے بلکہ پتھر کا ایک ٹکڑا ہے جب کہ نظروں کے سامنے لخت جگر دم توڑ رہا ہو ایسے نازک موقع پر بھی آنکھیں آنسو نہ بہائیں تو یہ صبر وضبط نہیں ہے بلکہ اس احساس محبت ومروت اور جذبہ ترحم کا فقدان ہے لہٰذا یہ حال یعنی غمگین ہونا اہل کمال کے نزدیک کامل تر ہے یہ بنسبت اس چیز کے کہ بچہ کی موت ہو جائے اور چہرہ پر بشاشت واطمینان کی لہریں دوڑ رہی ہوں۔

راوی حدیث اسامہ بن زید کے احوال کا بیان

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما: یہ اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اور ان کے والد سے بہت محبت تھی انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا "محبوب" کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ سیّدہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا "برکہ حبشیہ" ہیں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں انہوں نے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا تھا جس میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اس لشکر کو شام کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی روانگی کا حکم اس وقت دیا تھا جب آپ کی بیماری شدید ہو گئی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد اس کو روانہ کیا گیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وصال سن 54 ہجری میں ہوا انہیں مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا۔ احادیث کے ذخیرے میں ان سے ایک سو اٹھائیس روایات منقول ہیں۔

صبر کرنے کا عجیب واقعہ

(30) وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ: اِنِّيْ قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ اِلَيَّ غُلَامًا اُعَلِّمْهُ السِّحْرَ؛ فَبَعَثَ اِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ، وَكَانَ فِيْ طَرِيْقِهِ اِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ، فَقَعَدَ اِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَاَعْجَبَهُ، وَكَانَ اِذَا اَتَى السَّاحِرَ، مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ اِلَيْهِ، فَاِذَا اَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ، فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى الرَّاهِبِ، فَقَالَ: اِذَا خَشِيْتَ السَّاحِرَ، فَقُلْ: حَبَسَنِيْ اَهْلِيْ، وَاِذَا خَشِيْتَ اَهْلَكَ، فَقُلْ: حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ اَتٰى عَلٰى دَابَّةٍ عَظِيْمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ، فَقَالَ: اَلْيَوْمَ اَعْلَمُ السَّاحِرُ اَفْضَلُ اَمِ الرَّاهِبُ اَفْضَلُ؟ فَاَخَذَ حَجَرًا،

30- اخرجه مسلم (3005) والترمذی (3340) والنسائی فی الكبری (6/11661) وابن كثير فی تفسيره (778/777/4) وغيره فی تفاسير هم

Marfat.com

فَقَالَ: اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ اَمْرُ الرَّاھِبِ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ ھٰذِہِ الدَّابَّۃَ حَتّٰی یَمْضِیَ النَّاسُ، فَرَمَاھَا فَقَتَلَھَا وَمَضَی النَّاسُ، فَاَتَی الرَّاھِبَ فَاَخْبَرَہٗ ۔ فَقَالَ لَہُ الرَّاھِبُ : اَیْ بُنَیَّ اَنْتَ الْیَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّیْ قَدْ بَلَغَ مِنْ اَمْرِکَ مَا اَرٰی، وَاِنَّکَ سَتُبْتَلٰی، فَاِنِ ابْتُلِیْتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَیَّ ؛ وَکَانَ الْغُلَامُ یُبْرِیءُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ، وَیُدَاوِی النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْاَدْوَاءِ ۔ فَسَمِعَ جَلِیْسٌ لِّلْمَلِکِ کَانَ قَدْ عَمِیَ، فَاَتَاہُ بِھَدَایَا کَثِیْرَۃٍ، فَقَالَ: مَا ھَا ھُنَا لَکَ اَجْمَعُ اِنْ اَنْتَ شَفَیْتَنِیْ، فَقَالَ: اِنِّیْ لَا اَشْفِیْ اَحَدًا اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰہُ تَعَالٰی، فَاِنْ اٰمَنْتَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی دَعَوْتُ اللّٰہَ فَشَفَاکَ، فَاٰمَنَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی فَشَفَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی، فَاَتَی الْمَلِکَ فَجَلَسَ اِلَیْہِ کَمَا کَانَ یَجْلِسُ، فَقَالَ لَہُ الْمَلِکُ : مَنْ رَدَّ اِلَیْکَ بَصَرَکَ؟ قَالَ: رَبِّیْ، قَالَ: وَلَکَ رَبٌّ غَیْرِیْ؟ قَالَ: رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ، فَاَخَذَہٗ فَلَمْ یَزَلْ یُعَذِّبُہٗ حَتّٰی دَلَّ عَلَی الْغُلَامِ، فَجِیءَ بِالْغُلَامِ، فَقَالَ لَہُ الْمَلِکُ : اَیْ بُنَیَّ، قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِکَ مَا تُبْرِیءُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ ! فَقَالَ: اِنِّیْ لَا اَشْفِیْ اَحَدًا، اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰہُ تَعَالٰی ۔ فَاَخَذَہٗ فَلَمْ یَزَلْ یُعَذِّبُہٗ حَتّٰی دَلَّ عَلَی الرَّاھِبِ ؛ فَجِیءَ بِالرَّاھِبِ فَقِیْلَ لَہٗ : اِرْجِعْ عَنْ دِیْنِکَ، فَاَبٰی، فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِیْ مَفْرِقِ رَاْسِہٖ، فَشَقَّہٗ حَتّٰی وَقَعَ شِقَّاہُ، ثُمَّ جِیءَ بِجَلِیْسِ الْمَلِکِ فَقِیْلَ لَہٗ : ارْجِعْ عَنْ دِیْنِکَ، فَاَبٰی، فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِیْ مَفْرِقِ رَاْسِہٖ، فَشَقَّہٗ بِہٖ حَتّٰی وَقَعَ شِقَّاہُ، ثُمَّ جِیءَ بِالْغُلَامِ فَقِیْلَ لَہٗ : اِرْجِعْ عَنْ دِیْنِکَ، فَاَبٰی، فَدَفَعَہٗ اِلٰی نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ، فَقَالَ: اذْھَبُوْا بِہٖ اِلٰی جَبَلِ کَذَا وَکَذَا فَاصْعَدُوْا بِہِ الْجَبَلَ، فَاِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَہٗ فَاِنْ رَّجَعَ عَنْ دِیْنِہٖ وَاِلَّا فَاطْرَحُوْہُ ۔ فَذَھَبُوْا بِہٖ فَصَعِدُوْا بِہِ الْجَبَلَ، فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ، فَرَجَفَ بِھِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوْا، وَجَاءَ یَمْشِیْ اِلَی الْمَلِکِ، فَقَالَ لَہُ الْمَلِکُ : مَا فَعَلَ اَصْحَابُکَ؟ فَقَالَ: کَفَانِیْھِمُ اللّٰہُ تَعَالٰی، فَدَفَعَہٗ اِلٰی نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ: اذْھَبُوْا بِہٖ فَاحْمِلُوْہُ فِیْ قُرْقُوْرٍ وَّتَوَسَّطُوْا بِہِ الْبَحْرَ، فَاِنْ رَّجَعَ عَنْ دِیْنِہٖ وَاِلَّا فَاقْذِفُوْہُ ۔ فَذَھَبُوْا بِہٖ، فَقَالَ: اللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ، فَانْکَفَاَتْ بِھِمُ السَّفِیْنَۃُ فَغَرِقُوْا، وَجَاءَ یَمْشِیْ اِلَی الْمَلِکِ ۔ فَقَالَ لَہُ الْمَلِکُ : مَا فَعَلَ اَصْحَابُکَ؟ فَقَالَ: کَفَانِیْھِمُ اللّٰہُ تَعَالٰی ۔ فَقَالَ لِلْمَلِکِ : اِنَّکَ لَسْتَ بِقَاتِلِیْ حَتّٰی تَفْعَلَ مَا اٰمُرُکَ بِہٖ ۔ قَالَ: مَا ھُوَ؟ قَالَ: تَجْمَعُ النَّاسَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ وَّتَصْلُبُنِیْ عَلٰی جِذْعٍ، ثُمَّ خُذْ سَھْمًا مِّنْ کِنَانَتِیْ، ثُمَّ ضَعِ السَّھْمَ فِیْ کَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ : بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ ارْمِنِیْ، فَاِنَّکَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ قَتَلْتَنِیْ، فَجَمَعَ النَّاسَ فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ، وَّصَلَبَہٗ عَلٰی جِذْعٍ، ثُمَّ اَخَذَ سَھْمًا مِّنْ کِنَانَتِہٖ، ثُمَّ وَضَعَ السَّھْمَ فِیْ کَبِدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ رَمَاہُ فَوَقَعَ فِیْ صُدْغِہٖ، فَوَضَعَ یَدَہٗ فِیْ صُدْغِہٖ فَمَاتَ، فَقَالَ النَّاسُ : اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، فَاُتِیَ الْمَلِکُ فَقِیْلَ لَہٗ : اَرَاَیْتَ مَا کُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللّٰہِ نَزَلَ بِکَ حَذَرُکَ ۔ قَدْ اٰمَنَ النَّاسُ ۔ فَاَمَرَ بِالْاُخْدُوْدِ بِاَفْوَاہِ السِّکَکِ فَخُدَّتْ وَاُضْرِمَ فِیْھَا النِّیْرَانُ وَقَالَ: مَنْ لَّمْ یَرْجِعْ عَنْ دِیْنِہٖ فَاَقْحِمُوْہُ فِیْھَا، اَوْ قِیْلَ لَہٗ: اقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰی جَاءَتِ امْرَاَۃٌ وَّمَعَھَا صَبِیٌّ لَّھَا، فَتَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِیْھَا، فَقَالَ لَھَا الْغُلَامُ : یَا اُمَّہْ اصْبِرِیْ فَاِنَّکِ عَلَی الْحَقِّ !" رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔

Marfat.com

"ذِرْوَةُ الْجَبَلِ" : اَعْلَاهُ، وَهِیَ - بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَضَمِّهَا - وَ"الْقُرْقُوْرُ" : بِضَمِّ الْقَافَيْنِ نَوْعٌ مِّنَ السُّفُنِ وَ"الصَّعِيْدُ" هُنَا : الْاَرْضُ الْبَارِزَةُ وَ"الْاُخْدُوْدُ" الشُّقُوْقُ فِی الْاَرْضِ كَالنَّهْرِ الصَّغِيْرِ، وَ"اُضْرِمَ" : اُوْقِدَ، وَ"انْكَفَاَتْ" اَیْ : اِنْقَلَبَتْ، وَ"تَقَاعَسَتْ" : تَوَقَّفَتْ وَجُبُنَتْ .

✧✧ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پہلے زمانے کے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا جس کے پاس ایک جادوگر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں آپ میرے پاس کسی لڑکے کو بھیجیں تا کہ میں اسے جادو سکھاؤں۔ بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکے کو بھیجا تا کہ وہ اسے (جادو کی) تعلیم دے۔ وہ لڑکا ابھی راستے میں تھا جب وہاں سے ایک راہب گزرا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا اس نے راہب کی باتیں سنی جو اسے اچھی لگیں۔ جب وہ جادوگر کے پاس آیا تو جادوگر نے اسے مارا۔ لڑکے نے اس کی شکایت راہب سے کی تو راہب بولا: جب تمہیں جادوگر کچھ کہے تو تم یہ کہنا کہ گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والے کچھ کہیں تو یہ کہنا کہ جادوگر نے مجھے روک لیا تھا ایسا ہی ہوتا رہا ایک مرتبہ ایک بڑے سے جانور نے لوگوں کا راستہ روک لیا۔

لڑکے نے سوچا' آج مجھے پتہ چل جائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب افضل ہے؟ اس نے ایک پتھر لیا اور دُعا کی' اے اللہ! اگر تیری بارگاہ میں جادوگر کے مقابلے میں راہب کا معاملہ زیادہ محبوب ہے تو اس جانور کو ماردے تا کہ لوگ گزر سکیں پھر اس نے وہ پتھر اس جانور کو مارا تو وہ جانور مر گیا اور لوگ گزرنے لگے وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے اس بارے میں بتایا تو راہب نے اس سے کہا: اے میرے بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہوگئے اور تمہاری جو کیفیت ہوگئی ہے مجھے لگ رہا ہے' عنقریب تم کسی آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ گے اگر تم آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ تو کسی کو میرے بارے میں نہ بتانا۔

وہ لڑکا پیدائشی اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفایاب کرنے لگا اور لوگوں کی ہر طرح کی بیماری دور کردیا کرتا تھا۔ بادشاہ کے ایک مصاحب اندھا تھا اس کے بارے میں سنا تو بہت سے تحائف کے ہمراہ اس کے پاس آیا اور بولا: اگر تم مجھے شفا دے دو تو یہ سب تمہارا ہوگا وہ لڑکا بولا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا' شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ وہ تمہیں شفا دیدے گا وہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دیدی پھر وہ مصاحب بادشاہ کے پاس آیا اور پہلے کی طرح اس کی مجلس میں بیٹھا۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا' تمہیں دوبارہ کس نے بینائی عطا کی ہے اس نے جواب دیا: میرے پروردگار نے بادشاہ نے دریافت کیا' کیا میرے علاوہ بھی تمہارا کوئی پروردگار ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے اسے پکڑ لیا اور اسے اس وقت تک اذیت پہنچاتا رہا جب تک اس نے لڑکے کے بارے میں نہ بتا دیا پھر اس لڑکے کو لایا گیا تو بادشاہ نے اس سے کہا: اے نوجوان! اب تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے' تم پیدائشی اندھے اور برص کے مریض کو ٹھیک کردیتے ہو اور یہ کردیتے ہو اور وہ کردیتے ہو وہ لڑکا بولا میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اس لڑکے کو بھی پکڑ لیا اور اسے اس وقت تک اذیت دیتا رہا جب تک اس نے راہب کے بارے میں نہ [illegible] پھر اس راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تم اپنا دین چھوڑ دو۔ اس نے انکار کیا تو ایک "آرا" منگوایا گیا اور اس راہب کے سر پر رکھ کر اسے چیر دیا گیا یہاں تک کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ پھر بادشاہ کے مصاحب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا تم اپنا دین چھوڑ دو! اس نے انکار کیا

تو وہ آرا اس کے سر پر رکھ کر اسے چیر دیا گیا اور وہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا پھر اس لڑکے کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا: تم اپنا دین چھوڑ دو!

اس لڑکے نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھیوں کے سپرد کیا اور حکم دیا اسے فلاں پہاڑ پر لے جاؤ جب تم اس کی چوٹی پر پہنچ جاؤ اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے نیچے پھینک دینا۔ وہ لوگ اس لڑکے کو لے کر وہاں گئے اور اس پہاڑ پر چڑھ گئے۔ لڑکے نے دُعا کی اے اللہ! تو جیسے چاہے مجھے ان سے بچا لے! پہاڑ میں زلزلہ آیا اور وہ سب لوگ مر گئے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا۔ تمہارے ساتھ جانے والے کہاں ہیں؟ لڑکے نے جوب دیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا بادشاہ نے اسے اپنے دوسرے ساتھیوں کے حوالے کیا اور حکم دیا اسے ساتھ لے جاؤ اور ایک کشتی میں سوار کر کے سمندر کے درمیان میں لے جانا اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے سمندر میں پھینک دینا وہ لوگ اس لڑکے کو ساتھ لے کر چلے لڑکے نے دُعا کی' اے اللہ! تو جیسے چاہے مجھے ان سے بچا لے' وہ کشتی اُلٹ گئی اور وہ سب لوگ ڈوب گئے۔

وہ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آیا بادشاہ نے اس سے دریافت کیا تمہارے ساتھیوں کا کیا انجام ہوا؟ اس نے جواب دیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا: جب تک تم میری ایک بات نہیں مان لیتے تم مجھے قتل نہیں کر سکو گے' بادشاہ نے دریافت کیا: وہ کیا بات ہے؟ لڑکا بولا' تم لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرو اور پھر مجھے ایک درخت پر لٹکا دو پھر میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کے اسے کمان پہ چڑھاؤ اور یہ کہو اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو اس لڑکے کا پروردگار ہے پھر تم مجھے تیر مارنا اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس لڑکے کو ایک درخت پر لٹکا دیا پھر اس نے اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا اسے کمان پر چڑھایا اور بولا' اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو اس لڑکے کا پروردگار ہے پھر اس نے وہ تیر اُسے مارا وہ تیر اس کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا اس لڑکے نے کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور فوت ہو گیا۔

سب لوگ بولے۔ ہم لڑکے کے پروردگار پر ایمان لاتے ہیں بادشاہ کو اس بات کی اطلاع ملی اور اس سے کہا گیا آپ نے غور کیا آپ جس چیز سے بچنا چاہ رہے تھے اللہ کی قسم! وہی ہوا ہے لوگ ایمان لے آئے پھر بادشاہ کے حکم کے تحت گلیوں میں خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ جلا دی گئی بادشاہ نے حکم دیا جو شخص اپنا دین نہ چھوڑے اسے ان میں پھینک دینا یا لوگوں سے یہ کہا گیا کہ تم آگ میں کود جاؤ تو انہوں نے ایسا ہی کیا' یہاں تک کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ بچہ بھی تھا وہ عورت اس میں چھلانگ لگانے کے بارے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہوئی تو بچے نے اس سے کہا: امی جان! صبر کیجئے آپ حق پر ہیں۔

الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

"ذِرْوَةُ الْجَبَلِ": یعنی اس کا بلند حصہ اس میں ذال پر زیر اور پیش دونوں پڑھے جا سکتے ہیں۔

"الْقُرْقُوْرُ": اس میں دونوں قاف پر پیش پڑھی جائے گی۔ اس سے مراد کشتیوں کی مخصوص قسم ہے۔

"الصَّعِیدُ": یہاں اس سے مراد کھلا میدان ہے۔

"الْأُخْدُودُ": زمین میں موجود گڑھے جو چھوٹی نہر کی مانند ہوں۔

"أَضْرِمَ": یعنی اسے جلا دیا۔ "انْكَفَأَتْ": وہ مڑ گئی۔ "تَقَاعَسَتْ": اس نے توقف کیا اور کمزور ہوئی۔

راوی حدیث صہیب بن سنان کے احوال کا بیان

صہیب بن سنان رومی: یہ صہیب بن سنان بن مالک ہیں۔ ان کا تعلق نمر بن قاسط سے ہے۔ ان کی کنیت ابو یحیٰی ہے ان کو رومی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ رومی انہیں بچپن میں پکڑ کر لے گئے تھے ان کی پرورش وہیں ہوئی ان کی زبان میں کچھ لکنت پائی جاتی تھی تو بنو کلب کے ایک شخص نے انہیں خرید لیا وہ انہیں لے کر مکہ آ گیا اس شخص سے عبداللہ بن جرمال تیمی نے خرید کر انہیں آزاد کر دیا اور یہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ انہوں نے تجارت کا آغاز کیا جب اسلام ظاہر ہوا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ علامہ واقدی نے یہ بات بیان کی ہے: یہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ ایک ہی دن مسلمان ہوئے تھے۔ یہ جس وقت اسلام لائے اس وقت ۳۰ سے کچھ زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ ان کمزور مسلمانوں میں سے ایک تھے جنہیں تکلیف پہنچائی گئی تھی۔ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ان کا وصال ۳۸ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان سے تین سو سات احادیث روایت کی گئی ہیں۔

صبر کی برکت سے آٹے کی چکی کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کا واقعہ کہ وہ ایک دن اپنے گھر والوں کے پاس آیا یعنی کہیں باہر سے آ کر گھر میں داخل ہوا، تو اس نے گھر والوں پر محتاجگی اور فاقہ وفقر کے آثار دیکھے، وہ یہ دیکھ کر اپنے اللہ کے حضور اپنی حاجات پیش کرنے اور یکسوئی کے ساتھ اس کی بارگاہ میں عرض ومناجات کرنے کے لئے جنگل کی طرف چلا گیا، ادھر جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا کہ شوہر کے پاس کچھ نہیں ہے اور وہ شرم کی وجہ سے گھر سے باہر چلا گیا ہے تو وہ اٹھی اور چکی کے پاس گئی، چکی کو اس نے اپنے آگے رکھا یا اس نے چکی کے اوپر کا پاٹ نیچے کے پاٹ پر رکھا اور یا یہ معنی ہیں کہ اس نے اس امید میں چکی کو صاف کیا اور تیار کر کے رکھ دیا کہ شوہر باہر سے آئے گا تو کچھ لے کر آئے گا اس کو پیس کر روٹی پکا لوں گی پھر وہ تنور کے پاس گئی اور اس کو گرم کیا، اس کے بعد اللہ سے یہ دعا کی۔ الٰہی! ہم تیرے محتاج ہیں، تیرے غیر سے ہم نے اپنی امید منقطع کر لی ہے، تو خیر الرازقین ہے اپنے پاس سے ہمیں رزق عطا فرما۔ پھر جو اس نے نظر اٹھائی تو کیا دیکھتی ہے کہ چکی کا گرانڈ آٹے سے بھرا ہوا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب وہ آٹا گوندھ کر تنور کے پاس گئی تا کہ اس میں روٹیاں لگائے تو تنور کو روٹیوں سے بھرا ہوا پایا یعنی اللہ کی قدرت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ خود بخود اس آٹے کی روٹیاں بن کر تنور میں جا لگیں یا یہ کہ آٹا تو اپنی جگہ چکی کے گرانڈ میں پڑا رہا اور تنور میں غیب سے روٹیاں نمودار ہو گئیں راوی کہتے ہیں کہ کچھ دیر بعد جب خاوند بارگاہ رب العزت میں عرض ومناجات اور دعا سے فارغ ہو کر گھر آیا تو بیوی سے پوچھا کہ کیا میرے جانے کے بعد تمہیں کہیں سے کچھ غلہ وغیرہ مل گیا تھا کہ تم نے یہ روٹیاں تیار کر رکھی ہیں؟ بیوی نے کہا ہاں یہ ہمیں اللہ کی طرف سے ملا ہے (یعنی یہ عام طریقہ کے مطابق کسی انسان نے ہمیں

Marfat.com

نہیں دیا ہے بلکہ یہ رزق محض غیب سے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے) خاوند نے یہ سنا تو اس کو بہت تعجب ہوا اور وہ اٹھ کر چکی کے پاس گیا اور چکی کو اٹھایا تا کہ اس کا کرشمہ دیکھے) پھر جب اس واقعہ کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قصہ سن کر فرمایا" جان لو" اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر وہ شخص اس چکی کو اٹھا نہ لیتا تو وہ چکی مسلسل قیامت کے دن تک گردش میں رہتی اور اس سے آٹا نکلتا رہتا۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، **1238**)

بیٹے کی موت پر صبر کرنے کا بیان

(31) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَۃٍ تَبْکِیْ عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: "اِتَّقِی اللّٰہَ وَاصْبِرِیْ" فَقَالَتْ: اِلَیْکَ عَنِّیْ؛ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِیْبَتِیْ وَلَمْ تَعْرِفْہُ، فَقِیْلَ لَھَا: اِنَّہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَہٗ بَوَّابِیْنَ، فَقَالَتْ: لَمْ اَعْرِفْکَ، فَقَالَ: "اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ □وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ: "تَبْکِیْ عَلٰی صَبِیٍّ لَّھَا"۔

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاتون کے پاس سے گزرے جو کہ ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر سے کام لو! اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام کیجئے آپ کو میری مصیبت لاحق نہیں ہوئی ہے۔ وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہیں تھی اس کو بتایا گیا' یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آئی تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کوئی دربان نظر نہیں آیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذر پیش کیا' میں آپ کو پہچانتی نہیں تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر صدمے کے آغاز میں ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "وہ عورت اپنے بچے پر رو رہی تھی"۔

شرح

کتنا سچ اور مبنی برحقیقت ہے کہ جو بات کہی جا رہی ہے اسے دیکھو نہ دیکھو کہ بات کہنے والا کون ہے؟ اس قول پر عمل نہ صرف یہ کہ سچائی اور نیکی کی راہیں روشن کرتا چلا جاتا ہے بلکہ بسا اوقات خجالت وشرمندی سے بچاتا بھی ہے۔ اسی واقعہ پر نظر ڈالیے ایک عورت ایک غلط کام کر رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے نیکی وبھلائی کے راستہ پر لگانے کے لئے کچھ ارشاد فرمارہے ہیں وہ عورت اتفاق سے آپ کو پہچانتی نہیں نہ صرف یہ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اعراض کرتی ہے بلکہ ایک غلط جواب بھی دیتی ہے جب بعد میں اسے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے وہ قیمتی بات کہنے والا کوئی ایرا غیرا نہیں تھا بلکہ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی تو اب اسے احساس ہوتا ہے کہ واقعی میں غلطی میں مبتلا تھی پشیمان ہو کر بھاگی ہو در رسالت پر حاضر ہوتی ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتی ہے۔ اب دیکھیے اگر وہ اس عارفانہ قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانے بغیر آپ کے ارشاد گرامی کے سامنے سر اطاعت خم کر دیتی تو نہ صرف یہ کہ نیکی وبھلائی کے راستہ کو اسی وقت پا لیتی بلکہ بعد کی خجالت وشرمندگی سے بھی بچ

31- اخرجه احمد (4/12460) والبخاری (1252) وغیرہ ومسلم (926) وابو داؤد (3124) والترمذی (988) والنسائی (1868) وفی عمل الیوم والیلة (1068) وابن حبان (2895) والبیھقی (3/65) والبغوی (1539)

Marfat.com

جاتی۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ کامل اور پسندیدہ صبر کہ جس پر ثواب ملتا ہے وہی ہوتا ہے جو ایذاء و مصیبت میں کیا جائے ورنہ آخر میں تو خود بخود صبر آ جاتا ہے بعد میں کسی نے صبر کیا تو کیا صبر کیا؟۔

محبوب چیز کے صدمے پر صبر کرنے کی جزاء کا بیان

(32) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی : مَا لِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی مؤمن بندے کی دنیا سے تعلق رکھنے والی محبوب چیز کو قبضے میں لے لیتا ہوں اور پھر وہ اس پر ثواب کی امید رکھتا ہے تو اس کی جزاء میرے نزدیک صرف جنت ہے اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا اہل دنیا میں سے کوئی عزیز محبوب جیسے اولاد باپ ماں یا ان کے علاوہ کوئی بھی ایسا شخص جسے وہ عزیز و محبوب رکھتا تھا انتقال کر جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کے اس صبر کی بناء پر اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرمائے گا۔ اہل دنیا، کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اہل آخرت میں سے کوئی عزیز و محبوب مر جائے اور اس پر صبر کیا جائے تو اس سے بھی بڑی سعادت ملتی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور کسی بندہ سے اللہ تعالیٰ کا راضی ہو جانا اس کے حق میں دنیا و آخرت کی سب سے بڑی سعادت اور سب سے بڑی فضیلت ہے۔

شہر میں طاعون ہونے کے باوجود صبر کرنے کا بیان

(33) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ، فَاَخْبَرَهَا اَنَّهٗ کَانَ عَذَابًا یَّبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ، فَجَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ، فَلَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یَّقَعُ فِی الطَّاعُوْنِ فَیَمْکُثُ فِیْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا یَّعْلَمُ اَنَّهٗ لَا یُصِیْبُهٗ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اِلَّا کَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ الشَّهِیْدِ . رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے انہیں بتایا: یہ عذاب تھا' جسے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا تھا بھیج دیتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے اہل ایمان کے لئے رحمت بنا دیا ہے۔

جو بندہ طاعون میں مبتلا ہو تو وہ اپنے شہر میں صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے ٹھہرا رہے وہ یہ جانتا ہو کہ اسے

32- اخرجه البخاری (4624) وفی الباب عن انس رضی الله عنه عند النسائی (1370) وسیاتی برقم (932)

33- اخرجه احمد (9/25267) والبخاری (5734)

Marfat.com

وہی مصیبت لاحق ہوسکتی ہے جواللہ تعالیٰ نے اس کے نصیب میں لکھی ہے تو اس شخص کو شہید کی مانند اجر ملے گا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

طاعون میں فوت ہونے والے کیلئے شہادت کا بیان

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" طاعون (میں مرنا) ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 24)

مطلب یہ ہے کہ اس علاقہ میں جہاں طاعون کی بیماری پھیل جاتی ہے جو مسلمان صبر و برداشت کے دامن کو نہیں چھوڑتا اور بیماری سے ڈر کر کسی دوسری جگہ بھاگتا نہیں بلکہ اللہ پر بھروسہ کر کے وہیں پڑا رہتا ہے اور اگر وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مر جاتا ہے تو اسے شہید کے اجر سے نوازا جاتا ہے۔ طاعون ایک عام بیماری اور وباء کا نام ہے جس علاقہ میں یہ بیماری پیدا ہوتی ہے وہاں کی آب وہوا، عام مزاج اور انسانوں کے جسم تمام ہی چیزیں اس بیماری کے جراثیم اور اس کے فساد سے متاثر ہو جاتی ہیں۔

طاعون کے مفہوم کا بیان

بعض لوگوں نے کہا کہ طاعون اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں بدن کے نرم حصوں پر زخم ہو جاتے ہیں۔ جیسے بغل وغیرہ اور ان زخموں کے گرد سیاہی، سبزی یا سرخی ہوتی ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ بسا اوقات طاعون زدہ کو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے اسے کوئی نیزے مار رہا ہو اسی لئے اس مرض کو طاعون کا نام دیا گیا ہے جو "طعن" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "نیزہ مارنا"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص طاعون میں مبتلا ہو کر مرے گا وہ شہیدوں میں سے ہے اس لئے قیامت کے روز وہ ان کے ساتھ ہوگا۔

بنی اسرائیل پر طاعون کا عذاب آنے کا بیان

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" طاعون عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا تھا" یا فرمایا کہ ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے" (یعنی راوی کو شک ہو گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جملہ ارشاد فرمایا تھا یا دوسرا) لہٰذا جب تم کسی علاقہ کے بارہ میں سنو کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے تو وہاں مت جاؤ اور جس طاعون زدہ علاقہ میں تم (پہلے سے) موجود ہو تو وہاں سے نکل مت بھاگو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 27)

بنی اسرائیل کی ایک جماعت سے مراد وہ جماعت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ ادخلوا الباب سجدا (یعنی داخل ہو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے) مگر انہوں نے سرکشی اور نافرمانی کا مظاہرہ کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آیت (فانزلنا علیھم رجزا من السماء) یعنی پس ہم نے ان کی سرکشی و نافرمانی کی وجہ سے) ان پر آسمان سے عذاب اتارا۔ ابن مالک فرماتے ہیں کہ وہ" آسمانی عذاب "طاعون تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اس بدبخت و سرکش قوم پر نازل فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس عذاب و بلا میں مبتلا ہو کر اس قوم کے چوبیس ہزار بڑے بڑے بوڑھے آناً فاناً موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اس حدیث میں طاعون زدہ علاقہ کے بارے میں دو ہدایتیں دی جا رہی ہیں ایک تو یہ کہ جس علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہو اور تم وہاں پہلے سے موجود نہ ہو تو اب طاعون پھیلنے کی وجہ سے اس علاقہ

Marfat.com

میں نہ جاؤ۔ اس سے منع فرمایا جارہا ہے تاکہ اپنی جان کو جانتے بوجھتے ہلاکت میں ڈالنا لازم نہ آئے۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ جس علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہو تو وہاں پہلے سے موجود ہو تو اب محض طاعون پھیلنے کی وجہ سے اس علاقہ سے نکل کر کسی دوسری جگہ نہ بھاگ جاؤ۔ کیونکہ اس طرح کی تکلیف و پریشانی کے خوف سے اور موت کے ڈر سے بھاگنے کا مطلب ہوگا کہ تقدیر کے لکھے ہوئے فیصلہ سے فرار اختیار کرنا جو لاحاصل ہے۔ لہٰذا کسی عام وبا پھیلنے کے وقت کے بارے میں شریعت اسلامی کا یہی ضابطہ ہے کہ جس طرف وبا پھیلی ہوئی ہو وہاں جائے نہیں اور جس جگہ پہلے سے موجود تھا اور وہاں وبا پھیل گئی تو پھر وہاں سے بھاگے نہیں جو شخص بھاگے گا وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اور راندہ درگاہ الٰہی ہوگا" ہاں وبا کے علاوہ دوسرے بعض مواقع پر جہاں ہلاکت کا ظن غالب ہو بھاگنے کی اجازت ہے مثلاً کوئی شخص گھر میں ہو اور زلزلہ آجائے یا گھر میں آگ لگ جائے یا اسی طرح کسی ایسی دیوار کے نیچے بیٹھا ہوا ہو جس کے گرنے کا خطرہ ہو تو جان بچانے کے لئے وہاں سے بھاگنا جائز ہے۔

نابینا ہونے پر صبر کرنے کے بدلے جنت ملنے کا بیان

(34) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ" يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں کے بارے میں آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو میں ان دونوں کے عوض میں اسے جنت دوں گا (راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد آدمی کی دونوں آنکھیں ہیں اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

اللہ جل شانہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو میں اندھا کر دیتا ہوں تو اس کو اس کی دونوں آنکھوں کے بدلہ میں بہشت دیتا ہوں، یعنی اسے نجات پائے ہوئے لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کروں گا، یا یہ کہ اسے جنت میں مخصوص مراتب و درجات عطا کروں گا۔ لہٰذا جب کوئی شخص اپنی بینائی سے محروم ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ نہ تو اس کی وجہ سے اپنی زبان شکایت کو دراز کرے اور نہ دل میں کوئی تنگی اور تکدر پیدا کرے بلکہ ایسی صورت میں صبر و شکر کی راہ پر گامزن رہے اور جانے کہ اندھا ہونا غضب اللہ وندی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ گناہوں کے دور ہونے، درجات کے بلند ہونے اور نگاہ بد سے بچانے کے لئے حق تعالیٰ نے آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ ایک بزرگ کے بارے میں منقول ہے کہ جب عمر کے آخری حصہ میں اندھے ہو گئے تو فرمایا کرتے تھے کہ وہ خلوت جسے میں تمام عمر چاہا کرتا تھا اب میسر آئی ہے۔

(35) وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ، قَالَ: قَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَلَا اُرِيْكَ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ

34- اخرجه احمد (4/14023) والبخاری (2653) والترمذی (2408) والبیهقی (3/375)

35- اخرجه البخاری (5652) ومسلم (2576)

Marfat.com

الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: بَلَى، قَالَ: هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: اِنِّي اُصْرَعُ، وَاِنِّي اَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى لِي. قَالَ: "اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُعَافِيَكِ" فَقَالَتْ: اَصْبِرُ، فَقَالَتْ: اِنِّي اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَا اَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں جنتی عورت دکھاؤں، میں نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا یہ سیاہ فام عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے، میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر سے کام لو تمہیں جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں ٹھیک کر دے وہ عورت بولی میں صبر سے کام لوں گی، پھر اس نے عرض کی: میں بے پردہ ہو جاتی ہوں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میں بے پردہ نہ ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعائے خیر کی۔ (متفق علیہ)

شرح

اس عورت کا نام سعیرہ یا سقیرہ اور یا سکیرہ تھا، ایک روایت کے مطابق یہ عورت ام المؤمنین حضرت حدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی کنگھی کرنے والی تھی۔ اس حدیث سے اس طرف اشارہ ہے کہ مصیبت و بلاء پر صبر کرنے اور رضا بتقدیر رہنے کے پیش نظر دوا اور دعا کو ترک کر دینا جائز ہے۔ بلکہ حدیث کا ظاہری مفہوم تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صبر و رضا کے ساتھ ہمیشہ مرض میں مبتلا رہنا صحت مند اور عافیت میں رہنے سے بہتر ہے لیکن یہ نسبت بعض افراد کے یعنی یہ اس شخص کے لئے افضل ہے جس کا مرض مخلوق اللہ کی نفع رسانی کے تعطل کا باعث نہ بنے۔ نیز حدیث کا ظاہر مفہوم اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ علاج و معالجہ کا ترک کر دینا افضل ہے اگر چہ علاج و معالجہ کرنا ابوداؤد کی حدیث کے مطابق سنت ہے جس میں مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ " کیا ہم (بیماری میں) دوا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں دوا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض ایسا پیدا نہیں کیا جس کی دوا بھی پیدا نہ کی ہو۔ علاوہ بڑھاپے کے۔

چنانچہ علماء لکھتے ہیں علاج معالجہ توکل کے منافی نہیں کیونکہ علاج و معالجہ صرف اسباب کے درجہ میں ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی علاج و معالجہ کو اختیار فرمایا تھا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوکلین کے سردار ہیں لیکن اس کے باوجود از راہ توکل علاج و معالجہ ترک کرنا جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ترک فرمایا تھا، باعث فضیلت ہے۔

مرگی کے مریض پر سورت فاتحہ کا دم کرنے کا بیان

صحاح ستہ میں یہ روایت آتی ہے کہ جب کسی شخص کو بچھو یا سانپ کاٹ لیتا تھا یا کوئی مرگی میں مبتلا ہوتا تھا یا کوئی دیوانہ ہو جاتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سورت فاتحہ پڑھ کر اس شخص پر دم کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کو پسند فرماتے تھے۔ دار قطنی اور ابن عساکر حضرت زید بن سائب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت فاتحہ پڑھ کر ان پر دم کیا اور یہ سورت پڑھنے کے بعد اپنے دہن مبارک کا لعاب ان کے جسم کے اس حصہ پر ملا جہاں درد تھا۔ بزار نے

Marfat.com

اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنا پہلو اپنے بچھونے پر رکھا (یعنی سونے کے لئے اپنے بستر پر گیا) اور پھر اس نے سورت فاتحہ اور قل ھو اللہ احد پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا تو وہ ہر آفت و بلاء سے محفوظ ہو گیا الا یہ کہ اس کی موت کا وقت آ پہنچا ہو یعنی موت سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ عبد حمید نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بطریق مرفوع یہ روایت نقل کی ہے کہ فاتحۃ الکتاب (سورت فاتحہ) باعتبار ثواب کے دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 699)

ابو شیخ طبرانی، ابن مردویہ، دیلمی اور ضیاء مقدسی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھے گنج العرش (عرش کے خزانہ) سے چار چیزیں عطا کی گئی ہیں اس خزانہ سے ان چار چیزوں کے علاوہ اور کوئی چیز دوسرے کو نہیں دی گئی ہے اور وہ چار چیزیں ہیں۔ (۱) ام الکتاب (سورت فاتحہ) (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورت بقرہ کی آخری آیتیں (۴) سورت کوثر۔

ابونعیم اور دیلمی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورت فاتحہ اس چیز سے کفایت کرتی ہے کہ قرآن کی اور کوئی سورت و آیت کفایت نہیں کرتی اور اگر سورت فاتحہ کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور باقی تمام قرآن کو دوسرے پلڑے میں رکھیں تو یقیناً سورت فاتحہ سات قرآن کے برابر ہو۔

حضرت ابوعبید فضائل قرآن میں حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورت فاتحہ پڑھی اس نے گویا توریت وانجیل زبور اور قرآن کو پڑھا۔

تفسیر وکیع، کتاب، المصاحف ابن ابناری، کتاب، العظمہ، ابوالشیخ اور حلیۃ الاولیاء ابونعیم میں منقول ہے کہ ابلیس ملعون کو نوحہ و آہ وزاری کرنے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے کا چار مرتبہ اتفاق ہوا ہے اول تو اس وقت جب کہ اس کو ملعون قرار دیا گیا دوسرے اس وقت جب کہ اسے آسمان و زمین پر ڈالا گیا تیسرے اس وقت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت سے نوازا گیا اور چوتھے اس وقت جب کہ سورت فاتحہ نازل ہوئی۔

ابو شیخ نے کتاب الثواب میں لکھا ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ سورت فاتحہ پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت کے لئے دعا کرے (انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی) ثعلبی حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے درد گردہ کی شکایت کی انہوں نے اس شخص سے کہا کہ تمہیں چاہیئے کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کرو (انشاء اللہ شفا ہوگی) اس شخص نے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے؟

شعبی نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب یعنی سورت فاتحہ۔ مشائخ کے مجرب اعمال میں یہ مذکور ہے کہ سورت فاتحہ اسم اعظم ہے اس سورت کو ہر مطلب و حاجت کے لئے پڑھنا چاہیئے اس سلسلے میں اس سورت کو پڑھنے کے دو طریقے منقول ہیں اول یہ کہ اس سورت کو فجر کی سنت و فرض نماز کے درمیان چالیس دن تک اکتالیس مرتبہ اس طرح پڑھا جائے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کو الحمد کے لام کے ساتھ ملایا جائے یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین الآیہ۔ اس سورت کو مقرر بالا دن تک مذکورہ بالا طریقہ سے پڑھنے کے بعد مطلوب انشاء اللہ حاصل ہوگا اگر کسی مریض یا سحر زدہ کی شفا منظور ہو تو مذکورہ بالا طریقہ سے یہ سورت پڑھ کر پانی پر دم کر کے اس مریض یا سحر زدہ کو پلایا جائے انشاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔ دوم یہ کہ نوچندی اتوار کو فجر کی سنت وفرض نماز کے درمیان میم کو

Marfat.com

لام کے ساتھ ملانے کی قید کے بغیر ستر مرتبہ یہ سورت پڑھے بعدازاں ہر روز اسی وقت پڑھے مگر اس طرح کہ ہر روز مذکورہ تعداد میں سے دس مرتبہ کم کردے یعنی نوچندی اتوار کو ستر مرتبہ، دوسرے روز ساٹھ مرتبہ تیسرے روز پچاس مرتبہ، اس طرح دس دس بار کم کرتا جائے تا آنکہ ہفتہ کے روز ختم ہوجائے اگر پہلے مہینہ میں مطلب حاصل ہوجائے تو فبہا ورنہ دوسرے اور تیسرے مہینہ میں اسی طرح پڑھے۔

امراض مزمنہ پرانے امراض کی شفاء کے لئے اس سورت کو چینی کے پیالے یا پلیٹ پر گلاب، مشک اور زعفران سے لکھ کر پلانا ایک مجرب عمل ہے اسی طرح دانتوں کے درد، شکم اور دوسرے دردوں میں سات مرتبہ سورت فاتحہ پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے۔

راوی حدیث عطاء بن ابی رباح کے احوال کا بیان

عطاء بن ابی رباح: یہ ابومحمد القرشی ہیں۔ قریش کے آزاد کردہ غلام تھے مکہ کے رہنے والے تھے۔ اکابر علماء میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی ہیں۔ جبکہ امام اوزاعی، ابن جریج، ابوحنیفہ اور لیث بن سعد (رحمۃ اللہ علیہم) نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ صحاح ستہ کے تمام مؤلفین نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ ان کی عمر ۸۰ برس تھی جب ایک سو چودہ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

خون آلود ہونے کے باوجود صبر کر کے دعائے مغفرت کرنے کا بیان

(36) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِیْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ، ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ، يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ، فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧ حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں گویا میں اس وقت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کا واقعہ بیان کر رہے تھے جن کی قوم نے انہیں مارا اور انہیں خون آلود کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے اے اللہ! میری قوم کو بخش دے یہ لوگ نہیں جانتے (کہ میرا مقام کیا ہے) (متفق علیہ)

شرح

گویا میں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں" کے ذریعہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ واضح فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ قصہ بیان فرمانا مجھے اچھی طرح یاد ہے اور اس وقت بھی اس وقت کا منظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔ "میری قوم کو بخش دے" یعنی ان لوگوں سے اس معنی میں درگزر فرمایا کہ انہوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اور جو تکلیف پہنچائی ہے اس کی وجہ سے ان کو اس دنیا میں کسی عذاب میں مبتلا نہ کرنا اور ان کا نام ونشان نہ مٹا۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ کفار کی بخشش ومغفرت کی دعا اس معنی میں ہرگز جائز نہیں ہے کہ ان کا شرک وکفر معاف ہوجائے اور اگر وہ اپنے کفروشرک کے ساتھ مر

36-اخرجه احمد (2/3611) والبخاری (3477) وغیرہ ومسلم (1792) وابن ماجه (4025) وابو یعلی (5072) وغیرہ وابن حبان (6576)

Marfat.com

جائیں تو عذاب آخرت میں مبتلا نہ ہوں۔ "یہ لوگ میری حقیقت سے واقف نہیں ہیں" یہ الفاظ گویا ان نبی علیہ السلام کے کمال صبر و حلم اور حسن اخلاق کردار کا مظہر ہیں کہ جو لوگ، ان کو سخت ترین تکلیف پہنچا رہے ہیں، جنہوں نے ان کو لہولہان کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنے نبی کو اذیت پہنچا کر سب سے بڑا گناہ کر رہے ہیں، انہی لوگوں کی طرف سے وہ نبی اللہ کی بارگاہ میں یہ عذر بیان فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں نے جو کچھ بھی کیا ہے محض اس وجہ سے کیا ہے کہ اللہ و رسول کے بارے میں ان کے دل و دماغ پر جہل کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جہل و نادانی کی وجہ سے کیا جانے والا گناہ اس گناہ کی بہ نسبت ہلکا ہوتا ہے جو علم و دانائی کے باوجود صادر ہو، اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ ویل للجاہل مرۃ وویل للعالم سبع مرات جاہل کے لئے ایک رسوائی و خرابی ہے اور عالم کے لئے سات رسوائیاں و خرابیاں ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں یہ نہیں بتا سکتا کہ حدیث میں جن نبی علیہ السلام کا ذکر ہے وہ کون سے نبی تھے اور ان کے ساتھ کیا قصہ پیش آیا تھا۔ لیکن بعض رویات میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کا یہ سلوک تھا کہ جب وہ ان لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف بلاتے اور اللہ کے حکم کی اتباع کی تلقین کرتے تو بدنصیب ان کو مارنے لگتے اور اس قدر مارتے کہ ان کا جسم لہولہان ہو جاتا، زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑتے اور اسی حالت میں عرصہ تک زمین پر پڑے رہتے، پھر جب کچھ توانائی آتی تو اٹھ کھڑے ہوتے اور فریضہ دعوت کی انجام دہی میں مشغول ہو جاتے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ان نبی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خود اپنی ذات مبارک تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے واقعہ کو اجمال و ابہام کے طور پر بیان فرمایا۔ یہ قول زیادہ صحیح ہے اور جنگ اُحد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین کے حق میں جو دعا فرمائی اس کے یہی الفاظ منقول ہیں۔

راوی حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کے احوال کا بیان

عبداللہ بن مسعود ہذلی: ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے یہ اسلام میں سبقت لے جانے والوں میں سے ایک ہیں یہ پہلے سات افراد میں، اسلام قبول کرنے والے چھٹے انسان ہیں۔ صاحب علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جنہوں نے پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے بہت قریب رکھا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں کوفہ کے قاضی القضاۃ اور بیت المال کے نگران رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں بھی ایسے ہی رہے پھر یہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور وہیں ۳۲ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

مسلمان کو کانٹا چبھنے پر گناہ معاف ہوتے ہیں

(37) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ، وَّلَا وَصَبٍ، وَّلَا هَمٍّ، وَّلَا حَزَنٍ، وَّلَا اَذًی، وَّلَا غَمٍّ، حَتّٰی الشَّوْكَةُ یُشَاكُهَا اِلَّا

37- اخرجه احمد 3/8432) والبخاری (5641) وغیره و مسلم (2573) والترمذی (966) وابن حبان (2905) والبیهقی (373/3)

Marfat.com

كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ"الْوَصَبُ" : الْمَرَضُ .

✧✧ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس بھی مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، غم، دکھ یا تکلیف لاحق ہوتی ہے یہاں تک کہ اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ) "الْوَصَبُ": کا مطلب بیماری ہے۔

شرح

الفاظ "ہم وحزن" وغیرہ کے معنی قریب قریب یکساں ہیں صرف ہم اور غم میں فرق یہ ہے کہ ہم آئندہ واقعہ ہونے والے معاملہ سے تعلق رکھتا ہے یعنی اگر کوئی ایسا مشکل امر پیش آنے والا ہو جس کے کرنے یا نہ کرنے سے رنج وملال پہنچے تو وہاں ہم استعمال کیا جاتا ہے اور غم کا تعلق گزرے ہوئے واقعہ سے ہوتا ہے۔ بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کو کسی بھی نوعیت کا یا کسی بھی طرح کا کوئی رنج وملال اور غم ومصیبت پہنچے تو وہ اس کے صغیرہ گناہوں کے دور ہونے کا ذریعہ ہے۔

راوی حدیث سعد بن مالک کے احوال کا بیان

حضرت سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت ابوسعید ہے اور یہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ خدرہ، خزرج قبیلے کی ایک شاخ ہے ان کو کم عمری کی وجہ سے غزوہ احد سے واپس کر دیا گیا۔ غزوہ احد میں ان کے والد شہید ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے بارہ غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی یہ عالم اور فقیہہ صحابہ میں سے ایک ہیں۔ ان کا وصال ۴۶ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ۱۱۷۰ احادیث منقول ہیں۔

بخار پر صبر کرنے سے گناہ معاف ہونے کا بیان

(38) وَعَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ تُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا، قَالَ: "اَجَلْ، اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ" قُلْتُ: ذٰلِكَ اَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ؟ قَالَ: "اَجَلْ، ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهُ اَذًى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهُ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ"الْوَعْكُ" : مَغْثُ الْحُمّٰى، وَقِيْلَ : الْحُمّٰى .

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو بخار تھا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کو تو بہت شدید بخار ہے آپ نے فرمایا ہاں! مجھے اس طرح بخار ہوتا ہے۔ جیسے تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔

38- اخرجه احمد (2/3618) والبخاری (5647) وغیرہ ومسلم (2571) والدارمی (2/316) وابن حبان (2937) والبیهقی (3/372) والبغوی فی المرقاة (1431) وغیرہ

Marfat.com

میں نے عرض کی: یہ اس وجہ سے ہے' آپ کو دوگنا اجر ملے؟ آپ نے فرمایا: ایسا ہی ہے، اسی طرح جس بھی مسلمان کو جو بھی اذیت لاحق ہوتی ہے یہاں تک کہ اسے جو کانٹا لگتا ہے یا اس سے بھی کم جو کچھ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی غلطیوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے گناہوں کو یوں جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتے جھاڑتا ہے۔

الوعك: کا مطلب بخار چڑھنا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق "بخار" ہے۔

ایک رات کے بخار کے سبب ایک سال کے گناہ معاف ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام صائب رضی اللہ عنہا کے پاس (جو تپ ولرزہ میں مبتلا تھیں) تشریف لائے اور (ان کی حالت دیکھ کر) کہ "یہ تمہیں کیا ہوا جو کانپ رہی ہو؟" انہوں نے عرض کیا کہ بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو کیونکہ بخار بنی آدم کے گناہوں کو اسی طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 22)

ایک روایت میں منقول ہے کہ "اللہ تعالیٰ مؤمن کی تمام خطائیں اس کے ایک رات کے بخار کی وجہ سے دور فرما دیتا ہے اسی طرح ابوداؤد کی ایک روایت میں منقول ہے کہ "ایک رات کا بخار ایک برس کے گناہ دور کر دیتا ہے۔

بخار اور درد سے شفاء پانے کیلئے دعا کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو سکھلایا کرتے تھے کہ وہ (یعنی بیمار لوگ) بخار بلکہ ہر درد (سے شفا) کے لئے اس طرح دعا کیا کریں دعا (بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار) یعنی میں برکت چاہتا ہوں اللہ بزرگ و برتر کے نام سے اور پناہ چاہتا ہوں اللہ بزرگ و برتر کی، ہر رگ جوش مارنے والی کی برائی (یعنی تکلیف) سے اور آگ کی برائی سے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 33)

ہر رگ جوش مارنے والی" سے مراد وہ خون ہے جو رگ میں جوش مارتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس خون سے پناہ چاہے جو رگ میں جوش مارتا ہے کیونکہ جب خون غالب آ جاتا ہے تو تکلیف پہنچاتا ہے بایں طور کہ اس سے بخار اور دوسرے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ حدیث ابن شیبہ، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا، ابن سنی اور حاکم نے روایت کی ہے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں اس کی صحت کی تصدیق کی ہے۔

مصیبت پر صبر کرنے کے سبب بھلائی حاصل ہونے کا بیان

(39) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصَبْ مِنْهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

وَضَبَطُوا "يُصَبْ" بِفَتْحِ الصَّادِ وَكَسْرِهَا.

39- اخرجه مالك (1752) واحمد (3/7239) والبخاری (5645) والقضاعی فی الشهاب (344) وابن حبان (2907) والبغوی فی المرقاة (1420)

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں بھلائی کرے اسے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

"یُصِبْ": بعض محدثین نے اسے ص پر زبر اور زیر کے ہمراہ بھی پڑھا ہے۔

تکلیف یا مصیبت کے سبب گناہوں کے معاف ہونے کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن زید (بصری تابعی) امیہ سے روایت کرتے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی پوچھے "اگر وہ چیز جو تمہارے دلوں میں ہے ظاہر کر دو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ آیت (وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ) 2۔البقرة: 284) اور اس آیت کے معنی بھی پوچھے آیت (ومن یعمل سوء یجز به) یعنی جو شخص برا عمل کرے گا (یعنی خواہ صغیرہ گناہ کرے خواہ کبیرہ گناہ) تو اس کی جزاء (یعنی اس کی سزا دنیا یا آخرت میں) دی جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ "جیسا کہ میں نے اس کے بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا ویسا کسی نے مجھ سے اس مسئلہ کے بارہ میں نہیں پوچھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے دریافت کرنے پر) فرمایا کہ "یہ (یعنی محاسبہ اور سزا جو دونوں آیتوں میں مذکور ہیں) اللہ تعالیٰ کا عتاب ہے جس میں بندہ بخار ورنج (کی تکلیف) کی صورت میں مبتلا ہوتا یہاں تک کہ کوئی بندہ اپنا کچھ مال اپنے کرتہ کے آستین (یا جیب) میں رکھتا ہے اور (پھر وہ مال گم ہو جاتا ہے جسے) وہ نہیں پاتا چنانچہ وہ اس مال کے نہ ملنے سے غمگین ہوتا ہے (تو اس کی وجہ سے اس کے گناہ دور کئے جاتے ہیں اور ہمیشہ یہی سلسلہ جاری رہتا ہے کہ بندہ کسی تکلیف اور رنج میں مبتلا رہتا ہے) یہاں تک کہ وہ بندہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ سونا اور چاندی بھٹی سے (آگ میں پڑنے کی وجہ سے) سرخ نکلتا ہے۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 36)

ان دونوں آیتوں کے معنی پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ پہلی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بندوں سے ان کے دلوں کے خطرات ووسواس اور برے خیالات پر محاسبہ کیا جائے گا اور دوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کو ہر برے عمل پر سزا دی جاتی ہے خواہ وہ عمل چھوٹا ہو یا بڑا، تھوڑا ہو یا زیادہ۔ چنانچہ اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم پریشان ہوئے کہ کیا کریں کیونکہ ان سے بچنا ممکن نہیں چنانچہ حضرت امیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان آیات کا مطلب پوچھا تو انہوں نے ان آیات کی وضاحت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ ان آیات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مؤمنین کو ان کے دل کی تمام باتوں اور ان کے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کرے گا بلکہ آیات میں محاسبہ اور سزا کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو ان سے سرزد ہوئے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں اپنے عتاب میں مبتلا کرتا ہے بایں طور کہ کسی کو بیماری کی تکلیف میں اور کسی کو دوسرے رنج وغم میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ یہ چیزیں ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں۔ عتاب کے معنی یہ ہیں کہ "کوئی شخص اپنے کسی دوست سے اس کی کسی غلط روی اور بے ادبی کی وجہ سے بظاہر اس پر اپنے غصہ کا اظہار کرے مگر دل میں اس کی محبت بدستور باقی رہے۔

Marfat.com

تکلیف کے سبب موت کی آرزو نہ کرنے کا بیان

(40) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَهُ، فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّیْ، وَتَوَفَّنِیْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّیْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے کوئی بھی شخص کسی لاحق ہونے والی تکلیف کی وجہ سے موت کی آرزو ہرگز نہ کرے۔ اگر اس نے ضرور ایسا کرنا ہو تو یہ کہے: اے اللہ تعالیٰ اگر زندگی میرے حق میں بہتر ہو تو مجھے زندگی دے اور اگر موت میرے حق میں بہتر ہے تو مجھے موت دے۔ (متفق علیہ)

شرح

جسمانی تکلیف و مصیبت اور دنیاوی ضرر نقصان مثلاً مرض، تنگدستی اور دوسری بلاء و پریشانیوں کی وجہ سے موت کی آرزو کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بے صبری اور تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہونے کی علامت ہے۔ دیدار الٰہی کے شوق و محبت، اس سرائے فانی اور اس کی محبت سے نجات، دار البقاء پہنچنے کی خواہش اور وہاں کی نعمتوں کی تمنا میں موت کی آرزو ایمان اور کمال ایمان کی نشانی ہے۔ اسی طرح دینی ضرر و نقصان کے خوف سے بھی موت کی آرزو کرنا مکروہ نہیں ہے۔ "موت کو یاد رکھنا" دراصل کنایہ ہے اس بات سے کہ اللہ رب العزت کا خوف قلب میں جاگزین ہو اس کی رضاء و خوشنودی کا حصول اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری ہمہ وقت پیش نظر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل ہو، توبہ و استغفار کا ورد ہو اور دنیاوی نفع نقصان پر آخرت کے نفع و نقصان کو مقدم رکھا جائے۔ ورنہ تو محض موت کو یاد رکھنا اور یاد کرنا اور عملی طور پر بے راہ روی اختیار کرنا چنداں فائدہ مند نہیں ہے بلکہ قساوت قلب کا سبب ہے جیسا کہ غفلت کے ساتھ اللہ رب العزت کو یاد کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ نسأل اللہ العافیۃ۔

موت کی تمنا کرنے یا نہ کرنے کے احوال کا بیان

امام نووی رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ دینی فتنہ و فساد کے خوف سے موت کی آرزو کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت امام شافعی اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ وغیرہما کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان حضرات نے دینی فتنہ و فساد کے خوف سے موت کی آرزو کی تھی اسی طرح کے راستہ میں شہادت کی آرزو کرنی بھی مستحب ہے اس لئے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ثابت و منقول ہے بلکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں تو یہاں تک منقول ہے کہ انہوں نے طاعون عمواس کے وقت موت کی آرزو کی تھی اس لئے معلوم ہوا کہ شہادت کی آرزو کرنا اگرچہ وہ از قسم طاعون وغیرہ ہی کیوں نہ ہو مستحب ہے۔

مسلم میں یہ روایت منقول ہے کہ جس شخص نے صدق دل سے اور خلوص نیت کے ساتھ شہادت کی تمنا کی تو اسے شہادت کا

40- اخرجه احمد (4/12015) والبخاری (5671) وغیرہ و مسلم (2680) والنسائی (1818) والقضاعی فی مسند الشهاب (1937) وابن حبان (2966) والبیهقی (3/377) والبغوی فی المرقاۃ (1444)

Marfat.com

ثواب دیا جاتا ہے (اگر چہ اسے شہادت حاصل نہ ہو سکے) مدینہ میں موت کی آرزو کرنا مستحب ہے کیونکہ بخاری میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی تھی۔ "دعا (اللّٰھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك واجعل موتی فی بلد رسولك" (اے اللہ! اپنی راہ میں مجھے شہادت نصیب فرما اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت دے۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تک زندگی موت سے بہتر ہے جب تک کہ گناہ کے مقابلہ میں طاعات زیادہ ہوں اور زمانہ دینی فتنہ وفساد سے خالی ہو۔ ہاں جب صورت حال بالکل برعکس ہو۔ بایں طور کہ طاعات کے مقابلہ میں گناہ زیادہ ہوں اور زمانہ دینی فتنہ وفساد سے خالی نہ ہو تو پھر جینے سے مرجانا ہی بہتر ہے۔

سختی کے باوجود صبر کر کے دین پر قائم رہنے کا بیان

(41) وَعَنْ اَبِیْ عبد اللّٰه خَبَّاب بنِ الْاَرَتِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: شَكَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ متوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّـهٗ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فقُلْنَا: اَلا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلا تَدْعُوْ لَنا؟ فَقَالَ: "قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ یُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَیُحْفَرُ لَهٗ فِی الْاَرْضِ فَیُجْعَلُ فِیْهَا، ثُمَّ یُؤْتٰی بِالْمِنْشَارِ فَیُوْضَعُ عَلٰی رَاْسِهٖ فَیُجْعَلُ نِصْفَیْنِ، وَیُمْشَطُ بَاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ وَعَظْمِهٖ، مَا یَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِیْنِهٖ، وَاللّٰهِ لَیُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یَسِیْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰی حَضْرَمَوْتَ لا یَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِهٖ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّقَدْ لَقِیْنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ شِدَّةً".

✧✧ حضرت ابوعبداللہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شکایت کی آپ ﷺ اس وقت خانہ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کی، آپ ہمارے لئے مدد طلب کیوں نہیں کرتے آپ ﷺ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے کسی شخص کو لایا جاتا تھا اس کے لئے زمین کھودی جاتی تھی پھر اس کو گڑھے میں ڈال دیا جاتا تھا پھر "آرا" لا کر اس کے سر پر رکھا جاتا تھا اور اسے دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اس کے گوشت اور ہڈیوں کے اوپر لوہے کی کنگھی پھیری جاتی تھی اور یہ بات بھی اسے دین سے نہیں ہٹا سکتی تھی اللہ کی قسم یہ دین ضرور مکمل ہو گا یہاں تک کہ ایک شخص صنعاء سے لے کر حضرموت تک جائے گا اور اسے صرف اللہ کا خوف ہو گا یا پھر بھیڑیے کا خوف ہو گا البتہ تم لوگ جلد بازی سے کام لیتے ہیں

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ نے اپنی چادر سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور ہمیں مشرکین کی طرف سے تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

41- اخرجه احمد (7/21130) والبخاری (3612) و ابو داؤد (2649) والنسائی (5335) وابن حبان (2897) والطبرانی (3638/4) والبیهقی (5/6)

Marfat.com

صنعاء سے حضر موت تک سفر کرنے والے کیلئے خوفِ الٰہی ہونے کا بیان

صنعاء "دمشق (شام) کے نواح میں ایک گاؤں کا نام تھا جیسا کہ قاموس میں لکھا ہے اور اصل میں جزیرہ نما عرب کے مشہور ملک "یمن" کا سب سے بڑا شہر اور دار الحکومت ہے۔ پانی کی فراوانی اور درختوں کی کثرت کی وجہ سے یمن کی سر سبزی و شادابی اور زرخیزی بہت مشہور ہے۔ "حضر موت" بھی پہلے یمن ہی کا ایک حصہ تھا اور ایک جگہ کا نام تھا لیکن اب "عدن" کے مشرقی سمت کے ایک بڑے علاقہ پر مشتمل بہت سے شہروں اور آبادیوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایک زمانہ میں یہاں صلحاء اور اہل اللہ کی قدر کثرت رہا کرتی تھی اور اس سرزمین پر اتنے اولیاء اللہ پیدا ہوتے تھے کہ یہ مقولہ ہی ہو گیا تھا حضر موت منبت الاولیاء یعنی حضر موت وہ جگہ ہے جہاں اولیاء اللہ اگتے ہیں۔

اس جگہ کا نام "حضر موت" اس وجہ سے مشہور ہے کہ جلیل القدر پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کا انتقال یہیں ہوا تھا اور وفات کے وقت انہوں یہ جملہ فرمایا تھا، حضر الموت (موت حاضر ہوگئی) اسی وقت سے اس جگہ کا نام ہی "حضر موت" پڑ گیا۔ اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ایک اور پیغمبر حضرت جرجیس علیہ السلام کی موت اسی جگہ آئی تھی اور اس وقت سے اس کو حضر موت کہا جانے لگا۔" کسی شخص کو اپنی بکریوں کے بارے میں۔ الخ۔ کے اصل معنی مراد نہیں ہیں، یعنی یہ مطلب نہیں ہے کہ واقعہ بھیڑیئے بکریوں پر حملہ کرنا اور ان کو درندگی کا نشانہ بنانا چھوڑ دیں گے کیونکہ عادتاً ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔

اگر چہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اس دنیا میں نازل نہیں ہوں گے اور عام در و بست ان کے ہاتھ میں ہوگا تو اس وقت اتنا برکت امن و اس قائم ہوگا کہ بھیڑیئے بھی بکریوں پر حملہ کرنے سے باز رہیں گے، بلکہ اس جملہ کا اصل مقصد انسانوں کے باہمی اعتبار و اعتماد اور امن و امان کو شدت کے ساتھ ظاہر کرنا ہے کہ اس وقت لوگ ایک دوسرے کے ظلم و ستم اور زور زبردستی سے بالکل محفوظ و مامون ہو جائیں گے اور پورا معاشرہ اس طرح کے امن و عافیت سے بھر پور ہوگا جس کا تصور بھی زمانہ جاہلیت میں نہیں کیا جا سکتا تھا۔ "لیکن تم جلدی کرتے ہو۔" کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا صحابہ کو تسلی دی کہ تمہیں گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار نہ ہونا چاہیے اور نہ اس بات کی توقع رکھنی چاہیئے کہ جس عظیم مقصد کی راہ میں تم لگے ہوئے ہو اس کو بغیر اذیت و پریشانی اٹھائے اور بہت جلد سر کر لو گے۔ اس راہ میں بڑی رکاوٹیں بھی ہیں اور شدید ترین مصائب بھی، جہاں ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے سخت ترین جدوجہد کرنا پڑے گی وہیں ان مصائب پر واستقامت کا دامن بھی تھامے رکھنا ہوگا، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اللہ نے چاہا تو اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کا عناد آمیز رویہ اور اذیت ناک برتاؤ جلد ختم ہو جائے گا اور آخر الامر اللہ کے دین کا بول بالا ہوگا لہٰذا تم دین کی راہ میں تمام مصائب پر صبر کرو جیسا کہ گزشتہ امتوں کے اہل حق اور اہل ایمان لوگوں نے ان مصائب اور اذیتوں پر اپنے یقین و ایمان کی قوت کے سہارے صبر کیا جو تمہیں پیش آنے والے مصائب اور اذیتوں سے کہیں زیادہ دردناک اور سخت ترین تھیں۔

راوی حدیث خباب بن ارت کے احوال کا بیان

خباب بن ارت: یہ خباب بن ارت بن جندلہ بن سعد تمیمی ہیں ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے یہ ابتدائی زمانے میں سبقت لے

Marfat.com

جانے والے سابقین اولین صحابہ میں سے ایک ہیں۔انہوں نے مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا تو مشرکین نے انہیں کمزور سمجھ کر انہیں تکلیفیں پہنچائیں تاکہ یہ اپنے دین کو چھوڑ دیں لیکن انہوں نے ان مصیبتوں پر صبر سے کام لیا یہاں تک کہ ہجرت کا حکم آ گیا انہوں نے تمام غزوات میں شرکت کی ہے ان سے ۱۳۲ احادیث منقول ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے صبر کا بیان

(42) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اٰثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ، فَاَعْطَى الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِّئَةً مِّنَ الْاِبِلِ، وَاَعْطٰى عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِّثْلَ ذٰلِكَ، وَاَعْطٰى نَاسًا مِّنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ وَاٰثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ. فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهٖ قِسْمَةٌ مَّا عُدِلَ فِيْهَا، وَمَا اُرِيْدَ فِيْهَا وَجْهُ اللّٰهِ، فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لَاُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَتَيْتُهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ. ثُمَّ قَالَ: "فَمَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ؟" ثُمَّ قَالَ: "يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِيَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ". فَقُلْتُ: لَا جَرَمَ لَا اَرْفَعُ اِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيْثًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَقَوْلُهٗ: "كَالصِّرْفِ" هُوَ بِكَسْرِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ: وَهُوَ صِبْغٌ اَحْمَرُ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ حنین کے موقعہ پر، نبی اکرم ﷺ نے (مال غنیمت) تقسیم کرتے ہوئے بعض لوگوں کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا کئے۔ اسی طرح عیینہ بن حصن کو بھی اتنے ہی اونٹ عطا کئے۔ آپ ﷺ نے بعض دیگر عرب سرداروں کو بھی اس دن ترجیحی طور پر (زیادہ مال غنیمت) عطا کیا تو ایک شخص بولا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ اور نہ ہی اللہ کی رضا کے حصول کے لیے یہ تقسیم کی گئی ہے۔ (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا اللہ کی قسم! میں نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع ضرور دوں گا۔ پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی جو اس نے کہا تھا، نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک انتہائی سرخ ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ اور اس کا رسول ہی عدل نہیں کریں گے تو پھر کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے انہیں اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا۔ (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت) میں نے تہیہ کیا کہ آئندہ میں ایسی کوئی شکایت آپ ﷺ کو نہیں بتاؤں گا۔

"كَالصِّرْفِ": اس میں ص پر زیر پڑھی جائے گی۔ اور اس سے مراد سرخ رنگ ہے۔

فرقہ خوارج اور ذوالخویصرہ کا بیان

حضرت سعید خدری کہتے ہیں کہ اس جب کہ ہم (مقام جعرانہ میں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ (غزوہ حنین میں حاصل شدہ) مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک جس کا نام ذوالخویصرہ تھا اور جو (مشہور قبیلہ) بنی تمیم سے تعلق رکھتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ (مال غنیمت کی تقسیم میں) عدل وانصاف سے کام لیجئے۔

42- اخرجه احمد (2/3902) والبخاری (3150) و مسلم (1062) وابن حبان (2917) مختصراً

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر) فرمایا تجھ پر افسوس ہے، میں عدل وانصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا، اگر میں عدل وانصاف سے کام نہ لوں تو یقیناً تو محروم ہو جائے گا اور ٹوٹے میں رہے گا۔ حضرت عمر نے بارگاہ رسالت میں اس شخص کی یہ گستاخانہ فقرہ بازی دیکھ کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اجازت دیجئے کہ اس (گستاخ اور بدبخت) انسان کا سر قلم کر دوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہیں) اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ کچھ لوگ اس کے تابعدار ہوں گے جن کی نمازوں کے مقابلہ پر تم اپنی نمازوں کو) اور جن کے روزوں کے مقابلہ پر تم اپنے روزوں کو حقیر جانو گے، وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا۔ اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جب تیر شکار کو چھیدتا اور پار نکل جاتا ہے تو چاہے اس کے حلق سے نیچے نہ جائے گا۔ اور وہ دین سے اس نکل جائیں گے جس طرح جب تیر شکار کو چھیدتا اور پار نکل جاتا ہے تو چاہے اس کے پیکان کو دیکھا جائے چاہے اس کے رصاف کو دیکھا جائے چاہے اس کے پروں کو دیکھا جائے کہیں بھی کچھ نہیں پایا جاتا حالانکہ وہ تیر نجاست اور خون میں سے ہو کر نکلتا ہے اور اس شخص (ذوالخویصرہ) کے تابعداروں (کے سردار) کی علامت یہ کہ وہ سیاہ رنگ کا آدمی ہوگا جس کے ایک بازو میں عورت کے پستان کی مانند (ابھرا ہوا گوشت) کا ایک ٹکڑا ہوگا جو ہلتا ہوگا (اسی بناء پر اس کو ذو الثدیہ کہا جائے گا) اور وہ لوگ (یعنی اس شخص کے تابعدار) لوگوں کے ایک بہترین طبقہ (یعنی حضرت علی اور ان کے تابعداروں) کے خلاف بغاوت کریں گے۔ حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خود یہ حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور پھر یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس فرقہ کے لوگوں سے (جن کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا) جنگ کی اور میں اس جنگ میں حضرت علی کے ساتھ تھا حضرت علی نے (اس جنگ میں فتحیاب ہونے اور دشمنوں کی پسپائی کے بعد) اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا (جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی، چنانچہ مقتولین میں سے تلاش کر کے حضرت علی کے پاس اس شخص کو لایا گیا تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جو علامت بیان کی تھی وہ اس میں (ہو بہو) موجود تھی۔ اور ایک روایت میں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالخویصرہ کی آمد کے ذکر کے بجائے یوں مذکور ہے کہ: (اس وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے) ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی ابھری ہوئی تھی، داڑھی گنجان تھی رخسار اٹھے ہوئے تھے اور سر منڈا ہوا تھا، اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے ڈرو (یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور تقسیم میں عدل وانصاف سے کام لو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر کون اللہ کی اطاعت کرے گا (یعنی میں مقام نبوت وعصمت پر فائز ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا اور سب سے زیادہ اس کی اطاعت کرنے والا ہوں، بھلا تو مجھ کو اطاعت گزاری کا کیا سبق دیتا ہے) مجھ کو اللہ تعالیٰ روئے زمین کے لوگوں میں (سب سے بڑا) امین جانتا ہے (اور مخلوق میں عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے مجھے اس دنیا میں بھیجا ہے) صرف تو ہے جو مجھ کو امین نہیں سمجھتا اور مجھ پر اعتماد نہیں کرتا۔ ایک صحابی یعنی حضرت عمر نے (اس شخص کی یہ گستاخی دیکھ کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کا سر قلم کر دینے کی اجازت چاہی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا اور جب وہ شخص واپس

چلا گیا تو فرمایا: اس شخص کی اصل سے ایک قوم نمودار ہوگی۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا ،اسلام (یعنی کمال اسلام کے دائرہ یا امام وقت کی اطاعت) سے وہ اس طرح نکل جائیں گم جس طرح تیر شکار میں نکل جاتا ہے، پھر وہ لوگ (یعنی خارجی ، اہل اسلام کو تو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے (مطلب یہ کہ جن لوگوں سے جنگ کرنا زیادہ اہم ہوگا، یعنی کافروں اور بت پرستوں سے، ان سے تو جنگ کریں گے نہیں البتہ مسلمانوں کے خلاف جنگ وجدل میں مصروف رہیں گے) اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو ان کو اس طرح قتل کر دوں جس طرح قوم عاد کے لوگ قتل کئے گئے تھے،

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث، 482)

فرقہ خوارج کی علامات ونشانیوں کا بیان

ذوالخویصرہ نامی شخص جس کا حدیث میں ذکر ہوا، دراصل منافق تھا اور جیسا کی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ،امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں جس طبقہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خروج وبغاوت کی راہ اختیار کی تھی جو فرقہ خوارج کے نام سے مشہور ہوا اس کی اصل بنیاد یہی شخص تھا اس کے حق میں قرآن کی یہ آیت (وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ) 9۔التوبہ :58) نازل ہوئی تھی۔ایک شارح نے جو یہ کہا ہے کہ ذوالخویصرہ، خارجیوں کا سردار تھا تو یہ بات صحیح نہیں کیونکہ خارجیوں کا ظہور حضرت علی کے کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں ہوا ہے۔غزوہ حنین میں غنیمت کے طور پر جو مال واسباب اسلامی لشکر کے ہاتھ لگا تھا اس کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں اس طرح تقسیم فرمایا کہ جس شخص کی جتنی ضرورت وحاجت تھی اس کو اسی اعتبار سے عطا فرمایا اس منافق ذوالخویصرہ کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے اپنی بدظنی کے اظہار میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گویا یہ اعتراض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت کو تقسیم اس طرح نہیں کرنی چاہئے۔

بلکہ ہر شخص کو برابر برابر تقسیم کا جو طریقہ میں نے اختیار کیا ہے اس کی بنیاد عدل وانصاف کے سوا کچھ نہیں، عدل کا مطلب یہی نہیں ہے کہ ہر شخص کو برابر برابر دیا جائے خواہ کسی کی ضرورت کتنی ہی زیادہ ہو اور کسی کی حاجت کتنی ہی کم ہو، یہ بھی عدل ہی ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ ضرورت مند ہے اس کو اتنا ہی زیادہ دے کر اس کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور جو شخص کم ضرورت رکھتا ہے اس کو کم دیا جائے ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو واضح فرمادیا کہ میں رحمۃ للعالمین بنا کر دنیا میں بھیجا گیا ہوں تاکہ ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کروں اگر کوئی شخص میری عدالت اور میری انصاف پسندی پر انگلی اٹھاتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے نصیب میں مایوسی ومحرومی کے علاوہ کچھ نہیں ہے، لہٰذا تیری بہرہ مندی اور امیدواری تو اسی صورت میں تھی جب تجھے میری عدالت پر اعتماد ہوتا، اگر میرے عدل پر تجھے بھروسہ نہیں ہے اور تیرے نزدیک میں انصاف سے کام نہیں لے رہا ہوں تو سمجھ لے کہ تو خود اپنے گمان کے مطابق ناامید محروم ہو گیا اور ٹوٹے میں رہا۔

شرح السنۃ میں ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو تو اس شخص کے قتل سے منع کر دیا، لیکن دوسری روایت کے بموجب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عزم کا اظہار فرمایا کہ اگر میں اس شخص کے تابعداروں کو پاؤں تو قتل کر دوں؟ ان دونوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عزم کے اظہار کی صورت میں ان لوگوں کے قتل کو جو مباح فرمایا تو اس کا تعلق اس صورت سے ہے، جب وہ لوگ باقاعدہ اپنا گروہ بنائیں اور بہت سارے مل کر اور ہتھیار باندھ

Marfat.com

کر دوسرے لوگوں (یعنی اہل اسلام) سے تعارض کریں اور ان کے خلاف جنگ وجدال کر معرکہ گرم کرنے کے درپے ہوں، جب کہ حضرت عمر کو منع کرنے کے وقت یہ صورت نہیں تھی وہ تو بس ایک شخص تھا جس نے اپنی بد باطنی اور اپنے نفاق کا اظہار کر دیا تھا یہ اس کے فتنہ انگیز تابعداروں کا ظہور اور ان کے فتنہ وفساد کی اصل ابتداء حضرت علی کے زمانہ میں ہوئی۔ چنانچہ حضرت علی نے ان کا مقابلہ کیا اور ان میں سے بہت سوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ لیکن زیادہ صحیح اور عمدہ بات وہ ہے جو ایک شارح نے لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر کو اس شخص کی قتل کی اجازت نہ دینا دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حسن اخلاق اور کمال تحمل وبردباری کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اپنی ذات کے بارے میں کسی سے بدلہ وانتقام نہیں لیتے تھے حالانکہ اس شخص نے زیادتی اور عداوت کے اظہار میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اس نے براہ راست ذات رسالت کو مخاطب کر کے کہا، عدل وانصاف سے کام لو، دوسری روایت کے مطابق اس نے یہ کہا کہ: اللہ سے ڈرو۔ اور ایک روایت میں اس کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) تم جس طرح مال غنیمت تقسیم کر رہے ہو اس میں عدل وانصاف نہیں ہے اس کے اس طرح کے الفاظ اس بات کے لئے کافی تھے کہ اس کو فوراً قتل کر دیا جاتا، کیونکہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نکتہ چینی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگایا، اسی لئے اگر کوئی شخص آج بھی ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس طرح کے الفاظ زبان سے نکالے تو اس پر کفر وارتداد کا حکم لگا دیا جائے گا، لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے داد گیر نہیں کی اور اس کو قرار واقعی سزا دینے کی اجازت عطا نہیں فرمائی۔

"جن کی نمازوں کے مقابلہ پر تم اپنی نمازوں کو۔۔ الخ۔" کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے تابعدار وہ لوگ (جو فرقہ خوارج کے نام سے موسوم اور مشہور ہوں گے، بظاہر بڑے دین دار اور متبع شریعت نظر آئیں گے، وہ عام مسلمانوں کی نظر میں اپنا سکہ جمانے کے لئے ایسی اچھی نمازیں پڑھیں گے، بظاہر بڑے دین دار اور متبع شریعت نظر آئیں گے، وہ عام مسلمانوں کی نظر میں اپنا سکہ جمانے کے لئے ایسی اچھی نمازیں پڑھیں گے، وہ قرآن کی تلاوت بھی کریں گے اور اس طرح کریں گے کہ ترتیل وتجوید اور مخارج حروف کی رعایت کے تمام آداب وشرائط پر اتریں گے، لیکن ان کے دل میں چونکہ نفاق ہوگا اس لئے ان کی تلاوت حلق سے نیچے نہیں جائے گی، یعنی نہ ان کی تلاوت وقرآت عند اللہ مقبول ہوگی اور نہ ان کی عبادت وریاضت اور اعمال اوپر چڑھیں گے اور ثمر آور ہوں گے یا یہ کہ ان کی تلاوت صرف ان کی زبان تک محدود رہے گی، نہ دل تک جائے گی اور نہ اس کے اثرات روح تک پہنچیں گے۔ پھر جب وہ لوگ اپنا مضبوط اور وسیع جتھہ بنالیں گے اور طاقتور جماعت کی صورت اختیار کر لیں گے تو پھر دین کی اطاعت وفرمانبرداری یا امام وقت کی اطاعت اور یا سرے سے اسلام کے دائرہ سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے بیچ میں سے نکل جاتا ہے، چنانچہ جس طرح شکار کے بیچ سے نکلے ہوئے تیر کے اوپر سے لے کر نیچے تک، کسی بھی حصہ پر خون یا نجاست کا نشان ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا، حالانکہ وہ تیر خون اور نجاست ہی میں سے باہر نکلتا ہے اسی طرح ان لوگوں کے دین سے نکلنے کے بعد ان پر دینداری، اسلام کی وابستگی اور مسلمانوں کی محبت کا ذرا بھی کوئی اثر نہیں رہے گا حالانکہ وہ بڑے نمازی، قرآن کی بہت تلاوت کرنے والے اور تہجد گزار وشب بیدار ہوں گے۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے۔

Marfat.com

حدیث کا یہ جملہ ان علماء کی دلیل ہے جو خوارج کی تکفیر کے قائل ہیں اور خطابی نے کہا ہے کہ "دین سے نکل جائیں گے۔" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگ سرے سے دین اسلام کے دائرہ ہی سے خارج ہو جائیں گے بلکہ ان کا امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا مراد ہے۔ "اور سر منڈا ہوا تھا" یہ گویا اس شخص کی طرف سے اس ہیبت وصورت کی ظاہری مخالفت تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کرام تھے، چنانچہ اکثر صحابہ کرام سر پر بال رکھتے تھے منڈاتے نہیں تھے علاوہ اس موقع کے جب حج سے فارغ ہونے کے بعد سر منڈانا ضرور ہوتا ہے، البتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اکثر اپنا سر منڈایا کرتے تھے اور وہ بھی اس احتیاط کے پیش نظر کہ غسل میں کہیں بالوں کی وجہ سے پانی سر تک پہنچنے سے نہ رہ جائے۔ "جس طرح قوم عاد کے لوگ قتل کئے گئے تھے" میں قتل سے مراد ان کی اجتماعی ہلاکت اور ان کا مکمل استیصال ہے اور اس چیز یعنی ہلاکت واستیصال کو "قتل" سے تعبیر کرنا محض مشاکلت کے لئے ہے ورنہ جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے تو قوم عاد کو قتل نہیں کیا گیا تھا، بلکہ سخت آندھی اور طوفان کے ذریعہ اس طرح ان کو ہلاک و برباد کیا گیا تھا کہ قوم کی قوم نیست ونابود ہو کر رہ گئی تھی۔

باغیوں اور خارجیوں کو گرفتار وقید کرنے کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا میں راہزن کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے والا کہا گیا ہے کیونکہ مسافر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور وہ شخص جو اس کا امن برباد کرتا ہے گویا وہ اس ذات کے ساتھ بر سر پیکار ہوتا ہے جس پر وہ مسافر حصولِ امن کی خاطر اعتماد کئے ہوئے تھا اور رہا اس کا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برسرِ پیکار ہونا تو وہ اس لئے ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ یا کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے راستوں کے محافظ ونگہبان ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء اور مسلمان حکمران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔ پس جب وہ راستہ روکا گیا جس کی حفاظت کا ذمہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین یعنی مسلم حکومتوں نے تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا۔ یا یہاں عبارت حذف مضاف کے ساتھ ہے اور اصل عبارت میں یحاربون عباد اللہ ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ (فتح القدیر، 5:177)

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر حکومت کو یہ معلوم ہو جائے کہ شر پسندوں نے مسلح جدوجہد شروع کر دی ہے اور وہ جنگ کے لیے تیاری کر رہے ہیں تو ہیئتِ مقتدرہ پر لازم ہے کہ ان کو گرفتار کرے اور قید کرے یہاں تک کہ وہ اس باغیانہ عمل سے باز آ جائیں اور توبہ کریں کہ وہ دوبارہ اس طرح کا عمل نہیں کریں گے۔ اگر حکومت نے انہیں ڈھیل دی تو وہ مزید دہشت گردی کے مرتکب ہوں گے۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ بروقت انہیں روکے۔ اور حکومت خود جنگ کا آغاز نہ کرے یہاں تک کہ وہ جنگ میں پہل کریں کیونکہ ان کے ساتھ جنگ ان کے شر کو ختم کرنے کے لئے ہوگی۔ ہاں اگر ان سے شر کا خطرہ نہ ہو تو ان کے ساتھ جنگ نہ کی جائے اور اگر حکومت کو ان کی ریشہ دوانیوں کا علم نہ ہو یہاں تک کہ وہ (تخریبی کارروائیوں کے لئے) اپنے ٹھکانے بنا لیں، جنگ کی تیاری کر لیں اور افرادی قوت جمع کر لیں تو حکومت کو چاہیے کہ انہیں سب سے پہلے راہ راست کی طرف بلائے اور

Marfat.com

انہیں اجتماعی رائے کی طرف لوٹنے کی دعوت دے، جیسا کہ اہلِ حرب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ حروراء (خوارج) کی بغاوت کے خلاف کارروائی کرنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو مندوب بنا کر بھیجا تا کہ وہ انہیں عدل وانصاف کی دعوت دیں۔ پس حکومت اسی طرح انہیں دعوت دے اور ان کے ساتھ مذاکرات کرے۔ اگر وہ مثبت جواب دیں تو ان کے ساتھ جنگ کرنے سے رک جائے اور اگر وہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو ان کے ساتھ کھلی جنگ کرے۔ اس کی جنگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق درست ہوگی جس میں فرمایا گیا: (اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو اُن کے درمیان صلح کرا دیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔) اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نہروان کے مقام پر اہلِ حروراء کے ساتھ جنگ کی۔

(بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۱۴۲، بیروت)

دنیا میں بھلائی ملنے والے پر سختیوں کا بیان

(43) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِی الدُّنْيَا، وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰی يُوَافِیَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِیَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کر لیتا ہے تو اسے دنیا میں سزا دے دیتا ہے اور جب کسی بندے کے بارے میں برائی کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے گناہ محفوظ کر لیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کی سزا دے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عظیم جزا، عظیم آزمائش کے نتیجے میں ملتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے جو شخص راضی رہتا ہے اسے جزا نصیب ہوتی ہے اور جو شخص ناراض ہو جاتا ہے اسے ناراضگی نصیب ہوتی ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

مرض پر صبر کرنے والے کیلئے ثواب کا بیان

شداد بن اوس اور حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مروی ہے کہ یہ دونوں ایک بیمار شخص کے پاس گئے اور اس کی عیادت کی، چنانچہ دونوں نے مریض سے پوچھا کہ تم نے صبح کیسی گزاری؟ مریض نے کہا کہ میں نے (رضاء وتسلیم اور صبر وشکر کی)

43- اخرجه الترمذی (2404) وقال حسن غريب وابن ماجه (4031) وفی الباب عن عبد الله بن مغفل رضی الله عنه الحاکم (1/1291) وابن حبان (2911) واحمد (5/16806) والبیهقی فی الصفات (ص/154) واسناد حسن

Marfat.com

نعمت کے ساتھ صبح کی (یعنی مرض وتکلیف کی وجہ سے میں کبیدہ خاطر نہیں ہوں بلکہ رضاء بتقدیر اور صبر کے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں جس کی وجہ سے میرا دل خوش ومطمئن ہے)

حضرت شداد نے فرمایا کہ "گناہوں کے جھڑنے اور خطاؤں کے دور ہونے کی بشارت سے خوش ہو، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندہ مؤمن کو (بیماری ومصیبت میں) مبتلا کرتا ہوں اور وہ بندہ اس ابتلاء پر (دل گیرو ناخوش نہیں ہوتا بلکہ) میری تعریف کرتا ہے تو وہ اپنے بستر علالت سے ایسا (گناہوں سے پاک صاف ہوکر) اٹھتا ہے جیسا کہ وہ اس دن گناہوں سے پاک صاف تھا جس روز اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ نیز پروردگار بزرگ و برتر (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ "میں نے اپنے بندہ کو قید میں ڈالا ہے اور اس آزمائش میں مبتلا کیا تھا، لہٰذا تم (اس کے نامہ اعمال) وہ (نیک) اعمال لکھنا جاری رکھو جو تم اس کے زمانہ تندرستی میں لکھنا جاری رکھتے تھے۔

(احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 58)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا بیٹے کے وصال پر صبر کرنے کا بیان

(44) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَشْتَكِيْ، فَخَرَجَ اَبُوْ طَلْحَةَ، فَقُبِضَ الصَّبِيُّ، فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْ طَلْحَةَ، قَالَ: مَا فَعَلَ ابْنِيْ؟ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ اُمُّ الصَّبِيِّ: هُوَ اَسْكَنُ مَا كَانَ، فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشّٰى، ثُمَّ اَصَابَ مِنْهَا، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَتْ: وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ، فَقَالَ: "اَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ؟" قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا"، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَ لِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ: احْمِلْهُ حَتّٰى تَاْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبَعَثَ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ، فَقَالَ: "اَمَعَهُ شَيْءٌ؟" قَالَ: نَعَمْ، تَمَرَاتٌ، فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا، ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيِّ الصَّبِيِّ، ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: فَرَاَيْتُ تِسْعَةَ اَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَؤُوا الْقُرْاٰنَ، يَعْنِيْ: مِنْ اَوْلَادِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَوْلُوْدِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَاتَ ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ مِنْ اُمِّ سُلَيْمٍ، فَقَالَتْ لِاَهْلِهَا: لَا تُحَدِّثُوْا اَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهِ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا اُحَدِّثُهُ، فَجَاءَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ عَشَاءً فَاَكَلَ وَشَرِبَ، ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهُ اَحْسَنَ مَا كَانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَوَقَعَ بِهَا. فَلَمَّا اَنْ رَاَتْ اَنَّهُ قَدْ شَبِعَ وَاَصَابَ مِنْهَا، قَالَتْ: يَا اَبَا طَلْحَةَ، اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا اَعَارُوْا عَارِيَتَهُمْ اَهْلَ بَيْتٍ فَطَلَبُوْا عَارِيَتَهُمْ، اَلَهُمْ اَنْ يَمْنَعُوْهُمْ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَتْ: فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ، قَالَ: فَغَضِبَ، ثُمَّ قَالَ: تَرَكْتِنِيْ حَتّٰى اِذَا تَلَطَّخْتُ، ثُمَّ اَخْبَرْتِنِيْ بِابْنِيْ؟! فَانْطَلَقَ حَتّٰى اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَتِكُمَا"، قَالَ: فَحَمَلَتْ. قَالَ:

44- اخرجه البخاري (1301) ومسلم (2144)

Marfat.com

وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَّهِيَ مَعَهُ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْمَدِيْنَةَ مِنْ سَفَرٍ لَا يَطْرُقُهَا طُرُوقًا فَدَنَوا مِنَ الْمَدِيْنَةِ، فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ، فَاحْتُبِسَ عَلَيْهَا أَبُو طَلْحَةَ، وَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: يَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: إِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَا رَبِّ أَنَّهُ يُعْجِبُنِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ وَأَدْخُلَ مَعَهُ إِذَا دَخَلَ وَقَدِ احْتُبِسْتُ بِمَا تَرٰى، تَقُولُ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا أَبَا طَلْحَةَ، مَا أَجِدُ الَّذِي كُنْتُ أَجِدُ انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا وَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِيْنَ قَدِمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا. فَقَالَتْ لِي أُمِّي: يَا أَنَسُ، لَا يُرْضِعُهُ أَحَدٌ حَتّٰى تَغْدُوْا بِهِ □ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ احْتَمَلْتُهُ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ.

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا تھا جو بیمار تھا ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے پیچھے سے بچے کا انتقال ہو گیا جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہوں نے دریافت کیا' میرے بیٹے کا کیا حال ہے۔ سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا جو اس بچے کی والدہ تھیں' نے عرض کی: وہ پہلے کے مقابلے میں سکون کی حالت میں ہے' پھر سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا انہوں نے رات کا کھانا کھایا پھر سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ صحبت کی جب وہ فارغ ہو گئے۔ سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے (گھر والوں سے) کہا بچے کو ڈھانپ دو! صبح حضرت ابوطلحہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر اور اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے گزشتہ رات ہم بستری کی ہے تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی' اے اللہ! ان دونوں کو برکت نصیب فرما! تو سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے (حضرت انس سے) کہا: اسے اٹھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا' کیا اس کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی ہاں! کھجوریں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو لیا اور اسے چبایا پھر انہیں اپنے منہ میں ڈالا اور پھر اسے بچے کے منہ میں ڈال دیا یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ تجویز کیا۔ (متفق علیہ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں بن عیینہ کہتے ہیں۔ انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے یہ بات بیان کی ہے' میں نے ان صاحبزادے (عبداللہ) کے نو بچے دیکھے ہیں جو سب قرآن کے حافظ تھے اس سے مراد وہ نومولود صاحبزادے عبداللہ ہیں۔ یعنی ان کی اولاد میں سب حافظ تھے۔

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہو گیا جو سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے تھا۔ سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر والوں سے کہا آپ لوگ حضرت ابوطلحہ کو ان کے صاحبزادے کے بارے نہ بتایئے گا میں خود انہیں اس بارے میں بتا دوں گی۔ جب حضرت ابوطلحہ واپس آئے تو سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے رات کا کھانا پیش کیا تو انہوں کھا لیا پھر سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تیار ہو کر ان کے سامنے آئیں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ صحبت کی۔ جب سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دیکھا اب وہ سیر ہو چکے ہیں اور صحبت بھی کر چکے ہیں تو انہوں نے کہا ابوطلحہ آپ کا کیا خیال ہے اگر کچھ لوگ کسی دوسرے کو کوئی چیز عارضی طور پر دیں

Marfat.com

اور پھر وہ اپنی چیز واپس لے لیں تو کیا دوسرے لوگ اسے واپس کرنے سے انکار کر سکتے ہیں تو ابوطلحہ نے کہا' نہیں! تو سیّدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا' آپ اپنے بیٹے کے بارے میں ثواب کی امید رکھیے اس کے بعد کیونکہ اس کا انتقال ہو چکا ہے) تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ غصے میں آ گئے اور فرمایا: تم نے مجھے بتایا نہیں یہاں تک کہ میں نے صحبت بھی کر لی پھر اس کے بعد تم نے مجھے اس کے بارے میں بتایا ہے پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری گزشتہ رات میں تمہیں برکت نصیب کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' سیّدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا حاملہ ہو گئیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے دوران سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی سفر کر رہی تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ تشریف لاتے تھے تو رات کے وقت تشریف نہیں لایا کرتے تھے آپ مدینہ منورہ کے قریب ہو گئے اسی دوران سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دردِ زہ شروع ہو گیا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں روک لیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے پروردگار تو جانتا ہے' مجھے یہ بات پسند ہے' میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤں جب وہ جائیں میں ان کے ساتھ واپس آؤں جب وہ واپس آئیں لیکن جس وجہ سے میں رُک گیا ہوں وہ تو جانتا ہے سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا اے ابوطلحہ مجھے جو تکلیف ہے وہ رہنے دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ روانہ ہو جائیں ہم لوگ روانہ ہو گئے اس دوران جب وہ آ رہے تھے تو انہیں دردِ زہ شروع ہو گیا اور انہوں نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میری والدہ نے مجھ سے کہا اے انس! میں نے اسے دودھ نہیں پلایا ہے تم صبح اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جانا جب صبح ہوئی تو میں اس بچے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اور اس کے بعد انہوں نے مکمل حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت ابوطلحہ اور انوکھی مہمان نوازی کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا کہ میں نہایت پریشان حال اور تکلیف و مشقت میں گرفتار ہوں (یعنی فقر و افلاس نے مجھ کو گھیر رکھا ہے اور بھوک سے پریشان حال ہو کر اس امید پر یہاں آیا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کو کچھ عطا فرمائیں گے (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو اپنی بیوی کے پاس بھیجا (اور کہلایا کہ اگر گھر میں کچھ موجود ہو تو اس مصیبت زدہ شخص کے لئے بھیج دیں) انہوں نے جواب میں بھیجا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے' میرے پاس ایک پانی کے سوا (کھانے پینے کی) اور کوئی چیز موجود نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری بیوی کے پاس آدمی بھیجا اور انہوں نے بھی وہی جواب بھجوایا جو پہلی بیوی نے بھیجا تھا اور اس طرح (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کر کے اپنی تمام بیویوں کے پاس آدمی بھیجے اور) سب بیویوں کے ہاں ایسا ہی جواب آیا' تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاضرین مجلس کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ جو شخص اس آدمی کو مہمان بنائے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنی (خاص) رحمت نازل فرمائے گا' (یہ سنتے ہی) انصار میں کے ایک شخص کو جن

Marfat.com

کو۔۔۔۔ابوطلحہ کہا جاتا تھا، کھڑے ہوئے اور بولے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس آدمی کو میں اپنا مہمان بناؤں گا اور پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس شخص کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلے گئے (گھر پہنچ کر) انہوں نے اپنی بیوی (ام سلمہ) سے دریافت کیا: تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ ان کی بیوی بولیں: بس اتنا ہے کہ جو بچوں کی ضرورت کو ایک حد تک پورا کر دے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا بچوں کو کسی طرح بہلا پھسلا کر سلائے رکھنا۔ اور جب ہمارا مہمان کھانے کے لئے گھر میں آئے (اور دسترخوان پر بیٹھے) تو ایسا ظاہر کرنا کہ گویا ہم بھی اس کے ساتھ (اسی کھانے میں) کھا رہے ہیں اور جوں ہی ہمارا مہمان لقمہ اٹھانے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھائے تو تم یہ ظاہر کر کے کہ جیسے چراغ کی بتی کو ٹھیک کرنے اور اس کی روشنی بڑھانے کا ارادہ ہے چراغ کی طرف جانا (اور آہستہ سے پھونک مار کر یا کسی اور طرح سے) چراغ گل کر دینا۔ (تا کہ اندھیرا ہو جائے اور مہمان پر یہ ظاہر نہ ہو کہ ہم کھانا نہیں کھا رہے ہیں) چنانچہ ان کی بیوی نے ایسا ہی کیا اور یہ ہوا (کہ دسترخوان پر) بیٹھے تو وہ تینوں (یعنی ابوطلحہ ان کی بیوی اور مہمان) لیکن کھانا صرف مہمان نے کھایا، ان دونوں میاں بیوی نے بھوکے رات گزاری، پھر جب صبح ہوئی اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (چونکہ بذریعہ کشف یا بذریعہ وحی یہ سارا قصہ معلوم ہو چکا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! فلاں مرد (یعنی ابوطلحہ) اور فلاں عورت (یعنی ابوطلحہ کی بیوی ام سلیم) کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو بہت پسند لگا یا یہ فرمایا کہ (ان دونوں کے) اس کام پر اللہ تعالیٰ کو ہنسی آ گئی (مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ اس عمل پر ان دونوں سے بہت خوش ہوا) ابوہریرہ ہی کی ایک دوسری روایت میں (جو لفظ و معنا اسی روایت کی طرح ہے) ابوطلحہ کے نام کا ذکر نہیں ہے (یعنی اس میں یقال لہ ابوطلحہ کے الفاظ نہیں ہے) نیز اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ: اسی واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ 69۔ الحشر: 9) یعنی اور وہ لوگ جو اپنے آپ پر دوسروں کو (یعنی اپنے مہمانوں کو یا کسی بھی حاجت مند کو) ترجیح دیتے ہیں اگر وہ خود حاجت مند اور بھوکے ہوں الخ۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث، 910)

سب بیویوں کے ہاں سے ایسا ہی جواب آیا" بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ فتح خیبر اور غنائم و اموال کی آمد شروع ہو جانے سے پہلے کا ہے، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام ازواج مطہرات کا بہت ہی تنگی ترشی کے ساتھ گزارا ہوتا تھا اور زیادہ تر بے سروسامانی کی حالت رہا کرتی تھی "جو بچوں کی ضرورت کو ایک حد پورا کر دے" مطلب یہ کہ اس وقت گھر میں کھانے کی قسم سے جو کچھ ہے وہ بس اس قلیل مقدار کی صورت میں ہے جو چھوٹے بچوں کے لئے اس ضرورت سے اٹھا کر رکھ دیا گیا ہے کہ رات یا دن میں ان کو بار بار بھوک لگتی ہے اور وہ کسی وقت بھی کھانا مانگنے لگتے ہیں یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ وہ کھانا بچوں کو اسی وقت کے کھانے کے لئے ہوتا تو پھر مہمان کو نہیں کھلا سکتے تھے، کیونکہ بچوں کو بھوکا رکھ کر مہمان کو کھلانا جائز نہیں ہے،۔" کسی طرح بہلا پھسلا کر سلائے رکھنا" یعنی بچے اگر جاگ رہے ہوں تو ان کو بہلا پھسلا کر جلدی سے سلا دو یہ کہ بچے اگر سو رہے ہوں تو کوشش کرنا کہ وہ جاگنے نہ پائیں تا کہ مہمان کو کھاتے دیکھ کر اس کھانے میں سے کچھ مانگنے نہ لگیں جیسا کہ چھوٹے بچوں کی عادت ہوتی ہے،" گویا ہم بھی اس کے ساتھ کھا رہے ہیں" حضرت ابوطلحہ نے یہ بات اس لئے کہی کہ کھانا اتنی مقدار میں تو تھا نہیں کہ مہمان کے ساتھ وہ دونوں بھی کھا سکتے، ادھر اگر وہ دونوں مہمان کے ساتھ کھانے پر بیٹھتے تو مہمان کو کھانے میں تکلف ہوتا، کیونکہ مہمان اگر دیکھتا ہے کہ

Marfat.com

صاحب خانہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہے، تو وہ کھاتے ہوئے جھجک محسوس کرتا اور اس کو خلجان ہوتا ہے کہ کہیں کھانے کی کمی کی وجہ سے تو صاحب خانہ میرے ساتھ نہیں کھا رہا ہے، واضح رہے کہ یہ واقعہ غالباً پردہ کا حکم نافذ ہونے سے پہلے کا ہے اسی لئے حضرت ابوطلحہ کو اپنے مہمان کو گھر میں لانے اور بیوی کے سامنے کرنے میں کوئی تکلف نہیں ہوا۔

غصے کے وقت صبر کر کے قابو پانے کا بیان

(45) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَالصُّرَعَةُ": بِضَمِّ الصَّادِ وَفَتْحِ الرَّاءِ وَاَصْلُهُ عِنْدَ الْعَرَبِ مَنْ يَّصْرَعُ النَّاسَ كَثِيْرًا.

✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے، پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

"وَالصُّرَعَةُ": میں ص پر پیش پڑھی جائے گی اور "ر" پر زبر پڑھی جائے گی۔ عربوں کے نزدیک اس سے مراد وہ شخص ہے جو دوسروں کو بہت زیادہ پچھاڑ دے۔

شرح

اس ارشاد گرامی کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ اصل میں اگر کوئی چیز انسان کی سب سے بڑی دشمن اور اس کے مقابلہ میں سب سے زیادہ طاقتور ہے تو وہ خود اس کا نفس ہے اگر کوئی شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو پچھاڑتا رہا اور اپنے آپ کو طاقتور ترین دشمن کو بھی زیر کرتا رہا مگر خود اپنے نفس پر غالب نہیں آسکا تو یہ کوئی کمال نہیں ہے اصل کمال تو یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو زیر کرے جو اس کا اصل دشمن ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے،" تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ واضح رہے کہ بدن کی قوت ظاہری اور جسمانی ہے جو زوال پذیر اور فنا ہو جانے والی ہے اس کے برخلاف جو قوت نفس کو زیر کرتی ہے وہ دینی اور روحانی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور ہمیشہ باقی رہتی ہے لہٰذا نفس امارہ کو مارنا وصف اور کمال کی بات ہے کہ جب کہ آدمی کو پچھاڑنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ مردے نہ بقوت بازوست دز ورکتف بانفس اگر بائی دانم کہ شاطرے

غصے کے وقت شیطان کے شر سے بچنے کا بیان

(46) وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَّعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ، وَاَحَدُهُمَا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

45-اخرجه مالك (1681) واحمد (3/7223) والبخاری (6114) ومسلم (2609) والطيالسی (2520) والقضاعی فی مسند الشهاب (1212) وعبد الرزاق (20287) وابن حبان (717) والبيهقی (10/235)

46-اخرجه احمد (10/27275) وابن ابی شيبة (8/533) والبخاری (3382) ومسلم (2610) وابو داؤد (4781) وابن حبان (5692) والحاكم (2/4639) والطبرانی (6488)

Marfat.com

"اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَّوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، ذَهَبَ مِنْهُ مَا يَجِدُ". فَقَالُوْا لَهُ: اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا دو افراد ایک دوسرے کے ساتھ الجھ پڑے ایک شخص کا چہرہ سرخ ہوگیا اور رگیں پھول گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک ایسا کلمہ آتا ہے، جسے اگر یہ پڑھ لے تو اس کی یہ کیفیت ختم ہو جائے گی اگر یہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ لے تو اس کی یہ کیفیت ختم ہو جائے گی۔ لوگوں نے اس شخص کو بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو تو اس نے کہا کیا میں پاگل ہوں۔ (متفق علیہ)

غصے پر قابو پانے کے سبب عذاب سے نجات کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی زبان کو بلند رکھتا ہے اللہ اس کے عیوب کو ڈھانک لیتا ہے یعنی جو شخص لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں کو چھپانے اور بیان کرنے سے باز رہتا ہے جو اس کے علم میں ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب و معاصی کو لوگوں کی نگاہوں سے یا اعمال لکھنے والے فرشتوں سے اور یا دونوں سے چھپاتا ہے جو شخص اپنے غصہ کو ضبط کرتا ہے۔

تو اللہ اس کو قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائے گا اور جو شخص اپنے گناہ و تقصیر پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کرے گا تو اللہ اس کی عفو خواہی کو قبول کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1044)

راوی حدیث سلیمان بن صرد کے احوال کا بیان

سلیمان بن صرد: بن جون بن ابی جون عبدالعزی بن منقذ سلولی خزاعی ہیں۔ ان کی کنیت ابومطرف ہے یہ قائدین اور سردار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے۔ جنگ صفین اور جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک رہے۔ انہوں نے کوفہ میں رہائش اختیار کی تھی یہ ان افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر (کوفہ بلایا تھا) بعد میں انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بغاوت بھی کی، التوابین نامی جماعت کی قیادت ان کے پاس تھی۔ ان توابین کی تعداد پانچ ہزار تھی انہیں توابین اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا تھا لیکن خود ان کی مدد نہیں کی تھی لیکن جب وہ شہید ہوگئے اس کے بعد انہیں احساس ہوا تو یہ بدلہ لینے کے لئے اٹھے اور انہوں نے اپنی سابقہ غلطی سے توبہ کی چنانچہ سلیمان اور عبید اللہ بن زیاد کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں جن میں "عین الوردہ" کے مقام پر سلیمان شہید ہوگئے۔ یہ ۶۵ ہجری کا واقع ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے پندرہ احادیث نقل کی ہیں۔

غصے پر صبر کر کے قابو پانے کے سبب حور عین ملنے کا بیان

(47) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ كَظَمَ غَيْظًا، وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهُ، دَعَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنَ

47- اخرجه احمد (5/15637) و ابو داؤد (4777) والترمذی (2028) وابن ماجة (4186) واسناده حسن

Marfat.com

الْحُوْرِ الْعِیْنِ مَا شَاءَ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

✧✧ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جو شخص اپنے غصے پر قابو پالے جبکہ وہ اس کے اظہار کی قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اسے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ وہ جس "حورعین" کو چاہے (حاصل کرلے)

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

شرح

اللہ اس کو مخلوق کے روبرو بلائے گا" کا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے درمیان اس شخص کو نیک شہرت دے گا، اس کی تعریف وتوصیف کرے گا اور اس پر فخر کا اظہار کرے گا نیز اس کے بارے میں اعلان کیا جائے گا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے اندر اتنی بڑی خوبی تھی۔ غصہ پر قابو پانے کی صفت کو اتنا اونچا مقام دینے کی وجہ یہ ہے کہ غصہ دراصل نفس امارہ کی ہیجانی کیفیت کا نام ہے اور جس نے اپنا غصہ پی لیا اس نے گویا اپنے نفس امارہ کو کچل ڈالا اسی لئے غصہ پر قابو پانے والوں کی تعریف حق تعالیٰ نے بھی ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ آیت (والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس "(اور جو شخص اپنے نفس کو اس کی خواہش سے باز رکھتا ہے اس کا آخری ٹھکانہ جنت اور اس کا انعام حورعین ہے واضح رہے کہ جب اتنا عظیم اجر محض غصہ کو پی جانے پر حاصل ہوگا تو اس شخص کے مقام ومرتبہ کی بلندی کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے جو محض غصہ کو پی جانے پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ عفوو احسان کا برتاؤ بھی کرے۔

امام ثوری فرماتے ہیں کہ اصل احسان یہی ہے کہ تم اس شخص پر احسان کرو جو تمہارے ساتھ برائی کرے کیونکہ جس شخص نے تم پر احسان کیا ہے اگر تم اس پر احسان کرتے ہو تو وہ تمہارا احسان نہیں بلکہ بدلہ چکانا ہے۔

غصہ کرنے کی ممانعت کا بیان

(48) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَوْصِنِیْ. قَالَ: "لَا تَغْضَبْ" فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: "لَا تَغْضَبْ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: آپ مجھے کچھ تلقین کریں، آپ نے فرمایا غصب ناک نہ ہونا' اس نے چند مرتبہ یہ سوال دہرایا تو آپ نے یہی فرمایا: غصب ناک نہ ہونا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

48- اخرجه احمد (3/8752) والبخاری (6116) والترمذی (2027) وفی الباب عن عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمرو و عبد الرحمن بن عوف رضی الله عنه عند مالك واحمد و مسلم والبخاری فی الادب المفرد و ابو داؤد ابن حبان وغیرهم

Marfat.com

غصے کے بعض معانی ومقاصد کا بیان

"غضب کے معنی ہیں غصہ ہونا اور حقیقت میں غضب یا غصہ اس طبعی کیفیت کو کہتے ہیں جو طبیعت ومزاج کے خلاف پیش آنے والی بات پر نفس کو برانگیختہ کرنا اور ناپسندیدہ چیز میں مغضوب علیہ کی طرف میلان کرتی ہے تا کہ اس سے انتقام لے سکے اور طبیعت کے خلاف پیش آنے والی صورت حال کو دور کر سکے اسی وجہ سے غصہ کی حالت میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور رگیں پھول جاتی ہیں اسی طرح خوشی کی حالت میں بھی روح باہر کی طرف میلان کرتی ہے تا کہ اس چیز کے سامنے آ جائے جو خوشی کا باعث بنی ہے چنانچہ غصہ یا خوشی کی زیادتی کے وقت ہلاکت کا خوف اس لئے ہوتا ہے کہ اسے موقع پر روح پوری طرح بالکل نکل آنا چاہتی ہے اس کے برخلاف غم یا خوف کی حالت میں روح اندر کی طرف چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے چہرہ پر زردی چھا جاتی ہے اور جسم کو کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اس حالت میں بھی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے کیونکہ روح پوری طرح اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور مطلق سرد ہو جاتی ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف غضب وغصہ کی نسبت کرنا جیسا کہ ایک موقع پر فرمایا گیا ہے کہ من لم یسال اللہ یغضب علیہ۔ جو شخص اللہ کے سامنے دست دراز نہیں کرتا تو اللہ اس پر غصہ ہوتا ہے۔ مجاز ہے اور اللہ کے غصہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس بندے سے ناراض ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو کوئی بادشاہ غصہ کے وقت اپنی رعایا کے ساتھ کرتا ہے یعنی سزا دیتا ہے اور عذاب نازل کرتا ہے غضب کی ضد حلم ہے اور حلم دراصل نفس وطبیعت کے اس سکون واستقلال کو کہتے ہیں کہ جو محبوب ترین چیز کے قریب پہنچ جانے اور مقصود ومراد کے بالکل سامنے ہونے کے وقت بھی انسان کو بے قرار نہیں ہونے دیتا جیسا کہ وفد عبد القیس کے سردار حضرت منذر کے بارے میں یہ روایت منقول ہے کہ جب وہ اپنا وفد لے کر مدینہ پہنچے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس اضطراب بے قراری کا اظہار نہیں کیا جو ان کی قوم کے دوسرے لوگوں نے ظاہر کیا تھا اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حلم ووقار کی خوبیوں سے موصوف قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ غضب غصہ کوئی ایسی خصلت نہیں ہے جس کو بذات خود برا کہا جائے بلکہ اس میں برائی اس وقت آتی ہے جب اس کی وجہ سے راہ حق چھوٹ جائے اور احکام شریعت کی پابندی ترک ہو جائے چنانچہ جو غضب حق کی خاطر ہو اور حق کی راہ میں ہو اس کو محمود ومستحسن کہا جائے گا یہی وجہ ہے کہ راہ طریقت وسلوک میں ریاضت ومجاہدہ کا مقصد مطلق غضب وغصہ کو ختم کر دینا نہیں بلکہ اس کو قابو میں رکھنا اور حق کے تابع کرنا ہوتا ہے اور ویسے بھی قدرت نے غضب کو ایسی قوت بنایا ہے جو جسمانی نظام کو برقرار رکھنے کا ذریعہ اور بقاء حیات کا سبب ہے کیونکہ یہ قوت غضبیہ ایسی ہوتی ہے جو مضرات موذیات سے بچاتی ہے چنانچہ نباتات وجمادات کو نیست ونابود کرنے پر ہر کوئی اسی لئے قادر ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان دونوں کو قوت غضبیہ سے محروم رکھا ہے اس کے برخلاف حکمت کاملہ الٰہی نے حیوان میں نہ صرف یہ کہ قوت غضبیہ پیدا کی ہے بلکہ ان کے بعض جسمانی حصوں کو گویا ایسے آلات وہتھیار کے طور پر بنایا جن سے وہ اپنے نقصان وایذء سے اپنا دفاع کر سکیں جیسے سینگ اور دانت وغیرہ اور انسان میں اگرچہ اس طرح کی چیزیں پیدا نہیں کی ہیں لیکن اس کو وہ عقل وتدبیر دکھا دی ہے جس کے ذریعہ وہ ضرورت وحالت کے مطابق ایسے آلات وہتھیار بنا سکتا ہے جو اس کو نقصان پہنچانے والے سے محفوظ رکھتے ہیں۔

Marfat.com

مال اور اولاد کے ذریعے آزمائش ہونے کا بیان

(49) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِىْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مومن مرد اور مومن عورت اپنی جان' اولاد اور مال کے بارے میں آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا (سب معاف ہو چکے ہوتے ہیں)

قیامت کے دن دنیاوی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا

حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ (بارگاہ الٰہی) میں حاضر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے سننے اور دیکھنے کی قوت نہ دی کیا میں نے تجھے مال اولاد نہ دیئے کیا میں نے تیرے لئے جانور اور کھیتیاں مسخر نہ کئے کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سردار بنایا گیا اور تو لوگوں سے چوتھائی مال لینے لگا کیا تیرا خیال تھا کہ آج کے دن تو مجھ سے ملاقات کرے گا اور کہے گا نہیں اے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر میں بھی تجھے آج اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث، 326)

معاف کرنا اور نیکی کا حکم دینے کا بیان

(50) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، فَنَزَلَ عَلٰى ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ: يَا ابْنَ اَخِىْ، لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِىْ عَلَيْهِ، فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ. فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِىْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ. فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُّوْقِعَ بِهٖ. فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ (الأعراف: 199) وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ، وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى. رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ.

49- اخرجه مالك (556) واحمد (3/9818) والترمذی (2407) وابن حبان (2913) والحاكم (1/1281) والبيهقی (374/3) واسناده حسن

50- اخرجه البخاری (4642) و (7286)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' عیینہ بن حصن آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ہاں پڑاؤ کیا یہ ان افراد میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پڑھے لکھے افراد شامل ہوتے تھے جو مشورہ دیتے تھے خواہ وہ (پڑھے لکھے افراد) عمر رسیدہ ہوں یا پھر نوجوان ہوں۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے بھتیجے تم اس امیر کا خصوصی قرب رکھتے ہو تم مجھے ان سے ملوادو حر بن قیس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ جب عیینہ آیا تو بولا اے ابن خطاب! کیا وجہ ہے آپ ہمیں مناسب ادائیگیاں نہیں کرتے اور ہمارے بارے میں انصاف کے ساتھ کام نہیں لیتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے میں آگئے' انہوں نے ارادہ کیا کہ اس کی پٹائی کریں تو "حر" انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے ارشاد فرمایا ہے۔ "تم معافی کو اختیار کرو اور مناسب طریقے سے حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو"۔ یہ شخص جاہل ہے راوی بیان کرتے ہیں' اللہ کی قسم! "حر" نے جب یہ آیت تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے نہیں بڑھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حکم آنے پر ٹھہر جایا کرتے تھے۔ (اس کا ایک مفہوم یہ ہوسکتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم پر عمل کیا کرتے تھے)۔

انتقام پر طاقت کے باوجود معاف کر دینے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا میرے پروردگار تیرے بندوں میں سے کون بندہ تیرے نزدیک زیادہ عزیز ہے پروردگار نے فرمایا وہ بندہ جو قادر ہونے کے باوجود عفو و درگزر کرے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1043)

یعنی اگر اس پر کسی شخص نے کوئی ظلم کیا اور اس کو رنج و تکلیف میں مبتلا کیا تو وہ اس سے انتقام لینے کی طاقت و قدرت رکھنے کے باوجود اس کو معاف کردے حضرت موسیٰ کی طبیعت چونکہ جلالی کیفیت غالب تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس جواب کے ذریعہ گویا ان کی تلقین کہ وہ عفو درگزر کا رویہ اختیار کریں۔

جامع صغیر کی ایک روایت میں منقول ہے جو شخص انتقام لینے کی طاقت و قدرت کے باوجود عفو و درگزر کرے تو اللہ تعالیٰ یوم عسرت یعنی قیامت کے دن اس کے ساتھ عفو و درگزر فرمائے گا۔

حکمرانوں کے سلوک پر صبر کرنے کا بیان

(51) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِیْ اَثَرَةٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا!" قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ: "تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِیْ عَلَيْكُمْ، وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِیْ لَكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . "وَالْاَثَرَةُ" : الْاِنْفِرَادُ بِالشَّیْءِ عَمَّنْ لَهٗ فِيْهِ حَقٌّ .

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب میرے بعد ترجیحی سلوک ہوگا

51-اخرجه احمد (3640) والبخاری (3603) ومسلم (1843) والترمذی (2190) وابن حبان (4587) والبیهقی (157/8)

Marfat.com

اور وہ معاملات ہوں گے جو تمہیں ناپسند ہوں گے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں، آپ نے فرمایا: جو حق تم پر لازم ہے تم اسے ادا کرو اور جو تمہارا حق ہے اس کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔ (متفق علیہ)

"وَالْاَثَرَۃُ": جس شخص کا کسی چیز میں حق ہو اُسے اُس سے الگ کر دینا۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے حاکم تمہارے ساتھ ترجیحی سلوک کریں بایں طور کہ تمہاری حق تلفی کریں تو ایسی صورت میں بھی ان کے تئیں تمہارا رویہ یہی ہونا چاہئے کہ تم ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو یعنی ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرو اور ان کے مددگار و معین بنے رہو اور وہ تمہارے حق کی ادائیگی میں جو کوتاہی کریں ان پر صبر کرو اور بارگاہ کبریائی میں التجاء کرو کہ وہ تمہیں تمہارے حق کا نعم البدل عطا کرے۔

حکمرانوں کی طرف سے آنے والی مصیبت پر صبر کرنے کا بیان

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ ابن یزید جعفی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا کہ " یارسول اللہ! اس بارے میں ہمارے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا ہدایت ہے کہ اگر ہم پر ایسے حاکم مقرر ہوں جو ہم سے تو اپنے حق (یعنی اطاعت وفرمانبرداری کا مطالبہ کریں لیکن ہمیں ہمارا حق (یعنی عدل وانصاف اور مال غنیمت کا حصہ نہ دیں؟ آپ نے فرمایا" تم ظاہر میں ان کی بات سنو اور باطن میں) ان کی فرمانبرداری کرو (یعنی ان کی بات اور ان کے احکام کو سننا ظاہری اطاعت ہے) اور ان کے احکام پر عمل کرنا باطنی فرمانبرداری ہے) یاد رکھو! ان پر وہ چیز فرض ہے جو ان کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے (یعنی رعایا کو عدل وانصاف دینا اور ان کے حقوق ادا کرنا اور تم پر وہ چیز فرض ہے جو تمہارے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے (یعنی اپنے حاکم وسردار کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا اور اگر ان حاکموں کی طرف سے تمہاری حق تلفی ہو یا اور کوئی مصیبت پیش آئے تو اس پر صبر کرنا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 812)

حدیث کا حاصل ورعایا میں سے ہر ایک کے سپرد ذمہ داریاں ہیں ان کو پورا کرنا ہر ایک پر واجب ہے۔ جس طرح حاکم کے کاندھوں پر عوام کے حقوق کا تحفظ اور ان کو عدل وانصاف دینے کی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنا اس پر واجب ہے ،اسی طرح رعایا کے کاندھوں پر اپنے حاکم کی مدد واعانت اور اس اطاعت کی فرنبرداری ہے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنا رعایا واجب ہے لہٰذا دونوں ہی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کریں۔

حکمرانوں کو معزول کرنے کا بیان

اس ارشاد گرامی سے یہ واضح ہوا کہ امام یعنی سربراہ مملکت کو معزول کرنے کی اسی صورت میں اجازت ہے جب کہ وہ صریح طور پر کفر کا مرتکب ہو اور اس کا کفر قرآن وحدیث کی روشنی میں اتنے واضح طور پر ثابت ہو کہ اس امام کے لئے کفر کی کوئی بھی تاویل کرنا ممکن نہ ہو۔

Marfat.com

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر امام فسق فجور میں مبتلا ہو جائے تو اس کو معزول کیا جا سکتا ہے یہی مسئلہ ہر قاضی وامیر کا ہے۔ واضح رہے کہ اس مسئلہ میں ان ائمہ کے اختلافی اقوال کی بنیاد یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک تو فاسق شخص اس بات کا اہل نہیں ہوگا کہ اس کو ولایت (کسی کا ولی ہونے) کی ذمہ داری سونپی جائے۔

جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ فاسق، ولایت کا اہل ہو سکتا ہے چنانچہ ان کے نزدیک فاسق باپ کے لئے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ فرمانبرداری بقدر طاقت اور حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے (یعنی اس بات کا عہد کرتے) کہ ہم (آپ کی ہدایات کو توجہ سے سنیں گے اور (آپ کے احکام کی) اطاعت کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے فرماتے کہ "ان امور میں جن کو تم طاقت رکھتے ہو۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 807)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو اپنے ارشاد کے ذریعہ صحابہ کو یہ رخصت (یعنی آسانی وسہولت) عطا فرمائی کہ تم سے جس قدر فرمانبرداری ہو سکے اس قدر کرو۔ یا یہ ارشاد اسی بات کی تاکید وتشدید کے لئے تھا کہ تم جتنی فرمانبرداری کر سکو اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی یا قصور واقع نہ ہونا چاہیے۔

حکمرانوں کے احوال پر صبر کرنے کا بیان

(52) وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی اُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا، فَقَالَ : "اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"وَاُسَیْدٌ" : بِضَمِّ الْهَمْزَةِ . "وَحُضَیْرٌ" : بِحَاءٍ مُّهْمَلَةٍ مَّضْمُوْمَةٍ وَّضَادٍ مُّعْجَمَةٍ مَّفْتُوْحَةٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

✧✧ حضرت ابویحیٰ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے عامل کیوں نہیں مقرر کرتے، جیسے آپ نے فلاں کو عامل مقرر کیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے بعد اپنے ساتھ ترجیحی سلوک دیکھو گے تو تم صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تم حوض پر مجھ سے ملاقات کرو۔

لفظ اسید میں ہمزہ پر پیش پڑھی جائے گی اور لفظ حضیر میں "ح" پر پیش پڑھی جائے گی۔ اور اس کے بعد زبر والی ض ہے۔

حکومت وسیادت سے دور رہنے کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم حکومت وسیادت کو طلب نہ کرو کیونکہ اگر تمہاری خواہش اور طلب پر تم کو حکومت وسیادت دی گئی تو تمہیں اسی کے سپرد کر دیا جائے گا (تاکہ تم اس منصب کی ذمہ داریوں کو انجام دو درآنحالیکہ منصب وامارت کی ذمہ داریاں اتنی دشوار اور مشقت طلب ہیں کہ بغیر مدد الٰہی کے کوئی شخص ان کو انجام نہیں دے سکتا اور اگر تمہاری خواہش وطلب کے بغیر تمہیں حکومت وسیادت ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد

52-اخرجه احمد (6/18606) والبخاری (3792) ومسلم (1845)

Marfat.com

کی جائے گی (یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے تمہیں یہ توفیق بخشی جائے گی کہ تم عدل وانصاف اور نظم وضبط کے ساتھ اس کی ذمہ داریوں کو انجام دے سکو۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: صفحہ 816)

حضرت ابو ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میں دیکھ رہا ہوں) تم آنے والے زمانے میں حکومت وسیادت کی حرص میں مبتلا ہو گے حالانکہ وہ حکومت وسیادت (جو حرص وطلب کے ساتھ ملے) قیامت کے دن پشیمانی کا موجب ہے (یادرکھو) حکومت وسیادت دودھ چھڑانے والی عورت کی طرح بری لگتی ہے لہٰذا یہ بات مرددانا کے لائق نہیں ہے کہ وہ ایسی لذت کے حصول کی خواہش وکوشش کرے جس کا انجام حسرت وغم ہے۔ اور حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے (کسی جگہ کا) عامل (حاکم) کیوں نہیں بنا دیتے؟

حضرت ابوذر کا بیان ہے (میری یہ بات سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (از راہ لطف وشفقت) میرے مونڈھے پر اپنا ہاتھ مارا اور پھر فرمایا کہ "ابوذر! تم ناتواں ہو اور یہ سرداری (خدا کی طرف سے) ایک امانت ہے) جس کے ساتھ بندوں کے حقوق متعلق ہیں اور اس میں خیانت نہیں کرنی چاہئے) اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) سرداری قیامت کے دن رسوائی وپشمانی کا باعث ہوگی الا یہ کہ جس شخص نے اس (سرداری کو حق کے ساتھ حاصل کیا اور اس حق کو ادا کیا جو اس سرداری کے تئیں اس پر ہے (یعنی جو شخص مستحق ہونے کی وجہ سے سردار بنایا گیا اور پھر اس نے اپنے زمانہ میں حکومت میں عدل وانصاف کا نام روشن کیا اور رعایا کے ساتھ احسان وخیر خواہی کا برتاؤ کیا تو وہ سرداری اس کے لئے رسوائی اور وبال کا باعث نہیں ہوگی) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوذر! میں تمہیں ناتواں دیکھتا ہوں (کہ سرداری کا بار برداشت نہیں کرسکو گے) اور میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جو میں اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہوں تم دو آدمیوں کا بھی سردار وعامل نہ بننا اور کسی یتیم کے بھی مال کی کارپردازی ونگرانی نہ کرنا۔ (مسلم)

جو میں اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہوں" کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں تمہاری طرح ضعیف وناتواں ہوتا تو میں اس سرداری وحاکمیت کے بوجھ کو نہ اٹھاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے قوت بھی دی ہے اور پھر تحمل بھی عطا کیا ہے، اگر حق تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو تحمل عطا نہ ہوتا تو میں ہرگز اس بار کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ حکومت وسیادت سے پرہیز کرنے کے بارے میں یہ حدیث اصل میں عظیم اور سب سے بڑی رہنما ہے بطور خاص اس شخص کے لئے جو اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی قوت نہ رکھتا ہو۔

راوی حدیث اسید بن حضیر کے احوال کا بیان

اسید بن حضیر: اسید بن حضیر بن سماک ان کا تعلق اوس قبیلے سے ہے ان کی کنیت ابو یحییٰ تھی یہ ان معروف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جو زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کے معززین میں شمار کئے جاتے تھے۔ یہ عرب کے دانشوروں میں سے ایک تھے۔

صاحب رائے تھے۔ دوسری بیعت عقبہ کے موقع پر ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ یہ بھی شامل تھے یہ بارہ نقیبوں میں سے ایک ہیں غزوۂ اُحد کے میدان میں انہیں سات زخم آئے تھے اور یہ میدان میں آخر تک ثابت قدم رہے تھے۔ 20 ہجری میں مدینہ منورہ میں ان کا وصال ہوا۔ احادیث کی کتب میں ان سے 18 احادیث منقول ہیں۔

جنت کا تلواروں کے سائے میں ہونے کا بیان

(53) وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْهَا الْعَدُوَّ، انْتَظَرَ حَتّٰی اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِیْهِمْ، فَقَالَ: "یَا اَیُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَّاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ، فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ".

ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ، وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ.

حضرت ابوابراہیم عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے دوران' جب آپ انتظار کر رہے تھے (کہ دشمن کے ساتھ مقابلہ شروع ہو) پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! دشمن کا سامنا کرنے کی آرزو نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب تمہارا ان سے سامنا ہو جائے تو صبر سے کام لو۔ یہ بات یاد رکھنا کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

"اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے' بادلوں کو چلانے والے' دشمن کے لشکروں کو پسپا کرنے والے' انہیں پسپا کر دے اور ان کے خلاف ہماری مدد کر"۔ (متفق علیہ)

جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مجلس میں یہ بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں (یہ سن کر) ایک خستہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ ابوموسیٰ! کیا تم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارا یہ سننا جزم ویقین کے طور پر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ سنتے ہی وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا اور کہا کہ میں تمہیں (آخری) سلام کرتا ہوں اور پھر اس نے اپنی تلوار کا نیام توڑ کر پھینک دیا (یعنی اس کے ذریعہ اس نے اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا کہ اب میں لوٹ کر نہیں آؤں گا) یعنی اپنی تلوار لے کر دشمنوں کی طرف روانہ ہوا اور ان سے لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 966)

جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد وغازی کا میدان جنگ میں اس طرح ہونا کہ کفار کی تلواریں اس کے اوپر اٹھی ہوئی ہوں اس کے جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اور وہ حالت گویا اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ

53- اخرجہ احمد (7/19136) والبخاری (2818) ومسلم (1736) و ابو داؤد (2631) والحاکم (2/3413)

Marfat.com

جنت کے دروازے اس مجاہد وغازی کے ساتھ ہیں کہ ادھر اس نے کفار کی تلواروں کے ذریعہ جام شہادت نوش کیا اور ادھر جنت میں داخل ہوا۔

راوی حدیث عبداللہ بن ابی اوفی کے احوال کا بیان

عبداللہ بن ابی اوفی: ابواوفی کا نام علقمہ بن خالد اسلمی ہے اور کنیت ابوابراہیم' عبداللہ اور ان کے والد دونوں صحابی رسول ہیں۔ عبداللہ نے بیعت رضوان میں نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ یہ غزوہ خیبر اور اس کے بعد آنے والے تمام غزوات میں شریک تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد یہ کوفہ آ گئے' وہیں ۸۶ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ ان سے ۱۹۵ احادیث منقول ہیں۔

انبیاء وصالحین کیلئے پریشانی کا بہ طور آزمائش ہونے کا بیان

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں کون شخص (محنت ومصیبت کی) زیادہ بلاء میں مبتلا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "انبیاء۔ پھر وہ لوگ جو انبیاء سے بہت زیادہ مشابہ ہوں پھر وہ لوگ جو ان سے بہت زیادہ مشابہ ہوں۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) انسان اپنے دین کے مطابق (مصیبت میں) مبتلا کیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی ہلکی ہوتی ہے، (لہٰذا اپنے دین میں سخت شخص اسی طرح ہمیشہ) مصیبت وبلاء میں گرفتار رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر اس حال میں چلتا ہے کہ (اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 41)

Marfat.com

بَابُ الصِّدْقِ

باب 4: سچائی کا بیان

صدق کے معنی ومفہوم کا بیان

الصدق۔ سچ۔ سچی بات۔ صداق بمعنی لا الہ الا اللہ۔ صدق یصدق باب نصر کا مصدر ہے۔ صدق باب تفعیل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

سچے لوگوں کے ساتھ ہو جانے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ (التوبۃ : 119)،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو''۔

عبداللہ بن کعب بن مالک اور یہ عبداللہ وہی ہیں جو کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے نابینا ہو چکنے پر ان کو اپنے ساتھ لے کر چلتے تھے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ گواہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے کسی پر سچ بولنے کے صلہ میں اتنا بڑا انعام نہ کیا ہو جتنا مجھ پر عنایت فرمایا ہے جب سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا ٹھیک ٹھاک سبب بیان کر دیا ہے تب سے لے کر آج تک جھوٹ بولنے کا قصد بھی نہیں کیا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی کہ،

(لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الخ .) 9 . التوبه : 117) (وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) تك .(صحيح بخاری: جلد دوم: حدیث ، 1862)

جو صادق الایمان ہیں مخلص ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ صادقین سے حضرت ابو بکر و عمر مراد ہیں رضی اللہ عنہما۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ مہاجرین۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ لوگ جن کی نیتیں ثابت رہیں اور قلب و اعمال مستقیم اور وہ اخلاص کے ساتھ غزوہ تبوک میں حاضر ہوئے۔

سچ بولنے والے مرد و حضرات کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ ﴾ (الأحزاب : 35)،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''سچے مرد اور سچی عورتیں''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴾ (محمد :21)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اور وہ اللہ تعالیٰ سے سچ کہتے تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتر تھا''۔

(1)- وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَالْاَوَّلُ :

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو پہلی حدیث (یہ ہے)

سچائی کا نیکی کی طرف لے جانے کا بیان

(54) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ، وَاِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّیْقًا . وَاِنَّ الْکَذِبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ کَذَّابًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ ایک شخص سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

شرح

اور جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی یقیناً جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں وہ بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ سچائی اس دنیا میں بھی انسان کو عزت وتوقیر عطا کرتی ہے اور لوگوں کی نظروں میں اس کو ثقہ بنا دیتی ہے۔ سچ بولنے میں کچھ دشواریوں کا آنا یقینی ہے کیوں کہ ہر اچھی چیز کے حصول میں ایک قیمت چکانی پڑتی ہے۔

اور ہر گلاب کو کانٹوں سے گھیر دیا گیا ہے۔ تو ظاہر ہے سچ بولنے سے ملنے والا مقام ومرتبہ یوں ہی آسانی سے نہیں مل جاتا ہے مگر سچ بولنے کی وجہ سے آنے والی ہر پریشانی عارضی ہے، وقتی ہے۔ جلد یا بدیر اس کا خاتمہ لازمی ہے۔

شک میں ڈالنے والی چیز سے پرہیز کرنے کا بیان

(55) اَلثَّانِیْ : وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ ؛ فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَانِیْنَةٌ، وَالْکَذِبَ رِیْبَةٌ"

54- اخرجه احمد (2/3638) والبخاری (6094) وفی الادب المفرد (386) ومسلم (2607) وابو داؤد (4989) والترمذی (1978) وابن حبان (272) وابن ابی شیبة (8/590/591) والبیهقی (10/243)

55- صحیح الاسناد- اخرجه احمد (1/1723) والترمذی (2518) والنسائی (5727) والطیالسی (1178) والحاکم (2/2170-2169) والبیهقی (5/335) والدارمی (2532) بالفاظ متقاربة

Marfat.com

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ".

قَوْلُهُ: "یُرِیْبُکَ" هُوَ بِفَتْحِ الْیَاءِ وَضَمِّهَا: وَمَعْنَاهُ اتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِیْ حِلِّهٖ وَاعْدِلْ اِلٰی مَا لَا تَشُكُّ فِیْهِ۔

✧✧ حضرت ابومحمد حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد رکھا ہوا ہے۔ جو چیز تمہیں شک میں مبتلا کرے اسے چھوڑ کر اسے اختیار کرو جو شک میں مبتلا نہ کرے کیونکہ سچائی اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے حدیث کا یہ لفظ "یُرِیبك" اس میں "ی" پر زبر یا پیش پڑھی جا سکتی ہے اس کا مطلب یہ ہے، جس چیز کے حلال ہونے کے بارے میں تمہیں شک ہو اسے چھوڑ کر اسے اختیار کرو جس کے بارے میں تمہیں شک نہ ہو۔

شرح

ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ شبہات میں پڑنے سے بچو اور جو چیزیں شبہات میں مبتلا کرنے والی ہوں ان سے اجتناب کرو بعض علماء کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ از قسم اقوال و اعمال جس چیز کی حلت و حرمت کے بارے میں تمہارا ضمیر شک میں مبتلا ہو جائے تو اس چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کر لو جس کے بارے میں تمہارا ضمیر کسی شک میں مبتلا نہ ہو کیونکہ انسان کا ضمیر چونکہ غلط راہنمائی نہیں کرتا اس لئے کسی چیز کے بارے میں ضمیر کا شک میں مبتلا ہونا اس چیز کے غلط اور باطل ہونے کی علامت ہے اور کسی چیز کے بارے میں ضمیر کا مطمئن ہو جانا اس چیز کے صحیح اور حق ہونے کی علامت ہے گویا کسی چیز کے صحیح یا غلط ہونے اور اس کے حلال یا حرام ہونے کی پہچان کے لئے یہ ایک قاعدہ اور کسوٹی ہے تاہم یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ یہ بات ہر شخص کو حلال نہیں ہوتی بلکہ یہ وصف خاص ان صالح انسانوں کو نصیب ہوتا ہے جن کے ذہن و فکر اور جن کے دل و دماغ تقوی و ایمان داری اور راستبازی و حق پسندی کے جوہر سے معمور ہوتے ہیں۔

شک یا گمان کے معنی و مفہوم کا بیان

اصحاب فقہ کے نزدیک ظن از قبیل شک ہے اور شک کا معنی ہے کہ شئے کے وجود یا عدم وجود میں تردد کا پایا جانا۔

جب شک دونوں اطراف سے برابر ہو

فقہاء اسلام نے لکھا ہے کہ جب شک دونوں اطراف سے برابر ہو تو غالب گمان کو ترجیح دی جائے گی۔ جس طرح کسی شخص کو وقوع طلاق یا عدم طلاق کا شک ہو جائے تو اسے اگر غالب گمان یہ ہو کہ طلاق واقع ہو چکی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

قاعدہ فقہیہ

شرط میں وقوع شک مشروط میں شک کو ثابت کرتا ہے۔ (الاشباہ)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی عمل کی شرط میں شک واقع ہو جائے تو شرط پر چونکہ وہ عمل موقوف ہوتا ہے اس لئے مشروط میں بھی شک ثابت ہو جائے گا۔ جیسے اگر کسی شخص کا بدن ناپاک ہو یا کپڑے ناپاک ہوں تو اس بدن کو پاک کرنے یا کپڑوں

کو پاک کرنے کیلئے دھونا شرط ہے اور دھونے والے کو دھونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے جس پانی سے دھویا ہے اس کی طہارت مشکوک ہے تو اس سے بدن اور کپڑوں کی طہارت بھی مشکوک ہو جائے گی۔ لہٰذا اس مسئلے کا حل ظن غالب کے مطابق ہوگا۔ جس کی اساس دوسرا قاعدہ فقہیہ ہے۔

راوی حدیث امام حسن بن علی کے احوال کا بیان

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما بن ابی طالب الہاشمی القریشی: ان کی کنیت ''ابو محمد'' ہے۔ یہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ان کی پیدائش ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ اقدس میں ان کی پرورش ہوئی۔ یہ بہت عقلمند، حوصلہ مند، بھلائی کے خواہاں انتہائی فصیح و بلیغ اور فی البدیہہ گفتگو کرنے کی صلاحیت کے مالک تھے۔

اہل عراق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہیں اپنا خلیفہ مقرر کر لیا تھا۔ چھ ماہ گزرنے کے بعد انہوں نے مسلمانوں کو باہمی خون ریزی سے بچانے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی اور چند شرائط کے ساتھ خلافت سے دست برداری اختیار کی تھی۔

۴۱ ہجری میں تمام مسلمانوں نے ایک خلیفہ پر اکتفا کر لیا تھا۔ اس لئے اس سال کو عام الجماعۃ کہا جاتا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں پچاس ہجری میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

پاک دامنی اور صلہ رحمی کرنے کا بیان

(56) اَلثَّالِثُ : عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ، قَالَ هِرَقْلُ : فَمَاذَا یَاْمُرُكُمْ - یَعْنِیْ: النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ : قُلْتُ : یَقُوْلُ : "اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا، وَّاتْرُكُوْا مَا یَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ، وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

✧✧ حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ اپنی طویل حدیث میں، جس میں انہوں نے ہرقل کا واقعہ بیان کیا ہے، بیان کرتے ہیں، ہرقل نے دریافت کیا وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، تو ابوسفیان فرماتے ہیں میں نے جواب دیا: وہ فرماتے ہیں تم صرف اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہارے آباء جو کہا کرتے تھے اسے ترک کر دو وہ ہمیں نماز پڑھنے، پاکدامنی اختیار کرنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

نیکی اور احسان کے معنی مفہوم کا بیان

"بر" باء کے زیر کے ساتھ کے معنی نیکی و احسان کے ہیں اور عام طور پر اس لفظ کا اطلاق اس نیکی و بھلائی پر ہوتا ہے جس کا تعلق

56- اخرجه احمد جزء من حدیث طویل اخرجه احمد (1/2370) والبخاری (7) و (51) و مسلم (1773) والترمذی (2717) و ابن حبان (2555) و ابن منده فی الایمان (143) و البیهقی فی دلائل النبوة (4/377/380) دغیرهم من ائمة الحدیث الشریف

ماں باپ کی اطاعت وفرمانبرداری اوران کے ساتھ اچھے برتاؤ سے ہوتا ہے اسی لئے لغت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بر کے معنی ماں باپ کی فرمانبرداری واطاعت کرنا۔ مذکورہ بالاعنوان میں بھی اس لفظ کے یہی معنی مراد ہیں واضح رہے کہ اس لفظ کی ضد عقوق ہے جس کے معنی ماں باپ کی نافرمانی کرنا اوران کے ساتھ سرکشی وایذاءرسانی کا برتاؤ کرنا۔ "صلہ" کے لغوی معنی ملانا اور پیوند لگانا ہے لیکن عام اصطلاح میں اس کے معنی ہیں اپنے اعزاء واقارب کے ساتھ احسان اوراچھے سلوک کا معاملہ کرنا اوران کو عطاء وبخشش اور اپنی مالی واخلاقی مدد واعانت کے ذریعہ فائدہ وراحت پہنچانا، چنانچہ عنوان میں اس لفظ کے یہی معنی مراد ہیں۔

قیصر روم کے نام مکتوب نبوی ﷺ کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے بادشاہ کو ایک گرامی نامہ لکھا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وہ گرامی نامہ لکھا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وہ گرامی نامہ دحیہ کلبی (صحابی) کے ہاتھ روانہ فرمایا اوران کو یہ حکم دیا کہ وہ اس گرامی نامہ کو بصریٰ کے حاکم کے پاس پہنچادیں تاکہ وہ حاکم بصریٰ اس کو قیصر کے پاس پہنچادے۔ اس گرامی نامہ میں یہ لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے جو اللہ کا بندہ خاص اور رسول ہے۔ ہرقل کے نام جو روم کا حکمران اعلیٰ ہے اس پر سلامتی ہو (جو قبولیت اسلام اور اپنے نیک کردار واعمال کے ذریعہ) ہدایت کا پیرو ہے۔ بعدازاں میں آپ کو اسلام کلمہ شہادت کی دعوت دیتا ہوں آپ اسلام قبول کر لیجئے دنیا کے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ ومامون رہے گا آپ مسلمان ہوجایئے اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا کہ ایک اجر تو اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور ایک اجر مجھ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کا اور اگر آپ منہ پھریں گے یعنی اسلام قبول نہیں کریں گے تو آپ کو واضح رہنا چاہئے کہ اس انکار واعراض کی وجہ سے آپ پر صرف اپنے ہی گناہ کا وبال نہیں ہوگا۔

بلکہ آپ کے ملک والوں اور آپ کی رعیت کا گناہ (بھی) آپ پر ہوگا کیونکہ آپ کے اسلام نہ لانے سے وہ بھی کفر میں مبتلا رہیں گے اس لئے ان کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ ہی پر ہوگی) اے اہل کتاب! ایسے کلمے اور ایسے دین کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں اور مشترک ہے۔ (یعنی اس کلمہ اور دین میں ہمارے اور تمہارے رسولوں اور کتابوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور وہ کلمہ ودین یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے (جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنالیا ہے) پس اگر اہل کتاب اس بات کو قبول کرنے سے انکار کریں تو (اے مؤمنو) تم یہ اعلان کردو کہ (اے کافرو!) گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث،1034)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت روم (رومن امپائر) کی حکومت اپنی سطوت وجبروت اور طاقت وعظمت کے لحاظ سے دنیا کی ایک بڑی عظیم طاقت اور پُرشوکت حکومت تھی۔ روم کی حکومت کا دارالسلطنت قسطنطنیہ تھا اور اس وقت یورپ کے مختلف ممالک کے علاوہ شام وفلسطین اور مصر بھی اسی کے زیر اقتدار تھے، قیصر روم کے بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا جیسا کہ فارس

Marfat.com

(ایران) کے بادشاہ کو کسریٰ حبش کے بادشاہ کو "نجاشی" ترک بادشاہ کو "خاقان" قبط کے بادشاہ کو فرعون مصر کے بادشاہ کے عزیز اور حمیر کے بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں روم کا جو قیصر تھا اور جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گرامی نامہ بھیجا تھا اس کا نام ہرقل (ہرل یوس) تھا یہ ہرقل جس طرح اپنی شان وشوکت میں ممتاز سمجھا جاتا تھا اسی طرح مذہبی علوم یعنی تورات وانجیل کا بھی زبردست عالم تھا۔ دحیہ کلبی ایک صحابی تھے ان کی سب سے بڑی امتیازی شان یہ تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اکثر انہیں کی صورت میں اترتے تھے۔ "بصریٰ" شام کے ایک شہر کا نام تھا جو ایک بڑا متمدن اور تجارتی مرکز تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ابتدائی زندگی میں جو دو تجارتی سفر فرمائے تھے اس میں ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بصریٰ بھی تشریف لے گئے تھے۔ حضرت دحیہ کلبی کا سفارت پر مامور ہو کر قیصر کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی لے جانا سنہ ۶ ھ یا ۷ ھ کے شروع کا واقعہ ہے روایات اور تاریخ سے ثابت ہے کہ قیصر روم نے اس نامہ مبارک سے اس حد تک اثر قبول کیا تھا کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور اس کے دل میں نور اسلام جلوہ فگن ہو چکا تھا مگر رعایا اور اہل دربار کے خوف سے اور تخت وتاج کی محبت میں وہ روشنی بجھ کر رہ گئی اور مسلمان نہیں ہو سکا چنانچہ منقول ہے کہ اس نے نامہ مبارک پڑھے جانے کے بعد اپنے اہل دربار کی برہمی دیکھ کر حضرت دحیہ سے کہا کہ اگر مجھے اپنے لوگوں سے اپنی جان کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور تمہارے نبی کا اتباع کرتا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر تھے ابن ملک کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ خط لکھنے کا یہ بہترین طریقہ ہے کہ تحریر کی ابتداء بسم اللہ سے ہو اور خط لکھنے والے کا نام بھی پہلے لکھا جائے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں یہ بات حدیث ہی سے ثابت نہیں بلکہ قران کریم کی اس آیت (انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) سے بھی مفہوم ہوتی ہے ہرقل چونکہ غیر مسلم تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نامہ مبارک میں اس کو خطاب کرتے ہوئے سلام علیک تم پر سلامتی ہو نہیں لکھا بلکہ یہ بلیغ اسلوب اختیار فرمایا کہ (وسلام علی من اتبع الهدی) اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے اس میں گویا اس طرف اشارہ ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ تخاطب کی ابتداء کنایۃً سلام کے ساتھ کرنا جائز ہے۔

راوی حدیث صخر بن حرب کے احوال کا بیان

صخر بن حرب: یہ صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں ان کی کنیت ابوسفیان تھی اور اسی سے مشہور تھے۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے ایک تھے۔ خلافت بنوامیہ کے بانی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ انہوں نے آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کی راہ میں بہت سی آزمائشیں اور مشقتیں برداشت کیں۔ غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں موجود تھے۔ غزوہ طائف کے موقع پر ان کی ایک آنکھ تیر لگنے کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی جب کہ جنگ یرموک کے دوران ان کی دوسری آنکھ بھی اللہ کی راہ میں ختم ہو گئی تھی اس کے بعد ۳۱ ہجری میں مدینہ منورہ یا شاید شام میں ان کا انتقال ہوا تھا۔

شہادت کی دعا مانگنے والے کیلئے فضیلت کا بیان

(57) اَلرَّابِعُ : عَنْ اَبِیْ ثَابِتٍ، وَقِیْلَ : اَبِیْ سَعِیْدٍ، وَقِیْلَ : اَبِی الْوَلِیْدِ، سَهْلِ ابْنِ حُنَیْفٍ وَّهُوَ بَدْرِیٌّ

Marfat.com

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ : اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنۡ سَاَلَ اللّٰہَ تَعَالَی الشَّہَادَۃَ بِصِدۡقٍ بَلَّغَہُ مَنَازِلَ الشُّہَدَاءِ وَاِنۡ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِہٖ" رَوَاہُ مُسۡلِمٌ ۔

✧✧ حضرت ابوثابت رضی اللہ عنہ ' ایک قول کے مطابق حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ ' ایک قول کے مطابق حضرت ابوالولید سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، یہ بدری صحابی ہیں' بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت طلب کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مقام پر فائز کرے گا اگر چہ وہ اپنے بستر پر فوت ہوا ہو۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شہادت کی دعا مانگنے کا بیان

زید بن اسلم اپنے والد سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے دعا کی یا اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے رسول اللہ کے شہر میں موت دے اور ابن زریع نے بواسطہ روح بن قاسم، زید بن اسلم، زید بن اسلم کی ماں نے حفصہ بنت عمر کا قول نقل کیا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا اور اسی طرح حدیث بیان کی اور ہشام نے زید سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت حفصہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا۔

(صحیح بخاری: جلداول: حدیث 1816)

شہید کی منزل ومقصود کا بیان

حضرت انس کہتے ہیں کہ (غزوہ بدر کے موقع پر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (مدینہ) روانہ ہوئے اور مشرکوں سے پہلے بدر (کے میدان جنگ) میں پہنچ گئے پھر (جب اسلامی مجاہدین کے پہنچنے کے بعد) مشرکین کا لشکر آیا اور (مقابلہ کی تیاری شروع ہوئی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جنت کے راستے پر کھڑے ہو جاؤ، وہ جنت جس کا عرض زمین وآسمان کے عرض کے برابر ہے (ایک صحابی) حضرت عمیر ابن حمام انصاری نے (یہ ارشاد سن کر کہا کہ "خوب! خوب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے خوب خوب کیوں کہا؟

عمیر نے کہا کہ یارسول اللہ! میں نے یہ الفاظ (اظہار تعجب یا کسی اور مطلب سے نہیں کہے بلکہ (درحقیقت ان الفاظ کے ذریعہ اپنی اس آرزو کا اظہار کیا ہے کہ میں بھی جنتی بنوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس میں کوئی شک نہیں تم بھی جنتی ہو۔" راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمیر نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بشارت سن کر اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اوران کو کھانا شروع کیا اور پھر کہنے لگے کہ اگر میں ان (ساری کھجوروں کو کھانے تک زندہ رہا تو زندگی طویل ہوگی چنانچہ انہوں نے ان کھجوروں کو جوان کے پاس تھیں پھینک دیا اور کفار سے لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلدسوم: حدیث 930)

57-اخرجہ مسلم (1909) وابو داؤد (1520) والترمذی (1653) والنسائی (3162) وابن ماجہ (2797) وابن حبان (3192) والدارمی (205/2) والبیہقی (170/169/9) والطبرانی (5550/6)

Marfat.com

جنت کے راستے پر کھڑے ہو جاؤ" کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کی راہ کو اختیار کرو جو جنت میں لے جانے کا باعث ہے۔ اور وہ جہاد ہے۔ "جس کا عرض زمین وآسمان کے عرض کے برابر ہے" اس ارشاد کے ذریعہ درحقیقت جنت کی وسعت وکشادگی کو بیان کرنا ہے چنانچہ اس مقصد کے لئے ایسی چیز (یعنی زمین وآسمان کے درمیانی فاصلے) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس سے زیادہ وسیع وعریض چیز انسان کے فہم میں اور کوئی نہیں آسکتی، نیز اس ارشاد میں صرف عرض کو ذکر کیا گیا ہے طول کو بیان نہیں کیا گیا تا کہ انسانی فہم خود اندازہ کرلے کہ جس چیز کا عرض اتنا ہے اس کے طول کا کیا حال ہوگا۔ تم نے خوب خوب کیوں کہا" گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال فرمایا کہ عمیر نے جو یہ الفاظ کہے ہیں وہ بغیر کسی نیت وارادہ کے اور بغیر سوچے سمجھے ان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں جیسا کہ اس قسم کے الفاظ یا تو اس شخص کی زبان سے صادر ہوتے ہیں جو کسی کی کسی بات پر اپنے ہزل ومزاح اور استہزاء کا اظہار کرتا ہے۔ یا اپنے قتل کے خوف میں مبتلا ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمیر سے ان الفاظ کی وضاحت طلب کی تو انہوں نے ان دونوں باتوں سے انکار کیا اور اللہ کی قسم! کھا کر اپنا اصل مطلب بیان کیا۔ "تو زندگی طویل ہوگی۔" سے حضرت عمیر کی مراد یہ تھی کہ اگر میں ساری کھجوریں کھانے کا انتظار کروں اور جب تک جیوں تو زندگی طویل ہوجائے گی۔ جب کہ آرزو یہ ہے کہ اب ایک منٹ گنوائے بغیر اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کردوں اور شہادت کا مرتبہ حاصل کر کے جنت کی راہ پکڑلوں۔ گویا انہوں نے حصول شہادت کی شوق کی وجہ سے اپنی زندگی کو اور کفار سے نبرد آزمائی میں تاخیر کو اپنے حق میں وبال جانا۔

راوی حدیث سہل بن حنیف کے احوال کا بیان

سہل بن حنیف: یہ سہل بن حنیف بن وہب انصاری ہیں ان کی کنیت ابوسعد ہے۔ یہ سابقین صحابہ کرام میں سے ایک ہیں۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ غزوہ احد میں ثابت قدم رہے تمام غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے اور حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے درمیان بھائی چارگی قائم کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد انہیں بصرہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوئے۔ ۳۸ ہجری میں کوفہ میں ان کا انتقال ہوا ان سے چالیس احادیث منقول ہیں۔

مال غنیمت میں خیانت کرنے کی ممانعت کا بیان

(58) اَلْخَامِسُ : عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "غَزَا نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَا يَتْبَعْنِی رَجُلٌ مَّلَكَ بُضْعَ امْرَاَةٍ وَّهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْنِیَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا، وَلَا اَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا لَّمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا، وَلَا اَحَدٌ اشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَّهُوَ يَنْتَظِرُ اَوْلَادَهَا ۔ فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ لِلشَّمْسِ: اِنَّكِ مَاْمُوْرَةٌ وَّاَنَا مَاْمُوْرٌ، اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا، فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ - يَعْنِی النَّارَ - لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ

58- اخرجه احمد (3/8245) وعبد الرزاق (9492) والبخاری (3124) ومسلم (1747) والبیهقی (6/390) وابن حبان (3807) والحاكم (2/2618)

Marfat.com

تَطْعَمْهَا، فَقَالَ: اِنَّ فِيكُمْ غُلُولاً، فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَّجُلٌ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُولُ فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهٖ، فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُولُ، فَجَاؤُوا بِرَاْسٍ مِّثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ، فَوَضَعَهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا . فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ قَبْلَنَا، ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ لَمَّا رَاٰى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْخَلِفَاتُ" بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ : جَمْعُ خَلِفَةٍ وَّهِيَ النَّاقَةُ الْحَامِلُ .

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ! کے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہوتے ہوئے اپنی قوم سے کہا میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ آئے جس نے نئی شادی کی ہو اور وہ رخصتی کروانا چاہتا ہو اور اس نے ابھی رخصتی نہ کروائی ہو اور کوئی ایسا شخص نہ آئے جس نے گھر تعمیر کیا ہو اور ابھی چھت نہ ڈالی ہو اور کوئی ایسا شخص نہ آئے جس نے اونٹنیاں یا بکریاں خریدی ہوں اور وہ ان کی اولاد کا منتظر ہو' نبی علیہ السلام جنگ میں شریک ہوئے۔ جب وہ اس علاقے کے پاس پہنچے تو عصر کا وقت ہو گیا انہوں نے سورج سے کہا' تم بھی حکم کے پابند ہو اور میں بھی حکم کا پابند ہوں (پھر دعا کی) اے اللہ! اسے ہم پر روک دے تو سورج کو روک دیا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی علیہ السلام کو فتح نصیب کی پھر سب مال غنیمت کو اکٹھا کیا وہ آگ آئی تاکہ اسے کھالے' لیکن اس نے اس مال کو نہیں کھایا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے اندر کسی نے خیانت کی ہے۔ ہر قبیلے کا ایک شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرے تو ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارے درمیان دھوکہ دینے والا موجود ہے تمہارے قبیلے کا ہر شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرے تو دو یا شاید تین لوگوں کے ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ چپک گئے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے درمیان خیانت موجود ہے تو وہ لوگ ایک سر لے کر آئے جو سونے سے بنا ہوا تھا اور گائے کے سر جتنا تھا۔ انہوں نے اس کو بھی مال غنیمت میں رکھا آگ آئی اور اس نے اس مال غنیمت کو کھالیا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) مال غنیمت ہم سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے لئے حلال کر دیا ہے جب اس نے ہماری کمزوری کو دیکھا تو اس نے اس کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔

لفظ "الخلفات" میں "خ" پر زبر پڑھی جائے گی اور "ل" پر زیر پڑھی جائے گی یہ لفظ "خلفہ" کی جمع ہے جو حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔

مال غنیمت میں خیانت کرنے والے جہنم کی وعید ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے ہم سے یہ بیان کیا کہ جب خیبر کا دن آیا (یعنی جب غزوہ خیبر ختم ہو گیا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چند لوگ آئے اور (آپس میں) کہنے لگے کہ فلاں شخص شہید ہو گئے تھے ان کے نام لے کر ان کی شہادت کا ذکر کرتے تھے) یہاں تک وہ لوگ ایک شخص (کی لاش) پر سے گذرے اور کہا کہ (یہ) فلاں شخص شہید ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ "ہرگز نہیں، (تم لوگ جس معنی میں اس کو شہید کہتے ہو وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ) میں نے اس شخص کو مال غنیمت میں سے ایک چادر یا ایک دھاری دار کملی چرانے کے سبب دوزخ میں (جلتے) دیکھا ہے۔"

Marfat.com

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ "ابن خطاب جاؤ اور لوگوں کے درمیان تین مرتبہ یہ منادی کر دو کہ "جنّت میں (ابتداءً) صرف مؤمن (یعنی کامل مؤمن) ہی داخل ہوں گے۔ "حضرت عمر کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نکلا اور تین مرتبہ یہ منادی کی کہ "خبردار! جنّت میں صرف مؤمن ہی داخل ہوں گے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث،1123)

جنّت میں صرف مؤمن ہی داخل ہوں گے۔ "ابن ملک کہتے ہیں کہ شرعی اصطلاح اور عرف عام میں "مؤمن" اس شخص کو کہتے ہیں جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ایمان لائے۔ اس اعتبار سے جس شخص نے خیانت کا ارتکاب کیا اس نے گویا آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و شریعت کی تصدیق سے انکار کیا بایں طور کہ اس تصدیق کے نتیجہ میں اس پر جو احکام نافذ ہوتے ہیں اس نے ان پر عمل نہیں کیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بہر حال نہیں ہوسکتا کہ جس شخص نے خیانت کا ارتکاب کر کے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے منافی عمل کیا وہ سرے سے مؤمن نہیں رہا، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ کہ " جنّت میں صرف مؤمن ہی داخل ہوں گے۔" آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کو بظاہر زمرہ مؤمنین سے خارج کرنا اصل میں سخت زجر و تنبیہ اور وعید کے طور پر تھا یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس ارشاد میں "مؤمن" سے مراد " متقی و پرہیز گار مؤمن " ہے اور " داخل ہونے " سے مراد بلا عذاب داخل ہونا ہے، اس طرح اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ جو مؤمن، تقوی، و پرہیز گاری کی راہ پر گامزن ہوں گے وہ جنّت میں بغیر عذاب کے داخل کیے جائیں گے، لیکن جو مؤمن متقی و پرہیز گار نہیں ہوں گے اور گناہ کا ارتکاب کریں گے انہیں پہلے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تا کہ وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت لیں اور پھر بعد میں انہیں بھی جنّت میں داخل کر دیا جائے گا چونکہ یہ ارشاد " میں نے اس کو دوزخ میں دیکھا ہے " بظاہر ان نصوص کے خلاف ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کسی کا حقیقتاً دوزخ میں ڈالا جانا، حشر کے بعد ہی واقع ہوگا۔ لہٰذا اس ارشاد گرامی کو " تمثیل " پر محمول کیا جائے، یعنی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسلوب بیان کے ذریعے درحقیقت اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہ شخص دوزخ میں ڈالا جائے گا جیسا کہ ایک موقع پر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کے انتقال سے پہلے ہی ان کے جنّت میں داخل ہونے کو تمثیل کے طور بیان فرمایا تھا، میرے نزدیک یہ احتمال بھی ہے کہ یہ ارشاد مجازی اسلوب بیان کا مظہر ہو، یعنی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ میں اس شخص کو ایک ایسے گناہ کا مرتکب جانتا ہوں جو دوزخ کے عذاب کو واجب کرنے والا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ (اِنَّ الْاَبْـرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ)82۔الانفطار:13) (نیک لوگ جنّت میں ہیں) ظاہر ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نیک لوگ ابھی سے جنّت میں پہنچ گئے ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ نیک لوگ ان اوصاف حمیدہ کے حامل ہوتے ہیں جو ان کو جنّت میں لے جائیں گے۔

سچائی کے سبب تجارت میں برکت ہونے کا بیان

(59) اَلسَّادِسُ : عَنْ اَبِیْ خَالِدٍ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِیْ بَیْعِهِمَا، وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا

Marfat.com

مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧✧ حضرت ابو خالد حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: خرید و فروخت کرنے والوں کو ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے (سودا ختم کرنے کا) اختیار ہوتا ہے۔ وہ دونوں سچ بولیں گے اور بات واضح کردیں گے تو ان دونوں کے لئے اس سودے میں برکت رکھ دی جائے گی اور اگر وہ دونوں چھپائیں گے اور جھوٹ بولیں گے تو ان دونوں کے مال میں برکت ختم کردی جائے گی۔ (متفق علیہ)

دن کے ابتدائی حصے میں تجارت کے سبب برکت ہونے کا بیان

حضرت صخر بن وداعہ الغامدی کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا (یعنی یوں دعا فرمائی "اے اللہ! میری امت کے لئے دن کے ابتدائی حصہ میں برکت عطا فرما، یعنی اگر میری امت کے لوگ دن کے ابتدائی حصہ (صبح) میں طلب علم میں مشغول ہوں یا اپنے ذریعہ معاش میں منہمک اور یا سفر وغیرہ کریں تو اس میں انہیں برکت حاصل ہو۔" چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چھوٹا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو اس کو دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ فرماتے۔

اور صخرہ جو ایک تاجر (سوداگر) تھے (اس دعا کی برکت حاصل کرنے کے پیش نظر) اپنا تجارتی مال دن کے ابتدائی حصہ ہی میں روانہ کرتے تھے، چنانچہ وہ مالدار ہوئے اور ان کے مال میں بہت اضافہ ہوا۔

(ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 1015)

راوی حدیث حکیم بن حزام کے احوال کا بیان

حکیم بن حزام: یہ حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی ہیں۔ یہ قریشی الاصل ہیں۔ اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ بعثت سے پہلے اور اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ مدینہ منورہ میں ۳۸ ہجری میں انتقال فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے چالیس احادیث روایت کی ہیں ان کی کنیت ابو خالد تھی۔

بَابُ الْمُرَاقَبَةِ

باب 5: مراقبہ (نگرانی) کا بیان

مراقبہ کے معنی ومفہوم کا بیان

قشیری کہتے ہیں کہ اس طائفہ یعنی اولیاء اللہ کی جماعت کے نزدیک مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ پر دل کے ساتھ۔۔۔ اللہ کی یاد غالب ہو اور یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ میرے حال پر مطلع ہے لہٰذا وہ ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرے اور ہر دم اس کے عذاب سے ڈرے چنانچہ صاحب مراقبہ اللہ تعالیٰ کی حیاء اور اس کی ہیبت کی وجہ سے خلاف شرع باتیں اس شخص سے زیادہ چھوڑتا ہے جو

59- اخرجه احمد (5/15314) وابن ابی شيبة(124/7) والدار قطنی (250/2) والطيالسی (1316) والبخاری (2079) ومسلم (1532) وابو داؤد (4359) والنسائی (4469) والترمذی (1246) وابن حبان (4904) وغيرهم

Marfat.com

عذاب الٰہی کے ڈر سے گناہ چھوڑتا ہے اور جو شخص اپنے دل کی رعایت کرتا ہے یعنی ضمیر کے صحیح تقاضے پر ہی عمل کرتا ہے تو اس کا کوئی لمحہ اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے خالی نہیں رہتا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ایک ایک لمحہ اور ایک ایک عمل کا حساب لے گا خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا عمل ہو یا بڑے سے بڑا۔

چنانچہ ایک ولی کے بارہ میں منقول ہے کہ ان کے انتقال کے بعد انہیں کسی نے خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھ پر اپنا احسان فرمایا لیکن پورا حساب لیا یہاں تک مجھ سے اس عمل کا بھی مواخذہ کیا کہ ایک دن میں روزے سے تھا جب افطار کا وقت ہوا تو میں نے اپنے ایک دوست کی دکان سے گیہوں کا ایک دانہ اٹھالیا اور پھر سے توڑا، معاً مجھے خیال آیا کہ گیہوں کا یہ دانہ میری ملکیت میں نہیں ہے یہ خیال آتے ہی میں نے اس دانے کو اس جگہ ڈال دیا چنانچہ اب جب کہ میرا حساب لیا گیا تو اس گیہوں کے توڑنے کی بقدر نیکی میری نیکیوں سے لی گئی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسے ایک دن اللہ کی بارگاہ میں اتنی چھوٹی سے باتوں کا بھی حساب دینا ہے تو کیا وہ گوارا کرے گا کہ اپنی عمر عزیز باطل چیزوں میں ضائع کرے۔ اور اپنے وقت کو تاہیوں اور غفلتوں کی نذر کردے؟ حدیث شریف میں منقول ہے کہ تم اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے۔

قیام وسجود کی حالت میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ اَلَّذِىْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ ﴾ (الشعراء : 219 - 220)،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''وہ جو تمہیں اس وقت دیکھتا ہے جب تم قیام کرتے ہو اور سجدہ کرنے والوں میں آتے جاتے ہو''۔

جب آپ اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے احوال ملاحظہ فرمانے کے لئے شب کو دورہ کرتے ہو۔ بعض مفسرین نے کہا معنی یہ ہیں کہ جب تم امام ہو کر نماز پڑھاتے ہو اور قیام ورکوع وسجود وقعود میں گزرتے ہو۔ بعض مفسرین نے کہا معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کی گردشِ چشم کو دیکھتا ہے نمازوں میں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پس وپیش یکساں ملاحظہ فرماتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے. بخدا مجھ پر تمہارا خشوع ورکوع مخفی نہیں میں تمہیں اپنے پسِ پشت دیکھتا ہوں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں ساجدین سے مؤمنین مراد ہیں اور معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ وآمنہ خاتون تک مؤمنین کی اصلاب وارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول آباء واجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مؤمن ہیں۔ (مدارک، سورہ شعراء، بیروت)

مردوں کی طرح تنہا ہو کر عبادت ومراقبہ کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے ایک حصہ (یعنی دونوں مونڈھوں) کو پکڑ کر فرمایا۔ تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو یا راہ گیر ہو اور تم اپنا شمار ان لوگوں میں کرو جو دنیا سے گزر گئے ہیں اور اپنی قبروں میں آسودہ خواب ہیں (یعنی تم مردوں کی مشابہت اختیار کرو کہ جس طرح وہ دنیا کی تمام چیزوں سے منہ موڑ کر

ایک گوشہ میں پڑے ہوئے ہیں اسی طرح تم بھی دنیاداری کے علائق سے اپنا دامن بنا کر نہایت سادگی اور یکسوئی کے ساتھ زندگی گزارو۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1199)

میرک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا بخاری کی طرف منسوب ہونا محل نظر ہے کیونکہ یہاں جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں وہ بعینہ ترمذی کے روایت کردہ ہیں اور بخاری نے اس حدیث کو جن الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے وہ اس سے مختلف ہیں۔ او عابر سبیل میں حرف او یا تو تنویع کے لئے ہے جیسا کہ ترجمہ میں ظاہر کیا گیا ہے اور یا یہ کہ یہاں یہ حرف بل کے معنی میں استعمال فرمایا گیا ہے جو ترقی کے لئے آتا ہے، اس صورت میں پورے جملہ کا ترجمہ یوں ہوگا۔ تم دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو، بلکہ راہ گیر ہو۔ اس طرح بات میں زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس ارشاد گرامی کا مقصد جس مفہوم کو بیان کرنا ہے وہ زیادہ پر تاثیر انداز میں واضح ہوتا ہے کیونکہ مسافر تو پھر بھی کچھ دنوں کے لئے یا کچھ عرصہ کے لئے کہیں کہیں ٹھہر کر وہاں کی چیزوں میں کسی نہ کسی حد تک مشغول ہوتا ہے اور ان سے کچھ نہ کچھ تعلق اس کو ضرور رکھنا پڑتا ہے، لیکن جو شخص سر راہ گزر رہا ہوتا ہے وہ بس آگے کی طرف چلتا ہی رہتا ہے اس کو نہ تو اس راستے کی کسی چیز سے سروکار ہوتا ہے اور نہ ادھر ادھر کی مشغولیت میں اپنا وقت ضائع کر کے اپنے سفر میں رخنہ اندازی کو گوارا کرتا ہے۔ حدیث کے آخری جزء کی تشریح تھوڑی سی تفصیل کا تقاضہ کرتی ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں پہلے تو یہ جان لینا چاہئے کہ موت کی حقیقت کیا ہے؟ بدن سے روح کے تصرف کا منقطع ہو جانا، روح و بدن کے باہمی رشتہ کا ٹوٹ جانا اور بدن کا روح کے آلہ کار کی حیثیت سے باہر ہو جانا، موت کا مفہوم ہے! بدن کی موت سے روح معدوم و نابود نہیں ہو جاتی صرف اس کی وہ حیثیت و حالت بدل جاتی ہے جو بدن کے ساتھ تعلق رکھنے کی صورت میں اس کو حاصل ہوتی ہے مثلاً یہ بدن کی موت کے ساتھ اس کی بصارت اس کی سماعت اس کی گویائی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضائے جسم کی وہ طاقتیں اس سے سلب کر لی جاتی ہیں جن کے ذریعہ وہ (روح) بدن پر اپنا تصرف ظاہر کرتی ہے، ایسے ہی اس کے تمام اہل و عیال، اقرباء آشنا اور دوست و عزیز اس سے جدا کر دیئے جاتے ہیں، نیز دنیا کی وہ تمام چیزیں اس سے الگ کر دی جاتی ہیں، جن سے وہ اپنے بدن کے ساتھ تعلق رکھتی تھی جیسے گھر بار، اسباب و سامان، زمین و جائداد، فوج و حشم، لونڈی و غلام اور گھوڑے و دیگر چوپائے اور دیگر ضروری و غیر ضروری چیزیں، پس مردوں میں اپنا شمار کرنا اور ان کی مشابہت اختیار کرنا گویا اس مفہوم کا حامل ہے کہ انسان جسمانی علائق سے حتی الامکان قطع تعلق اختیار کر لے، جس کی صورت یہ ہے کہ اعضائے جسم پر سے روح کا وہ تصرف ختم کر دے۔

جس کے نتیجہ میں حرام و مکروہ امور کا ارتکاب ہوتا ہے اور اس میں یقین رکھے کہ دنیا کی جو بھی چیزیں میرے تصرف و اختیار میں ہیں، ان سب کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے ان کی ملکیت سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور اس بات کو اس کی علامت سمجھے کہ اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز اس کے پاس سے جاتی رہے تو کوئی غم نہ ہو اور کوئی چیز اپنے پاس آئے تو خوش نہ ہو، اسی طرح اپنے اہل و اولاد، عزیز و اقارب اور دوستوں وغیرہ سے تعلق محبت کے وہ جذبات منقطع کر لے جن کی وجہ سے حرام مکروہ چیزوں کا ارتکاب ہوتا ہے پس جس شخص نے اپنے آپ کو اس وصف سے متصف کر لیا وہ دنیا سے بے تعلقی میں گویا مردوں کے مشابہ ہو گیا اور اس کا شمار آسودگان خاک کے حکم میں ہوگا۔ اس کے بعد اس شخص کی شان کے مناسب یہ بات ہوگی کہ وہ ان آداب و شرائط کو ملحوظ رکھے جن کے سبب اس کا مردوں کے مشابہ ہونا صحیح قرار پا سکے، مثلاً ایک تو یہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے ہر مطلوب سے دست کنارہ کش ہو جائے

Marfat.com

جیسا کہ موت کی صورت میں، تیسرے یہ کہ توکل کی راہ پر گامزن رہے یعنی دنیاوی اسباب و وسائل کی ناروا قید سے آزاد ہو جائے جیسا کہ موت کی صورت میں، چوتھے یہ کہ قناعت پر عامل رہے یعنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرے جیسا کہ موت کی صورت میں، پانچویں یہ کہ صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے اور ماسوی اللہ کی طرف نظر نہ اٹھائے تاکہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی مطلوب، کوئی محبوب اور کوئی مقصود نہ ہو جیسا کہ موت کی صورت میں، چھٹے یہ کہ صبر کی راہ اختیار کرے یعنی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ نفس امارہ سے قطع تعلق کرلے جیسا کہ موت میں، ساتویں یہ کہ رضا کے راستہ پر چلے یعنی اپنے نفس کی خوشنودی کے جال سے نکل کر حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے دائرے میں آجائے، احکام ازلیہ کو بلا چوں و چرا تسلیم کرے اور اپنے تمام امور کو بغیر کسی اعتراض و منازعت کے حق تعالیٰ تدبیر و اختیار کے سپرد کردے جیسا کہ موت کی صورت میں، آٹھویں یہ کہ ذکر سے غافل نہ رہے یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر میں اپنے دل اور اپنی زبان کو مشغول رکھے اور ماسوی اللہ کی یاد اور اس کے ذکر و خیال کی الجھن سے آزاد رہے جیسا کہ موت کی صورت میں اور نویں یہ کہ مراقبہ کو اختیار کرے یعنی ہر طرح کی قوت و سطوت اور ہر مقتدر طاقت سے بے نیاز ہو کر اور اس کو چھوڑ کر بس احکم الحاکمین کی طاقت و قدرت کا دھیان رکھے اور اس کی طاقت اور قدرت کو اپنے تمام امور کا مالک و متصرف جانے جیسا کہ موت کی صورت میں، پس یہ صفات و کیفیات پیدا ہو جائیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ مردوں کی مشابہت حاصل ہو گئی اور اہل قبور میں شمار کرانے کا حکم پورا ہو گیا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد وعد نفسک من اہل القبور کا یہی مفہوم ہے اور یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے موتوا قبل ان تموتوا اموت آنے سے پہلے موت کو اختیار کرلو، چنانچہ ایک موت تو وہ ہے جو اچانک روح و بدن کے باہمی رشتہ کو یکسر منقطع کر دیتی ہے اور ایک موت وہ ہے جس کو انسان مذکورہ بالا صفات کی صورت میں اختیار کر کے اپنے نفس امارہ کو کچل ڈالتا ہے اور یہی موت "اختیاری موت" کہلاتی ہے۔

ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾ (الحدید : 4)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو''۔

یعنی اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی "اس معیت کی حقیقت اور کیفیت کسی مخلوق کے احاطہ علم میں نہیں آسکتی، مگر اس کا وجود یقینی ہے، اس کے بغیر انسان کا نہ وجود قائم رہ سکتا ہے نہ کوئی کام اس سے ہو سکتا ہے، اس کی مشیت و قدرت ہی سے سب کچھ ہوتا ہے، جو ہر حال اور ہر جگہ میں ہر انسان کے ساتھ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے تین کام کر لئے اس نے ایمان کا مزہ اٹھا لیا۔ ایک اللہ کی عبادت کی اور اپنے مال کی زکوۃ ہنسی خوشی راضی رضامندی سے ادا کی۔ جانور اگر زکوۃ میں دینے ہیں تو بوڑھے بیکار دبلے پتلے اور بیمار نہ دے بلکہ درمیانہ راہ اللہ میں دیا اور اپنے نفس کو پاک کیا۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نفس کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہے؟

Marfat.com

آپ نے فرمایا اس بات کو دل میں محسوس کرے اور یقین وعقیدہ رکھے کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ (ابونعیم) اور حدیث میں ہے افضل ایمان یہ ہے کہ تو جان رکھے کہ تو جہاں کہیں ہے اللہ تیرے ساتھ ہے (نعیم بن حماد) حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہتے تھے۔

جب تو بالکل تنہائی اور خلوت میں ہو اس وقت بھی یہ نہ کہہ کہ میں اکیلا ہی ہوں۔ بلکہ کہتا رہ کہ تجھ پر ایک نگہبان ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ کسی ساعت اللہ تعالیٰ کو بیخبر نہ سمجھ اور مخفی سے مخفی کام کو اس پر مخفی نہ مان۔

زمین وآسمان میں کچھ بھی اللہ سے پوشیدہ نہ ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰی عَلَيْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ﴾ (آل عمران : 6)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک زمین میں کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے اور نہ ہی آسمان میں (کوئی چیز پوشیدہ ہے)''۔

یعنی جس طرح اسکا اقتدار واختیار کامل ہے، علم بھی محیط ہے، عالم کی کوئی چھوٹی بڑی چیز ایک سیکنڈ کے لئے اس سے غائب نہیں سب مجرم وبری، اور تمام جرموں کی نوعیت ومقدار اس کے علم میں ہے۔ مجرم بھاگ کر روپوش ہونا چاہے تو کہاں ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے مشاہدے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (الفجر : 14)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''بے شک تمہارا پروردگار (سب کچھ) ملاحظہ فرما رہا ہے''۔

یعنی جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گزرا اور کیا کرتا ہوا گیا، اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا، پھر وقت آنے پر اپنی ان معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال واعمال دیکھتا ہے، کوئی حرکت وسکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بیدھڑک کئے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہی اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے۔ اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔

مراقبہ اور مفردون کی صفت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستوں پر چلے جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزرے جس کا نام جمدان تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا چلے چلو یہ جمدان ہے، مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مرد جو اللہ کو بہت یاد کریں۔ اور وہ عورتیں جو اللہ کو بہت یاد کریں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث،783)

Marfat.com

ما المفردون. (مفردون کون ہیں) درحقیقت صحابہ نے صفت کے بارہ میں سوال کیا کہ مفردون کی صفت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مذکورہ بالا جواب کے ذریعہ مفردون کی صفت کی طرف اشارہ کیا کہ حقیقی تنہائی جو لائق اعتبار ہے وہ اللہ کی یاد کے لئے نفس کی تنہائی ہے۔ منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے آتے ہوئے اپنے رفقاء سمیت حمدان پہاڑ کے پاس پہنچے جو مدینہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے تو صحابہ کو اپنے گھر جلد سے جلد پہنچنے کا اشتیاق ہوا۔ چنانچہ بعض صحابہ اپنے بقیہ ہم قافلہ لوگوں سے جدا ہو کر تیزی سے آگے بڑھ گئے تاکہ وہ دوسروں سے پہلے ہی اپنے وطن پہنچ جائیں جو صحابہ پیچھے رہ گئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ گھر قریب آ پہنچا ہے جلد چلو کیونکہ مفردون (یعنی قافلہ سے الگ ہو جانے والے) آگے پہنچ گئے ہیں اسی موقع پر صحابہ نے مفردون کی صفت پوچھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا اس کا حاصل یہ تھا کہ ان مفردون (یعنی اس وقت ہم سے آگے نکل گئے ہیں) کے بارہ میں کیا پوچھتے ہو؟ ان کا مطلب تو ظاہر ہی ہے کہ یہ لوگ گھر جلد پہنچنے میں ہم سے سبقت لے گئے ان لوگوں کے بارہ میں پوچھو جو نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں تو سنو کہ نیکیوں میں سبقت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر کے لئے تنہاء اور علیحدہ کرتے ہیں یعنی وہ لوگوں سے منقطع ہو کر اور گوشہ نشینی اختیار کر کے اکثر ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ کو بہت یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر کسی غفلت و کوتاہی کے ذکر اللہ پر ہمیشگی اختیار کرے اگر کوئی غفلت و کوتاہی ہو بھی جائے تو اسے فوراً ختم کر کے ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد اور صبح و شام سوتے بیٹھے اور اسی طرح حدیث میں منقول دوسرے مواقع پر ذکر کرنے سے کثرت ذکر کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

آنکھوں کی خیانت اور پوشیدہ خیالات کو جاننے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرِ﴾ (غافر: 19)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''وہ آنکھوں کی خیانت اور سینے میں پوشیدہ (خیالات) کا علم رکھتا ہے''۔

خیانت نظر سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں سے چرا کر ایسی چیز پر نظر ڈالے جو اس کے لئے حرام اور ناجائز ہو، جیسے کسی غیر محرم پر شہوت سے نظر کرے، اور جب کسی کو دیکھے تو نظر ہٹالے یا اس طرح نظر ڈالے کہ جس کو دیکھنے والے محسوس نہ کریں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب چیزیں ظاہر ہیں۔

اللہ آنکھوں کے ان سب قسم کے اشاروں کو بھی جانتا ہے اور دلوں میں پیدا ہونے والے جن خیالات کے نتیجہ میں آنکھیں ایسے اشارے اور حرکات کرتی ہیں وہ ان خیالات تک سے بھی واقف ہے۔

وَالْاٰيَاتِ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ. وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ، فَالْاَوَّلُ:

اس بارے میں بہت سی معلوم آیات ہیں۔

Marfat.com

احسان کا معنی اور حدیث جبرائیل کا بیان

(60) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْاِسْلَامُ: اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا". قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ! قَالَ: فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِيْمَانِ. قَالَ: "اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهٖ، وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ". قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِحْسَانِ. قَالَ: "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ". قَالَ: فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ السَّاعَةِ. قَالَ: "مَا الْمَسْؤُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ". قَالَ: فَاَخْبِرْنِىْ عَنْ اَمَارَاتِهَا. قَالَ: "اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا، وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِى الْبُنْيَانِ". ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ: "يَا عُمَرُ، اَتَدْرِىْ مَنِ السَّائِلُ؟" قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: "فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ اَمْرَ دِيْنِكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَمَعْنٰى "تَلِدُ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا" اَىْ سَيِّدَتَهَا؛ وَمَعْنَاهُ: اَنْ تَكْثُرَ السَّرَارِىْ حَتّٰى تَلِدَ الْاَمَةُ السَّرِّيَّةُ بِنْتًا لِّسَيِّدِهَا وَبِنْتُ السَّيِّدِ فِىْ مَعْنَى السَّيِّدِ وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ.

وَ"الْعَالَةُ": اَلْفُقَرَاءُ. وَقَوْلُهٗ: "مَلِيًّا" اَىْ زَمَنًا طَوِيْلًا وَّكَانَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا.

✧✧ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص ہمارے سامنے آیا جس نے انتہائی سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور اس کے بال انتہائی سیاہ تھے اس پر سفر کا کوئی نشان نظر نہیں آ رہا تھا اور ہم میں سے کوئی بھی اس کو پہچانتا نہیں تھا وہ نبی ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنے دونوں گھٹنے نبی ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوؤں پر رکھ لئے اور بولا: اے محمد ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تم یہ کہو: اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور تم نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر تم وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہو اس نے کہا: آپ ﷺ نے ٹھیک کہا ہے۔ (حضرت عمر فرماتے ہیں) ہمیں اس پر حیرانگی ہوئی کہ یہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی تصدیق بھی کر رہا ہے پھر اس نے دریافت کیا' آپ ﷺ مجھے ایمان کے بارے میں کچھ بتائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ پر ایمان رکھو اس کے

60- اخرجه مسلم (8) و ابو داؤد (4695) والترمذی (2610) والنسائی (5005) وابن ماجه (63) و نحوه عند البخاری وغیره (50) من حدیث ابی هریرة رضی الله عنه

Marfat.com

رسول ﷺ پر، اس کی کتابوں پر، آخرت کے دن پر، تقدیر پر ایمان رکھو وہ اچھی ہو یا بری ہو وہ بولا: آپ ﷺ نے ٹھیک فرمایا ہے پھر وہ بولا: آپ ﷺ مجھے احسان کے بارے میں کچھ بتائیے تو رسول ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کی یوں عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے پھر وہ بولا مجھے قیامت کے دن کے بارے میں کچھ بتائیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس بات میں جس سے سوال کیا گیا ہے اس کا علم سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں ہے وہ بولا آپ مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیے آپ نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے، کنیز اپنے آقا کو جنم دے گی اور یہ ہے، تم برہنہ پاؤں، برہنہ جسم غریب لوگوں، بکریوں کے چرواہوں کو دیکھو گے کہ وہ بلند عمارت تعمیر کریں گے تھوڑی دیر بعد وہ شخص چلا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا عمر تم جانتے ہو کہ سوال کرنے والا شخص کون تھا حضرت عمر بولے: اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے اور تمہارے پاس اس لئے آئے تھے تاکہ تمہیں تمہارے دین کے بارے میں تعلیم دیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کنیز کے اپنے رب کو جنم دینے سے مراد اپنے آقا کو جنم دینا ہے اور اس سے مراد یہ ہے، کنیزوں کی کثرت ہو جائے گی اور کنیز اپنے آقا کی بیٹی کو جنم دے گی اور آقا کی بیٹی آقا کی حیثیت کی ہو گی۔

اس بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں۔

''العالہ'' کا مطلب غریب لوگ ہیں۔

''ملیا'' کا مطلب طویل زمانہ ہے اور یہ تین (پہر یا دن) تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

یہ حدیث حدیث جبرائیل کہلاتی ہے کیونکہ یہ حدیث اس سوال و جواب پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بڑی خوبی کے ساتھ اسلام و ایمان کی حقیقت اور دین کی اساسی باتوں کا تعارف تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دنیا والوں کے سامنے پیش کرایا ہے۔ حدیث میں سب سے پہلے ایمان اور اسلام کی حقیقت بیان ہوئی ہے جس سے ایمان اور اسلام کے درمیان یہ فرق بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ ایمان کا تعلق تو باطن یعنی تصدیق و اعتقاد سے ہے اور اسلام کا تعلق ظاہر یعنی اعمال اور جسمانی اطاعت و فرمانبرداری سے ہے۔

"اللہ کو ماننے" کا مطلب اس بات پر یقین و اعتقاد رکھنا ہے کہ اس کی ذات اور اس کی صفات برحق ہیں، عبادت و پرستش کی سزاوار صرف اسی کی ذات ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی اس کا ہمسر و شریک نہیں۔

فرشتوں کو ماننے" کا مطلب اس بات میں یقین و اعتقاد رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق "فرشتوں" کے نام سے موجود ہے یہ فرشتے لطیف اور نورانی اجسام ہیں۔ ان کا کام ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی تعمیل کرنا ہے۔ " کتابوں کو ماننے" کا مطلب اس بات پر یقین و اعتقاد رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں اور وقتاً فوقتاً اپنے پیغمبروں پر جو کتابیں نازل فرمائی ہیں

Marfat.com

اوران میں چار کتابیں نازل فرمائی ہیں اور جن کی تعداد ایک سو چار ہے۔ وہ سب کلام الٰہی اور احکام وفرامین الٰہی کا مجموعہ ہیں اوران میں چار کتابیں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن مجید سب سے اعلیٰ وافضل ہیں اور پھر ان چاروں میں سب سے اعلیٰ وافضل "قرآن مجید" ہے۔

"رسولوں کا ماننے" کا مطلب اس بات پر یقین اور اعتقاد رکھنا ہے کہ اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کے سب سے سچے، سب سے پیارے اور سب سے افضل بندے ہیں جن کو اس نے اپنے احکام وہدایات دے کر مختلف زمانوں، مختلف قوموں میں مبعوث کیا اور انہوں نے ان خدائی احکام و ہدایات کے تحت دنیا والوں کو ابدی صداقت ونجات کا راستہ دکھانے اور نیکی وبھلائی پھیلانے کا اپنا فریضہ مکمل طور پر ادا کیا اور یہ کہ ان تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کسی خاص زمانہ، کسی خاص علاقہ اور کسی خاص قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے، بلکہ اللہ کا ابدی دین "اسلام" لے کر تمام دنیا اور پوری کائنات کی طرف مبعوث ہوئے اور تا قیامت ان ہی کی نبوت اور انہی کی شریعت جاری ونافذ رہے گی۔

"یوم آخرت یعنی قیامت کے دن" سے مراد وہ عرصہ ہے جو مرنے کے بعد سے قیامت قائم ہونے اور پھر جنت میں داخل ہونے تک پر مشتمل ہے۔

"قیامت کے دن کو ماننے" کا مطلب اس بات پر یقین واعتقاد رکھنا ہے کہ شریعت اور شارع نے مابعد الموت اور آخرت کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے یعنی موت کے بعد پیش آنے والے احوال مثلاً قبر اور برزخ کے احوال، نفخ صور، قیامت، حشر ونشر، حساب وکتاب اور پھر جزاء وسزا کا فیصلہ اور جنت ودوزخ یہ سب اٹل حقائق ہیں اور جن کا وقوع پذیر ہونا اور پیش آنا لازمی امر ہے۔ اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں۔ "تقدیر پر یقین رکھنے" کا مطلب اس حقیقت کو دل سے تسلیم کرنا ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب نوشتہ تقدیر کے مطابق اپنے اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوتا ہے، آج جو بھی علم واضح ہوتا ہے خواہ وہ نیکی کا ہو یا بدی کا، خالق کائنات کے علم اور تقدیر میں وہ ازل سے موجود ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ مجبور ومضطر ہے۔ کاتب تقدیر نے انسان کو "مختار" بنایا ہے۔ یعنی اس کے سامنے نیکی وبدی کے دونوں راستے کھول کر اس کو اختیار دے دیا ہے کہ چاہے وہ نیکی کے راستہ پر چلے، چاہے بدی کے راستہ پر اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ نیکی کے راستہ پر چلو گے تو جزاء وانعام سے نوازے جاؤ گے جو اللہ کا فضل وکرم ہوگا اور اگر بدی کے راستہ پر چلو گے تو سزا اور عذاب کے حقدار بنو گے اور دوزخ میں ڈالے جاؤ گے جو عدل الٰہی کے عین مطابق ہوگا۔

احسان سے مراد وہ جوہر (اخلاص) ہے جس سے ایمان واسلام کی ظاہری صورت یعنی عبادت الٰہی کا صحیح معیار اور حسن قائم ہوتا ہے اور عبادت کا یہی صحیح معیار اور حسن درحقیقت بندے کو معبود کا کامل تقرب اور عبدیت کا حقیقی مقام عطا کرتا ہے۔

بندہ اپنی عبادتوں کو اس جوہر سے کس طرح آراستہ ومزین کر سکتا ہے؟ اس کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو تو اس طرح کرو جس طرح کوئی نوکر یا غلام اپنے آقا اور مالک کی خدمت اس کو اپنے سامنے دیکھ کر کرتا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے کہ اگر شفیق آقا نظر کے سامنے ہو اور غلام اس کو دیکھ رہا ہو تو اس کے فرض کی انجام دہی کی کیفیت ہی دوسری ہوتی ہے

اس وقت غلام نہ صرف یہ کہ پوری طرح چاق و چوبند مؤدب اور پابند ہوتا ہے بلکہ کام کرنے کا اس کا انداز بھی پوری طرح والہانہ اور مخلصانہ ہوتا ہے اس کے برخلاف اگر آقا نظر کے سامنے نہ ہو تو غلام اگر چہ موفوضہ خدمت انجام ضرور دیتا ہے مگر اس صورت میں نہ تو وہ اتنا چاق و چوبند، مؤدب اور پابند ہوتا ہے اور نہ اس کے کام کرنے کے انداز میں اس قدر والہانہ اور مخلصانہ کیفیت موجود ہوتی ہے۔ پس اسی نکتہ کے پیش نظر اگر بندہ عبادت کے وقت ایسی کیفیت و حالات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ تو خشوع و خضوع اور تضرع کی تمام تر کیفیات خود بخود اس کی عبادت میں پیدا ہو جائیں گی اور اس طرح اس کی عبادت حقیقی عبادت کا درجہ پائے گی اور اس عبادت کا بنیادی مقصد بھی حاصل ہوگا۔ عبادت کے اس مرتبہ کو "حقیقی احسان" کہا گیا ہے۔ جس کو ارباب تصوف "مشاہدہ اور استغراق" سے تعبیر کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ عبادت کا یہ سب سے اونچا مرتبہ و مقام ہے جہاں تک رسائی اتنی آسان نہیں ہے اس لئے نسبتاً آسان طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب تم عبادت کرو تو یہ دھیان میں رکھو کہ جس ذات کی عبادت تم کر رہے ہو اس کے سامنے تم کھڑے ہو اور اگر چہ تم اس کو نہیں دیکھ سکتے مگر وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے۔ تمہاری ایک ایک بات پر اس کی نظر ہے اور تمہاری حرکات و سکنات میں سے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں، اس یقین و اعتقاد سے بھی تمہاری عبادت میں خشوع و خضوع اور تضرع بڑی حد تک پیدا ہو جائے گا اور عبادت کا حق ادا ہوگا۔ حدیث میں عبادت کی اسی کیفیت کو "احسان" سے تعبیر کیا گیا ہے جو حقیقی احسان یعنی مشاہدہ و استغراق کا ثانوی درجہ ہے۔

حدیث میں ان چاروں فرائض کا بھی ذکر ہے جو ہر مسلمان و مومن پر اس تفصیل کے ساتھ عائد ہوتے ہیں کہ نماز اور روزہ تو وہ دو بدنی فرض عبادتیں ہیں جن کا تعلق ہر عاقل و بالغ مسلمان سے ہے جو بھی آدمی ایمان اور اسلام سے متصف ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اس پر فرض ہے کہ وہ پانچوں وقت کی نمازیں پابندی کے ساھ ادا کرے اور جب رمضان آئے تو اس مہینے کے پورے روزے رکھے۔ باقی دو فرض عبادتیں یعنی زکوۃ اور حج وہ مالی عبادتیں ہیں جن کا تعلق صرف اس مومن و مسلمان سے ہے جو ان کے بقدر مالی استطاعت و حیثیت رکھتا ہو۔ مثلاً زکوۃ اس مسلمان پر فرض ہوگی جو صاحب نصاب ہو۔ اور حج اس مسلمان پر فرض ہوگا جو صاحب نصاب ہی نہیں بلکہ اپنی تمام ضروریات زندگی سے فراغت کے بعد اتنا سرمایہ رکھتا ہو کہ وہ بغیر کسی تنگی و پریشانی کے آمد و رفت اور سفر کے دوسرے تمام اخراجات برداشت کر سکتا ہو۔ علاوہ ازیں سفر حج کی پوری مدت کے لئے اہل و عیال اور لواحقین کے تمام ضروری اخراجات کے بقدر رقم یا سامان و اسباب ان کو دے کر جا سکتا ہو۔ زادراہ اور فرضیت حج کی اس طرح کی دوسری شرائط پوری ہو جائیں تو باقی دشواریاں جیسے سفر کا طویل اور پر صعوبت ہونا، درمیان میں سمندر یا دریا کا حائل ہونا وغیرہ، حج کی فرضیت کو ساقط نہیں کر سکتیں۔

قیامت کی کچھ اہم نشانیاں بتائی گئی ہیں کہ جب یہ آثار ظاہر ہونے لگیں اور یہ علامتیں دیکھ لی جائیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس عالم کے خاتمہ کا وقت قریب آ گیا ہے اور یہ دنیا اپنے وجود کے آخری دور سے گزر رہی ہے۔ پہلی علامت یا نشانی تو یہ بتائی گئی ہے کہ "لونڈی اپنے آقا یا مالک کو جنے گی" اس کا ایک مطلب تو غلامی کے زمانہ اور رواج کے سیاق میں لیا جا سکتا ہے کہ لوگ کثرت سے باندیاں رکھیں گے اور ان باندیوں سے اولاد بھی بہت جنوائیں گے، پھر انہی اولاد میں سے جو لوگ بڑے ہو کر مال و جائیداد اور

Marfat.com

حکومت وطاقت کے مالک بنیں گے وہ لاعلمی میں اپنی انہی ماؤں کو جنہوں نے ان کو جنم دیا ہوگا، باندیوں کے طور پر خریدیں گے۔ اوراپنی خدمت میں رکھیں گے۔اس جملے کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب معاشرے میں جنسی بے راہ روی عام ہوجائے، مرد وزن تمام اخلاقی اورانسانی پابندیوں کو توڑ کر بے محابہ ناجائز تعلقات پیدا کریں اوراس کے نتیجہ میں ایسے ناجائز بچے کثرت سے پیدا ہونے لگیں جن کو نہ اپنے باپ کی خبر ہواور نہ اپنی ماں کو جانتے ہوں اور پھروہی بچے بڑے ہوکر لاعلمی میں اپنی ماؤں کو ملازمہ اورنوکر انی بنائیں جنہوں نے ان کو جنا تھا تو سمجھو کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔دوسری علامت "برہنہ پا، برہنہ جسم، مفلس وفقیراور بکریاں چرانے والوں کا ایوان حکومت اور عالیشان مکانات ومحلات کا مالک ہونا" بتایا گیا ہے۔اس کے مطلب یہ ہے کہ جب تم دیکھو کہ شریف النسل، عالی خاندان اور مہذب ومعزز لوگ انقلاب عالم کا شکار ہوکر غربت وافلاس اور بے روزگاری وپریشانی حالی کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں، اپنی حیثیت ووقعت کھو چکے ہیں اور معاشرتی وسماجی سطح پر کسی اثر ورسوخ کے حامل نہیں رہ گئے ہیں اوران کے مقابلے میں وہ لوگ کہ جوکل تک حسب ونسب، شرافت ونجابت، نسل وخاندان اورتہذیب وشائستگی کے اعتبار سے نہایت بے حیثیت وبے وقعت تھے، تعلیمی واخلاقی طور پر کم تر وپسماندہ سمجھے جاتے تھے۔غیر منصفانہ سیاست وانقلاب کی بدولت حکومت واقتدار کے مالک بن بیٹھیں۔دغا وفریب کے ذریعہ مال ودولت اور بڑی بڑی جائیدادوں پر قابض اور عالی شان مکانات ومحلات کے مکین ہوگئے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ طاقت وحکومت، مال ودولت اور پرعیش زندگی نے ان کو گھمنڈی شیخی خور بنادیا ہے، حقیقی شرافت ونجابت رکھنے والے غریب ومفلس لوگوں کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ان کو ذلیل کرتے ہیں اوران کی تباہی ورسوائی کے بد سے بدتر حالات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔تو سمجھنا کہ اب اس دنیا کے خاتمہ کا وقت قریب آ گیا ہے۔

اسی تفصیل کو علامہ طیبی نے چند جملوں میں اس طرح بیان کیا ہے کہ قیامت کی علامتیں بتانے والے حدیث کے یہ دونوں جملے دراصل انقلاب حالات سے کنایہ ہیں یعنی جب اتنا انقلاب رونما ہوجائے کہ اپنی اولاد اپنا آقا اور حاکم بن جائے۔اور شرفاء کی جگہ کمتر وذلیل لے لیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب تمام عالم پر ایک عظیم انقلاب کا وقت قریب آ گیا ہے جسے قیامت کہا جاتا ہے۔خلاصہ کلام یہ کہ: اس حدیث میں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اساس اور دین کی بنیادی باتوں کو بتایا گیا ہے یعنی "ایمان" کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ یہ ان عقائد ونظریات سے تعبیر ہے جن کو جاننے اور ماننے کے بعد کوئی آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور مومن بنتا ہے "اسلام" کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس سے وہ عملی ذمہ داریاں (فرائض) مراد ہیں جو مومن پر عائد ہوتی ہیں اور ان عملی ذمہ داریوں یعنی فرائض کی انجام دہی ہی پیرو اسلام یعنی مسلمان بناتی ہے اس کے بعد احسان کی وضاحت کی گئی جس کو اخلاص سے (یا تصوف سے بھی) تعبیر کیا جاسکتا ہے یہ اس کیفیت کا نام ہے۔جو صحیح عقائد ونظریات سے وابستگی اور شریعت کی اتباع وفرمانبرداری کے بعد توجہ الی اللہ کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے۔اور بندے کو اپنے معبود کا تقرب عطا کرتی ہے۔درحقیقت یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں، اللہ تعالیٰ کا قرب اوراس کی خوشنودی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اللہ اوراللہ کے رسول کے جاری ونافذ کئے ہوئے احکام وہدایات پر پوری طرح عمل نہ کیا جائے اور "عمل" اللہ اوراس کے رسول کے نزدیک اس وقت تک "حسن قبول" کا درجہ نہیں پاسکتے جب تک اللہ کی طرف کامل توجہ نہ ہواور پورے داخلی وخارجی وجود پر خوف وخشیت الٰہی اور حضور قلب کی کیفیت طاری نہ ہواوران دونوں کا اس وقت تک کوئی اعتبار نہیں ہوگا جب تک فکر وعقیدہ صحیح نہ ہو۔

Marfat.com

اور دل ودماغ ایمان ویقین سے روشن نہ ہوں۔ پس کامل مومن یا کامل مسلمان وہی آدمی مانا جائے گا جس کا دل ودماغ میں ایمان یعنی صحیح اسلامی عقائد ونظریات کا نور موجود ہو، پھر وہ ان فرائض کو پوری طرح ادا کرے اور ان احکام وہدایات کی کامل اطاعت کرے جو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعہ جاری ونافذ کئے اور پھر ریاضت ومجاہد یعنی ذکروشغل اور اوراد وظائف کے ذریعہ اخلاص، توجہ الی اللہ اور رضاء مولیٰ کے حصول کی جدوجہد کرے جس سے ایمان واسلام میں حسن وکمال اور بلند قدری ملتی ہے۔

نیکیوں سے گناہوں کے مٹ جانے کا بیان

(61) اَلثَّانِی : عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَاَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ معاذِ بْنِ جبلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اتَّقِ اللّٰه حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

✧✧ حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبدالرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم جہاں بھی ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور گناہ کرنے کے بعد نیکی کرلو وہ نیکی اس گناہ کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

نمازوں اور روزوں کے سبب گناہوں کے معاف ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے تو پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک اس کے گناہوں کو مٹادیتے ہیں جو ان کے درمیان ہوئے ہیں۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث، 531)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی پابندی کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز پڑھے، جمعہ کی نماز پورے آداب کے ساتھ ادا کرے اور اسی طرح رمضان کے روزے رکھے تو ان کے درمیان جو صغیرہ گناہ صادر ہوئے ہیں سب ختم ہو جاتے ہیں البتہ کبیرہ گناہ نہیں بخشے جاتے ہاں اگر اللہ چاہے تو وہ کبیرہ گناہ بھی معاف فرماسکتا ہے۔ یہاں ایک ہلکا سا خلجان واقع ہوتا ہے کہ جب ہر روز کی پانچوں وقت کی نمازیں ہی تمام گناہ مٹادیتی ہیں تو پھر یہ جمعہ وغیرہ کون سے گناہ ختم کرتے ہیں؟ چنانچہ اس خلجان کو رفع کرنے کے لئے ملاعلی قاری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سب میں گناہوں کو مٹانے اور ختم کرنے کی صلاحیت ہے چنانچہ اگر گناہ صغیرہ ہوتے ہیں تو یہ تینوں ان کو مٹادیتے ہیں ورنہ ان میں سے ہر ایک کے بدلے بے شمار نیکیاں لکھی جاتی ہیں جس کی وجہ سے درجات میں بلندی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تینوں صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ ہیں اور ان کو ختم کرنے کی

61- اسنادہ حسن' اخرجہ احمد (8/21412) والدارمی (2791) والترمذی (1994)

Marfat.com

صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی ایک کسی گناہ کے لئے کفارہ بن سکے تو دوسرا کفارہ ہو جاتا ہے مثلاً نماز میں کسی تقصیر اور نقصان کی وجہ سے اگر وہ نماز گناہوں کے لئے کفارہ نہ ہو سکے تو ان کو جمعہ ختم کر دیتا ہے اور جمعہ میں بھی کسی تقصیر کی وجہ سے کفارہ ہونے کی صلاحیت نہ رہے تو پھر رمضان ان کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے اور اگر سب کے سب کفارہ بننے کی صلاحیت رکھیں تو یہ سب مل کر گناہوں کو اچھی طرح مٹا دیتے ہیں اور کفارے کی زیادتی کا باعث ہوتے ہیں چنانچہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کئی چراغوں کی۔ اگر کسی مکان میں ایک چراغ ہوگا تو اندھیرا تو ختم ہو جائے گا مگر روشنی کم ہوگی اور اگر چراغ زیادہ ہوں گے تو نور اور روشنی حیثیت سے زیادتی ہوگی۔

قبولیت اسلام کے سبب گناہوں کے معاف ہو جانے کا بیان

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں (جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی روشنی سے میرے قلب و دماغ کو منور کیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یارسول اللہ! لایئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایئے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسلام کی بیعت کرتا ہوں، آپ نے (یہ سن کر) اپنا ہاتھ (جب) بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حیرت سے) فرمایا عمرو یہ کیا؟

میں نے عرض کیا "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں کچھ شرط لگانی چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا (میں چاہتا ہوں) کہ میرے (ان) تمام گناہوں کو مٹا دیا جائے (جو میں نے اسلام سے پہلے کئے تھے) آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام ان تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو قبول اسلام سے پہلے کئے گئے ہوں، ہجرت ان تمام گناہوں کو دور کر دیتی ہے جو اس (ہجرت) سے پہلے کئے گئے ہوں اور حج ان تمام گناہوں کو مٹا دیا جائے جو اس حج سے پہلے کئے گئے ہوں (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث، 26)

راوی حدیث جندب بن جنادہ کے احوال کا بیان

حضرت جندب بن جنادہ: یہ جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید ہیں۔ قبیلہ بنو غفار سے تعلق رکھتے تھے جو کنانہ بن خزیمہ کی اولاد ہے ان کی کنیت ابوذر ہے آغاز میں اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں پانچواں مسلمان تھا سچ بولنے میں ان کی مثال دی جاتی ہے یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی بار سلام کیا تھا۔ ان کا وصال ۳۲ ہجری میں ربذہ کے مقام پر ہوا تھا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ۲۸۱ روایات منقول ہیں۔

راوی حدیث معاذ بن جبل کے احوال کا بیان

معاذ بن جبل: یہ انصاری خزرجی ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ مقدم پیشواء ہیں، حلال اور حرام کے ماہر تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میری امت میں حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے" یہ خوبصورت نوجوان تھے، حوصلہ مند تھے، سخی تھے، حیاء والے تھے، انصار کے افضل ترین نوجوانوں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے اٹھارہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ بیعت عقبہ اور غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اٹھارہ

ہجری میں جوانی کے دوران ''عمواس'' نامی شہر میں طاعون کی وجہ سے ان کا انتقال ہوگیا۔اس وقت ان کی عمر چونتیس برس تھی ان سے ایک سوستاون احادیث منقول ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کا بیان

(62) اَلثَّالِثُ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: "يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ : احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ : أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ" .

وَفِي رِوَايَةِ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ : "احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ، وَاعْلَمْ : أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ : أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا" .

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سوار) تھا آپ نے فرمایا میں تمہیں چند باتیں سکھا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے جب تم مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو، جب تم مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور یہ بات جان لو (یعنی اس کا یقین رکھو) کہ سب لوگ اگر تمہیں کوئی فائدہ پہنچانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ تمہیں صرف وہی فائدہ پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے (تمہارے نصیب میں) لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ تمہیں صرف وہی نقصان پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے (تمہارے نصیب میں) لکھ دیا ہے۔ (تقدیر لکھی جانے کے بعد) قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ (دیگر محدثین رحمہم اللہ کی) روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''تم اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ تم فراخی کے عالم میں اسے یاد کرو وہ (تمہاری) تنگی

62-اخرجه احمد (1/2803) والترمذی (2524) والطبرانی فی الکبیر (12989) والبیهقی فی شعب الایمان (1074) وفی الاسماء والصفات (ص /76/75) وهو حدیث صحیحترمذی حسن صحیح' کتاب الامثال ابن مردديه حسن الرداية بطریق حنش (سخاوی)

کے عالم میں تمہیں یاد رکھے گا یہ بات جان لو (یعنی اس پر یقین رکھو) جو تمہیں نہیں ملنا وہ تمہیں کبھی نہیں مل سکتا اور جو تمہیں ملنا ہے (یہ نہیں ہو سکتا) کہ وہ تمہیں نہ ملے یہ بات جان لو! صبر کے ہمراہ (یعنی اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی) مدد ہوتی ہے اور پریشانی کے بعد فراخی ہوتی ہے اور تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے''۔

شرح

تو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے" کے معنی ایک یہ کہ جس کی طرف ترجمہ میں بھی بین القوسین اشارہ کیا گیا ہے، بعض حضرت کے مطابق یہ ہیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی یعنی اس کی عبادت وطاعت اور اس کے احکام کی فرمانبداری پر پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہو گے تو تمہیں اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے گا اور تمہارے ساتھ معاملات میں مدد اور مشکل کشائی کرے گا اور تمہارے مقاصد عزائم میں کامیابی عطا فرمائے گا (یا یہ کہ اس صورت میں تم اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی کو اپنے سامنے پاؤ گے کہ وہ تمہارے تمام معاملات میں تمہاری رعایت کرتے گا اور طرح طرح سے تمہاری مدد واعانت کرے گا۔ ایک مطلب، جو بہت اونچے مقام کا ضامن ہے، یہ ہے کہ جب تم حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی، اس کی اطات عبادت کی پابندی اور اس کی رضا وخوشنودی کی طلب میں مشغول ومستغرق رہو گے تو اس وقت تمہاری نگاہ معرفت اس کو اپنے سامنے اس طرح پالے گی کہ گویا وہ تمہارے سامنے موجود ہے اور تم مقام احسان اور کمال ایمان کے درمیان اس کا مشاہدہ کر رہے ہو اور بالکل ایسا محسوس کرو گے، جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو بایں حیثیت کہ اللہ کے سوا ہر چیز تمہاری نظر کے سامنے سے بالکل معدوم اور فنا ہو جائے گی، پس اس طرح تمہیں مراقبہ کی کیفیت بھی حاصل ہو گی اور مقام مشاہدہ بھی نصیب ہوگا۔ "صرف اللہ کے آگے سوا دست دراز کرو" کیونکہ عطاء وبخشش کے تمام خزانے اسی کے پاس اور اسی کے دست قدرت میں ہیں اور دنیا وآخرت کی ہر وہ نعمت وراحت جو بندہ کو پہنچتی ہے اور ہر وہ بلا وسزا جس سے بندہ محفوظ رہتا ہے محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پہنچتی ہے یا دفع ہوتی ہے، پھر اس کی رحمت، صرف رحمت ہے نہ کہ اس میں کسی غرض کی آمیزش ہے اور نہ کسی علت وسبب کا دخل، نیز وہ جواد مطلق اور ایسا غنی ہے کہ نہ اس کے یہاں کسی چیز کی کمی ہے اور نہ وہ کبھی محتاج ہوتا ہے لہٰذا صرف وہی ذات اس لائق ہے کہ اپنی ہر امید اس سے وابستہ کی جائے اس کے عذاب کے علاوہ اور کسی سے خوف نہ کھایا جائے، اپنی ہر مشکل میں اور ہر مہم میں صرف اسی کے حضور مدد کی التجا کی جائے اور تمام معاملات میں صرف اسی پر اعتماد کیا جائے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جو کچھ بھی مانگنا ہو صرف اللہ سے مانگو، اس کے علاوہ کسی اور کے آگے دست سوال دراز نہ کرو، کیونکہ کوئی اور دینے یا نہ دینے اور نفع پہنچانے یا نقصان دور کرنے پر قادر ہی نہیں ہے، جو ذات خود اپنے کو نفع پہنچانے، یا اپنے نقصان کو دور کرنے اور اپنی موت وحیات کی مالک نہیں ہے وہ کسی دوسرے کو کیا نفع پہنچا سکتی ہے اور کیا نقصان سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

اسی طرح مذکورہ حکم میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اپنی کسی بھی حالت میں اور کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلانے سے باز نہیں رہنا چاہئے کیونکہ ایک حدیث میں وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے، علاوہ ازیں اپنے خالق کے آگے پھیلانا درحقیقت اس کے حضور اپنی عاجزی وبے کسی

Marfat.com

اور محتاجگی کا اظہار کرنا ہے جو عبودیت کی شان ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے اللہ یغضب ان ترکت سؤالہ وابناء آدم حینی یسأل یغضب اللہ تعالیٰ تو اس وقت خفا ہوتا ہے جب تم اس سے سوال نہ کرو اور آدم کے بیٹے اس وقت خفا ہوتے ہیں جب کہ کوئی ان سے سوال کرے۔

"اور اگر تمام مخلوق مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے الخ۔ کا مطلب یہ ہے کہ ہر نفع نقصان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانو اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہی نفع پہنچانے والا بھی ہے اور نقصان پہنچانے والا بھی ہے اور نقصان پہنچانے والا بھی اور وہی دینے والا ہے اور وہی نہ دینے والا بھی کسی ایک فرد بشر کا تو سوال ہی کیا ہے۔

اگر تمام روئے زمین کی ساری مخلوق مل کر بھی اللہ کی مرضی وحکم کے خلاف کسی شخص کو کوئی نفع یا کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ اس شخص کو وہ نفع یا نقصان پہنچ جائے۔ الٰہیات کی بعض کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی یقیناً میں اس شخص سے انقطاع کر لیتا ہوں جو میرے علاوہ کسی اور سے اپنی امید وابستہ کرتا ہے اور لوگوں کی نظر میں اس ذلت کی پوشاک پہنا دیتا ہوں یعنی لوگوں کے سامنے اس کو ذلیل وخوار کر دیتا ہوں، اس کو اپنے قرب سے محروم کر دیتا ہوں اور اپنے وصل سے دور کر دیتا ہوں پس یقین بات یہ ہے کہ میں اس کو حیرانی و پریشانی اور تفکرات کے اندھیروں میں پھینک دیتا ہوں کیا وہ شخص اپنی مشکلات اور پریشانیوں کے وقت میرے علاوہ کسی اور سے امید رکھتا ہے جب کہ پریشانیاں اور مشکلات میرے ہاتھ میں ہیں؟ میں الحی القیوم ہوں وہ شخص فکر و پریشانی کے عالم میں دوسروں کے دروازوں کو کھٹکھٹاتا پھرتا ہے، جب کہ تمام دروازوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور دروازے بند ہیں؟ میرا دروازہ ہر اس شخص کے لئے کھلا ہوا ہے جو میری طرف آئے اور مجھ سے دعا مانگے۔ " قلم اٹھا کر رکھ دیئے ہیں" سے مراد یہ ہے کہ جو احکام صادر ہوتے تھے سب لکھے جا چکے ہیں۔ اسی طرح "" اور صحیفے خشک ہو گئے" سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اور جس کے حق میں جو کچھ پیش آنا ہے وہ سب تقدیر کی کتاب میں لکھا جا چکا ہے اور وہ کتاب خشک ہو چکی ہے کہ اب اس پر قلم نہیں چلے گی اور جو کچھ لکھ دیا گیا ہے اس کے بعد اب کچھ نہیں لکھا جائے گا۔ حاصل یہ کہ اس دنیا میں جو بھی آتا ہے اور قیامت تک جو بھی آئے گا اس کی تقدیر وقسمت کے فیصلے لوح محفوظ میں لکھے جا چکے ہیں اور اس کام سے فراغت بھی ہو چکی ہے کہ اب کسی کے حق میں کچھ نہیں لکھا جائے گا۔

پس ہر شخص کی تقدیر وقسمت کے بہت پہلے لکھے جانے " قلم اٹھا کر رکھ دینے اور صحیفوں کے خشک ہو جانے " سے تعبیر کیا ہے اور اس میں مشابہت کا پہلو یہ ہے کہ جس طرح کوئی کاتب جب کتاب کو مکمل لکھ کر فارغ ہو جاتا ہے تو قلم اٹھا کر رکھ دیتا ہے اور کتاب کو بند کر دیتا ہے اسی طرح کاتب تقدیر بہت پہلے ہی مخلوق کی تقدیریں لکھ کر فارغ ہو چکا ہے اور وہ صحیفہ کہ جس میں تقدیریں لکھی ہوئی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لپیٹ دیا گیا ہے، اس میں کوئی تغیر وتبدل اور کوئی کمی پیشی ممکن نہ رہے اس کتاب کی ابتداء میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس چیز کو پیدا کیا وہ قلم تھا پھر اس سے فرمایا کہ لکھو قلم نے کہا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھو۔ چنانچہ قلم نے وہ سب کچھ لکھا جو اب تک وقوع پذیر ہو چکا ہے اور جو قیامت تک وقوع پذیر ہوگا۔ اگر یہاں یہ اشکال پیدا ہو کہ یہ روایت (کہ قلم اٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے) قرآن کریم کی اس آیت (یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ) 13۔ الرعد: 39) کے منافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محو واثبات بھی دراصل انہی چیزوں میں سے ہے جو مقدر ہو چکی ہیں اور جن کو لکھنے کے بعد قلم رکھ

Marfat.com

دیئے گئے اور یہ صحیفے خشک ہو گئے کیونکہ قضا (یعنی وہ کلی احکام وفیصلے جو ازل سے اللہ تعالیٰ نے صادر فرما دیئے تھے) کی دو قسمیں ہیں ایک تو قضائے مبرم (کہ جو اٹل ہے اور جس میں کوئی تغیر وتبدل ممکن نہیں) اور دوسرے قضائے معلق (کہ جو اٹل نہیں ہے اور جس میں تغیر وتبدل ممکن ہے) علاوہ ازیں اس محو واثبات کا تعلق لوح محفوظ اور اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے، یعنی یہ پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی کہ فلاں چیز کو اس طرح مٹایا یا باقی رکھا جائے گا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے پس اسی مفہوم کو اللہ تعالیٰ کی محو واثبات کی نسبت کر کے بیان کیا گیا ہے جو درحقیقت مقدر امور میں نہ تغیر کہلائے گا نہ تبدل۔

بہرحال اس ارشاد گرامی میں یہ ترغیب ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل واعتماد کرے رضائے مولیٰ پر راضی رہے اور اپنی تدبیر وسعی اور ذاتی قوت وطاقت کو حقیقی موثر ہرگز نہ جانے کیونکہ پیش آنے والی کوئی بھی چیز کہ خواہ وہ سعادت ومسرت ہو یا شقاوت وکلفت، تنگی وسختی ہو یا فراخی ووسعت، خوشحالی ہو یا بدحالی، نفع ہو یا نقصان اور موت ہو یا حیات، ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم وفیصلہ سے باہر اور اس قضا وقدر الٰہی کے مطابق نہ ہو جس کو کاتب تقدیر نے زمین وآسمان کی پیدائش سے بھی پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا ہے اور جس چیز کا وقوع پذیر ہونا لکھا جا چکا ہے وہ ہر حالت میں اور ہر صورت میں وقوع پذیر ہو کر رہے گی اس کو نہ انسانی حرکت وسکون کا نظام روک سکتا ہے اور نہ تدبیر وسعی، پس خواہ خوشی کی حالت پیش آئے یا ضرر وتکلیف کی، بہرصورت شکر ادا کرنا لازم ہے نیز اس بات کو اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ بندہ اپنے دشمن ومخالف، اپنی تکلیف ومصیبت اور ضرر ونقصان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کا اسی صورت میں مستحق ہوتا ہے جب کہ وہ ان چیزوں کی وجہ سے پیش آنے والے رنج والم پر صبر کرے اور کسی بھی حالت میں اپنی تقدیر وحالت کا شکوہ نہ کرے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "فتوح الغیب" میں بڑی اچھی بات لکھی ہے ہر مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ اس حدیث کو اپنے دل کا آئینہ قرار دے اور اپنی تمام حرکات وسکنات میں اس کے مطابق عمل کرے، تاکہ دنیا وآخرت میں سالم ومحفوظ رہے اور جہان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب عزت وسرفرازی سے نوازا جائے بعض روایات میں ان الفاظ تجدہ تجاہک کے بعد یہ عبارت بھی نقل کی گئی ہے۔ **تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدائد فان استطعت ان تعمل للہ بالرضاء فی الیقین فافعل فان لم تستطع فان فی الصبر علی ماتکرہ خیرا کثیرا واعلم ان النصر مع الصبر والفرج مع الکرب وان مع العسر یسرا ولن یغلب عسر یسرین** یعنی خوشحالی وشادمانی کی حالت میں نعمت شناسی اور طاعت حق کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو پہچانو یعنی اس کی یاد سے غافل نہ ہو اور اس کی شکرگزاری کرتے رہو۔ اگر ایسا کرو گے تو اس کے بدلہ میں یقیناً اللہ تعالیٰ بھی تمہیں تنگی وسختی کی حالت میں پہنچائے گا، یعنی وہ تمہیں اس تنگی وسختی سے نمٹنے کی طاقت وقوت، اس سے گلو خلاصی کا راستہ اور حاجت براری کی نعمت عطا فرمائے گا (پس اگر تم یقین کے مرتبہ پر رضا وخوشی کے ساتھ اللہ کی خاطر کوئی کام کر سکتے ہو تو اس کام کو یقیناً کرو کیونکہ بلاشبہ بہت بڑا کام ہے اور اگر تم کوئی ایسا کام نہ کر سکو اور نعمت کی شکرگزاری کا حق پوری طرح ادا نہ کر سکو تو جانو کہ آفات ومصائب میں خواہ تنگی وسختی ہو یا وسعت وخوشحالی اللہ تعالیٰ کا شکرگزار رہنا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی چیز پیش آتی ہے وہ یقیناً نعمت ہی ہوتی ہے اور خواہ ظاہر خواہ باطن کے اعتبار سے اس کے لطف کرم ہی کی ضامن ہوتی ہے لیکن اگر کوئی شخص شکرگزاری کا حق پوری طرح ادا نہ کر سکے تو پیش آنے والی تنگی وسختیت پر صبر کرنا

Marfat.com

چاہئے کیونکہ یہ بھی ایک بڑی فضیلت رکھتا ہے اور جان لو کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب کہ وہ اطاعت حق اور ترک معصیت پر صابر اور ثابت قدم رہے اور وسعت و کشادگی دراصل رنج و الم کے ساتھ ہے یعنی ہر تنگی و سختی کے بعد وسعت و کشادگی آتی ہے اور رنج و غم کے بعد راحت و شادمانی کا دروازہ کھلتا ہے اور بے شک عسرت و سختی کے ساتھ خوش حالی و آسانی بھی ہے یعنی جب کسی آدمی پر سختی و تنگی آتی ہے۔

تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ خوش حالی و آسانی بھی عطا فرماتا ہے اور ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں ہو سکتی یعنی اگر انسان کسی تنگی و سختی میں مبتلا ہو تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ اس کے عوض دو آسانیاں پائے گا ایک تو اسی دنیا میں کہ اللہ تعالیٰ ہر سختی کے بعد آسانی پیدا کرتا ہے اور دوسری آسانی آخرت میں بصورت اجر و ثواب حاصل ہوگی جیسا کہ مسلمانوں کی تاریخ سے ثابت ہے جب کہ وہ دنیا میں تنگی و سختی اور مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے صبر و عزیمت کے ساتھ ان سخت حالات کو برداشت کیا تو اس کے بعد ان کو پہلے تو اس دنیا میں قدرتی مدد و نصرت کے ذریعہ فتح و کامرانی اور عزت و حشمت اور ترفہ و خوشحالی کی نعمت ملی اور پھر انہیں آخرت میں وہاں جنت کی قیمتی راحتیں، بلند مراتب و درجات اور دیدار مولیٰ کی نعمت عظمیٰ حاصل ہوگی۔

معمولی گناہوں سے بھی پرہیز کرنے کا بیان

(63) اَلرَّابِعُ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ، كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

وَقَالَ: "اَلْمُوْبِقَاتُ" : اَلْمُهْلِكَاتُ .

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی زیادہ ہلکے ہوتے ہیں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم انہیں ہلاک کرنے والے اعمال شمار کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) "الموبقات" کا مطلب "ہلاک کرنے والے" ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ایسے ایسے کام کرتے ہو اور ایسی ایسی چیزیں اختیار کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بہت معمولی درجہ کی اور بہت حقیر ہیں، زیادہ سے زیادہ تم ان کو مکروہات میں شمار کرتے ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کام اور وہ چیزیں بڑی نقصان دہ ہیں اور بڑی تباہی کی طرف لے جانے والی ہیں، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگ ایسے کاموں میں شمار کرتے تھے جو اخروی انجام کے اعتبار سے ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں سے بچنے کا بیان

(64) اَلْخَامِسُ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ

63- اخرجه البخاری (6492) وفی الباب عن ابی سعید الخدری وعباد بن قراط رضی اللہ عنہ عن ابہد

Marfat.com

تَعَالٰى يُغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى، اَنْ يَّاْتِيَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
وَ"الْغَيْرَةُ": بِفَتْحِ الْغَيْنِ، وَاَصْلُهَا الْاَنَفَةُ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے' آدمی اس کام کا ارتکاب کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ)

"الْغَيْرَةُ": اس میں غین پر زبر پڑھی جائے گی۔ اور اس کی حقیقت غصے میں آنا ہے۔

کبیرہ گناہوں پر سخت عذاب کی وعید کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے (بھی) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا روایت کی طرح روایت منقول ہے چنانچہ انہوں نے یہ (بھی) فرمایا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو بڑا طویل سجدہ کیا پھر نماز سے فارغ ہوئے تو (آفتاب) روشن ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں کے سامنے) خطبہ ارشاد فرمایا: چنانچہ (پہلے) آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور پھر فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، نہ تو کسی کی موت کی وجہ انہیں گرہن لگتا ہے اور نہ کسی کی پیدائش کی وجہ سے چنانچہ جب تم گرہن دیکھو تو اللہ سے دعا مانگو، تکبیر کہو اور نماز پڑھو نیز اللہ کی راہ میں خیرات کرو۔ پھر فرمایا کہ اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! قسم ہے پروردگار کی اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں ہے۔ جب کہ اس کا کوئی بندہ زنا کرتا ہے یا اس کی کوئی بندی زنا میں مبتلاء ہوتی ہے اور اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! قسم ہے خدا کی، اگر تم لوگ وہ چیز جان لو جو میں جانتا ہوں (یعنی یوم آخرت کی ہولناکی اور پروردگار کا غضب) تو اس میں کوئی شک نہیں تمہارا ہنسنا کم اور تمہارا رونا زیادہ ہو جائے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث، 1457)

اس روایت میں سجدہ کی طوالت، خطبہ، دعا، تکبیر، نماز اور خیرات کرنے کا ذکر و حکم اور حدیث کے آخری الفاظ مزید منقول ہیں جب کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ "غیرت" کے اصل معنی ہیں "اپنے حق میں کسی غیر کی شرکت کو برا جاننا۔" اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کا مطلب ہے "اپنے احکام میں بندوں کی نافرمانی اور امر و نہی کے خلاف کرنے کو برا جاننا۔" ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا کوئی بندہ یا اس کی کوئی بندی جب زنا میں مبتلا ہوتی ہے تو اس معاملہ میں تمہیں جتنی غیرت محسوس ہوتی ہے اور ان دونوں سے تمہیں جتنی نفرت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی غیرت اس سے کہیں زیادہ شدید اور اس کی نفرت تمہاری نفرت سے کہیں زیادہ سخت ہوتی ہے۔

کوڑھی، اندھے اور گنجے کا بیان

(65) اَلسَّادِسُ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ:

64-اخرجه البخاری (5223) و مسلم (2761) واحمد (3/8527) والطيالسی (2357) والترمذی (1168) وابن حبان (293)

65-اخرجه البخاری (3464) و (6653) و مسلم (2964) و ابن حبان (314)

Marfat.com

"إِنَّ ثَلَاثَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ: أَبْرَصَ، وَأَقْرَعَ، وَأَعْمَى، أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا، فَأَتَى الْأَبْرَصَ، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ، وَجِلْدٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ؛ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا. فَقَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْإِبِلُ - أَوْ قَالَ: الْبَقَرُ شَكَّ الرَّاوِي - فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ، فَقَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا.

فَأَتَى الْأَقْرَعَ، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عَنِّي هٰذَا الَّذِي قَذِرَنِي النَّاسُ؛ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ، فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا، وَقَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا.

فَأَتَى الْأَعْمَى، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: أَنْ يَرُدَّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ النَّاسَ؛ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللَّهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْغَنَمُ، فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا، فَأَنْتَجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا، فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ.

ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ، وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ، وَالْمَالَ، بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي، فَقَالَ: الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ. فَقَالَ: كَأَنِّي أَعْرِفُكَ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللَّهُ!؟ فَقَالَ: إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ.

وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ هٰذَا، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ.

وَأَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي؟ فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدَّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللَّهِ مَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلَّهِ - عَزَّ وَجَلَّ -. فَقَالَ: أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ. فَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ، وَسَخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَ"النَّاقَةُ الْعُشَرَاءُ" بِضَمِّ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الشِّينِ وَبِالْمَدِّ: هِيَ الْحَامِلُ. قَوْلُهُ:
"أَنْتَجَ" وَفِي رِوَايَةٍ: "فَنَتَجَ" مَعْنَاهُ: تَوَلَّى نِتَاجَهَا، وَالنَّاتِجُ لِلنَّاقَةِ كَالْقَابِلَةِ لِلْمَرْأَةِ. وَقَوْلُهُ: "وَلَّدَ هٰذَا" هُوَ بِتَشْدِيدِ اللَّامِ: أَيْ تَوَلَّى وِلَادَتَهَا، وَهُوَ بِمَعْنَى أَنْتَجَ فِي النَّاقَةِ، فَالْمُوَلِّدُ، وَالنَّاتِجُ، وَالْقَابِلَةُ بِمَعْنًى؛ لٰكِنْ هٰذَا لِلْحَيَوَانِ وَذَاكَ لِغَيْرِهِ. وَقَوْلُهُ: "انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ" هُوَ

Marfat.com

بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ : اَیِ الْاَسْبَابُ ۔ وَقَوْلُهٗ : "لَا اَجْهَدُكَ" مَعْنَاهُ : لَا اَشُقُّ عَلَيْكَ فِیْ رَدِّ شَیْءٍ تَاْخُذُهٗ اَوْ تَطْلُبُهٗ مِنْ مَّالِیْ ۔

وَفِیْ رِوَايَةِ الْبُخَارِیِّ : "لَا اَحْمَدُكَ" بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمِيْمِ وَمَعْنَاهُ : لَا اَحْمَدُكَ بِتَرْكِ شَیْءٍ تَحْتَاجُ اِلَيْهِ، كَمَا قَالُوْا : لَيْسَ عَلٰی طُوْلِ الْحَيَاةِ نَدَمٌ : اَیْ عَلٰی فَوَاتِ طُوْلِهَا ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ بنی اسرائیل میں تین لوگ تھے ایک برص کا مریض تھا ایک گنجا تھا اور ایک اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں آزمانے کا ارادہ کیا ان کی طرف ایک فرشتے کو بھیجا وہ پہلے برص کے مریض کے پاس گیا۔ اس نے دریافت کیا تمہارے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کیا ہے۔ اس نے کہا اچھا رنگ اور اچھی جلد چونکہ لوگ اس وجہ سے مجھے ناپسند کرتے ہیں۔ اس فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اس کی بیماری ٹھیک ہوگئی۔ اسے اچھا رنگ اور اچھی جلد دے دی گئی۔ فرشتے نے دریافت کیا تمہیں کون سا مال محبوب ہے اس نے جواب دیا: اونٹ (راوی کو شک ہے یا شاید) گائے کہا۔ یہ شک اس بارے میں ہے' برص کے مریض اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کا نام لیا تھا اور ایک نے گائے کا۔ اسے حاملہ اونٹنیاں دے دی گئیں۔ فرشتے نے کہا تمہارے لئے ان میں برکت ہو' پھر وہ گنجے کے پاس آیا اور دریافت کیا: تمہیں کون سی چیز زیادہ محبوب ہے۔ اس نے جواب دیا: اچھے بال اور مجھ سے یہ بیماری ختم ہو جائے۔ جس کی وجہ سے لوگ مجھے ناپسند کرتے ہیں فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کی بیماری ختم ہوگئی اور اسے اچھے بال مل گئے۔ فرشتے نے دریافت کیا تمہیں کون سا مال پسند ہے اس نے کہا گائے فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں برکت دے۔

پھر وہ اندھے کے پاس آیا اور دریافت کیا تمہارے نزدیک کون سی چیز پسندیدہ ہے۔ اُس نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی واپس کر دے اور میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس کر دی۔ فرشتے نے کہا تمہارے نزدیک کون سا مال زیادہ محبوب ہے۔ اس نے کہا بکریاں، فرشتے نے اسے بچے دینے والی بکریاں دے دیں۔ ان سب جانوروں کے بہت سے بچے ہوگئے۔ جن میں سے ہر ایک کے پاس بہت سارے اونٹ اور گائے ہوگئیں اور بہت سی بکریاں ہوگئیں۔ پھر وہ فرشتہ برص کے مریض کے پاس ایک اور شکل میں آیا اور بولا: میں ایک غریب آدمی ہوں میرا سفر کا سامان ختم ہو گیا ہے۔ اب میں اللہ کے سہارے ہی اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہوں۔ میں تم سے اس اللہ کے واسطے سے مانگتا ہوں جس نے تمہیں اچھی جلد اور اچھا رنگ عطا کیا اور مال کے طور پر اونٹ عطا کیے ہیں' تم میرے سفر کے بارے میں میری امداد کرو اس برص کے مریض نے جواب دیا: بھئی میرے اپنے بہت سے خرچ ہیں۔ فرشتے نے اس سے کہا میرا خیال ہے میں تمہیں جانتا ہوں تم وہی برص کے مریض ہو جسے لوگ غریب سمجھ کر ناپسند کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمتیں عطا کی ہیں وہ بولا یہ تو ہمیں باپ دادا کی طرف سے ملتی چلی آ رہی ہیں۔ فرشتے نے کہا اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت میں کر دے۔ جس حالت میں تم پہلے تھے پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اسی صورت اور اسی حالت میں اس سے بھی یہی بات کہی جو پہلے سے کہی تھی اس نے وہی جواب دیا: جو پہلے نے دیا تھا۔ تو فرشتے نے کہا اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت میں کر دے۔ جس میں تم پہلے تھے۔

Marfat.com

پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اسی شکل اور حالت میں اور بولا: میں ایک غریب آدمی ہوں مسافر ہوں میرا سفر کا سامان ختم ہو گیا ہے اب اللہ کے سہارے ہی گھر پہنچ سکتا ہوں میں اس ذات کے واسطے سے تم سے مانگتا ہوں جس نے تمہیں بینائی عطا کی اور بکریاں عطا کی ہیں، تم سفر کے سامان کے بارے میں میری مدد کرو تا کہ میں اپنی منزل تک پہنچ جاؤں۔ اندھے نے جواب دیا: میں پہلے اندھا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے بینائی عطا کی میں غریب آدمی تھا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے غنی کر دیا تم جو چاہو وصول کر لو اللہ کی قسم! آج میں کسی چیز کے بارے میں تم سے پوچھوں گا نہیں۔ فرشتے نے کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا تھا وہ تم سے راضی ہو گیا ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا ہے۔

''النَّاقَةُ الْعُشَرَاءُ'': اس میں عین پر پیش پڑھی جائے گی اور شین پر زبر پڑھی جائے گی، جو مد کے ہمراہ ہو گی۔ اس سے مراد حاملہ اونٹنی ہے۔

''اَنْتَجَ'': اور ایک روایت میں ''فَنَتَجَ'' ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے، وہ بچے کو جنم دینے والی ہو۔ ''الناتج'' اونٹنی کے لئے اسی طرح استعمال ہوتا ہے جیسے ''القابله'' عورت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

''وَلَّدَ هٰذَا'': اس میں لام پر شد ہے یعنی وہ بچے کو جنم دینے والی ہو۔ اور یہ ''انتج فی الناقة'' کا معنی رکھتی ہے۔

فالمولد، والناتج، والقابلة: تینوں کا ایک ہی مطلب ہے، لیکن یہ حیوان کے لئے استعمال ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

''انْقَطَعَتْ بی الْحِبَالُ'': اس میں ''ح'' اور ''ب'' ہے۔ اور اس کا مطلب اسباب ہے۔

''لا اَجْهَدُكَ'': اس کا مطلب ہے، میں تمہیں پریشانی کا شکار نہیں کروں گا کہ تم نے میرے مال میں سے جو چیز لی یا طلب کی تم اسے واپس کر دو۔

''لا اَحْمَدُكَ'': اس میں ''ح'' اور ''م'' ہے۔ یعنی تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو اگر تم اسے ترک کر دو تو میں تمہاری تعریف نہیں کروں گا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے

لَيْسَ عَلٰى طولِ الحياة ندم، لمبی زندگی پر کوئی ندامت نہیں ہوتی۔ یعنی اگر وہ لمبی زندگی نصیب نہ ہو۔

نفسانی خواہشات کی مذمت کا بیان

(66) اَلسَّابِع: عَنْ اَبِیْ يَعْلٰى شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ''اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ، وَعَمِلَ لِمَا بعدَ الْمَوتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: ''حَدِيْثٌ حَسَنٌ''. قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَغَيْرُهَا مِنَ الْعُلَمَآءِ: مَعْنٰى ''دَانَ نَفْسَهٗ'':

66- ترمذی، احمد، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، ترمذی نے علماء سے نقل کیا کہ دان کا معنی محاسبہ کرنا۔ پھر نہایہ میں اس کی تفسیر تابع سے کی گئی ہے اور محاسبہ بھی اس کا ایک معنی ہے۔ (القاموس) کشاف نے انا لمدینون کی تفسیر یعنی مربوب من الدین، قرض سے پلا ہوا۔ یہ سیاست بمعنی تدبیر سے ہے اور اس روایت کا یہی معنی ہے۔ حسن من دان نفسہ تدبیر والا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو مطیع رکھے

Marfat.com

حَاسَبَهَا ۔

✧✧ حضرت ابویعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: 'عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد (کی زندگی) کیلئے عمل کرے اور عاجز (بیوقوف) وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے لے جائے اور اللہ تعالیٰ (کی بخشش) کی آرزو کرے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ امام ترمذی اور دیگر علماء نے یہ بات بیان کی ہے ''دان نفسہ'' کا مطلب اس کا محاسبہ کرنا ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق (جن وانس) کو اندھیرے میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنے نور کا پرتو ڈالا، لہٰذا جس کو اس نور کی روشنی میسر آ گئی وہ راہ راست پر لگ گیا اور جو اس کی مقدس شعاعوں سے محروم رہا وہ گمراہی میں پڑا رہا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ تقدیر الٰہی پر قلم خشک ہو چکا ہے (کہ اب تقدیر میں تغیر وتبدل ممکن نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث، 97)

اندھیرے سے مراد نفس امارہ کی ظلمت ہے کہ انسان کی جبلت میں خواہشات نفسانی اور غفلت کا مادہ رکھا تھا لہٰذا جس کا قلب و دماغ ایمان واحسان کی روشنی سے منور ہو گیا اور اس نے طاعت الٰہی سے اللہ کی ذات کا عرفان حاصل کرلیا تو وہ نفس امارہ کے مکرو فریب اور اس کی ظلمت سے نکل کر اللہ پرستی ونیکوکاری کے لالہ زار میں آ گیا اور جو اپنے نفس کے مکر وفریب میں پھنس کر طاعت الٰہی کے نور سے محروم رہا وہ گمراہی میں پڑا رہ گیا۔

راوی حدیث شداد بن اوس کے احوال کا بیان

شداد بن اوس: یہ شداد بن اوس بن ثابت خزرجی انصاری ہیں ان کی کنیت ابویعلیٰ ہے۔ یہ فاروق اعظم کے امراء میں سے ہیں یہ حمص کے گورنر رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور عبادت کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ یہ بڑے فصیح' حوصلہ مند اور دانشور آدمی تھے۔ ۵۸ ہجری میں بیت المقدس میں ان کی وفات ہوئی۔ ان سے پچاس احادیث منقول ہیں۔

بے فائدہ کاموں کو ترک کردینے کا بیان

(67) اَلثَّامِنُ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ'' حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَغَيْرُهُ ۔

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کے اسلام کی خوبی میں یہ بات شامل ہے' وہ بے فائدہ (کاموں اور باتوں) کو ترک کر دے۔

67- اخرجه الترمذی (2324) و (2325) وابن ماجه (3976) من طرف يشد بعضها بعضا

یہ حدیث حسن ہے اسے امام ترمذی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

گناہ کی علامت ونشاندہی کا بیان

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ) ایمان کی سلامتی کی علامت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جب تمہاری نیکی تمہیں بھلی لگے۔ اور تمہاری برائی تمہیں بری لگے تو (سمجھو کہ) تم (پکے) مومن ہو، پھر اس آدمی نے پوچھا، یارسول اللہ! گناہ (کی علامت) کیا ہے؟ آنحضور صلی اللہ عنہ نے فرمایا! جب کوئی بات تمہارے دل میں کھٹک اور تردد پیدا کرے (تو سمجھو کہ وہ گناہ ہے) لہٰذا اس کو چھوڑ دو۔"

(مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث، 41)

سوال کا مقصد یہ تھا کہ کوئی ایسی واضح علامت بتادی جائے جس کے ذریعہ ایمان کی سلامتی واستقامت کا اندازہ کیا جاسکے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اپنے اندر یہ کیفیت پاؤ کہ جب کوئی اچھا کام کرتے ہو تو تمہارا قلب ودماغ اس کام کی بھلائی کو خود محسوس کرتا ہے اور ایک خاص قسم کی طمانیت اور آسودگی پاتا ہے۔ احساس وشعور کی دنیا اللہ کی طرف سے نیکی کی توفیق اور مدد پانے پر فرحاں وشاداں اور رب کریم کی خوشنودی وقربت کی طلب گاری وامیدواری سے معمور ہو جاتی ہے۔ یا یہ کہ جب بتقضائے بشریت تم سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جاتا ہے جو واضح طور پر گناہ ومعصیت کا کام سمجھا جاتا ہے تو فوراً تمہارا دل اللہ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور پروردگار کی ناراضگی کا احساس کر کے شرمسار ونادم ہو جانا تو سمجھ لو کہ ایمان تمہارے دل ودماغ میں رچ بس گیا ہے اور تم پکے مومن ہو گئے۔ کیونکہ نیکی اور بدی کے درمیان امتیاز کرنا اور ثواب اور گناہ کا احساس وشعور پیدا کرنا صرف ایمان کے خلاصہ ہے۔

اخروی جزا اور سزا اعتقاد جو قلب مومن میں ہوتا ہے، وہ غیر مومن کے قلب میں نہیں ہوتا۔ دوسرے سوال کا مطلب دراصل یہ تھا کہ مومن کو اپنی روزمرہ زندگی میں بعض ایسی چیزوں سے واسطہ پڑ جاتا ہے جن کے بارہ میں واضح طور پر علم نہیں ہوتا کہ آیا یہ چیز شرعی نقطہ نظر سے برائی کے حکم میں ہے اور اس سے کوئی گناہ لازم آتا ہے یا اس کو اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے تو ایسے مشتبہ عمل کی برائی یا بھلائی کو پہچاننے کی علامت کیا ہے؟ اس کے جواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ سچے اور پاکباز مومن کا قلب دراصل فطرت کی ایسی پاکیزہ لوح ہے جس پر صرف اسلامی اطاعت وفرمانبرداری اور نیکی وبھلائی ہی کے نقوش ابھر سکتے ہیں۔

اگر گناہ ومعصیت کا ہلکا سا دھبہ بھی وہاں پہنچتا ہے تو اس کو کوئی جگہ نہیں ملتی اور وہ کھٹک وتردد کی صورت میں منڈلاتا پھرتا ہے پس کسی بھی عمل اور چیز کے بارے میں اگر یہ کیفیت ظاہر ہو کہ فطرت سلیم اس کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتی، قلب اس کا بوجھ محسوس کرتا ہے اور دماغ میں خلش وتردد پیدا ہو گیا ہے تو جانو کہ وہ عمل برائی کا حامل ہے اور گناہ ومعصیت کو لازم کرنے والا ہے اور نجات وفلاح اسی میں ہے کہ اس چیز کو فوراً چھوڑ دیا جائے یہی وجہ ہے کہ ارباب باطن اور اولیاء اللہ قلب ودماغ کی صفائی اور پاکیزگی کی بناء پر کسی عمل کی پوشیدہ ترین برائی کو بھی پہچان لیتے ہیں اور کسی بھی ایسی چیز کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے جو گناہ معصیت کا ہلکا سا شائبہ

بھی رکھتا ہو۔

ان کے ہاں "مشتبہ عمل" سے بھی اس درجہ کا اجتناب برتا جاتا ہے، جتنا اجتناب وہ کھلے ہوئے برے اعمال سے کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا دل و دماغ برائی کے شائبہ کو بھی بھانپ لیتا ہے اور ان کا اطمینان قلب اور عمل کا سرور صرف اسی صورت میں حاصل ہوتا ہے جب ان کا کوئی قدم راہ مستقیم سے ہٹا ہوا نہیں ہوتا اور ان کا کوئی کام دین وشریعت کی روح کے منافی نہیں ہوتا۔

بیوی کو ادب سکھانے کا بیان

(68) اَلتَّاسِعُ : عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا یُسْأَلُ الرَّجُلُ فِیْمَ ضَرَبَ امْرَأَتَہُ" رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وغیرہ ۔

✧✧ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ آدمی اپنی بیوی کی جو پٹائی کرتا ہے اس پر اس سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

بیوی کو سزا کے طور پر مارنے کا بیان

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ سعد بن ربیع کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ نقباء (سرداروں) میں سے تھے ان کی بیوی حبیبہ بنت زید بن ابی ہریرہ تھی یہ دونوں انصار میں سے تھے ایک مرتبہ ان کی بیوی نے ان کی نافرمانی کی تو انہوں نے اسے طمانچہ مارا بیوی اپنے والد کے ساتھ نبی کی خدمت میں آئی اور والد نے کہا کہ میں نے اپنی محبوب بیٹی اس کے نکاح میں دی اور وہ اسے طمانچہ مارتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اپنے شوہر سے قصاص لے گی۔

چنانچہ یہ اپنے والد کے ساتھ شوہر سے قصاص لینے کے لیے گئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس لوٹو یہ جبرائیل ہمارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے اور آپ نے فرمایا ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے بھی ایک بات کا ارادہ کیا اور جس چیز کا ارادہ اللہ نے فرمایا وہی بہتر ہے اور یہ فرما کر قصاص کو ختم کر دیا۔ (قرطبی 5-168)

جہنی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طمانچہ مارا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لے کر گئی اور اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے گئی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری عزیزہ کو طمانچہ مارا ہے تو آپ فرمانے لگے کہ قصاص لیا جائے گا اور کوئی فیصلہ نہ کیا جائے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ

مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں اس لیے کہ خدا نے بعض کو بعض پر افضل بنایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے ایک بات کا ارادہ

68- ضعیف الاسناد- لجهالة عبد الرحمن المسلی- واخرجه احمد (1/122) وابو داؤد (2147) وابن ماجه (1986) والطیالسی (47) وعبد بن حمید (37) والبزار (239) والنسائی فی الکبری (9168) و صححه الحاکم فی البر والصلة (4/7342) واقره الذهبی فی التخلیص ولیس کما قالا

Marfat.com

کیا اور اللہ نے اس کے سوا دوسری بات کا ارادہ فرمایا۔ (سیوطی 71، طبری 5۔37)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ اپنی بیوی صاحبہ کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس خاوند نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔

پس آپ نے بدلہ لینے کا حکم دیا ہی تھا جو یہ آیت اتری اور بدلہ نہ دلوایا گیا ایک اور روایت کہ ایک انصار رضی اللہ عنہ اپنی بیوی صاحبہ کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس خاوند نے مجھے تھپڑ مارا جس کا نشان اب تک میرے چہرے پر موجود ہے آپ نے فرمایا اسے حق نہ تھا وہیں یہ آیت اتری کہ ادب سکھانے کے لئے مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

گوشہ نشینی کے افضل ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لے اور جب کسی کی خوفزدہ آواز یا کسی کے فریاد کرنے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جائے اور (اس خوفزدہ یا فریاد رس کی آواز کی طرف دوڑتا ہوا چلا جائے اور اپنی موت کو یا اس جگہ کو تلاش کرتا پھرے جہاں موت کا گمان ہو (یعنی جب وہ کسی کی خوفزدہ چیخ و پکار یا فریاد و مدد چاہنے والے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ چل پڑے اور اس آواز کو تلاش کرتا پھرے تاکہ موقع پر پہنچ کر فریاد کرنے والے کی مدد کرے اور اس بات سے نہ ڈرے کہ کہیں میری جان پر نہ بن جائے اور مجھے اپنی سی زندگی سے ہاتھ نہ دھونا پڑے یا بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو کچھ بکریوں کے ساتھ ان پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑ کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی ایک وادی میں اقامت گزین ہے اور نماز پڑھتا ہے اور " اگر وہ بکریاں حد نصاب کو پہنچتی ہیں تو ان کی زکوۃ ادا کرتا ہے اور پروردگار کی عبادت و بندگی میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت آ جائے اور یہ شخص انسانوں کا بشر یک نہیں ہے بلکہ صرف بھلائی کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 916)

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دنیا والوں سے الگ تھلگ رہ کر ان کی برائیوں اور ان کے فتنہ و شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے اور اپنے فتنہ و شر سے دنیا والوں کو بچاتا ہے۔ اس حدیث کا حاصل دراصل دشمنان دین کے مقابلہ پر جہاد اپنے نفس و شیطان سے مجاہدہ اور دنیا کی فانی لذتوں اور نفس کی باطل خواہشات و شہوات سے اجتناب کی طرف راغب کرتا ہے نیز اس بات کی آگاہی دیتا ہے کہ اگر دین کی تائید اور شریعت کی تقویت کے لئے لوگوں کے درمیان رہن سہن اختیار کرے تو بہتر ہے ورنہ (اگر دنیا والوں کے درمیان رہنے سہنے سے دین و شریعت کو نقصان پہنچنے اور ایمان کے کمزور ہو جانے کا خوف ہو) تو گوشہ عافیت اختیار کرے۔

لوگوں سے اختلاط کے افضل ہونے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو مسلمان لوگوں کے ساتھ ربط و

Marfat.com

اختلاط رکھے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرے وہ افضل ہے اس شخص سے جو لوگوں سے ربط واختلاط نہ رکھے اور ان کی اذیتوں پر صبر نہ کرے۔(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1016)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے ساتھ ربط واختلاط اور میل جول رکھنا عزلت وتنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرنے سے افضل ہے چنانچہ اکثر تابعین اس پر عامل تھے اور یہ چیز امر بالمعروف ونہی عن المنکر، خیر و بھلائی کے پھیلانے، باہمی امداد و تعاون اور دین واسلام کی استعانت کے اعتبار سے بھی زیادہ کامل اور زیادہ افضل ہے، رہی یہ بات کہ عزلت وگوشہ نشینی کے بارے میں بھی احادیث منقول ہیں جس سے عزلت وگوشہ نشینی کا افضل وبہتر ہونا ثابت ہوتا ہے تو اس سلسلے میں اس حقیقت کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اس اختلاف کا تعلق زمان ومکان اور لوگوں کے احوال کے اختلاف سے ہے یعنی بعض موقعہ ومقام اور بعض لوگوں کے حالات کا تقاضا یہ ہوتا کہ ان کے ساتھ ربط واختلاط رکھا جائے چنانچہ ایسی صورت میں لوگوں سے ملنا جلنا عزلت وگوشہ نشینی اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنا ہی افضل وبہتر ہوتا ہے، تاہم اس بارے میں جس درمیانی راہ کو اختیار کرنے کی ہدایت ہے وہ یہ ہے کہ ذہنی طور پر ضروری اور ناگزیر حالات کے علاوہ باقی اوقات میں عوام الناس سے الگ تھلگ رہا جائے اور جمعہ ان کے ساتھ اکٹھا ہونے پر اکتفا کیا جائے۔

البتہ خواص یعنی صالحین وغیرہ کے ساتھ برابر ربط واختلاط رکھا جائے اور ان سے عزلت وگوشہ نشینی اختیار نہ کی جائے لیکن عوام الناس سے عزلت وگوشہ نشینی اختیار کرنا اس صورت میں سودمند ہوگا جبکہ باعث عمل حاصل کیا جا چکا ہو اور زہد وتوکل کا وہ درجہ نصیب ہو گیا ہو جہاں پہنچ کر انسان مخلوق سے بالکل بے نیاز ہو جاتا ہے اور کسی طرح کی طمع وخواہش نہیں رکھتا اسی لئے بعض عارفین نے کہا کہ عزلت وگوشہ نشینی بغیر علم کے ذلت ورسوائی ہے اور بغیر زہد وقناعت کے علت وخرابی ہے چنانچہ کامل صوفیاء جیسے نقشبندیہ، شاذلیہ اس طریقہ پر عامل تھے کہ وہ لوگوں سے الگ تھلگ بھی رہتے تھے اور پھر ان سے ربط واختلاط بھی رکھتے تھے۔

فتنوں کے وقت گوشہ نشینی اختیار کرنے کے افضل ہونے کا بیان

حضرت ام مالک بہزیہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ ایک دن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر فرمایا اور اس کو قریب تر کیا تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس فتنے کے زمانے میں سب سے بہتر کون شخص ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانے میں سب سے بہتر شخص وہ ہوگا جو اپنے مویشیوں کی دیکھ بھال اور ان کے گھاس چارے کے انتظام میں مصروف رہے ان کا حق ادا کرے یعنی ان پر جو زکوۃ اور شرعی ٹیکس وغیرہ واجب ہو، اس کو ادا کرے اور اپنے رب کی بندگی میں مشغول رہے اور وہ شخص بھی سب سے بہتر ہوگا جو اپنے گھوڑے کا سر یعنی اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار اس کی باگ پکڑے کھڑا ہو اور دشمنان دین کو سوف زدہ کرتا ہو اور دشمن اس کو ڈراتے ہوں۔(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1332)

بہزیہ (ب کے زبر اور ہ کے جزم کے ساتھ) ابن امرء القیس کی طرف منسوب ہے، حضرت ام مالک ایک صحابیہ ہیں اور حجازیہ کہلائی جاتی ہیں۔ "اور اس کو قریب تر کیا" کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس فتنہ کا ذکر فرمایا تو اس بات سے باخبر کیا کہ وہ فتنہ بالکل قریب ہے اور سامنے آنے والا ہے۔ اور طیبی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اس فتنہ کو بہت تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور چونکہ یہ ایک عام اسلوب ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے سامنے کسی چیز کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے اور اس کی خصوصیات وعلامات کو زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ واضح کرتا ہے تو گویا وہ اس چیز کو مخاطب کے ذہن یا مشاہدہ کے قریب تر کر دیتا ہے، چنانچہ وہ مخاطب اس چیز کو نہ صرف اپنے ذہن وخیال میں جاگزیں پاتا ہے بلکہ وہ خارج میں بھی ایسا محسوس کرنے لگتا ہے جیسے وہ چیز اپنی شکل وصورت کے ساتھ اس کے بالکل قریب موجود ہے۔

"جو شخص اپنے مویشیوں میں رہے" کا مطلب یہ ہے کہ اس فتنہ کے زمانے میں جب کہ مسلمانوں کے باہمی قتل وقتال اور محاذ آرائی کا بازار گرم ہو جائے گا، فلاح یاب شخص وہی ہوگا جو فتنوں کی باتوں سے لاتعلق اور دنیا والوں سے بیگانہ رہ کر اور گوشہ عافیت اختیار کر کے بس اپنے جائز کاروبار میں مشغول اور اپنے معاملات کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوگا، اس پر اس کے کاروبار اور معاملات کے تئیں شریعت کے جو حقوق عائد ہوتے ہوں ان کو ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے گا اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ اور اس کی عبادت میں منہمک رہے گا۔

یہ ارشاد گرامی گویا قرآن کریم کی ان آیات (ففروا الی الله ، وتبتل الیه تبتیلا . اور والیه یرجع الامر کله فاعبده وتوکل علیه وما ربك بغافل عما تعملون) کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ "جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوا لخ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اس فتنہ وفساد میں الجھنے اور آپس میں ہی ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہونے کے بجائے، اپنی طاقت وتوانائی ان لوگوں کے خلاف استعمال کرنے کی طرف متوجہ ہو جو دین اسلام کے اصل دشمن ومخالف ہیں اور ان سے نبرد آزمائی میں لگ جائے یہ چیز نہ صرف یہ کہ دین وملت کی اصل خدمت ہونے کی وجہ سے اجر وثواب کا مستحق بنائے گی بلکہ اس فتنہ سے بچانے کا بہترین ذریعہ بھی ثابت ہوگی۔

بَابٌ فِی التَّقْوٰی

باب 6: پرہیزگاری کا بیان

لفظ تقویٰ کے معنی ومفہوم کا بیان

لفظ تقوی اصل عربی زبان میں بچنے اور اجتناب کرنے کے معنی میں آتا ہے، اس کا ترجمہ ڈرنا بھی اس مناسبت سے کیا جاتا ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ڈرنے ہی کی چیزیں ہوتی ہیں، تاکہ ان سے عذاب الٰہی کا خطرہ ہے، وہ ڈرنے کی چیز تقوی کے کئی درجات ہیں، ادنی درجہ کفر وشرک سے بچنا ہے، اس معنی کے لحاظ سے ہر مسلمان کو متقی کہا جاسکتا ہے، اگرچہ گناہوں میں مبتلا ہو۔

طاقت کے مطابق تقویٰ اختیار کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ ﴾ [آل عمران : 102]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے''۔

Marfat.com

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن : 16]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم سے جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرو''۔

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ مُبَيِّنَةٌ لِلْمُرَادِ مِنَ الْاُوْلٰى .

امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے پہلے والی آیت سے مراد کیا ہے۔

شرح

اس معنی کے لئے بھی قرآن میں کئی جگہ لفظ متقین اور تقوی استعمال ہوا ہے۔ دوسرا درجہ جو اصل میں مطلوب ہے وہ ہے اس چیز سے بچنا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ نہیں، تقوی کے فضائل و برکات جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں وہ اسی درجہ پر موعود ہیں۔

تیسرا درجہ تقوی کا اعلیٰ مقام ہے جو انبیاء علیہم السلام اور ان کے خاص نائبین اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے کہ اپنے قلب کو ہر غیر اللہ سے بچانا اور اللہ کی یاد اور اس کی رضا جوئی سے معمور رکھنا، مذکورہ آیت میں اتقوا اللہ کے بعد حق تقاتہ کا کلمہ بڑھا دیا گیا ہے کہ تقوی کا وہ درجہ حاصل کرو جو حق ہے تقوی کا۔

حق تقوی کیا ہے؟ اس کی تفسیر حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ربیع اور قتادہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہم نے یہ فرمائی ہے جو مرفوعاً خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے "حق تقاته هو ان يطاع فلا يعصى و يذكر فلا ينسى ويشكر فلا يكفر"

(تفسیر بحر محیط، آل عمران، بیروت)

حق تقوی یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت ہر کام میں کی جائے کوئی کام اطاعت کے خلاف نہ ہو اور اس کو ہمیشہ یاد رکھیں کبھی بھولیں نہیں اور اس کا شکر ہمیشہ ادا کریں کبھی ناشکری نہ کریں۔ اسی مفہوم کو ائمہ تفسیر نے دوسرے عنوانات سے بھی ادا کیا ہے، مثلاً بعض نے فرمایا کہ حق تقوی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت اور برائی کی پروا نہ کرے اور ہمیشہ انصاف پر قائم رہے، اگرچہ انصاف کرنے میں خود اپنے نفس یا اپنی اولاد یا ماں باپ ہی کا نقصان ہوتا ہو، اور بعض نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک حق تقوی ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے۔

اور قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں جو اتقوا اللہ ما استطعتم ہے یعنی اللہ سے ڈرو جتنا تمہاری قدرت میں ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ درحقیقت حق تقاتہ کی ہی تفسیر و تشریح ہے اور مطلب یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں سے بچنے میں اپنی پوری توانائی اور طاقت صرف کر دے تو حق تقوی ادا ہو گیا، اگر کوئی شخص اپنی پوری توانائی صرف کرنے کے بعد کسی ناجائز میں مبتلا ہو ہی گیا تو وہ حقوق تقوی کے خلاف نہیں۔

تقویٰ اور قول سدید کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴾ (الاحزاب : 70)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صاف (یعنی سچی) بات کہو''۔

قول سدید کی تفسیر بعض نے صدق کے ساتھ کی، بعض نے مستقیم اور بعض نے صواب وغیرہ سے کی۔ ابن کثیر نے سب کو نقل کر کے فرمایا کہ سب حق ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم نے اس جگہ صادق یا مستقیم وغیرہ کے الفاظ چھوڑ کر سدید کا لفظ اختیار فرمایا، کیونکہ لفظ سدید ان تمام اوصاف کا جامع ہے۔ اسی لئے کاشفی نے روح البیان میں فرمایا کہ قول سدید وہ قول ہے جو سچا ہو جھوٹ کا اس میں شائبہ نہ ہو، صواب ہو جس میں خطاء کا شائبہ نہ ہو، ٹھیک بات ہو، ہزل یعنی مذاق و دل لگی نہ ہو، نرم کلام ہو دلخراش نہ ہو۔

وَالْاٰیَاتُ فِی الْاَمْرِ بِالتَّقْوٰی کَثِیْرَۃٌ مَّعْلُوْمَۃٌ،

تقویٰ کے حکم کے بارے میں بہت سی آیات ہیں جو معلوم ہیں۔

تقویٰ اختیار کرنے والے کیلئے راہ بننے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ﴾ (الطلاق : 3-2)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ بنا دے گا اور اسے اس طرح رزق عطا کرے گا جو اس کے گمان میں بھی نہ ہو''۔

شرح

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ محض اسی آیت پر عمل کریں تو ان کے حق میں وہی ایک آیت کافی ہو جائے اور ان کو دیگر وظائف و اوراد کی ضرورت نہ رہے وہ آیت یہ ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الایۃ۔ یعنی جو شخص اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لئے دنیا اور آخرت کے غموں سے نجات کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے تعب و مشقت اور فکر و تردد کئے بغیر روزی دیتا ہے جہاں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ (ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1233)

پوری آیت کہ جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا یوں ہے۔ آیت (وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا) 65۔ الطلاق: 2-3)۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لئے نجات کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اپنے امور و معاملات میں اللہ پر توکل و اعتماد کرے تو وہ دونوں جہاں میں اس کے لئے کافی ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو پہنچنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے اندازہ مقرر کیا ہے۔

پس آیت (ومن یتق اللہ سے حیث لا یحتسب تک میں تو اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے دنیا و آخرت کے اس کے ان تمام امور و معاملات میں کافی ہو جاتا ہے جن سے وہ ڈرتا ہے اور جو اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتے ہیں بایں طور کہ اس کو ایسی تمام چیزوں سے محفوظ و مامون رکھا جاتا ہے۔

اور و من یتوکل علی اللہ سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہ شخص اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ و اعتماد کر کے دنیا و آخرت کی نعمتوں کا

Marfat.com

طلبگار و متلاشی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے بایں طور کہ اس کو وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ ان اللہ بالغ امرہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو پہنچنے والا ہے سے مراد یہ ہے کہ وہ قادر مطلق اپنے احکام اور فیصلوں کو جاری اور نافذ کرنے والا ہے، یعنی اس کو ہر طرح کا حکم وفیصلہ جاری کرنے کے کلی اختیار بھی حاصل ہے اور وہ اپنے ہر حکم وفیصلہ کو نافذ کرنے کی پوری طاقت وقدرت بھی رکھتا ہے، کیونکہ جب یہ جان لیا گیا کہ از قسم رزق اور اس کے مانند ہر چیز تقدیر الٰہی اور توفیق الٰہی ہی سے تعلق رکھتی ہے کہ انسان جس چیز کی بھی خواہش وطلب رکھتا ہے وہ اس کے حکم وفیصلہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، تو اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا کہ انسان قضاوقدر کے آگے سر تسلیم خم رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر توکل واعتماد کرے۔

نوجوان اور تقویٰ اختیار کرنے کی برکت کا بیان

حضرت ابو عبد اللہ بلخی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں بنی اسرائیل میں ایک نوجوان تھا جس سے زیادہ حسن وجمال والا کوئی نوجوان کبھی دیکھا نہ گیا، وہ ٹوکریاں بیچا کرتا تھا۔ ایک دن یوں ہوا کہ وہ اپنی ٹوکریاں لے کر (انہیں بیچنے کے لئے) گھوم رہا تھا کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے محل سے ایک عورت نکلی، جب اس نے نوجوان کو دیکھا تو جلدی سے واپس لوٹ گئی اور بادشاہ کی شہزادی سے کہا: میں نے گھر سے ایک نوجوان کو ٹوکریاں بیچتے ہوئے دیکھا (وہ اتنا خوبصورت ہے کہ) میں نے اس سے زیادہ حسین وجمیل نوجوان کبھی نہیں دیکھا۔ (یہ سن کر) شہزادی نے کہا: اسے لے آو۔ وہ عورت اس کے پاس گئی اور کہا: اے نوجوان! اندر آ جاو، ہم تم سے خریداری کریں گے۔ نوجوان (محل میں) داخل ہوا تو عورت نے اس کے پیچھے دروازہ بند کر دیا، پھر اس سے کہا: داخل ہو جاو۔ وہ داخل ہوا تو اس نے پیچھے سے دوسرا دروازہ بند کر دیا، پھر وہ عورت نوجوان کو شہزادی کے سامنے لے گئی جس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا ہوا تھا اور اس کا سینہ بھی عُریاں تھا۔ (جب نوجوان نے شہزادی کو اس حالت میں دیکھا) تو اس نے شہزادی سے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے، تم (اپنا چہرہ اور سینہ) چھپا لو۔ شہزادی نے کہا: ہم نے تمہیں نصیحت کرنے کے لئے نہیں بلایا بلکہ محض اس مقصد کے لئے بلایا ہے (کہ ہم تجھ سے اپنی شہوت کی تسکین کرنا چاہتے ہیں۔) نوجوان نے اس سے کہا: تو (اس معاملے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ شہزادی نے کہا: میری مراد پوری کرنے میں اگر تو نے میری بات نہ مانی تو میں بادشاہ کو بتا دوں گی کہ تم میرے پاس صرف میرے نفس پر غالب آنے کے لئے آئے ہو۔ نوجوان نے پھر انکار کیا اور اسے نصیحت کی، جب اس نے (نصیحت ماننے سے) انکار کر دیا تو نوجوان نے کہا: میرے لئے وضو کا انتظام کر دو۔ شہزادی نے کہا: کیا تو مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے؟ اے خادمہ: اس کے لئے محل کی چھت پر وضو کا برتن رکھ دو تاکہ یہ فرار نہ ہو سکے۔ محل کی چھت زمین سے تقریباً 40 گز اونچی تھی، جب وہ نوجوان چھت پر پہنچ گیا تو اس نے (دعا مانگتے ہوئے) عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے تیری نافرمانی کی طرف بلایا جا رہا ہے اور میں اپنے نفس سے صبر کرنے کو اختیار کر رہا ہوں، (مجھے یہ منظور ہے کہ) اپنے آپ کو اس محل سے نیچے گرا دوں اور گناہ نہ کروں، پھر اس نے بِسْمِ اللہ پڑھی اور خود کو محل کی چھت سے نیچے گرا دیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے اسے بازوں سے پکڑا اور پاوں کے بل زمین پر کھڑا کر دیا، جب وہ نوجوان زمین پر اتر آیا تو عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو چاہے تو مجھے ایسا رزق دے سکتا ہے جو مجھے یہ ٹوکریاں بیچنے سے بے نیاز

Marfat.com

کردے۔ (جب اس نے یہ دعا کی) تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک بوری بھیجی جو سونے سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے بوری سے سونا بھرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس نے اپنا کپڑا بھرلیا۔ پھر اس نے عرض کی: اے اللہ! عَزَّ وَجَلَّ،

اگر یہ اسی رزق کا حصہ ہے جو تو نے مجھے دنیا میں دینا تھا تو مجھے اس میں برکت عطا فرما اور اگر یہ میرے اس اجر و ثواب میں سے کچھ کم کر دے گا جو تیرے پاس آخرت میں ہے تو مجھے اس سونے کی حاجت نہیں۔ (جب اس نوجوان نے یہ کہا) تو اسے ایک آواز سنائی دی: جو سونا ہم نے تجھے عطا کیا، یہ اس اجر کا پچیسواں حصہ ہے جو تجھے خود کو اس محل سے گرانے پر صبر کرنے سے ملا ہے۔ اس نوجوان نے کہا: اے میرے پروردگار! عَزَّ وَجَلَّ، مجھے ایسے مال کی حاجت نہیں جو میرے اس ثواب میں کمی کا باعث بنے جو آخرت میں تیرے پاس ہے۔ (جب نوجوان نے یہ بات کہی) تو وہ سونا اٹھالیا گیا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

(الانفال: 29)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو وہ تمہارے لئے ''فرقان'' بنادے گا اور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کر دے گا اور تمہاری مغفرت کر دے گا' اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے''۔

وَالْاٰيَاتُ فِى الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ .

اس بارے میں بہت سی معلوم آیات ہیں۔

لوگوں میں زیادہ عزت والا متقی ہے

(69) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ : **فَالْاَوَّلُ** : عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: "اَتْقَاهُمْ". فَقَالُوْا : لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ، قَالَ: "فَيُوْسُفُ نَبِىُّ اللّٰهِ بْنُ نَبِىِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِىِّ اللّٰهِ بْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ" قَالُوْا : لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ، قَالَ: "فَعَنْ مَّعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِىْ؟ خِيَارُهُمْ فِى الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِى الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ"فَقُهُوْا" بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِىَ كَسْرُهَا : اَىْ عَلِمُوْا اَحْكَامَ الشَّرْعِ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ! سب سے زیادہ معزز کون ہے، آپ نے فرمایا جو زیادہ پرہیزگار ہے، لوگوں نے عرض کی: ہم نے آپ سے اس بارے میں دریافت نہیں کیا، آپ نے فرمایا پھر اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام سب سے زیادہ معزز ہیں جو اللہ کے نبی (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے صاحبزادے تھے، اللہ تعالیٰ کے نبی (حضرت اسحاق علیہ السلام) جو اللہ کے خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے صاحبزادے تھے۔ لوگوں نے عرض کی: ہم نے آپ سے اس

69- اخرجه احمد (3/9090) والبخاری (3374) ومسلم (2278) وابن حبان (92) والطحاوی فی شرح معانی الاثار (315/4)

Marfat.com

بارے میں دریافت نہیں کیا، آپ نے فرمایا: تم عربوں کے بڑوں کے بارے میں مجھ سے دریافت کر رہے ہو۔ ان میں زمانہ جاہلیت میں جو بہتر شمار کئے جاتے تھے وہ اسلام میں بھی بہتر شمار کئے جائیں گے، جبکہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں۔ (متفق علیہ)

معیارِ عزت تقویٰ ہونے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ (ابوذر!) تم نہ تو سرخ رنگ والے سے بہتر ہو اور نہ سیاہ رنگ والے سے الّا یہ کہ تم ان دونوں میں سے کسی سے تقویٰ کے اعتبار سے افضل ہو"۔

(احمد، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1124)

مطلب یہ ہے کہ انسانی فضیلت و برتری، ظاہری شکل وصورت اور رنگ ونسل پر موقوف نہیں ہے بلکہ اس کا مدار دینی اخلاقی کردار کی عظمت اور تقویٰ پر ہے! واضح رہے کہ حدیث میں صرف دو رنگوں سرخ اور سیاہ کا ذکر اس بناء پر کیا گیا ہے کہ زیادہ تر لوگ انہی دو رنگ کے ہوتے ہیں اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں رنگوں والوں سے مراد آقا اور غلام ہیں چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ آقا گورے رنگ کا ہوتا ہے اور غلام کالے رنگ کا۔ طیبی رحمہ اللہ نے حدیث کی وضاحت میں کہا ہے کہ یہاں سرخ سے مراد اہل عجم اور سیاہ رنگ سے مراد اہل عرب ہیں۔ چنانچہ (اس زمانہ میں) اہل عرب، عجم والوں یعنی غیر عرب لوگوں کو "احمر" (سرخ) کہا کرتے تھے کیونکہ ان کے رنگ پر سرخی اور سفیدی غالب ہوتی تھی اور اہل عرب کو "اسود" (سیاہ) کہا جاتا تھا کیونکہ ان کی رنگت پختہ ہوتی تھی اور اس پر سیاہی اور سبزی کا غلبہ ہوتا تھا۔ نیز حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی فضیلت و برتری کا تعلق تقویٰ اور عمل صالح سے ہے اور تقویٰ و عمل صالح کے بغیر کسی بھی وصف وخصوصیت کی طرف نسبت کوئی فضیلت نہیں رکھتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے) یہ بات ملحوظ رہے کہ "تقویٰ" اپنے مراتب و درجات کے اعتبار سے کئی اقسام پر مشتمل ہے، سب سے ... تم یا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہر حالت میں شرک جلی سے اجتناب کیا جائے۔ اوسط درجہ یہ ہے کہ ہر قسم کے گناہ ہر طرح کی برائی ہر طرح کے لہو ولعب اور شرک خفی سے اجتناب کیا جائے۔ اور سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ہر لمحہ اللہ کے ساتھ تعلق وحضور رکھا جائے اور دل میں ماسوئی اللہ کا خیال بھی نہ آنے دیا جائے۔

عورتوں سے پرہیز کرنے کا بیان

(70) اَلثَّانِی: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَّاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْهَا فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ؛ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَآءِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں اپنا نائب بنایا ہے تاکہ وہ ظاہر کردے کہ تم کیا اعمال کرتے ہو؟ دنیا سے بچو! عورتوں سے بچو! کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ

70-تفرد به مسلم (2742) تحفة الاشراف (4345)

Marfat.com

عورتوں میں پیدا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم)

دنیا اور عورتوں کے فتنے سے بچنے کا بیان

دنیا شیریں اور سبز ہے، کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شیرنی طبیعت کے لئے ایک مرغوب چیز ہوتی ہے اور اس طرح سبز چیز آنکھوں کو بہت بھاتی ہے اسی طرح دنیا بھی دل کو بہت پیاری لگتی ہے اور آنکھوں کو بھی بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا کا خلیفہ بنایا ہے الخ، کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہی اس کا حقیقی مالک وحاکم ہے تمہیں اس نے زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر گویا اس دنیا کے تصرفات میں تمہیں اپنا وکیل بنایا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ تمہیں ہر وقت دیکھتا ہے کہ تم اس زمین پر اس کے بار خلافت کو کس طرح اٹھا رہے ہو اور اپنی عملی زندگی کے ذریعہ تصرفات دنیا میں حق وکالت کس طرح ادا کر رہے ہو؟ یا اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ تم سے پہلے اس دنیا سے جا چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا خلیفہ وارث بنایا ہے، لہٰذا ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب تمہیں دیدیا ہے اور اب وہ تمہیں دیکھتا ہے کہ تم اپنے اسلاف کے احوال وکوائف سے کس طرح عبرت پکڑتے ہو اور ان کے اموال ومیراث میں کس طرح تصرف وانتظام کرتے ہو۔ دنیا سے بچو الخ، کا مطلب یہ ہے کہ دنیا مکر وفریب کا بچھا ہوا ایک جال ہے اس جال سے حتی الامکان بچتے رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جال میں پھنس کر دنیا کے ظاہری مال وجاہ پر اپنی دینداری گنوا بیٹھو کیونکہ دنیا کو ثبات نہیں ہے یہ ایک فنا ہو جانیوالی چیز ہے پھر اس فناء کے بعد کل جب تم ہمیشہ کی زندگی کے لئے اٹھائے جاؤ گے تو اس کی حلال چیزوں کا حساب دینا ہوگا اور اس کی حرام چیزوں پر عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔ اسی طرح عورتوں کے مکر وفریب سے بھی بچتے رہو، کیونکہ ایک مشت خاک کا یہ دل فریب مجسمہ جہاں نیک عورت کی صورت میں اللہ کی ایک نعمت ہے وہیں بری عورت کے روپ میں فتنہ عالم بھی ہے ایسا نہ ہو کہ بری عورتوں کی مکاریاں یا اپنی بیویوں کی بے جا نازبرداریاں تمہیں ممنوع وحرام چیزوں کی طرف مائل کر دیں اور ان کی وجہ سے تم تباہی وہلاکت کی کھائیوں میں دھکیل دیئے جاؤ۔

بنی اسرائیل پر تباہی کے دروازے کھولنے والا پہلا فتنہ عورت تباہیوں کے دروازے کھلنے کا پہلا سبب اور ذریعہ بنا۔ چنانچہ اس کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص جس کا نام بلعم بن باعور تھا۔ بہت مستجاب الدعوات تھا، اسے اسم اعظم یاد تھا جس کے ذریعہ وہ اپنی ہر دعا مقبول کرا لیتا تھا، چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جباروں سے لڑنے کے لئے علاقہ شام میں واقع بنی کنعان کے ایک حصہ میں خیمہ زن ہوئے تو بلعم کی قوم کے لوگ بلعم کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں کا ایک عظیم لشکر لے کر ہمیں قتل کرنے اور اس علاقہ سے نکالنے کے لئے آئے ہیں تم ان کے لئے کوئی ایسی بددعا کرو کہ وہ یہاں سے واپس بھاگ جائیں۔ بلعم نے جواب دیا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم وہ نہیں جانتے بھلا میں اللہ کے پیغمبر علیہ السلام اور اس کے ماننے والوں کے حق میں بددعا کیسے کر سکتا ہوں؟ اگر میں ان کے لئے بددعا کرتا ہوں تو میری دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائیں گی۔ جب اس قوم کے لوگوں نے بہت منت سماجت کی اور وہ بددعا کرنے پر اصرار کرتے رہے تو بلعم نے کہا کہ اچھا میں استخارہ کروں گا اور دیکھوں گا کہ کیا حکم ہوتا ہے پھر اس کے بعد کوئی فیصلہ کروں گا۔ بلعم کا یہ معمول تھا کہ وہ بغیر استخارہ کوئی بھی کام نہیں کرتا تھا چنانچہ اس نے جب استخارہ کیا تو خواب میں اسے ہدایت کی گئی کہ پیغمبر اور مؤمنوں کے حق میں ہرگز

بددعامت کرنا! بلعم نے اس خواب سے اپنی قوم کو مطلع کیا اور بددعا نہ کرنے کے لئے اپنے ارادہ کا پھر اظہار کیا قوم کے لوگوں نے غور وفکر کے بعد ایک طریقہ اختیار کیا کہ اور وہ یہ کہ وہ لوگ اپنے ساتھ بیش قیمت تحفے لے کر بلعم کے پاس آئے اور پھر اس کے سامنے بہت ہی زیادہ منت سماجت کی، روئے گڑگڑائے اور اسے اتنا مجبور کیا کہ آخر کار وہ ان کے جال میں پھنس ہی گیا چنانچہ وہ بددعا کرنے کی غرض سے اپنے گدھے پر سوار ہو کر حستان پہاڑ کی طرف چلا۔

جس کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لشکر مقیم تھا، راستہ میں کئی مرتبہ گدھا گرا جسے وہ مار مار کر اٹھاتا رہا یہاں تک کہ جب یہ سلسلہ دراز ہوا اور بلعم بھی اپنے گدھے کو مار مار کر اٹھاتا ہوا پریشان ہو گیا تو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے گدھے کو گویائی عطاء کی چنانچہ گدھا بولا کہ نادان بلعم! تجھ پر افسوس ہے کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں جا رہا ہے تو مجھے آگے چلانے کی کوشش کر رہا ہے اور ملائکہ میرے آگے آ کر مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں بلعم نے جب چشم حیرت سے گدھے کو بولتے دیکھا تو بجائے اس کے کہ اس تنبیہ پر اپنے ارادہ سے باز آ جاتا گدھے کو وہیں چھوڑا پیادہ پا پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہاں بددعا کرنے لگا مگر یہاں بھی قدرت الٰہی نے اپنا یہ کرشمہ دکھایا کہ بلعم اپنی بددعا میں جب بھی حضرت موسیٰ اور ان کے لشکر کا نام لینا چاہتا اس کی زبان سے بنی اسرائیل کے بجائے بلعم کی قوم کا نام نکلتا۔

یہ سن کر اس کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ بلعم یہ کیا حرکت ہے بنی اسرائیل کی بجائے ہمارے حق میں بددعا کر رہے ہو؟ بلعم نے کہا کہ اب میں کیا کروں یہ حق تعالیٰ میرے قصد وارادہ کے بغیر میری زبان سے تمہارا نام نکلوا رہا ہے۔ لیکن بلعم پھر بھی اپنی بددعا سے باز نہ آیا اور اپنی سی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ عذاب الٰہی کی وجہ سے بلعم کی زبان اس کے منہ سے نکل کر سینہ پر آ پڑی پھر تو گویا بلعم کی عقل بالکل ہی ماری گئی اور دیوانہ وار کہنے لگا کہ لو اب تو میری دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد ہو گئی اس لئے اب ہمیں بنی اسرائیل کی تباہی کے لئے کوئی دوسرا جال تیار کرنا پڑے گا۔

پھر اس نے مشورہ دیا کہ تم لوگ اپنی اپنی عورتوں کو اچھی طرح آراستہ پیراستہ کر کے اور ان کے ہاتھوں میں کچھ چیزیں دے کر ان چیزوں کو فروخت کرنے کے بہانہ سے عورتوں کو بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان سے کہدو کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص تمہیں اپنے پاس بلائے تو انکار نہ کرنا یاد رکھو اگر بنی اسرائیل میں سے ایک بھی شخص کسی عورت کے ساتھ بدکاری میں مبتلا ہو گیا تو تمہاری ساری کوششیں کامیاب ہو جائیں گی۔ چنانچہ بلعم کی قوم نے اس مشورہ پر عمل کیا اور اپنی عورتوں کو بنا سنوار کر بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دیا وہ عورتیں جب لشکر میں پہنچیں اور ان میں سے ایک عورت جس کا نام کسی بنت صور تھا، بنی اسرائیل کے ایک سردار زمزم بن شلوم نامی کے سامنے سے گزری تو وہ اس عورت کے حسن وجمال کا اسیر ہو گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گیا اور ان سے کہنے لگا کہ کیا آپ اس عورت کو میرے لئے حرام قرار دیتے ہیں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں، اس عورت کے پاس ہرگز مت جانا تو زمزم نے کہا کہ میں اس بارے میں آپ کا حکم نہیں مانوں گا چنانچہ وہ اس عورت کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور وہاں اس کے ساتھ منہ کالا کیا بس پھر کیا تھا حکم الٰہی نے قہر کی شکل اختیار کر لی اور اس سردار کی شامت عمل سے ایک ایسی وبا پورے لشکر پر نازل ہوئی کہ آن کی آن میں ستر ہزار آدمی ہلاک وتباہ

Marfat.com

ہو گئے ادھر جب فخاص کو کہ جو حضرت ہارون علیہ السلام کا پوتا اور ایک قوی ہیکل آدمی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نگہبان تھا یہ معلوم ہوا کہ ہمارے ایک سردار کی شامت عمل نے قہر الٰہی کو دعوتی دیدی ہے تو فوراً اپنا ہتھیار لے کر زمزم کے خیمہ میں داخل ہوا اور پلک جھپکتے ہی زمزم اور اس عورت کا کام تمام کر ڈالا اور پھر بولا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی شخص کی وجہ سے ہم سب کو ہلاک وتباہ کر دیا ہے چنانچہ ان دونوں کے قتل ہوتے ہی وہ وباء جو عذاب الٰہی کی صورت میں نازل ہوئی تھی ختم ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ سے حصول تقویٰ کی دعا مانگنے کا بیان

(71) اَلثَّالِثُ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى، وَالتُّقٰى، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: "اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، پرہیز گاری، پاکدامنی اور خوشحالی مانگتا ہوں۔" (صحیح مسلم)

دعا مانگنے کے مفہوم کا بیان

دعا کے معنیٰ ہیں کہ "اعلیٰ ذات سے ادنیٰ چیزوں میں سے کچھ بطریق عاجزی طلب کرنا" امام نووی فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں اور ہر جگہ کے علماء اس بات پر متفق رہے ہیں کہ دعا مانگنا مستحب ہے ان کی دلیل قرآن وحدیث کے ظاہری اور واضح مفہوم کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کا فعل بھی ہے کیونکہ تمام انبیاء کرام دعا مانگا کرتے تھے۔ لیکن بعض زہاد اور اہل معارف یہ بھی کہتا ہے کہ ترک دعا (یعنی دعا نہ مانگنا) افضل ہے کیونکہ اس طرح رضاء مولیٰ اور اپنی قسمت پر اور تقدیر کے ساتھ راضی ہونے کا مکمل اظہار ہوتا ہے۔ مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب نے ان زہاد واہل معارف کے اس قول کے بارہ میں کہا ہے کہ یہ قول اس خاص کیفیت پر محمول ہے جو بعض وقت بعض مردان حق پر طاری ہوتی ہے اور جس میں رضاء بقضاء ہی غالب ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا کہ جب انہیں آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سے کہا کہ آپ دعا کیجئے اور اپنے پروردگار سے اپنی نجات سلامتی کے لئے درخواست کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جل شانہ میرا حال جانتا ہے مجھے کوئی درخواست کرنے اور دعا مانگنے کی ضرورت نہیں ہے

قسم کے خلاف بہتر ہونے پر قسم کو توڑنے کا بیان

(72) اَلرَّابِعُ : عَنْ اَبِىْ طَرِيْفٍ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ : "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ ثُمَّ رَاٰى اَتْقٰى لِلّٰهِ مِنْهَا فَلْيَاْتِ التَّقْوٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت ابوطریف عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

71- اخرجه مسلم (2721) والترمذی (4389) وابن ماجة (3832)

72- اخرجه مسلم (1651) والنسائی (3795) وابن ماجة (2108)

(جو شخص کوئی کام کرنے کی) قسم اٹھائے اور پھر اسے محسوس ہو کر دوسرا کام زیادہ پرہیز گاری پر مشتمل ہے تو اسے پرہیز گاری والا کام سرانجام دینا چاہیے۔ (صحیح مسلم)

شرح

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم اگر میں کسی چیز پر قسم کھاؤں اور پھر اس قسم کے خلاف کرنے ہی کو بہتر سمجھوں تو میں اپنی قسم توڑ دوں گا اور اس کا کفارہ ادا کردوں گا اس طرح اس چیز کو اختیار کروں گا جو بہتر ہو۔" (بخاری و مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 593 مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کام کے بارے میں قسم کھاؤں کہ وہ کام نہ کروں گا مگر پھر سمجھوں کہ اس کام کو کرنا ہی بہتر ہے تو میں قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کروں گا اور اس کام کو کرلوں گا۔

"اور وہی کام کرو گے جو بہتر ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کسی گناہ کی بات پر قسم کھاؤ مثلاً یوں کہو کہ خدا کی قسم! میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ یا۔ خدا کی قسم میں فلاں شخص کو جان سے مار ڈالوں گا۔ یا۔ خدا کی قسم میں اپنے باپ سے کلام نہیں کروں گا۔ تو اس صورت میں اس قسم کو توڑ ڈالنا ہی واجب ہوگا اور اس قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر کسی ایسی بات پر قسم کھائی جائے جس کے خلاف کرنا، اس سے بہتر ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ "خدا کی قسم! میں اپنی بیوی سے ایک مہینہ تک صحبت نہیں کروں گا" یا اسی طرح کی کسی اور بات پر قسم کھائی جائے تو اس صورت میں اس قسم کو توڑ دینا محض اولیٰ ہوگا۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن مجھ سے) فرمایا کہ "عبدالرحمٰن! سرداری کی خواہش نہ کرو (یعنی اس بات کی طلب نہ کرو کہ مجھے فلاں جگہ کا حاکم و سردار بنا دیا جائے) کیونکہ اگر تمہاری طلب پر تمہیں سرداری دی جائے گی تو تم اس سرداری کے سپرد کر دئے جاؤ گے اور اگر بغیر طلب کے تمہیں سرداری ملے گی تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی، نیز اگر تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور پھر دیکھو کہ اس قسم کا خلاف کرنا ہی اس قسم کو پوری کرنے سے بہتر ہے، تو تم اس قسم کا کفارہ دے دو اور وہی کام کرو جو بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس چیز کو عمل میں لاؤ جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔ (بخاری و مسلم)

یہاں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کردینا چاہئے۔ جب کہ دوسری روایت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرنے چاہئے، چنانچہ اس مسئلہ پر تینوں ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ کفارہ قسم توڑنے سے پہلے ادا کردینا جائز ہے لیکن حضرت امام شافعی کے ہاں یہ جواز اس تفصیل کے ساتھ ہے کہ اگر کفارہ کی ادائیگی روزہ کی صورت میں ہو تو قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر کفارہ کی ادائیگی غلام آزاد کرنے، یا مستحقین کو کھانا کھلانے اور یا کپڑا پہنانے کی صورت میں ہو تو پھر قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی جائز ہوگی، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی کسی صورت میں جائز نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جن احادیث سے تقدیم کفارہ مفہوم ہوتا ہے ان میں حرف واؤ محض جمع کے لئے ہے اس سے تقدیم وتاخیر کا مفہوم مراد نہیں ہے اور نہ حقیقتاً وہ احادیث تقدیم وتاخیر پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کوئی

شخص کسی بات پر قسم کھائے اور پھر وہ یہ سمجھے کہ (اس کے خلاف کرنا ہی) قسم پوری کرنے سے بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کفارہ ادا کر دے اور اس کام کو کرلے (یعنی قسم توڑ دے)۔ (مسلم)

اور حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی قسم! تم میں سے کسی شخص کا اپنی قسم پر اصرار کرنا (یعنی اس قسم کو پوری کرنے ہی کی ضد کرنا) جو اپنے اہل وعیال سے متعلق ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زیادہ گناہگار بناتا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس قسم کو توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے جو اس پر فرض کر دیا گیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ اگر قسم توڑنے میں بظاہر حق تعالیٰ کے نام کی عزت وحرمت کی ہتک ہے اور قسم کھانے والا بھی اس کو اپنے خیال کے مطابق گناہ ہی سمجھتا ہے لیکن اس قسم کو پوری کرنے ہی پر اصرار کرنا جو اہل وعیال کی کسی حق تلفی کا باعث ہوتی ہے زیادہ گناہ کی بات ہے! گویا اس حدیث کا مقصد بھی یہ واضح کرنا ہی کہ قسم کے برخلاف عمل کی بھلائی ظاہر ہونے کی صورت میں قسم کو توڑ دینا اور اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔

راوی حدیث عدی بن ابی حاتم کے احوال کا بیان

عدی بن ابی حاتم طائی: یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ۹ ہجری میں شعبان کے مہینے میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے دوران یہ اپنی قوم کے صدقات لے کر ان کے پاس آئے تھے۔ یہ اپنی قوم میں نہایت معزز شخص اور قابل احترام شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ دوسروں کا بھی احترام کیا کرتے تھے۔ درج ذیل روایات انہی سے منقول ہیں۔

''جب بھی نماز کا وقت مجھ پر آتا ہے میں اس کا مشتاق ہوتا ہوں''۔

ان کا انتقال ۶۷ ہجری میں ہوا۔ ان سے چھیاسٹھ احادیث منقول ہیں۔

ارکان اسلام پر عمل کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا بیان

(73) اَلْخَامِسُ : عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: "اتَّقُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَاَدُّوْا زَكَاةَ اَمْوَالِكُمْ، وَاَطِیْعُوْا اُمَرَائَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، فِیْ اٰخِرِ كِتَابِ الصَّلَاةِ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ".

✧✧ حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے' یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پانچ نمازیں ادا کرو اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ مخصوص مہینے کے روزے رکھو اپنے امراء کی فرمانبرداری کرو اور اپنے اللہ تعالیٰ کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الصلوٰۃ'' کے آخر میں روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

73-اخرجه احمد (8/22223) والترمذی (616) والحاکم فی الایمان (1/19) واسناده صحیح

Marfat.com

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اول اس بات کا دل سے اقرار کرنا اور گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، دوم پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا، سوم زکوۃ دینا، چہارم حج کرنا، پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔"

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث،3)

اسلام" کی تشبیہ "عمارت" سے دی جاسکتی ہے کہ جس طرح کوئی بلند بالا اور خوشنما عمارت اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کے نیچے بنیادی ستون نہ ہوں، اسی طرح اسلام کے بھی پانچ بنیادی ستون ہیں جن کے بغیر کوئی آدمی اپنے اسلام کو وجود و بقا نہیں دے سکتا، ان ہی پانچ ستونوں کو اس حدیث میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور وہ ہیں: عقیدہ توحید و رسالت، نماز، زکوۃ، حج اور روزہ۔ جو آدمی خود کو مومن و مسلمان بنانا اور قائم رکھنا چاہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی اعتقادی وفکری اور عملی و اخلاقی زندگی کی اساس ان پانچوں ستونوں کو قرار دے۔ پھر جس طرح کسی عمارت کی شان و شوکت اور دیدہ زیبی و خوشنمائی در و دیوار کے نقش و نگار اور طاق و محراب کی آرائش و زیبائش پر منحصر ہوتی ہے اسی طرح اسلام کے حسن و کمال کا انحصار بھی ان اعمال پر ہے جن کو واجبات و مستحبات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں حدیث میں چونکہ اسلام کی بنیادی چیزوں کا ذکر مقصود تھا اس لئے اس موقع پر ان واجبات و مستحبات کا ذکر نہیں کیا گیا۔

راوی حدیث صدی بن عجلان کے احوال کا بیا

صدی بن عجلان: یہ صدی بن وہب الباہلی ہیں۔ ان کی کنیت ابوامامہ ہے۔ یہ صفین کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل تھے۔ انہوں نے شام میں رہائش اختیار کی اور حمص کی سرزمین پر ۸۱ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۵۰ احادیث نقل کی ہیں۔

بَابُ فِي الْيَقِيْنِ وَالتَّوَكُّلِ

باب 7: یقین اور توکل کا بیان

توکل کے معنی ومفہوم کا بیان

لغت میں وکل او کول کا لفظ آتا ہے۔ جس کے معنی ہیں سونپ دینا، سپرد کر دینا، کسی پر بھروسہ کر کے کام چھوڑ دینا اس کا اسم وکالت اور رکالت ہے اسی لفظ سے توکل نکلا ہے۔ جس کے معنی اپنے عجز و بیچارگی کو ظاہر کرنے اور دوسرے پر اعتماد و بھروسہ کرنے ہیں، اس کا اسم تکلان ہے۔

اصطلاح شریعت میں توکل اس کو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے معاملہ و کام کو اللہ کے سپرد کر دے۔ یعنی تدبیر و سعی کو ترک کر دے اور اپنی ذاتی طاقت و قدرت سے بے پرواہ ہو کر تقدیر اور رضائے الٰہی پر کامل اعتماد کرے، یعنی اس بات پر یقین رکھے کہ اپنی تدبیر و سعی

اور ذاتی طاقت وقدرت، اللہ کی مشیت اور اس کے فیصلہ کو بدل نہیں سکتا، جولکھا ہی نہیں گیا وہ رونما نہیں ہوسکتا۔ یوں تو توکل کا تعلق تمام امور اور معاملات پر ہوتا ہے لیکن اکثر اس کا استعمال رزق کے بارے میں ہوتا ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ توکل کا جو اصل مفہوم ہے وہ اس بات پر اعتماد و بھروسہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے رزق کا ضامن ہے۔ حصول معاش کے لئے جائز و حلال ظاہری وسائل و ذرائع کو ترک کرنا گو توکل کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اصل اعتماد و بھروسہ ان وسائل و ذرائع پر نہ ہو۔

چنانچہ توکل کا تعلق اصل میں دل سے ہے اگر دل میں حق تعالیٰ کے ضامن ہونے کا یقین جاگزین ہوگیا تو توکل کا مفہوم پورا ہو جائے گا۔ گویا اعضاء عمل کو معطل کر دینا اور ہاتھ پاؤں ڈال کر اپاہج بن جانا توکل کے صحیح ہونے کے لئے لازم نہیں ہوگا اور نہ حصول معاش کے لئے ظاہری تدبیر دستی کرنا اس کے منافی ہوگا رہی یہ بات کہ بعض زاہدان طریقت اور درویش صفت طالبان معرفت حصول معاش کے ظہری اسباب و وسائل کو ترک کر دیتے ہیں تو ان کا وہ عمل محض ایک استثنائی حیثیت رکھتا ہے اور اس بات سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مقام توکل ثابت ہو جائے نفس زیادہ سے زیادہ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے اور نظر امید اسباب و ذرائع سے منقطع ہو جائے، نیز اس امر پر کامل یقین حاصل ہو جائے کہ ظاہری اسباب و ذرائع رزق پہنچنے کے لئے شرط کا درجہ نہیں رکھتے۔

ایمان ویقین میں اضافہ ہونے کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ وَلَمَّا رَاَی الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَمَا زَادَھُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ﴾ (الاحزاب : 22)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''جب اہل ایمان نے (دشمنوں کے) گروہ دیکھے تو وہ بولے یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا' ان کے ایمان اور رضا مندی میں (اس واقعے سے) اضافہ ہی ہوا''۔

اللہ نے مسلمانوں کا کردار بیان فرمایا۔ کہ جوں جوں ان پر مشکلات پڑتی ہیں اور حالات سنگین ہوتے جاتے ہیں توں توں ان کا حوصلہ بڑھتا جاتا ہے۔ ان کے اللہ پر توکل اور ان کے ایمان میں بھی مزید اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ انھیں خوب معلوم ہوتا ہے کہ ان مشکلات کا مقابلہ ہم نے ہی کرنا ہے۔ پھر جو کام ہماری بساط سے باہر ہو تو اس وقت ضرور اللہ کی مدد ہمارا ساتھ دے گی۔ پھر جب اللہ کی مدد فی الواقع ان کو پہنچ جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب بنو قریظہ بھی عہد شکنی کر کے اتحادی لشکروں سے مل گئے اور مسلمانوں کے لئے اندر بھی اور باہر بھی خطرہ پیدا ہو گیا تو اس وقت رسول اللہ کے ذہن میں ایک تجویز آئی جو محض انصار کی دلجمعی کی خاطر تھی۔ وہ تجویز یہ تھی کہ بنو غطفان ۔۔۔ جو ایک انتہائی لالچی اور حریص قبیلہ تھا اور ان کی سیاست کا سنہری اصول محض پیسہ کا حصول تھا ان کو مدینہ کی تہائی پیداوار کا لالچ دے کر انھیں اتحادیوں سے کاٹ دیا جائے اور وہ اپنا قبیلہ لے کر واپس چلے جائیں۔ چونکہ یہ قبیلہ سخت جنگجو تھا لہٰذا اس کی واپسی سے باقی سارے لشکر میں عام بددلی پھیل جانے کا امکان تھا۔ چنانچہ

Marfat.com

اس سلسلہ میں آپ نے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ اور قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ دونوں نے یک زبان ہو کر پوچھا: "یہ اللہ کا حکم ہے یا آپ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں؟ اگر اللہ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر آپ یہ کچھ ہماری خاطر کرنا چاہتے تو ہمیں یہ بات قطعاً منظور نہیں۔ واللہ ہم نے شرک کی حالت میں بھی ان لوگوں کو ایک دانہ تک نہ دیا۔ اب مسلمان ہو کر کیوں دیں گے۔ ان کے لئے ہمارے پاس صرف تلوار ہے" انصاری سرداروں کے اس جواب سے آپ خوش ہو گئے اور فرمایا: "یہ اللہ کا حکم نہیں یہ تو میں نے صرف تمہاری دلجمعی کی خاطر سوچا تھا" (الرحیق المختوم اردو ص ۴۸۷)

اللہ تعالیٰ کے کافی ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾

(آل عمران :-173 174)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وہ لوگ جن سے دوسرے لوگوں نے کہا (بہت سے) لوگ تمہارے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں تم ان سے ڈرو (تو اس بات نے) ان کے ایمان میں اضافہ کیا اور وہ بولے ہمارے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے' پھر وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے فضل کے ہمراہ واپس آئے انہیں کوئی نقصان نہیں ہوا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے (وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ،آل عمران173 :) کہا تھا اور جب لوگوں نے آنحضرت سے کہا کہ قریش کے کافروں نے آپ کے مقابلے کے لیے بڑا لشکر جمع کر لیا ہے تو آپ نے بھی یہی کلمہ کہا اور یہ خبر سن کر صحابہ کا ایمان بڑھ گیا اور انہوں نے بھی یہی کلمہ کہا۔

(بخاری، کتاب التفسیر)

حی وقیوم ذات پر توکل رکھنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ﴾ (الفرقان :58)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور اس ہمیشہ زندہ رہنے والے پر توکل کرو جسے کبھی موت نہیں آئے گی''۔

یعنی میں اس ہستی پر توکل کرتا ہوں جو ہمیشہ سے زندہ اور قائم ودائم ہے اور قائم دائم اور زندہ ہی رہے گی۔ تمہارے معبودوں کی طرح مخلوق نہیں، نہ وہ اس قدر محتاج ہے کہ اسے اپنی ذات کو قائم رکھنے کے لئے بھی اپنے عقیدت مندوں کی احتیاج ہو اور جو اپنے بھی نفع ونقصان کی مالک نہیں وہ تمہارا کیا بگاڑ یا سنوار سکتی ہے۔

اہل ایمان کا اللہ کی ذات پر توکل کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ (ابراہیم : 11)

Marfat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہئے''۔

مومنوں کو تو ہر کام میں اللہ ہی پر توکل ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور بھروسہ ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہترین راہ دکھائی۔ تم جتنا چاہو دکھ دو لیکن انشاء اللہ دامن توکل ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے کا نہیں۔ متوکلین کے گروہ کے لئے اللہ کا توکل کافی وافی ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾ (آل عمران : 159)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جب تم پختہ ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرو''۔

عزم بہ جزم کے ساتھ دعا مانگنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے۔ اے اللہ مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے تو مجھے رزق عطا فرما اگر تو چاہے۔ بلکہ چاہئے یہ کہ وہ عزم بالجزم اور یقین واعتماد کے ساتھ دعا مانگے (شک وشبہ کا کلمہ مثلاً اگر تو چاہے وغیرہ کا استعمال نہ کرے) کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اس پر کوئی زور زبردستی کرنے والا نہیں۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 748)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگو جزم ویقین کے ساتھ مانگو یعنی یہی کہو کہ اے اللہ ہمارا فلاں مطلب پورا کر، جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اس لئے یہ نہ کہو۔ کہ اگر تو چاہے تو ہمارا فلاں مطلب پورا کر دے۔ کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت دعا میں شک پیدا کرنا ہے حالانکہ قبولیت دعا میں یقین ہونا چاہئے کیونکہ اس نے قبولیت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کیا کرتا اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات چونکہ بے پروا اور مستغنی۔ ہر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں اس پر کسی کا کوئی زور نہیں ہے بلکہ وہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے اس لئے اپنی دعا کے ساتھ یہ کہنا کہ اگر تو چاہے بالکل بے فائدہ اور لا حاصل ہے۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالتَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ .

توکل کے حکم کے بارے میں بہت سی آیات ہیں۔

توکل کرنے والے کو گھبرانا نہیں چاہیے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ (الطلاق : 3) : اَیْ كَافِيْهِ .

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو وہ اس کے لئے ''حسب'' ہے'' (یعنی کافی ہے)۔

یعنی اللہ پر بھروسہ رکھو، محض اسباب پر تکیہ مت کرو۔ اللہ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں۔ جو کام اسے کرنا ہو، وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اسباب بھی اسی کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہاں ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ ہے۔ اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس لیے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہیے۔

یعنی جو شخص اللہ پر توکل اور بھروسہ کرے گا اللہ اس کی مہمات کے لئے کافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کام کو جس طرح چاہے پورا کر کے رہتا ہے اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اسی کے مطابق سب کام ہوتے ہیں ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عمر

Marfat.com

بن خطاب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دیتا جیسا پرندے جانوروں کو دیتا ہے کہ صبح کو اپنے گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتے ہیں۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں داخل ہوں گے، ان کے اوصاف میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ اللہ پر توکل کرنے والے ہوں گے۔

توکل کے معنی یہ نہیں کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے اسباب و آلات کو چھوڑ دے بلکہ مراد یہ ہے کہ اسباب اختیار یہ کو ضرور اختیار کرے مگر بھروسہ اسباب پر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ پر کرے کہ جب تک اس کی مشیت و ارادہ نہ ہو جائے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر مظہری، سورہ طلاق، لاہور)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ﴾ (الانفال : 2)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”بے شک اہل ایمان وہ ہیں، جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات تلاوت کی جائیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں“۔

پہلی صفت خوف خدا کا بیان

پہلی صفت یہ بیان فرمائی (آیت) اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ، یعنی جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل سہم جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں رچی اور بھری ہوئی ہے جس کا ایک تقاضا ہیبت و خوف ہے قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں اس کا ذکر کر کے اہل محبت کو بشارت دی گئی ہے (آیت) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ، اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ، یعنی خوشخبری دے دیجئے ان متواضع نرم خو لوگوں کو جن کے دل ڈر جاتے ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کے ایک خاص تقاضا کا ذکر ہے، یعنی ہیبت اور خوف اور دوسری آیت میں ذکر اللہ کی یہ خاصیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ اس سے دل مطمئن ہو جاتے ہیں (آیت) اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ یعنی اللہ ہی کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں جس خوف و ہیبت کا ذکر ہے وہ دل کے سکون و اطمینان کے خلاف نہیں جیسے کسی درندے یا دشمن کا خوف قلب کے سکون کو برباد کر دیتا ہے ذکر اللہ کے ساتھ دل میں پیدا ہونے والا خوف اس سے بالکل مختلف ہے اور اسی لئے یہاں لفظ خوف استعمال نہیں فرمایا وَجِلَ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جس کا ترجمہ مطلق خوف نہیں بلکہ وہ ہیبت ہے جو بڑوں کی جلالت شان کے سبب دل میں پیدا ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس جگہ اللہ کے ذکر اور یاد سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی گناہ کے ارتکاب کا ارادہ کر رہا تھا اسی حال میں اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد آ گئی تو وہ اللہ کے عذاب سے ڈر گیا۔ اور گناہ سے باز آ گیا۔ اس

Marfat.com

صرت میں خوف سے مراد خوف عذاب ہی ہوگا۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ انفال، بیروت)

دوسری صفت ایمان میں ترقی کا بیان

مؤمن کی دوسری صفت یہ بتلائی کہ جب اس کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ ایمان بڑھنے کے ایسے معنی جن پر سب علماء مفسرین ومحدثین کا اتفاق ہے یہ ہیں کہ ایمان کی قوت وکیفیت اور نور ایمان میں ترقی ہو جاتی ہے۔ اور تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اعمال صالحہ سے ایمان میں قوت اور ایسا شرح صدر پیدا ہو جاتا ہے کہ اعمال صالحہ اس کی عادت طبعی بن جاتے ہیں جس کے چھوڑنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اور گناہ سے اس کو طبعی نفرت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے پاس نہیں جاتا۔ ایمان کے اسی مقام کو حدیث میں حلاوت ایمان کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے جس کو کسی نے اس طرح نظم کیا ہے یعنی جب کسی دل میں حلاوت ایمان جگہ پکڑ لیتی ہے تو اس کے ہاتھ پیر اور سب اعضاء عبادت میں راحت ولذت محسوس کرنے لگتے ہیں۔

اس لئے خلاصہ آیت کے مضمون کا یہ ہوا کہ مؤمن کامل کی یہ صفت ہونی چاہئے کہ جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جائیں تو اس کے ایمان میں جلاء وترقی ہو اور اعمال صالحہ کی طرف رغبت بڑھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس طرح عام مسلمان قرآن پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں کہ نہ قرآن کے ادب واحترام کا کوئی اہتمام ہے نہ اللہ جل شانہ کی عظمت پر نظر ہے ایسی تلاوت مقصود اور اعلیٰ نتائج پیدا کرنے والی نہیں گو ثواب سے وہ بھی خالی نہ ہو۔

تیسری صفت اللہ پر توکل کرنے کا بیان

تیسری صفت مؤمن کی یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے۔ توکل کے معنی اعتماد اور بھروسہ کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام اعمال واحوال میں اس کا مکمل اعتماد اور بھروسہ صرف ذات واحد حق تعالیٰ پر ہو۔ صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ اپنی ضروریات کے لئے مادی اسباب اور تدابیر کو ترک کر کے بیٹھ جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ مادی اسباب وآلات کو اصل کامیابی کے لئے کافی نہ سمجھے بلکہ بقدر قدرت وہمت مادی اسباب اور تدبیر کو فراہم کرنے اور استعمال کرنے کے بعد معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اور سمجھے کہ اسباب بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان اسباب کے ثمرات بھی وہی پیدا کرتے ہیں۔ ہوگا وہی جو وہ چاہیں گے۔ ایک حدیث میں فرمایا اجملوا فی الطلب وتوکلوا علیہ۔ یعنی رزق اور اپنی حاجات کے حاصل کرنے کے لئے متوسط درجہ کی طلب اور مادی اسباب کے ذریعہ کوشش کرلو پھر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔ اپنے دل ودماغ کو صرف مادی تدبیروں اور اسباب ہی میں نہ الجھا رکھو۔

وَالْاٰيَاتِ فِیْ فضل التوکل كَثِيْرَةٌ معروفةٌ . وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ : فَالْاَوَّلُ :

توکل کی فضیلت کے بارے میں بہت سی آیات ہیں جو معروف ہیں۔

امت محمدیہ ﷺ سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جانے کا بیان

(74) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "عُرِضَتْ عَلَيَّ

74- اخرجه البخاری (4310) و مسلم (220) والترمذی (2446)

Marfat.com

الْاُمَمُ، فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ اِذْ رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ لِيْ : هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهُ، وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ، فَنَظَرْتُ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ، فَقِيْلَ لِيْ : انْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ الْاٰخَرِ، فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ، فَقِيْلَ لِيْ : هٰذِهٖ اُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ"، ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِيْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا - وَذَكَرُوْا اَشْيَاءَ - فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَا الَّذِيْ تَخُوْضُوْنَ فِيْهِ؟" فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: "هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَرْقُوْنَ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ ؛ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ" فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ، فَقَالَ: ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَقَالَ: "اَنْتَ مِنْهُمْ" ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ، فَقَالَ: ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَقَالَ: "سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلرُّهَيْطُ" بِضَمِّ الرَّاءِ تَصْغِيْرُ رَهْطٍ : وَّهُمْ دُوْنَ عَشَرَةِ اَنْفُسٍ، وَ"الْاُفُقُ" اَلنَّاحِيَةُ وَالْجَانِبُ . وَ"عُكَّاشَةُ" بِضَمِّ الْعَيْنِ وَتَشْدِيْدِ الْكَافِ وَبِتَخْفِيْفِهَا، وَالتَّشْدِيْدُ اَفْصَحُ .

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''مختلف اُمتوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا' میں نے دیکھا کسی نبی کے ساتھ چند لوگ تھے' کسی کے ساتھ ایک یا دو لوگ تھے' کسی کے ساتھ ایک بھی نہیں تھا' پھر بہت سے لوگوں کا ایک گروہ میرے سامنے آیا' میں یہ سمجھا کہ شاید یہ میری اُمت ہے' تو مجھے بتایا گیا' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی اُمت ہیں' پھر کہا گیا' آپ اُفق کی طرف دیکھیں تو وہاں بہت بڑا گروہ تھا' پھر آواز آئی' آپ دوسرے اُفق کی طرف دیکھیں' میں نے ادھر دیکھا تو وہاں بھی بہت بڑا گروہ تھا' مجھے بتایا گیا' یہ آپ کی اُمت ہے اور ان کے ہمراہ ایسے ستر ہزار لوگ بھی ہیں جو حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں' پھر نبی اکرم ﷺ منبر سے اُتر کر اپنے گھر تشریف لے گئے' لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے' جو ستر ہزار لوگ حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے' وہ کون ہو سکتے ہیں؟ بعض کا خیال تھا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہوں گے جنہیں نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے' بعض کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی گھرانے میں پیدا ہوئے اور انہوں نے کبھی بھی شرک کا ارتکاب نہیں کیا۔ غرضیکہ ہر کسی نے اپنا خیال ظاہر کیا پھر نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف لے آئے اور آپ نے دریافت کیا: تم کس بات پر گفتگو کر رہے ہو؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کو موضوع بتایا تو آپ نے فرمایا:

یہ وہ لوگ ہیں جو (کفریہ کلمات پر مشتمل) دم نہیں کریں گے اور نہ ہی کروائیں گے اور نہ ہی فال نکالیں گے اور اپنے

پروردگار پر توکل کریں گے۔

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور درخواست کی' آپ اللہ سے دعا کریں: وہ مجھے ان میں شامل کر دے۔آپ نے فرمایا: تم ان میں شامل ہو گئے۔ پھر ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور درخواست کی' یارسول اللہ ﷺ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تم پر سبقت لے جا چکا ہے۔ (متفق علیہ)

"الرُّهَيْطُ": یہ لفظ رھط کا اسم تصغیر ہے۔اور یہ دس سے کم افراد پر صادق آتا ہے۔

"الْأُفُقُ": یہ کنارے اور جانب کو کہتے ہیں۔

"عُكَّاشَةُ": اس میں عین پر پیش اور کاف پر شد پڑھی جائے گی۔اسے تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے لیکن شد پڑھنا زیادہ فصیح ہے۔

جنت میں بغیر حساب کے جانے والوں کی تعداد کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پرودگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگوں کو حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا اور (ان ستر ہزار میں سے) ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار اور میرے پرودگار کے چلوں میں سے تین چلو بھر کر لوگ جنت میں جائیں گے۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث، 130)

حساب وعذاب کے بغیر" سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس سخت حساب کے مرحلہ سے گزرنا نہیں پڑے گا جس میں بندہ پرسش ومواخذہ، دار وگیر اور سخت پوچھ گچھ سے دوچار ہونے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار الخ" کا مطلب یہ ہے کہ ستر ہزار لوگ تو حساب وعذاب کے مرحلہ سے گزرے بغیر جنت میں جائیں ہی گے لیکن ان میں سے بھی ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار لوگ ہوں گے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے تین چلو بھر کر اور لوگ ان کے ساتھ کر دے گا! اب رہی یہ بات کہ ستر ہزار سے کیا مراد ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ خاص عدد ہی مراد ہو اور یا یہ کہ اس عدد سے " کثرت " مراد ہے نیز " تین چلوں " کے الفاظ بھی کثرت ومبالغہ سے کنایہ ہیں پس حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کے اتنے زیادہ لوگوں کو کہ جو شمار بھی نہیں کئے جا سکتے حساب عذاب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ " ستر ہزار " سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ستر ہزار لوگ وہ ہیں جو ان لوگوں کے علاوہ ہیں اور اس سے یہ معنی بھی لئے جا سکتے ہیں کہ ان ہی لوگوں میں ستر ہزار لوگ ایسے بھی ہیں جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔اس دوسرے معنی کی تائید بخاری کے روایت کردہ ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ ہذہ امتک ویدخلون الجنۃ من ھؤلاء سبعون الفا۔یعنی یہ آپ کی امت کے لوگ ہیں اور ان میں سے ستر ہزار لوگ وہ ہیں جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ " نہ اپنے جسم کو دغواتے ہیں " کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ بلاضرورت اپنے جسم کے کسی حصہ پر آگ کا داغ نہیں لیتے الا یہ کہ انہیں کوئی ایسی مجبوری پیش آ جائے کہ دغوائے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو، تو یہ اور بات ہے چنانچہ ضرورت ومجبوری کے تحت

Marfat.com

دغوانا بعض صحابہ سے بھی ثابت ہے ان میں سے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ مطلق نہیں دغواتے، خواہ انہیں اس کی کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ تقدیر وقضاء الٰہی پر راضی ومطمئن ہوتے ہیں، ان کا صرف اللہ پر اعتماد و بھروسہ ہوتا ہے، وہ کسی آفت ومصیبت کو دفع کرنے کی تدبیر کرنے کی بجائے اس کی وجہ سے ایک خاص لذت محسوس کرتے ہیں اور اس بات پر ان کو پورا یقین ہوتا ہے۔ کہ فائدہ اور نقصان پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے علاوہ ایسی کوئی ذات اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جو حقیقی موثر ہو۔ پس وہ لوگ پاک نفس، گویا مرتبہ مشہود پر فائز ہوتے ہیں کہ ان کی نظر میں ان کا اپنا وجود، عدم کے برابر ہوتا ہے اور نفس کی لذات وخواہشات کے اعتبار سے وہ فنا کا مقام اختیار کر لیتے ہیں۔

بعض شارحین نے یوں لکھا ہے کہ "نہ اپنے جسم کو دغواتے ہیں" کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ اول تو جسم کو دغوانے سے اجتناب کرتے ہیں لیکن اگر کسی مرض وتکلیف کی واقعی ضرورت ومجبوری کے تحت ان کو ایسا کرنا بھی پڑتا ہے تو ان کا فائدہ اور شفاء کا اعتقاد صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے نہ کہ محض دغوانے پر۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جسم پر داغ لینا ان اسباب میں سے ہے جو وہمیہ ہیں، نیز احادیث میں اس کی ممانعت منقول ہے لیکن اگر کسی بیماری وتکلیف کے دفعیہ کے لئے کوئی حاذق معالج دغوانے کو ضروری قرار دے اور اس کا کارگر ہونا یقینی امر ہو تو اس کی اجازت بھی ہے۔ "نہ منتر پڑھواتے ہیں" میں منتر سے مراد، منتر وافسوں اور جادو ہے کہ جس کے الفاظ ومعنی قرآن واحادیث صحیحہ کے مطابق نہ ہوں اور ان کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو۔

اسی طرح "" نہ بدفالی لیتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ کسی جانور، خواہ وہ پرندہ ہو اور خواہ چرند جیسے کتا اور بلی وغیرہ، ان کے اڑنے، ان کی آواز اور ان کے راستہ وغیرہ کاٹنے سے وہ لوگ کوئی بدفالی نہیں لیتے۔ حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے وہ دراصل وہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان واعتقاد اور کردار وعمل کے لحاظ سے بہت پختہ ومضبوط ہیں کہ وہ کسی بھی ایسے عقیدہ اور ایسے عمل کو مطلقاً اختیار نہیں کرتے جو زمانہ جاہلیت کے عقائد واعمال سے مطابقت ومشابہت رکھتا ہے۔

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ مذکورہ لوگوں کے سلسلے میں "ستر ہزار" کی تعداد کا ذکر ہے تو کیا ازابتدا تا انتہا اس امت محمدیہ میں ایسے لوگوں کی تعداد صرف ستر ہزار ہی ہوگی؟ جب کہ یقیناً اس وصف کے لوگ مذکورہ تعداد سے کہیں زیادہ ایک ہی زمانہ میں پائے جا سکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ستر ہزار سے مراد کسی مخصوص عدد کو واضح نہیں کرنا ہے۔ بلکہ ستر ہزار کا عدد استعمال کرنے کا واحد مقصد ایسے لوگوں کی کثرت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ حدیث کے آخری جزء کے سلسلے میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے شخص کی درخواست قبول کیوں نہیں کی اور اس کے حق میں دعا کیوں نہیں کی؟ اس کے جواب دیئے جا سکتے ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مجلس میں صرف ایک ہی شخص کے حق میں دعا کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

اور چونکہ آپ عکاشہ کے حق میں دعا فرما چکے تھے اس لئے ان کے بعد کسی دوسرے شخص کے حق میں دعا کرنے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ یا یہ کہ وہ دوسرا شخص اپنی باطنی حیثیت وحالت کے اعتبار سے اس مرتبہ کا اہل اور اس منزلت کا مستحق نہیں تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا نہیں فرمائی۔ لیکن اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے صراحت کے

Marfat.com

ساتھ یہ نہیں فرمایا کہ تم اس مرتبہ ومنزلت کے اہل و مستحق نہیں ہو بلکہ اس کو ایک عام جواب دے دیا اور واضح فرمایا کہ عکاشہ کے حق میں دعا کرنے کا سبب ان کی طرف سے دعا کی عرض والتماس میں سبقت ہے۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ شخص دراصل منافقین میں سے تھا اور ظاہر ہے کہ اس کی یہ حیثیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا نہیں فرمائی لیکن آپ نے ازراہ اخلاق ومروت اس سے یہ نہیں کہا بلکہ ایک مجمل جواب دے دیا۔

لیکن بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ عکاشہ کے حق میں دعا کرنا دراصل وحی خفی کے سبب تھا جس میں حضور کو مذکورہ دعا کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ یہ قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اس موقع پر دعا کی درخواست کرنے والے دوسرے شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے جو مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ نیز یہ ارشاد گرامی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نیکی کی راہ اختیار کرنے میں سبقت کرنی چاہیے اور اہل اللہ و بزرگان دین سے اپنے حق میں فلاح وسعادت کی دعا کی درخواست کی جانی چاہیے۔ (مظاہر حق شرح مشکوۃ، لاہور)

پناہ طلب کرنے کا بیان

(75) اَلثَّانِیْ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَیْضًا : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ، وَبِکَ اٰمَنْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ ۔ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ؛ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ، اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا تَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَّاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِیُّ ۔

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اے اللہ! میں تیری ہی فرمانبرداری کرتا ہوں اور تجھی پر ایمان لاتا ہوں اور تیرے اوپر ہی توکل کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور تیری ہی مدد کے ذریعے مقابلہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری عزت کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے، اس بات سے (پناہ مانگتا ہوں) کہ تو مجھے گمراہی کا شکار کردے تو وہ زندہ اور قائم ہے۔ جسے موت نہیں آئے گی اور تمام جنات وانسان مرجائیں گے۔ (یہ الفاظ "مسلم" کے ہیں اور بخاری نے اسے مختصر طور پر نقل کیا ہے۔)

برے کاموں کے شر سے پناہ مانگنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے دعا (اللھم انی اعوذ بک من شر ما عملت ومن شر مالم اعمل)۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کام کی برائی سے جو میں نے کیا اور اس کام کی برائی سے جو میں نے نہیں کیا۔
(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 994)

مطلب یہ ہے کہ میں نے جو برے کام کئے ہیں ان سے بھی پناہ مانگتا ہوں بایں معنی کہ ان کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ ہو

75- اخرجه البخاری (7383) مختصراً و مسلم (2717)

جاؤں اور وہ برے کام معاف فرمادیئے جائیں اور جو کام نہیں کئے ہیں ان سے بھی پناہ مانگتا ہوں بایں معنی کہ آئندہ ایسا کوئی کام نہ کرو جو تیری ناراضگی و خوشی کا باعث ہو یا یہ کہ برے کاموں کے ترک کو اپنا کمال نہ سمجھوں بلکہ اسے صرف تیرا فضل جانوں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے

(76) اَلثَّالِثُ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيْضًا، قَالَ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، قَالَهَا اِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا : اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا : حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ اٰخِرَ قَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ : حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ .

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ یہ جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا جب انہیں آگ میں ڈالا گیا تھا، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ کہا تھا جب لوگوں نے یہ کہا تھا کہ کچھ لوگ تمہارے خلاف کھڑے ہوئے ہیں تم ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا اور انہوں نے یہ کہا: ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

انہی کی ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اس میں یہ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آخری جملہ یہ تھا' جب انہیں آگ میں ڈالا گیا تھا، میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

توکل کرنے والوں کے دخول جنت کا بیان

(77) اَلرَّابِعُ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِّثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قِيْلَ : مَعْنَاهُ مُتَوَكِّلُوْنَ، وَقِيْلَ : قُلُوْبُهُمْ رَقِيْقَةٌ .

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کچھ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ایک قول کے مطابق اس کا مطلب ہے' وہ توکل کرنے والے ہیں۔ ایک قول کے مطابق (اس کا مطلب ہے) ان کے دل نرم ہوں گے۔

76-اخرجه البخاری (4563)

77-اخرجه مسلم (2840)

Marfat.com

شرح

مطلب یہ کہ جنت میں جانے والوں میں ایسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہوگی جو اس دنیا میں نرمی ومروت رحم ومہربانی، دل کی صفائی وسادگی اور حسد وبغض سے پاک وصاف ہونے کے اعتبار سے پرندوں جیسی خصلت رکھتے ہیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ان لوگوں کا ذکر کرنا اور انہیں جنت کی بشارت دینا مقصود ہے جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان کے دلوں پر آخرت کا خوف اور وہاں کے احوال کی ہیبت بہت زیادہ طاری رہتی ہے! ان کے قلوب کو پرندوں سے تشبیہ اس اعتبار سے دی گئی ہے کہ سب سے زیادہ ڈرنے والا جانور پرندہ ہی ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ توکل اختیار کرنے والے مراد ہیں، کیونکہ پرندے "توکل" کی خاص علامت سمجھے جاتے ہیں اس لئے توکل اختیار کرنے والے بندوں کے قلوب کو پرندوں سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے "اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل (یعنی کامل اعتماد) رکھو تو یقیناً وہ تمہیں رزق دے گا جیسا کہ وہ ان پرندوں کو رزق دیتا ہے جو صبح کو نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس آتے ہیں۔

توکل کی برکت سے دشمن کی تلوار کے گر جانے کا بیان

(78) اَلْخَامِسُ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُمْ، فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاه، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهُ اَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: "اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهِ صَلْتًا، قَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ - ثَلَاثًا-" وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ، فَاِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ، فَقَالَ: تَخَافُنِيْ؟ قَالَ: "لَا" فَقَالَ: فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ: "اَللّٰهُ" ۔

وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ 'صَحِيْحِهِ'، قَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ: "اَللّٰهُ" ۔ قَالَ: فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ، فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ، فَقَالَ: "مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟" ۔ فَقَالَ: كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ ۔ فَقَالَ: "تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟" قَالَ: لَا، وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ اَنْ لَّا اُقَاتِلَكَ، وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ، فَخَلّٰى سَبِيْلَهُ، فَاَتٰى اَصْحَابَهُ، فَقَالَ: جِئْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ ۔

78- اخرجه احمد (5/14341) والبخاری (2910) ومسلم (483) و ابن حبان (2883) والطحاوی فی شرح معانی الاثار (351/1) وابو یعلی (1778) و البیهقی (319/6)

Marfat.com

قَوْلُهُ: "قَفَلَ" اَیْ رَجَعَ، وَ"الْعِضَاهُ" الشَّجَرُ الَّذِیْ لَهُ شَوْكٌ، وَ"السَّمُرَةُ" بِفَتْحِ السِّیْنِ وَضَمِّ الْمِیْمِ: اَلشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ، وَهِیَ الْعِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ، وَ"اخْتَرَطَ السَّیْفَ" اَیْ سَلَّهُ وَهُوَ فِیْ یَدِهٖ۔ "صَلْتًا" اَیْ مَسْلُوْلًا، وَهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَضَمِّهَا۔

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی سمت میں غزوے میں شرکت کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس آ رہے تھے تو آپ کے ساتھ لوگ بھی واپس آ رہے تھے۔ یہ حضرات آرام کرنے کے لئے ایک وادی میں ٹھہر گئے جس میں بہت سے درخت تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے نیچے اترے لوگ سائے میں بیٹھنے کے لئے ادھر ادھر پھیل گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک کیکر کے درخت کے نیچے آ گئے، آپ نے اپنی تلوار اس پر لٹکا دی ہم لوگ سو گئے، (ہماری آنکھ کھلی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے تھے آپ کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اس نے میری تلوار میرے اوپر سونت لی تھی میں سویا ہوا تھا میں بیدار ہو گیا یہ ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے دریافت کیا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ! یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ پھر آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی اور وہیں بیٹھا رہا۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ "ذات الرقاع" میں شریک تھے جب ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس آئے تو ہم نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیا۔ ایک مشرک شخص آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار جو درخت کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی اس نے اس کو سونت لیا اور دریافت کیا' کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس نے دریافت کیا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ۔

ابوبکر اسماعیلی نے اپنی "صحیح" میں یہ حدیث نقل کی ہے' اس نے دریافت کیا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تلوار کو تھام لیا اور فرمایا: تمہیں مجھ سے کون بچائے گا تو اس نے عرض کی: آپ بن جائیں جو بہترین گرفت کرنے والا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا اب تم اس بات کی گواہی دو گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا نہیں لیکن میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ جنگ نہیں کروں گا اور اس قوم کے ساتھ بھی نہیں رہوں گا جو آپ کے ساتھ جنگ کرتی ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور بولا: میں سب سے بہترین فرد کے پاس سے تمہارے پاس آ رہا ہوں۔

"قَفَلَ": یعنی وہ واپس آئے۔

"الْعِضَاهُ": وہ درخت جس میں کانٹے موجود ہوں۔

"السَّمُرَةُ": اس میں سین پر زبر اور میم پر پیش پڑھی جائے گی۔ یہ مخصوص قسم کا درخت ہے اور کانٹے دار درختوں میں بڑا درخت ہوتا ہے۔ (اسے کیکر کا درخت کہتے ہیں)

"اخْتَرَطَ السَّیْفَ": اس نے تلوار سونت لیا۔ اور وہ اس کے ہاتھ میں تھی۔

"صَلْتًا": یعنی کھنچی ہوئی۔ اس میں صاد پر زبر اور پیش دونوں پڑھے جا سکتے ہیں۔

شرح

اور اس روایت میں کہ جس کو ابوبکر اسماعیلی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے یہ الفاظ ہیں کہ اس دیہاتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار سونت کر کہا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ بچائے گا۔ یہ سنتے ہی دیہاتی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کو اٹھالیا اور فرمایا کہ اگر میں تمہیں قتل کرنا چاہوں تو بتاؤ کہ اب تمہیں کون مجھ سے بچائے گا؟ دیہاتی نے جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بھلائی کے ساتھ گرفت کرنے والے ہیں (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے تو مجھے یہ امید ہے کہ میرے لئے انتقامی کاروائی نہیں کی جائے گی اور آپ از راہ لطف وکرم مجھے معاف کر دیں گے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا کہ اگر تمہیں میرے اوپر اتنا زیادہ اعتماد ہے تو پھر یقیناً یہ بات بھی اچھی طرح سمجھتے ہو گے کہ میری دعوت اسلام بالکل برحق اور مبنی بر صداق ہے، اس صورت میں تو تمہیں چاہئے کہ کلمہ پڑھ لو اور مسلمان ہو جاؤ (دیہاتی نے کہا کہ مسلمان تو نہیں ہو سکتا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد ضرور کرتا ہوں کہ نہ میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑوں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑیں گے۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا اور جب وہ دیہاتی اپنی قوم میں آیا تو کہنے لگا کہ میں تمہارے درمیان ایک ایسے شخص کے پاس سے آرہا ہوں جو سب سے بہتر انسان ہے۔

بخاری ومسلم کی مذکورہ بالا روایت انہی الفاظ کے اضافہ کے ساتھ کتاب حمیدی اور امام محی الدین نووی کی تصنیف ریاض الصالحین میں بھی منقول ہے۔

نجد لغت میں تو زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو عام سطح سے بلند ہو اور ویسے یہ جزیرۃ العرب کے ایک خاص علاقے کا نام ہے اور چونکہ یہ علاقہ ایک سطح مرتفع ہے اس لئے اس کو نجد کا نام دیا گیا ہے زمانہ قدیم میں نجد ایک بہت مختصر علاقہ پر مشتمل تھا مگر موجودہ جغرافیہ میں جزیرۃ العرب کے سارے وسطی علاقہ کو نجد کہا جاتا ہے، جس کا انتہائی طول تقریباً آٹھ سو میل اور انتہائی عرض تقریباً سو دو سو میل ہے، یہ شمال میں بادیۃ الشام کے جنوبی سرے سے شروع ہو کر جنت میں وادی الدواسر یا الربع انحالی تک اور عرضاً "احساء" سے حجاز تک پھیلا ہوا ہے۔ "عضاہ" اصل میں "عضہ" کی جمع ہے اور جس کا اطلاق ہر اس درخت پر ہوتا ہے جو کانٹے دار ہو اور مجمع البحار میں لکھا ہے کہ "عضاہ" کیکر کے درخت کو کہتے ہیں اور جو درخت عضاہ سے بڑا ہو اس کو سمرہ کہا جاتا ہے۔

خالی پیٹ پرندوں کے توکل کا بیان

(79) اَلسَّادِسُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

79-اسناده صحيح اخرجه احمد (1/205) والترمذی (2351) وابن المبارك فی الزهد (559) والحاكم (4/418) وابو يعلى (247) وابن حبان (730) وابن ماجه (1464) وابو نعيم فی الحلية (10/69)

Marfat.com

يَقُوْلُ: "لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

مَعْنَاهُ: تَذْهَبُ اَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصًا: اَيْ ضَامِرَةَ الْبُطُوْنِ مِنَ الْجُوْعِ، وَتَرْجِعُ اٰخِرَ النَّهَارِ بِطَانًا. اَيْ مُمْتَلِئَةَ الْبُطُوْنِ.

✧✧ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر تم صحیح طریقے سے اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جو توکل کا حق ہے۔ تو وہ تم کو اس طرح رزق عطا کرے گا جیسے پرندے کو رزق عطا کرتا ہے جو صبح خالی پیٹ جاتا ہے اور شام کو بھرے پیٹ کے ساتھ واپس آتا ہے'

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے' امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے' وہ دن کے ابتدائی حصے میں خالی پیٹ جاتا ہے یعنی بھوک کی وجہ سے اس کا پیٹ چپکا ہوا ہوتا ہے اور جب وہ دن کے آخری حصے میں واپس آتا ہے تو اس کا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے۔

توکل کا حق ادا کرنے کا بیان

توکل کا حق یہ ہے کہ اول تو اس بات پر پورا یقین واعتقاد ہو کہ کسی بھی چیز کو وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اور ہر موجودہ کو خواہ وہ جاندار یا غیر جاندار مخلوق ہو، یا رزق، کسی چیز کا ملنا ہو یا نہ ملنا ہو، ضرر ہو یا نفع ہو، غربت وافلاس ہو یا ثروت ومال داری ہو، مرض ہو یا صحت ہو اور موت ہو یا حیات ہو، غرضیکہ کوئی بھی چیز ہو، سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب چیزیں اسی کی طرف سے ہیں، پھر اس امر کا پختہ اعتقاد ہو کہ رزق کا ضامن بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور پھر اس یقین واعتقاد کے ساتھ حصول معاش کی سعی وجہد میں اچھے طور طریقوں سے اور مناسب ومعقول صورت میں مشغول ہو، یعنی کسب وکمائی میں زیادہ تعب ومشقت برداشت نہ کرے، حرص ولالچ میں مبتلا نہ ہو، ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی جدوجہد نہ کرے اور کمانے کی دھن میں غرق نہ ہو جائے کہ حلال وحرام کی تمیز بھی نہ کر سکے۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا گمان یہ ہو کہ "توکل" نام ہے کسب وعمل کے ترک کر دینے کا" اور ہاتھ پاؤں کو معطل کر دینے اور اپاہج بن کر" پڑے رہنے کا کہ جس طرح کسی کپڑے کو زمین پر ڈال دیا جائے تو، وہ شخص نرا جاہل ہے۔

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ "توکل کا اصل مقام قلب ہے اور حصول معاش کے لئے حرکت وعمل ایک ظاہری فعل ہے جو توکل کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ اصل اعتماد اپنے کسب وعمل کی بجائے محض اللہ تعالیٰ پر ہو، اسی لئے حدیث میں پرندہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وہ اگرچہ اپنی روزی کی تلاش میں نکلتا ہے اور سارے جہاں میں مارا مارا پھرتا ہے لیکن اس کا اصل اعتماد اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے، نہ کہ اپنی طلب اور جدوجہد اور اپنی تدبیر وقوت پر لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ انسان کا حصول معاش کے لئے معقول اور مناسب طریقہ پر جدوجہد اور سعی کرنا اللہ تعالیٰ پر اعتماد وبھروسہ کرنے کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آیت (وکاین من دابة لا تحمل رزقها الله یرزقها وایاکم) یعنی اور کوئی جانور اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی

Marfat.com

اس کو بھی اور تمہیں بھی رزق عطا کرتا ہے۔ حاصل یہ کہ حدیث کا مفہوم اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ سعی جدوجہد اور کسب وعمل حقیقت میں رزق پہنچانے والا نہیں ہے بلکہ رزق پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح حدیث کا مقصد یہ بھی نہیں ہے کہ انسان کو اپنی روزی کمانے کے لئے حرکت وعمل سے باز رکھا جائے کیونکہ اللہ پر توکل واعتماد کا تعلق دل سے ہے جو اعضائے ظاہری کی حرکت وعمل کے مطلقاً منافی نہیں ہے، گو بسا اوقات اعضا وجوارح کی حرکت اور کسی کسب وعمل کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ رزق پہنچاتا ہے بلکہ توکل کی برکت تو یہاں تک ہوتی ہے کہ متوکل کو اپنا رزق لینے کے لئے حرکت بھی کرنا نہیں پڑتی بلکہ دوسرے حرکت کرکے اس تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق پہنچاتے ہیں جیسا کہ اس ارشاد ربانی کے عمومی مفہوم سے واضح ہوتا ہے۔

آیت (وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ کہ جب کوے کے بچے انڈے سے باہر آتے ہیں تو بالکل سفید ہوتے ہیں اور کوا ان بچوں کو دیکھتا ہے تو وہ اسے بہت برے لگتے ہیں چنانچہ ان بچوں کو چھوڑ کر کوا چلا جاتا ہے۔ اور وہ تنہا پڑے رہ جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ ان کے پاس مکھی اور چیونٹیاں بھیجتا ہے جن کو وہ بچے چن چن کر کھاتے ہیں اور پرورش پاتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنا رنگ بدل دیتے ہیں اور بالکل سیاہ ہو جاتے ہیں، پھر جب کچھ عرصہ کے بعد کوا ان بچوں کے پاس آتا ہے اور ان کو سیاہ رنگ کو دیکھتا ہے تو ان کو لے کر بیٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرنے لگتا ہے اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ بغیر حرکت وسعی کے بھی کسی طرح رزق پہنچاتا ہے،

شداد اور روئے زمین کی بادشاہت کا بیان

اس سلسلے یہ حکایت تو بہت ہی عجیب وغریب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح قبض کرنے والے فرشتے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی روح نکالتے وقت تجھے رحم بھی کبھی آیا ہے؟ عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں اے میرے پروردگار، ایک موقع پر تو مجھے بہت ہی رحم آیا تھا اور وہ اس وقت کا قصہ ہے جب کہ ایک کشتی ٹوٹ گئی تھی اور اس کے لوگ پانی میں غرق ہو گئے تھے لیکن کچھ لوگ ڈوبنے سے بچ گئے تھے اور کشتی کے باقی ماندہ تختوں پر تیر رہے تھے، انہی میں ایک عورت تھی جو ایک تیرتے ہوئے تختے پر بیٹھی ہوئی اپنے شیر خوار بچے کو دودھ پلا رہی تھی، جبھی تیرا حکم ہوا کہ اس عورت کی روح قبض کرلی جائے چنانچہ میں نے اس عورت کی روح قبض کرلی، لیکن اس کے بچے پر بہت رحم آیا جو اس دریا میں ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر تنہا رہ گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے اس بچے کا انجام کیا ہو؟ میں نے اس تیرتے ہوئے تختے کو ایک جزیرہ کے کنارے لگ جانے کا حکم دیا جہاں اس نے بچہ کو ساحل پر ڈال دیا، پھر میں نے ایک شیرنی اس بچے کے پاس بھیجی جس نے اس کو اپنا دودھ پلا پلا کر پرورش کیا، جب وہ کچھ بڑا ہو گیا تو میں نے کچھ جنات متعین کردیئے تاکہ وہ اس بچے کو آدمیوں کی بول چال اور رہن سہن کی تعلیم دیں، یہاں تک کہ وہ ایک مضبوط جوان ہو گیا اور پھر علم وفضل میں کمال حاصل کرتا ہوا علماء کی صف میں داخل ہو گیا، دولت وامارت سے بہرہ مند ہوا اور آخر کار سلطنت کے مرتبہ کو پہنچ کر تمام روئے زمین کا بادشاہ وحکمران بن گیا، تب وہ اپنی اصل حقیقت کو بھول گیا، روئے زمین پر چلنے والی اس کی مطلق العنانی اس کی انسانیت وعبودیت کی سب سے بڑی دشمن بن گئی، اس نے عبودیت کے مرتبہ اور ربوبیت کے حقوق کو فراموش کردیا اس کو یہ یاد نہ رہا کہ اللہ تو وہ ذات ہے جس نے اس کو دریا کی لہروں سے زندہ بچا کر اپنی قدرت کے ذریعہ پرورش وتربیت کے

Marfat.com

مراحل سے گزارا اور پھر اس مرتبہ تک پہنچایا کہ آج وہ تمام روئے زمین کا بادشاہ اور مطلق العنان حکمران بنا بیٹھا ہے، جانتے ہو وہ کون شخص تھا؟ وہ اس دنیا میں شداد کے نام سے مشہور ہوا ہے۔

بہر حال اہل ایمان کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم ہے وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے، جب وہ اپنے دشمنوں کو رزق دیتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ان بندوں کو بھول جائے جو اس کے دوست اور محبوب ہیں۔

سونے سے پہلے دعا مانگنے کا بیان

(80) اَلسَّابِع : عَنْ اَبِىْ عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَا فُلَانُ، اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ، فَقُلِ : اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ ؛ وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ . فَاِنَّكَ اِنْ مِتَّ مِنْ لَّيْلَتِكَ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَيْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِىْ رِوَايَةٍ فِى الصَّحِيْحَيْنِ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، وَقُلْ وَذَكَرَ نَحْوَهٗ ثُمَّ قَالَ: وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ" .

✧✧ حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے فلاں! جب تم اپنے بستر پر لیٹ جاؤ تو یہ پڑھو:

''اے اللہ! میں اپنا آپ تیری بارگاہ میں جھکاتا ہوں اور میں اپنے چہرے کو تیری طرف متوجہ کرتا ہوں اور میں اپنی پشت کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور اپنے ہر معاملے کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تیری بارگاہ کی طرف راغب ہوتے ہوئے اور اس تجھ خوفزدہ رہتے ہوئے۔ تیرے مقابلے میں، تیرے علاوہ کوئی اور جائے پناہ اور جائے نجات نہیں ہے۔ جو کتاب تو نے نازل کی ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور جس رسول کو تو نے مبعوث کیا ہے میں اس پر بھی ایمان لاتا ہوں۔''

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں): اگر تم اسی رات فوت ہو گئے تو تمہاری موت دین فطرت پر ہو گی۔ اور اگر تم نے صبح کی تو تمہیں بھلائی نصیب ہو گی''۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو (پہلے) نماز کے وضوء کی طرح وضو کر لو۔ پھر اپنے دائیں پہلو کے بل لیٹو اور یہ پڑھو۔ (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

80- اخرجه احمد (6/18611) والبخاری (247) ومسلم (2710) وابو داؤد (5046) والترمذی (3394) والنسائی فی الیوم واللیلة (780) وابن حبان (5527)

ہیں) اس کے بعد انہوں نے حسب سابق دعا نقل کی ہے (تاہم اس روایت میں یہ بات اضافی ہے) پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم انہیں (سونے سے پہلے) اپنے آخری کلمات بنالو'' (یعنی انہیں پڑھنے کے بعد کوئی اور بات نہ کرنا)

اسلام کے دین فطرت ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے (یعنی امر حق کو قبول کرنے کی اس میں صلاحیت ہوتی ہے) پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں جس طرح ایک چار پایہ جانور پورا چار پایہ بچہ دیتا ہے، کیا تم اس میں کوئی کمی پاتے ہو" پھر آپ نے یہ آیت تلاوتی فرمائی (ترجمہ) یہ اللہ تعالیٰ کی اس بنائی کے موافق ہے جس پر اللہ نے آدمیوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی خلقت میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا یہ دین مستحکم ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث، 87)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق فطرت پر کی ہے اور فطرت صرف امر حق یعنی ایمان و اسلام کو قبول کرسکتی ہے۔ لہٰذا جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ اس فطرت پر ہوتا ہے لیکن خارجی اثر سے وہ فطرت کے تقاضوں سے دور ہو جاتا ہے اور خلاف اصول و فطرت طریقوں پر چلنے لگتا ہے یعنی اگر اس کے ماں باپ مجوسی ہوتے ہیں تو وہ بھی ان کے مذہب میں رنگ جاتا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر فرمایا کہ جس طرح کسی جانور کے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنی اصلی حالت میں پیدا ہوتا ہے اس کے اندر کسی قسم کی کوئی کمی یا کوئی نقصان نہیں ہوتا، ہاں اگر خارجی طور پر کوئی اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے یا اس کے جسم میں کوئی عیب پیدا کردے تو وہ اپنی اصلی اور تخلیقی حالت کھو دیتا ہے، اسی طرح انسان پیدا کے وقت اپنی اصلی فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا ماحول، اس کی سوسائٹی یعنی ماں باپ وغیرہ اس کے احساسات و شعور اور اس کے عقائد پر اپنے مذہب کا رنگ چڑھا کر اس کے ذہن و فکر اور قلب و دماغ کو غلط راستہ پر موڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی اصلی اور تخلیقی فطرت پر قائم نہیں رہتا بلکہ کافر ہو جاتا ہے، ہاں اگر ایسا نہیں ہوتا اور اس کے ماں باپ مسلمان ہوتے ہیں تو وہ بھی مسلمان رہتا ہے۔

سونے سے پہلے بستر جھاڑ کر دعا مانگنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی سونے کے لئے اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہئے کہ اپنے بستر کو اپنی لنگی کے اندر کے کونے سے جھاڑ لے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے بستر پر کیا چیز (مثلاً کیڑا مکوڑا، یا گرد و غبار) گری پڑی ہو اور اس کے بعد وہ بستر پر لیٹے اور پھر کہے دعا (باسمك ربی وضعت جنبی وبك ارفعه ان امسكت نفسی فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين)۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہئے کہ وہ پہلے اپنا بستر جھاڑے پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے اور پھر باسمک (یعنی مذکورہ بالا دعا) آخر تک پڑھے۔

(مسلم اور بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 916)

ایک روایت میں یہ ہے کہ اسے چاہئے کہ وہ اپنے بستر کو اپنے کپڑے کے کونے سے تین مرتبہ جھاڑے نیز اس روایت میں دعا

Marfat.com

(وان امسکت نفسی فاغفرلھا) یعنی مذکورہ بالا دعا میں فارحمہا کی بجائے فاغفرلہا ہے۔تشریح لنگی کے کونے سے مراد کپڑے کا وہ حصہ یا کونہ ہے جو اندرونی طرف اور بدن سے لگا ہوا ہوتا ہے خواہ وہ لنگی ہو یا کوئی اور لباس! نیز لنگی کے کونے سے جھاڑنے کے لئے اس لئے فرمایا کہ باہر کے کونے جھاڑنے سے بستر کا کوئی حصہ کھلنے بھی نہیں پائے گا! حاصل یہ کہ جب کوئی شخص بستر پر آئے تو پہلے وہ بستر کو کسی کپڑا وغیرہ سے جھاڑے تاکہ بستر اگر اذیت ونقصان پہنچانے والی کوئی چیز گری پڑی ہو تو اس سے بستر صاف ہو جائے گا اگر بستر کو جھاڑنے کے لئے الگ سے کوئی کپڑا وغیرہ نہ ہو تو پھر اپنی لنگی یا کرتے وغیرہ کے کونے سے ہی اسے جھاڑ لیا جائے۔

جب انسان سوتا ہے تو وہ گویا مردے ہی کے حکم میں ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ اس کی روح عارضی طور پر قبض کر لیتا ہے پھر اس کے بعد اس کی روح کو اس کے جسم میں بھیج دیتا ہے یعنی اسے نیند سے بیدار کر دیتا ہے یا اس کی روح کو چھوڑتا ہے یعنی مستقل طور پر قبض کر لیتا ہے اور اس شخص پر موت طاری کر دیتا ہے چنانچہ اسی چیز کے بارہ میں مذکورہ بالا دعا میں درخواست ہے کہ پروردگار اگر تو سونے کی حالت میں میری روح کو رکھ چھوڑے اور مجھ پر موت طاری فرما دے تو اس صورت میں مجھے بخش دیجئے اور اگر میری روح کو واپس بھیج دے اور مجھے زندہ رکھے تو پھر اسی طرح میری نگہبانی فرمائیے جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی نگہبانی فرماتا ہے یعنی نیکی و بھلائی کی توفیق دیجئے اور میرے ہر کام وفعل میں میرا معین و مددگار بنئے۔نیک بندوں سے مراد وہ بندے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت و طاعت کے ذریعہ اللہ کا حق بھی ادا کرتے ہیں اور بندوں کے حقوق بھی جو ان کے ذمہ ہوتے ہیں پورا کرتے ہیں۔دائیں کروٹ سونے میں حکمت یہ ہے کہ دل چونکہ بائیں پہلو میں ہوتا ہے اس لئے دائیں کروٹ سونے کی سورت میں دل لٹکتا رہتا ہے۔جس کی وجہ سے نیند میں استراحت اور غفلت زیادہ نہیں ہوتی۔اور نماز تہجد وغیرہ کے لئے جاگنا آسان ہوتا ہے جبکہ بائیں کروٹ سونے کی صورت میں دل اپنی جگہ ٹھہرا رہتا ہے۔جس کی وجہ سے نیند میں غفلت اور استراحت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

راوی حدیث براء بن عازب کے احوال کا بیان

براء بن عازب (ابوعمارہ): یہ براء بن عازب بن حارث خزرجی ہیں یہ ان قائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے جن کے ہاتھوں عظیم فتوحات حاصل ہوئیں۔انہوں نے چھوٹی عمر میں اسلام قبول کر لیا تھا یہ پندرہ غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے سب سے پہلے یہ غزوہ خندق میں شریک ہوئے تھے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے زمانہ خلافت میں (رے) فارس کا گورنر مقرر کیا تھا۔انہوں نے ابہر پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا تھا اس کے بعد قزوین پر قبضہ کیا تھا وہاں سے یہ زنجان کی طرف روانہ ہوئے تھے اور اسے بھی فتح کر لیا تھا۔71 ہجری میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حکومت کے زمانے میں ان کا وصال ہوا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے تین سو پانچ احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کفار کے قدموں کو دیکھنے کا بیان

(81) اَلثَّامِنُ : عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَامِرِ بْنِ عُمَرِ ابْنِ کَعْبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ تَیْمِ بْنِ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ الْقُرَشِیِّ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ - وَھُوَ وَاَبُوْہُ

Marfat.com

وَاُمُّهٗ صَحَابَةٌ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ - قَالَ: نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ وَنَحْنُ فِي الْغَارِ وَهُمْ عَلٰى رُؤُوْسِنَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَاَبْصَرَنَا. فَقَالَ: "مَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی' یہ خود ان کی والدہ اور والد صحابی ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے مشرکین کے پاؤں دیکھے ہم اس وقت غار میں موجود تھے وہ ہمارے سروں کی طرف موجود تھے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر یہ اپنے پاؤں کے نیچے دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے، آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! ایسے دو افراد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

شب ہجرت اور نبی کریم ﷺ کا باعافیت سفر

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ قریش مکہ نے ایک روز رات کے وقت (دارالندوہ) میں اپنی مجلس مشاورت منعقد کی (جس میں ابلیس شیطان بھی ایک نجدی شیخ کی صورت میں شریک ہوا) چنانچہ بعض نے یہ مشورہ دیا کہ صبح ہوتے ہی اس شخص کی مشکیں کس لو (یعنی رسیوں سے باندھ کر قید میں ڈال دو)"اس شخص" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی، بعض نے یہ رائے دی کہ (نہیں بلکہ اس کو قتل کر ڈالو اور بعض نے (حقارت کے ساتھ) یہ کہا کہ اس کو اپنی سرزمین سے نکال کر باہر کرو یعنی جلاوطن کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (قریش مکہ کے مشورہ و فیصلہ سے) آگاہ کر دیا (اور حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج کی رات اپنے بستر پر حضرت علی کو سلا دیں اور (ابوبکر کو ساتھ لے کر) مکہ سے نکلے اور غار ثور میں جا چھپے، ادھر قریش مکہ نے یہ سمجھ کر پوری رات علی کی نگرانی میں رات گزار دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی گھر کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر تو حضرت علی سوئے ہوئے تھے اور قریش مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سویا ہوا سمجھ کر پوری رات گھر کی نگرانی کرتے رہے) یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے (یعنی قریش مکہ نے) اس (بستر) پر (کہ حضرت علی سوئے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان کر کے) دھاوا بول دیا لیکن جب انہوں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے) حضرت علی کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بدخواہی کو انہی پر لٹا دیا تو (وہ بڑے سٹپٹائے اور) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے کہ تمہارا یہ دوست (جس کا یہ بستر ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں گیا؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ مجھ کو نہیں معلوم۔ قریش مکہ (صورت حال کو سمجھ کر فوراً حرکت میں آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھ کر پکڑ لانے کے لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں نکل پڑے، یہاں تک کہ جبل ثور تک پہنچ گئے مگر وہاں قدموں کے نشان مشتبہ ہو گئے تھے (جس کی وجہ سے ان کو آگے رہنمائی نہیں مل سکی) پھر وہ پہاڑ کے اوپر گئے اور ادھر ادھر ٹوہ لگاتے

81- اخرجه احمد (1/11) وابن ابی شیبة (712) والبخاری (3653) ومسلم (2381) والترمذی (3096) والبزار (36) وابو یعلی (66) وابن حبان (2678) والطبری (136/10)

ہوئے) غار کے منہ پر پہنچ گئے (ان کا گمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں چھپے ہوں گے) لیکن انہوں نے غار کے اوپر گئے اور ادھر ادھر ٹوہ لگاتے ہوئے) غار کے منہ پر پہنچ گئے (ان کا گمان تھا کہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں چھپے ہوں گے) لیکن انہوں نے غار کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے ہوتے تو اس کے منہ پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا (اس طرح وہ لوگ وہاں سے مایوس ہو کر واپس ہو گئے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رات دن اسی غار میں چھپے رہے۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث، 522)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب مشرکین مکہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت اسلام مدینہ تک پہنچ گئی ہے اور وہاں کے متعدد لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہیں تو انہیں سخت تشویش ہوئی، اس مسئلہ پر غور وفکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے کے لئے ان کے سارے بڑے بڑے سردار اور زعماء دارالندوہ میں جمع ہوئے، عین اس وقت جب کہ ان سرداروں کی مشاورتی مجلس شروع ہونے والی تھی ابلیس ایک بوڑھے اور تجربہ کار ظاہر ہونے والے شخص کی صورت میں اس مشاورتی مجلس میں پہنچا اور بولا کہ میں نجد سے آیا ہوں، جب مجھے تو لوگوں کے اس اجتماع کا علم ہوا تو میری خواہش ہوئی کہ میں بھی تمہارے اس اجتماع میں شریک ہو کر کوئی مناسب اور کارگر رائے پیش کروں بلاشبہ عقل ودانائی اور خیر خواہی میں تم میں سے کوئی شخص مجھ سے بڑھا ہوا نہیں ہے حاضرین مجلس ابلیس کی اس بات سے بہت متاثر ہوئے اور اس کو عزت واحترام کے ساتھ اپنے درمیان جگہ دی۔ اس کے بعد اس مشاورتی کمیٹی کی کاروائی کا آغاز ہوا اور مختلف لوگوں کی طرف سے اظہار خیال وآراء کا سلسلہ شروع ہو گیا، ابوالبختری نے کہا: میری رائے یہ ہم کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو قید کر کے کسی ایسی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں بند کر دو جس میں آمد ورفت کو کوئی ذریعہ اور کوئی دروازہ ودر کھلا نہ رہ جائے، صرف ایک ایسا بڑا سوراخ باقی رکھا جائے، جس میں سے اس کے کھانے پینے کی چیزیں ڈال دی جایا کریں اور اس کو اس کوٹھڑی میں اس وقت تک محبوس رکھنا چاہیے جب تک کہ وہ اس میں پڑا پڑا مر نہ جائے۔

یہ سن کر اس شیخ نجدی (کی صورت میں ابلیس نے کہا یہ رائے نہایت غیر موزوں ہے کیونکہ جب تم اس کو قید کرو گے تو اس کے خاندان کے لوگ اس کے عزیز واقارب تم پر دھاوا بول دیں گے اور جنگ وجدل کے ذریعہ تمہاری قید سے اس کو آزاد کرا کے لے جائیں گے۔ پھر ہشام ابن عمرو نے یہ رائے دی کہ اس شخص کو اچھی طرح ذلیل ورسوا کر کے ایک اونٹ پر سوار کرادو اور اپنی سرزمین سے باہر نکال دو، وہ یہاں جلاوطن ہو کر جہاں کہیں جائے گا اور وہاں اپنے دین کی اشاعت میں جو کچھ کرے گا اس سے کم از کم تم لوگ تو محفوظ رہو گے۔ ابلیس نے اس رائے کی بھی مخالفت کی اور کہا کہ اس طرح تو اس شخص کو کھیل کھیلنے کا خوب موقع مل جائے گا اور یہاں سے کہیں اور جا کر اپنی مظلومیت کے قصے سنائے گا اور لوگوں کی اپنی طرف متوجہ کرے گا، اگرچہ یہاں کے لوگ اس کی دعوت سے محفوظ رہیں گے مگر وہ دوسری جگہ کے لوگوں کو اپنا ہمنوا اور ہمدرد بنا لے گا اور پھر ان لوگوں کی مدد سے طاقت پا کر تم پر حملہ آور ہو جائے گا آخر میں لعین ابوجہل بولا اور اس نے رائے دی کہ تم لوگ ہر قبیلہ وخاندان میں ایک ایک نوجوان منتخب کرلو اور ان سب کو تلواریں دے کر کہو کہ وہ سب ایک ساتھ اس شخص پر اپنی تلواروں سے حملہ کر کے اس کا کام تمام کردیں، اس طرح اس کا خون تمام

Marfat.com

قبیلوں اور خاندانوں میں پھیل جائے گا یعنی اس کے قتل کا کوئی ایک قبیلہ وخاندان ذمہ دار ہونے کے بجائے اجتماعی جنگ کرنے اور اس شخص کے خون کا قصاص لینے سے عاجز ہوں گے۔ اور مجبوراً دیت (خون بہا) لینے پر راضی ہو جائیں گے۔

جب وہ دیت طلب کریں گے تو ہم سب مل کر ان کو دیت دے دیں گے اور قصہ تمام ہو جائے گا ابلیس نے اس رائے کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اس جوان نے بالکل صحیح بات کہی پھر تو سب لوگ ہی ابوجہل کی رائے پر متفق ہو گئے اور یہی طے پایا کہ آج رات بھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر کا محاصرہ رکھا جائے اور صبح ہوتے ہی ان پر حملہ کر کے قصہ تمام کر دیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر قریش کی اس سازشی کاروائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر حضرت علی کو سلا کر ابوبکر کے ساتھ ہجرت کے ارادہ سے رات ہی میں مکہ سے نکل جائیں، قرآن کریم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ۔ اور جب (مکہ کے) کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں یہ سازش کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید میں ڈال دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلاوطن کر ڈالیں۔" چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علی کو سلا دیا اور خود حضرت ابوبکر کو لے کر راتوں رات مکہ سے نکل کر جبل ثور کے ایک غار میں جا چھپے اس وقت جب کہ قریش مکہ کی ایک خونخوار جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سے باہر نکلنا اور ان کافروں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے نکلتے ہوئے دیکھنا، پھر ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گفتگو کرنا اور ان کی نظروں کے سامنے سے گزرتے ہوئے صاف بچ کر نکل جانا ایک حیرت انگیز قصہ اور زبردست معجزہ تھا جس تفصیل تاریخ سیر کتابوں میں مذکور ہے۔

بحر حال قریش مکہ اپنے اس گمان کے مطابق کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر نہیں سوئے ہوئے تھے رات بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی نگرانی کرتے رہے ان کا منصوبہ تھا کہ پوری رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی رکھنے کے بعد صبح سویرے گھر میں گھس پڑیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دیں گے حالانکہ گھر کے اندر تو حضرت علی سوئے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نظروں کے سامنے سے باہر نکل گئے تھے، چنانچہ صبح ہوتے ہی جب انہوں نے گھر کے اندر دھاوا بول دیا تو وہاں حضرت علی کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے اور فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان دیکھ دیکھ کر جبل ثور تک پہنچ گئے اور پھر اس غار کے منہ پر بھی جا پہنچے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے ساتھ چھپے ہوئے تھے، اس جگہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا جس غار کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر چھپے ہوئے تھے اس کا منہ صرف ایک بالشت چوڑا اور ایک ہاتھ لمبا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی وقت دو کبوتر بھیج دئے جنہوں نے غار کے منہ کے نیچے کی جانب انڈے دیئے اور قدرت الٰہی کے حکم سے ایک مکڑی نے آ کر جھٹ غار کے منہ پر جالا تن دیا، ایسی صورت میں قریش مکہ کے ان گماشتوں کو، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں غار تک پہنچ گئے تھے، یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اس غار کے اندر دو انسان چھپے ہوئے ہیں، لہٰذا وہ اس جگہ سے مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

ایک روایت میں تو یہ بھی آیا ہے کہ قریش مکہ کے وہ گماشتے غار کے منہ کے قریب ایسی جگہ پہنچ گئے تھے کہ اگر ان کی نظر اپنے

Marfat.com

پیروں کی طرف چلی جاتی تو بڑی آسانی سے وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کو غار کے اندر دیکھ لیتے، حضرت ابوبکر غار کے اندر سے ان لوگوں کو اپنے سر پر کھڑا دیکھ ہی رہے تھے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں سخت تشویش ہوئی، چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خوف کا اظہار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ تعالیٰ ہے (یعنی ہم دونوں یہاں بے یار و مددگار نہیں ہیں بلکہ ایک تیسری ذات یعنی اللہ تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ ہے جو یقیناً ہم دونوں کی حفاظت کرے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو اس طرح بے بصر کر دیا کہ وہ غار کے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھتے تھے لیکن غار کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کو دیکھ نہیں پائے۔

تفسیر بحر العلوم میں اس آیت (اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا) 9۔التوبہ:40)۔ کے تحت لکھا ہے کہ اس آیت میں صاحب (ساتھی) سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں، جو ہجرت کی رات میں اس موقع پر جب کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اور دونوں غار ثور میں جا کر چھپ گئے تھے اس غار میں ابوبکر نے جب دیکھا کہ کفار مکہ غار کے منہ تک آپہنچے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر ان کفار میں کسی نے بھی اپنے پیروں کی طرف سے دیکھا تو اس کی نظر یقیناً ہم تک پہنچ جائے گی، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ (فکر و تشویش کی کوئی بات نہیں ہے) اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ تعالیٰ ہے۔

اور یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی صحابیت کا منکر، نص قرآن کے انکار کے سبب "کافر" ہے جب کہ دوسرے صحابہ کی صحابیت کا منکر کافر نہیں بلکہ مبتدع ہے۔ واقعہ ہجرت کے سلسلہ میں جو روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منقول ہے اس میں انہوں نے یوں بیان کیا ہے کہ: میرے والدین اپنے زمانہ عقل و بلوغ کی ابتداء ہی سے دیندار تھے اور کوئی دن ایسا نہیں گزرا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں صبح و شام نہ آتے ہوں، جب مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم و ستم اپنے عروج کو پہنچ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) میرے والد حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ تمہارا دار الہجرت مجھے دکھایا گیا ہے، وہ دو سنگتانوں کے درمیان کھجوروں کے باغات والی ایک بستی ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسلمانوں کا مدینہ کو ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے والے مسلمان بھی مدینہ آ گئے اسی بناء حضرت ابوبکر نے بھی مدینہ کو ہجرت کی تیاری شروع کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر! ابھی توقف کرو، میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے اس دن سے حضرت ابوبکر کا یہ حال ہو گیا کہ وہ ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے کسی موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوتے تھے، علاوہ ازیں انہوں نے پہلے ہی سے دو اونٹ مہیا کر لئے تھے جو کسی بھی وقت روانگی کی تیاری کے ساتھ چار مہینے تک گھر میں بندھے کھڑے رہے تا آنکہ ایک دن ٹھیک دوپہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ہجرت کی اجازت مل گئی ہے، حضرت ابوبکر نے ایک اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، عائشہ اور اسماء نے زادراہ تیار کیا اور پھر اسی دن جو ربیع الاول

Marfat.com

۱۴ نبوی کی تاریخ تھی اور پنجشنبہ کا دن تھا، رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے مکان سے نکل کر) حضرت ابوبکر کے گھر آئے اور وہاں سے یہ دونوں روانہ ہو کر جبل ثور کے ایک غار میں جلوہ فرما ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی رات میں اس غار کے منہ پر کیکر کا درخت اگ آیا، جنگلی کبوتر نے غار کے منہ پر گھونسلہ بنا کر انڈے دیئے اور مکڑی نے جالا تن دیا، کفار مکہ جب اس غار کے قریب پہنچے تو اس کے حصہ پر ایسی علامتیں دیکھ کر جو غار کے اندر کسی شخص کی موجودگی کی نفی کرتی تھیں محروم و مایوس واپس لوٹ گئے۔ نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رات کی تاریکی میں مکہ سے روانہ ہوئے تو پورے راستہ حضرت ابوبکر کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے ہو جاتے تھے اور اس کا مقصد اس بات کی نگرانی رکھنا تھا کہ کوئی کافر آگے سے یا پیچھے سے آکر اچانک دھاوانہ بول دے، پھر جب غار کے قریب پہنچے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر کھڑا کیا اور پہلے خود غار کے اندر جا کر اس کو صاف کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار کے اندر لے گئے، یہ دونوں تین راتیں اسی غار میں جلوہ فرما رہے۔ انہیں نے اپنے دونوں اونٹ بن الدئل کے ایک شخص کے حوالہ کر کے اس کو اس بات پر تیار کر لیا تھا کہ وہ تین راتیں گزرنے پر ان اونٹوں کو لے کر غار کے قریب موجود رہے، نیز اس کو معقول معاوضہ دیا گیا اور اس کام کے لئے بھی آمادہ کر لیا تھا کہ وہ مدینہ تک رہبری کے فرائض انجام دے، غار ثور میں قیام کے دوران تینوں راتوں حضرت عبداللہ بن ابوبکر کفار مکہ کے تمام حالات اور دن بھر کی تمام کارروائیوں سے رات کے وقت آکر مطلع کرتے رہے۔

پھر تین راتوں کے بعد یہ دونوں حضرات اپنے اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور اس رہبر کو ساتھ لے کر عام راستہ کے بجائے ساحل سمندر کے ساتھ والے راستہ کے ذریعہ مدینہ کو روانہ ہوئے، جب بنی مدلج کے علاقوں میں پہنچے تو پیچھے سے سراقہ ابن مالک آپہنچا جو قریش مکہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر یا ان دونوں کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لانے کے عوض بھاری انعام کے لالچ میں ان کا تعاقب کر رہا تھا، جب وہ دونوں کے قریب پہنچا تو اچانک اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر پڑا اور پھر اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اتنا قریب پہنچ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اس کو سنائی دینے لگی اور عین اس وقت کہ وہ دھاوا بولنا چاہتا تھا اس کے گھوڑے کے دونوں پاؤں زانوں تک زمین میں دھنس گئے اور سراقہ الٹے منہ زمین پر گر پڑا اب اس کو تنبہ ہوا اور وہ گڑگڑا کر امان کی دہائی دینے لگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اس کی آواز سن کر کھڑے ہو گئے سراقہ نے ان دونوں کی خدمت میں کچھ زاد راہ پیش کرنا چاہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا البتہ اس کو معاف کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ ہمارے بارے میں کسی کو نہ بتانا چنانچہ سراقہ وہاں سے لوٹا اور راستہ میں جو بھی کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں آتا ہوا ملتا اس کو تدبیروں سے واپس کر دیتا تھا اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر بحفاظت تمام مدینہ پہنچ گئے۔

راوی حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احوال کا بیان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: ابی قحافہ کا اصلی نام عثمان بن عامر بن کعب التیمی اور القریشی ہیں، یہ خلفاء راشدین میں سے سب

Marfat.com

سے پہلے ہیں اور وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا۔ یہ اپنی کنیت ''ابوبکر صدیق'' کے ساتھ مشہور ہیں' مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ قریش کے بڑے سردار کے طور پر ان کی پرورش ہوئی۔ عربوں کے انساب اور حالات سے اچھی طرح واقف تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں بڑی عظیم اور جلیل القدر خدمات سرانجام دیں، تمام غزوات میں شریک رہے۔ بڑی تکالیف برداشت کیں۔ اپنا مال نبی اکرم ﷺ کے اشارے پر خرچ کیا ان کی مدت خلافت دو سال تین ماہ تھی۔ اس دوران انہوں نے سخت لڑائیاں لڑیں۔ شام کے بڑے علاقے کو فتح کیا، عراق کا بہت بڑا حصہ فتح کیا۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۱۳ ہجری میں ہوا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ۱۴۲ احادیث منقول ہیں۔

گمراہی سے بچنے کی دعا مانگنے کا بیان

(82) اَلتَّاسِعُ : عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ وَاسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ اَبِىْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ الْمَخْزُوْمِيَّةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا : اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ، قَالَ: "بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ، اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَىَّ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ،

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِىُّ وَغَيْرُهُمَا بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ . قَالَ التِّرْمِذِىُّ : "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ" وَهٰذَا لَفْظُ اَبِىْ دَاوُدَ .

✧✧ اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ان کا نام ہند بنت ابوامیہ ہے' نبی اکرم ﷺ جب گھر سے نکلتے تھے تو یہ پڑھا کرتے تھے۔ ''اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں اللہ پر توکل کرتا ہوں' اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا مجھے گمراہ کیا جائے۔ میں پھسل جاؤں یا مجھے پھسلا دیا جائے۔ میں زیادتی کروں' یا مجھ پر زیادتی ہو' میں جاہلیت کا مظاہرہ کروں یا میرے خلاف جاہلیت کا مظاہرہ کیا جائے''۔

یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے مستند اسناد کے ہمراہ نقل کیا ہے' امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے' امام ترمذی فرماتے ہیں (حدیث کے الفاظ) ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں۔

دنیا کی اصلاح اور طلب آخرت کی دعا کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے۔ دعا (اللّٰھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمة امری واصلح لی دنیای التی فیھا معاشی واصلح لی آخرتی التی فیھا معادی وا جعل الحیوة زیادة لی فی کل خیر واجعل الموت راحة لی من کل شر)۔ اے اللہ! درست کر میرے دین کو جو میرے امور کا محافظ ہے (یعنی دین کی وجہ سے جان، مال اور آبرو کی حفاظت ہوتی ہے اور آخرت کے عذاب سے نجات ملتی ہے) درست کر میری آخرت کو جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے) میری زندگی کو سبب بنا ہر نیکی میں زیادتی کا (یعنی طویل عمر عطا فرما تا کہ بہت سی نیکیاں کروں) اور

82- اخرجه ابو داؤد (50094) والترمذی (3427) والنسائی (5501) وفی الیوم واللیلة (85) وابن ماجة (3884) واسناده صحیح

میرے لئے موت کو ہر برائی سے راحت اور آرام کا سبب بنا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلددوم: حدیث،1014)

دنیا کی درستی واصلاح اس رزق سے ہوتی ہے جو حلال ذرائع سے اور غیر مشتبہ وسائل کے راستے حاصل ہوا ہو، اس رزق سے گزارا اچھی طرح ہوتا ہے، طاعت کی قوت حاصل ہوتی ہے قلب کو سکون واطمینان کی دولت میسر آتی ہے اور عبادت میں خلل و تشویش کا گزر نہیں ہوتا۔ آخرت کی درستی واصلاح کا انحصار ان امور (نیک عقائد، اچھے اعمال وکردار کی توفیق پر ہوتا ہے جو عذاب سے نجات کا سبب اور اس جہان کی سعادتوں تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ دعا کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ میری زندگی کا خاتمہ کلمہ شہادت، اچھے اعتقاد اور توبہ کرنے کے بعد ہوتا کہ میری موت دنیا کی مشقتوں اور مصائب سے نجات اور آخرت کی راحت کے حصول کا باعث ہو۔

راویہ حدیث ہند بنت امیہ کے احوال کا بیان

ہند بنت امیہ: یہ قرشیہ مخزومیہ ہیں۔ ان کی کنیت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا ہے۔ یہ اُمّ المومنین ہیں۔ چار ہجری میں ان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہوئی تھی۔ یہ اخلاق وعقل کے حوالے سے تمام خواتین میں کامل شخصیت کی مالکہ تھیں۔ باسٹھ ہجری میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ ان سے تین سو اٹھتر روایات منقول ہیں۔

گھر سے باہر جانے کی دعا کا بیان

(83) اَلْعَاشِرُ : عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ قَالَ - يَعْنِیْ : اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ - : بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، يُقَالُ لَهٗ : هُدِيْتَ وَكُفِيْتَ وَوُقِيْتَ، وَتَنَحّٰی عَنْهُ الشَّيْطٰنُ"

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَغَيْرُهُمْ . وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ : "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"، زَادَ اَبُوْ دَاوُدَ: "فَيَقُوْلُ - يَعْنِیْ: الشَّيْطَانَ - لِشَيْطَانٍ اٰخَرَ : كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِیَ وَكُفِیَ وَوُقِیَ؟" .

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص یہ پڑھ لے (راوی کہتے ہیں) یعنی جب وہ گھر سے نکلے "اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں اللہ پر توکل کرتا ہوں اور اللہ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا" اس شخص سے کہا جاتا ہے تمہیں ہدایت نصیب ہوگی، تمہیں کفایت ملے گی اور تم بچالئے گئے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) شیطان اس سے دور رہتا ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے انہوں نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ اضافی ہیں "شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے تم اس شخص کا کیا کرسکتے ہو جسے ہدایت مل گئی اسے کفایت مل گئی اور اسے بچالیا گیا ہے"۔

83-ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان، طبرانی (جامع صغیر للسیوطی)

Marfat.com

شرح

ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی میرے گھر سے نکلتے آسمان کی طرف اپنی نگاہ اٹھا کر یوں فرماتے۔ دعا(اللّٰھم انی اعوذبك ان اضل او اضل او اظلم او اظلم او اجھل او یجعل علی) ۔اے اللہ میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں (یعنی مجھے کوئی گمراہ کردے) یا میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں جہالت میں مبتلا ہوں یا مجھے جہالت میں بتلا کیا جائے۔

بھائی کے ایثار کا سبب رزق بن جانے کا بیان

(84) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ اَحَدُھُمَا یَاْتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ یَحْتَرِفُ، فَشَکَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاہُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِہٖ" .

رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ .

"یَحْتَرِفُ": یَکْتَسِبُ وَیَتَسَبَّبُ .

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور دوسرا کام کاج کیا کرتا تھا، کام کاج کرنے والے نے اپنے بھائی کی شکایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہو سکتا ہے تمہیں اس کی وجہ سے رزق ملتا ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق صحیح اسناد کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "یَحْتَرِفُ" کا مطلب ہے، وہ شخص کماتا ہے اور کام کاج کرتا ہے۔

شرح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ تم یہی کیوں سمجھتے ہو کہ تمہیں جو رزق ملتا ہے وہ حقیقت میں تمہارے کمانے کی وجہ سے ملتا ہے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنے اس بھائی کے ساتھ جو ایثار کا معاملہ کرتے ہو اور اس کی معاشی ضروریات کا بوجھ برداشت کر کے جس طرح اس کو فکر و غم سے دور رکھتے ہو اسی کی برکت کی وجہ سے تمہیں بھی رزق دیا جاتا ہو، پس اس صورت میں شکوہ و شکایت کرنے اور اس پر احسان رکھنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم و عمل اور دینی خدمات کی طرف متوجہ رہنے اور زاد عقبی کی تیار کے لئے دنیاوی مشغولیات کو ترک کرنا جائز ہے، نیز یہ حدیث اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ فقراء اور خاص طور پر اپنے ضرورت مند اور غریب اعزاء و اقرباء کی خبر گیری کرنا اور ان کی معاشی ضروریات کی کفالت کرنا، رزق میں وسعت و برکت کا باعث ہے۔

84-صحیح الاسناد، اخرجہ الترمذی (3252) والحاکم فی العلم (1/320) والبغوی فی المشکوٰۃ (5308)

بَابٌ فِي الْاِسْتِقَامَةِ

باب 8: استقامت کا بیان

استقامت کے معنی ومفہوم کا بیان

استقامۃ (استفعال) مصدر۔وہ قائم رہے۔وہ ثابت قدم رہے۔استقامۃ کے معنی راستہ کے خط مستقیم کی طرح سیدھا ہونے کے ہیں۔ بالکل سیدھا راستہ، تشبیہ کے طور پر راہ حق کو بھی صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اھد نا الصراط المستقیم۔ہم کوسیدھے راستہ پر چلا۔

استقامت اختیار کرنے کے حکم کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ ﴾ (ھود : 112)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم استقامت اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے''۔

اس دنیا میں سب سے زیادہ دشوار کام استقامت ہی ہے اسی لئے محققین صوفیاء نے فرمایا ہے کہ استقامت کا مقام کرامت سے بالاتر ہے، یعنی جو شخص دین کے کاموں میں استقامت اختیار کئے ہوئے ہے، اگرچہ عمر بھر اس سے کوئی کرامت صادر نہ ہو، وہ اعلی درجہ کا ولی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ پورے قرآن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت سے زیادہ سخت اور شاق کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، اور فرمایا کہ جب صحابہ کرام نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک میں کچھ سفید بال دیکھ کر بطور حسرت وافسوس کے عرض کیا کہ اب تیزی سے بڑھاپا آپ کی طرف آ رہا ہے تو فرمایا کہ مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا، سورہ ہود میں جو پچھلی قوموں پر سخت وشدید عذاب کے واقعات مذکور ہیں وہ بھی اس کا سبب ہو سکتے ہیں مگر ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیت ہی اس کا سبب ہے۔

تفسیر قرطبی میں ابوعلی سری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا کہ کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے کہ مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا؟ آپ نے فرمایا ہاں! انہوں نے پھر دریافت کیا کہ اس سورت میں جو انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور ان کی قوموں کے عذاب کا ذکر ہے اس نے آپ کو بوڑھا کیا؟ تو فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس رشاد نے (آیت) فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ !(تفسیر قرطبی، سورہ ہود، بیروت)

استقامت اختیار کرنے والوں پر فرشتوں کے نازل ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ

Marfat.com

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴾ (السجدة : -30 32)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک وہ لوگ جنہوں نے یہ اعتراف کیا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر انہوں نے اس پر استقامت اختیار کی تو اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور وہ یہ کہتے ہیں) کہ تم خوفزدہ نہ ہو اور غمگین نہ ہو اور تمہیں جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم تمہارے مددگار رہوں گے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے اس میں وہ چیزیں ہیں۔ جنکی تمہارے نفس طلب کرتے ہیں اور تمہارے لئے اس میں وہ چیزیں ہیں جو تم مانگو گے یہ مغفرت کرنے والے، رحم کرنے والے (پروردگار) کی مہمانی ہے''۔

پہلے جز کو لفظ استقامت سے تعبیر فرما کر ارشاد ہوا (آیت) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ۔ یعنی جن لوگوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب یقین کرلیا اور اس کا اقرار بھی کرلیا۔ یہ تو اصل ایمان ہوا، آگے اس پر مستقیم بھی رہے یہ عمل صالح ہوا۔ اس طرح ایمان اور عمل صالح کے جامع ہو گئے۔ لفظ استقامت کا جو مفہوم خلاصہ تفسیر میں بیان ہوا ہے کہ ایمان و توحید پر قائم رہے اس کو چھوڑا نہیں۔ یہ تفسیر حضرت صدیق اکبر سے منقول ہے اور تقریباً یہی مضمون حضرت عثمان غنی سے منقول ہے، انہوں نے استقامت کی تفسیر اخلاص عمل سے فرمائی ہے اور حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ

استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام، اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو، اس سے ادھر ادھر راہ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو۔

اس لئے علماء نے فرمایا کہ استقامت تو ایک لفظ مختصر ہے مگر تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے جس میں تمام احکام الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات و مکروہات سے اجتناب دائمی طور پر شامل ہے۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ انسان کا ربنا اللہ کہنا جبھی صحیح ہوسکتا ہے جبکہ وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال اور ہر قدم میں اللہ تعالیٰ کی زیر تربیت ہوں مجھے ایک سانس بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں آسکتا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ لریق عبادت پر ایسا مضبوط و مستقیم رہے کہ اس کا قلب اور قالب دونوں اس کی عبودیت سے سرمو انحراف نہ کریں۔

اس لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی نے یہ سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کی ایک جامع بات بتلا دیجئے جس کے بعد مجھے کسی سے اور کچھ نہ پوچھنا پڑے تو آپ نے فرمایا، قل امنت باللہ ثم استقم (رواہ مسلم) یعنی تم اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرو، پھر اس پر مستقیم رہو۔ مستقیم رہنے کی ظاہر مراد یہی ہے کہ ایمان پر بھی مضبوطی سے جمے رہو اور اس کے اقتضاء کے مطابق اعمال صالحہ پر بھی۔

اسی لئے حضرت علی اور ابن عباس نے استقامت کی تعریف ادائے فرائض سے فرمائی اور حضرت حسن بصری نے فرمایا: استقامت یہ ہے کہ تمام اعمال میں اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی معصیت سے اجتناب کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ استقامت کی جامع تعریف وہی ہے جو اوپر حضرت فاروق اعظم سے نقل کی گئی ہے اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عثمان غنی کی تعریف بھی اسی کی طرف راجع ہے جس میں اعمال صالحہ کے ساتھ اخلاص عمل کی تاکید ہے۔

(آیت) تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ فرشتوں کا نزول اور وہ خطاب جو اس آیت میں آیا ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ موت کے وقت ہوگا اور قتادہ نے فرمایا کہ محشر میں قبروں سے نکلنے کے وقت ہوگا اور وکیع بن جراح نے فرمایا کہ تین وقتوں میں ہو گا۔ اول موت کے وقت پھر قبروں کے اندر پھر محشر میں قبروں سے اٹھنے کے وقت۔ اور ابوحیان نے بحر محیط میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ مومنین پر فرشتوں کا نزول ہر روز ہوتا ہے جس کے آثار و برکات ان کے اعمال میں پائے جاتے ہیں۔ البتہ مشاہدہ اور ان کے کلام کا سننا یہ انہیں مواقع میں ہوگا۔

اور ابو نعیم نے حضرت ثابت بنانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سورہ حم السجدہ کی تلاوت فرمائی یہاں تک کہ آیت تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ پر پہنچے تو فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ مومن جس وقت اپنی قبر سے اٹھے گا تو دو فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہا کرتے تھے وہ ملیں گے اور اس کو کہیں گے کہ تم خوف و غم نہ کرو بلکہ جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ان کا کلام سن کر مومن کو اطمینان ہو جائے گا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ سجدہ، بیروت)

استقامت اختیار کرنے والوں کیلئے کوئی خوف وغم نہ ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (الاحقاف : 13-14)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک وہ لوگ جنہوں نے یہ اعتراف کیا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور انہوں نے اس پر استقامت اختیار کی تو انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے یہ جنتی ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ اس کا بدلہ ہوگا جو وہ کرتے رہے''۔

اس آیت میں بڑی بلاغت کے ساتھ پورے اسلام و ایمان اور اعمال صالحہ سب کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ربنا اللہ کا اقرار پورا ایمان ہے اور اس پر استقامت میں ایمان پر تادم مرگ قائم رہنا بھی شامل ہے اور اس کے مقتضیات پر پورا پورا عمل بھی۔ لفظ استقامت اور اس کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ آیت مذکورہ میں ایمان و استقامت پر یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کو نہ آئندہ اسکی تکلیف و پریشانی کا خوف ہوگا نہ ماضی کی تکلیف پر رنج و افسوس رہے گا۔ بعد کی آیت میں اس بے نظیر راحت کے دائمی اور غیر منقطع ہونے کی بشارت دی گئی ہے

اسلام قبول کر کے اس پر استقامت اختیار کرنے کا بیان

(85) وَعَنْ اَبِىْ عَمْرٍو، وَقِيْلَ : اَبِىْ عَمْرَةَ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قُلْ لِّىْ فِى الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَّا اَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا غَيْرَكَ ۔ قَالَ: "قُلْ : اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

85- كتاب الايمان مسلم، احمد، دارمی، ابن حباب، طبرانی کبیر مختارہ، حاکم، شعب الایمان للبیہقی، مکارم اخلاق خرائطی

✧✧ حضرت ابوعمرو رضی اللہ عنہ 'اور ایک قول کے مطابق' حضرت ابوعمرہ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتا دیں جس کے بارے میں، میں آپ کے علاوہ کسی اور سے سوال نہ کر سکوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ کہو میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر اس پر استقامت اختیار کرو۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

سب سے پہلا کام تو یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی الوہیت کی گواہی دو اور اس کی ذات اور تمام صفات پر صدق دل سے اعتراف واعتقاد کے ساتھ ایمان لاؤ، یہ ایمان باللہ کی اعتقادی صورت ہے اور اس کی عملی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ جو شریعت اتاری ہے اس کی صداقت وحقانیت پر کامل یقین رکھو اور اس کو قبول کر کے احکام رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو، اللہ اور اللہ کا رسول جس چیز کے کرنے کا حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ پھر یہ کہ اعتقاد واطاعت کوئی وقتی وعارضی چیز نہ ہو بلکہ ان پر پختگی کے ساتھ قائم ودائم رہو اور زندگی کے کسی بھی لمحہ میں ان سے انحراف نہ کرو۔

راوی حدیث سفیان بن عبداللہ کے احوال کا بیان

سفیان بن عبداللہ: یہ سفیان بن عبداللہ بن ابی ربیعہ بن حارث بن مالک بن حطیط بن جشم ثقفی طائفی ہیں۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور انہوں نے احادیث نقل کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں طائف کا گورنر مقرر کیا تھا۔

اللہ کی رحمت سے جنت میں جانے کا بیان

(86) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّهُ لَنْ يَّنْجُوَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ بِعَمَلِهٖ" قَالُوْا: وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَ"الْمُقَارَبَةُ": اَلْقَصْدُ الَّذِيْ لَا غُلُوَّ فِيْهِ وَلَا تَقْصِيْرَ، وَ"السَّدَادُ": اَلْاِسْتِقَامَةُ وَالْاِصَابَةُ. وَ"يَتَغَمَّدَنِيْ": يُلْبِسُنِيْ وَيَسْتُرُنِيْ.

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى الْاِسْتِقَامَةِ لُزُوْمُ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، قَالُوْا: وَهِيَ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَهِيَ نِظَامُ الْاُمُوْرِ؛ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میانہ روی اختیار کرو اور "افراط وتفریط" کو چھوڑ دو یہ بات جان لو کہ کوئی بھی شخص اپنے عمل کی وجہ سے نجات حاصل نہیں کرے گا۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ بھی نہیں آپ نے فرمایا میں بھی نہیں البتہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور فضل کے ذریعے ڈھانپ لیا ہے۔ (صحیح مسلم)

"المُقَارَبَةُ": یعنی وہ ارادہ جس میں کوئی زیادتی اور کمی نہ ہو۔

86- اخرجه مسلم (38)

"السَّدَادُ": یعنی استقامت اور درست ہونا۔

"یتغمّدنی": اس نے مجھے پہنا دیا ہے۔ اور اس نے مجھے ڈھانٹ دیا ہے۔

علماء فرماتے ہیں: استقامت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم کرنا ہے۔ یہ جوامع الکلم میں شامل ہے اور تمام معاملات کا نظام (اس سے متعلق) ہے۔ باقی توفیق اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے نجات کی سعادت کا باعث وہ عمل ہوگا جس کے ساتھ باری تعالیٰ کی رحمت بھی شامل ہو لہٰذا جنت میں داخل ہونا تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور اس کی رحمت ہی کی بنا پر ہوگا البتہ جنت میں جو درجات ملیں گے وہ اعمال کے مطابق ملیں گے یعنی جس کا عمل جس درجہ کا ہوگا اسے وہی درجہ ملے گا۔

بَابٌ فِی التَّفَکُّرِ فِیْ عَظِیْمِ مَخْلُوْقَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَفَنَاءِ الدُّنْیَا وَاَهْوَالِ الْاٰخِرَةِ وَسَائِرِ اُمُوْرِهِمَا وَتَقْصِیْرِ النَّفْسِ وَتَهْذِیْبِهَا وَحَمْلِهَا عَلَی الْاِسْتِقَامَةِ

باب 9: اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات، دنیا کے فانی ہونے، آخرت کی ہولناکیوں اور ان دونوں سے متعلق تمام امور، اپنے نفس کی خامیاں اس کی اصلاح اور اسے استقامت کی ترغیب دینے وغیرہ کے بارے میں غور وفکر کرنا

ہدایت کیلئے خالی ذہن ہو کر غور وفکر کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ اِنَّمَا اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا ﴾ (سبأ: 46)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "بے شک میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے رہو، دو دو ہو کر کے یا الگ الگ ہو کر، پھر تم غور وفکر کرو"۔

اس میں اہل مکہ پر حجت تمام کرنے کے لئے ان کو تحقیق حق کا ایک مختصر راستہ بتلایا گیا ہے کہ صرف ایک کام کرلو کہ اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ، دو دو اور ایک ایک، اللہ کے لئے کھڑے ہونے سے مراد حسی کھڑا ہونا نہیں کہ بیٹھے یا لیٹے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو جائے، بلکہ اس سے مراد محاورہ کے مطابق کام کا پورا اہتمام کرنا ہے۔ اور یہاں قیام کے ساتھ لفظ للہ بڑھا کر یہ بتلانا منظور ہے کہ خالص اللہ کے راضی کرنے کے لئے پچھلے خیالات وعقائد سے خالی الذہن ہو کر حق کی تلاش میں لگو تاکہ پچھلے خیالات اور اعمال قبول حق کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ اور دو دو یا ایک ایک میں کوئی عدد خاص مقصود نہیں، مطلب یہ ہے کہ غور کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں، ایک خلوت وتنہائی میں خود غور کرنا، دوسرا اپنے احباب واکابر سے مشورہ اور باہم بحث وتمحیص کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنا۔ ان دونوں طریقوں کو یا ان میں سے جو پسند ہو اس کو اختیار کرو۔

مخلوقات میں غور وفکر کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ﴾ الْاٰیَاتِ (آل عمران : 191-190)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ’’بے شک آسمانوں اور زمین، رات اور دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں وہ لوگ جو قیام کی حالت میں اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں کے بل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تونے اسے فضول پیدا نہیں کیا تو پاک ہے‘‘۔

شرح

حضرت شیخ سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گھر سے نکل کر جس چیز پر میری نظر پڑتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ اس میں اللہ کی ایک ساعت غور وفکر کرنا رات بھر کے قیام کرنے سے افضل ہے، حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن کا قول ہے کہ غور وفکر ایک نور ہے جو تیرے دل پر اپنا پرتو ڈالے گا اور بسا اوقات یہ بیت پڑھتے۔

اذا المرء کانت له فکرة ففی کل شئی له عبرة

یعنی جس انسان کو باریک بینی اور سوچ سمجھ کی عادت پڑ گئی اسے ہر چیز میں ایک عبرت اور آیت نظر آتی ہے حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا بولنا ذکر اللہ اور نصیحت ہو اور اس کا جب رہنا غور وفکر ہو اور اس کا دیکھنا عبرت اور تنبیہ ہو۔

لقمان حکیم کا نصیحت آموز مقولہ بھی یاد رہے کہ تنہائی کی گوشہ نشینی جس قدر زیادہ ہو اور اسی قدر غور وفکر اور دور اندیشی کی عادت زیادہ ہوتی ہے اور جس قدر یہ بڑھ جائے اسی قدر راستے انسان پر وہ کھل جاتے ہیں جو اسے جنت میں پہنچا دیں گے۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں جس قدر مراقبہ زیادہ ہوگا اسی قدر سمجھ بوجھ تیز ہوگی اور جتنی سمجھ زیادہ ہوگی اتنا علم نصیب ہو گا اور جس قدر علم زیادہ ہوگا نیک اعمال بھی بڑھیں گے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کے ذکر میں زبان کا چلانا بہت اچھا ہے اور اللہ کی نعمتوں میں غور وفکر افضل عبادت ہے۔

حضرت مغیث اسود مجلس میں بیٹھے ہوئے فرماتے کہ لوگو قبرستان ہر روز جایا کرو تا کہ تمہیں انجام کا خیال پیدا ہو پھر اپنے دل میں اس منظر کو حاضر کرو کہ تم اللہ کے سامنے کھڑے ہو پھر ایک جماعت کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوتا ہے اور ایک جماعت جنت میں جاتی ہے اپنے دلوں کو اس حال میں جذب کر دو اور اپنے بدن کو بھی وہیں حاضر جان لو جہنم کو اپنے سامنے دیکھو اس کے ہتھوڑوں کو اس کی آگ کے قید خانوں کو اپنے سامنے لاؤ اتنا فرماتے ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے ہیں یہاں تک کہ بیہوش ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک راہب سے ایک قبرستان اور کوڑا کرکٹ پاخانہ پیشاب ڈالنے کی جگہ پر ملاقات کی اور اس سے کہا اے بندہ حق اس وقت تیرے پاس دو خزانے ہیں ایک خزانہ لوگوں کا یعنی قبرستان اور دوسرا خزانہ

Marfat.com

مال کا یعنی کوڑا کرکٹ۔ پیشاب پاخانہ ڈالنے کی جگہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر کھنڈرات پر جاتے اور کسی ٹوٹے پھوٹے دروازے پر کھڑے رہ کر نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ بھرائی ہوئی آواز میں فرماتے اے اجڑے ہوئے گھر تمہارے رہنے والے کہاں گئے؟ پھر خود فرماتے سب زیر زمین چلے گئے سب فنا کا جام پی چکے صرف اللہ تعالیٰ کی جات ہی ہمیشہ کی مالک بقاء ہے۔

اونٹ اور آسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ ﴾ (الغاشية : 21-17).

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''کیا وہ لوگ اونٹوں کا جائزہ نہیں لیتے کہ انہیں کیسے پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کیسے اٹھایا گیا ہے اور پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ انہیں کیسے نصب کیا گیا ہے اور زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کیسے بچھایا گیا ہے تم نصیحت کردو بے شک تم نصیحت کرنے والے ہو''۔

کائنات پر غور وتدبر کی دعوت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی مخلوقات پر تدبر کے ساتھ نظریں ڈالیں اور دیکھیں کہ اس کی بے انتہا قدرت ان میں سے ہر ایک چیز سے کس طرح ظاہر ہوتی ہے اس کی پاک ذات پر ہر ایک چیز کس طرح دلالت کر رہی ہے اونٹ کو ہی دیکھو کہ کس عجیب وغریب ترکیب اور ہیئت کا ہے کتنا مضبوط اور قوی ہے اور اس کے باوجود کس طرح نرمی اور آسانی سے بوجھ لاد لیتا ہے اور ایک بچے کیساتھ کس طرح اطاعت گزار بن کر چلتا ہے۔ اس کا گوشت بھی تمہارے کھانے میں آئے اس کے بال بھی تمہارے کام آئیں اس کا دودھ تم پیو اور طرح طرح کے فائدے اٹھاؤ، اونٹ کا حال سب سے پہلے اس لیے بیان کیا گیا کہ عموماً عرب کے ملک میں اور عربوں کے پاس یہی جانور تھا حضرت شریح قاضی فرمایا کرتے تھے آؤ چلو چل کر دیکھیں کہ اونٹ کی پیدائش کس طرح ہے اور آسمان کی بلندی زمین سے کس طرح ہے

سابقہ اقوام کے تباہ شدہ مقامات سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا ﴾ اَلْاٰيَةَ (محمد : 10) .

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''کیا وہ لوگ زمین میں گھومتے پھرتے نہیں تاکہ جائزہ لیں''۔

جن کے بہت سے آثار ان کے علاقوں میں موجود ہیں نزول قرآن کے وقت بعض تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات اور آثار موجود تھے اس لیے انہیں چل پھر کر ان کے عبرت ناک انجام دیکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی کہ شاید ان کو دیکھ کر ہی یہ ایمان لے آئیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا گذر ایک عابد زاہد کے پاس ہوا جو ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے ایک طرف قبرستان تھا اور دوسری طرف گھروں کا کوڑا کباڑ وغیرہ تھا، گذرنے والے بزرگ نے کہا کہ دنیا کے دو خزانے تمہارے سامنے

Marfat.com

ہیں ایک انسانوں کا خزانہ جس کو قبرستان کہتے ہیں، دوسرا مال و دولت کا خزانہ جو فضلات اور گندگی کی صورت میں ہے، یہ دونوں خزانے عبرت کے لئے کافی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر اپنے قلب کی اصلاح ونگرانی کے لئے شہر سے باہر کسی ویرانہ کی طرف نکل جاتے تھے اور وہاں پر پہنچ کر کہتے این این اھلک یعنی تیرے بسنے والے کہاں گئے؟ پھر خود ہی جواب دیتے کل شی ھالک الا وجھہ (:) یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اس طرح تفکر کے ذریعہ آخرت کی یاد اپنے قلب میں مستحضر کرتے تھے۔

حضرت بشر حافی نے فرمایا کہ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں تفکر کرتے تو اس کی معصیت و نافرمانی نہ کرسکتے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے ضعیف الخلقت آدمی! تو جہاں بھی ہو خدا سے ڈر، اور دنیا میں ایک مہمان کی طرح بسر کر اور مساجد کو اپنا گھر بنالے اور اپنی آنکھوں کو خوف خدا سے رونے کا اور جسم کو صبر کا اور قلب کو تفکر کا عادی بنادے اور کل کے رزق کی فکر نہ کر۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، بیروت)

وَالْاٰیَاتِ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ .

اس بارے میں بہت سی آیات ہیں۔

وَمِنَ الْاَحَادِیْثُ الْحَدِیْثُ السَّابِقُ : "اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ" .

اس بارے میں احادیث میں سے ایک یہ حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ "سمجھدار وہ شخص ہے جو اپنی ذات کا محاسبہ کرے"۔

بادشاہ کو گھر جانے کی بھی مہلت عزرائیل نے نہ دی

حضرت وہب ابن منبہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا جس کا ارادہ اپنی مملکت کی زمین کی سیر اور حال دیکھنے کا ہوا۔ اس نے شاہانہ جوڑا منگایا۔ ایک جوڑا لایا گیا۔ وہ پسند نہ آیا۔ دوسرا منگایا وہ بھی پسند نہ آیا۔ غرض بار بار رد کرنے کے بعد نہایت پسندیدہ جوڑا پہن کر سواری منگائی گئی۔ ایک عمدہ گھوڑا لایا گیا۔ پسند نہ آیا۔ اس کو واپس کردیا۔ دوسرا منگایا وہ بھی پسند نہ آیا۔ غرض سارے گھوڑے منگائے گئے۔ ان میں سے اپنی پسند کا گھوڑا لے کر سوار ہوا۔ شیطان مردود نے اور بھی نخوت اس کے ناک میں پھونک دی نہایت تکبر سے سوار ہوا، خدام، فوج پیادہ، بڑائی اور تکبر سے رعایا کی طرف التفات بھی نہ کرتا تھا۔ راستے میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت سادہ خستہ حال ملا، سلام کیا۔ بادشاہ نے توجہ بھی نہ کی۔ خستہ حال نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ بادشاہ نے ڈانٹا۔ لگام چھوڑ۔ اتنی جرات کرتا ہے معلوم ہے میں کون ہوں؟ اس نے کہا مجھے تجھ سے کام ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا صبر کر۔ جب میں سواری سے اتروں گا۔ تب بات کرلینا۔ کہا نہیں۔ اب کام ہے۔ یہ کہہ کر زبردستی لگام چھین لیا۔ کہا میں ملک الموت ہوں اور تیری جان لینے آیا ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہوگیا۔ دماغ چکرا گیا۔ زبان لڑکھڑا گئی۔ کہنے لگا۔ اچھا مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں گھر جا کر اپنے سامان کا نظم کرلوں۔ فرمایا مہلت نہیں ہے یہ کہہ کر اس کی روح قبض کرلی۔ وہ گھوڑے سے لکڑی کی طرح نیچے گر گیا۔ بغیر پوچھے بغیر اطلاع بغیر مرض وہ موت ہے۔

Marfat.com

کیا نظام قدرت ہے۔ جو حکیم جس مرض میں ماہر تھا۔ اسی کا شکار ہو کر چل بسا سل کے مرض میں ارسطاطالیس، افلاطون فالج سے، حکیم لقمان اور جالینوس اسہال سے مرا، حکیم اجمل خان دل کی بیماری سے، جس بیماری میں ید طولیٰ رکھتے تھے اسی میں ختم ہوئے۔ دھنہ سانپ پکڑتا ہے۔ سانپ نے کاٹا اور چل بسا۔

دنیا یہ سدا عبرت و اندیشہ کی جگہ ہے ہاں کیسا مقام آٹھ پہر کوچ لگا ہے

بَابٌ فِي الْمُبَادِرَةِ اِلَى الْخَيْرَاتِ وَحَثِّ مَنْ تَوَجَّهَ لِخَيْرٍ عَلَى الْإِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ

باب 10: بھلائی کی طرف جلدی کرنا اور جو شخص نیکی کی طرف متوجہ ہوا سے کوشش کے ساتھ کسی تردد کے بغیر اس نیکی کی انجام دہی کی ترغیب دینا

نیکیوں کی جانب تیزی سے بڑھ جانے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (البقرة : 148)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم بھلائی کی طرف تیزی کرو''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (آل عمران : 133).

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تم اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس جنت کی طرف تیزی کرو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگار لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے''۔

یہ جنت کی وسعت کا بیان ہے اس طرح کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ انہوں نے سب سے وسیع چیز جو دیکھی ہے وہ آسمان و زمین ہی ہے اس سے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین کے طبقے طبقے اور پرت پرت بنا کر جوڑ دیئے جائیں اور سب کا ایک پرت کر دیا جائے اس سے جنت کے عرض کا اندازہ ہوتا ہے کہ جنت کتنی وسیع ہے ہرقل بادشاہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ جب جنت کی یہ وسعت ہے کہ آسمان و زمین اس میں آجائیں تو پھر دوزخ کہاں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ سُبحانَ اللہ جب دن آتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے اس کلام بلاغت نظام کے معنی نہایت دقیق ہیں ظاہر پہلو یہ ہے کہ دورہ فلکی سے ایک جانب میں دن حاصل ہوتا ہے تو اس کے جانب مقابل میں شب ہوتی ہے اسی طرح جنت جانب بالا میں ہے اور دوزخ جہت پستی میں یہود نے یہی سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا تھا اس پر انہوں نے کہا کہ توریت میں بھی اسی طرح سمجھایا گیا ہے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی قدرت واختیار سے کچھ بعید نہیں جس شے کو جہاں چاہے رکھے یہ انسان کی تنگی نظر ہے کہ کسی چیز کی وسعت سے حیران ہوتا ہے تو پوچھنے لگتا ہے کہ ایسی بڑی چیز کہاں سمائے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں فرمایا کون سی زمین اور کون سا

Marfat.com

آسمان ہے جس میں جنت سما سکے عرض کیا گیا پھر کہاں ہے فرمایا آسمانوں کے اوپر زیرِ عرش۔

دنیاوی مال کے بدلے میں ایمان بیچنے کا بیان

(87) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ : فَالْاَوَّلُ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ فَسَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِیْ كَافِرًا، وَّيُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

نیک اعمال میں جلدی کرو عنقریب تاریک رات کے ٹکڑے کی طرح فتنہ ہوگا جس میں آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا لیکن شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا اور اگر آدمی شام کے وقت مومن ہوگا تو صبح کے وقت کافر ہو چکا ہوگا وہ دنیاوی مال و متاع کے عوض میں اپنے دین کو فروخت کر دے گا۔

دنیا کے فتنوں سے بچنے کا بیان

اعمال صالحہ میں جلدی کرو" کی ہدایت کا حاصل یہ ہے کہ اس تغیر پذیر دنیا کو کسی ایک رخ پر قرار نہیں اور وقت حالت کا بہاؤ ایک ہی سمت نہیں رہتا، اگر اب ایسے حالات ہیں جو عقیدہ و عمل کا رخ صحیح سمت رکھنے میں معاون بنتے ہیں تو بعد میں ایسے حالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں جو فکر و نظریات اور عقیدہ و عمل کا سفر ٹھیک رخ پر جاری رکھنے میں زبردست رکاوٹ پیدا کر دیں اور ایسے میں کم ہی انسان ایسے ہوتے ہیں جن کے ذہن و فکر اور دل و دماغ ان حالات کی تاثیر سے محفوظ رہ پائیں اور جن کے اعمال صالحہ میں رکاوٹ نہ پیدا ہوتی ہو، پس جس شخص کو جو بھی موقع ملے اس میں اچھے کام اور نیک عمل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے اور جس قدر بھی اعمال کئے جا سکتے ہوں کر لئے جائیں کیونکہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ آنے والا وقت کیا فتنے لے کر آئے اور پھر اعمال صالحہ اختیار کرنے کا موقع بھی مل سکے یا نہیں۔ "فتنوں" کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے فتنوں کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کب اور کیوں نمودار ہوں گے اور ان سے چھٹکارے کی راہ کیا ہوگی، لہٰذا ان آنے والے فتنوں سے پہلے ہی اعمال صالحہ کے ذریعے اپنی دینی زندگی کو مضبوط و مستحکم بنا لو، آنے والے وقت کا انتظار نہ کرو کیونکہ اس وقت دین و شریعت کے تعلق سے سخت ترین آفات و مصائب میں اس طرح گم ہو کر رہ جاؤ گے کہ نیک کام کرنے کا موقع ہی نہ پا سکو گے۔ وہ وقت لوگوں کے ذہن و فکر اور اعمال و کردار پر کتنا برا اثر ڈالے گا اور وہ فتنے کس قدر سریع الاثر ہوں گے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ مثلاً آدمی جب صبح کو اٹھے گا تو ایمان یعنی اصل ایمان یا کمال ایمان کے ساتھ متصف ہوگا لیکن شام ہوتے ہوتے کفر کے اندھیروں میں پہنچ جائے گا۔ رہی یہ بات کہ کفر سے کیا مراد ہے؟ تو ہو سکتا ہے کہ اصل کفر مراد ہو، یعنی وہ شخص واقعۃً کفر کے دائرہ میں داخل ہو جائے گا یا یہ مراد ہے کہ وہ کفران نعمت کرنے والا ہو جائے گا، یا وہ کافروں کی مشابہت اختیار کر لے گا اور یا یہ کہ وہ ایسے کام کرنے لگے گا جو صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

87- اخرجه مسلم (118) تحفة الاشراف (13990)

Marfat.com

اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ جملہ کے معنی یہ ہیں کہ مثلاً ایک شخص جب صبح کو اٹھے گا تو اس چیز کو حلال جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حرام جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، لیکن شام ہوتے ہوتے اس کے ذہن وفکر اور اس کے عقیدے میں اس طرح انقلاب آ جائے گا کہ وہ اس چیز کو حرام سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حلال سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس پر جملہ کے دوسرے جزء یعنی شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا۔ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ عام لوگ ان فتنوں کی وجہ سے دین وشریعت کے معاملات میں تذبذب وتردد کا شکار ہو جائیں اور نام نہاد دانشور وعالم اور دنیا دار مقتداؤں کے پیچھے چلنے لگیں گے۔

مظہر نے کہا ہے کہ مذکورہ صورت حال کے کئی وجوہ واسباب اور مختلف مظاہر ہوں گے ایک تو یہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا اور وہ مخالف گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ پس ان کے درمیان محض عصبیت اور بغض وعناد کی وجہ سے خونریزی ہوگی اور دونوں گروہوں کے لوگ اپنے مخالفین کے جان ومال کو نقصان پہنچانے اور ایک دوسرے کی آبروریزی کرنے کو حلال وجائز جانیں گے، دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے حاکم وامراء ظلم وجور کا شیوہ اپنا لیں گے۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کا ناحق خون بہائیں گے، زورزبردستی ان کا مال لیں گے زنا کاری کریں گے، شراب پئیں گے اور دوسرے حرام امور کا ارتکاب کریں گے، لیکن ان کی صریح زیادتیوں اور بدکاریوں کے باوجود بعض لوگ یہ عقیدہ رکھیں گے اور دوسرے حرام امور کا ارتکاب کریں گے، لیکن ان کی بدعقیدگی کے اس فتنہ میں مبتلا کرنے والے وہ نام نہاد علماء ہوں گے جن کو علماء سو کہا جاتا ہے۔ ان کی طرف سے بے محابا ان امراء وحکام کے ان کاموں کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا جو وہ مسلمانوں کی خونریزی اور حرام امور کے ارتکاب کی صورت میں کریں گے اور تیسرے یہ کہ عام مسلمانوں میں جہالت اور دین کی ناواقفیت کی وجہ سے جو برائیاں پھیل جائیں گی اور ان سے جن غیر شرعی امور کا صدور ہوگا جیسے خرید وفروخت کے معاملات اور دوسرے سماجی امور وتعلقات میں دین وشریعت کے احکام کی خلاف ورزی، ان کو حلال وجائز مانیں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق نے یہ لکھا ہے کہ مذکورہ صورت حال اس وجہ سے پیدا ہوگی کہ لوگ اپنے اغراض ومنافع کی خاطر، دنیا دار امراء وحکام اور اہل دولت وثروت سے میل جول رکھیں گے ان سے حاجت روائی کی امید میں ان کے ہاں گھستے پھریں گے ان کی حاشیہ نشینی اور مصاحبت کو بڑا اعزاز سمجھیں گے، پس اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ان کے تابع محض اور جی حضوری بن جائیں گے اور ان کے خلاف شریعت امور ومعاملات میں ان کی موافقت تائید کرنے پر مجبور ہوں گے۔ "آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا الخ" کے ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ آدمی صبح کو اٹھے گا تو اپنے مسلمان بھائی کے خون اور مال وعزت کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھنے کے سبب ایمان کی حالت میں ہوگا مگر شام ہوتے ہوئے اس کے عقیدے میں تبدیلی آ جائے گی اور وہ اپنے مسلمان بھائی کے خون اور مال کو حلال سمجھنے لگے گا اور اس کے سبب وہ کافر قرار دیا جائے گا یہ معنی اختیار کرنے کی صورت میں فتنوں سے مراد جنگ وقتال ہوگا۔ لیکن اس جملہ کے جو معنی پہلے بیان کئے گئے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے زیادہ مناسب ہیں۔

Marfat.com

خرچ کرنے کی طرف جلدی کرنے کا بیان

(88) اَلثَّانِیْ : عَنْ اَبِیْ سِرْوَعَةَ - بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا - عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَآئِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَاٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهِ، قَالَ: "ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهُ" .

"اَلتِّبْرُ" : قِطَعُ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ .

✧✧ حضرت ابوسروعہ رضی اللہ عنہ عقبہ بن حارث بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مدینہ منورہ میں عصر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ تیزی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی ایک زوجہ محترمہ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔لوگ آپ کی تیزی سے گھبرا گئے آپ واپس ان کے پاس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کی تیزی کی وجہ سے حیران ہیں تو آپ نے فرمایا: مجھے یاد آ گیا تھا کہ میرے پاس سونے کا ایک ٹکڑا ہے تو مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ یہ میرے پاس رہے تو میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: میں نے اپنے گھر میں صدقے سے تعلق رکھنے والا ایک ٹکڑا چھوڑا تھا تو مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ وہ رات بھر میرے پاس رہے۔

"التبر" کا مطلب سونے یا چاندی کا ٹکڑا ہے۔

شرح

بخاری کی ہی ایک دوسری روایت میں الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں زکوۃ میں آیا ہوا سونے کا ایک ڈلا گھر میں چھوڑ آیا تھا جو تقسیم کرنے کے بعد بچ گیا تھا لہٰذا میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ میں اسے ایک رات کے لئے بھی اپنے پاس رکھوں۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماسوا اللہ کی طرف التفات کرنا ان بندگان اللہ کو بھی کہ جو مقربین بارگاہ الوہیت ہوتے ہیں مقام قرب سے باز رکھتا ہے یا پھر یہ کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی امت کے لئے بطور تعلیم وتنبیہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی چیزوں کی رغبت اور خواہش نہیں ہونی چاہئے۔

صدقہ وخیرات میں جلدی کرنے کا بیان

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ ایک واعظ نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ جب کوئی آدمی صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ستر شیطان اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور صدقہ کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں

88- اخرجه احمد (5/16151) والبخاری (851)

Marfat.com

،سامعین میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں ان ستر شیطانوں کا مقابلہ کروں گا اوران کے حملہ کونا کام بنادوں گا، چنانچہ وہ گھر آیا اور اپنے دامن کو گیہوں سے بھر کر صدقہ کرنے کیلئے نکلا،تواس کی بیوی نے اسے دیکھ لیا۔

اوراس پر جھپٹ پڑی، کھینچا تانی کر کے گیہوں اس سے چھین لیا۔اب وہ ناکام مسجد کی طرف واپس آیا۔واعظ صاحب نے پوچھا کیاہوا؟ صدقہ کر کے آگئے؟اس نے جواب دیا!

هزمت السبعين فجاء ت امهم فهزمني یعنی میں نے ستر شیطانوں کوشکست دےدیدی، میں ان پر غالب آگیا،لیکن ستر شیطانوں کی ماں (میری بیوی) آگئی اوراس نے مجھے شکست دے دی۔

راوی حدیث عقبہ بن حارث کے احوال کا بیان

عقبہ بن حارث: یہ عقبہ بن خارث بن عامر القرشی نوفلی ہیں۔ان کی کنیت ابوسروعہ ہے فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے وہ شخص ہیں جنہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائیں کیونکہ ان کی بیوی اورانہوں نے (ایک ہی خاتون کا دودھ پیا تھا)

غزوہ احد میں شہید ہونے والے کیلئے جنت کا بیان

(89) اَلثَّالِثُ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ : اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَيْنَ اَنَا؟ قَالَ: "فِي الْجَنَّةِ" فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِي يَدِهٖ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے غزوہ احد کے دن نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: آپ کا کیا خیال ہے۔اگر میں شہید ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا۔آپ نے فرمایا: جنت میں اس شخص نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں رکھ دیں اور پھر جنگ میں شرکت کے لئے چلا گیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔(متفق علیہ)

حالت صحت میں صدقہ کرنے کا بیان

(90) اَلرَّابِعُ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: "اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰى، وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْحُلْقُوْمُ" : مَجْرَى النَّفَسِ . وَ"الْمَرِيْءُ" : مَجْرَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ .

89-اخرجه احمد (5/14318) والبخاری (4046) ومسلم (1899) والنسائی (3154) وابن حبان (4653) والبیهقی (43/9) والبغوی فی المرقاة (3789)

90-اخرجه احمد (3/9389) والبخاری (1419) ومسلم (1032) والنسائی (2451) وابن ماجه (2706) وابن حبان (3312) وابن خزیمة (2454) والبیهقی (190/189/4) والبغوی فی المشکوٰة (1671)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! کون سا صدقہ اجر کے اعتبار سے عظیم ہے، آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اس حالت میں صدقہ دو کہ تم صحت مند ہو اور ٹھیک ٹھاک ہو اور تمہیں غربت کا اندیشہ ہو اور خوشحالی کی امید ہو تم اسے اس وقت تک موخر نہ کرو جب جان حلق تک پہنچ جائے اور تم یہ کہو کہ فلاں کو اتنا ملے گا اور فلاں کو اتنا ملے گا حالانکہ وہ ویسے ہی فلاں کو مل جائے گا۔

"حلقوم" سانس کی نالی کو کہتے ہیں۔ "المری" کھانے پینے کی نالی کو کہتے ہیں۔

موت کے وقت صدقہ کرنے کی مثال کا بیان

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو اپنی موت کے وقت خیرات کرتا ہے یا غلام آزاد کرتا ہے اس شخص کی مانند ہے جو کسی کو ایسے وقت میں تحفہ (یعنی کھانا) بھیجتا ہے جب کہ اس کا پیٹ بھر چکا ہوتا ہے۔ (ترمذی، نسائی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 369)

اس ارشاد گرامی کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مرتے وقت اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا یا غلام کو آزاد کرنا کم ثواب کا باعث ہوتا ہے، جس طرح کہ کسی ضرورت مند کو ایسے وقت کھانا دینا کم ثواب کا باعث ہوتا ہے جب کہ اس کا پیٹ بھر چکا ہو لہٰذا جس طرح کسی شخص کو اس کی بھوک کی حالت میں کھانا کھلانا یا اس کے ساتھ سخاوت کرنا زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے اسی طرح صحت و تندرستی کی حالت میں اپنا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا یا غلام کو آزاد کرنا زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کی بات ہے۔

تندرستی کی حالت میں صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا اپنی تندرستی کی حالت میں ایک درہم اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اپنے مرنے کے وقت اللہ کے راستہ میں ایک سو درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 368)

مطلب یہ ہے کہ صحت و تندرستی کی حالت میں اپنا مال کم تعداد میں اور کم مقدار میں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مرتے وقت بہت زیادہ مال خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس کے مقابلے میں بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

حضرت ابودجانہ کا تلوار پکڑ کے مشرکین کی گردنیں اڑانے کا بیان

(91) اَلْخَامِسُ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ سَيْفًا يَوْمَ اُحُدٍ، فَقَالَ: "مَنْ يَاْخُذُ مِنِّيْ هٰذَا؟" فَبَسَطُوْا اَيْدِيَهُمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ يَقُوْلُ : اَنَا اَنَا ۔ قَالَ: "فَمَنْ يَاْخُذُهُ بِحَقِّهٖ؟" فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ اَبُوْ دُجَانَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَا اٰخُذُهُ بِحَقِّهٖ، فَاَخَذَهُ فَفَلَقَ بِهٖ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

اِسْمُ اَبِيْ دُجَانَةَ : سِمَاكُ بْنُ خَرَشَةَ ۔ قَوْلُهٗ : "اَحْجَمَ الْقَوْمُ" : اَيْ تَوَقَّفُوْا ۔ وَ "فَلَقَ بِهٖ" : اَيْ شَقَّ ۔

91- اخرجه احمد (4/12237) و مسلم (2470)

Marfat.com

"هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ" : اَیْ رُؤُوْسَهُمْ .

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن ایک تلوار پکڑی اور فرمایا: کون شخص یہ تلوار مجھ سے لے گا؟ ہر شخص نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور بولا: میں، میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون اس کے حق کے ہمراہ اسے لے گا۔ تو اس بات پر تمام لوگ رک گئے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں اسے اس کے حق کے ہمراہ لوں گا۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور پھر اس کے ذریعے مشرکین کی گردنیں اتار دیں۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

اسم اَبِیْ دجانۃ: حضرت ابودجانہ کا نام سماک بن خرشتہ ہے

"اَحجَمَ القَوْمُ": یعنی وہ لوگ رُک گئے۔

"فَلَقَ بِهٖ": یعنی مشقت کا باعث بنا۔

"هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ" یعنی ان کے سر۔

احوال زمانہ پر صبر کرنے کا بیان

(92) اَلسَّادِسُ : عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، قَالَ: اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ . فَقَالَ: "اصْبِرُوْا ؛ فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِىْ زَمَانٌ اِلَّا وَالَّذِىْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ" سَمِعْتُهٗ مِنْ نَّبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

✧✧ زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں، ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے ان کی خدمت میں شکایت کی کہ حجاج کی طرف سے جس صورتحال کا سامنا ہے۔ انہوں نے فرمایا: صبر سے کام لو جو بھی زمانہ آئے گا اس کے بعد والا زمانہ اس سے زیادہ برا ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ گے۔ یہ بات میں نے تمہارے نبی کی زبانی سنی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

اچھے لوگوں کی تعظیم اور بعد میں آنے والے لوگوں کا بیان

حضرت عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کی تعظیم وتکریم کرو، کیونکہ وہ تمہارے برگزیدہ اور بزرگ ترین لوگ ہیں پھر وہ لوگ جوان کے قریب ہیں یعنی تابعین اور پھر وہ لوگ جوان (تابعین) کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین اور اس کے بعد جھوٹ ظاہر ہو جائے گا یہاں تک کہ ایک شخص قسم کھائے گا، درانحالیکہ اس سے قسم کھانے کا مطالبہ نہ ہوگا اور گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی دینے کو نہ کہا جائے گا یاد رکھو جو شخص جنت کے بالکل درمیان (کہ جو جنت کی بہترین جگہ ہے) رہنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ جماعت کو لازم پکڑے کیونکہ شیطان اس شخص کا ساتھی بن جاتا ہے جو (خود رائے اور جماعت سے) علیحدہ

92- اخرجه البخاری (6068)

Marfat.com

وتنہا ہوتا شیطان تو دو شخصوں سے بھی (جو اجتماعیت واتحاد کے ساتھ ہوں) دور بھاگتا ہے اور ہاں کوئی مرد کسی اجنبی یعنی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہ رہے، کیونکہ ان کا تیسرا ساتھی شیطان ہوتا ہے، (جو ان دونوں کو بہکانے سے ہرگز نہیں چوکے گا) نیز جس شخص کو اس کی نیکی خوشی واطمینان بخشے اور اس کی بدی اس کو غمگین ومضطرب کردے وہ مؤمن ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث، 618)

اس حدیث میں بھی اسلام کے ابتدائی تینوں قرنوں کے لوگ یعنی جماعت صحابہ طبقہ تابعین اور طبقہ تبع تابعین کی فضیلت تمام امت پر ظاہر کی گئی ہے کہ یہ افراد امت کے وہ تین طبقے ہیں جو امت کے سب سے بہترین لوگ ہیں ملت کے سردار ومقتدا ہیں اور ان تینوں طبقوں کے لوگوں میں اور ان کے زمانوں میں غلبہ صدق ودیانت اور عفت وامانت کو حاصل تھا۔ یہاں تک کہ ان طبقوں کے جن لوگوں کے لوگوں کے احوال وکوائف غیر معلوم تھے (جنہوں اصطلاح میں مستور الحال کہا جاتا ہے) ان کو بھی "عادل" مانا گیا ہے، یہ اور بات ہے کہ ان میں سے کسی شاذ ونادر کے بارے میں ایسا نہ کہا جائے کیونکہ ان طبقوں کے لوگ بھی بہرحال غیر "معصوم انسان تھے۔ پھر ان تینوں طبقوں میں سے بھی طبقہ اول یا قرن اول کے لوگ یعنی "صحابہ کرام" کی عظمت ومنزلت کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں، ان کی تعظیم وتکریم کرنا ہر امتی پر لازم ہے۔ یہ حکم ان کی زندگی میں بھی ہر مسلمان کے لئے تھا اور ان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہا اور قیامت تک اسی طرح باقی رہے گا، کوئی شخص علم وفضل ذہانت وذکاوت تقوی وپرہیز گاری اور عزیمت واستقامت کے کتنے ہی بلند سے بلند تر مقام پر پہنچ جائے مگر وہ "صحابیِ رسول" کا ہمسر نہیں ہوسکتا، صحابی رسول کا ناقد نہیں بن سکتا اور صحابہ رسول کے عمل وکردار کی نکتہ چینی نہیں کرسکتا اگر کوئی شخص ایسی جرأت کرتا ہے تو وہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتا ہے اور صحابہ رسول کی عزت وحرمت مجروح کرنے کے سبب اپنا ایمان خطرہ میں ڈالتا ہے۔ بلاشبہ صحابہ کرام امت کے وہ سب سے برگزیدہ اور نیک ترین فرد ہیں جو بارگارہ رسالت کے مصاحب خادم اور حاضر باش تھے۔ جو ذات رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل کے براہ راست خوشہ چیں ... بیت یافتہ تھے، ان میں سے جن لوگوں کو صحبت وخدمت کا شرف حاصل نہیں ہوا اور محض جمال باکمال کے دیدار ہی کی سعادت سے بہرہ ہوئے۔ ان کا مقام بھی امت کے بڑے سے بڑے عالم وفاضل عابد وزاہد اور غازی ومجاہد سے بڑھ کر ہے۔

شیخ ابوطالب مکی نے بڑی سچی بات کہی ہے کہ: جمال رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑنے والی ایک نظر سے اتنا کچھ حاصل ہوجاتا تھا اور مطلب براری کی وہ دولت مل جاتی تھی جو اوروں کو بڑے بڑے چلوں اور خلوتوں سے بھی حاصل نہیں ہوسکتی، ایمان عیانی اور یقین شہودی کا جو مقام ان کو نصیب تھا۔ اس میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں تھا۔ "اس کے بعد جھوٹ ظاہر ہوجائے گا" یعنی ان تینوں زمانوں میں تو دین اپنی اصلی حالت میں رہے گا اور اخلاص وللہیت سے سارے کام انجام پاتے رہیں گے، لیکن قرن ثالث یعنی تبع تابعین کے زمانہ کے بعد جو زمانہ آئے گا وہ دین ودیانت کے لئے محفوظ ومامون نہیں ہوگا۔ گویا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تبع تابعین کے قرن کے خاتمہ کے بعد بدعات اور نفسانی خواہشات وجذبات کی کارفرمائی کا دور شروع جائے گا اگرچہ غیر اسلامی افکار ونظریات کے حامل لوگوں جیسے معتزلہ، ربہ اور مرجیہ وغیرہ کا ظہور وشیوخ اور بعد کے زمانوں میں ہوا لیکن ان سے پہلے بدعات اور خودرائی کا ظہور وشیوع ہوچکا تھا۔ "جماعت کو لازم پکڑے" میں جماعت سے مراد ملت کا سواد اعظم ہے۔

مطلب یہ کہ دینی وملی مسائل ومعاملات میں انہی اصول وتعلیمات کو راہنما بنایا جائے، جو جمہور صحابہ وتابعین اور سلف صالحین سے منقول ہیں اور انہی کی متابعت اختیار کی جائے ان سے صرف نظر کر کے خود رائے بننا۔ اپنے آپ کو شیطان کا کھلونا بنانا ہے، پس اس حکم میں صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کی محبت اور ان کی تعظیم وتوقیر بھی شامل ہے۔ "وہ مؤمن ہے" یعنی کامل کی علامت یہ ہے کہ نیکی کرنے سے خوش ومطمئن ہو اور اگر بدی وجود میں آئے تو رنجور وناخوش ہو۔ اسی بات کو علماء نے دل کے زندہ وحساس ہونے کی علامت قرار دیا ہے، چنانچہ جو شخص نہ تو نیکی سے خوش ہوتا ہے اور نہ بدی سے ناخوش ومضطرب ہوتا ہے وہ ایسے انسان کی مانند ہے جس کا دل مر چکا ہو، جس کے احساسات فنا ہو چکے ہوں، جیسا کہ منافق جو قیامت وآخرت کے عقیدہ سے خالی ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک نیکی اور بدی دونوں برابر ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ۔ "اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی"

سات چیزوں سے پہلے نیک کام کرنے کا بیان

(93) اَلسَّابِعُ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا، هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُّنْسِیًا، اَوْ غِنًی مُّطْغِیًا، اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا، اَوْ هَرَمًا مُّفْنِدًا، اَوْ مَوْتًا مُّجْهِزًا، اَوِ الدَّجَّالَ فَشَرٌّ غَائِبٍ یُّنْتَظَرُ، اَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال جلدی کر لو کیا تم انتظار کر رہے ہو اس غربت کا جو بھلا دے یا اس خوشحالی کا جو سرکشی میں مبتلا کر دے یا اس بیماری کا جو خراب کر دے یا اس بڑھاپے کا جو حواس زائل کر دے یا اس موت کا جو ساتھ لے جائے گی یا اس دجال کا جو سب سے بری چیز ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے یا پھر قیامت کا اور قیامت سخت اور نہایت کڑوی ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

حضرت عمر بن میمون اودی (تابعی رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو! یعنی پانچ حالتیں ایسی ہیں کہ جب وہ موجود ہوں تو ان کو ان پانچ حالتوں سے غنیمت سمجھو جو زمانہ آئندہ میں پیش آنے والی ہیں (۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو یعنی اپنے اس زمانہ کو غنیمت جانو اور اس سے پورا فائدہ اٹھاؤ جس میں تمہیں عبادت وطاعات کی انجام دہی اور اللہ کے دین کو پھیلانے کی طاقت وہمت میسر ہو۔ قبل اس کے کہ تمہارے جسمانی زوال کا زمانہ آ جائے اور تم عبادت وطاعت وغیرہ کی انجام دہی میں ضعف وکمزوری محسوس کرنے لگو (۲) بیماری سے پہلے صحت کو یعنی ایمان کے بعد جو چیز سب سے بڑی نعمت ہے وہ صحت وتندرستی ہے، لہٰذا اپنی صحت وتندرستی کے زمانہ میں اگرچہ

93-اخرجہ الترمذی (2313) وفی اسنادہ محرز بن ھارون قال البخاری 'منکر الحدیث' وکذا قال النسائی ذکرہ ابن عدی فی الکامل فی الضعفاء (442/6)

Marfat.com

وہ بڑھاپے کے دور ہی میں کیوں نہ ہو، یعنی دینی و دنیاوی بھلائی و بہتری کے لئے جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو۔ (۳) فقر و افلاس سے پہلے تونگری و خوشحالی کو (یعنی تمہیں جو مال و دولت نصیب ہے قبل اس کے کہ وہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے یا موت کا پنجہ تمہیں اس سے جدا کر دے تم اس کو عبادت مالیہ اور صدقات و خیرات میں خرچ کرو اور اس دولتمندی و خوشحالی کو ایک ایسا غنیمت موقع سمجھو جس میں تم اپنی اخروی فلاح و سعادت کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہو۔ (۴) مشاغل و تفکرات میں مبتلا ہونے سے پہلے وقت کی فراغت و اطمینان کو۔ (۵) موت سے پہلے زندگی کو، اس روایت کو ترمذی نے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث 1100)

اغتنم " کا لفظ " اغتنام " سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں غنیمت کا مال لینا۔ اور " غنیمت " اصل میں تو اس مال کو کہتے ہیں جو مسلمانوں نے لڑ کر اور حملہ کر کے حربی کافروں سے حاصل کیا ہو، لیکن اس لفظ کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو کسی محنت و مشقت کے بغیر ہاتھ لگی ہو۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جوانی، صحت، دولت فراغت وقت اور زندگی ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ ساتھ نہیں دیتیں۔ جوانی کے بعد بڑھاپے، صحت کے بعد بیماری، دولت کے بعد محتاجگی، فراغت وقت کے بعد تفکرات و مشاغل اور زندگی کے بعد موت کا پیش آنا لازمی امر ہے، لہٰذا جب تک یہ چیزیں پیش نہ آئیں موقع غنیمت جانو اور اس میں اپنی دنیاوی و اخروی بھلائی و بہتری کے لئے جو کچھ کر سکتے ہو اس سے غفلت اختیار نہ کرو۔

فتح خیبر کیلئے عطاء کرنے کا بیان

(94) اَلثَّامِنُ: عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: "لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُّحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ" قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا اَحْبَبْتُ الْاِمَارَةَ اِلَّا يَوْمَئِذٍ، فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَاءَ اَنْ اُدْعٰى لَهَا، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا وَقَالَ: "امْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ" فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئًا ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ فَصَرَخَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلٰى مَاذَا اُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: "قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِذَا فَعَلُوْا فَقَدْ مَنَعُوْا مِنْكَ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"فَتَسَاوَرْتُ" هُوَ بِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَيْ وَثَبْتُ مُتَطَلِّعًا.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن یہ فرمایا: میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھوں پر فتح نصیب کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے کبھی بھی حکومت کی خواہش نہیں کی ماسوائے اس دن کے، اگلے دن میں تیزی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس امید پر کہ شاید مجھے اس کے لئے بلا لیا جائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو

94- اخرجه مسلم (2405)

Marfat.com

بلایا اور انہیں وہ جھنڈا عطا کیا اور فرمایا: روانہ ہو جاؤ اور مڑ کر نہیں دیکھنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح نصیب کرے! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور چلے پھر ٹھہر گئے، انہوں نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اور بلند آواز سے پوچھا' اے اللہ کے رسول میں کس شرط پر لوگوں سے جنگ کروں تو آپ نے فرمایا تم ان کے ساتھ جنگ کرو یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اگر وہ ایسا کریں تو انہوں نے اپنے خون اپنے اموال کو تم سے محفوظ کر لیا۔ ماسوائے ان کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

"فَتَسَاوَرْتُ" اس میں سین ہے یعنی میں نے گردن اُٹھا خود کو نمایاں کرنے کی کوشش کی۔

شرح

جنگ خیبر کے دوران ایک دن غیب داں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوگا۔ اس خوشخبری کو سن کر لشکر کے تمام مجاہدین نے اس انتظار میں نہایت ہی بے قراری کے ساتھ رات گزاری کہ دیکھیں کون وہ خوش نصیب ہے جس کے سر اس بشارت کا سہرا بندھتا ہے۔ صبح کو ہر مجاہد اس امید پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ شاید وہی اس خوش نصیبی کا تاجدار بن جائے۔ ہر شخص گوش بر آواز تھا کہ ناگہاں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قاصد بھیج کر انہیں بلاؤ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر دعا فرما دی جس سے فی الفور وہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کبھی آشوب چشم ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کا میدان اسی دن ان کے ہاتھوں سے سر ہو گیا۔ (بخاری)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن قبل ہی یہ بتا دیا کہ کل حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر کو فتح کریں گے۔ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا طیعنی کل کون کیا کرے گا کا علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا۔

بَابٌ فِي الْمُجَاهَدَةِ

باب 11: مجاہدہ کا بیان

مجاہدہ کے معنی ومفہوم کا بیان

شعب الایمان میں بیہقی نے فضالہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں اور (حقیقی) مجاہد وہ ہے، جس نے اللہ کی اطاعت وعبادت میں اپنے نفس سے جہاد کیا اور (اصل) مہاجر وہ ہے جس نے تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں کو ترک کر دیا۔

صحیح معنی میں مومن وہی ہے، جس کا وجود اللہ کی مخلوق کے لئے باعث اطمینان وراحت ہو، لوگوں کو اس پر پورا پورا اعتماد بھروسہ ہو۔ اس کی امانت ودیانت، عدالت وصداقت اور اخلاق وپاکیزگی اس طرح نمایاں ہو کہ نہ تو کسی کو اپنے مال کے ہڑپ کر لئے

Marfat.com

جانے کا خوف ہو اور نہ کسی کو اس کی طرف سے اپنی جان و آبرو کے نقصان کا خدشہ اور نہ کسی کے دل میں اس کی جانب سے کسی اور طرح کا خوف وہراس ہو۔ حقیقی مجاہد بھی وہ نہیں ہے جو دشمنوں سے جنگ کرتا ہے بلکہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس امارہ سے جہاد کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی خاطر نفس کی تمام خواہشات کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ ایسے ہی حقیقی مہاجر بھی وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو ترک کر دیا ہے جن سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر رکھا ہو اس لئے کہ ہجرت کی حکمت یہی ہے کہ مومن طاعت الٰہی میں بغیر کسی رکاوٹ کے مصروف رہے اور اللہ نے جن چیزوں سے منع کر دیا ہے ان سے بچتا رہے۔ مہاجر کی حقیقی شان یہی ہے۔

اللہ کی راہ میں کوشش کرنے والوں کیلئے ثواب کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ (العنکبوت : 69)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وہ لوگ جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کی اپنے راستے کی طرف رہنمائی کریں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنیوالوں کے ساتھ ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم انھیں ثواب کی راہ دیں گے۔ حضرت جنید نے فرمایا جو توبہ میں کوشش کریں گے انھیں اخلاص کی راہ دیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا جو طلبِ علم میں کوشش کریں گے انھیں ہم عمل کی راہ دیں گے۔ حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا جو اقامتِ سنّت میں کوشش کریں گے ہم انھیں جنت کی راہ دکھا دیں گے۔

مرتے دم تک عبادت کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ﴾ (الحجر : 99)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہارے پاس یقین آجائے''۔

یقین یہاں بمعنی موت ہے اور اکثر ائمہ لغت کے نزدیک موت اس لفظ کے حقیقی معنی ہیں اور بعض کے نزدیک مجازی۔

گوشہ نشین ہو کر عبادت کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ﴾ (المزمل : 8) : اَیْ اِنْقَطِعْ اِلَیْہِ،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اپنے پروردگار کے اسم کا تذکرہ کرو اور ہر چیز سے الگ ہو کر اسی کی طرف ہو جاؤ''۔

یعنی ہر چیز سے لاتعلق ہو کر اسی کے ہو جاؤ۔

مراد آیت کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ذکر اللہ کو شب و روز ہمہ وقت جاری رکھیں اس میں نہ کبھی ڈھول ہونا چاہئے نہ سستی۔ اور یہ مراد اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ذکر اللہ سے مراد عام لیا جائے خواہ زبان سے ہو یا قلب سے یا اعضاء و جوارح کو اللہ تعالیٰ کے احکام میں مشغول رکھنے سے۔ اور ایک حدیث میں جو حضرت صدیقہ عائشہ کی روایت سے یہ آیا ہے کہ کان یذکر اللہ علی کل حین، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے یہ بھی اس عام معنے کی رو سے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ

Marfat.com

بیت الخلا وغیرہ میں آپ کا ذکرلسانی نہ کرنا روایات حدیث سے ثابت ہے مگر ذکر قلبی ہر وقت جاری رہ سکتا ہے اور ذکر قلبی کی دو صورتیں ہیں ایک الفاظ متخیلہ کے ذریعہ ذکر کرنا، دوسرے اللہ تعالیٰ کی صفات وکمالات میں غور وفکر کرنا۔

قیامت کے دن اعضاء بھی گواہی دیں گے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴾ (الزلزلة : 7)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جو شخص ذرّے کے وزن جتنی نیکی کرے گا تو وہ اسے دیکھ لے گا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یکا یک ہنسنے لگے اور پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو میں کیوں، ہنس رہا ہوں؟ حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم نے کہا "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں (قیامت کے دن) بندہ اور اللہ کے درمیان منہ در منہ گفتگو ہونے کا خیال کر کے) ہنس رہا ہوں! (اس دن) بندہ کہے گا کہ اے پروردگار کیا تو نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی ہے؟ (یعنی کیا تو نے نہیں فرمایا کہ میں اپنے بندوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ سن کر) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہاں تجھ کو (میں نے پناہ دی ہے اور میں یقیناً بندوں پر ظلم نہیں کرتا) تب بندہ کہے گا کہ اگر تو نے مجھ کو ظلم سے پناہ دی ہے تو) میں اپنے متعلق اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ میرے بارے میں گواہی دینے والا مجھ ہی میں سے ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بندے کی یہ بات سن کر) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "(مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے) آج کے دن تیرے بارے میں خود تیری ذات کی گواہی دیں گے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پھر بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی (یعنی اس کی قوت گویائی کو معطل کر دیا جائے گا) اور اس کے بعد اس کے تمام اعضاء وجسم کو حکم دیا جائے گا کہ بولو، چنانچہ اس کے جسم کے اعضاء اس کے (ان) اعمال کو بیان کریں گے جو اس نے ان اعضاء کے ذریعہ کئے تھے پھر اس بندے اور اس کی گویائی کے درمیان سے (پردہ) اٹھا دیا جائے گا (یعنی اس کے منہ کو جو مہر لگائی گئی تھی اس کو توڑ دیا جائے گا اور اس کی قوت گویائی بحال ہو جائے گی جس سے وہ پہلے کی طرح باتیں کرنے لگے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بندہ (یہ صورت حال دیکھ کر اپنے اعضاء جسم سے) کہے گا کہ دور ہو بد بختو اور ہلاک ہو، میں تو تمہاری ہی طرف سے اور تمہاری ہی نجات کے لئے لڑ جھگڑ رہا تھا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث 128)

میرے بارے میں گواہی دینے والا مجھ ہی میں سے ہو" یعنی مجھے یہ گوارہ نہیں ہے کہ میرے اعمال وکردار اور میری دنیاوی زندگی کے بارے میں گواہی دینے والا کوئی دوسرا ہو، میں تو صرف اس گواہ کو تسلیم کروں گا جو میری ذات کے اندر سے پیدا ہو گویا بندہ تو یہ خیال کرے گا کہ میری ذات کے اندر سے گواہی دینے والا کون ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی ذات خود اپنے کو ضرر ونقصان پہنچانے کے لئے گواہی نہیں دیا کرتی، لیکن اس کو یہ خیال نہیں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی پوری طرح سے قادر ہے کہ وہ اس بندے کی ذات میں سے ایسا گواہ پیدا کر دے جو اس کے خلاف گواہی دے اور اس کو اللہ کے حکم کے خلاف انکار کی مجال اور دم مارنے کی گنجائش نہ ہو! پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کا سبب یہی تھا کہ حق تعالیٰ کے سامنے بندہ کا اس طرح کلام کرنا کہ خود اپنے جال میں پھنس

جائے اس کی کس درجہ کی مضحکہ خیز حرکت ہوگی۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ کے منہ کو مہر لگانا ان اعضاء جسم کا اعمال کے بارے میں گواہی دینا جن کے ذریعہ بندے نے وہ عمل کئے ہوں گے اور پھر اس بندے کا اپنی نادانی پر جھنجھلاہٹ کی وجہ سے اپنے ان اعضاء جسم کو برا بھلا کہنا اور ان کو بددعا دینا جیسے عجیب وغریب امور کا خیال کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔ خود بندے کی درخواست اور خواہش کے مطابق خود اسی کے اعضاء جسم کو اس کے بارے میں گواہ بنانے کے بعد پھر نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو بھی گواہ بنانا مقصود سے زائد بات۔ اور اس کا سبب یہ ہوگا کہ اعضاء جسم جو گواہی دیں گے اس کی تصدیق وتوثیق ہو جائے اور بندے کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ یہ اعضاء جسم درست گواہی نہیں دے رہے ہیں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ صرف فرشتوں کو گواہ بنائے گا تو یہ بات اس قرارداد کے خلاف ہوگی جو اس کے اور بندے کے درمیان طے پائی گی حاصل یہ کہ اصل گواہ تو بندے کے اعضاء جسم ہی ہوں گے جن کو خود بندے کی غرض وخواہش کے مطابق گواہ بنایا جائے گا اور ان اعضاء جسم کی گواہی ثابت کرنے کے لئے نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو بطور زائد گواہ پیش کیا جائے گا، لہٰذا یہ اعتراض پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کی غرض وخواہش کو مان کر اس کی ذات کے اندر سے، یعنی اسی کے اعضاء جسم کو گواہ بنائے گا تو فرشتوں کو گواہ بنانے کی کیا ضرورت ہوگی۔ دور ہٹو بدبختو اور ہلاک ہوالخ "یعنی جب وہ بندہ دیکھے گا کہ یہ میرے اعضاء جسم تو میرے ہی خلاف گواہی دے رہے ہیں، ادھر ان اعضاء جسم کا اس کے خلاف گواہ بننا خود اس کی درخواست وخواہش کے مطابق ہوگا، تو وہ اس صورت حال سے جھنجلا جائے گا اور اپنے اعضاء جسم کو برا بھلا کہنے لگے گا کہ کمبختو، میں تمہاری ہی طرف سے لڑ جھگڑ رہا تھا تاکہ تمہیں اعمال بد کی سزا نہ بھگتنی پڑے، لیکن اپنے خلاف خود تم ہی گواہی دے رہے ہو اور اپنے آپ کو عذاب وہلاکت میں ڈال رہے ہو یا یہ کہ میں دنیا میں تمہاری ہی وجہ سے بندوں سے لڑتا جھگڑتا تھا، تمہیں نقصان وضرر سے بچانے کے لئے دوسروں کو نقصان پہنچایا کرتا تھا، تمہاری راحت اور تمہارے کام کی وجہ سے فلاں فلاں پر عمل کیا کرتا تھا، ہر وقت تمہاری ہی حفاظت اور تمہاری ہی مدد میں لگا رہتا تھا اور تمہیں ہی اپنا دوست وغم خوار مانتا تھا مگر آخر کو تم ہی میرے دشمن اور میرے بدخواہ نکلے اور مجھے عذاب اللہ وندی کے حوالہ کئے جانے کا سبب بنے! حدیث میں ان اعضاء جسم کا وہ جواب ذکر نہیں کیا گیا ہے جو وہ آخر میں بندے کی یہ بات سن کر دیں گے، لیکن قرآن کی ایک آیت میں ان کے اس جواب کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے۔ (وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ، (فصلت:21) اور وہ اپنی جلدوں سے (یعنی اپنے اعضاء جسم سے) کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ تو وہ جلدیں کہیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے بلایا ہے جس نے ہر ایک کو بلایا ہے اور اس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اللہ کی بارگاہ میں بھیجے ہوئے نیک اعمال کا بیان

۶ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ﴾

(المزمل : 20)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور تم اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے تو اسے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پاؤ گے وہ زیادہ بہتر

ہےاوراجر کے اعتبار سے عظیم ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ جو نیک کام اپنی زندگی میں کر گزرو وہ بہت رہے اس سے کہ مرنے کے وقت وصیت کرو اس میں مالی عبادت صدقہ وخیرات بھی داخل ہے اور نماز روزہ وغیرہ بھی جو کسی کے ذمہ قضا ہو اپنے ہاتھ سے اپنے سامنے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس سے سبکدوشی بہتر ہے بعد میں تو وارثوں کے اختیار میں بات رہتی ہے وہ کریں یا نہ کریں۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تم میں ایسا کون ہے جو اپنے وارث کے مال سے بہ نسبت اپنے مال کے زیادہ محبت رکھتا ہو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اپنے وارث کے مال کی محبت خود اپنے مال سے زیادہ رکھے۔آپ نے فرمایا سوچ سمجھ کر بات کرو۔صحابہ نے عرض کیا کہ میں تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت معلوم نہیں آپ نے فرمایا (جب یہ بات ہے تو سمجھ لو کہ) تمہارا مال وہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور جو رہ گیا وہ تمہارا مال نہیں بلکہ تمہارے وارث کا مال ہے۔(مسند ابویعلی موصلی)

تم جو کچھ خرچ کرو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرة : 273)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"اور تم بھلائی میں سے جو کچھ خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے"۔

پرندہ وہاں ذبح کرو جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو

منقول ہے کہ مشائخ میں سے ایک بزرگ کا ایک نوجوان شاگرد تھا وہ بزرگ اس کی تعظیم کرتے تھے ان کے کسی مرید نے پوچھا کہ آپ اس کی عزت کیوں کرتے ہیں جب کہ یہ نوجوان ہے اور ہم عمر رسیدہ ہیں؟ ان بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ پرندے منگوائے اور ان سب کو ایک ایک پرندہ اور ایک ایک چھری دے دی اور فرمایا "تم میں سے ہر ایک اس پرندے کو وہاں ذبح کرے جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو"۔اس نوجوان کو بھی اسی طرح پرندہ دیا اور اس سے بھی وہی بات فرمائی۔تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ہر ایک ذبح کیا ہوا پرندہ لے کر واپس آیا لیکن وہ نوجوان زندہ پرندہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے واپس آیا، بزرگ نے پوچھا کہ دوسروں کی طرح تم نے اسے کیوں ذبح نہ کیا؟ اس نے کہا مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو کیوں کہ اللہ عزوجل تو مجھے ہر جگہ دیکھتا ہے۔ان سب نے اس نوجوان کے مُراقبے کو پسند کیا اور کہا کہ واقعی یہ نوجوان عزت واحترام کے لائق ہے۔اسی طرح منقول ہے کہ حضرت سیدتنا زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت میں گئیں تو انہوں نے اپنے بت کا چہرہ ڈھانپ لیا حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا "تم ایک پتھر سے حیاء کرتی ہو۔حالانکہ اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے۔

وَالْاٰيَاتِ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ .

اس بارے میں بہت سی آیات ہیں جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو اس میں سب سے پہلی حدیث یہ ہے۔

اولیاء اللہ سے دشمنی اللہ سے اعلان جنگ ہے

(95) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ : فَالْاَوَّلُ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِيْ أَعْطَيْتُهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"اٰذَنْتُهُ": أَعْلَمْتُهُ بِأَنِّيْ مُحَارِبٌ لَّهُ. "اِسْتَعَاذَنِيْ" رُوِيَ بِالنُّوْنِ وَبِالْبَاءِ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو شخص میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی رکھے گا میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں اور بندہ میرا قرب جس چیز کے ذریعے حاصل کرتا ہے میرے نزدیک اس میں سب سے زیادہ محبوب چیز وہ ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کی مدد سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کی مدد سے وہ تھامتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس کی مدد سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دوں گا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

"اٰذَنْتُهُ" کا مطلب ہے میں اسے اطلاع دیتا ہوں کہ میں اس کے ساتھ جنگ کروں گا۔

"اِسْتَعَاذَنِيْ" کو "ب" اور "ن" (دونوں طرح سے) روایت کیا گیا ہے۔

شرح

فقد اذنتہ بالحرب کا ایک مطلب تو وہی ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی جو شخص میرے ولی کو ایذاء پہنچاتا ہے اس کی اس انتہائی قابل نفرین حرکت کی وجہ سے میں اس کے ساتھ اپنی لڑائی کا اعلان کرتا ہوں یا مطلب یہ کہ میں اپنے ساتھ اس کی لڑائی کا اعلان کرتا ہوں یا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے ساتھ اس کی لڑائی کا اعلان کرتا ہوں پس وہ شخص میرے ولی کو ایذاء پہنچا کر گویا مجھ سے لڑنے والا ہے ائمہ کہتے ہیں کہ ایسا کوئی گناہ نہیں ہے کہ جس کے مرتکب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو کہ اس سے اعلان جنگ ہے علاوہ اس گناہ یعنی اللہ کے کسی محبوب بندہ اور ولی کو ایذاء پہنچانے کے اور سود کھانے کے، سود کھانے والوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ آیت (فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ)۔ پس اگر تم اس سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ دونوں گناہ نہایت ہی قابل نفرین اور بدترین ہیں اور ان دونوں میں دنیا اور آخرت دونوں کی مکمل تباہی کا خطرہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بندہ سے اللہ کی لڑائی اس کے خاتمہ بد پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جس سے اللہ تعالیٰ لڑا وہ کبھی فلاح

95-اخرجه البخاري (2502) وابن حبان (347) وانظير كلام الحافظ ابن حجر عليه في الفتح (143/13)

Marfat.com

ونجات نہیں پا سکتا۔ "جو میں نے اس پر فرض کی ہیں" مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی چیزیں میں نے اس پر واجب کی ہیں یعنی اوامر (یعنی جن چیزوں کے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے اجتناب ان چیزوں کا اختیار کرکے جو بندہ اللہ کا تقرب حاصل کر سکے۔ میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں الخ اس بارہ میں علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس بندہ پر ان افعال واعمال کو آسان کر دیتا ہوں جن کا تعلق ان اعضاء سے ہے اور اس کو ان اعمال وافعال کے کرنے کی توفیق دیتا ہوں یہاں تک کہ گویا وہ اعضاء ہی بن جاتا ہوں۔

بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کے حواس اور اس کے اعضاء کو اپنی رضا وخوشنودی کا وسیلہ بنا دیتا ہے چنانچہ وہ بندہ اپنے کان سے صرف وہی بات سنتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے یا اسی طرح وہ اپنی آنکھ سے صرف انہیں چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ بعض حضرات اس کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت اس بندہ پر اپنی محبت غالب کر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی چیز کو دیکھتا ہے جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور وہ اس چیز کو سنتا ہے جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ اس کا مددگار وکارساز ہوتا ہے اور اس کے کان اس کی آنکھ اس کے ہاتھ اور اس کے پاؤں کو ان چیزوں سے بچاتا ہے جنہیں وہ پسند نہیں کرتا۔ میں تردد کرتا ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنی اس عنایت کے سبب جو اس بندہ کے شامل حال ہوتی ہے اس کی زندگی ختم کرنے میں تردد کرتا ہوں کیونکہ موت اس کے لئے کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہوتی لیکن موت سے چونکہ مفر نہیں اور یہ طے شدہ امر ہے کہ اس دنیا میں جو بھی جاندار آیا ہے اس کو موت کی آغوش میں ضرور ہی جانا ہے اس لئے اس کو موت دیتا ہوں۔

پھر یہ کہ اس کی موت بھی اس کے لئے بھلائی ہی کا سبب ہوتی ہے کیونکہ وہ موت کے بعد ہی عظیم الشان سعادتوں اور درجات عالیہ کو پہنچتا ہے مثلاً حضور باری تعالیٰ اور جنت وغیرہ کی لازوال نعمتیں موت کے بعد ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اس موقع پر یہ بات جان لیجئے کہ تردد کے معنی ہیں ایسی دو چیزوں کی درمیان تحیر اور پس وپیش کرنا جن کے بارہ میں یہ یقینی علم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے کون سی چیز زیادہ بہتر ہے۔

ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات پر تردد کے اس معنی کا اطلاق قطعاً ناممکن اور محال ہے لہٰذا حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اپنے کسی فیصلہ کو پورا کرنے میں اس طرح تاخیر توقف نہیں کرتا کہ جس طرح کہ کوئی متردد شخص اپنے کسی کام اور معاملہ کرتا ہے اس بندہ کی روح قبض کرنے کا معاملہ ایسا ہے کہ میں اس میں کچھ توقف کرتا ہوں تاکہ اس بندہ مومن پر موت آسان ہو اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے اور وہ خود موت کے آنے کا مشتاق ہو جائے پھر اس کے بعد وہ زمرہ مقربین میں داخل ہو کر اعلیٰ علیین میں اپنی جگہ حاصل کر لے۔

اللہ کی رحمت کا بندے کی طرف دوڑ کر آنے کا بیان

(96) اَلثَّانِیْ : عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْہِ عَنْ رَبِّہٖ -

96-اخرجه البخاری (7536) واحمد (4/12289)

Marfat.com

عَزَّوَجَلَّ، قَالَ:

"اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا، وَّاِذَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وِاِذَا اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو آپ نے اپنے پروردگار کے حوالے سے روایت کیا ہے، وہ فرماتا ہے: جب میرا بندہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک بالشت اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ چلتے ہوئے میری طرف آتا ہے تو میں دوڑتے ہوئے اس کی طرف آتا ہوں۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اس کو اس سے صدق و اخلاص کے مطابق سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیتا ہوں جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس کو اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں جو شخص اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے ایک بالشت (یعنی بقدر قلیل) میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف آتا ہوں (یعنی میں اس کی توجہ والتفات سے کہیں زیادہ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہوں) جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں۔ جو شخص میری طرف اپنی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو یعنی شرک میں مبتلا نہ ہو تو اگر میں چاہوں گا تو اس کو زمین کے برابر ہی مغفرت عطا کروں گا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم حدیث، 786)

اللہ تعالیٰ کتنا رحیم وکریم ہے اس کی رحمت کتنی وسیع ہے اپنے بندوں پر وہ کتنا مہربان ہے اس کی شان عفو کس قدر بے پایاں ہے اور اس کا فضل کس قدر بے کراں ہے اس کا ایک ہلکا سا اندازہ اس حدیث سے ہو جاتا ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر بندہ اللہ کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ اور رجوع کرتا ہے تو اس کی طرف بارگاہ الٰہی سے اس کی توجہ کہیں زیادہ توجہ، التفات اور رحمت اس کی طرف منعطف ہوتی ہے۔

صحت اور فراغت کے دو خاص نعمتوں کا بیان

(97) اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا كَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

97- اخرجه احمد (1/3207) والبخاری (6412) والترمذی (2304) وابن ماجه (4170)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دوطرح کی نعمتوں میں بہت سے لوگ دھوکے کا شکار ہیں ایک صحت اور دوسرا فراغت۔

اس حدیث کوامام بخاری نے روایت کیا ہے۔

شرح

مذکورہ نعمتوں میں سے ایک نعمت تو تندرستی ہے یعنی جسم وبدن کا امراض سے محفوظ رہنا اور دوسری نعمت ہے اوقات کا غم روزگار کے مشاغل درمصروفیات اور تفکرات وتشویشات سے فارغ وخالی ہونا، چنانچہ دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو اپنی غفلت لاپرواہی کی بناپر ان دونوں نعمتوں کی قدر نہیں کررہے اور ان کے معاملہ میں اپنے نفس سے فریب کھا کر ان کومفت میں ہاتھ سے جانے دیتے ہیں جیسا کہ کوئی شخص خرید وفروخت کے معاملہ میں کسی کے فریب اور دھوکہ کا شکار ہوکر اپنے مال ومتاع کو مفت میں گنوا دیتا ہے اور نقصان برداشت کرتا ہے۔

لہٰذا اس ارشاد گرامی میں ان لوگوں کے تئیں حسرت وافسوس کا اظہار ہے جوان نعمتوں سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھاتے، بایں طور کہ نہ تو اپنی صحت وتندرستی کے زمانہ دین ودنیا کی بھلائی وفائدہ کے کام کرتے ہیں اور نہ فرصت کے اوقات کوغنیمت جان کر ان میں آخرت کے امور کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ہاں جب ان کی صحت وتندرستی خراب ہوجاتی ہے دنیا بھر کے فکرات لاحق ہوجاتے ہیں اورغم روزگار کی گردش ان کے اوقات کومختلف قسم کی مشغولیتوں اور تشویشوں میں جکڑ لیتی ہے اس وقت ان کوان نعمتوں کی قدر ہوتی ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم نے کیسے بیش قیمت مواقع گنوادیئے اور اس قول النعمۃ اذا فقدت عرفت (کہ نعمت کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب وہ جاتی رہتی ہے) کا مصداق بنتے ہیں۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے حدیث کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان نعمتوں کی حقیقی قدر نہیں کرتے، بایں طور کہ وہ ان نعمتوں کے حاصل ہونے کے زمانہ میں ایسے کام نہیں کرتے جن کے آخرت میں وہ محتاج ہوں گے اور پھر وہاں نادم ہوں گے کہ ہم نے دنیا میں اپنی عمر کے بیش قیمت اوقات کو کس طرح ضائع کردیا اور تندرستی وفراغت وقت کی جونعمتیں ہمیں میسر تھیں ان کے جاتے رہنے سے پہلے ان کی قدر نہیں کی، حالانکہ اس وقت ان کی یہ ندامت ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ذالک یوم التغابن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخرت میں اہل جنت اگر کسی بات پر حسرت وافسوس کریں گے تو ان لمحات پر کریں گے جو انہوں نے دنیا میں اس طرح گزار دیئے ہوں گے کہ ان میں انہوں نے اللہ کو یاد نہیں کیا ہوگا۔

پانچ چیزوں سے پہلے پانچ کوغنیمت جاننے کا بیان

حضرت عمر بن میمون اودی (تابعی رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کونصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔"پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو! یعنی پانچ حالتیں ایسی ہیں کہ جب وہ موجود ہوں تو ان کو ان پانچ حالتوں سے غنیمت سمجھو جو زمانہ آئندہ میں پیش آنے والی ہیں (۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو یعنی اپنے اس زمانہ کوغنیمت جانو اور اس سے

Marfat.com

پورا فائدہ اٹھاؤ جس میں تمہیں عبادت وطاعات کی انجام دہی اور اللہ کے دین کو پھیلانے کی طاقت وہمت میسر ہو۔ قبل اس کے کہ تمہارے جسمانی زوال کا زمانہ آجائے اور تم عبادت وطاعت وغیرہ کی انجام دہی میں ضعف وکمزوری محسوس کرنے لگو (۲) بیماری سے پہلے صحت کو یعنی ایمان کے بعد جو چیز سب سے بڑی نعمت ہے وہ صحت وتندرستی ہے، لہٰذا اپنی صحت وتندرستی کے زمانہ میں اگرچہ وہ بڑھاپے کے دور ہی میں کیوں نہ ہو، یعنی دینی ودنیاوی بھلائی وبہتری کے لئے جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو، (۳) فقر وافلاس سے پہلے تونگری وخوشحالی کو (یعنی تمہیں جو مال ودولت نصیب ہے قبل اس کے کہ وہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے یا موت کا پنجہ تمہیں اس سے جدا کر دے تم اس کو عبادت مالیہ اور صدقات وخیرات میں خرچ کرو اور اس دولتمندی وخوشحالی کو ایک ایسا غنیمت موقع سمجھو جس میں تم اپنی اخروی فلاح وسعادت کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہو۔ (۴) مشاغل وتفکرات میں مبتلا ہونے سے پہلے وقت کی فراغت واطمینان کو۔ (۵) موت سے پہلے زندگی کو، اس روایت کو ترمذی نے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1100)

اغتنم" کا لفظ "اغتنام" سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں غنیمت کا مال لینا۔ اور "غنیمت" اصل میں تو اس مال کو کہتے ہیں جو مسلمانوں نے لڑکر اور حملہ کر کے حربی کافروں سے حاصل کیا ہو، لیکن اس لفظ کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو کسی محنت ومشقت کے بغیر ہاتھ لگی ہو۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جوانی، صحت، دولت فراغت وقت اور زندگی ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ ساتھ نہیں دیتیں۔ جوانی کے بعد بڑھاپے، صحت کے بعد بیماری، دولت کے بعد محتاجگی، فراغت وقت کے بعد تفکرات ومشاغل اور زندگی کے بعد موت کا پیش آنا لازمی امر ہے، لہٰذا جب تک یہ چیزیں پیش نہ آئیں موقع غنیمت جانو اور اس میں اپنی دنیاوی واخروی بھلائی وبہتری کے لئے جو کچھ کر سکتے ہو اس سے غفلت اختیار نہ کرو۔

رات کا قیام اور عبادت میں مشغول رہنے کا بیان

(98) اَلرَّابِعُ : عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهُ : لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: "اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ،

هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ .وَنَحْوُهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ رِّوَايَةِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ .

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نوافل ادا کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں ورم آلود ہو جایا کرتے تھے میں نے دریافت کیا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں یارسول اللہ! جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گزشتہ اور آئندہ ذنب کی مغفرت کر دی ہے، آپ نے فرمایا کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں شکرگزار بندہ بن جاؤں۔ (متفق علیہ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں اور اسی کی مانند الفاظ صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہیں۔

98-**متفق علیہ**- معنی کے لحاظ سے- البتہ یہ الفاظ بخاری کے ہیں اس کو ترمذی نسائی ابن ماجہ سے بھی بیان کیا ہے- (**جامع صغیر**)

Marfat.com

شرح

امام بغوی نے حضرت صدیقہ عائشہ وغیرہ کی احادیث کی بناء پر یہ فرمایا ہے کہ اس آیت کی رو سے قیام اللیل یعنی رات کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت پر فرض تھی اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب پانچ نمازیں فرض نہیں تھیں۔

اس آیت میں قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کو صرف فرض ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس میں کم از کم ایک چوتھائی رات سے مشغول رہنا بھی فرض قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان آیات میں اصل حکم یہ تھا کہ تمام رات باستثناء قلیل نماز میں مشغول رہیں اور استثناء قلیل کا بیان اور تفصیل آگے آتی ہے۔

امام بغوی روایات حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رات کے اکثر حصہ کو نماز تہجد میں صرف فرماتے تھے یہاں تک کہ ان کے قدم ورم کر گئے اور یہ حکم خاصا بھاری معلوم ہوا۔ سال بھر کے بعد اسی سورت کا آخری حصہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰن نازل ہوا جس نے اس طویل قیام کی پابندی منسوخ کر دی اور اختیار دے دیا کہ جتنی دیر کسی کے لئے آسان ہو سکے اتنا وقت خرچ کرنا نماز تہجد میں کافی ہے یہ مضمون ابوداؤد نسائی میں حضرت صدیقہ عائشہ سے منقول ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج میں نازل ہوئی تو نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی البتہ سنت پھر بھی رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس پر مداومت فرمائی اسی طرح اکثر صحابہ کرام بڑی پابندی سے نماز تہجد ادا کرتے تھے (مظہری) اب الفاظ آیت کی تفسیر دیکھئے ارشاد فرمایا۔

قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ، الیل پر الف لام داخل ہونے سے اس نے پوری رات کے معنے دیئے تو مطلب آیت کا یہ ہوگیا کہ آپ ساری رات قیام الیل میں مشغول رہیں بجز قلیل کے مگر چونکہ یہ لفظ قلیل مبہم تھا اس لئے آگے اس کی تشریح اس طرح فرما دی نصفه اوانقص منه قلیلا اوزدعلیه یعنی اب آپ نصف رات قیام فرمائیں یا نصف سے کچھ کم کر دیں یا نصف سے کچھ بڑھا دیں۔ یہ بیان الا قلیلا کے استثناء کا ہے۔ اس لئے اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ نصف تو قلیل نہیں کہلاتا۔ جواب یہ ہے کہ رتا کا ابتدائی حصہ تو نماز مغرب پھر عشاء وغیرہ میں گزر ہی جاتا ہے اب نصف سے مراد باقی ماندہ کا نصف ہوگا وہ مجموعہ رات کے اعتبار سے قلیل ہے اور اس آیت میں چونکہ نصف سے کم کرنے کی بھی اجازت ہے نصف سے زائد کرنے کی بھی، اس لئے مجموعی طور پر اس کا یہ حاصل ہوا کہ کم از کم چوتھائی رات سے کچھ زیادہ قیام الیل میں مشغول رہنا فرض ہوگا۔

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں عبادت میں مجاہدہ کرنے کا بیان

(99) اَلْخَامِسُ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَالْمُرَادُ : اَلْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ . وَ"الْمِئْزَرُ" : اَلْاِزَارُ، وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ اعْتِزَالِ النِّسَآءِ .

99- اخرجه احمد (9/24186) والبخاری (2024) ومسلم (1174) و ابو داؤد 1367) والنسائی (1638) وابن ماجه (1768) وابن ماجه (321) والبیهقی (313/4)

Marfat.com

وَقِيلَ : الْمُرَادُ تَشْمِيرُهُ لِلْعِبَادَةِ، يُقَالُ : شَدَدْتُ لِهٰذَا الْأَمْرِ مِئْزَرِیْ : اَیْ تَشَمَّرْتُ وَتَفَرَّغْتُ لَهُ ۔

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب (رمضان کا) آخری عشرہ آ جاتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر عبادت کرتے رہتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے اور آپ خوب محنت اور اہتمام کے ساتھ عبادت کیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

اس سے مراد رمضان کا آخری عشرہ ہے۔

"الْمِئْزَرُ": اس سے مراد تہبند ہے اور یہ خواتین "ازواج" سے الگ رہنے کا کنایہ ہے۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد عبادت کے لیے تیار ہو جانا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے

شَدَدْتُ لِهٰذَا الْأَمْرِ مِئْزَرِی: میں نے اس کی تیاری کر لی ہے۔ اور اس کے لئے فارغ ہو گیا ہوں۔

شرح

تہبند مضبوط باندھتے، یہ دراصل اس بات سے کنایہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اپنی عادت اور اپنے معمول سے بھی بہت زیادہ عبادت و مجاہدہ کیا کرتے تھے اس بات سے بھی کنایہ ہو سکتا ہے کہ اس عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عورتوں سے الگ رہتے تھے یعنی صحبت و مباشرت سے اجتناب فرماتے تھے۔ رات کو زندہ کرنے، کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اکثر حصہ میں یا پوری رات نماز، ذکر اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے تھے۔ اس موقع پر یہ بات ملحوظ رہے کہ ایک روایت میں جو یہ منقول ہے کہ انہ علیہ السلام ماسہر جمیع اللیل کلہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری رات شب بیداری نہیں فرماتے تھے) تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اکثر پوری رات شب بیداری نہیں فرماتے تھے لہٰذا ایک دو رات یا دس راتیں پوری طرح شب بیداری میں گزار دینا اس روایت کے منافی نہیں ہے۔ اور اپنے اہل وعیال کو جگاتے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات صاحبزادیوں لونڈیوں اور غلاموں کو آخری عشرہ کی بعض راتوں میں شب بیداری کی تلقین فرماتے اور انہیں عبادت الٰہی میں مشغول رکھتے تاکہ لیلۃ القدر کی سعادت انہیں بھی حاصل ہو جائے۔

جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے

(100) اَلسَّادِسُ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِی كُلٍّ خَيْرٌ . اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ . وَاِنْ اَصَابَكَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ : قَدَرُ اللّٰهِ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ ؛ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: طاقت ور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔ ویسے دونوں میں سے ہر ایک بہتر ہے تم اس چیز کا لالچ کرو جو تمہیں نفع دے اور اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور عاجز نہ ہو جاؤ اور اگر تمہیں کوئی مصیبت لاحق ہو تو یہ نہ کہو کہ اگر میں یہ کر لیتا تو یہ ہو جاتا اور وہ ہو جاتا بلکہ یہ کہو کہ

100- اخرجہ احمد (3/8799) و مسلم (2663) و ابن ماجہ (79)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ فیصلہ کرتا ہے کیونکہ لفظ ''اگر'' کے ذریعے تم شیطان کے عمل کو کھول دو گے۔(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

شرح

یہ کہنا کہ میں اگر فلاں تدبیر کر لیتا اور یہ کام اس طرح کر لیتا تو میں فلاں نقصان اور مصیبت سے بچ جاتا۔اس لئے ممنوع ہے کہ ایسا کہنا بالکل لا حاصل ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں جو چیز جس طرح پیش آتی ہے وہ یوں ہی نہیں، بلکہ اللہ کی مشیت اور اس کے حکم وفیصلہ کے مطابق پیش آتی ہے۔جس کو تقدیر کا لکھا کہ آ جاتا ہے، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔آیت (قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا) (کہہ دو کہ ہمیں صرف وہی پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے) لہٰذا "لو" یعنی "اگر" کے لفظ کی ممانعت کا تعلق ایسی بات سے ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور جو تقدیر الٰہی کے معارض ثابت ہوتی ہے تاہم یہ واضح رہے کہ مذکورہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے نہ کہ نہی تحریمی کے طور پر! نیز اگر اس لفظ کا استعمال کسی ایسے جملہ میں ہو کہ جس کا مقصد کسی طاعت وعبادت کے فوت ہو جانے پر اظہار تاسف وحسرت سے ہو یا اس عبادت وطاعت سے اس معذوری ومجبوری کے اظہار وافسوس کے تئیں ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔اور مختلف احادیث میں جو یہ لفظ منقول ہوا ہے وہ اسی مفہوم پر محمول کیا جاتا ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ عبادت وطاعت کے فوت ہو جانے پر اظہار تاسف کرنا ثواب کا باعث بھی ہے اور اس کو ان چیزوں میں شمار کیا جانا ہی لائق ہے جو مستحب ہیں۔

چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مشیخت میں ابی عمرو سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے اپنی کسی دنیاوی چیز کے فوت وضائع ہو جانے پر تاسف کیا تو وہ ایک ہزار سال کی مسافت کے بقدر دوزخ کے قریب ہو جاتا ہے اور جس شخص نے اپنے کسی دینی عمل اور کسی اخروی چیز کے فوت وضائع ہو جانے پر تاسف کیا تو وہ ایک ہزار سال کی مسافت کے بقدر جنت کے قریب ہو جاتا ہے۔

جنت کو ناپسندیدہ چیزوں سے دور رکھنے کا بیان

(101) اَلسَّابِعُ : عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "حُفَّتْ" بَدَلَ "حُجِبَتْ" وَهُوَ بِمَعْنَاهُ : اَىْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا هٰذَا الْحِجَابُ فَاِذَا فَعَلَهُ دَخَلَهَا .

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جہنم کو نفسانی خواہشات کے پردے میں رکھا گیا ہے اور جنت کو ناپسندیدہ چیزوں کے پردے میں رکھا گیا ہے۔(متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ''حُفَّتَ'' کے بجائے ''حَجبتَ'' کے الفاظ ہیں اور اس کا معنی بھی وہی ہے یعنی اس کے اور اس کے درمیان میں حجاب ہے۔جب وہ ایسا کرے گا تو اس میں داخل ہو جائے گا۔

دوزخ کو خواہشات نفس کے قریب رکھنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

101-اخرجه احمد (4/12560) والبخاری (6387) ومسلم (2822)

جب جنت کو بنایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ ذرا جنت کی طرف نگاہ اٹھا کر تو دیکھو، (میں نے کتنی اچھی اور کس قدر نازک اور دیدہ زیب چیز بنائی ہے چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اور اس کی ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے بنائی ہیں دیکھا، پھر واپس آ کر عرض کیا کہ پروردگار تیری عزت کی قسم (تو نے اتنی اعلیٰ اور نفیس جنت بنائی ہے اور اس کو ایسی ایسی نعمتوں اور خوبیوں سے معمور کیا ہے کہ) جو کوئی بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخلہ کی یقیناً خواہش کرے گا۔

تب اللہ تعالیٰ نے جنت کے چاروں طرف ان چیزوں کا احاطہ قائم کر دیا، جو نفس کو ناگوار ہیں اور فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جا کر جنت کو دوبارہ دیکھ آؤ چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اس اضافہ کے ساتھ جو چاروں طرف احاطہ کی صورت میں ہوا تھا) دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت کی قسم مجھے یہ خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی جنت میں داخل ہونے کی خواہش کرے (کیونکہ اس کے گرد مکروہات نفس کا جو احاطہ قائم کر دیا گیا ہے اس کو عبور کرنے کے لئے نفسانی خواہشات کو مارنا پڑے گا اور ظاہر ہے کہ انسان خواہشات نفس کو مار کر جنت تک پہنچنا دشوار سمجھے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ بنائی تو حکم دیا کہ جبرائیل علیہ السلام! جاؤ دوزخ کو دیکھ کر آؤ کہ میں نے کتنی ہولناک اور بری چیز بنائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس جبرائیل گئے۔

اور دوزخ کو دیکھ کر واپس آئے تو عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم جو کوئی بھی دوزخ کے بارے میں سنے گا وہ ڈر کے مارے اس سے دور رہے گا اور اس میں جانے کی خواہش نہ کرے گا، تب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے چاروں طرف خواہشات اور لذات دنیا کا احاطہ قائم کر دیا اور جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبرائیل! جاؤ دوزخ کو دوبارہ دیکھ کر آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ حضرت جبرائیل گئے اور دوزخ کو اس احاطہ کے اضافہ کے ساتھ دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم، مجھے خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی باقی بچے جو دوزخ میں نہ جائے کیونکہ جن خواہشات نفس اور لذات دنیا کا احاطہ دوزخ کے چاروں طرف کر دیا گیا ہے وہ اس قدر دلفریب اور اتنی زیادہ مزیدار ہیں کہ نفس طبیعت کی پیروی کرنے والوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو ان خواہشات ولذات کی طرف نہ لپکے اور اس کے نتیجہ میں دوزخ میں نہ جانا پڑے۔

(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث، 260)

مکارہ اصل میں مکرہ کی جمع ہے جس کی معنی ہیں مکروہ یعنی ناپسندیدہ ودشوار چیز یہاں مکارہ سے مراد وہ شرعی امور ہیں جن کا انسان کو مکلف قرار دیا گیا ہے کہ فلاں فلاں کو اختیار کیا جائے اور فلاں فلاں سے اجتناب کیا جائے پس جنت کے چاروں طرف مکارہ کا احاطہ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کی تکلیف ومشقت اٹھائی جائے گی نفس کی خواہشات اور اس کی تمناؤں کو ختم نہ کر دیا جائے گا اس وقت تک جنت میں داخل ہونا ناممکن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں طویل قیام کرنے کا بیان

(102) اَلثَّامِنُ: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: یَرْکَعُ عِنْدَ الْمِئَةِ، ثُمَّ مَضٰی۔ فَقُلْتُ: یُصَلِّیْ بِھَا فِیْ رَکْعَةٍ

Marfat.com

فَمَضَى، فَقُلْتُ : يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَاَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ الَ عِمْرَانَ فَقَرَاَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا : اِذَا مَرَّ بِـآيَةٍ فِيْهَـا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ، وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ، وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ يَقُوْلُ : "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحوًا مِّنْ قِيَامِهٖ، ثُمَّ قَالَ: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا قَرِيْبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، فَقَالَ: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" فَكَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِيْبًا مِّنْ قِيَامِهٖ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت ابوعبداللہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک نماز ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ شروع کی۔ میں نے سوچا آپ سو آیات پڑھ کر رکوع میں چلے جائیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل پڑھتے رہے میں نے سوچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں یہ پوری پڑھ لیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا اب آپ رکوع کر لیں گے لیکن پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نساء پڑھنی شروع کر دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ آل عمران پڑھنی شروع کر دی اور اسے بھی پورا کر لیا۔ آپ آرام آرام سے پڑھ رہے تھے جب آپ کسی ایسی آیت کو پڑھتے جس میں اللہ تعالیٰ کی پاکی کا تذکرہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ پڑھتے یا کسی سوال کا تذکرہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرتے جب کسی پناہ سے متعلق آیت پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے اور پھر سبحان ربی العظیم پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع بھی آپ کے قیام جتنا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد پڑھا اور پھر ایک طویل قیام کیا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع کے قریب تھا اور پھر سجدے میں چل گئے اور سبحان ربی الاعلی پڑھتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع جتنا تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

راوی حدیث حضرت حذیفہ بن یمان کے احوال کا بیان

حضرت حذیفہ بن یمان: ان کا نام حذیفہ بن حسیل بن جابر العبسی ہے۔ الیمان حضرت حسیل کا لقب ہے یہ بہادر ہیں اور فاتح گورنروں میں سے ایک ہیں۔ منافقین سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہ نام بتائے تھے جو کسی اور کو نہیں بتائے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مدائن کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہیں ۳۶ ہجری کو ان کا انتقال ہوا۔ احادیث کے ذخیرہ میں ان سے دو سو پچیس احادیث منقول ہیں۔

نماز کے طویل قیام کی صورت میں مجاہدے کا بیان

(103) اَلتَّاسِعُ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَاَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ ! قِيْلَ : وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ؟ قَالَ: هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَهٗ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

102-اخرجه احمد (9/23300) و مسلم (772) و ابو داؤد 871) والترمذی (262) والنسائی (1008) وابن ماجه (1351) والدارمی (1.299) وابن حبان (1987) و ابن خزیمه (603) وعبد الرزاق (2875) والطحاوی فی شرح معانی الآثار (1/35)

103-اخرجه احمد (2/3646) والبخاری (1135) ومسلم (773) و ابن ماجه (1418)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک رات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام کیا یہاں تک کہ میرے ذہن میں ایک غلط خیال آ گیا ان سے دریافت کیا گیا' کیا خیال آیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: (یہ کہ) میں بیٹھ جاتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے دیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

میت کے ساتھ تین چیزوں کے جانے کا بیان

(104) اَلْعَاشِرُ : عن اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ : اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ : يَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ، وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، اس کا مال، اس کے اہل خانہ اور اس کا عمل' ان میں سے دو باقی واپس آ جاتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے اور مال واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل ساتھ رہ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

فوت ہونے کے بعد تین چیزوں کے ذریعے میت کو نفع پہنچنے کا بیان

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کے ثواب کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کے ثواب کا سلسلہ باقی رہتا ہے۔ (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم جس سے نفع حاصل کیا جائے (۳) صالح اولاد جو مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث، 198)

ایسے اعمال جن کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہوتا ہے ان کے اثرات مرنے کے بعد دنیا ہی میں ختم ہو جاتے ہیں مثلاً نماز، روزہ وغیرہ ایسے اعمال ہیں جو انسان کی زندگی میں ادا ہوتے تھے گو کہ ان کا ثواب بایں طور باقی رہتا ہے کہ وہ ذخیرہ آخرت ہو جاتے ہیں اور مرنے کے بعد اس [illegible] اء ملتی ہے مگر ان کا سلسلہ مرنے کے بعد آئندہ جاری نہیں رہتا۔ کیونکہ زندگی میں جب تک یہ اعمال ہوتے تھے اس کا ثواب ملتا رہتا تھا جب زندگی ختم ہو گئی تو یہ اعمال بھی ختم ہو گئے اور جب یہ اعمال ختم ہو گئے تو اس پر جزاء سزا کا ترتب بھی ختم ہو گیا۔ لیکن کچھ اعمال ایسے بھی ہیں جن کے ثواب کا سلسلہ نہ صرف یہ کہ زندگی میں ملتا ہے بلکہ مرنے کے بعد باقی و جاری رہتا ہے۔ ایسے ہی اعمال کے بارے میں اس حدیث میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ تین اعمال ایسے ہیں کہ زندگی ختم ہو جانے کے بعد بھی ان کے ثواب کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور مرنے والا برابر اس سے منتفع ہوتا رہتا ہے۔

پہلی چیز صدقہ جاریہ ہے، یعنی اگر کوئی آدمی اللہ کی راہ میں زمین وقف کر گیا ہے یا کنواں و تالاب بنوا گیا ہے یا ایسے ہی اللہ کی مخلوق کے فائدہ کی خاطر کوئی دوسری چیز اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے تو جب تک یہ چیزیں قائم رہیں گی اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔

دوسری چیز علم نافع ہے یعنی کسی ایسے عالم نے وفات پائی جو اپنی زندگی میں لوگوں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتا رہا اور پھر اپنے

104- اخرجه احمد (4/12081) والبخاری (6514) و مسلم (2960) و الترمذی (2379) والحمیدی (1186) وابن حبان (3107)

Marfat.com

علوم ومعارف کو کسی کتاب کے ذریعہ محفوظ کر گیا جو ہمیشہ لوگوں کے لئے فائدہ مند اور رشد وہدایت کا سبب بنی ہے یا کسی ایسے آدمی کو اپنا شاگرد بنا گیا جو اس کے علم کا صحیح وارث ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو زندگی ختم ہونے کے بعد اس کے لئے سرمایہ وسعادت ثابت ہوں گی اور جن کا ثواب اسے وہاں برابر ملتا رہے گا۔

تیسری چیز اولاد صالح ہے ظاہر ہے کہ کسی انسان کے لئے سب سے بڑی سعادت اور وجہ افتخار اس کی اولاد صالح ہی ہوتی ہے اس لئے کہ صالح اولاد نہ صرف یہ کہ ماں باپ کے لئے دنیا میں سکون وراحت کا باعث بنتی ہے بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے وسیلہ نجات اور ذریعہ فلاح بھی بنتی ہے اور اس طرح سے کہ لائق ونیک لڑکا اپنے والدین کی قبروں پر جاتا ہے وہاں فاتحہ پڑھتا ہے دعائے مغفرت کرتا ہے، قرآن پڑھ کر ان کو بخشتا ہے اور ان کی طرف سے خیرات وصدقات کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں مردہ کے لئے ثواب کا باعث ہیں جن سے وہ اخروی زندگی میں کامیاب ہوتا ہے۔

جوتے کے تسمے سے بھی جنت ودوزخ کا زیادہ قریب ہونے کا بیان

(105) اَلْحَادِیْ عَشَرَ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ شِرَاکِ نَعْلِهٖ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِکَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنت آدمی کے جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب ہوتی ہے اور جہنم بھی ایسے ہی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ربیعہ بن کعب کو جنت میں ساتھ عطاء کرنے کا بیان

(106) اَلثَّانِیْ عَشَرَ : عَنْ اَبِیْ فِرَاسٍ رَبِیْعَةَ بْنِ کَعْبٍ الْاَسْلَمِیِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاٰتِیْهِ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ، فَقَالَ: "سَلْنِیْ" فَقُلْتُ : اَسْاَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ . فَقَالَ: "اَوَ غَیْرَ ذٰلِکَ"؟ قُلْتُ : هُوَ ذَاکَ، قَالَ: "فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں اور اہل صفہ میں سے ایک ہیں' فرماتے ہیں ایک رات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بسر کی اور ان کی خدمت میں وضو کا پانی اور قضائے حاجت کے لئے پانی لے کر آیا انہوں نے فرمایا: مجھ سے کچھ مانگو میں نے فرمایا: میں جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کچھ اور بھی؟ میں نے عرض کی: اتنا ہی کافی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کثرت سجود کے ذریعے اپنے لیے میری مدد کرو۔

105-اخرجه احمد (2/3667) والبخاری (6488) وابن حبان (661) والبیهقی (368/3)

106-اخرجه مسلم (489) وابو داؤد (1320) والترمذی (3416) والنسائی (1137) و (1617) وابن ماجه (3879)

Marfat.com

راوی حدیث ربیعہ بن کعب کے احوال کا بیان

ربیعہ بن کعب: یہ اہل حجاز میں سے ہیں ان کی کنیت ابوفراس تھی یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''جنت میں ساتھ'' مانگا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بکثرت سجدوں کے ذریعے میری مدد کرو' یہ اصحاب صفہ میں سے ایک تھے سفر اور حضر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ انہوں نے ۶۳ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

کثرت سجود کی وجہ سے درجات بلند ہونے کا بیان

(107) اَلثَّالِثُ عَشَرَ : عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَيُقَالُ : اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ -مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ : ''عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ؛ فَاِنَّكَ لَنْ تَسْجُدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَّحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ ایک قول کے مطابق ابوعبدالرحمٰن ثوبان' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں' بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: تم بکثرت سجود کرو! کیونکہ تم جو سجدہ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمہارے درجات بلند کرے گا اور تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا۔

شرح

حضرت معدان بن طلحہ رحمہ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ اس کے کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کردے۔ ثوبان (میرا سوال سن کر) خاموش رہے، میں نے دوبارہ عرض کیا وہ پھر بھی خاموش رہے جب میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا انہوں نے فرمایا کہ یہی سوال میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے سوال کے جواب میں) فرمایا تھا کہ تم کثرت سے بارگاہ الٰہی میں سجدہ کیا کرو، تم ایک سجدہ اللہ کے حضور میں کرو گے۔

تو اس کی وجہ سے اللہ تمہارا ایک درجہ بلند کردے گا اور اس کی وجہ سے ایک گناہ کم کردے گا۔ معدان فرماتے ہیں کہ میں نے پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، سے ملاقات کی اور ان سے بھی وہی سوال کیا (جو ثوبان سے کیا تھا) چنانچہ انہوں نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو ثوبان نے دیا تھا۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث، 861)

حضرت معدان کے دو مرتبہ سوال کرنے پر بھی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے جواب اس لئے نہ دیا تاکہ سائل کو رغبت زیادہ ہو اور آتش شوق بھڑک کر جواب کی اہمیت وعظمت کا احساس کرسکے اور عملی قوت پوری طرح بیدار ہو جائے۔ سجدوں سے مراد کوئی خاص سجدے نہیں بلکہ نماز کے سجدے بھی مراد ہو سکتے ہیں اور سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

107- اخرجه احمد (8/22433) و مسلم (488) والترمذی (388) والنسائی (1138) وابن حبان (1735) وابن خزیمه (316) والطیالسی (986) والبیهقی (485/2)

Marfat.com

راوی حدیث ثوبان بن بجدد کے احوال کا بیان

ثوبان بن بجدد: یہ نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اصل میں مکہ اور یمن کے درمیان سرات نامی جگہ کے رہنے والے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں خرید کر آزاد کروادیا تھا تو پھر یہ وفات تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مشغول رہے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد یہ حمص تشریف لے گئے تھے۔ وہاں رہائش اختیار کی ۴۵ ہجری میں وہیں ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے 128 احادیث روایت کی ہیں۔

نیک اعمال کے ساتھ لمبی عمر کی فضیلت کا بیان

(108) اَلرَّابِعُ عَشَرَ : عَنْ اَبِیْ صَفْوَانَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "خَیْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ" .

"بُسْرٌ" بِضَمِّ الْبَاءِ وَبِالسِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ .

✧✧ حضرت ابی صفوان عبداللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کی زندگی لمبی ہو اور اس کا عمل اچھا ہو"۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے'

لفظ "بسر" میں "ب" پر پیش پڑھی جائیگی اور اس کے بعد حرف "س" ہے۔

شرح

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا، کہ یارسول اللہ ﷺ کون سا آدمی بہتر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں۔ پھر اس شخص نے پوچھا اور کون سا آدمی برا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور برے عمل ہوں۔ (احمد، ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1211)

حدیث کے ظاہری اسلوب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ حکم اغلب کے اعتبار سے ہے یعنی اچھے یا برے عمل زیادہ ہوں گے تو وہ شخص یا برا قرار پائے گا اور اگر اچھے اور برے عمل دونوں برابر ہوں گے تو پھر وہ ایک وجہ سے تو اچھا کہلائے گا اور ایک وجہ سے برا، اگرچہ اس بات کا ثابت ہونا نادر ہے۔

حضرت عبید بن ابی خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان بھائی چارہ کرادیا۔

108-اخرجه الترمذی (2336) وفی الباب عن ابی بکر رضی اللّٰه عنه احمد (6/17696) والترمذی (3327) والدارمی (308/2) والحاکم (1/1255) والبیهقی (371/3) وابن ابی شیبة (254/13) وابو نعیم فی الحلیة (51/9) قال الترمذی حسن صحیح وفی الباب عن جابر رضی اللّٰه عنه الحاکم (1/1256) و صححه علی شرط ووافقه الذهبی وبالجملة فالحدیث یقوی بشواهد

Marfat.com

تھا (یعنی ان دونوں کو جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے، بھائی بھائی بنادیا تھا) ان میں سے ایک شخص اللہ کی راہ میں مارا گیا (یعنی جہاد میں شہید ہوگیا) اور اس کی شہادت کے ایک ہفتہ یا قریب ایک ہفتہ کے بعد دوسرا شخص بھی صاحب فراش ہو کر فوت ہوگیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھی اور جب وہ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے مرحوم کی جو نماز جنازہ پڑھی ہے اس میں تم نے کیا پڑھا ہے اور کیا کہا ہے (یعنی تم نے نماز جنازہ میں مرحوم کے لئے کیا دعا کی ہے؟) صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ اس کے گناہ بخش دے، اس پر رحمت نازل کرے اور اس کو اس کے (شہید ہوجانے والے) ساتھی کے پاس جنت کے اعلیٰ درجہ میں پہنچادے جیسا کہ وہ دونوں اس دنیا میں اتفاق واتحاد کے ساتھ اور یکجا رہتے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ تو پھر اس کی وہ نماز کہاں گئی جو اس نے اپنے ساتھی کی نماز کے بعد کے دنوں میں پڑھی تھی اور اس کے ان اعمال کا ثواب کہاں گیا جو اس نے اپنے ساتھی کے اعمال کے بعد (کے دنوں میں) کئے تھے۔ یا یہ فرمایا کہ اس کے ان روزوں کا ثواب کہاں گیا جو اس نے اپنے اس ساتھی کے روزوں کے بعد کے دنوں میں رکھے تھے؟ (یعنی تم نے مرحوم کے حق میں جو یہ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اس بھائی وساتھی کے پاس جنت میں پہنچائے جو شہید ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گمان میں اس شخص کا درجہ ومرتبہ اپنے اس شہید بھائی کے درجہ ومرتبہ سے کم ہے۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو پھر بتاؤ کہ اس مرحوم کی وہ نمازیں وروزے اور وہ دوسرے اچھے اعمال اور ان کا اجر وثواب کہاں جائے گا جو اس نے اپنے بھائی کے انتقال کے بعد کے دنوں میں کئے ہیں، بلاشبہ جنت کے اندر اور قرب الٰہی میں دو شخصوں کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ اس فاصلہ سے بھی زیادہ ہے جو زمین وآسمان کے درمیان ہے۔ (ابوداود، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1212)

راوی حدیث عبداللہ بن بسر کے احوال کا بیان

عبداللہ بن بسر اسلمی: ان کی کنیت ابوصفوان ہے بعض نے ان کی کنیت ابوبسر بیان کی ہے۔ یہ بنو مازن بن منصور سے تعلق رکھتے ہیں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جنہوں نے دو قبلوں کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ۸۸ ہجری میں حمص میں ان کا انتقال ہوا۔ شام میں وفات پانے والے یہ سب سے آخری صحابی ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے پچاس احادیث منقول ہیں۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ کرتے ہوئے شہادت کا بیان

(109) اَلْخَامِسُ عَشَرَ: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ، لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا

109- اخرجه احمد (4/13014) والبخاری (2805) ومسلم (1903) والترمذی (3201) والنسائی فی الکبری (6/11403) والطیالسی (2044) وابن ابی شیبة (14/395) وابن حبان (4772) والواحدی فی اسباب النزول (ص/237/238) والطبری (21/167) والبیهقی (9/43/44)

Marfat.com

صَنَعَ هٰؤُلَآءِ - يَعْنِيْ : اَصْحَابَهُ - وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ - - يَعْنِيْ : الْمُشْرِكِيْنَ - ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: يَا سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ، الْجَنَّةُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ . قَالَ سَعْدٌ : فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ ! قَالَ اَنَسٌ : فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ، اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَّوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ . قَالَ اَنَسٌ : كُنَّا نَرٰى اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ : ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ (الاحزاب : 23) . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهٗ : "لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ" رُوِيَ بِضَمِّ الْيَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ : اَيْ لَيُظْهِرَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ لِلنَّاسِ، وَرُوِيَ بِفَتْحِهِمَا وَمَعْنَاهُ ظَاهِرٌ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مشرکین کے ساتھ جو پہلی جنگ کی تھی میں اس میں شریک نہیں ہوسکا اب اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دکھادے گا کہ میں کیا کرتا ہوں پھر جب ''اُحد'' کا موقع آیا اور مسلمان منتشر ہوئے تو انہوں نے دعا کی اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں عذر پیش کرتا ہوں ان لوگوں نے جو کیا ہے (اپنے ساتھیوں کے بارے میں انہوں نے یہ بات کہی) اور میں تیری طرف سے بری الذمہ ہوں اس چیز کے بارے میں جو انہوں نے کیا ہے یعنی مشرکین نے' پھر وہ آگے بڑھے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے وہ بولے اے سعد بن معاذ! کعبہ کے پروردگار کی قسم! جنت سامنے ہے میں احد پہاڑ کی دوسری طرف سے اس کی خوشبو محسوس کررہا ہوں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اس وقت ان کی جو کیفیت تھی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بیان نہیں کرسکتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' بعد میں ہم نے ان کے جسم میں تلوار' نیزے اور تیر کے اَسّی سے زیادہ نشانات دیکھے ہم نے انہیں پایا کہ وہ شہید ہوچکے تھے اور مشرکین نے ان کی لاش کی بے حرمتی کی تھی انہیں ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں کی مدد سے پہچانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم یہ سمجھتے تھے' یہ آیت ان کے اور ان جیسے دیگر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

''مومنین میں بعض وہ مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو سچا کیا ان میں سے بعض نے اپنی نذر کو پورا کرلیا اور کچھ انتظار کررہے ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی''۔

''لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ'' کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے ظاہر کردے گا۔ اگر ''ر'' اور ''ی'' پر زبر پڑھیں تو مطلب واضح ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان

(110) اَلسَّادِسَ عَشَرَ : عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ عَلٰى ظُهُوْرِنَا، فَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ، فَقَالُوْا : مُرَاءٍ، وَّجَآءَ رَجُلٌ

Marfat.com

اٰخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوْا : اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا ! فَنَزَلَتْ : ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ (التوبة : 79) .

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ .

وَ"نُحَامِلُ" بِضَمِّ النُّوْنِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ : اَيْ يَحْمِلُ اَحَدُنَا عَلٰى ظَهْرِهٖ بِالْاُجْرَةِ وَيَتَصَدَّقُ بِهَا .

✧✧ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ عقبہ بن عمرو انصاری البدری بیان کرتے ہیں جب صدقے سے متعلق آیت نازل ہوئی تو ہم اپنی پشت پر بوجھ لادا کرتے تھے (اوراس کی آمدن صدقہ کرتے تھے ایک مرتبہ) ایک شخص آیا اس نے بہت سی چیزیں صدقہ کردیں لوگوں نے کہا اس نے دکھاوے کے لئے ایسا کیا ہے، پھر ایک اور شخص آیا اس نے ایک صاع صدقہ کیا تو (کچھ) لوگوں نے کہا، اللہ تعالیٰ اس ایک صاع سے بے نیاز ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

"اور وہ لوگ جو فرمانبردار مومنوں کے صدقات میں نکتہ چینی کرتے ہیں اور ان لوگوں (کے صدقات میں نکتہ چینی کرتے ہیں) جو صرف اپنی محنت کی کمائی پاتے ہیں"۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

"نُحَامِلُ" کا مطلب ہے۔ کوئی شخص مزدوری کے عوض میں اپنی پشت پر بوجھ لادتا تھا اور (اس مزدوری کو) صدقہ کردیتا۔

شرح

قتادہ اور کچھ دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ پر رغبت دلائی تو عبدالرحمٰن بن عوف چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے میں آپ کی خدمت میں اپنا آدھا مال لے آیا ہوں آپ اس کو اللہ کے راستے میں لگا دیجیے اور آدھا مال میں نے اپنے اہل وعیال کے لیے بچا لیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تجھے برکت عطا فرمائے اس میں بھی جو تو نے دیا ہے اور اس میں بھی جو تو نے بچا رکھا ہے چنانچہ اللہ نے عبدالرحمٰن کے مال میں برکت دی یہاں تک کہ جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی دو بیویاں تھیں آپ کے مال کا آٹھواں حصہ جو انہیں ملا ایک سو ساٹھ ہزار درہم تھا۔ اور عاصم بن عدی بن عجلان نے سو وسق کھجور صدقہ کی اور ابوعقیل انصاری ایک صاع کھجور لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ساری محنت کی یہاں تک کہ میں نے دو صاع کھجور کے حاصل کیے سوا ایک صاع تو میں نے اپنے گھر والوں کو چھوڑ دیا اور دوسرا آپ کی خدمت میں لے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ اسے صدقات میں پھیلا دو۔ منافقین نے ان تینوں پر عیب لگایا اور کہا کہ عبدالرحمٰن اور عاصم تو دکھاوے کے لیے اتنا مال دیا ہے اور ابوعقیل کے صاع سے تو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مستغنی ہیں لیکن اس نے چاہا کہ اس طرح سے اپنے نفس کی پاکیزگی ظاہر کردے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 216، ابن کثیر 2-375

راوی حدیث عقبہ بن عمرو کے احوال کا بیان

عقبہ بن عمرو خزرجی بدری: یہ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہونے والے ستر افراد میں سے ایک ہیں۔ عمر کے اعتبار سے یہ ان

110- اخرجه البخاري (415) ومسلم (1018) والنسائي (2528) وابن ماجه (4155) وابن حبان (3338) والطبراني (533/17) وابن خزيمه (2453)

Marfat.com

سب سے چھوٹے تھے۔ انہوں نے بدر میں رہائش اختیار کی تھی۔ غزوہ بدر میں شرکت بھی کی غزوہ احد اور اس کے بعد رونما ہونے والے تمام غزوات میں شریک رہے۔ بعد میں کوفہ میں اقامت اختیار کی اور ۴۱ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی کنیت ابومسعود ہے اور یہ اسی سے مشہور ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے دو احادیث منقول ہیں۔

ظلم کرنے کی ممانعت کا بیان

(111) اَلسَّابِعُ عَشَرَ : عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخُوْلَانِيِّ، عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِىْ، عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، اَنَّهُ قَالَ: "يَا عِبَادِىْ، اِنِّىْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِىْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا . يَا عِبَادِىْ، كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُوْنِىْ اَهْدِكُمْ . يَا عِبَادِىْ، كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُوْنِىْ اُطْعِمْكُمْ . يَا عِبَادِىْ، كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُوْنِىْ اَكْسُكُمْ . يَا عِبَادِىْ، اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِىْ اَغْفِرْ لَكُمْ . يَا عِبَادِىْ، اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضُرِّىْ فَتَضُرُّوْنِىْ، وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِىْ فَتَنْفَعُوْنِىْ . يَا عِبَادِىْ، لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِىْ مُلْكِىْ شَيْئًا . يَا عِبَادِىْ، لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِىْ شَيْئًا . يَا عِبَادِىْ، لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِىْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِىْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِىْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ . يَا عِبَادِىْ اِنَّمَا هِىَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا، فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ" .

قَالَ سَعِيْدٌ : كَانَ اَبُوْ اِدْرِيْسَ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَرَوَيْنَا عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، قَالَ: لَيْسَ لِاَهْلِ الشَّامِ حَدِيْثٌ اَشْرَفَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

✧✧ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات کے اوپر ظلم کرنا حرام قرار دیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے لہٰذا تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو ماسوائے اس شخص کے جسے میں ہدایت عطا کردوں۔ تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت عطا کروں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو! ماسوائے اس کے جسے میں کھلادوں۔ تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھانا دوں گا اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو! ماسوائے اس کے جسے میں لباس دوں تم مجھ سے لباس طلب کرو۔ میں تمہیں لباس دوں گا۔ اے میرے بندو! تم رات دن خطا کرتے رہتے ہو اور میں ہی تمام گناہوں کو بخشوں گا۔ تم مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہاری

111- اخرجه احمد (8/21425) و مسلم (2577) والترمذی (2495) وابن ماجه (3257)

مغفرت کروں گا۔اے میرے بندو! تم میرے نقصان تک نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے کوئی نقصان پہنچا سکو اور تم میرے نفع تک نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے ،انسان اور جنات ،تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار شخص جیسے ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے ،انسان اور جنات ،تم میں سب سے زیادہ گناہگار شخص جیسے ہو جائیں تو بھی میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے ،انسان اور جنات ،سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے سوال کریں تو میں ان میں سے ہر ایک کو اس کی خواہش کے مطابق عطا کر دوں گا اور اس سے میرے خزانے میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی ایک سوئی کو سمندر میں داخل کرنے سے (اس کی نوک کو لگنے والے پانی سے کمی آتی ہے) اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جنہیں میں نے تمہارے لیے محفوظ کیا ہے اور پھر میں تمہیں ان کا بدلہ عطا کروں گا۔لہٰذا جو شخص کوئی بہتری پائے وہ اللہ کی حمد بیان کرے اور جو اس کے برعکس پائے وہ صرف اپنی ذات کو ملامت کرے۔

سعید فرماتے ہیں: ابو ادریس جب یہ حدیث بیان کرتے تو گھٹنوں کے بل جھک جاتے (اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: اس سے زیادہ شرف والی کوئی اور حدیث اہل شام سے منقول نہیں ہے۔

ظلم کے معنی مفہوم کا بیان

"ظلم" کے لغوی معنی ہیں " کسی چیز کو بے موقع اور بے محل رکھنا" یعنی جس چیز کی جو جگہ اور جو محل ہو اس کو وہاں کی بجائے دوسری جگہ اور دوسرے محل میں رکھنا! اور یہ مفہوم ہر اس چیز کو شامل ہے جو اپنی حد سے تجاوز کر جائے اور اس کو جس طرح واقع ہونا چاہئے اس کے بجائے زیادتی یا نقصان کے ساتھ بے جا اور بے وقت واقع ہو چنانچہ جس چیز کو عام اصطلاح میں جور و تعدی یا زور، زبردستی اور ستم کرنا کہتے ہیں اس کے بھی یہ معنی ہیں اور شریعت میں بھی ظلم وغیرہ کے یہ معنی مراد لئے جاتے ہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ موقعہ محل سے شرعی موقع و محل مراد لیا جائے یعنی شرعی طور پر ظلم وغیرہ کے یہ معنی مراد لئے جاتے ہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ موقع و محل سے شرعی موقع و محل مراد لیا جائے یعنی شرعی طور پر ظلم وغیرہ کا اطلاق اس چیز پر ہوگا جو شرعی محل سے بلا وجہ شرعی تجاوز کر جائے۔

ظلم کے باعث قیامت کے دن تاریکی کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ظلم کرنا قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا۔(بخاری و مسلم،مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث،1047)

مطلب یہ ہے کہ ظلم کو قیامت کے دن میدان حشر میں تاریکیاں اس طرح گھیرے ہوئے ہوں گی کہ وہ اس نور سے محروم رہے گا جو مومن کو نصیب ہوگا اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں فرمایا۔آیت (یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ)57۔الحدیث:12)۔یعنی قیامت کے دن مومنین کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا جس کی روشنی میں وہ اپنی منزل پائیں گے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ ظلمات (تاریکیوں) سے آخرت کے وہ شدائد (تکالیف و مشکلات) اور

Marfat.com

عذاب مراد ہیں جن سے قیامت کے دن واسطہ پڑے گا اور جن میں اہل دوزخ مبتلا ہوں گے) چنانچہ قرآن کریم میں بھی بعض جگہ ظلمات کے معنی شدائد مراد لئے گئے ہیں جیسا کہ ایک آیت میں فرمایا گیا ہے آیت (قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ) (6۔الانعام:63) (کہہ دیجئے کہ تمہیں جنگل اور دریا کی تکلیف و مشکلات سے کون نجات دیتا ہے)۔

بَابُ الْحِثِّ عَلَى الْاِزْدِيَادِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ اَوَاخِرِ الْعُمْرِ

باب 12: عمر کے آخری حصے میں زیادہ نیکیاں کرنے کی ترغیب دینا

عمر نصیحت حاصل کرنے کیلئے ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ﴾ (فاطر: 37)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا شخص نصیحت حاصل کر لیتا ہے اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا''۔

یعنی جب جہنم میں یہ فریاد کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار آپ ہمیں اس عذاب سے نکال دیجئے اب ہم نیک عمل کریں گے اور پچھلی بداعمالیوں کو چھوڑ دیں گے۔ اس وقت یہ جواب دیا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر کی مہلت نہیں دی تھی جس میں غور کرنے والا غور کر کے صحیح راستہ پر آ جائے۔ حضرت علی ابن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد سترہ سال کی عمر ہے۔ اور حضرت قتادہ نے اٹھارہ سال کی عمر بتلائی اور مراد اس سے عمر بلوغ ہے، اور سترہ اٹھارہ کا فرق بلوغ میں ہو سکتا ہے کہ کوئی سترہ سال میں بالغ ہو کوئی اٹھارہ سال میں۔ عمر بلوغ شریعت میں پہلی حد ہے، جس میں داخل ہو کر انسان کو منجانب اللہ اتنی عقل دے دی جاتی ہے کہ اپنے بھلے برے کو سمجھنے لگے۔ اس لئے یہ خطاب عام کفار سے ہوگا، خواہ طویل العمر ہوں یا قصیر العمر۔ البتہ جس کو عمر طویل ملی اور پھر بھی اس نے ہوش نہ سنبھالا، اور دلائل قدرت کو دیکھ کر اور انبیاء کی باتیں سن کر حق کو نہ پہچانا وہ زیادہ مستحق ملامت ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو صرف عمر بلوغ ملی اس کو بھی قدرت نے اتنا سامان دے دیا تھا کہ حق و باطل میں امتیاز کر سکے، جب نہ کیا تو وہ بھی مستحق ملامت و عذاب کا ہے، لیکن جس کو زیادہ عمر طویل ملی اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت اور زیادہ پوری ہوگئی وہ اگر اپنے کفر و معصیت سے باز نہ آیا وہ زیادہ مستحق عذاب و ملامت ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا وہ عمر جس پر اللہ تعالیٰ نے گناہگار بندوں کو عار دلائی ساٹھ سال ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے ایک روایت میں چالیس اور دوسری میں ساٹھ سال کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ وہ عمر ہے جس میں انسان پر اللہ کی حجت تمام ہو جاتی ہے اور انسان کو کوئی عذر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس کی اس دوسری حدیث کو ترجیح دی ہے۔

تقریر مذکور سے واضح ہو چکا ہے کہ سترہ اٹھارہ سال کی روایات اور ساٹھ سال کی روایات میں کوئی تعارض نہیں۔ اگرچہ انسان سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں اس قابل ہوتا ہے کہ غور و فکر کر کے حق و باطل میں تمیز کرے، اسی لئے اسی عمر بلوغ سے اس کو احکام شرعیہ کا مکلف قرار دیا گیا ہے، مگر ساٹھ سال ایسی عمر طویل ہے کہ اگر اس میں بھی کسی نے حق کو نہ پہچانا تو اسے کسی عذر کی گنجائش نہیں رہی،

Marfat.com

اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری تمام ہوچکی۔ اسی لئے امت مرحومہ کی عام عمریں ساٹھ سال سے ستر سال تک مقدر ہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔ یعنی میری امت کے عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہوں گی، کم لوگ ہوں گے جو اس سے تجاوز کریں گے

آخر آیت میں فرمایا (آیت) وجاء کم النذیر، اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو عمر بلوغ کے وقت سے اتنی عقل وتمیز منجانب اللہ عطا ہوجاتی ہے کہ کم ازکم اپنے خالق ومالک کو پہچانے اور اس کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے۔ اتنے کام کے لئے خود انسانی عقل بھی کافی تھی، مگر اللہ جل شانہ، نے صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس عقل کی امداد کے لئے نذیر بھی بھیجے، نذیر کے معنی اردو میں ڈرانے والے کے کئے جاتے ہیں۔

درحقیقت نذیر وہ شخص ہے جو اپنی رحمت وشفقت کے سبب اپنے لوگوں کو ایسی چیزوں سے بچنے کی ہدایت کرے جو اس کو ہلاکت یا مضرت میں ڈالنے والی ہیں، اور ان چیزوں سے لوگوں کو ڈرائے۔ مراد اس سے معروف معنی کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائب علماء ہیں۔ حاصل آیت کا یہ ہے کہ ہم نے حق وباطل کو پہچاننے کے لئے عقل بھی دی، اس کے ساتھ اپنے پیغمبر بھی بھیجے جو حق کی طرف ہدایت کریں باطل سے بچائیں۔

اور حضرت ابن عباس، عکرمہ اور امام جعفر باقر سے منقول ہے کہ نذیر سے مراد بڑھاپے کے سفید بال ہیں، کہ جب وہ ظاہر ہو جائیں تو وہ انسان کو اس کی ہدایت کرتے ہیں کہ اب رخصت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ یہ قول بھی پہلے قول سے متعارض نہیں کہ سفید بال بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر ہوں اور انبیاء وعلماء بھی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بالغ ہونے کے بعد سے جتنے حالات پیش آتے ہیں اس کے اپنے وجود اور گردوپیش میں جو تغیرات وانقلابات آتے ہیں، وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر اور انسان کو متنبہ کرنے والے ہیں۔

چالیس سال کی عمر اور عبادت کا بیان

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْمُحَقِّقُوْنَ: مَعْنَاهُ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ سِتِّيْنَ سَنَةً؟ وَيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ سَنَذْكُرُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ ثَمَانِيْ عَشْرَةَ سَنَةً، وَقِيْلَ: اَرْبَعِيْنَ سَنَةً، قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْكَلْبِيُّ وَمَسْرُوْقٌ وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا. وَنَقَلُوْا اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ كَانُوْا اِذَا بَلَغَ اَحَدُهُمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً تَفَرَّغَ لِلْعِبَادَةِ، وَقِيْلَ: هُوَ الْبُلُوْغُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' اور محققین علماء نے بھی اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے' کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال عمر نہیں دی تھی اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے اگر اللہ نے چاہا' ایک قول کے مطابق اس کا مطلب اٹھارہ سال کی عمر ہے اور ایک قول کے مطابق چالیس سال ہے۔ حسن بصری' کلبی اور مسروق نے یہ بات بیان کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ بات نقل کی گئی ہے۔

علماء نے یہ بات نقل کی ہے' اہل مدینہ کا کوئی فرد جب چالیس سال کا ہوجاتا تھا تو وہ عبادت کے لئے سب سے الگ تھلگ ہو جاتا تھا۔

Marfat.com

ایک قول کے مطابق اس سے مراد بلوغت کی عمر ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی : ﴿ وَجَآءَ كُمُ النَّذِيْرُ ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّالْجَمْهُوْر : هُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقِيْل : الشَّيْبُ، قَالَه عِكْرِمَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُمَا ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔

ارشاد باری تعالیٰ "النذیر " سے مراد حضرت ابن عباس اور جمہور کے نزدیک "نبی اکرم ﷺ" ہیں۔

ایک قول کے مطابق اس سے مراد "بڑھاپا" ہے۔عکرمہ ابن عیینہ اور دیگر کی یہ رائے ہے۔باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ساٹھ سال کی عمر کے تناسب کا بیان

(112) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَالْاَوَّلُ : عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَى امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَهُ حَتّٰى بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

قَالَ الْعُلَمَآءُ : مَعْنَاهُ لَمْ يَتْرُكْ لَهُ عُذْرًا اِذْ اَمْهَلَهُ هٰذِهِ الْمُدَّةَ ۔ يُقَالُ : اَعْذَرَ الرَّجُلُ اِذَا بَلَغَ الْغَايَةَ فِى الْعُذْرِ ۔

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہنے دیتا جس کی موت کو اتنا موخر کردے کہ وہ شخص ساٹھ سال کی عمر تک پہنچ جائے۔

علماء فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے۔اللہ تعالیٰ جب بندے کو اتنے عرصے تک کی مہلت دیدے تو اس کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہنے دیتا۔

"اَعْذَرَ الرَّجُلُ" کا مطلب ہے جب کوئی عذر میں انتہائی حد تک پہنچ جائے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کے لوگوں کی عمر کا حصہ تناسب ساٹھ سال اور ستر سال کے درمیان رہے گا۔ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اکثر لوگوں کے اعتبار سے فرمائی ہے ورنہ تو اس امت میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی ساٹھ سال تک بھی نہیں پہنچ پاتی اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی عمر ستر سال سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے جیسا کہ آگے کی حدیث سے واضح ہوگا۔

ساٹھ سے ستر کی سال کے درمیان عمر کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے اکثر لوگوں کی عمر ساٹھ اور ستر سال کے درمیان رہے گی اور میری امت میں ایسے لوگوں کی تعداد کم ہی ہوگی جو اس (ستر سال) سے تجاوز کر جائیں اور ان کی عمر سو یا سو سال سے بھی زائد ہو۔(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث 1205)

یوں تو ہر دور میں امت محمدی میں ایسے لوگوں کی بھی تھوڑی تعداد رہی ہے جن کی عمر سو یا سو سال سے بھی زائد ہوتی ہے لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں یعنی صحابہ کرام میں بھی ایسے لوگوں کا وجود پایا جاتا ہے جنہوں نے کافی عمر پائی، مثلاً

112- اخرجه احمد (3/9403) والبخاري (6419)

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی الہ عنہ کی وفات ایک سوتین سال کی عمر میں ہوئی، اسماء بنت ابوبکر رضی الہ عنہا نے سو سال کی عمر پائی، ان کی حالت تو یہ تھی کہ آخر عمر تک بھی ان کے دانت نہیں ٹوٹے تھے اور عقل وحواس ذرہ برابر مختل نہیں ہوئے تھے۔

ان دونوں سے زیادہ عمر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ہوئی جنہوں نے ایک سو بیس سال کی عمر میں اس دنیا کو خیر باد کہا، ابتدائی ساٹھ سال تک تو کفر کی حالت میں رہے اور پھر ساٹھ سال تک ایمان واسلام کی حالت میں بسر کیے، ان سے بھی طویل عمر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ہوئی، کہا جاتا ہے جب ان کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر ڈھائی سو سال تھی، اگرچہ ایک روایت ساڑھے تین سو سال کی بھی ہے لیکن صحیح پہلا ہی قول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علم تفسیر کا بیان

(113) اَلثَّانِی : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْخِلُنِی مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ فَكَاَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِی نَفْسِهٖ، فَقَالَ: لِمَ يَدْخُلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِّثْلُهٗ؟! فَقَالَ عُمَرُ : اِنَّهٗ مَنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ! فَدَعَانِی ذَاتَ يَوْمٍ فَاَدْخَلَنِی مَعَهُمْ فَمَا رَاَيْتُ اَنَّهٗ دَعَانِی يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ، قَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِی قَوْلِ اللّٰهِ : ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ (الفتح: 1)؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : اُمِرْنَا نَحْمَدُ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرُهٗ اِذَا نَصَرَنَا وَفَتَحَ عَلَيْنَا، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا . فَقَالَ لِی : اَكَذٰلِكَ تَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ : لَا . قَالَ: فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ : هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ لَهٗ، قَالَ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ وَذٰلِكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ (الفتح: ۳) فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَقُوْلُ . رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے عمر رسیدہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ داخل کیا کرتے تھے۔ان میں سے ایک کو اس بات سے الجھن ہوئی تو انہوں نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کو ہمارے ساتھ کیوں شامل کرتے ہیں جبکہ ہمارے بیٹے ان کے ہم عمر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا جو مقام ہے وہ آپ جان لیں گے پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اور ان کے ساتھ بٹھا دیا میرا یہ خیال ہے' انہوں نے اس دن مجھے اس لیے بلایا تھا تا کہ انہیں کچھ دکھائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں "جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ گئی" ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے' جب اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی ہمیں فتح نصیب کردی اس کے بدلے میں ہم اللہ کی حمد بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں۔ان میں سے بعض افراد خاموش رہے انہوں نے کوئی بات نہیں کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما کیا تم بھی یہی کہتے ہو میں نے کہا: نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تم کیا کہتے ہو۔ میں نے جواب دیا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی اطلاع ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔اور فرمایا:

113- اخرجه احمد (1/3127) والبخاری (3627) والترمذی (3362) والطبرانی (10617) والبيهقی فی الدلائل (446/5) والطبرانی (333/30) والنسائی فی الکبری (11711) بالفاظ متقاربه

Marfat.com

''جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ گئی'' تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے؟ (اس لیے)

''تم اپنے پروردگار کی حمد کے ہمراہ پاکی بیان کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے''؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے علم میں بھی وہی بات ہے جو تم نے بیان کی ہے۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اللہ کی مدد اور فتح کا بیان

(114) اَلثَّالِثُ : عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا، قَالَتْ: مَا صلى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً بَعْدَ اَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ: ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴾ اِلَّا يَقُوْلُ فِيهَا: "سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْهَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ : "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ"، يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ . مَعْنٰى : "يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ" اَیْ يَعْمَلُ مَا اُمِرَ بِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ﴾ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ : "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ" . قَالَتْ عَائِشَةُ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِيْ اَرَاكَ اَحْدَثْتَهَا تَقُوْلُهَا؟ قَالَ: "جُعِلَتْ لِيْ عَلَامَةٌ فِيْ اُمَّتِيْ اِذَا رَاَيْتُهَا قُلْتُهَا ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴾ ... اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ" .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ : "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ" . قَالَتْ: قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ؟ فَقَالَ: "اَخْبَرَنِيْ رَبِّيْ اَنِّيْ سَاَرٰى عَلَامَةً فِيْ اُمَّتِيْ فَاِذَا رَاَيْتُهَا اَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فَقَدْ رَاَيْتُهَا: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴾ فَتْحُ مَكَّةَ، ﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴾"

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت (نصر) کے نازل ہونے کے بعد جو بھی نماز پڑھتے تھے اس کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے:

''تو پاک ہے ہمارے پروردگار' حمد تیرے لئے' اے اللہ! میری مغفرت کردے''۔

صحیحین کی ایک روایت میں ہے جو انہی سے منقول ہے' وہ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں بکثرت یہ دعا کیا

114- اخرجه احمد (9/24218) والبخاری (794) و مسلم (484) و ابو داؤد (877) و النسائی (1121) و ابن ماجه (899) و ابن ماجه (1930) و ابن خزيمه (605) و ابو عوانة (186/2) و عبد الرزاق (2878) و البيهقی (109/2)

Marfat.com

کرتے تھے۔

''تو پاک ہے اے اللہ! ہمارے پروردگار، حمد تیرے لئے ہے۔ اے اللہ! تو مجھے بخش دے''۔

نبی اکرم ﷺ یوں قرآن پر عمل کیا کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی اس آیت میں آپ کو جو حکم دیا گیا ہے آپ اس پر عمل کرتے تھے۔

''اور تم اپنے پروردگار کی حمد کے ہمراہ تسبیح بیان کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو''۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ وصال سے پہلے بکثرت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

''تو پاک ہے اے اللہ! حمد تیرے لئے ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آپ کو یہ جو کلمات پڑھتے ہوئے اب سنا ہے ان کا مفہوم کیا ہے، آپ نے فرمایا: میرے لئے میری امت میں ایک نشانی رکھی گئی۔ جب میں نے اسے دیکھ لیا تو اب یہ پڑھتا ہوں۔

''جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ گئی''۔ (یہ سورت کے آخر تک ہے)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ بکثرت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ کی پاکی اور اس کی حمد کے ہمراہ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آپ کو دیکھا ہے، آپ کثرت کے ساتھ یہ کلمات پڑھتے ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

''اللہ تعالیٰ کی پاکی اور اس کی حمد کے ہمراہ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھے بتایا ہے، میں عنقریب ایک علامت دیکھوں گا جو میری امت کے بارے میں ہوگی جب میں اسے دیکھ لوں تو میں کثرت کے ساتھ یہ کلمات پڑھوں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

''اللہ تعالیٰ کی پاکی اور اس کی حمد کے ہمراہ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

وہ نشانی میں نے دیکھ لی اور وہ یہ سورت (یعنی اس کا نزول) ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہاں ''فتح'' سے مراد ''فتح مکہ'' ہے۔

Marfat.com

''اور تم نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ وہ گروہ در گروہ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو تم اپنے پروردگار کی حمد کے ہمراہ اس کی پاکی بیان کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو۔ بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے''۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کا اختیار اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معرفت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مرض وفات کے ایام میں ایک دن، یا جیسا کہ ایک روایت میں وضاحت بھی ہے، وفات سے پانچ راتیں پہلے) منبر پر تشریف فرما ہوئے اور (ہمیں خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دونوں چیزوں کے درمیان اختیار دے دیا ہے کہ چاہے تو وہ اس دنیا کی بہار کا انتخاب کر لے جو اللہ دینا چاہے (یا جو خود لینا چاہے) اور چاہے اس چیز کا انتخاب کر لے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (یعنی آخرت کی نعمتیں) پس اس بندہ نے اللہ کے ہاں کی نعمتوں (اور آخرت کے اجر وثواب) کا انتخاب کر لیا ہے (کیونکہ اصل اور ابدی نعمتیں تو وہی ہیں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر) ایک دم رو پڑے اور عرض کیا: (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہماری جانوں کا نذرانہ کچھ کارگر ہو سکے تو) ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان ہوں، ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائیں۔ ہم لوگوں (یعنی وہاں موجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سخت حیرت ہوئی (کہ آخر اس موقع پر جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کا باعث کیا چیز بنی ہے!؟ چنانچہ کچھ لوگوں نے تو (آپس میں ایک دوسرے سے) یہ بھی کہا کہ ذرا ان بڑے میاں کو تو دیکھو (اتنی پختہ عمر اور عقل رکھنے کے باوجود کیسی بے تکی بات کر رہے ہیں کہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی بندے کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دونوں چیزوں کا اختیار دے دیا ہے کہ چاہے دنیا کی بہار کا انتخاب کرے اور چاہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اور یہ بڑے میاں کہہ رہے ہیں کہ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائیں!؟ (لیکن مراد خود اپنی ذات مبارک تھی) بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دانا تھے (انہوں نے شروع ہی میں اس رمز کو پہچان لیا کہ جس بندہ کو اختیار دیئے جا رہا ہے وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث، 556)

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فہم وادراک کا کمال تھا، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنتے ہی تاڑ لیا کہ ذات رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کا وقت قریب آ گیا ہے اور ہمارے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند ہی دنوں کے مہمان ہیں انہوں نے یہ حقیقت یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید علالت قرنیہ سے پہنچانی تھی یا انہوں نے اس گہرائی میں جا کر ارشاد گرامی کے رمز کو تلاش کیا کہ دنیا کی عزت اور پر بہار نعمتوں سے منہ موڑ لینا اور آخرت کی ابدی حقیقتوں کو برضاء ورغبت اختیار کر لینا وہ وصف ہے جو صرف اللہ کے نیک ترین اور مقرب ترین بندوں کے مقام تسلیم ورضا اور قرب کو ظاہر کرتا ہے، ادھر وہ جانتے ہی تھے کہ اس دنیا کی نعمتیں، مقام سید الانبیاء علیہم السلام کے شایان شان نہیں ہیں، لہٰذا ان کا ذہن اس حقیقت کی طرف منتقل ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "ایک بندہ" کے ذریعہ دراصل اپنی ذات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ دنیاوی حیات وبقاء کو چھوڑ

Marfat.com

کر موت اور بقاء حق کو اختیار کر لینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔

وصال سے پہلے کثرت وحی کا بیان

(115) اَلرَّابِعُ : عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ : اِنَّ اللّٰہَ - عَزَّوَجَلَّ - تَابَعَ الْوَحْیَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِہٖ حَتّٰی تُوُفِّیَ اَکْثَرَ مَا کَانَ الْوَحْیَ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پہلے ان پر مسلسل وحی نازل کی۔ آپ کے وصال ظاہری سے کچھ عرصہ پہلے آپ پر بکثرت وحی نازل ہوئی۔

وحی منقطع ہونے کے سبب برکت اٹھ جانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک دن حضرت ابوبکر حضرت عمر فاروق سے بولے کہ آؤ، ام ایمن کے ہاں چلیں اور ان کی زیارت کریں جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات کو تشریف لے جایا کرتے تھے چنانچہ جب ہم تینوں (یعنی میں اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر ام ایمن کے ہاں پہنچے تو وہ (ہمیں دیکھ کر) رونے لگیں، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں نے کہا کہ کاہے کو روتی ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ کے ہاں جو کچھ ہے وہ بہتر ہے ام ایمن بولیں: میرے رونے کا سبب یہ نہیں ہے کہ میں اس بات سے لاعلم ہوں کہ اللہ کے ہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو کچھ ہے، بہتر ہی بہتر ہے (کیونکہ یہ تو بالکل ظاہری چیز ہے اور ہر شخص جانتا ہے) بلکہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی آنے کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے (اور ہم دنیا والے اس کی برکتوں سے محروم ہوگئے ہیں) ام ایمن (کے ان الفاظ) نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر بھی رقت طاری کردی اور وہ دونوں حضرات بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث، 566)

ام ایمن حضرت اسامہ ابن زید کی ماں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ باندی ہیں۔ ان کا اصل نام برکتہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ کی باندی تھیں، بعد میں ان کا ملکیت بطور وراثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کردیا تھا اور حضرت زید کے نکاح میں دے دیا تھا۔ حضرت زید بھی پہلے غلام تھے اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کی ملکیت میں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خدیجہ الکبریٰ سے مانگا تو انہوں نے زید کو بطور ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور پھر آپ نے ان کو آزاد کردیا۔ حضرت ام ایمن حبشی النسل تھیں اور صحابی عورتوں اونچا مقام رکھتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بڑی عزت وتوقیر فرماتے تھے۔ ام ایمن بھی اسلام اور مسلمانوں کی محبت سے پوری طرح سرشار تھیں، میدان جنگ میں مجاہدین اسلام کو پانی پلانا اور زخمی ہوجانے والوں کی دوادارو اور دیکھ بھال کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہوتا تھا، حضرت عمر فاروق کے انتقال کے بیس دن بعد ان کی وفات ہوئی۔

115- اخرجہ احمد (4/13479) والبخاری (4982) ومسلم (3016) وابن حبان (44) بلفظ قریب

Marfat.com

فوت ہونے والی حالت میں قیامت کے دن اٹھائے جانے کا بیان

(116) اَلْخَامِسُ : عن جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر آدمی کو اسی حالت میں زندہ کیا جائے گا جس حالت میں وہ مرا تھا۔ (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس حالت وحیثیت میں اس دنیا سے رخصت ہوگا اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھے گا اور اس کا اخروی انجام اسی کے مطابق ہوگا۔ اگر ایمان کی حالت میں مرا ہے تو ایمان ہی کی حالت میں اٹھے گا، اگر کفر کی حالت میں مرے گا تو کفر ہی کی حالت میں اٹھے گا، اگر طاعت وعبادت کی حالت میں مرا ہے تو طاعت وعبادت گزار بندے کی حیثیت میں اٹھے گا، اگر گناہ ومعصیت کی حالت میں مرے گا تو نافرمان وگنہگار بندے کی حیثیت میں اٹھے گا، اسی طرح اگر اللہ کے ذکر کی حالت میں مرے گا تو ذاکر بندے کی حیثیت میں اٹھے گا اور اگر ذکر الٰہی سے غفلت ولا پرواہی کی حالت میں مرے گا تو غافل ولا پرواہ بندے کے طور پر اٹھے گا۔ غرض یہ کہ قیامت کے دن اٹھنے اور آخرت میں فلاح یاب ہونے یا نامراد قرار دیئے جانے کا مدار خاتمہ پر ہے کہ کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا آخر کیسا گزرے اور اس کا خاتمہ کس حالت میں ہو۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ حکم مستوری ومستی ہمہ بر خاتمہ است کس ندانست کہ آخر بچہ حالت گذر د تا ہم بعض عارفین نے کہا ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے تئیں حضوری واستغراق کا ملکہ حاصل کر لیتا ہے اور اس کے دل میں ذکر اللہ کا جو ہر جگہ پالیتا ہے تو اگر موت کے وقت سختی وشدت کے سبب یا بیماری کے غلبہ اور بے تابی واضطراب کی وجہ سے اس کے اندر استحضار واستغراق کی کیفیت میں کوئی کمی وکوتاہی راہ پا جائے تو یہ چیز اس کے حق میں نقصان دہ نہیں ہوگی بلکہ جسم سے روح کی جدائی کے بعد اس کی وہ کیفیت وحالت لوٹ آئے گی۔ لہٰذا اصل بات یہ ہے کہ ذکر الٰہی اور تعلق مع اللہ میں وہ ملکہ وکمال حاصل کیا جائے جو بہر صورت سرمایہ نجات ہے۔

بَابٌ فِيْ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ

باب 13: نیکی کے بکثرت راستوں کا بیان

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا علم رکھنے والا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرة: 215)،

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور تم جو بھی نیکی کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ﴾ (البقرة: 197)

116 اخرجہ مسلم (2878)، و ابن ماجہ (4230)

Marfat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تم جو بھی نیکی کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ﴾ (الزلزلة : 7)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جو شخص ذرے کے برابر نیکی کرے گا تو وہ اس کا اجر و ثواب دیکھ لے گا''۔

شرح

حضرت ابن عباس سے ابو صالح کی روایت میں منقول ہے کہ یہ آیت کریمہ عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی یہ بہت عمر رسیدہ اور کثیر مال والے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں کیا چیز صدقہ کروں؟ اور کس چیز پر صدقہ کروں اس پر آیت نازل ہوئی۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس ہی سے عطاء کی روایت میں یہ منقول ہے کہ یہ آیت کریمہ اس شخص کے متعلق نازل ہوئی جس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے آپ نے فرمایا کہ اسے اپنی ذات پر خرچ کر اور اس نے کہا کہ میرے پاس دو دینار ہیں آپ نے فرمایا اپنے گھر والوں پر خرچ کر اسنے کہا میرے پاس تین دینار ہیں۔

آپ نے فرمایا اپنے خادم پر خرچ کر اس نے کہا میرے پاس چار دینار ہیں آپ نے فرمایا اپنے والدین پر خرچ کر اس نے کہا میرے پاس پانچ دینار ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں پر خرچ کر اس نے کہا میرے پاس چھ دینار ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں خرچ کر اور یہ ان میں سے سب سے کم اجر کا باعث ہے۔ (تفسیر ابن کثیر 1-251)

اچھے اعمال کا اپنی ذات کیلئے ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ﴾ (الجاثية : 15)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جو شخص اچھا عمل کرے گا تو وہ اس کی اپنی ذات کے لئے ہوگا''۔

یعنی اگر کوئی شخص اچھا کام کرتا ہے تو اس سے اللہ کی نہ کوئی ضرورت پوری ہوتی ہے اور نہ اسے کچھ فائدہ ہوتا ہے بلکہ اس کا فائدہ اچھا کام کرنے والے کی ذات ہی کو پہنچتا ہے اور وہ اس دنیا میں بھی پہنچتا ہے اور آخرت میں بھی پہنچے گا۔ یہ خطاب ربطِ مضمون کے لحاظ سے ان مسلمانوں سے ہے جو کفارِ مکہ کی سختیاں برداشت کر رہے تھے اور انہیں درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور برے کام کرنے والے یعنی اسلام کی راہ روکنے، مسلمانوں پر سختیاں کرنے اور مذاق اڑانے والے اللہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اس کا وبال انہیں پر پڑے گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور آخرت میں جب تم سب کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاں حاضر کرے گا تو تم سب لوگ ایک دوسرے کا انجام دیکھ لو گے۔

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَةٌ۔

اس بارے میں بہت سی آیات موجود ہیں۔

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَةٌ جِدًّا وَّهِیَ غَیْرُ مُنْحَصِرَةٍ فَنَذْکُرُ طَرَفًا مِّنْهَا :

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا ہم ان میں سے کچھ احادیث یہاں نقل کریں گے۔

Marfat.com

افضل اعمال کا بیان

(117) **الْاَوَّلُ**: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِهٖ". قُلْتُ: اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا". قُلْتُ: فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ: "تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ". قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ: "تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ؛ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مِّنْكَ عَلٰى نَفْسِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلصَّانِعُ" بِالصَّادِ الْمُهْمَلَةِ هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ، وَرُوِیَ "ضَائِعًا" بِالْمُعْجَمَةِ: اَیْ ذَا ضِيَاعٍ مِنْ فَقْرٍ اَوْ عِيَالٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، "وَالْاَخْرَقُ": الَّذِیْ لَا يُتْقِنُ مَا يُحَاوِلُ فِعْلَهٗ.

✧✧ حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، میں نے دریافت کیا، کون سا غلام آزاد کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جو اپنے مالک کے نزدیک زیادہ نفیس اور زیادہ قیمتی ہو۔ میں نے عرض کی، اگر میں یہ کام (غلام آزاد کرنا) نہ کروں؟ آپ نے فرمایا پھر تم کام کرنے والے کی مدد کرو اور ضرورت مند کی مدد کرو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میں یہ بھی نہ کروں تو آپ کیا فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا پھر تم اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھو یہ بھی تمہاری طرف سے تمہاری اپنی ذات کے لئے صدقہ ہوگا۔

"الصَّانِعُ" اس میں صاد ہے اور یہی مشہور ہے۔ ایک روایت میں لفظ "ضَائِعًا" منقول ہے۔ یعنی اس میں ضاد ہے۔ یعنی وہ شخص جو غربت یا گھر والوں کی کثرت یا اس جیسی کسی صورت کی وجہ سے ضیاع کرنے والا ہو۔

"وَالْاَخْرَقُ": یعنی وہ شخص جو اپنا کام خود نہ کرسکتا ہو

راوی حدیث حضرت جندب بن جنادہ کے احوال کا بیان

حضرت جندب بن جنادہ: یہ جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید ہیں۔ قبیلہ بنوغفار سے تعلق رکھتے تھے جو کنانہ بن خزیمہ کی اولاد ہے ان کی کنیت ابوذر ہے آغاز میں اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں پانچواں مسلمان تھا سچ بولنے میں ان کی مثال دی جاتی ہے یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی بار سلام کیا تھا۔ ان کا وصال ۳۲ ہجری میں ربذہ کے مقام پر ہوا تھا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ۲۸۱ روایات منقول ہیں۔

117-اخرجه احمد (8/21389) والبخاری (2518) وفی الادب المفرد (226) ومسلم (84) والنسائی (3129) وابن ماجه (2523) والدارمی (307/2) وابن حبان (152) وابن الجارود (969) وابن منده فی الایمان (232) وعبدالرزاق (20289) والبیهقی (273/6) بالفاظ متقاربة

Marfat.com

چاشت کے وقت دورکعات نماز پڑھنے کا بیان

(118) اَلثَّانِیْ : عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَیْضًا رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ : فَکُلُّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَّکُلُّ تَحْمِیْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَّکُلُّ تَهْلِیْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَّکُلُّ تَکْبِیْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ، وَّیُجْزِیءُ مِنْ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اَلسُّلَامٰی" بضم السین المهملة وتخفیف اللام وفتح المیم : المفصل .

✧✧ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت منقول ہے وہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: روزانہ آدمی کے ہر ایک جوڑ کی طرف سے صدقہ دینا لازم ہوتا ہے۔ سبحان اللہ پڑھنا صدقہ ہے۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھنا صدقہ ہے، اللہ اکبر پڑھنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کے وقت دو رکعات ادا کر لینا کافی ہوتا ہے۔ "اَلسُّلَامٰی" اس میں سین پر پیش لام ساکن اور میم پر زبر ہے۔ اس کا مطلب "جوڑ" ہے۔

تین سو ساٹھ جوڑوں کی طرف سے صدقہ کرنے کا بیان

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "انسان (کے جسم) میں تین سو ساٹھ بند (جوڑ) ہیں لہٰذا ہر انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے جسم کے ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ دے" صحابہ کرام نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم!) کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ (کہ اپنے جسم کے ہر ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ دے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مسجد میں پڑے ہوئے تھوک کو دفن کر دینا (صدقہ ہی دینا ہے) راستے سے کسی (تکلیف دہ) چیز (مثلاً نجاست کانٹے، پتھر) کو ہٹا دینا (بھی ایک صدقہ ہے) اور اگر تو (تین سو ساٹھ جوڑوں کی طرف سے صدقہ دینے والی کوئی چیز) نہ پاؤ تو ضحٰی (یعنی اشراق) کی دو رکعتیں پڑھ لینا تمہارے لئے کافی ہے۔" (اس کے بعد کسی دوسرے صدقے کی ضرورت نہیں ہے)۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث، 1287)

"لازم" سے مراد وجوب شرعی نہیں ہے کہ جس کو چھوڑنے والا گنہ گار ہوتا ہے بلکہ تاکید مراد ہے کیونکہ نہ تو ضحٰی کی دو رکعتوں کو خواہ وہ نماز اشراق ہو یا نماز چاشت کسی بھی امام اور عالم نے واجب کہا ہے اور نہ کسی کے نزدیک مذکورہ بالا دونوں صدقے ہی واجب ہیں۔ اگرچہ نہ صرف یہ کہ شریعت کی رو سے بلکہ عقلاً بھی دیکھا جائے تو فیصلہ یہی کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر اجمالی اور تفصیلی دونوں طریقوں سے شکر ادا کرنا ہر انسان پر واجب ہے۔

چار کلمات کی منفرد فضیلت کا بیان

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں) سے منقول ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت نماز فجر کے لئے ان کے پاس سے نکلے اور وہ اپنے مصلی پر بیٹھی ہوئی تھیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت

118- اخرجه مسلم (720) و ابو داؤد (1285)

Marfat.com

کے وقت واپس تشریف لائے وہ اپنی جگہ یعنی مصلی پر بدستور بیٹھی ہوئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جس حالت میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا اسی طرح مسلسل بیٹھی ہوئی ہو؟ یعنی صبح کے وقت سے اب تک کہ چاشت کا وقت آ گیا ہے مصلی پر بیٹھی ہوئی اسی طرح ذکر الٰہی میں مشغول ہو) انہوں نے کہا کہ جی ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے ہیں وہ چار کلمے ایسے ہیں کہ اگر ان کو اس چیز سے تولا جائے جس کے کہنے میں تم ابتداء دن سے اب تک مشغول رہی ہو (یعنی ذکر میں تو یقیناً چار کلمے اس چیز پر بھاری رہیں گے (یعنی ان چار کلموں کا ثواب اس پورے وقت ذکر الٰہی میں تمہاری مشغولیت کے ثواب سے زیادہ ہوگا۔ اور وہ چار کلمے یہ ہیں **سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضاء نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ** ۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں اس کی مخلوقات کی تعداد کے بقدر اور اس کی ذات کی مرضی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے مطابق اور اس کے کلموں کی مقدار کے مانند ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 831)

اور اس کے کلموں کی مانند میں " کلموں سے مراد یا تو ان کی کتابیں اور ان کے صحیفے ہیں یا اس کے اسماء ہیں اسی طرح کی صفات یا اس کے اوامر بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ذکر میں کیفیت کا اعتبار ہوتا ہے کیت کا نہیں! یعنی وہ تسبیحات وغیرہ جن کے مضامین اعلیٰ اور بہت خوب ہوں اور جنہیں قلب کے حضور واخلاص کے ساتھ پڑھا جائے اگرچہ کم ہوں مگر ان تسبیحات کے مضامین سے افضل ہیں جو ایسی نہ ہوں اور جنہیں پڑھتے وقت حضور قلب واخلاص کی دولت میسر نہ ہو اگرچہ وہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں اسی پر قیاس کرتے ہوئے سمجھا جا سکتا ہے کہ غور وفکر اور حضور اخلاص کے ساتھ قرآن کی تلاوت وقرات گرچہ ایک ہی آیت ہو، اس قرات وتلاوت سے افضل ہے جو ان چیزوں سے خالی ہو۔ چاہے وہ بہت ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی فضیلت کا بیان

(119) اَلثَّالِثُ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ، وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِيْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ انہی سے روایت بھی منقول ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے میری امت کے اعمال پیش کئے گئے ان میں اچھے بھی تھے اور برے بھی، میں نے ان اچھے اعمال میں یہ بات پائی کہ تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دیا جائے، میں نے برا اعمال میں یہ بات پائی جو بلغم مسجد میں موجود ہے اور اسے دفن نہیں کیا جاتا۔

شرح

مسجد کے تقدس واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں تھوک کر گندگی وغلاظت نہ پھیلائی جائے اور اگر اتفاقاً ایسا غلطی کا ارتکاب ہو جائے تو اس گناہ کے دفعیہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس تھوک کو زمین دوز کر کے اسے دور کر دیا جائے۔

119- اخرجه مسلم (553) والبخاري في الادب المفرد (230) والبغوي في المرقاة (709)

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص درخت کی ایک ٹہنی کے پاس گزرا جو راستے کے اوپر تھی اور وہ راہ گیروں کو تکلیف پہنچاتی تھی اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس ٹہنی کو مسلمانوں کے راستے سے صاف کردوں گا تاکہ انہیں تکلیف نہ پہنچے چنانچہ وہ شخص جنت میں داخل کیا گیا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 403)

مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے ٹہنی کو راستہ سے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور پھر اسے صاف کر دیا چنانچہ اسے جنت میں داخل کر دیا گیا یا یہ کہ وہ شخص اپنی نیک و باخلوص نیت ہی کی بنا پر جنت کا مستحق قرار پایا۔

امراء سے نیکیوں میں سبقت لے جانے کا بیان

(120) اَلرَّابِعُ : عَنْهُ : اَنَّ نَاسًا قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ، يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ، قَالَ : "اَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ بِهٖ : اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً، وَّكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً، وَّكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً، وَّكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً، وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَّنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ" قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيَاْتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَيَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ؟ قَالَ : "اَرَاَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ اَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهٗ اَجْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اَلدُّثُوْرُ" بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ : الْاَمْوَالُ وَاحِدُهَا : دَثْرٌ .

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے کچھ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مالدار لوگ زیادہ اجر حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ وہ اسی طرح نماز ادا کرتے ہیں جیسے ہم نماز ادا کرتے ہیں، وہ اسی طرح روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں، لیکن وہ اپنے اضافی مال کو صدقہ کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ کچھ مقرر نہیں کیا جو تم صدقہ کرو۔ سبحان اللہ پڑھنا صدقہ ہے، اللہ اکبر پڑھنا صدقہ ہے، الحمد للہ پڑھنا صدقہ ہے لا الٰہ الا اللہ پڑھنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ہر آدمی کی شرمگاہ میں صدقہ ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی خواہش نفس کو پورا کرے گا تو کیا اس کا بھی اسے اجر ملے گا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ اسے حرام کام میں استعمال کرتا تو کیا اس کو اس کا گناہ ہوتا؟ اسی طرح اگر وہ اسے حلال طریقے سے استعمال کرے گا تو اس کا اسے اجر ملے گا۔

شرح

جیسے ظاہر طور پر صدقہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو کہتے ہیں اور جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماتا ہے اسی طرح مذکورہ کلمات کا ورد اور مذکورہ اعمال کو معنوی طور پر صدقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے بایں طور کہ ان کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ وہی ثواب عطا

120- مسلم احمد ابو داؤد نسائی ابو عوانہ طبرانی بیہقی - مختلف طریق سے بیان کی ھے - (شرح اربعین للسخاوی)

Marfat.com

فرماتا ہے جوصدقہ کے طور پر مال دینے والوں کو ملتا ہے۔ اپنی بیوی اور اپنی لونڈی سے صحبت اگرچہ بذات خود عبادت اور صدقہ نہیں ہے اسی صحابہ کو بھی اشکال ہوا لیکن چونکہ اس طرح بیوی کے حق کی ادائیگی ہوتی ہے اور نفس کے حرام کاری کی طرف بہت زیادہ مائل ہونے اور شیطان کی ترغیب وتحریص کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حکم کے پیش نظر اپنے آپ کو حرام ذریعے سے بچا کر حلال اور جائز ذریعے کی طرف مائل کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے اپنی بیوی اور اپنی لونڈی سے صحبت کرنے والا صدقہ کا ثواب پاتا ہے۔

کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جاننے کا بیان

(121) اَلْخَامِسُ: عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم کسی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھو خواہ (وہ نیکی) تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہو۔

خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا بھی صدقہ ہے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کے سامنے مسکرانا یعنی کسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا صدقہ ہے نیک کام کے لئے حکم کرنا صدقہ ہے۔ بری بات سے روکنا صدقہ ہے۔ بے نشان زمین میں کسی کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔

(یعنی جہاں راستے کا کوئی نشان اور کوئی علامت نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اپنا راستہ بھول جاتے ہیں) وہاں کسی راستہ بھولے ہوئے مسافر کو اس کا راستہ بتا دینے سے صدقہ جیسا ثواب ملتا ہے کسی اندھے یا کمزور نظر شخص کی مدد کرنی، (بایں طور کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے جانا) صدقہ ہے، راستے سے پتھر، کانٹا اور ہڈی ہٹا دینا صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی بھر دینا صدقہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 410)

حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوا کہ جب اپنے ڈول میں پانی بھر دینا صدقہ جیسے ثواب کا باعث ہے تو اس شکل میں جب کہ کسی کے پاس ڈول ہی موجود نہ ہو اسے اپنے ڈول سے پانی دینا اس سے کہیں زیادہ ثواب کا باعث ہوگا۔

مفاصل جسم کی طرف سے صدقہ کرنے کا بیان

(122) اَلسَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَّتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِهٖ، فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَّالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى

121- اخرجه مسلم (2626) والترمذی (1833) مطولا والبغوی فی المشكوٰة (894)

122- اخرجه احمد (3/8189) والبخاری (3707) ومسلم (1009) وابن حبان (3381) والبيهقی (187/4) والبغوی فی المشكوٰة (1896) اخرجه مسلم (1007) والبغوی فی المشكوٰة (1896)

Marfat.com

الصَّلٰوۃِ صَدَقَۃٌ، وَتُمِیطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَۃٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ اَیْضًا مِنْ رِّوَایَۃِ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّہٗ خُلِقَ کُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلَاثِ مِائَۃِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ کَبَّرَ اللّٰہَ، وحَمِدَ اللّٰہَ، وَھَلَّلَ اللّٰہَ، وَسَبَّحَ اللّٰہَ، وَاسْتَغْفَرَ اللّٰہَ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ، اَوْ شَوْکَۃً، اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ، اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ، اَوْ نَھٰی عَنْ مُّنْکَرٍ، عَدَدَ السِّتِّیْنَ وَالثَّلَاثِ مِائَۃِ فَاِنَّہٗ یُمْسِیْ یَوْمَئِذٍ وقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَہٗ عَنِ النَّارِ" ۔

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کے ہر ایک جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا لازم ہے۔ روزانہ جس دن میں سورج طلوع ہوتا ہے، تم اگر دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرو تو یہ صدقہ ہے اگر تم کسی شخص کی اس کے جانور (پر سوار ہونے) کے بارے میں مدد کرو تو یہ صدقہ ہے یا تم اس کا سامان جانور پر رکھوا دو تو یہ صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جس کے ذریعے تم چل کر نماز کی طرف جاؤ وہ صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے۔

اسی حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدم کے ہر بیٹے کے 360 جوڑ بنائے گئے ہیں جو شخص اللہ اکبر کہتا ہے یا جو شخص الحمدللہ کہتا ہے، یا جو لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے یا سبحان اللہ کہتا ہے یا استغفار پڑھتا ہے یا لوگوں کے راستے سے پتھر کو دور کر دیتا ہے یا کانٹے کو دور کر دیتا ہے یا لوگوں کے راستے سے ہڈی کو دور کر دیتا ہے یا نیکی کا حکم دیتا ہے یا برائی سے منع کرتا ہے۔

آپ نے 360 تک گنتی کی (پھر فرمایا) تو وہ یوں چلتا ہے' اس نے اپنے آپ کو جہنم سے بچا لیا۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں جو مفاصل (جوڑ) پیدا کئے ہیں اس میں بھی چونکہ اس کی حکمتیں اور اس کی بے شمار نعمتیں پنہاں ہیں لہٰذا ان کے شکرانے ہر روز انسان پر صدقہ لازم ہے۔ "یعدل بین الثنین الخ سے یہ بات بیان فرمائی جا رہی ہے کہ صدقہ محض اسی کا نام نہیں ہے کہ کسی شخص کو اللہ کے راستہ میں مال و زر دے دیا جائے بلکہ یہ چیزیں یعنی دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا وغیرہ بھی صدقہ ہی ہے کہ جس طرح اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے سے ثواب ملتا ہے اسی طرح ان چیزوں کا بہت زیادہ ثواب ملتا ہے لہٰذا جو انسان روزانہ ان میں سے کوئی بھی نیک کام کر لیتا ہے تو گویا اس نے وہ صدقہ ادا کیا جو اللہ نے اس پر اس کے جوڑوں کی طرف سے شکرانہ کے طور پر لازم کیا ہے۔ اچھی بات سے مراد وہ بات اور کلام ہے جس سے ثواب حاصل ہو یا سائل وغیرہ سے نرم لہجہ میں گفتگو بھی ہو سکتی ہے۔ وکل خطوۃ سے صرف وہی قدم مراد نہیں ہیں جو نماز میں جانے کے لئے رکھے جاتے ہوں بلکہ ہر وہ قدم مراد ہے جو نیک راہ میں نیک مقصد کے لئے اٹھتے ہیں۔ مثلاً طواف کے لئے بیمار کی عیادت کے لئے جنازے میں شریک ہونے کے لئے اور علم کی طلب کے لئے۔ "تکلیف دہ چیز" سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو جیسے کانٹے، ہڈی، پتھر، اینٹ اور نجاست وغیرہ۔

صبح وشام مسجد کی جانب جانے کی فضیلت کا بیان

(123) اَلسَّابِعُ : عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ، اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلنُّزُلُ" : اَلْقُوْتَ وَالرِّزْقُ وَمَا يُهَيَّأُ لِلضَّيْفِ .

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص صبح کے وقت مسجد کی طرف جائے یا شام کے وقت جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی تیار کر لیتا ہے۔ جب بھی وہ صبح وشام جاتا ہے۔

شرح

اس حدیث میں اس طرف۔ اشارہ ہے کہ مسجد گویا اللہ کا گھر ہے چنانچہ جو آدمی مسجد میں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی زیارت کرنے والوں کی ضیافت کرتا ہے اور انہیں اپنی رحمت سے محروم نہیں رکھتا۔ مسجد میں جانے کی بہت سی نیتیں ہو سکتی ہیں ان میں سے ایک نیت یہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کی ابتداء میں حدیث انما الا عمال بالنیات کے فائدہ کے ضمن میں نیت کے اس مسئلے اور اس کی اقسام کو مفصل طریقے سے ذکر کیا جا چکا ہے۔

ہمسائے کی طرف سے دیئے گئے کھانے کو حقیر نہ جاننے کا بیان

(124) اَلثَّامِنُ : عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَالَ الْجَوْهَرِيُّ : اَلْفِرْسِنُ مِنَ الْبَعِيْرِ كَالْحَافِرِ مِنَ الدَّابَّةِ قَالَ. وَرُبَّمَا اسْتُعِيْرَ فِي الشَّاةِ .

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اے مسلمان خواتین! تم میں سے کوئی بھی اپنی پڑوسن کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو حقیر نہ سمجھے، خواہ وہ بکری کا پایہ ہی کیوں نہ ہو۔

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) جوہری کہتے ہیں۔ ''فرسن'' اونٹ کے پائے کو کہتے ہیں جیسے چوپائے کے کو'' حافر'' کہتے ہیں کبھی یہ لفظ (فرسن) بکری (کے پائے) کے لیے بھی استعمال ہو جاتا ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اپنی پڑوسن کے پاس وہ چیز جو تمہارے پاس موجود ہے بطور تحفہ وصدقہ بھیجنے کو حقیر نہ جانو، گویا تمہارے پاس جو بھی چیز موجود ہو اور جو کچھ بھی ہو سکے خواہ وہ کتنی کم تر کیوں نہ ہو اپنی پڑوسن کو بھیجتی رہا کرو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی میں ان عورتوں کو خطاب کیا گیا ہے جن کے پاس تحفہ بھیجا جائے لہٰذا اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم میں سے

123-اخرجه احمد (5/2037) والبخاری (662) ومسلم (669)

124-اخرجه البخاری (2566) ومسلم (1030)

Marfat.com

کوئی اپنے ہمسایہ کے تحفے کو حقیر نہ جانے بلکہ اسے برضاء رغبت قبول کرے۔ اگر چہ وہ کتنا ہی کم تر کیوں نہ ہو۔" بکری کا کھر" ظاہر ہے کہ نہ تو تحفہ میں لینے دینے کے قابل ہوتا ہے اور نہ اس کو بطور صدقہ کسی کو دیا جاسکتا ہے لہٰذا کہا جائے گا یہ یہاں اسے مبالغہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ تحفے میں بھیجی جانے والی یا آنے والی چیز کتنی ہی حقیر اور کمتر کیوں نہ ہو۔ یہاں بطور خاص عورتوں کو اس لئے خطاب کیا گیا ہے کہ ان کے مزاج میں غصہ اور کم تر وحقیر چیزوں کو واپس کر دینے کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔

ایمان کی ستر سے زائد شاخوں کا بیان

(125) اَلتَّاسِعُ : عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً: فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْبِضْعُ" مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلٰى تِسْعَةٍ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَقَدْ تُفْتَحُ. وَ"الشُّعْبَةُ": اَلْقِطْعَةُ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایمان کی ستر سے زیادہ زیادہ شاخیں ہیں (راوی کو شک ہے) یا شاید ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں) سب سے زیادہ فضیلت والا شعبہ یہ ہے، اس بات کا اعتراف کرنا، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس سے کمتر راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (متفق علیہ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بضع" کا مطلب تین سے لیکر نو تک ہے اس میں "ب" کے نیچے زیر پڑھی جائے گی اسکے علاوہ زبر بھی پڑھی جاتی ہے، شعبہ کا مطلب "ٹکڑا" ہے۔

شرح

اس حدیث میں ایمان کے شعبوں اور شاخوں کی تعداد بتائی گئی ہے یعنی وہ چیزیں مل کر کسی کو ایمان و اسلام کا مکمل پیکر اور خوشنما مظہر بناتی ہیں۔ یہاں تو صرف ان شعبوں اور شاخوں کی تعداد بتلائی گئی ہے لیکن بعض احادیث میں ان کی تفصیل بھی منقول ہے اور وہ اس طرح ہے: پہلی چیز تو بنیادی ہے یعنی اس حقیقت کا دل و دماغ میں اعتقاد و یقین اور زبان سے اقرار و اظہار کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کی ذات و صفات برحق ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، بقاء اور دوام صرف اسی کی ذات کے لئے ہے جب کہ کائنات کی تمام چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں، ایسے ہی اللہ کے رسولوں، اس کی کتابوں اور فرشتوں کے بارے میں اچھا اعتقاد اور حسن یقین رکھنا اور ان کو برحق جاننا، آخرت کا عقیدہ رکھنا کہ مرنے کے بعد قبر میں برے اور گنہگار لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اچھے نیک بندوں پر اس کا انعام و اکرام ہوتا ہے۔ قیامت آئے گی اور اس کے بعد حساب و کتاب کا مرحلہ ضرور آئے گا، اس وقت ہر ایک کے اعمال ترازو میں تولے جائیں گے جن کے زیادہ اعمال اچھے اور نیک ہوں گے ان کو پروانہ جنت دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جن کے زیادہ اعمال برے ہوں گے، ان کی فرد جرم ان کے بائیں ہاتھ میں تھما دی جائے گی۔ تمام لوگ پل صراط پر سے

125- اخرجه البخاري (9) ومسلم (35) وابو داؤد (3676) والترمذي (2614) والنسائي (5019) وابن ماجه (57) وابن حبان (167)

Marfat.com

گزریں گے۔

مومنین صالحین ذات باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ نیک اور اچھے لوگ بہشت میں پہنچائے جائیں گے اور گنہگاروں کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔ جس طرح جنتی (مومن) بندے جنت میں ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام اور اس کی خوشنودی سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے اسی طرح دوزخی لوگ (کفار) ہمیشہ ہمیشہ اللہ کے مسلط کئے ہوئے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ایمان کے شعبوں اور شاخوں میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ سے ہر وقت لو لگائے رہے اور اس سے محبت رکھے اگر کسی غیر اللہ سے محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے یا کسی سے دشمنی رکھے تو اللہ کے لئے رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و برتری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو رواج دینا اور پھیلانا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی دلیل ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت اس طرح رچ بس جائے کہ اس محبت کے مقابلہ میں دنیا کی کسی بھی چیز اور کسی بھی رشتہ کی محبت کوئی اہمیت نہ رکھے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت اتباع شریعت ہے۔

اگر کوئی آدمی اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی تعمیل کرتا ہے اور شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے لیکن جو آدمی اللہ اور رسول کے احکام و فرمان کی تابعداری نہ کرتا ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ اس کا دل اللہ و رسول کی پاک محبت سے بالکل خالی ہے۔ یہ بھی ایمان کی ایک شاخ ہے کہ جو عمل کیا جائے خواہ وہ بدنی ہو یا مالی، قولی ہو یا فعلی اور یا اخلاقی وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہو، نام و نمود یا کسی دنیاوی غرض سے نہ ہو پس جہاں تک ہو سکے اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ورنہ نفاق اور ریا کا اثر عمل کے حسن و کمال اور تاثیر کو ختم کر دے گا۔ مومن کا دل ہمہ وقت خوف اللہ اور خشیت الٰہی سے بھرا ہوا اور اس کے فضل و کرم اور رحمت کی امیدوں سے معمور رہنا چاہیے، اگر بتقاضائے بشریت کوئی بری بات یا گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر فوراً خلوص دل سے توبہ کے بعد آئندہ کے لئے گناہوں سے اجتناب کا عہد کرے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اپنے اچھے عمل اور نیک کام میں اللہ کی رحمت اور اس کے انعام و اکرام کی آس لگائے رہے۔

درحقیقت یہ ایمان کا ایک بڑا تقاضہ ہے کہ جب کبھی کوئی گناہ جان بوجھ کر یا نادانستہ سرزد ہو جائے تو فوراً احساس ندامت و شرمندگی کے ساتھ اللہ کے حضور اپنے گناہ سے توبہ کرے اور معافی و بخشش کا طلبگار ہو، اس لئے کہ ارتکاب گناہ کے بعد توبہ کرنا شرعاً ضروری اور لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اگر اس نے اولاد عنایت فرمائی ہو تو فوراً عقیقہ کرے، اگر نکاح کیا ہو تو ولیمہ کرے، اگر قرآن مجید حفظ یا ناظرہ ختم کیا ہو تو خوشی و مسرت کا اظہار کرے، اللہ نے اگر مال دیا ہے تو زکوۃ ادا کرے۔

عیدالفطر کی تقریب میں صدقۃ الفطر دے اور بقر عید میں قربانی کرے۔ یہ بھی ایمان کا تقاضہ ہے کہ وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، مصیبت پر صبر کرے، اطاعت و فرمانبرداری کے لئے ہر مشقت برداشت کرے، گناہوں سے بچتا رہے۔ تقدیر اور اللہ کی مرضی پر راضی رہے، اللہ پر توکل کرے، بڑوں اور بزرگوں کی تعظیم و احترام، چھوٹوں اور بچوں سے شفقت و محبت کا معاملہ کرے اور کبر و غرور، نخوت و تکبر کو چھوڑ کر کسر نفسی و تواضع اور حلم و بردباری اختیار کرے۔ "حسن اسلام" اور "تکمیل ایمان" کے مدارج میں

Marfat.com

سے یہ بھی ہے کہ برابر کلمہ توحید وشہادت کاورد رکھے۔قرآن شریف پڑھے اگر جاہل ہوتو عالم سے علم کی دولت حاصل کرے اگر عالم ہوتو جاہلوں کو تعلیم دے اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے اللہ سے مدد کا طلب گار ہواور دعا مانگے اور اس کا ذکر کرتا رہے اپنے گناہوں سے استغفار کرے اور فحش باتوں سے بچتا رہے، ہر وقت ظاہری و باطنی گندگیوں سے پاک رہے۔

نمازوں کا پڑھنا خواہ فرض ہوں یا نفل اور وقت پر ادا کرنا، روزہ رکھنا، چاہے نفل ہو یا فرض، ستر کا چھپانا، صدقہ دینا خواہ نفلی ہو یا لازمی، غلاموں کو آزاد کرنا، سخاوت وضیافت کرنا، اعتکاف میں بیٹھنا، شب قدر اور شب برأت میں عبادت کرنا، حج وعمرہ کرنا، طواف کرنا۔ دار الحرب یا ایسے ملک سے جہاں فسق وفجور، فحش و بے حیائی اور منکرات وبدعات کا زور ہو، دار الاسلام کی طرف ہجرت کر جانا، بدعتوں سے بچنا اپنے دین کو بری باتوں سے محفوظ رکھنا، نذروں کا پورا کرنا، کفاروں کا ادا کرنا، حرام کاری سے بچنے کے لئے نکاح کرنا۔

اہل وعیال کے حقوق پورے طور پر ادا کرنا، والدین کی خدمت کرنا اور ہر طرح ان کی مدد کرنا اور خبر گیری رکھنا، اپنی اولاد کی شریعت کے مطابق تربیت کرنا اپنے ماتحتوں سے حسن سلوک کرنا اپنے حاکموں، افسروں اور مسلمان سرداروں کی تابعداری کرنا بشرطیکہ وہ خلاف شرع چیزوں کا حکم نہ دیں۔ غلام اور باندی سے نرمی اور بھلائی سے پیش آنا، اگر صاحب اقتدار اور حاکم وجج ہوتو انصاف کرنا، لوگوں میں باہم صلح صفائی کرانا، اسلام سے بغاوت کرنے والوں اور دین سے پھرنے والوں سے قتل وقتال کرنا، اچھی باتوں کی تبلیغ کرنا، بری باتوں سے لوگوں کو روکنا، اللہ کی جانب سے مقرر کی ہوئی سزاؤں کا جاری کرنا، دین واسلام میں غلط باتیں پیدا کرنے والوں اور اللہ ورسول کا انکار کرنے والوں سے حسب قوت واستطاعت خواہ ہتھیار سے خواہ قلم وزبان سے جہاد کرنا، اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کرنا، امانت کا ادا کرنا، مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرنا، وعدے کے مطابق فرض پورا کرنا، پڑوسی کی دیکھ بھال کرنا اور اس کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا، لوگوں کے ساتھ بہترین معاملہ کرنا، حلال طریقہ سے مال کمانا اور اس کی حفاظت کرنا، مال ودولت کو بہترین مصرف اور اچھی جگہ خرچ کرنا۔ فضول خرچی نہ کرنا، سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا، جب کسی کو چھینک آئے تو " یرحمک اللہ " کہنا، خلاف تہذیب کھیل کود اور برے تماشوں سے اجتناب کرنا، لوگوں کو تکلیف نہ پہنچانا اور راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا تاکہ راہ گیروں کو تکلیف ونقصان نہ پہنچے، یہ سب ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں ہیں۔

راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے کا یہ مطلب ہے کہ اگر راستے میں پتھر یا کانٹے پڑے ہوں جس سے راہ گیر کو تکلیف پہنچ سکتی ہو یا نجاست وغلاظت پڑی ہو یا ایسی کوئی بھی چیز پڑی ہو جس سے راستے پر چلنے والوں کو نقصان پہنچ سکتا ہو تو مومن کا یہ فرض ہے کہ انسانی واخلاقی ہمدردی کے ناطے اس کو ہٹا دے اور راستہ صاف کر دے۔ اور اسی طرح خود بھی ایسی کوئی چیز راستے میں نہ ڈالے جو راستہ چلنے والوں کے لئے تکلیف کا باعث ہو۔

اور عارفین کی رمز شناس نگاہوں نے تو اس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ انسان اپنے نفس کو ایسی تمام چیزوں سے صاف کرلے جو تو جہ الی اللہ اور معرفت کے راستہ کی رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں اور اپنے قلب سے برائی ومعصیت کے خیال تک کو کھرچ کر پھینک دے۔ بہر حال یہ تمام باتیں ایمان کے شعبے ہیں جن پر مومن کا عمل کرنا نہایت ضروری ہے اس لئے کہ ایمان کی تکمیل اور اسلام کا

Marfat.com

حسن ان ہی چیزوں سے پیدا ہوتا ہے اگر کوئی آدمی ان باتوں سے خالی ہے اور اس کی زندگی ان کی شعاعوں سے منور نہیں ہے تو سمجھنا چاہیے کہ اس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوئی اس کو چاہیے کہ اللہ کی مدد اور اس کی توفیق چاہ کر ان اہم باتوں کو اختیار کرے۔

کتے کو پانی پلانے کی نیکی کے ثواب کا بیان

(126) اَلْعَاشِرُ : عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَاكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّيْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهُ مَاءً ثُمَّ اَمْسَكَهُ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِيَ، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ" قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ: "فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ : "فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ، فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ"

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا : "بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْ رَاَتْهُ بَغِيٌّ مِّنْ بَغَايَا بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهُ بِهٖ فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ" .

"اَلْمُوْقُ" : اَلْخُفُّ . وَ"يُطِيْفُ" : يَدُوْرُ حَوْلَ "رَكِيَّةٍ" : وَهِيَ الْبِئْرُ .

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص راستے میں جا رہا تھا اسے شدید پیاس لگی اس نے ایک کنواں پایا۔ وہ اس میں اترا اس نے اس میں سے پانی پیا اور جب وہ باہر نکلا تو وہاں ایک کتا تھا جو پیاس کی شدت کی وجہ سے زبان باہر نکال کر کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا اس کتے کو بھی وہی پیاس لگی ہوئی ہے جو مجھے لگی ہوئی تھی۔ وہ کنویں میں اترا اس نے اپنے موزے میں پانی بھرا اور پھر اسے اپنے منہ کے ذریعے پکڑا اور پھر باہر نکل آیا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول کیا اور اسے بخش دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں ان جانوروں کی وجہ سے بھی اجر ملے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر جاندار کی وجہ سے اجر ملتا ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول کیا اور اسے بخش دیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم دونوں کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ایک کتا کنویں کے گرد چکر کاٹ رہا تھا۔ وہ پیاس کی شدت سے مرنے والا تھا' بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والی فاحشہ عورت نے اسے دیکھا تو اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعے اسے پانی پلا دیا تو اس عمل کی وجہ سے اسے بخش دیا گیا۔

لفظ مُوْقُ کا مطلب موزہ ہے اور لفظ یُطِیْفُ کا مطلب اس کے گرد چکر لگانا ہے۔ اور لفظ رکیۃ کا مطلب کنواں ہے۔

126- تخریج مالك فی مؤطنه (1729) واحمد (3/8883) والبخاری (173) وفی الادب المفرد (378) ومسلم (2244) وابو داؤد (2550) وابن حبان (544) والقضاعی فی مسند الشهاب (113) والبیهقی (158/4)

Marfat.com

شرح

علماء فرماتے ہیں کہ ہر جانور کے ساتھ حسن سلوک کرنے یعنی انہیں کھلانے پلانے کا ثواب ملتا ہے ہاں موذی جانور کہ جنہیں مار ڈالنے کا حکم ہے اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے سانپ اور بچھو وغیرہ۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تو کسی شخص کے کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے بھی بخش دیتا ہے چنانچہ اہل سنت و جماعت کا یہی مسلک ہے۔

راستے سے ٹہنی ہٹانے کے سبب جنت نصیب ہونے کا بیان

(127) اَلْحَادِیْ عَشَرَ : عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَقَدْ رَاَیْتُ رَجُلًا یَتَقَلَّبُ فِی الْجَنَّةِ فِیْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِیْقِ كَانَتْ تُؤْذِی الْمُسْلِمِیْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰی ظَهْرِ طَرِیْقٍ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَاُنَحِّیَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ لَا یُؤْذِیْهِمْ، فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ".

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُمَا: "بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَّجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَی الطَّرِیْقِ فَاَخَّرَهٗ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ، فَغَفَرَ لَهٗ".

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے ایک شخص کو دیکھا' وہ جنت میں ادھر ادھر گھوم رہا ہے اس وجہ سے کہ اس نے ایک درخت کو' جو لوگوں کے راستے میں تھا کاٹ دیا تھا' جس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ ایک شخص ایک درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزرا جو راستے میں پڑی تھی اس نے سوچا اللہ کی قسم! میں اسے ضرور مسلمانوں سے دور کر دوں گا تا کہ یہ انہیں تکلیف نہ دے تو اس شخص کو جنت میں داخل کر دیا گیا۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم دونوں کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ ایک شخص راستے میں جا رہا تھا اس نے راستے میں کانٹے دار جھاڑی دیکھی تو اس نے اسے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اسے بخش دیا۔

جمعہ مبارک کے خطبہ کو توجہ اور ادب سے سننے کا بیان

(128) اَلثَّانِیْ عَشَرَ : عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ وَزِیَادَةُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

127-اخرجه البخاری (4367) و مسلم (2245) وابن حبان (386) واحمد (3/10626) والبیهقی

128-اخرجه فی مالك فی مؤطه (295) واحمد (3/10898) والبخاری (652) ومسلم (1914) و ابو داؤد (5245) والترمذی (1598) وابن ماجه (3682) والحمیدی (1134) وابن حبان (536) بالفاظ متقاربة

Marfat.com

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں' بی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور پھر جمعہ کی نماز کے لئے آئے اور پھر غور سے خطبہ سنے اور خاموش رہے تو اس کے اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور مزید تین دن کے گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں اور جو شخص کنکریوں کو چھولے اس نے لغو حرکت کی۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو آدمی جمعے کے دن اس حالت میں جب کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو بات چیت میں مشغول ہو تو وہ اس گدھے کی مانند ہے کہ جس پر کتابیں لاد دی گئیں ہوں اور جو آدمی اس (بات چیت میں مشغول رہنے والے) سے کہے "چپ رہو" تو اس کے لئے جمعے کا ثواب نہیں ہے۔"

(احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث 1368)

کمثل الحمار کا مطلب یہ ہے کہ ایسا آدمی اس گدھے کی طرح ہے جس کی پشت پر کتابیں لاد دی جائیں یہ دراصل عالم کے علم پر عمل نہ کرنے سے کنایہ ہے نیز اس بات سے کنایہ ہے کہ اس آدمی نے انتہائی محنت ومشقت برداشت کر کے علم حاصل کیا مگر اس علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ جو آدمی مشغول گفتگو کو خاموش ہونے کے لئے کہے اس کو بھی جمعے کا ثواب اس لئے نہیں ملتا کہ اس سے ایسا لغو اور بے فائدہ کلام صادر ہوا جس کی ممانعت ثابت ہو چکی ہے جیسا کہ اس کی تفصیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت (۵۰) میں بیان کی جا چکی ہے۔ خطبے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور اس کی وضاحت: ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جمعے کے روز جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میرا مال تباہ و برباد ہو گیا، میرے اہل وعیال بھوکے ہیں ہمارے لئے دعا کیجئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی" یا اسی طرح بعض روایتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ کی حالت میں بات چیت کرنا ثابت ہے تو ان روایتوں کے بارے میں کئی احتمال ہیں اول تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا میں مشغول ہونا یا بات چیت کرنا خطبہ کی حالت میں نہیں تھا بلکہ یا تو خطبہ شروع ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا یا بات چیت میں مشغول ہوئے ایک احتمال یہ ہے کہ ان روایتوں کا تعلق اس زمانے سے ہے جب کہ خطبے کی حالت میں اس قسم کی مشغولیت ممنوع نہیں تھی یا پھر یہ کہا جائے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

وضو کرنے کے سبب اعضائے جسم کا گناہوں سے پاک ہونے کا بیان

(129) اَلثَّالِثُ عَشَرَ : عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ

129- اخرجه مسلم (27/857) و ابو داؤد (1050) والترمذی (498) وابن ماجه (1090)

Marfat.com

الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ، أَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَّشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ انہی سے منقول ہے وہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی مسلمان وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے' تو اس کے چہرے سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں' جو اس نے نظر سے دیکھ کر کئے تھے۔ یہ گناہ پانی کے ذریعے (اور ایک روایت کے مطابق) پانی کے آخری قطرے کے ذریعے نکل جاتے ہیں' پھر جب وہ بازو دھوتا ہے' تو پانی کے ذریعے یا پانی کے آخری قطرے کے ذریعے اس کے ہاتھوں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس نے ہاتھ بڑھائے تھے' اور جب وہ پاؤں دھوتا ہے' تو پانی کے ذریعے یا پانی کے آخری قطرے کے ذریعے اس کے پاؤں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں' جن کی طرف وہ پاؤں کے ذریعے چل کر گیا تھا' یہاں تک کہ (وضو مکمل کرنے کے بعد) وہ شخص گناہوں سے مکمل طور پر پاک ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

اس حدیث میں بھی وضو کی فضیلت اور طہارت کی بڑائی بیان کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وضو کرنا درحقیقت اپنے گناہوں کو اپنے جسم سے دھونا ہے جو ... زیادہ جتنی اچھی طرح وضو کرے گا اس کے اتنے ہی گناہ ختم کر دیئے جائیں گے اور پھر بطور مبالغہ کے فرمایا گیا ہے کہ وضو کرنے والے کے ناخنوں کے نیچے کے گناہ بھی وضو کرنے سے نکل جاتے ہیں یعنی وضو کرنے کے بعد اس کو نہ صرف یہ کہ ظاہری پاکی اور طہارت حاصل ہوتی ہے بلکہ وہ گناہوں سے بھی خوب پاک ہو جاتا ہے، یہ جملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ہمارے یہاں یہ محاورہ بولا جاتا ہے کہ تمہاری شیخی ناک کی راہ نکال دیں گے۔

نمازوں کے درمیانی اوقات کے گناہوں کی معافی کا بیان

(130) اَلرَّابِعَ عَشَرَ : عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ انہی سے منقول ہے وہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''پانچ نمازیں' ایک جمعہ' دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان' دوسرے رمضان تک' درمیان میں (صادر ہونے والے تمام صغیرہ گناہوں) کا کفارہ ہوتے ہیں' لیکن اس وقت جب کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے''۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

130-اخرجه مسلم (244) والترمذي (2)

Marfat.com

مسجد کی جانب زیادہ قدم چل کر جانے کی فضیلت کا بیان

(131) اَلْخَامِسُ عَشَرَ : عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟" قَالُوْا : بَلٰى، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ انہی سے منقول ہے وہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کیا میں (ایسے عمل کی طرف) تمہاری رہنمائی نہ کروں' جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے۔ حاضرین نے عرض کی' جی ہاں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: جب طبیعت وضو کرنے پر آمادہ نہ ہوا یسے وقت وضو کرنا' مسجد کی طرف زیادہ قدم چل کے جانا اور ایک نماز پڑھ لینے کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا' یہی "رباط" ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

اس حدیث میں ان چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے رب قدوس اپنے بندوں پر اس طرح فضل وکرم فرماتا ہے کہ ان کے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور جنت میں ان کے مراتب ودرجات میں ترقی عطا فرماتا ہے چنانچہ سب سے پہلی چیز "وضو" ہے۔ یوں تو وضو نماز کے لئے شرط اور ضروری ہے لہٰذا جو نماز پڑھے گا وہ وضو بھی کرے گا خواہ کیسا ہی موسم ہو مگر اس جگہ ایک خاص بات کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی سخت وقت میں مثلاً کسی بیماری کی حالت میں یا شدید سردی کے موسم میں عموماً وضو کے معاملہ میں بڑی تساہلی برتی جاتی ہے اور اول تو زبردتی اور صحت کے منافی طریقوں کو اختیار کر کے دو اور تین وقت وضو کو باقی رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے یا پھر اگر وضو کیا جاتا ہے تو ایسے طریقے سے کہ نہ تو اس میں وضو کے آداب اور اس کے سنن ومستحبات کا خیال رکھا جاتا ہے اور نہ وضو پورے طریقہ سے مکمل کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی مواقع کے لئے فرمایا جارہا ہے کہ ایسے سخت اور شدید وقت میں اگر وضو پورے آداب وطریقے ملحوظ رکھ کے اور تمام سنن ومستحبات کا خیال کر کے کیا جائے اور تمام اعضاء وضو پر پانی اچھی طرح پہنچایا جائے اور ان کو تین تین مرتبہ دھویا جائے تو یہ فضل الٰہی کا سبب ہوگا۔ دوسری چیز مسجد کی طرف کثرت سے قدموں کا رکھنا ہے، یعنی ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانا جو گھر سے دور ہو اس لئے کہ جتنے زیادہ قدم مسجد کی طرف اٹھیں گے اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ "نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار" یہ ہے کہ مسجد میں ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے یا اگر مسجد سے نکلے بھی تو دل وہیں دوسری نماز میں لگا رہے اسی کی بہت زیادہ فضیلت وعظمت بیان فرمائی جارہی ہے چنانچہ اس کو "رباط" کہا گیا ہے۔ "رباط اسے فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان اسلامی مملکت کی سرحد پر دشمنان اسلام کا مقابلہ پر نگہبانی کی خاطر بیٹھے تاکہ دشمن سرحد پار کر کے اسلامی ملک میں داخل نہ ہو جائیں اس کا ثواب ہے اور بڑی فضیلت ہے جو خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم بھی فرمایا ہے: آیت (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا) 3-آل عمران:200)" اے

131-اخرجه مسلم (233) والترمذی (214)

ایمان والو! (تکلیف پر) خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔" چنانچہ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا اصل رباط ہے کہ جیسے وہاں تو کفار مقابلہ میں بیٹھے ہیں یہاں شیطان کے مقابلہ میں بیٹھے ہیں جو دین کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

نماز فجر وعصر کی اہمیت کا بیان

(132) اَلسَّادِسُ عَشَرَ : عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"اَلْبَرْدَانِ" : الصُّبْحُ وَالْعَصْرُ .

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں ادا کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (متفق علیہ)

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) "البَرْدَان" سے مراد صبح اور عصر (کی نمازیں) ہیں۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی نماز عصر قضا ہوگئی تو گویا کہ مال اس کے اہل وعیال سب لٹ گئے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث، 560)

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کی عصر کی نماز قضا ہو جائے تو وہ ایسا ہے جیسے کہ اس کا گھر بار اور مال واولاد سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں۔ یا ان میں کمی واقع ہو جائے لہٰذا جس طرح کوئی آدمی اپنے اہل وعیال کی تباہی و بربادی سے ڈرتا رہتا ہے جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے۔ یہاں بھی صرف نماز عصر کے ذکر کی وجہ سے یہ ہے کہ یہ نماز وسطی ہے اس کو چھوڑنا دوسری نمازوں کو چھوڑنے کے مقابلے میں زیادہ سخت گناہ ہے۔

سفر یا بیماری کے بدلے میں نیکیاں ملنے کا بیان

(133) اَلسَّابِعَ عَشَرَ : عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص بیمار ہو جائے یا سفر پر جائے تو اس کے نامہ اعمال میں اس طرح نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو وہ عمل (اپنے شہر میں) قیام کی حالت میں یا تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

132-اخرجه مالك فی مؤطه (386) واحمد (3/7213) ومسلم (251) والترمذی (51) والنسائی (143)

133-اخرجه احمد (5/16730) والبخاری (574) ومسلم (635) والدارمی (1/331/332) وابن حبان (1739) والبیهقی (1/466)

Marfat.com

اس حدیث کوامام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

بہرحال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کوکسی بھی نوعیت کا یا کسی بھی طرح کا کوئی رنج وملال اورغم ومصیبت پہنچے تو وہ اس کے صغیرہ گناہوں کے دور ہونے کا ذریعہ ہے۔

ہرنیک عمل صدقہ ہے

(134) اَلثَّامِنُ عَشَرَ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ"

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے: ہرنیکی صدقہ ہے۔

اس حدیث کوامام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔اس حدیث کوامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

"صدقہ" مال کا وہ حصہ کہلاتا ہے جسے کوئی شخص اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اوراس کا قرب حاصل کرنے کے لئے نکالے خواہ واجب ہو یانفل۔

مطلب یہ ہے کہ نیکی کے جوبھی عمل ہیں خواہ ان کاتعلق زبان سے ہو یا فعل سے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہوں تو ان کا ثواب ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا ثواب ہوتا ہے۔

کھیتوں سے چرندوپرند کے کھانے سے صدقہ ہونے کا بیان

(135) اَلتَّاسِعُ عَشَرَ : عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّغْرِسُ غَرْسًا اِلَّا كَانَ مَا اُكِلَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةً، وَّمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةً، وَّلَا يَرْزَؤُهٗ اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ صَدَقَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : "فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا فَيَاْكُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَّلَا دَابَّةٌ وَّلَا طَيْرٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ صَدَقَةً اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" . وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : "لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا، وَّلَا يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَاْكُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَّلَا دَابَّةٌ وَّلَا

134-اخرجه احمد (7/19699) والبخاری (2996) و ابو داؤد (3091) والحاکم فی الجنائز (1/1261) وابن حبان (2929) والبغوی فی المرقاۃ (1544) والبیهقی (3/374)

135-اخرجه البخاری (2061) وفی الادب المفرد (224) ومسلم (1005) وابو داؤد (4947) والحاکم فی البیوع (2/2311) مطولاً واحمد (9/23430) وابن ابی شبة (8/548) والبخاری فی الادب فی المفرد (233) وابن حبان (3378) و (3379) والطبرانی فی سعر (672)

Marfat.com

شَيْءٌ، اِلَّا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ".

وَرَوَيَاهُ جَمِيْعًا مِنْ رِوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

قَوْلُهٗ: "يَرْزَؤُهٗ" اَيْ يَنْقُصُهٗ.

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو مسلمان کوئی پودا لگائے گا تو اس (کے پھل) سے کھائی جانے والی ہر چیز اس شخص کے لئے صدقہ ہوگی اور اس میں سے جو چوری کرلیا جائے وہ بھی اس شخص کے لئے صدقہ ہوگا اور اس میں سے جو چیز درندے کھالیں وہ بھی اس شخص کے لئے صدقہ ہوگا اور جو پرندے کھالیں وہ بھی اس شخص کے لئے صدقہ ہو گا غرضیکہ کوئی بھی اس میں سے (کسی بھی قسم کی) کوئی کمی کرے تو وہ اس شخص کے لئے صدقہ (شمار) ہوگی۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ میں جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے تو اس میں سے جو کوئی انسان جانور یا پرندہ جو کچھ کھاتا ہے یہ اس شخص کیلئے قیامت کے دن تک صدقہ ہوگا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیت لگاتا ہے تو اس میں سے جو انسان، جانور یا جو بھی چیز جو کچھ کھاتے ہیں وہ اس شخص کیلئے صدقہ ہوگی۔

امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ لفظ یرزء کا مطلب کم کرنا ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے درخت کا پھل وغیرہ یا اس کی کھیتی میں سے اگر کوئی چرند پرند کسی بھی طرح یا کسی بھی سبب سے کچھ کھالیتے ہیں تو مالک کو وہی ثواب ملتا ہے جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خیرات کرنے کا ثواب ہوتا ہے گویا اس ارشاد گرامی کے ذریعے مالک کو نقصان مال پر تسلی دلائی جارہی ہے کہ وہ ایسے موقع پر صبر کرے کیونکہ اس نقصان کے بدلے میں اسے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ ایک اشکال اور اس کا جواب اس موقع پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اعمال کا ثواب تو نیت پر موقوف ہے اور ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ میں مالک کی طرف سے نیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو پھر ثواب کیسے ملتا ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ کھیتی کا مقصود اصلی مطلقاً نوع انسانی وحیوانی کی حیات و بقاء ہے یعنی کاشتکار کسان جب کھیت میں بیج ڈالتا ہے۔ یا درخت کا کوئی پودا لگاتا ہے تو اس کے پیش نظر کسی فرد کی تخصیص کے بغیر مطلقاً نوع انسانی وحیوانی کی ضروریات زندگی کی تکمیل کی نیت ہوتی ہے۔ اب اس کھیت یا درخت سے انسان وحیوان کا جو فرد بھی فائدہ اٹھائے گا خواہ وہ ناجائز طریقہ سے فائدہ اٹھایا جائز طریقے سے اس کی اجمالی نیت کا تعلق اس سے ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ جو شخص ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھائے گا وہ اپنے جرم کی سزا پائے گا۔ مگر مالک کے حق میں اس کی اجمالی نیت کافی ہوجائے گی کیونکہ حصول ثواب کے لئے اجمالی نیت کافی ہے اس کے مالک کو نقصان کے بدلے میں صدقہ کا ثواب مل جائے گا۔

نیکی کی طرف اٹھنے والے قدموں کے لکھے جانے کا بیان

(136) اَلْعِشْرُوْنَ : عَنْهُ، قَالَ: اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ : "اِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟" فَقَالُوْا : نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ . فَقَالَ: "بَنِیْ سَلِمَةَ، دِيَارَكُمْ، تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ : "اِنَّ بِكُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ اَيْضًا بِمَعْنَاهُ مِنْ رِّوَايَةِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ .

وَ"بَنُوْ سَلِمَةَ"، بِكَسْرِ اللَّامِ : قَبِيْلَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ، وَ"اٰثَارُهُمْ" : خُطَاهُمْ .

✧✧ (حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مسجد کے اردگرد کچھ جگہ خالی ہوئی تو) بنوسلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ اس کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے ان سے کہا کہ مجھے یہ پتہ چلا ہے، تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ ہم نے یہی ارادہ کیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنوسلمہ! اپنے موجودہ گھروں میں ہی رہو کیونکہ تمہارے قدموں (کی کثرت کے اعتبار سے زیادہ اجر وثواب) لکھا جاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ہر ایک قدم کے عوض میں ایک درجہ ملتا ہے۔ اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے اسی مضمون کی حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

بنوسلمہ میں لام پر زیر ہے۔ یہ انصار کا معروف قبیلہ ہے آثارھم کا مطلب ان کے قدم ہیں۔

شرح

بنوسلمہ انصار مدینہ کا ایک خاندان ہے اس خاندان کے افراد مسجد نبوی سے دور رہتے تھے۔ جب مسجد نبوی کے قریب رہنے والوں میں سے کچھ لوگوں کا انتقال ہو جانے یا کسی دوسری جگہ چلے جانے کی وجہ سے ان کے مکانات خالی ہوئے تو بنوسلمہ نے مسجد نبوی کے قریب رہنے کی سعادت حاصل کی غرض سے ان خالی مکانات میں منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس ارادہ کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس وقت تم لوگ جہاں آباد ہو وہی جگہ سعادت وبھلائی کے اعتبار سے تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ تم لوگ مسجد سے جتنا دور رہو گے مسجد آنے کے لئے تمہیں اتنا ہی چلنا پڑے گا اور نماز کے لئے تم جتنے زیادہ قدم اٹھاؤ گے تمہارے نامہ اعمال میں ان کے بدلے اتنا ہی ثواب لکھا جائے گا اس لئے بھلائی وبہتری اسی میں ہے کہ تم اپنی سابق جگہ آباد رہو۔

---

136 حدیث جابر رضی اللہ عنہ اخرجہ مسلم (1552) و حدیث انس رضی اللہ عنہ اخرجہ البخاری (2320) و مسلم (1553) والترمذی (1382)

Marfat.com

مسجد میں دور سے آ کر نماز پڑھنے کا بیان

(137) اَلْحَادِیْ وَالْعِشْرُوْنَ : عَنْ اَبِی الْمُنْذِرِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: کَانَ رَجُلٌ لَّا اَعْلَمُ رَجُلًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَکَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ، فَقِیْلَ لَهُ اَوْ فَقُلْتُ لَهُ : لَوِ اشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُهُ فِی الظَّلْمَاءِ وَفِی الرَّمْضَاءِ؟ فَقَالَ: مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ مَنْزِلِیْ اِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ یُّکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِیْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی اَهْلِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَکَ ذٰلِکَ کُلَّهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ : "اِنَّ لَکَ مَا احْتَسَبْتَ" ۔ "اَلرَّمْضَاءُ" : الْاَرْضُ الَّتِیْ اَصَابَهَا الْحَرُّ الشَّدِیْدُ ۔

✧✧ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں ایک ایسے شخص سے واقف ہوں جس کا گھر مسجد سے' سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی کوئی نماز (باجماعت) قضا نہیں ہوتی اس سے کہا گیا یا شاید میں نے کہا' اگر تم ایک گدھا خرید لو تو اندھیرے اور گرمی میں (تمہیں مسجد تک آنے میں آسانی ہوگی) تو اس نے جواب دیا: مجھے یہ پسند نہیں ہے' میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں چاہتا ہوں کہ مسجد تک آنے اور واپس گھر تک جانے کا ثواب (میرے نامہ اعمال میں) لکھا جائے۔ (اس کی یہ بات سن کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس سارے (ثواب) کو جمع کر کے رکھا ہوا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "تمہیں وہ (اجر) ملے گا جس کی تم نے امید کی ہے"۔

"الرمضاء" ایسے علاقے کو کہتے ہیں جہاں تیز گرمی ہو۔

دودھ دینا بہترین صدقہ ہونے کا بیان

(138) اَلثَّانِیْ وَالْعِشْرُوْنَ : عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً : اَعْلَاهَا مَنِیْحَةُ الْعَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ یَّعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا ؛ رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِهَا، اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

"اَلْمَنِیْحَةُ" : اَنْ یُّعْطِیَهٗ اِیَّاهَا لِیَاْکُلَ لَبَنَهَا ثُمَّ یَرُدَّهَا اِلَیْهِ ۔

✧✧ حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: چالیس خوبیاں ایسی ہیں' جن میں سے سب سے بہتر کسی کو دودھ دینے والی بکری (بلامعاوضہ) دینا ہے' جو بھی شخص ان خوبیوں پر عمل کرے گا ان کے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور ان کے نتیجے میں جو وعدہ کیا گیا ہے اس کی تصدیق کرتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

137-اخرجه مسلم (663) وابو داؤد (557) و ابن ماجه (783)

138-اخرجه مسلم (2/6846) والبخاری (2631) و ابو داؤد (1683) وابن حبان (5095) والبیهقی (4/184) والحاکم فی اذبائع (4/7578)

"المنیحہ" کا مطلب ہے کہ بکری کسی کو (بلا معاوضہ) دینا تا کہ وہ اس کا دودھ دوہ لینے کے بعد اس (دینے والے کو) واپس کردے۔

شرح

عرب میں یہ معمول تھا کہ جسے اللہ تعالیٰ توفیق دیتا تھا وہ اپنی دودھ دینے والی بکری یا اونٹنی کسی ضرورت مند و محتاج کو عاریۃ دے دیتا تھا۔ جس کے ذریعے وہ ضرورت مند اپنی حاجت ضرورت پوری کرنے کے بعد اسے اس کے مالک کو واپس کر دیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرز عمل کی تعریف فرمائی ہے کہ یہ عمل بہترین صدقہ ہے۔

صدقہ کرنے کے سبب جہنم سے بچنے کا بیان

(139) اَلثَّالِثُ وَالْعِشْرُوْنَ : عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُمَا عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَیْسَ بَیْنَهُ وَبَیْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَیَنْظُرُ اَیْمَنَ مِنْهُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَیَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَیَنْظُرُ بَیْنَ یَدَیْهِ فَلَا یَرٰی اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ"۔

✧✧ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جہنم سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہو۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا پروردگار کلام کرے گا۔ اس شخص اور پروردگار کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے اپنے وہ اعمال نظر آئیں گے جو اس نے آگے بھیجے ہیں اور جب وہ اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو اسے اپنے وہ اعمال نظر آئیں گے جو اس نے آگے بھیجے ہیں۔ جب وہ اپنے آگے دیکھے گا تو اسے جہنم نظر آئے گی جو اس کے بالکل مدمقابل ہوگی تو تم جہنم سے بچو خواہ کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے ہو۔ جس شخص کو یہ بھی نہ ملے تو وہ اچھی بات کے ذریعے (اس سے بچنے کی کوشش کرے)۔

کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کا بیان

(140) اَلرَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ : عن اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ، فَیَحْمَدَهُ عَلَیْهَا، اَوْ یَشْرَبَ الشَّرْبَةَ، فَیَحْمَدَهُ عَلَیْهَا"

139-متفق علیہ-اخرجہ البخاری و مسلم' وخرجہ احمد عن عائشۃ والنسائی وابن عدی والبزار عن نعمان بن بشیر وابی ہریرۃ والطبرانی فی معجمہ الکبیر عن ابن عباس و ابی امامۃ

140-(مسلم' احمد' ترمذی' نسائی' جامع صغیر) ...... مسلم (2743) والترمذی (1816)

Marfat.com

رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَ"الْاَكْلَةُ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ : وَهِيَ الْغَدْوَةُ اَوِ الْعَشْوَةُ .

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جاتا ہے جو کچھ کھانے کے بعد اس کی حمد بیان کرتا ہے یا کچھ پینے کے بعد اس کی حمد بیان کرتا ہے۔

اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ "الاکلہ" اس سے مراد صبح یا شام (کا کھانا) ہے۔

شرح

ایک بار سیر ہو کر کھانا۔ "ویسے یہ لفظ الف کے پیش کے ساتھ بھی منقول ہے جس کے معنی لقمہ کے ہیں۔ حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص کھانا کھا کر فارغ ہو جاتا ہے یا کوئی چیز پیتا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے اور اس کی حمد وثنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل سے بہت خوش ہوتا ہے۔

ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہونے کا بیان

(141) اَلْخَامِسُ وَالْعِشْرُوْنَ : عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :"عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَجِدْ؟ قَالَ: "يَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِن لَّمْ يَسْتَطِعْ؟ قَالَ: "يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ، قَالَ: "يَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِ الْخَيْرِ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: "يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ، فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر کوئی شخص نہ پائے تو آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے کام کرے اس سے خود کو نفع بھی پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ انہوں نے عرض کی: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کسی ضرورت مند شخص کی مدد کرے۔ انہوں نے عرض کیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نیکی یعنی بھلائی کا حکم دے پھر انہوں نے کہا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کرے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پھر اپنے شر سے لوگوں کو بچائے رکھے یہ بھی صدقہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

معمولی چیزوں کے دینے سے انکار مناسب نہ ہونے کا بیان

حضرت بہیسہ رضی اللہ عنہا اپنے والد مکرم سے نقل کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ انہوں نے (یعنی ان کے والد نے) عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ کونسی چیز ہے جس سے منع کرنا اور اس کے دینے سے انکار کرنا حلال نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانی" انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اور کون سی چیز ہے جس کو دینے سے انکار کرنا حلال نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمک۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ کونسی چیز ہے جس سے منع کرنا حلال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلائی کرنا جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 414)

141- اخرجه البخاری (1445) وفی الادب المفرد (225) ومسلم (1008) والنسائی (2537)

Marfat.com

"پانی" کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری زمین میں کنواں و تالاب ہے یا تمہارے گھر میں نل وغیرہ ہے اس سے کوئی شخص پانی لیتا ہے تو اسے پانی لینے روکنا مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تم میں سے کوئی شخص پانی مانگتا ہے اور تمہارے پاس تمہاری ضرورت سے زائد پانی موجود ہے تو اسے دینے سے انکار نہ کرو، اسی طرح نمک دینے سے انکار نہ کرو، کیونکہ لوگوں کو نمک کی بہت زیادہ احتیاج و ضرورت رہتی ہے اور لوگ اسے لیتے دیتے ہی رہتے ہیں۔ پھر یہ کہ نمک جیسی چیز سے انکار کرنا ویسے بھی کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ انتہائی عام اور سستی چیز ہے جس کی کوئی وقعت وقدر نہیں ہوتی۔ حدیث کا آخری جملہ تمام بھلائیوں اور نیکیوں پر حاوی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے جو کچھ بھی ہو سکے دیتے رہو اور جو نیکی و بھلائی کر سکو کرو، نیکی و بھلائی کے کاموں سے نہ تو اپنے آپ کو باز رکھنا درست ہے اور نہ دوسروں کو نیکی و بھلائی سے روکنا حلال ہے، گویا حدیث میں پہلے چند بھلائیوں کو بطور خاص ذکر کرنے کے بعد یہ جملہ ارشاد فرمانا "تعیم بعد تخصیص" ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ لا یحل مفہوم کے اعتبار سے لاینبغی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اس طرح حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان چیزوں سے منع کرنا اور ان کے دینے سے انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔

بَابٌ فِی الْاِقْتِصَادِ فِی الْعِبَادَةِ

باب 14: عبادت میں میانہ روی اختیار کرنا

عبادات میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان

جس طرح دنیاوی امور میں افراط و تفریط یعنی حد سے زیادہ زیادتی اور حد سے زیادہ کمی غیر نفع بخش ہے اسی طرح دینی امور یعنی اعمال نفل میں بھی افراط و تفریط مطلوب نہیں ہے بلکہ اس راستے پر بھی میانہ راوی اور ان میں اعتدال اختیار کرنا ضروری ہے۔

رحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث، 1217)

فرماتے ہیں کہ اہل تصوف و طریقت اسی حدیث کے پیش نظر اوراد و وظائف کو ترک کرنا ایسا ہی برا جانتے ہیں جیسا کہ فرائض کے ترک کو، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ ترک اولیٰ ہے یعنی فرائض کے ترک اور اوراد و وظائف کے ترک میں فرق ہے، فرائض کا ترک گناہ کبیرہ ہے جبکہ اوراد و ظائف کا ترک اولیٰ کا ترک کرنا ہے اور ظاہر کہ اولیٰ کا ترک کرنا فرائض کے ترک کرنے کے درجے میں نہیں آ سکتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب بندے نے طاعت بغیر ضرورت کے ترک کی تو گویا اس نے مولیٰ کی عبادت سے اعراض کیا لہٰذا وہ عتاب کا مستحق ہوا، بخلاف مداومت کرنے والے کے کہ وہ اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ پروردگار کا محبوب ہو۔ وَاِنْ قَلَّ (اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو) کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا عمل اگر اس پر مداومت و مواظبت اختیار کی جائے تو وہ زیادہ عمل سے جب کہ اس کے آداب و شرائط کی رعایت نہ ہوتی ہو اور ہمیشہ نہ کیا جاتا ہو، بہتر ہے۔

عبادات میں مشقت نہ ہونے کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿ طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴾ (طه: 1)

Marfat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''طٰہٰ! ہم نے قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا تا کہ تم مشقت کا شکار ہو جاؤ''۔
شقاء سے مشتق ہے جس کے معنی تعب اور مشقت و تکلیف کے ہیں۔ نزول قرآن کی ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تمام رات عبادت کے لئے کھڑے رہتے اور نماز تہجد میں تلاوت قرآن میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین مبارک پر ورم آ گیا اور دن بھر اس کی فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح کفار کو ہدایت ہو وہ قرآن کی دعوت کو قبول کرلیں۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں قسم کی مشقت سے بچانے کے لئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت اور تکلیف میں پڑ جائیں، تمام رات جاگنے اور تلاوت قرآن میں مشغول رہنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ بن گیا کہ شروع رات میں آرام فرماتے تھے اور آخر شب میں بیدار ہو کر تہجد ادا فرماتے تھے۔
اسی طرح اس آیت میں اس کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ آپ کا فرض صرف تبلیغ و دعوت کا ہے جب آپ نے یہ کام کرلیا تو پھر اس کی فکر آپ کے ذمہ نہیں کہ کون ایمان لایا اور کس نے دعوت کو قبول نہیں کیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طہ، بیروت)

دین میں آسانی ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ (البقرة : 185)
ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے وہ تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا''۔
اسی طرح حدیث مبارکہ ہے۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جو باطل سے پاک ہو اور آسان ہو۔
(بخاری، ج ۱ ص ۱۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم (خود کو) ان اعمال کا مکلف کرو جن کی تم میں طاقت ہو۔ (مسلم، ج ۱ ص ۴۳۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے (وضو کرتے) وقت مسواک کا حکم دیتا (جامع ترمذی، ج ۱ ص ۵، فاروقی کتب خانہ ملتان)
فقہاء کرام فرماتے ہیں اس قاعدہ سے شرعی سہولتیں، رخصتیں اور تخفیفات ثابت ہوتی ہیں ا۔ **شرعی رخصتوں کے اسباب:**
ا۔ سفر: اس عذر شرعی کا ثبوت اس آیت مبارکہ سے ہے۔
ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرلو۔ (النساء، ۱۰۱)
اسی طرح یہ حدیث مقدسہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکہ کی طرف گئے آپ دو، دو، رکعت نماز پڑھتے رہے حتی کہ واپس آگئے میں نے پوچھا مکہ میں کتنے دن قیام کیا کہا دس دن۔

سفر کی اقسام کا بیان

سفر کی دو اقسام ہیں۔ ا۔ سفر طویل ۲۔ سفر قلیل

۱۔سفر طویل:

وہ سفر جو تین راتوں اور تین دنوں پر مشتمل ہو یعنی جدید تحقیق کے مطابق 98.00 کلومیٹر ہو۔جس کے اختیار کرنے والے کو شرعی طور پر مسافر کہتے ہیں اسے شریعت کی طرف سے رخصت ہے کہ وہ چار رکعت والی فرض نماز میں صرف دو رکعتیں ادا کرے۔

۲۔سفر قلیل:

عام طور پر جو شخص شرعی سفر کی حد کو نہ پہنچے بلکہ اس سے تھوڑا سفر ہو۔جس طرح تیمّم کے جائز ہونے کا حکم دیا جاتا ہے تو یہ شرعی رخصت ہے کہ وہ اگر ایک میل یا اس سے زائد فاصلے تک بھی پانی نہ پا سکے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

۲۔مرض:

اس عذر شرعی کا ثبوت یہ حکم ہے۔

من كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر .(البقره ،۱۸۵)

جو بیمار ہو یا سفر پر ہو، پس وہ دوسرے دنوں میں (روزوں کی) مدت پوری کرے۔

اگر کسی شخص کو جان لیوا بیماری ہو یا وہ شرعی طور پر مسافر ہو تو اسے اجازت ہے کہ وہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے بلکہ بعد میں تندرستی یا ایام اقامت میں ان روزوں کی قضاء کر لے۔اسی طرح جب کسی شخص کو جان یا جسم کے عضو کے زائل ہونے کا خوف ہو تو وہ شخص تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

اسی طرح عذر قوی کے ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارہ کے ساتھ نماز ادا کرنا یہ شرعی اعذار میں سے ہے،جن کی وجہ سے رخصت کا حکم ثابت ہے۔

اسی طرح ماہر ڈاکٹر یا حکیم کو پردہ کے مقامات کو دیکھنے کی اجازت ہے کیونکہ مرض سبب ہے جسکی وجہ رخصت ہے بشرطیکہ سبب متحقق ہو۔

۳۔اکراہ:

اگر کسی کے ساتھ زبردستی کی جائے تو اس صورت میں بھی شرعی سہولتیں موجود ہیں۔

صاحب قدوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔مجبوری کا حکم اس وقت ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی کو دھمکی دے اور وہ اس کے واقع کرنے پر بھی قادر ہو،وہ بادشاہ ہو یا وہ چور ہو۔(المختصر القدوری،ص ۲۲۳ مکتبہ حقانیہ ملتان)

عبادت میں دوام اور میانہ روی اختیار کرنے کا بیان

(142) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَاَةٌ، قَالَ: "مَنْ هٰذِهِ؟" قَالَتْ: هٰذِهِ فُلَانَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا ۔ قَالَ: "مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُوْنَ، فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ

حَتّٰى تَمَلُّوْا" وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ"مَهْ" : كَلِمَةُ نَهْيٍ وَزَجْرٍ . وَمَعْنَى "لَا يَمَلُّ اللّٰهُ" : لَا يَقْطَعُ ثَوَابَهُ عَنْكُمْ وَجَزَاءَ اَعْمَالِكُمْ وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِّ حَتّٰى تَمَلُّوْا فَتَتْرُكُوْا، فَيَنْبَغِيْ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مَا تُطِيْقُوْنَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُوْمَ ثَوَابُهُ لَكُمْ وَفَضْلُهُ عَلَيْكُمْ .

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے' اس وقت ان کے پاس ایک خاتون موجود تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یہ فلاں خاتون ہیں اور ساتھ ان کی نماز (بکثرت) پڑھنے کا بھی تذکرہ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھیان رکھو تم اپنی طاقت کے مطابق عبادت کیا کرو، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کا فضل تم سے منقطع نہیں ہوتا جب تک تم خود اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جاؤ اور اسکی بارگاہ میں سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جسے کرنے والا باقاعدگی کے ساتھ کرتا رہے۔ (متفق علیہ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' لفظ "مہ" کا مطلب کسی چیز سے روکنا ہے اور یہ زجر اور نہی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اسی طرح لفظ "لایمل اللہ" اس کا مطلب یہ ہے' اسکا ثواب تم سے منقطع نہیں ہوتا اور تمہارے اعمال کی جزاء منقطع نہیں ہوتی اور وہ تمہارے ساتھ اکتاہٹ کرنے والا معاملہ نہیں کرتا یہاں تک کہ تم خود اکتاہٹ کا شکار ہو کر عمل کو خود ترک کر دیتے ہو اس لئے تمہیں چاہئے کہ تم وہ عمل اختیار کرو جسے تم باقاعدگی سے کر سکو تا کہ اس کا ثواب باقاعدگی کیساتھ تم کو ملتا رہے اور اسکا فضل بھی باقاعدگی کیساتھ تمہارے ساتھ رہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اپنے لئے اتنی زیادہ عبادت ضروری قرار نہ دے دو جسے تم ہمیشہ نباہنے کی طاقت نہ رکھتے ہو بلکہ اسی قدر عبادت کرو کہ جتنی تم ہمیشہ پابندی کے ساتھ کر سکو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے میں تنگی نہیں کرتا یعنی ثواب دینا ترک نہیں کرتا یہاں تک کہ تم خود عبادت کی زیادتی سے پریشان ہو کر سرے سے عبادت ہی نہ چھوڑ دو۔ حاصل یہ کہ اللہ جل شانہ عبادت کرنے والے کو ثواب دیئے جاتا ہے ہاں اگر کوئی آدمی زیادتی کے سبب تھک کر عبادت چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ثواب دینا بھی چھوڑ دیتا ہے لہٰذا عبادت کے معاملے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنا چاہیے تا کہ ہمیشہ عبادت جاری رہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے ثواب کا سلسلہ بھی قائم رہے

نکاح کے سنت ہونے کا بیان

(143) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا وَقَالُوْا : اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ . قَالَ اَحَدُهُمْ : اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّى اللَّيْلَ

143- اخرجه البخاری (5063) ومسلم (1401) واحمد (4/13534) وابن حبان (14) والبیهقی (77/7)

Marfat.com

اَبَدًا ۔ وَقَالَ الْآخَرُ : وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ اَبَدًا وَّلَا اُفْطِرُ ۔ وَقَالَ الْآخَرُ : وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا ۔ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: "اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ، وَاَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ، وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ، وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ، فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' تین آدمی حضور اکرم کی ازواج رضی اللہ عنہن کے گھروں کے باہر آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں دریافت کیا، جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اسے کم سمجھا۔ انہوں نے کہا ہمارا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کیا مقابلہ ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئندہ اور گزشتہ ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نوافل پڑھتا رہوں گا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن بھر روزہ رکھتا رہوں گا اور کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے بالکل لاتعلق ہو جاؤں گا اور کبھی بھی شادی نہیں کروں گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ تم لوگوں نے اس طرح کہا ہے۔ اللہ کی قسم! میں تم سب کے مقابلے میں اللہ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اسکی بارگاہ میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، نوافل پڑھتا بھی ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور میں نے خواتین کیساتھ شادی بھی کی ہوئی ہے اور جو شخص میری سنت سے منہ موڑے گا اسکا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

دین میں شدت پسندی اختیار کرنے والوں کیلئے ہلاکت کا بیان

(144) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثًا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ" : اَلْمُتَعَمِّقُوْنَ الْمُتَشَدِّدُوْنَ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِيْدِ ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بال کی کھال اتارنے والے ہلاکت کا شکار ہو جائیں، یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ" : کا مطلب ان معاملات میں تشددانہ رویہ اختیار کرنا ہے جہاں شدت پسندی کی ضرورت نہ ہو۔

دین کے آسان ہونے کا بیان

(145) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

144- اخرجه مسلم (2670) و ابو داؤد (4608)

145- اخرجه البخاري (39) والنسائي (5049) وابن حبان (351) والبيهقي (18/3)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّـهُ : "سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا، وَشَیْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ، اَلْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا" . قَوْلُهُ : "اَلدِّیْنُ" : هُوَ مَرْفُوْعٌ عَلٰی مَا لَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهُ . وَرُوِیَ مَنْصُوْبًا وَّرُوِیَ "لَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ" . وَقَوْلُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِلَّا غَلَبَهُ" : اَیْ غَلَبَهُ الدِّیْنُ وَعَجَزَ ذٰلِكَ الْمُشَادُّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّیْنِ لِكَثْرَةِ طُرُقِهِ . وَ"الْغَدْوَةُ" : سَیْرُ اَوَّلِ النَّهَارِ . وَ"الرَّوْحَةُ" : اٰخِرُ النَّهَارِ . وَ"الدُّلْجَةُ" : اٰخِرُ اللَّیْلِ .

وَهٰذَا اِسْتِعَارَةٌ وَّتَمْثِیْلٌ، وَّمَعْنَاهُ : اسْتَعِیْنُوْا عَلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ - عَزَّوَجَلَّ - بِالْاَعْمَالِ فِیْ وَقْتِ نَشَاطِكُمْ وَفَرَاغِ قُلُوْبِكُمْ بِحَیْثُ تَسْتَلِذُّوْنَ الْعِبَادَةَ وَلَا تَسَامُوْنَ وَتَبْلُغُوْنَ مَقْصُوْدَكُمْ، كَمَا اَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَاذِقَ یَسِیْرُ فِیْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ وَیَسْتَرِیْحُ هُوَ وَدَابَّتُهُ فِیْ غَیْرِهَا فَیَصِلُ الْمَقْصُوْدَ بِغَیْرِ تَعَبٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' دین آسانی کا نام ہے اور جو شخص دین کے بارے میں سختی کرنے کی کوشش کرے گا، خدا کی قسم! یہ دین اس پر غالب آجائے گا تم سیدھے رہو اور میانہ روی اختیار کرو۔ خوشخبری دو! صبح وشام اور رات کے کچھ حصے میں نوافل کے ذریعے (اللہ تعالیٰ کی) مدد حاصل کرو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: میانہ روی اختیار کرو، افراط وتفریط سے پرہیز کرو صبح وشام اور رات کے کچھ حصے میں ارادہ کرو تم مقصد تک پہنچ جاؤ گے۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ دین پر پیش پڑھ لی جائے تو اس طرح سے لفظ نائب فاعل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ایک روایت کے مطابق اس پر زبر بھی پڑھی گئی ہے۔ اس حدیث کے الفاظ "لن یشاد الدین احد" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "الاغلبہ" دین اسکے مقابلے میں غالب آجائے گا اور جو شخص دین کے معاملے میں سختی کرے گا کیونکہ اس کے طرق مختلف ہیں لفظ "غدوۃ" کا مطلب یہ ہے: دن کے وقت سفر کرنا اور لفظ "روحۃ" کا مطلب رات کے کسی حصے میں سفر کرنا، "دلجہ" کا مطلب رات کا آخری حصہ ہے یہ استعارہ اور تمثیل ہے یعنی فرمانبرداری کے ذریعے مدد حاصل کرو، اس وقت میں عمل کرکے جو شام کا وقت ہوتا ہے، ذہن کے فارغ ہونے کا وقت ہوتا ہے تاکہ تم عبادت کے ذریعے لذت حاصل کرو تم اس بارے میں غفلت نہ کرو، تم اپنے مقصد تک جلد پہنچ جاؤ گے جیسے سمجھدار مسافر ان اوقات میں سفر کرتا ہے۔ وہ اور اس کی سواری دوسرے اوقات میں آرام کرلیتے ہیں یوں وہ کسی پریشانی کے بغیر اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے باقی اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

شرح

اس حدیث میں صفائی کے ساتھ اعلان کیا جارہا ہے کہ دین بہت آسان ہے انسانی مزاج وفطرت کے عین مطابق ہے اور انسان کی ذہنی، فکری، عملی قوتیں بڑے سکون کے ساتھ اس کی ہمنوا بن سکتی ہے۔ ہاں اس کا تو کوئی علاج نہیں کہ کوئی آدمی اپنی طرف سے بے جا پابندیاں عائد کرکے اعمال کی زیادتی کرے اور دین شریعت میں اپنی طرف سے باتیں بڑھا کر خود ہی اپنے اوپر مشکلات وتنگیوں کو مسلط کرے۔

Marfat.com

چنانچہ یہاں صراحت کے ساتھ حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ دین کے احکام بہت آسان مقرر کئے ہیں اس لئے رہبانیت کے طور پر ان احکام کو اپنے لئے سخت وہیبت ناک نہ بناؤ۔ "دین اس پر غالب آجاتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اپنے نفس پر غیر واجب باتیں واجب کر لیتا ہے اور مشکل طریقوں سے عبادت کی مشغولیت اختیار کر لیتا ہے تو دین اس پر غالب آجاتا ہے یعنی وہ بعد میں دین کے حق کی ادائیگی سے عاجز ہوجاتا ہے اس طرح وہ مغلوب اور دین غالب ہوجاتا ہے۔ قَارِبُوا کا مطلب یہ ہے کہ سہولت اور آسانیوں کے ساتھ دینی امور کے قریب ہو جاؤ اور اپنے اوپر بے جا پابندیوں کو عائد کر کے اور سختی و مشکلات میں اپنے آپ کو مبتلا کر کے دین سے بعد اختیار نہ کرو۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ قَارِبُوا دراصل سَدِّدُوا (یعنی میانہ روی اختیار کرو) کی تاکید ہے لہٰذا جو معنی سَدِّدُوا کے ہیں وہی معنی قَارِبُوا کے ہیں بعض حضرات نے اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ اللہ جل شانہم کا قرب ڈھونڈو۔" بہرحال حدیث کا اصل یہ ہے کہ بہت زیادہ عبادت نہ کرو کہ ہر وقت اپنے آپ کو عبادت کی محنت ومشقت ہی میں مبتلا رکھو بلکہ ان تین اوقات میں عبادت کر لینے ہی کو غنیمت جانو یعنی دن کے ابتدائی حصے میں، دن کے آخری حصے میں اور رات کے آخری حصے میں، یہ تہجد کی نماز کی طرف اشارہ ہے۔

نیند وتھکاوٹ دور کر کے نماز پڑھنے کا بیان

(146) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: "مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟" قَالُوْا: هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ، فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُلُّوْهُ، لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے وہاں دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ رسی کس لیے ہے، لوگوں نے بتایا: یہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے جب وہ تھک جاتی ہیں تو وہ اسکے ساتھ لٹک جاتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کھول دو ہر شخص اپنی خوشی کیساتھ نماز ادا کرے اور جب وہ تھک جائے تو سو جائے۔

شرح

مطلب یہ کہ نیند کے غلبے اور اونگھنے کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ایسے وقت پر نہ تو دل ودماغ حاضر رہتے ہیں اور نہ زبان ہی قابو میں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں انسان کہنا کچھ چاہتا ہے مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے اس پر نیند کا غلبہ ہے اور وہ اونگھ رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے دل ودماغ اور زبان پر غفلت وسستی کا قبضہ ہے اب وہ اس حالت میں کہنا چاہتا ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ۔۔۔ 'اے اللہ میری مغفرت فرما۔" مگر نیند کی غفلت اس کی زبان یہ الفاظ ادا کر رہی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اعْفِرْلِی "اے اللہ مجھے خاک آلود کردے۔" دیکھا آپ نے؟ نیند کی غفلت سے صرف ایک نقطے کے فرق نے کیا

146- اخرجه احمد (4/11986) والبخاری (1150) ومسلم (784) وابو داؤد (1312) والنسائی (1642) وابن ماجه (1371) وابن حبان (2492) وابو عوانة (298/297/2) وابن خزیمه (1180)

Marfat.com

گل کھلا دیا" کہاں تو اپنی مغفرت اور آخرت میں اپنی عزت و کامیابی کی دعا مانگنا چاہتا تھا اور کہاں اپنے نفس کے لئے بد دعا کے الفاظ نکال کر ذلت وخواری کا سامان کر بیٹھا، اسی لئے منع کیا جا رہا ہے کہ جب نیند کا غلبہ ہو اور اونگھ کا تسلط ہو تو ایسے وقت میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

بیداری کی حالت میں نماز پڑھنے کا بیان

(147) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب کسی شخص کو اونگھ آجائے اور وہ نفل نماز ادا کر رہا ہو تو وہ سو جائے یہاں تک کہ اسکی نیند ختم ہو جائے کیونکہ جب کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو اور اسے اونگھ آجائے تو اسے پتہ نہیں چلے گا کہ وہ کیا کر رہا ہے، اپنی طرف سے وہ مغفرت کی دعا کر رہا ہو گا لیکن وہ خود کو برا کہہ رہا ہو گا۔

شرح

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آخرت کی راہ سعادت اور بھلائی اختیار کرنے والے کو چاہیے کہ عبادت میں اپنی بساط اور طاقت کے مطابق کوشش کرے طاعت کے معاملے میں میانہ روی اختیار کرے اور تنگ دلی وانقباض کے ساتھ عبادت کرنے سے احتراز کرے۔ عبادت اسی وقت تک کرے جب تک کہ بشاشت قلبی اور سکون واطمینان حاصل رہے۔ جب طبیعت ست ہو جائے تو عبادت ترک کر دے، اگر کوئی آدمی عبادت کرتے کرتے تھک جائے اور ست ہو جائے، نیز عبادت چھوڑ کر اس خیال سے کسی امر مباح میں مشغول ہو مثلاً سو جائے یا گفتگو وغیرہ میں لگ جائے تا کہ آئندہ عبادت کے لئے مزید بشاشت وخوشی اور اطمینان و سکون حاصل ہو سکے تو اس کی یہ مشغولیت عبادت وطاعت ہی میں شمار کی جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ "عالم کی نیند (بھی) عبادت ہے" کسالت وملالت اور طبیعت کی تنگی کے وقت نفل اعمال کو ترک کر دینے کے سلسلے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، چنانچہ ایسے موقعہ پر جبکہ طبیعت میں اضمحلال اور ستی پیدا ہو جائے نفل اعمال کو ترک کر دینے کی اجازت اس لئے دی گئی ہے کہ عمل کا نفس پر گراں ہونا آخر کار عمل کے بالکل چھوٹ جانے یا اس میں نقصان واقع ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ لیکن اتنی بات سمجھ لیجئے کہ نفس کو بہت زیادہ عبادت کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے تا کہ طبیعت عبادت کی مشقت وریاضت کی خوگر ہو جائے، کاہل طبیعت، آرام طلب اور ست مزاج لوگوں کی طرح ہو جانا چاہیے جو کہ مختصر سی عبادت اور تھوڑے سے عمل میں بھی تھک جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عبادت اور ریاضت ومجاہدہ کو ادھورا چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں لیکن بہت زیادہ عبادت کرنے کی اگر عادت پڑ جاتی ہے تو

147- اخرجہ مالک فی مؤطہ (259) واحمد (10/25719) والبخاری (212) ومسلم (786) وابو داؤد (1310) والترمذی (355) والنسائی (162) وابن ماجہ (1370) وعبد الرزاق (4222) والدارمی (1/321) والحمیدی (185) وابن حبان (2583) وابو عوانۃ (2/297) والبیہقی (3/16)

Marfat.com

زیادہ سے زیادہ عبادت طبیعت پر گراں نہیں ہوتی، چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو پہلے دو رکعت نماز پڑھنی اور قرآن کے ایک پارے کی تلاوت بھی گراں گذرتی تھی اور اس کی وجہ سے ان کی طبیعت میں سستی واضمحلال پیدا ہو جاتا تھا انہوں نے ہی جب زیادہ عبادات اور ریاضت ومجاہدہ کی عادت پیدا کر لی اور اپنے نفس اور اپنی طبیعت کو راہ الٰہی کی سعادتوں کے حصول کی خاطر مشقت ومحنت کا عادی بنالیا تو انہیں سو رکعت نماز پڑھنی اور قرآن کے دس پاروں کی تلاوت بھی آسان معلوم ہونے لگی۔

مختصر اور درمیانہ خطبہ پڑھنے کا بیان

(148) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدَ اللّٰہ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ، فَكَانَتْ صَلَاتُهٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهٗ قَصْدًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهٗ: "قَصْدًا": اَیْ بَیْنَ الطُّوْلِ وَالْقِصَرِ.

✧✧ حضرت ابوعبداللہ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں ادا کیا کرتا تھا آپ کی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قصد" وہ لمبے اور چھوٹے کا درمیانہ ہوتا تھا۔

شرح

حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "لمبی نماز اور مختصر خطبہ پڑھنا آدمی کی دانائی کی علامت ہے۔ لہٰذا تم نماز کو طویل اور خطبہ کو مختصر کرو کیونکہ بعض بیان سحر (کی تاثیر لئے ہوئے ہوتا) ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث، 1377)

حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا خیال رکھنے کا بیان

(149) وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ، قَالَ: اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ: مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ: اَخُوكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا، فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا، فَقَالَ لَهٗ: كُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ، قَالَ: مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰی تَاْكُلَ فَاَكَلَ. فَلَمَّا كَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ: نَمْ، فنام، ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ: نَمْ. فَلَمَّا كَانَ من اٰخِرِ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْاٰنَ، فَصَلَّیَا جَمِیْعًا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ: اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَّاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَّلِاَهْلِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، فَاَعْطِ كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ، فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "صَدَقَ سَلْمَانُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

148- اخرجه مسلم (866)

149- اخرجه البخاری (1968) والترمذی (2421) وابن حبان (320) والبیهقی (4/286)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے گئے، انہوں نے سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کو عام کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے، انہوں نے جواب دیا: آپ کے بھائی ابو درداء کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا رکھا اور کہا کہ آپ کھائیں میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک آپ نہیں کھاؤ گے۔ تو حضرت ابو درداء نے بھی کھا لیا، جب رات ہوئی تو حضرت ابو درداء نماز پڑھنے لگے تو حضرت سلمان نے ان سے کہا کہ سو جائیں حضرت ابو درداء سو گئے پھر وہ اٹھے اور نوافل پڑھنے لگے تو حضرت سلمان نے کہا کہ ابھی سو جائیں جب رات کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب اٹھیں اور ان سے کہا' آپ پر آپ کے پروردگار کا بھی حق ہے آپکی ذات کا بھی آپ پر حق ہے، آپ کی بیوی پر بھی آپ کا حق ہے۔ آپ ہر حقدار کو اسکا حق دیں، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے ٹھیک کہا ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اپنے لئے اتنی زیادہ عبادت ضروری قرار نہ دے دو جسے تم ہمیشہ نباہنے کی طاقت نہ رکھتے ہو بلکہ اسی قدر عبادت کرو کہ جتنی تم ہمیشہ پابندی کے ساتھ کر سکو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے میں تنگی نہیں کرتا یعنی ثواب دینا ترک نہیں کرتا یہاں تک کہ تم خود عبادت کی زیادتی سے پریشان ہو کر سرے سے عبادت ہی نہ چھوڑ دو۔ حاصل یہ کہ اللہ جل شانہ عبادت کرنے والے کو ثواب دیئے جاتا ہے ہاں اگر کوئی آدمی زیادتی کے سبب تھک کر عبادت چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ثواب دینا بھی چھوڑ دیتا ہے لہٰذا عبادت کے معاملے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ ہمیشہ عبادت جاری رہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے ثواب کا سلسلہ بھی قائم رہے

کثرت عبادات کا بیان

(150) وَعَنْ اَبِی مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ، وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ذٰلِكَ؟" فَقُلْتُ لَهٗ: قَدْ قُلْتُهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: "فَاِنَّكَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ، فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّهْرِ" قُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: "فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمَیْنِ" قُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ

150- اخرجه احمد (6501-6897/2) والبخاری (1131) ومسلم (1159) وابو داؤد (4327) وعبد الرزاق (7862) والطیالسی (2255) والترمذی (770) والنسائی (209/4) وابن حبان (352) والبیهقی (16/3) وغیرهم من ائمة الحدیث الشریف

Marfat.com

مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: "فَصُمْ يَوْمًا وَّافْطِرْ يَوْمًا فَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ اَعْدَلُ الصِّيَامِ".

وَفِىْ رِوَايَةٍ: "هُوَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ" فَقُلْتُ: فَاِنِّىْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ"، وَلَاَنْ اَكُوْنَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْاَيَّامِ الَّتِىْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَىَّ مِنْ اَهْلِىْ وَمَالِىْ.

وَفِىْ رِوَايَةٍ: "اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟" قُلْتُ: بَلٰى، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "فَلَا تَفْعَلْ: صُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ؛ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَّاِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَّاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَّاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَّاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ فِىْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، فَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ اَمْثَالِهَا، فَاِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ" فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَىَّ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّىْ اَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: "صُمْ صِيَامَ نَبِىِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ" قُلْتُ: وَمَا كَانَ صِيَامُ دَاوٗدَ؟ قَالَ: "نِصْفُ الدَّهْرِ" فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَمَا كَبِرَ: يَا لَيْتَنِىْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَفِىْ رِوَايَةٍ: "اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ الدَّهْرَ، وَتَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كُلَّ لَيْلَةٍ؟" فَقُلْتُ: بَلٰى، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلَمْ اُرِدْ بِذٰلِكَ اِلَّا الْخَيْرَ، قَالَ: "فَصُمْ صَوْمَ نَبِىِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ، فَاِنَّهٗ كَانَ اَعْبَدَ النَّاسِ، وَاقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِىْ كُلِّ شَهْرٍ" قُلْتُ: يَا نَبِىَّ اللّٰهِ، اِنِّىْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: "فَاقْرَاْهُ فِىْ كُلِّ عِشْرِيْنَ" قُلْتُ: يَا نَبِىَّ اللّٰهِ، اِنِّىْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: "فَاقْرَاْهُ فِىْ كُلِّ عَشْرٍ" قُلْتُ: يَا نَبِىَّ اللّٰهِ، اِنِّىْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: "فَاقْرَاْهُ فِىْ كُلِّ سَبْعٍ وَّلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ" فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَىَّ وَقَالَ لِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّكَ لَا تَدْرِىْ لَعَلَّكَ يَطُوْلُ بِكَ عُمُرٌ"، قَالَ: فَصِرْتُ اِلَى الَّذِىْ قَالَ لِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ اَنِّىْ كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ □ نَبِىِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَفِىْ رِوَايَةٍ: "وَاِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا".

وَفِىْ رِوَايَةٍ: "لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ" ثَلَاثًا.

وَفِىْ رِوَايَةٍ: "اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صِيَامُ دَاوٗدَ، وَاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صَلَاةُ دَاوٗدَ: كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ، وَيَنَامُ سُدُسَهٗ، وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَّلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى".

وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ: "اَنْكَحَنِىْ اَبِىْ امْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَّكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهٗ -- اَىْ: امْرَاَةَ وَلَدِهٖ - فَيَسْاَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا. فَتَقُوْلُ لَهٗ: نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَّجُلٍ لَمْ يَطَاْ لَنَا فِرَاشًا، وَّلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُّنْذُ اَتَيْنَاهُ. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اَلْقِنِىْ بِهٖ" فَلَقِيْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: "كَيْفَ تَصُوْمُ؟" قُلْتُ: كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: "وَكَيْفَ تَخْتِمُ؟" قُلْتُ: كُلَّ لَيْلَةٍ، وَّذَكَرَ نَحْوَ مَا سَبَقَ، وَكَانَ يَقْرَاُ عَلٰى بَعْضِ اَهْلِهِ السُّبُعَ الَّذِىْ يَقْرَؤُهٗ، يَعْرِضُهٗ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُوْنَ اَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّتَقَوّٰى اَفْطَرَ اَيَّامًا

وَاَحْصٰی وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ صَحِيْحَةٌ، مُّعْظَمُهَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ، وَقَلِيْلٌ مِّنْهَا فِيْ اَحَدِهِمَا.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا گیا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! میں ہمیشہ روزانہ روزہ رکھتا رہوں گا اور رات بھر نوافل پڑھتا رہوں گا جب تک زندہ رہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے یہ بات کہی ہے۔ میں نے عرض کی: میں نے یہ بات کہی ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا نہیں کرسکتے ایسا کرو تم (نفلی) روزہ رکھ لیا کرو اور چھوڑ بھی دیا کرو سو بھی جایا کرو اور نفل بھی پڑھ لیا کرو ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو ہر نیکی کا عوض دس گنا ہوتا ہے۔

یہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی مانند ہو جائے گا میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور دو دن چھوڑ دیا کرو، میں نے عرض کی: میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن نہ رکھا کرو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے اور یہ روزہ رکھنے کا سب سے مناسب طریقہ ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: یہ سب سے فضیلت والا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے، میں نے عرض کی: میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس سے زیادہ فضیلت اور کسی میں نہیں ہے۔ (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے روزہ رکھنے کے بارے میں جو ارشاد فرمایا تھا میں اسے قبول کر لیتا تو یہ میرے نزدیک میرے اہل خانہ اور مال سے زیادہ محبوب ہوتا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ تم روز روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نفل پڑھتے ہو تو میں نے عرض کی: جی ہاں، یارسول اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا نہ کرو روزہ رکھ بھی لیا کرو اور چھوڑ بھی دیا کرو سو بھی جایا کرو اور نفل بھی پڑھ لیا کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری روح کا بھی تم پر حق ہے تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ تم ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ہر نیکی دس گنا ہوتی ہے تو یوں یہ ہمیشہ روزہ رکھنے کے مترادف ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سختی سے کام لیا تو مجھ پر سختی کی گئی میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں زیادہ طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تم اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھو اس سے زیادہ نہ کرو میں نے عرض کی: حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ کیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نصف زمانہ (یعنی ایک دن کے وقفے کے بعد روزہ رکھنا)

جب حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ بوڑھے ہو گئے تو یہ کہا کرتے تھے' کاش میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت قبول کر لی ہوتی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) کیا مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے رہتے ہو اور رات بھر قرآن پڑھتے رہتے ہو میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ میں اس کے ذریعے صرف بھلائی کا ارادہ رکھتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزہ رکھنے کی طرح روزہ رکھو۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے فرد تھے اور ہر مہینے میں ایک بار قرآن پڑھ لیا کرو میں نے عرض کی: یارسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پھر بیس دن میں پڑھ لیا کرو میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو تم دس دن میں قرآن ختم کرلیا کرو میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پھر تم سات دن میں پڑھ لیا کرو لیکن (اس سے زیادہ جلدی ختم نہ کیا کرو) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تھا تم نہیں جانتے ہو سکتا ہے، تمہاری عمر لمبی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اب میں اس حال تک پہنچ چکا ہوں جس بارے میں نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا اب جب میں بوڑھا ہو چکا ہوں تو میری یہ خواہش ہے، میں نے اس وقت نبی اکرم ﷺ کی رخصت قبول کر لی ہوتی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: تمہاری اولاد کا تم پر حق ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جو شخص روزانہ روزہ رکھتا رہے درحقیقت اس نے روزہ نہیں رکھا یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب روزہ رکھنے کا طریقہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب نماز پڑھنے کا طریقہ حضرت داؤد علیہ السلام کا نماز پڑھنے کا طریقہ ہے وہ نصف رات سوئے رہتے تھے اور ایک تہائی رات میں نوافل ادا کیا کرتے تھے پھر رات کا چھٹا حصہ سو کر گزارتے تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھا کرتے تھے اور ایک روزہ نہیں رکھا کرتے تھے اور جب دشمن کے سامنے جاتے تھے تو فرار اختیار نہیں کرتے تھے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: میرے والد نے ایک صاحب حیثیت عورت کے ساتھ میری شادی کر دی وہ اپنی بہو کا بہت خیال رکھتے تھے (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ کِنَّۃ کا مطلب بیٹے کی بیوی ہے)

وہ اس خاتون سے اس کے شوہر کے متعلق دریافت کرنے لگے تو خاتون نے ان سے کہا وہ بہت اچھے آدمی ہیں انہوں نے کبھی میرے لئے بستر نہیں بچھایا اور جب سے میں ان کے پاس آئی ہوں انہوں نے میری ضرورت کی تفتیش نہیں کی جب یہ بات طویل ہوگئی (بار بار یہ شکایت آئی تو) میرے والد نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اسے مجھ سے ملواؤ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کس طرح روزہ رکھتے ہو؟ تو میں نے عرض کی: روزانہ آپ نے فرمایا تم قرآن کب ختم کرتے ہو میں نے عرض کی: روزانہ۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے وہ روایت نقل کی ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے رات

Marfat.com

کے وقت جو ساتواں حصہ پڑھنا ہوتا تھا وہ دن کے وقت اپنے گھر والوں کے سامنے پڑھتے تھے تاکہ رات کے وقت ان کے لئے پڑھنا آسان ہو جائے اور جب وہ طاقت حاصل کرنا چاہتے تھے تو کچھ دن روزہ رکھنا ترک کر دیتے تھے اور ان کی گنتی رکھتے تھے اور پھر اتنے ہی دن روزہ رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے' وہ اس عمل کو ترک کر دیں جس پر وہ نبی اکرم ﷺ سے علیحدہ ہوئے تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہ تمام روایات صحیح ہیں اور ان میں اکثریت صحیحین میں منقول ہے ان میں سے بہت کم ایسی ہیں جو دونوں میں سے کسی ایک میں منقول ہے۔

حضرت حنظلہ اور تقویٰ اختیار کرنے کا بیان

(151) وَعَنْ اَبِیْ رِبْعِیٍّ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاُسَیِّدِیِّ الْكَاتِبِ اَحَدِ كُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَقِيَنِیْ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: كَيْفَ اَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ؟! قُلْتُ: نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ كَاَنَّا رَاْیَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا، فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَمَا ذَاكَ؟" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْیَ الْعَيْنِ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ، اَنْ لَّوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِیْ، وَفِی الذِّكْرِ، لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِیْ طُرُقِكُمْ، لٰكِنْ يَّا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً" ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهٗ: "رِبْعِیٌّ" بِكَسْرِ الرَّاءِ. وَ"الْاُسَيِّدِیُّ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مُّشَدَّدَةٌ مَكْسُوْرَةٌ. وَقَوْلُهٗ: "عَافَسْنَا" هُوَ بِالْعَيْنِ وَالسِّيْنِ الْمُهْمَلَتَيْنِ اَیْ: عَالَجْنَا وَلَاعَبْنَا. وَ"الضَّيْعَاتُ": الْمَعَايِشُ.

✧✧ حضرت ابوربعی حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ، جو نبی اکرم ﷺ کے کاتبوں (سیکرٹریوں) میں سے تھے، بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو دریافت کیا: اے حنظلہ! تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: حنظلہ منافق ہوگیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: سبحان اللہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: جب ہم نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جہنم اور جنت کا تذکرہ کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے' وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور جب ہم آپ کی بارگاہ سے اٹھ کر آجاتے ہیں اور اپنے بیوی، بچوں اور زمینوں کے معاملات میں مشغول ہو جاتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت

151- اخرجه مسلم (2750) والترمذي (2452) وابن ماجه (4239)

ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ کی قسم! یہ صورتحال تو مجھے بھی درپیش ہوتی ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: وہ کیسے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب ہم آپ کی بارگاہ میں موجود ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جہنم اور جنت کا تذکرہ کرتے ہیں تو گویا وہ ہمارے سامنے موجود ہوتی ہے۔ اور جب ہم آپ کے پاس سے جا کر اپنی بیوی، بچوں اور زمینوں کے معاملات میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ تم میرے پاس ذکر کی جس کیفیت میں ہوتے ہو اگر ہمیشہ تمہاری یہی کیفیت رہے تو فرشتے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں میں آکر تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ! وقت، وقت (کی کیفیت مختلف ہوتی ہے) یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

"رِبْعِیٌّ": اس میں "ر" پر زیر ہے۔

"الْاُسَیِّدِی": اس میں ہمزہ پر پیش سین پر زبر اور اس کے بعد شد والی "ی" ہے۔

"عَافَسْنَا": اس میں عین ہے اور سین ہے یعنی ہم مشغول رہتے ہیں۔

"الضَّیْعَاتُ": یعنی روزمرہ کے معاملات۔

شرح

فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی صورت میں فرشتے علانیہ یعنی سب کے سامنے تم سے مصافحہ کرتے نظر آئیں اور تم ان کو مصافحہ کرتے دیکھو۔ علانیہ کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ ویسے تو فرشتے اہل ذکر سے خفیہ طور پر مصافحہ کرتے ہی ہیں کہ جس کو دنیاوی نظریں نہیں دیکھ پاتیں۔ بچھونوں پر اور راہوں میں، سے مراد ہے " حالت فراغت اور حالت مشغولیت" مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں چاہے تم کسی کام مشغول رہتے اور چاہے فارغ ہوتے یعنی ہر وقت اور ہمیشہ فرشتے تم سے مصافحہ کرتے رہتے۔ یہ ایک ساعت اور اور وہ ایک ساعت ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب کہ تم پر حالت حضور طاری ہوتی ہے کہ تم اپنے پروردگار کے حقوق ادا کر سکو اور ذکر و شغل میں مصروف رہ سکو اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ جب تم پر حالت غفلت کا غلبہ رہتا ہے تاکہ تم اپنے نفس اور اپنے متعلقین کے حقوق ادا کر سکو۔ لہٰذا اپنے اور اپنے متعلقین کے حقوق کی ادائیگی کے وقت ذکر و حضور سے غفلت نقصان دہ نہیں کہ اس صورت میں تم اپنے آپ کو منافق سمجھنے لگو۔ اس لئے اپنے دل سے یہ خوف نکال دو کہ تم خدانخواستہ منافق ہو گئے ہو۔

راوی حدیث حنظلہ بن ربیع کے احوال کا بیان

حنظلہ بن ربیع: ان کو الکاتب اور ابوربعی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ان کے دادا صیف التمیمی ہیں۔ ان کو حنظلہ کاتب اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین وحی میں شامل تھے۔ یہ اکثم بن صفی کے بھتیجے تھے۔ جنگ قادسیہ میں انہوں نے شرکت کی بعد میں کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۴۵ ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

Marfat.com

دھوپ میں کھڑے ہونے کی مشقت والی نذر کو پورا نہ کرنے کا بیان

(152) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقَالُوْا: أَبُوْ إِسْرَائِيْلَ نَذَرَ أَنْ يَقُوْمَ فِي الشَّمْسِ وَلَا يَقْعُدَ، وَلَا يَسْتَظِلَّ، وَلَا يَتَكَلَّمَ، وَيَصُوْمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مُرُوْهُ، فَلْيَتَكَلَّمْ، وَلْيَسْتَظِلَّ، وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ وہاں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت کیا لوگوں نے بتایا یہ ابواسرائیل ہے اس نے یہ نذر مانی ہے' وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور سائے میں نہیں آئے گا اور کوئی بات نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو بات چیت کرے اور سائے میں آجائے یا بیٹھ جائے اور اپنے روزے کو مکمل کرے۔

(اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔)

پیدل حج کرنے والے کیلئے جب مشقت ہو تو اباحت سواری:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لئے چل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے سوار ہونے کا حکم دیا کہ اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھ لو چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا جنھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ ننگے سر ننگے پاؤں پیدل حج کا سفر کریں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو یہ حکم کرو کہ وہ اپنا سر ڈھانپیں اور سوار ہوں اور تین روزے رکھ لیں۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے کی ممانعت شروع کی تو فرمایا نذر ماننے سے (تقدیر

152- اخرجه مالك (1029) واحمد (6/17540) والبخاري (6704) وابو داؤد (3300) وابن ماجه (2136) والدار قطني (161/4) وابن حبان (4385) وابن الجارود (938) والطبراني (11871) وعبد الرزاق (15817) والطحاوي في مشكل الآثار (44/3) والبيهقي (75/10)

Marfat.com

کی) کوئی چیز بدلی نہیں جاسکتی ہاں یہ فائدہ ضرور ہے کہ اس بہانے بخیل کا مال صرف ہوجاتا ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر کرے تو اس کو چاہئے کہ اطاعت کرے اور جو شخص گناہ کی نذر مانے تو وہ گناہ نہ کرے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں۔ کہ میں نے احمد بن شبویہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابن مبارک نے فرمایا اس حدیث میں یعنی ابوسلمہ والی حدیث میں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ابوسلمہ نے زہری سے نہیں سنا۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس حدیث کو ہمارے سامنے کردیا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے نزدیک اس حدیث کا خراب ہوجانا صحیح ہے؟ اور کہا کہ ابن ابی اویس کے علاوہ کسی اور نے بھی اسے روایت کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا۔ ہاں ایوب بن سلیمان بن بلال نے اسے روایت کیا ہے۔

بَابٌ فِی الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْاَعْمَالِ

باب 15: اعمال کی محافظت کا بیان

دلوں میں خوف پیدا کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ (الحدید : 16)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں اور جو حق اس نے نازل کیا ہے (اس سے بھی ڈر جائیں) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تو ان کی مدت لمبی ہوگئی اور ان کے دل سخت ہوگئے“۔

شرح

خشوع قلب سے مراد دل کا نرم ہونا اور وعظ ونصیحت کو قبول کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔ قرآن کے لئے خشوع یہ ہے کہ اس کے احکام اور امر و نواہی کی مکمل اطاعت کے لئے تیار ہوجائے۔

اور اس پر عمل کرنے میں کسی سستی اور کمزوری کو راہ نہ دے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مومنین کے قلوب میں عمل کے اعتبار سے کچھ سستی معلوم کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام اعمش نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد صحابہ کرام کو کچھ معاشی سہولتیں اور آرام ملا تو بعض حضرات میں عمل کی جدوجہد جوان کی عادت تھی اس میں کچھ کمی اور سستی پائی گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر روح المعانی، سورہ حدید بیروت)

Marfat.com

نرم دلی اور رحم دلی کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ (الحديد : 27)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ہم نے اسے انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے اس کی پیروی کی تو ان کے دلوں میں ہم نے نرمی اور رحم دلی رکھ دی اور جہاں تک رہبانیت کا تعلق ہے تو یہ انہوں نے خود ایجاد کی ہے ہم نے ان پر لازم نہیں کی تھی، انہوں نے صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے اسے ایجاد کیا تھا لیکن پھر انہوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا''۔

شرح

اصل الفاظ ہیں رافت اور رحمت۔ یہ دونوں لفظ قریب قریب ہم معنی ہیں مگر جب یہ ایک ساتھ بولے جاتے ہیں تو رافت سے مراد وہ رقیق القلبی ہوتی ہے جو کسی کو تکلیف و مصیبت میں دیکھ کر ایک شخص کے دل میں پیدا ہو۔ اور رحمت سے مراد وہ جذبہ ہوتا ہے جس کے تحت وہ اس کی مدد کی کوشش کرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ نہایت رقیق القلب اور خلق خدا کے لیے رحیم و شفیق تھے۔ اس لیے ان کی سیرت کا یہ اثر ان کے پیروؤں میں سرایت کر گیا کہ وہ اللہ کے بندوں پر ترس کھاتے تھے اور ہمدردی کے ساتھ ان کی خدمت کرتے تھے۔

عہد و پیمان کی حفاظت کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾ (النحل : 92)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جو پوری محنت کے ساتھ سوت کاتنے کے بعد اسے توڑ دیتی ہے''۔

مکہ مکرمہ میں ریطہ بنت عمرو ایک عورت تھی جس کی طبیعت میں بہت وہم تھا اور عقل میں فتور، وہ دوپہر تک محنت کر کے سُوت کاتا کرتی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت اس کاتے ہوئے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑواتی، یہی اس کا معمول تھا۔ معنی یہ ہیں کہ اپنے عہد کو توڑ کر اس عورت کی طرح بیوقوف نہ بنو۔

مجاہد کا قول ہے کہ لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ ایک قوم سے حلف کرتے اور جب دوسری قوم اس سے زیادہ تعداد یا مال یا قوت میں پاتے تو پہلوں سے جو حلف کئے تھے توڑ دیتے اور اب دوسرے سے حلف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو منع فرمایا اور عہد کے وفا کرنے کا حکم دیا۔

یقین و موت کے آجانے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر: 99)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہارے پاس یقین آجائے''۔

یقین سے مراد اس آخری آیت میں موت ہے اس کی دلیل سورہ مدثر کی وہ آیتیں ہیں جن میں بیان ہے کہ جہنمی اپنی برائیاں

Marfat.com

کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے مسکینوں کو کھانا کھلاتے نہیں تھے باتیں بنایا کرتے تھے اور قیامت کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ موت آ گئی یہاں بھی موت کی جگہ لفظ یقین ہے۔ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو انصار کی ایک عورت ام العلاء نے کہا کہ اے ابوالسائب اللہ کی تجھ پر رحمتیں ہوں بیشک اللہ تعالیٰ نے تیری تکریم وعزت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تجھے کیسے یقین ہو گیا کہ اللہ نے اس کا اکرام کیا انہوں نے جواب دیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں پھر کون ہو گا جس کا اکرام ہو؟ آپ نے فرمایا سنو! اسے موت آ چکی اور مجھے اس کیلئے بھلائی کی امید ہے اس حدیث میں بھی موت کی جگہ یقین کا لفظ ہے۔اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادات انسان پر فرض ہیں جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش حواس ثابت ہوں جیسی اس کی حالت ہو اسی کے مطابق نماز ادا کر لے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر، نہ ہو سکے تو بیٹھ کر، نہ ہو سکے تو کروٹ پر لیٹ کر۔بد مذہبوں نے اس سے اپنے مطلب کی ایک بات گھڑ لی ہے کہ جب تک انسان درجہ کمال تک نہ پہنچے اس پر عبادات فرض رہتی ہیں لیکن جب معرفت کی منزلیں طے کر چکا تو عبادت کی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے یہ سراسر کفر ضلالت اور جہالت ہے۔یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیا اور حضور سرور انبیاء علیہم السلام اور آپ کے اصحاب معرفت کے تمام درجے طے کر چکے تھے اور دین کے علم وعرفان میں سب دنیا سے کامل تھے رب کی صفات اور ذات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور رب کی اطاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول رہتے تھے اور دنیا کے آخری دم تک اسی میں لگے رہے۔پس ثابت ہے کہ یہاں مراد یقین سے موت ہے تمام مفسرین صحابہ تابعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

اعمال میں ہمیشگی کے پسندیدہ ہونے کا بیان

(153) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا : حَدِيْثُ عَائِشَةَ : وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ . وَقَدْ سَبَقَ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ .

✧✧ جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو ان میں سے ایک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ تھا جو باقاعدگی کے ساتھ کیا جائے۔یہ حدیث اس سے پہلے ایک باب میں گزر چکی ہے۔

رات کے وظائف کو دوسرے اوقات میں پڑھنے کا بیان

(154) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ، اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، فَقَرَاَهُ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَاَنَّمَا قَرَاَهُ مِنَ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اپنے رات کے وظائف نہ کر سکے اور ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دے تو فجر اور ظہر کے درمیانی وقفے میں اس کو پڑھ لے تو اسے اسی طرح اجر ملے گا جو اسے رات

154-اخرجه مسلم (747) و ابو داؤد (1313) والترمذی (581) والنسائی (1789) وابن ماجه (1343)

Marfat.com

کے وقت پڑھنے کا ملتا ہے۔ (صحیح مسلم)

شرح

مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی نے کلام اللہ، نماز اور ادواذ کار کی قسم سے کچھ وظیفہ مقرر کر رکھا ہے جسے وہ رات کو پڑھتا ہے مگر کسی دن وہ سو گیا؛ در اس کا پورا وظیفہ یا اس وظیفے کا کچھ حصہ رات کو پڑھنے سے رہ گیا اور اس نے نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان یعنی زوال سے پہلے پڑھ لیا تو اس کے لئے رات ہی میں پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح دن کے وظیفہ کا حکم ہے کہ اگر دن کو وظیفہ پڑھنے سے رہ گیا اور پھر اس رات کو پڑھ لیا تو اس کے لئے دن میں ہی پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے رات دن آپس میں ایک دوسرے کے خلیفے ہیں۔ حدیث میں صرف رات کے وظیفے ہی کے بارے میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اکثر و بیشتر رات ہی کا وظیفہ رہ جاتا ہے یعنی نیند کے غلبے کی وجہ سے نماز تہجد اور ادواذ کار فوت ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی اس آیت کو صبح کے وقت پڑھتا ہے تو جو بھی نیک کام یا کوئی ورد وظیفہ وغیرہ اس دن فوت ہو جاتا ہے اسے اس کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح اس آیت کو شام کے وقت پڑھنے سے اس رات میں فوت ہو جانے والے کسی بھی نیک کام اور ورد وظیفہ وغیرہ کا ثواب مل جاتا ہے۔

نوافل شروع کر کے نہ چھوڑنے کا بیان

(155) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اے عبداللہ تم فلاں کی مانند نہ ہو جانا جو رات کے وقت نفل پڑھا کرتا تھا پھر اس نے نفل پڑھنا ہی چھوڑ دیئے۔ (متفق علیہ)

نفلی عبادات میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ عبداللہ کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ملی (یعنی مجھے یہ معلوم ہوا ہے) کہ تم (روزانہ) دن میں تو روزے رکھتے ہو اور (ہر رات میں) پوری شب اللہ کی عبادت اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو (بلکہ) روزہ بھی رکھو اور بغیر روزہ بھی رہو، رات میں عبادت الٰہی بھی کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے (لہٰذا اپنے بدن کو زیادہ مشقت اور ریاضت میں مبتلا نہ کرو تاکہ بیماری یا ہلاکت میں نہ پڑ جاؤ) تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔

155- اخرجه البخاري (1152) ومسلم (185/1159) والنسائي (1762) و (1763) وابن ماجه (1331)

تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، (لہٰذا ان کے ساتھ کلام و گفتگو کرو، ان کی خاطر و مہمانداری کرو اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہو) جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے (گویا) روزہ نہیں رکھا (البتہ) ہر مہینہ میں تین دن کے روزے ہمیشہ کے روزہ کے برابر ہیں لہٰذا ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھ لیا کرو اور اسی طرح ہر مہینہ میں قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ کی ہمت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تو پھر) بہترین روزہ جو روزہ داؤد ہے رکھ لیا کرو (جس کا طریقہ یہ ہے کہ) ایک دن تو روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اور اس میں اضافہ نہ کرو (یعنی نفل روزے رکھنے اور قرآن شریف ختم کرنے کی مذکورہ بالا تعداد و مقدار میں زیادتی نہ کرو) (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 565)

شریعت نے اعمال میں میانہ روی اور اعتدال اختیار کرنے پر بڑا زور دیا ہے چنانچہ نفل عبادات اور اعمال میں نہ اتنی کمی و کوتاہی کرنی چاہئے جس سے روحانی بالیدگی اور ترقی میں اضمحلال اور درجات عالیہ کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہو جائے اور نہ اتنی زیادتی کرنی چاہئے جس سے جسمانی قوت و طاقت بالکل ہی پژمردہ ہو جائے اور دنیاوی مباح امور میں تعطل رونما ہو جائے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو منع فرمایا کہ نہ تو اتنے زیادہ روزے رکھو اور نہ اتنی زیادہ شب بیداری کرو تا کہ اس کی وجہ سے دوسری ضروری اور فرض عبادتوں میں خلل واقع نہ ہو اور نہ دوسرے انسانی و معاشرتی حقوق پس پشت پڑ جائیں ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے سے ہمیشہ کے روزے کا ثواب اس لئے لکھا جاتا ہے کہ ہر نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں جیسا کہ کئی موقعوں پر بتایا جا چکا ہے لہٰذا اس حساب سے تین روزے باعتبار ثواب اور اجزاء کے تیس روزے کے برابر ہوئے اور مہینہ میں تین روزے رکھنے والا گویا پورے مہینہ روزہ سے رہا۔

راوی حدیث عبداللہ بن عمرو کے احوال کا بیان

عبداللہ بن عمرو بن العاص: یہ سہمی قریشی ہیں اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور صاحب علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بھی لکھنے پڑھنے کا فن جانتے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات لکھنے کی اجازت مانگی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ اجازت عطاء کر دی تھی۔ یہ تمام غزوات اور جنگوں میں شریک رہے۔ دو تلواروں کے ساتھ لڑا کرتے تھے۔ جنگ یرموک کے دن اپنے والد کا جھنڈا انہوں نے ہی بلند کیا تھا۔ جنگ صفین میں یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں تھوڑے عرصے کے لئے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ ان کا انتقال ۶۵ ہجری میں ہوا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ۷۰۰ احادیث منقول ہے۔

دن کے وقت بارہ رکعات نوافل ادا کرنے کا بیان

(156) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَاتَتْهُ

156-اخرجه مسلم (141/746) والترمذی (445) والنسائی (1788)

Marfat.com

الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَّجْعٍ اَوْ غَيْرِهٖ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے وقت کے نوافل بیماری یا کسی اور وجہ سے رہ جاتے تو آپ دن کے وقت بارہ رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

نوافل کو گھر میں ادا کرنے کا بیان

حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (انصار کے ایک قبیلے) بنی عبد الاشہل کی مسجد میں تشریف لائے اور وہاں مغرب کی (فرض اور سنت) نماز پڑھی، جب (بعض) لوگ (اپنی فرض) نماز پڑھ چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ فرض نماز ادا کرنے کے بعد نفل نماز (یعنی مغرب کی سنتیں بھی وہیں) پڑھ رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دیکھ کر) فرمایا کہ یہ (یعنی مغرب کی سنت یا مطلقا نفل نماز) گھر میں پڑھنے کی ہے۔" (ابوداؤد) جامع ترمذی وسنن نسائی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب لوگ (فرض نماز کے بعد) نفل پڑھنے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ یہ نماز (اپنے اپنے) گھروں میں پڑھو۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث، 1155)

حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ نفل نماز خواہ وہ سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ نہ صرف یہ کہ گھر میں نوافل نماز پڑھنے والا ریا و نمائش سے دور اور اخلاص وصدق کے قریب تر ہوتا ہے بلکہ اس سے گھروں میں رحمت الٰہی اور برکت کا نزول ہوتا ہے۔ ویسے جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے تو تمام علماء کے نزدیک متفقہ طور پر مسجد میں نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے مسجد اور گھر کے پڑھنے میں صرف افضیلت اور غیر افضلیت کا فرق ہے۔ لیکن اتنی بات بھی سمجھ لیجئے کہ گھروں میں نفل نماز پڑھنے کا یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو فرض نماز کی ادائیگی کے بعد گھروں کو واپس ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں جو لوگ فرض کی ادائیگی کے بعد گھر نہیں جاتے جیسے مسجد کے اندر اعتکاف میں بیٹھنے والے تو وہ مسجد ہی میں نوافل پڑھ لیں۔ بہر حال فرض نماز کے علاوہ نفل نمازیں گھر جا کر پڑھنا افضل ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ آپ فرض مسجد میں پڑھ کر حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں نوافل پڑھتے تھے۔ ہاں کسی خاص عذر اور سبب کی بات تو الگ ہے کہ ایسے موقع پر مسجد ہی میں نوافل بھی پڑھ لیتے تھے۔ پھر بھی مغرب کی سنتیں گھر میں پڑھنے کا اہتمام تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور خاص فرماتے تھے اور اکثر گھر ہی میں پڑھتے تھے یہی وجہ ہے کہ مغرب کی سنتوں کے بارہ میں بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی مغرب کی نماز سنت مسجد میں پڑھے تو وہ مسنون ادا نہیں ہوتی بلکہ بعض علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ مغرب کی سنتیں مسجد میں پڑھنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ مگر جمہور علماء کی رائے ہے کہ گنہگار نہیں ہوتا کیونکہ انہیں گھر میں ادا کرنے کا حکم امر وجوبی نہیں ہے بلکہ امر استحبابی ہے۔

ہدایہ کے حاشیہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ کوئی آدمی مغرب کی نماز مسجد میں پڑھے اور اس کو یہ خوف ہو کہ اگر گھر میں گیا تو کسی مشغولیت کی بناء پر سنت وہاں نہیں پڑھ سکوں گا تو اسے چاہیے کہ وہ مغرب کی سنتیں بھی مسجد کے صحن میں پڑھ لے اور اگر گھر پہنچ کر کسی کام میں مشغول ہو جانے کا خوف نہ ہو تو افضل یہی ہے کہ وہ گھر جا کر نماز سنت پڑھے۔

Marfat.com

بَابٌ فِی الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَی السُّنَّةِ وَاٰدَابِهَا

باب 16: سنت اور اس کے آداب کی حفاظت کرنے کا حکم

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھنے میں فضیلت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے میرے بیٹے اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو کہ صبح سے لے کر شام تک اس حال میں بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی سے کینہ نہ ہو تو ایسا ہی کرو پھر فرمایا اے میرے بیٹے یہی میری سنت ہے لہٰذا جس آدمی نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ شریف، جلد اول حدیث، 170)

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پسند کرنا اور اسے محبوب رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کا سبب اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جیسی نعمت عظیم کے حصول کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ سوچنے کی بات ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پسند کرنے پر یہ خوشخبری ہے تو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا کتنی بڑی سعادت و خوش بختی کی بات ہوگی۔ ذرا غور کرنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پسند کرنے والوں کا کتنا بڑا مرتبہ ہے وہ یہ ہے کہ انہیں جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و معیت کا شرف حاصل ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ دونوں جہان کی تمام نعمتیں اگر ایک طرف ہوں اور دوسری طرف یہ نعمت ہو تو یقیناً سعادت و خوشی کے اعتبار سے یہ نعمت بڑھ جائے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سنت کو محبوب رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم سب اس نعمت سے بہرہ ور ہو سکیں۔ (آمین)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے بگڑنے کے وقت جس آدمی نے میری سنت کو دلیل بنایا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ تو بیہقی نے یہ روایت اپنی کتاب زہد میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اول حدیث، 171)

ایسے عظیم اجر کے ملنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ایک شہید دین اسلام کو زندہ رکھنے اور اس کی شان و شوکت کو بڑھانے کی خاطر دنیا کی تمام مصیبتیں جھیلتا ہے یہاں تک کہ اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے، اسی طرح جب کہ دین میں رخنہ اندازی ہونے لگے اور فتنہ فساد کا دور دورہ ہو تو سنت کو رائج کرنے اور علوم نبوی کو پھیلانے میں بے شمار مصائب و تکالیف کا سامنا ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات اس سے بھی زیادہ مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں اس لئے اس عظیم اجر کی خوشخبری دی جا رہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاء سے وصول کر لینے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ (الحشر: 7)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور رسول تمہیں جو دے اسے حاصل کر لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز آجاؤ''۔

Marfat.com

یہ آیت اگرچہ مال فئی کی تقسیم کے سلسلے میں آئی ہے اور اس سلسلے کے مناسب اس کا مفہوم یہ ہے کہ مال فئی میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مستحقین کے طبقات بیان کر دیئے ہیں مگر ان میں کس کو اور کتنا دیں اس کی تعیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صواب دید پر رکھی ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس آیت میں ہدایت دی گئی کہ جس کو جتنا آپ عطا فرمادیں اس کو راضی ہو کر لے لیں اور جو نہ دیں اس کی فکر میں نہ پڑیں، آگے اس کو اتقوا اللہ کے حکم سے موکد کر دیا کہ اگر اس معاملے میں کچھ غلط حیلے بہانے بنا کر زائد وصول کر بھی لیا تو اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے وہ اس کی سزا دے گا۔

لیکن الفاظ آیت عام ہیں، صرف اموال کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ احکام بھی اس میں داخل ہیں، اس لئے عام انداز میں آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی حکم یا مال یا اور کوئی چیز آپ کسی کو عطا فرمادیں وہ اس کو لے لینا چاہئے اور اس کے مطابق عمل کے لئے تیار ہو جانا چاہئے اور جس چیز سے روک دیں اس سے رکنا چاہئے۔

بہت سے صحابہ کرام نے اسی عام مفہوم کو اختیار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو اس آیت کی بنا پر قرآن ہی کا حکم اور واجب التعمیل قرار دیا ہے، قرطبی نے فرمایا کہ اس آیت میں اتی کے بالمقابل نہیٰ کا لفظ آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آتی کے معنی یہاں امر کے ہیں جو نہی کا صحیح مقابل ہے۔ اور قرآن کریم نے نہیٰ کے مقابل میں امر کے لفظ کو چھوڑ کر آتی کا لفظ استعمال شاید اس لئے فرمایا تا کہ جس مضمون کے سیاق میں یہ آیت آئی ہے یعنی مال فئی کی تقسیم اس پر بھی آیت کا مضمون شامل رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو حکم دیا کہ یہ کپڑے اتار دو، اس شخص نے کہا کہ آپ اس کے متعلق مجھے قرآن کی کوئی آیت بتا سکتے ہیں؟ جس میں سلے ہوئے کپڑوں کی ممانعت ہو، حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہاں وہ آیت میں بتاتا ہوں، پھر یہی آیت وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ پڑھ کر سنادی، امام شافعی نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب قرآن سے دے سکتا ہوں، پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے، ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک محرم نے زنبور (تتنیا) مار اس کا کیا حکم ہے؟ امام شافعی نے یہی آیت وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ تلاوت کر کے حدیث سے اس کا حکم بیان فرمادیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حشر، بیروت)

نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے وحی بیان ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ (النجم :3-4]،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اور یہ رسول اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کرتا اور اس کی بات صرف وہی ہوتی ہے جو اسے وحی کی جاتی ہے“۔

نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے حق بیان ہونے کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو وہی کہتا ہوں جو کہتا ہوں۔ مسند کی اور حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں کبھی کبھی غصے اور غضب میں بھی کچھ فرمادیا کرتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا

پھر میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق بات کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ میں بھی ہے بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں جس امر کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا۔ اس پر بعض صحابہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ہم سے خوش طبعی بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت بھی میری زبان سے ناحق نہیں نکلتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نجم، بیروت)

یہ جملہ اولیٰ کی دلیل ہے کہ حضور کا بہکنا اور بیراہ چلنا ممکن ومتصور ہی نہیں کیونکہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں جو فرماتے ہیں وحیِ الٰہی ہوتی ہے اور اس میں حضور کے خُلقِ عظیم اور آپ کی اعلیٰ منزلت کا بیان ہے۔ نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش ترک کر دے۔ (تفسیر کبیر، سورہ نجم، بیروت)

اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ذات وصفات وافعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا تجلی ربانی کا یہ استیلائے تام ہوا کہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔ (تفسیر روح البیان سورہ نجم، بیروت)

نبی کریم ﷺ کی اتباع کے سبب اللہ کی محبت حاصل ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (آل عمران: 31)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم فرمادو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنادے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمادے گا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے پاس ٹھہرے جنھوں نے خانہ کعبہ میں بت نصب کیے تھے اور انہیں سجا سجا کر ان کو سجدہ کر رہے تھے حضور نے فرمایا: اے گروہ قریش خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کے دین کے خلاف ہوگئے قریش نے کہا ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کریں۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ محبتِ الٰہی کا دعویٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع وفرماں برداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے حضور کی غلامی کرے اور حضور نے بت پرستی کو منع فرمایا تو بت پرستی کرنے والا حضور کا نافرمان اور محبتِ الٰہی کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ آل عمران، لاہور)

محبت ایک مخفی چیز ہے، کسی کو کسی سے محبت ہے یا نہیں، اور کم ہے یا زیادہ ہے، اس کا کوئی پیمانہ بجز اس کے نہیں کہ حالات اور معاملات سے اندازہ کیا جائے، محبت کے کچھ آثار اور علامات ہوتی ہیں ان سے پہچانا جائے، یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویدار اور محبوبیت کے متمنی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان آیات میں اپنی محبت کا معیار بتلایا ہے، یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہو تو اس کے لئے لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر آزما کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا

Marfat.com

معلوم ہو جائے گا، جو شخص اپنے دعویٰ مں جتنا سچا ہوگا اتنا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا زیادہ اہتمام کرے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بنائے گا، اور جتنا اپنے دعوے میں کمزور ہوگا اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں سستی اور کمزوری دیکھی جائے گی۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کیا اس نے در حقیقت اللہ کا اتباع کیا، اور جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

(تفسیر مظہری، سورہ آل عمران، لاہور)

اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچے ہو تو میری سنتوں پر عمل کرو اس وقت تمہاری چاہت سے زیادہ اللہ تمہیں دے گا یعنی وہ خود تمہارا چاہنے والا بن جائے گا۔ جیسے کہ بعض حکیم علماء نے کہا ہے کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں لطف تو اس وقت ہے کہ اللہ تجھے چاہنے لگ جائے۔ غرض اللہ کی محبت کی نشانی یہی ہے کہ ہر کام میں اتباع سنت مد نظر ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین صرف اللہ کے لئے محبت اور اسی کے لئے دشمنی کا نام ہے، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ آل عمران، بیروت)

رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ﴾ (الأحزاب: 21)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تمہارے لئے اللہ کے رسول کے اسوہ میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی امید (یقین) رکھتا ہو۔

یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس امر پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال افعال احوال اقتدا پیروی اور تابعداری کے لائق ہیں۔ جنگ احزاب میں جو صبر وتحمل اور عدیم المثال شجاعت کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی۔ مثلاً راہ الہ کی تیاری شوق جہاد اور سختی کے وقت بھی رب سے آسانی کی امید اس وقت آپ نے دکھائی یقیناً یہ تمام چیزیں اس قابل ہیں کہ مسلمان انہیں اپنی زندگی کا جزوِ اعظم بنالیں اور اپنے پیارے پیغمبر اللہ کے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے بہترین نمونہ بنالیں اور ان اوصاف سے اپنے تیئں بھی موصوف کریں۔

نبی کریم ﷺ کو حاکم ومختار تسلیم کرنا ایمان ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (النساء: 65)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے اختلافی معاملات میں تمہیں حاکم تسلیم نہ کریں اور پھر جب تم کوئی فیصلہ کرو تو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی الجھن محسوس نہ کریں اور اسے مکمل طور پر تسلیم کریں''۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری کا ان سے پانی پر جھگڑا ہو گیا جس سے وہ اپنی کھجوروں کو پانی دیا کرتے تھے۔ انصاری نے کہا کہ پانی کو چلتا ہوا چھوڑ دو لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ پھر وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو اور پھر اپنے پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دو۔ اس فیصلے سے انصاری ناراض ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ فیصلہ اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور پھر فرمایا: اے زبیر اپنے باغ کو سیراب کرو اور پانی روک لیا کرو یہاں تک کہ منڈیر تک واپس لوٹ جائے۔ زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! میرے خیال میں یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ،سوقسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے۔ پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے)۔ میں نے امام بخاری سے سنا انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث ابن وہب، لیث بن سعد سے وہ یونس سے وہ زہری سے اور وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ شعیب بن حمزہ اسے زہری سے اور وہ عروہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے عبداللہ بن زبیر کا ذکر نہیں کرتے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث، 966)

نبی کریم ﷺ کو حاکم ومختار کل نہ جاننے والے کیلئے حضرت عمر کا فیصلہ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کے اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا تھا یہودی نے کہا ہمارے ساتھ محمد ﷺ کے پاس چلو اور منافق نے کہا بلکہ ہم تو کعب بن اشرف کے پاس جائیں گے اسی کا نام اللہ نے الطاغوت رکھا ہے یہودی نے اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کے پاس لے جانے سے انکار کر دیا جب منافق نے یہ صورت حال دیکھی تو اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا گیا اور دونوں نے جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا جب یہ دونوں آپ کی خدمت میں سے نکلے تو منافق اس سے چمٹ گیا کہ اور کہا کہ ہم عمر بن خطاب کے پاس بھی جائیں گے چنانچہ وہ دونوں عمر کے پاس گئے یہودی نے کہا کہ ہم دونوں نے اپنا جھگڑا محمد ﷺ کی عدالت میں لے گئے تھے اور آپ نے میرے حق میں فیصلہ دیا لیکن یہ راضی نہیں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف جھگڑا لے کر آگیا اور میرے ساتھ چمٹ گیا لہٰذا اب میں اس کے ساتھ آپ کے پاس آیا ہوں عمر نے پوچھا کہ معاملہ اسی طرح ہیں؟ اس نے کہا ہاں تو آپ نے ان سے کہا ذرا میں ابھی نکلتا ہوں اور آپ اندر گئے تلوار پکڑی اور اسے چھپا لیا پھر ان کی طرف نکلے اور منافق پر وار کیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور فرمایا کہ میں اس شخص اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہو یہودی بھاگ گیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ عمر نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا اسی وجہ سے آپ کا لقب فاروق ہو گیا۔ (نیسابوری (137)

سدی کہتے ہیں کہ یہود میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئے اور کچھ منافق تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر زمانہ جاہلیت میں اس بات پر

تھے کہ اگر بنو قریظہ کے ایک آدمی نے بنو نضیر کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تو اسے بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا اور کھجور کے سو وسق وصول کیے جائیں گے اور اگر بنو نضیر کے کسی آدمی کو قتل کر دیا گیا تو اس کے لیے اس آدمی کو قتل نہ کیا جائیگا اور دیت کھجور کے ساٹھ وسق ہوں گی یہ نضیر قبیلہ اوس کے حلیف تھے اور یہ قریظہ سے زیادہ مکرم اور معزز تھے جبکہ قریظہ خزرج کے حلیف تھے چنانچہ بنو نضیر کے ایک شخص نے قریظہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس بارے میں ان دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا تو بنو نضیر کہنے لگے کہ ہم اور تم نے آپس میں زمانہ جاہلیت مین اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ تم میں سے قتل کیا جائے گا اور تم ہم سے بدلے میں قتل نہیں کرو گے اور یہ کہ تمہاری دیت ساٹھ وسق ہوگی اور ہماری دیت سو وسق ہوگی تو ہم تمہیں وہ ساٹھ وسق دیتے ہیں خزرج نے کہا یہ تو وہ چیز ہے جو تم زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے اور کیونکہ تم کثیر تھے اور ہم قلیل پس تم ہم پر غالب آ گئے لیکن اب ہم اور تم آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ہمارا دین ایک ہے اور تمہیں ہم کوئی فضیلت حاصل نہیں تو منافقین نے کہا چلو ابو بردہ اسلمی کاہن کے پاس چلتے ہیں اور مسلمانوں نے کہا نہیں بلکہ نبی ہی کے پاس چلتے ہیں لیکن منافقین انکار کرتے رہے۔

اور آخر کار ابو بردہ اسلمی اسلمی کے پاس آ گئے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں اس نے کہا تم مجھے بڑی رشوت دو انہوں نے کہا دس وسق دیں گے اس نے کہا نہیں بلکہ میری دیت مجھے سو وسق دو کیونکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نے نضیر قبیلہ کو غالب کر دیا تو اگر قریظہ قبیلہ کو غالب کر دیا تو نضیر مجھے قتل کر دیں گے لیکن انہوں نے دس وسق سے زائد دینے سے انکار کر دیا اور ابو بردہ نے بھی ان کے درمیان فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تو نبی کریم ﷺ نے قبیلہ اسلم کے کاہن کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا اور واپس چلا گیا پھر آپ ﷺ نے اس کے دو بیٹوں کو بلایا اور فرمایا کہ اپنے والد کو پکڑو اگر یہ فلاں گھاٹی پار کر گیا تو پھر کبھی بھی اسلام نہیں لائے گا ان دونوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے پکڑے رکھا یہاں تک کہ وہ واپس آیا اور اسلام قبول کر لیا نبی کریم ﷺ نے ایک منادی کو حکم دیا کہ اس نے یہ اعلان کر دیا کہ قبیلہ اسلم کا کاہن اسلام لے آیا۔ (سیرت ابن ہشام)

اولی الامر کی اطاعت کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ (النساء : 59)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور اگر تم کسی چیز کے بارے میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں روایت ہے۔ کہ یہ آیت کریمہ عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ میں بھیجا۔ (بخاری 4308، مسلم 1834)

اور حضرت بن عباس ایک روایت میں اس بات کی خبر بھی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کی طرف ایک سریہ میں حضرت خالد بن ولید کو بھیجا اس لشکر میں ان کے ساتھ عمار بن یاسر بھی تھے حضرت خالد چلتے رہے یہاں تک کہ جب قوم کے قریب پہنچے تو پڑاؤ ڈال لیا کہ صبح ان پر حملہ کریں گے اس قوم کے پاس ان کا ایک ڈرانے والا آیا پس وہ سوائے ایک

Marfat.com

آدمی کے سب بھاگ گئے جو اسلام لے آیا تھا اس شخص نے بھی اپنے گھر والوں کو کہا کہ سفر کے لیے تیاری کرو پھر وہ چلا یہاں تک کہ خالد رضی الہ عنہ کے لشکر کے پاس پہنچ گیا اور وہاں حضرت عمار کے پاس آیا اور کہا اے ابوالیقان بے شک میں تمہیں میں سے ہوں جب میری قوم نے تمہارے متعلق سنا تو میرے سوا بھاگ گئے اور میں اپنے اسلام کی وجہ سے ٹھہرا رہا کیا یہ مجھے نفع دے گا یا میں بھی اپنی قوم کی طرح بھاگ جاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ ٹھہرے رہو یہ تمہیں نفع دے گا چنانچہ وہ شخص واپس لوٹ گیا اور اپنے گھر والوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا صبح حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا تو اس شخص کے سوا کسی کو نہ پایا آپ نے اس پر اور اس کے مال پر قبضہ کرلیا آپ کے پاس عمار آئے اور کہا کہ اس شخص کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ یہ مسلمان ہے اور میں نے اسے امان دیا ہے اور میں نے ہی اس کو پناہ دی ہے اگرچہ آپ امیر ہیں اس موقع پر ان دونوں کیدرمیان کچھ سخت کلامی ہوئی یہ واپس نبی کریم ﷺ کے پاس لوٹے تو اس شخص کا قصہ بیان کیا نبی کریم ﷺ نے ابھی اسے امان دیدی اور حضرت عمار کے امان کو برقرار رکھا اور آئندہ امیر کے ہوتے ہوئے امیر کی اجازت کے بغیر امان دینے سے منع فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت عمار اور خالد رضی اللہ عنہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے سامنے کافی سخت کلامی ہوئی حضرت عمار خالد سے بہت سختی سے پیش آئے تو خالد رضی اللہ عنہ کو آ گیا اور انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ اس غلام کو مجھے گالی دینے کے لیے چھوڑتے ہیں اگر آپ موجود نہ ہوتے تو یہ مجھے کبھی گالی نہ دیتا یہ عمار ہاشم بن مغیرہ کے آزادہ کردہ غلام تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے خالد عمار سے باز رہ کیونکہ جو شخص عمار کو برا بھلا کہے گا اللہ اسے برا بھلا کہے گا جو عمار سے بغض رکھے گا اللہ اسے مبغوض رکھے گا اس پر عمار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور چل دیے حضرت خالد ان کے پیچھے پیچھے گئے اور ان کا کپڑا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے راضی ہو جایئے تو آپ حضرت خالد سے راضی ہو گئے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ (نیسابوری 136، طبری 5۔94)

قَالَ الْعُلَمَآءُ : مَعْنَاهُ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ،

علماء فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے: اسے کتاب اور سنت کی طرف پھیردو۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، ہی اللہ کی اطاعت ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء: 80)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جو شخص رسول کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی۔ اس نے اللہ سے محبت کی، اس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو رب مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بیشک رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نساء ۸۰، لاہور)

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے کیلئے جنت ہونے کا بیان

جس شخص نے میری اطاعت کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس کسی نے بھی میری نافرمانی کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (صحیح بخاری حدیث، (2957) صحیح مسلم حدیث، (1835)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جس نے انکار کیا اور سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، پھر پوچھا گیا" وہ کون آدمی ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث، 140)

صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قبول کرنے والا اور سرکشی اختیار کرنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ جس نے میری اطاعت نہیں کی اور میرے احکام وفرمان سے روگردانی کی وہ سرکش ہے جو جنت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ اپنی سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر اللہ کے عذاب کا مستوجب گردانا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ لوگوں کو ہدایت عطاء فرمانے والے ہیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ صِرَاطِ اللّٰهِ...... ﴾ (الشوریٰ : 53-52)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور بے شک تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو اللہ کے راستے کی طرف"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اس آدمی کی مانند ہے جس نے آگ روشن کی چنانچہ جب آگ نے چاروں طرف روشنی پھیلا دی تو پروانے اور دوسرے وہ جانور جو آگ میں گرتے ہیں آکر آگ میں گرنے لگے آگ روشن کرنے والے آدمی نے ان کو روکنا شروع کیا لیکن وہ (نہیں رکتے بلکہ اس کی کوششوں پر) غالب رہتے ہیں اور آگ میں گر پڑتے ہیں اسی طرح میں تمہاری کمریں پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں اور تم آگ میں گرتے ہو۔ یہ روایت صحیح البخاری کی ہے اور مسلم میں بھی ایسی ہی روایت ہے البتہ مسلم کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالکل ایسی ہی مثال میری اور تمہاری ہے میں تمہاری کمریں پکڑے ہوں کہ تمہیں آگ سے بچاؤں اور یہ کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچو میری طرف آؤ، دوزخ سے بچو میری طرف آؤ لیکن مجھ پر تم غالب آتے ہو اور آگ میں گر پڑتے ہو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث، 146)

رسول اللہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں نے حرام اور ممنوع چیزوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے لیکن جس طرح کوئی آدمی آگ جلائے اور اس آدمی کے روکنے کے باوجود پروانے آگ میں گرتے ہیں وغیرہ۔ اسی طرح باوجودیکہ میں تمہیں برے راستہ سے ہٹاتا ہوں اور برے کام سے روکتا ہوں لیکن تم اس ممنوع اور غیر پسندیدہ چیزوں کو کرتے ہو! اسی طرح دوزخ کی آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہو۔

Marfat.com

اختلاف ومخالفت کرنے والوں کواللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور : 63)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''پس ڈرنا چاہئے ان لوگوں کو جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہیں انہیں آزمائش لاحق نہ ہو یا ان تک دردناک عذاب نہ آجائے''۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک (متشابہ) آیت میں اختلاف کررہے تھے یعنی اس کے معنی میں جھگڑ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے کے لوگ کتاب (الٰہی) میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث،149)

اس سے مراد وہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے قلوب شک میں گرفتار ہوں، یا ایمان میں کمزوری پیدا ہو اور آپس میں فتنہ وفساد اور دشمنی کا سبب نیز کفر وبدعت کا باعث ہو، جیسے نفس قرآن میں اختلاف کرنا، اس کے معنی ومطالب میں فرق پیدا کرنا، ظاہر ہے کہ ان چیزوں میں نہ تو اجتہاد جائز ہے اور نہ اختلاف کرنا صحیح ہے، ہاں علمائے مجتہدین کے اختلاف صحیح ہیں جو اللہ کی رحمت کا باعث اور دین وشریعت میں وسعت کا ذریعہ ہیں، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے اس طرح کا اجتہادی اختلاف جو فائدہ مند ہے، منقول ہے جو جائز تھا اور جس کی وجہ سے بے شمار مسائل کا استنباط ہوا اور امت ان سے منتفع ہوگئی۔

قرآن وحدیث کے احکام دوسروں تک پہنچانے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ﴾ (الاحزاب : 34)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور اے خواتین! تم اس سے نصیحت حاصل کرو جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی تلاوت کی جاتی ہے''۔

آیات اللہ سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنت رسول ہے، جیسا کہ عامہ مفسرین نے حکمت کی تفسیر اس جگہ سنت کی ہے۔ اور لفظ اذکرن کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ ان چیزوں کو خود یاد رکھنا جس کا نتیجہ ان پر عمل کرنا ہے، دوسرے یہ کہ جو کچھ قرآن ان کے گھروں میں ان کے سامنے نازل ہوا یا جو تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیں اس کا ذکر امت کے دوسرے لوگوں سے کریں اور ان کو پہنچائیں۔

وَالْاٰيَاتِ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ .

اس بارے میں بہت سی آیات موجود ہیں جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو ان میں سے پہلی حدیث یہ ہے۔

کثرت سوالات کی ممانعت کا بیان

(157) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ : **فَالْاَوَّلُ** : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "دَعُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ، اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰی اَنْبِيَائِهِمْ، فَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑے رکھو (یعنی خواہ مخواہ سوال نہ کرو) تم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیاء سے بکثرت سوالات کرنے اور ان سے اختلاف رکھنے کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوئے اور جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کیا کروں تو اس سے اجتناب کیا کرو اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دیا کروں تو جہاں تک ہو سکے اسے انجام دیا کرو۔ (متفق علیہ)

شرح

مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی جماعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے بہتر نہیں دیکھی کہ دین کے ساتھ انتہائی شغف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی محبت وتعلق کے باوجود انہوں نے سوالات بہت کم کئے کل تیرہ مسائل میں سوال کیا ہے جن کا جواب قرآن میں دیا گیا ہے کیونکہ یہ حضرات بے ضرورت سوال نہ کرتے تھے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت کو اپنانے کا بیان

(158) **اَلثَّانِیْ** : عَنْ اَبِیْ نَجِيْحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً وَّجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ، فَقُلْنَا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا، قَالَ: "اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ، وَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرٰی اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ ؛ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ" .

"اَلنَّوَاجِذُ" بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ : الْاَنْيَابُ، وَقِيْلَ : الْاَضْرَاسُ .

✧✧ حضرت ابو نجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ کیا جس سے دل لرز گئے اور

157- اخرجه احمد (1/7371) وعبد الرزاق (20374) والبخاری (7288) ومسلم (1337) والنسائی (2618) وابن حبان (18) وابن خزيمه (2508) والبيهقی (326/4)

158- اخرجه احمد (6/17145) و ابو داؤد (4607) والترمذی (2676) وابن ماجه (42) والدارمی (1/44) واسناده صحيح

Marfat.com

آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' ہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ الوداعی بات محسوس ہوتی ہے آپ ہمیں کوئی نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور (حاکم وقت کی) اطاعت اور فرمانبرداری کی نصیحت کرتا ہوں' اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام کو امیر مقرر کیا جائے تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا تو تم پر لازم ہے میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو اختیار کرو۔ جو ہدایت کا مرکز ہے اور اسے مضبوطی سے تھام لو اور نئی باتوں سے بچو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے' لفظ النواجذ میں ذال معجمہ ہے اور اس سے مراد سامنے کے ساتھ والے دانت ہیں اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد ''اضراس'' (داڑھیں) ہے۔

راوی حدیث عرباض بن ساریہ کے احوال کا بیان

عرباض بن ساریہ سلمی: ان کی کنیت ابونجیح ہے۔ ان سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' جبیر بن نفیل رضی اللہ عنہ اور خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی ہیں۔ انہوں نے شام میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ۷۵ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والا جنت میں جائے گا

(159) اَلثَّالِثُ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى" . قِيْلَ : وَمَنْ يَّاْبٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرا امتی جنت میں داخل ہوگا ماسوائے اس کے جو انکار کرے، نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا انکار کرنے والا کون ہے یارسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قبول کرنے والا اور سرکشی اختیار کرنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ جس نے میری اطاعت نہیں کی اور میرے احکام وفرمان سے روگردانی کی وہ سرکش ہے جو جنت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ اپنی سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر اللہ کے عذاب کا مستوجب گردانا جائے گا۔

سنت کو حقیر جاننے والے کی دنیا میں سزا کا بیان

(160) اَلرَّابِعُ : عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ، وَقِيْلَ : اَبِیْ اِيَاسٍ سَلَمَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ

159-اخرجه البخاری (7280)

رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ: لَا اَسْتَطِيْعُ ـ قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ" مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ ـ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ـ

✧✧ ابومسلم' ایک قول کے مطابق ابوایاس' حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانے لگے تو آپ نے فرمایا: تم دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ انہوں نے عرض کی، میں نہیں کھاسکتا آپ نے فرمایا: تم کھا بھی نہیں سکو گے۔ (راوی کہتے ہیں) اس نے صرف تکبر کی وجہ سے ایسا نہیں کیا پھر وہ شخص اپنا ہاتھ منہ تک نہیں لے جاسکا۔

(اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

راوی حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے احوال کا بیان

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ: یہ سلمہ بن عمرو بن اکوع بن سنان اسلمی ہیں۔ ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف ہے۔ ان کی کنیت ابومسلم ہے۔ بیعت رضوان کے موقع پر یہ حدیبیہ کے مقام پر موجود تھے۔ یہ بہادر تیرانداز تھے۔ مہربانی کا سلوک کرنے والے تھے۔ فضیلت کے مالک تھے۔ انہوں نے سات غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی ہے۔ دوڑنے میں ایسے تیز تھے کہ گھوڑے سے آگے نکل جاتے تھے۔ مدینہ منورہ میں 74 ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ۷۷ احادیث منقول ہیں۔

صفوں کو سیدھا نہ رکھنے کے سبب اختلاف پیدا ہونے کا بیان

(161) اَلْخَامِسُ : عَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ : "لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ، اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّىْ صُفُوْفَنَا حتى كَاَنَّمَا يُسَوِّىْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى اِذَا رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ـ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فقامَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُّكَبِّرَ فراٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ، فَقَالَ: "عِبَادَ اللّٰهِ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ" ـ

✧✧ حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: یا تو تم لوگ اپنی صفوں کو ضرور سیدھا رکھو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کردے گا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں یوں سیدھی کروایا کرتے تھے جیسے آپ تیروں کو سیدھا

160- رواہ مسلم احمد' ابن حبان الی الاذکار لابن حجر اس کے الفاظ ھیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابصر رجلا...... فما وصلت یمینه الی فیه بعد

161- اخرجه البخاری (717) ومسلم (436) وابو داؤد (663) والترمذی (227) والنسائی (809) وابن ماجه (994)

کرواتے تھے یہاں تک کہ جب آپ نے دیکھا کہ ہم اسے سمجھ چکے ہیں تو ایک دن آپ تشریف لائے اور (امامت کی جگہ پر) کھڑے ہو کر تکبیر کہنے ہی لگے تھے، آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! یا تو تم صفیں سیدھی کرلو گے یا اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا۔

شرح

صفوں کو برابر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے جماعت میں کھڑے ہوں تو صف بندی اس طرح کریں کہ آپس میں بالکل مل کر کھڑے ہوں تا کہ ایک دوسرے کے درمیان خلا نہ رہے اور آگے پیچھے ہٹ کر کھڑے نہ ہوں بلکہ برابر کھڑے رہیں اگر کئی صفیں ہوں تو وہ اس طرح قائم کی جائیں کہ ایک دوسری صف کے درمیان شروع سے لے کر آخر تک یکساں فرق رہے ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ سے تو دونوں صفوں کا درمیانی فاصلہ کم ہو اور کسی جگہ سے زیادہ۔ اس باب کے تحت جو احادیث نقل کی جائیں گی ان سے صفوں کو برابر کرنے کی اہمیت وتاکید معلوم ہوگی اور صف بندی کے جو مسائل واحکام ہیں وہ واضح ہوں گے۔

عرب میں تیر کی ہمواری اور سیدھا پن اس قدر مشہور تھا کہ دوسری چیزوں کے سیدھے پن اور ہمواری کو بھی تیر سے تشبیہ دیا کرتے تھے اس طرح گویا تیر بھی ان صفوں سے سیدھا کیا جاتا تھا۔ "یہ جملہ کسی چیز کی ہمواری اور سیدھے پن کے لئے مثل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ تیروں کے ذریعہ دوسری چیزوں کو سیدھا اور برابر کرتے ہیں اور یہاں یہ مبالغے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے کہ صفیں اس قدر سیدھی اور ہموار ہوتی تھیں کہ تیر بھی ان کے ذریعہ سیدھے کئے جاسکتے تھے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ عبارت اپنے عکس پر محمول ہے لہٰذا اس کا مطب یہ ہے کہ گویا صفیں تیروں کے ذریعہ برابر کرتے تھے۔

حدیث کے آخری جملے کا مطلب مولانا مظہر نے یہ بیان کیا ہے کہ ظاہری ادب وفرمانبرداری نہیں کرو گے تو تمہاری یہ ظاہری نافرمانی تمہارے باطن یعنی دلوں کے اختلاف کی طرف تمہیں پہنچائے گی۔ جو آگے چل کر آپس کے بغض وعناد اور کدورت و عداوت کا سبب بن جائے گی اور پھر قلوب کے یہ اختلاف اور یہ باطنی بری خصلتیں تمہاری ظاہری زندگی میں بھی اس طرح سرایت کر جائیں گی کہ تمہارے درمیان بغض وعداوت پیدا ہو جائے گی چنانچہ تم میں سے ہر آدمی ایک دوسرے سے اعراض کرے گا اور کسی کے دل میں کسی کے لئے ہمدردی کا کوئی جذبہ باقی نہ رہ جائے گا بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ صفوں کو سیدھا اور ہموار رکھنے کی بڑی اہمیت ہے جب جماعت کھڑی ہو تو ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو صف کے برابر کرلے اور ایک دوسرے سے آگے پیچھے نہ کھڑا ہونا چاہیے، اگر صف سیدھا کرنے کے اس حکم کی پیروی نہیں کی جائے گی تو جان لو کہ رب قدوس اس کی سزا تمہیں یہ دے گا کہ تمہارے درمیان بغض ونفرت پیدا ہو جائے گی جس سے تمہارے معاشرتی وسماجی امن وسکون کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔

راوی حدیث نعمان بن بشیر کے احوال کا بیان

نعمان بن بشیر: یہ انصاری خزرجی ہیں۔ ان کے والد اور والدہ بھی صحابی ہیں انہوں نے شام کے مقام نعمان میں رہائش اختیار کی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا بعد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حمص منتقل کروا دیا جہاں چونسٹھ ہجری میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان سے ایک سو چودہ روایات منقول ہیں۔

Marfat.com

آگ انسانوں کی دشمن ہے

(162) اَلسَّادِسُ : عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَاْنِہِمْ، قَالَ: ''اِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّکُمْ، فَاِذَا نِمْتُمْ، فَاَطْفِئُوْھَا عَنْکُمْ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

✧✧ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' مدینہ منورہ میں ایک گھر' گھر والوں سمیت جل گیا جب اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو۔ (متفق علیہ)

رات کو آگ بجھا کر سونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب رات کی تاریکی پھیل جائے یا یہ فرمایا کہ جب شام ہو جائے تو تم اپنے بچوں کو (گھر سے نکلنے اور گلی کوچوں میں پھرنے سے) روک دو کیونکہ اس وقت شیطان یعنی جنات چاروں طرف پھیل جاتے ہیں، پھر جب رات کی ایک گھڑی گزر جائے تو بچوں کو (کہیں آنے جانے کے لئے) چھوڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، نیز اللہ کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ پڑھ کر) دروازوں کو بند کر دو، کیونکہ (بسم اللہ پڑھ کر) بند (کئے گئے) دروازوں کو شیطان نہیں کھولتا (باوجودیکہ شیاطین اور جنات کو اس پر قدرت حاصل ہے کہ وہ دروازوں اور دیواروں میں بیٹھ جائیں، لیکن اللہ کے ذکر کے سبب وہ بیٹھنے کی مجال نہیں رکھتے) اور اللہ کا نام لے کر (ان) مشکیزوں کے منہ باندھ دو (جن میں پانی موجود ہوتا کہ ان میں کیڑا او پتنگا وغیرہ نہ گھس جائے) اور اللہ کا نام لے کر اپنے برتنوں کو ڈھانک دو اور خواہ برتن پر عرضاً ہی کوئی چیز رکھ دو (یعنی اگر برتن پر ڈھکنے کے لئے کوئی ایسی چیز موجود نہ ہو جس سے اس برتن کا پورا منہ چھپ سکے تو اس پر عرضاً کوئی لکڑی وغیرہ رکھ دو اگرچہ اس صورت میں برتن پوری طرح نہیں ڈھکے گا لیکن اس طرح کم سے کم کراہت تو ختم ہو ہی جائے گی اور اس حکم کی برکت سے برتن میں موجود کھانے پینے کی چیز اس ضرر ونقصان سے بچ جائے گی جو برتن کے بالکل کھلے ہوئے ہونے کی صورت میں یقینی ہوتا جیسے شیطان کا تصرف) اور (سوتے وقت) اپنے چراغوں کو بجھا دو۔" (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 231)

مذکورہ بالا روایت تو یکساں الفاظ میں بخاری و مسلم میں منقول ہے ہی لیکن یہ مضمون مختلف الفاظ کے ساتھ بخاری و مسلم نے الگ الگ بھی نقل کیا ہے چنانچہ) بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "برتنوں کو ڈھانک دیا کرو، مشکیزوں کے منہ باندھ دیا کرو، دروازوں کو بند کر دیا کرو اور اپنے بچوں کو اپنے پاس بٹھائے رکھو (ان کو ادھر ادھر نہ جانے دو) جب کہ شام ہو جائے کیونکہ (اس وقت) جنات چاروں طرف پھیل جاتے ہیں اور اچک لیتے ہیں اور سوتے سوتے چراغوں کو بجھا دیا کرو کیونکہ (اکثر یا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ) چوہا بتی کو کھینچ لے جاتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔

"اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "برتنوں کو ڈھانک دیا کرو" مشکیزوں کے منہ باندھ دیا کرو دروازوں کو بند کر دیا کرو اور چراغوں کو بجھا دیا کرو، کیونکہ (اللہ کا نام لینے کی وجہ سے) شیطان (بندھے ہوئے،

162- اخرجه احمد (7/19588) والبخاری (6294) و مسلم (2016) و ابن ماجه (3770) و ابن حبان (5520)

Marfat.com

مشکیزوں کو نہیں کھولتا اور نہ (بند) دروازوں کو کھولتا ہے اور نہ ڈھانکے ہوئے) برتنوں کو کھولتا ہے۔ اگر تم میں سے کسی کو (ڈھانکنے کے لئے کوئی چیز) نہ ملے الّا یہ کہ وہ اللہ کا نام لے کر برتن کے منہ پر عرضاً لکڑی ہی رکھ سکتا ہو تو وہ ایسا ہی کرلے (یعنی بسم اللہ پڑھ کر برتن کے منہ پر کوئی لکڑی ہی رکھ دے) اور (سوتے وقت چراغ کو اس لئے بجھادیا کرو) کہ (چوہا چراغ کی بتی کو کھینچ کر) گھر والوں پر ان کے گھر کو بھڑکا دیتا ہے۔ (یعنی چوہا جلی ہوئی بتی کو لے جا کر کسی ایسی جگہ ڈال دیتا ہے، جہاں کسی چیز میں آگ لگ جاتی ہے اور پھر سارا گھر جل جاتا ہے۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "برتن کو ڈھانک دیا کرو اور مشکیزہ کا منہ بند نہیں ہوتا اس وبا کا کچھ حصہ اس میں بھی داخل ہو جاتا ہے۔

متفق علیہ روایت کے بعد بخاری کی جو روایت نقل کی گئی ہے اور اس میں عند المساء (جب کہ شام ہو جائے) کا جو لفظ مذکور ہوا ہے۔ اس کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا تعلق ساری مذکورہ چیزوں سے ہو (یعنی رات شروع ہو جائے تو برتنوں کو ڈھانک دیا جائے، مشکیزوں کے منہ بھی باندھ دیئے جائیں، دروازے بھی بند کر دیئے جائیں اور بچوں کو باہر نکلنے سے روک دیا جائے، اس صورت میں "شام" سے مراد وہ وقت ہوگا جو ابتداء شام سے عشاء تک رہتا ہے کہ دروازوں کو بند رکھنے اور برتنوں کو ڈھانکنے کا یہی وقت ہے اور اگر یہ مراد لیا جائے کہ عند المساء کا تعلق صرف واکفتوا صبیانکم (اپنے بچوں کو اپنے پاس بٹھائے رکھو) سے ہے جیسا کہ حدیث کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے تو مراد انسب ہوگی اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ رات میں ان سب چیزوں کا اس طرح خیال رکھو کہ رات کے ابتدائی حصے میں یعنی سورج ڈوبنے کے فوراً بعد بچوں کو باہر نکلنے اور ادھر ادھر ہونے سے روک دو، کیونکہ یہ وقت جنات کے پھیلنے کا ہے اور جب رات کی ایک گھڑی (یعنی ایک گھنٹہ) گزر جائے تو یہ سب کام کرو، یعنی برتن کو ڈھانک دو اور دروازے بند کر دو نیز اس وقت بچوں کو باہر جانے دینے میں کوئی حرج نہیں اس توجیہ سے اس روایت کی متفق علیہ روایت کے ساتھ بھی مطابقت ہو جائے گی۔ "اور اچک لیتے ہیں" شیاطین کا بچوں کو اچک لینا ایک حقیقت ہے۔ جس کی تصدیق بعض واقعات سے بھی ہوئی ہے اگر چہ یہ قلیل الوقوع ہے، یا پھر اچک لینے سے مراد بچوں کے ہوش و حواس کو زائل کر دینا یا ان کو کھیل کود میں لگا دینا ہے۔

"جنات وشیاطین" اصل میں یہ دونوں ایک ہی ہیں "جنات میں سے جو سرکش و فاسق ہیں ان کو شیطان کہتے ہیں! فحمہ شروع رات میں یعنی مغرب و عشاء کے درمیان جو تاریکی چھا جاتی ہے اس کو فحمہ کہتے ہیں اور عشاء کی نماز سے صبح ہونے تک جو تاریکی رہتی ہے اس کو عسعسہ کہتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم کی آیت (وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ) 81۔التکویر: 17) سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے واضح رہے کہ اس حدیث میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ بطریق وجوب نہیں ہیں، بلکہ ان کا مقصد محض ان امور کی ہدایت کرنا ہے جو ہماری روزمرہ زندگی میں بھلائی و مصلحت اندیشی کے متقاضی ہوتے ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان احکام کا تعلق استحباب سے ہے یعنی حدیث میں مذکورہ ہدایت پر عمل کرنا مستحب ہے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ (اگر بنظر عمیق اس حدیث کے مضمون پر غور کیا جائے اور ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو واضح ہوگا کہ) اس ارشاد میں مختلف قسم کی بھلائیاں اور کتنے ہی جامع آداب اور تہذیب کے رموز پنہاں ہیں خاص طور سے ان میں سے جو سب

Marfat.com

سے بہتر تعلیم ہے وہ یہ ہے کہ ہر حرکت وسکون کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا یعنی بسم اللہ پڑھنا ایک ایسا سہل ذریعہ ہے جو دنیا و آخرت کی آفات وبلاؤں سے سلامتی وحفاظت کا ضامن قرار دیا جاسکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ہدایت کی مثال کا بیان

(163) اَلسَّابِعُ : عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ طَائِفَةً مِّنْهَا اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَّا تُمْسِكُ مَاءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَاً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ بِمَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا وَّلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ"

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"فَقُهَ" بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَقِيْلَ بِكَسْرِهَا : اَيْ صَارَ فَقِيْهًا.

✧✧ انہی سے یہ روایت ہے' نبی اکرم ﷺ یہ بیان کرتے ہیں' جس ہدایت اور علم کے ہمراہ مجھے مبعوث کیا ہے اس کی مثال ایک بادل کی طرح ہے جو زمین پر بارش نازل کرتا ہے' زمین کا کچھ حصہ پاکیزہ ہوتا ہے اور وہ پانی کو قبول کر لیتا ہے وہاں گھاس پھوس اور بہت زیادہ سبزہ اگ جاتا ہے اور کچھ حصہ سخت ہوتا ہے اور وہ پانی کو روک لیتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ دیتا ہے لوگ اسے پیتے ہیں' اسے جانوروں کو پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کے لئے استعمال کرتے ہیں اور زمین کا کچھ حصہ دلدلی ہوتا ہے وہ پانی کو روک نہیں سکتا وہاں کوئی سبزہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ اس چیز کے ہمراہ جس چیز کے ہمراہ مجھے مبعوث کیا ہے اس کو فائدہ دے وہ علم حاصل کرے اور دوسروں کو بھی ہدایت دے اور جو شخص سر اٹھا کر نہ دیکھے اور دوسروں کو علم نہ دے جس کے ہمراہ مجھے بھیجا گیا ہے تو اس کی مثال دلدلی زمین کی طرح ہے۔

(متفق علیہ)

لفظ "فقہ" میں مشہور ہے کہ "ق" پر پیش پڑھی جائے گی۔ ایک قول کے مطابق اس پر زیر پڑھی جائے گی یعنی وہ فقیہ ہو گیا۔

شرح

اس میں دو قسم کے آدمی ذکر کئے گئے ہیں ایک تو دین سے فائدہ اٹھانے والے اور دوسرے دین سے فائدہ نہ اٹھانے والے، اسی طرح مثال مذکورہ میں زمین دو قسم کی بیان کی گئی ہے، زمین کی ایک قسم تو وہ ہے جو پانی سے فائدہ اٹھاتی ہے، دوسرے وہ جو پانی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتی پھر فائدہ اٹھانے والی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک اگانے والی اور دوسری نہ اگانے والی۔ ٹھیک اسی طرح علم دین سے بھی فائدہ اٹھانے والے دو طرح کے ہوتے ہیں، پہلا وہ آدمی جو عالم بھی ہو اور عابد وفقیہ اور معلم بھی۔ اس پر زمین کے اس ٹکڑے کی مثال صادق آتی ہے جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا، خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی نفع پہنچایا یا نیز گھاس بھی

163- اخرجه البخاری (79)' و مسلم (2282)

Marfat.com

اگائی۔اسی طرح اس آدمی نے علم دین سے خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی اپنے علم سے مستفیض کیا۔

دوسرا وہ آدمی ہے جو عالم و معلم ہو مگر عابد و فقیہ نہ ہو، نہ تو وہ نوافل وغیرہ میں مشغول ہوا اور نہ اس نے اپنے علم میں تفقہ یعنی سمجھ بوجھ پیدا کی، اس کی مثال زمین کے اس حصہ کی مانند ہے جس میں پانی جمع ہو گیا اور لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ یا پھر زمین کا وہ حصہ جس نے پانی کو جذب بھی کیا اور گھاس بھی اگائی وہ مجتہدین کی مثال ہے کہ جنہوں نے علم حاصل کیا، پھر بہت سے مسائل کا استنباط کیا اس سے خود بھی منتفع ہوئے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔ اور زمین کے اس حصہ کی مثال جس میں پانی جمع ہوا، محدثین ہیں کہ انہوں نے علم حدیث حاصل کیا اور اس علم کو بعینہ دوسرے لوگوں تک پہنچا دیا، ان دونوں کے مقابلہ میں تیسرا آدمی وہ ہے جس نے از راہ غرور و تکبر اللہ کے دین کے سامنے اپنی گردن نہیں جھکائی، نہ اس نے علم دین کی طرف کوئی توجہ والتفات کی اور نہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کے پیغام کو سنا اور نہ اس پر عمل کیا اور نہ علم کی روشنی دوسروں تک پہنچائی، اب چاہے یہ دین محمدی میں داخل ہو یا نہ ہو اور یا کافر ہو، اس کی مثال زمین شور کی ہے کہ جس نے نہ پانی کو قبول کر کے اپنے اندر جذب کیا، نہ پانی کو جمع کیا اور نہ کچھ اگایا۔

نبی کریم ﷺ کا لوگوں کو کمر سے پکڑ کر جہنم سے بچانے کا بیان

(164) اَلثَّامِنُ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا، وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدِيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اَلْجَنَادِبُ" : نَحْوُ الْجَرَادِ وَالْفَرَاشِ، هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ يَقَعُ فِي النَّارِ ۔ وَ"الْحُجَزُ" : جَمْعُ حُجْزَةٍ وَهِيَ مَعْقَدُ الْإِزَارِ وَالسَّرَاوِيْلِ .

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری اور تمہاری مثال اس شخص کی مانند ہے جو آگ جلائے تو حشرات الارض اور پروانے اس میں گرنا شروع ہو جائیں اور وہ انہیں اس آگ سے بچانے کی کوشش کرے میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکل جاتے ہو۔

"الجَنَادِبُ": ٹڈیاں اور پتنگے وغیرہ جو عام طور پر آگ میں گرتے ہیں۔

"الحُجَزُ": یہ لفظ حجزہ کی جمع ہے۔ اور اس سے مراد تہبند اور شلوار باندھنے کی جگہ ہے۔

شرح

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں نے حرام اور ممنوع چیزوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے لیکن جس طرح کوئی آدمی آگ جلائے اور اس آدمی کے روکنے کے باوجود پروانے آگ میں گرتے ہیں وغیرہ۔ اسی طرح باوجودیکہ میں تمہیں برے راستہ سے ہٹاتا ہوں اور برے کام سے روکتا ہوں لیکن تم اس ممنوع اور غیر پسندیدہ چیزوں کو کرتے

164- اخرجه مسلم (2285)

ہو! اسی طرح دوزخ کی آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہو۔

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لینے کا بیان

(165) اَلتَّاسِع : عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ ، وَقَالَ: "اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّهَا الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ : "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا، فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ : "اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ شَاْنِهِ، حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، فَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطٰنِ" .

✧✧ انہی سے یہ روایت منقول ہے' نبی اکرم ﷺ نے انگلیاں اور برتن چاٹنے کا حکم دیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نہیں جانتے کہ اس کے کونسے حصے میں برکت ہے۔

مسلم کی حدیث میں یہ روایت ہے' اگر کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے اور اس کے ساتھ جو گندگی لگی ہوئی ہے وہ اسے صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ اس وقت تک رومال کے ساتھ نہ صاف کرے جب تک کہ وہ انگلیوں کو نہ چاٹ لے کیونکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کونسے حصے میں برکت ہے۔

مسلم کی ایک حدیث میں یہ الفاظ شامل ہیں: شیطان ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں شامل ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ آدمی کے ساتھ اس کے کھانے میں بھی شریک ہوتا ہے اور جب کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو وہ اس پر لگی ہوئی گندگی کو صاف کرلے اور اسے کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔

شرح

امام نووی کہتے ہیں کہ انگلیوں سے کھانا سنت ہے لہٰذا ان تینوں کے ساتھ چوتھی اور پانچویں انگلی نہ ملائی جائے الا یہ کہ چوتھی اور پانچویں انگلی کو ملانا ضروری ہو۔ ہاتھ کو چاٹنے" سے مراد یہ ہے کہ جن انگلیوں سے کھاتے تھے ان کو چاٹ لیا کرتے تھے چنانچہ پہلے بیچ کی انگلی کو چاٹتے پھر اس کے پاس کی انگلی کو پھر انگوٹھے کو چاٹتے تھے۔ طبرانی نے عامر بن ربیعہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور ان کی مدد کے لئے چوتھی انگلی بھی ملالیا کرتے تھے! نیز ایک حدیث مرسل میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ انگلیوں سے کھاتے تھے۔" یا تو یہ پتلی چیز کھانے پر محمول ہے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان جواز کی خاطر کبھی کبھی اس طرح بھی کھاتے تھے، لیکن اکثر اوقات تین ہی انگلیوں سے کھانے کی عادت تھی۔ بعض روایت میں یمسحہا کے بعد بشئی کا لفظ بھی منقول ہے اور یہ الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں کہ ثم یغسلہا یعنی (ہاتھ کو چاٹتے اور) پھر

165- اخرجه احمد (5/14943) و مسلم (2033) والترمذی (1802) وابن ماجه (3270) وابن ابی شیبة (297/8) وابن حبان (5253)

Marfat.com

اس کو دھو لیتے۔ (شرح صحیح مسلم، کتاب اطعمہ، لاہور)

مرتدین کی سزا قتل ہونے کا بیان

(166) اَلْعَاشِرُ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْعِظَةٍ، فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ﴿ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ ﴾ (الأنبياء: 103) اَلَا وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَلَا وَاِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِىْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَاَقُوْلُ : يَا رَبِّ اَصْحَابِىْ . فَيُقَالُ : اِنَّكَ لَا تَدْرِىْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ . فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ : ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ (المائدة: 117 - 118) فَيُقَالُ لِىْ : اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"غُرْلًا": اَىْ غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ .

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان وعظ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اے لوگو تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں برہنہ جسم برہنہ پاؤں اور ختنے کے بغیر اکٹھا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "جیسا کہ ہم نے پہلے ان کی تخلیق کا آغاز کیا تھا اسی طرح پھر دوبارہ زندہ کریں گے۔ یہ ہمارا تم سے وعدہ ہے' ہم ایسا ضرور کریں گے"۔ (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) خبردار سب سے پہلے مخلوق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اور خبردار میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور ان کو بائیں طرف لے جایا جائے گا اور میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ لوگ میرے ساتھی ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا' کیا تم نہیں جانتے؟ انہوں نے تمہارے بعد کیا نیا کام کیا تھا تو میں وہی کہوں گا جو نیک بندے نے کہا تھا "میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان کے درمیان موجود تھا"۔ یہ آیت یہاں تک ہے۔ "(اللہ تعالیٰ) بڑی دانائی اور حکمت والا ہے" اس کے بعد مجھ سے کہا جائے گا یہ آپ ﷺ کے بعد ایڑھیوں کے بل مرتد ہو گئے تھے جب تم ان سے جدا ہو گئے تھے۔ (متفق علیہ)

لفظ "غرل" کا مطلب ختنے کے بغیر ہے۔

مرتد کے مفہوم کا بیان

مرتد کسے کہتے ہیں؟: "مرتد" اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام سے پھر جائے یعنی ایمان واسلام کے نورانی دائرہ سے نکل کر کفر وشرک کے ظلمت کدوں میں چلا جائے۔

166- اخرجه احمد (1/1950) والبخاری (3349) ومسلم (58/2860) والترمذی (2423) والنسائی (2081) والدارمی (326/2) وابن حبان (4347) والبیهقی فی الاسماء والصفات (138/2)

مرتد کے بارے میں حکم کا بیان

جب کوئی مسلمان نعوذ باللہ، اسلام سے پھر جائے تو اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جائے اگر وہ اسلام کے بارے میں کسی شک وشبہ کا شکار ہو تو اس کا شک وشبہ رفع کیا جائے گا، اگرچہ اسلام کی دعوت دینا اور اس کا شک وشبہ دور کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کیونکہ اسلام کی دعوت اس کو پہلے ہی پہنچ چکی ہے اب اس کی تجدید دعوت کی احتیاج نہیں ہے۔ نیز مستحب یہ ہے کہ ایسے شخص کو تین دن کے لئے قید میں ڈال دیا جائے اگر وہ ان تین دنوں میں توبہ کر کے دائرہ اسلام میں لوٹ آئے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اسلام نے مرتد کی سزا قتل مقرر کی ہے۔

اور بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ اگر وہ مہلت طلب کرے تب واجب ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فرمان آیت (اقتلوا المشرکین) (مشرکوں کو قتل کر دو) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد حدیث (من بدل دینہ فاقتلوہ) (جس شخص نے اپنا دین اسلام تبدیل کر دیا اس کو قتل کر دو) سے یہی ثابت ہوتا کہ مرتد کو مہلت دینا واجب نہیں ہے۔

ترک سنت کے سبب گفتگو ترک کر دینے کا بیان

(167) اَلْحَادِیْ عَشَرَ : عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ ، وقَالَ : "اِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ، وَلَا يَنْكَاُ الْعَدُوَّ، وَاِنَّهُ يَفْقَاُ الْعَيْنَ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ : اَنَّ قَرِيْبًا لِّابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ فَنَهَاهُ، وَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْخَذْفِ، وَقَالَ: "اِنَّهَا لَا تَصِيْدُ صَيْدًا" ثُمَّ عَادَ، فَقَالَ: اُحَدِّثُكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهُ، ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ !؟ لَا اُكَلِّمُكَ اَبَدًا .

✧✧ حضرت ابوسعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خذف (کنکری مارنے) سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے: یہ شکار کو قتل نہیں کرتی دشمن کو ہلاک نہیں کرتی یہ صرف آنکھ پھوڑتی ہے اور دانت توڑ دیتی ہے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ کے ایک رشتے دار نے کنکری ماری۔ حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے اسے روکا اور کہا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری مارنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے' یہ کسی جانور کا شکار نہیں کرتی اور اس نے پھر دوبارہ یہی حرکت کی تو ابن مغفل نے اس کو کہا' میں نے تمہیں یہ بتایا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مارنے سے منع فرمایا ہے تم نے پھر یہ کام کیا اور کنکری ماری ہے میں تمہارے ساتھ کبھی بھی بات نہیں کروں گا۔

راوی حدیث عبداللہ بن مغفل کے احوال کا بیان

عبداللہ بن مغفل: یہ مزینہ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں، بیعت رضوان میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

167- اخرجه البخاری (5479) ومسلم (1954) والنسائی (4830)

Marfat.com

بصرہ میں دین کے احکام کی تبلیغ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ بعد میں بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں ۵۷ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ۱۴۳ احادیث نقل کی ہیں۔

حجر اسود کو بوسہ سنت رسول ﷺ ہونے کے سبب دینے کا بیان

(168) وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ - يَعْنِي: الْاَسْوَدَ - وَيَقُولُ: اِنِّي اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَّا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ، وَلَوْلَا اَنِّي رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا: انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم ایک پتھر ہو اور کسی کو نفع و نقصان نہیں دے سکتے۔ اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی بھی تمہیں بوسہ نہیں دیتا۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود بہشت سے اترا ہے یہ پتھر (پہلے) دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا مگر ابن آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔ (احمد، ترمذی) نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 1122)

وہ مقدس پتھر جسے آج حجر اسود (کالا پتھر) کہا جاتا ہے جب جنت سے اتر کر ظلم و جہل سے معمور اس دنیا میں آیا اور دنیا کے گنہگار باسیوں نے اس کو چھونا اور اس کو ہاتھ لگانا شروع کیا تو ان کے گناہوں نے کی تاثیر نے اس کا رنگ بدل دیا اور وہ پتھر جو دودھ سے زیادہ سفید تھا انسانوں کے گناہوں سے سیاہ ہو گیا۔ اب غور کیجئے جب پتھر پر انسان کے گناہوں کا یہ اثر ہو سکتا ہے تو خود انسان کے قلوب پر ان گناہوں کا کیا اثر ہوتا ہوگا۔ معاذ اللہ۔

راوی حدیث عابس بن ربیعہ کے احوال کا بیان

عابس بن ربیعہ: یہ عابس بن ربیعہ بن عامر غطفی نخعی کوفی ہیں یہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ یہ عبید الرحمان بن عابس رضی اللہ عنہ کے والد ہیں یہ اکابر تابعین میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے اسلام اور جاہلیت دونوں زمانے پائے ہیں۔

168- اخرجه مسلم (251/1270) واخرجه البخاری (1605) ومسلم (1270) واحمد (1/226) والدارمی (1863) والبزار (139) والنسائی فی الکبری (3919) وابو یعلی (220) وابن خزیمه (2711) وابن الجارود (452) وابن حبان (3821) وابن حبان (3821) من طرف مى حدیث عبد الله بن عمر رضی الله عنه

بَابٌ فِیْ وُجُوْبِ الْاِنْقِیَادِ لِحُکْمِ اللّٰہِ وَمَا یَقُوْلُ مَنْ دُعِیَ اِلٰی ذٰلِکَ وَاُمِرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نُهِیَ عَنِ الْمُنْکَرِ

باب 17: اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنے کا لازم ہونا

وہ شخص کیا جواب دے جسے اس کی طرف دعوت دی جائے اسے نیکی کا حکم دیا جائے یا اسے برائی سے منع کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کے حاکم ہونے کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (النساء: 65)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تمہارے پروردگار کی قسم وہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے اختلافی معاملات میں تمہیں حاکم تسلیم نہ کریں اور تم نے جو فیصلہ کیا ہو اپنے من میں اس کے لئے کوئی الجھن محسوس نہ کریں اور اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں''۔ (گذشتہ باب میں اس تفسیر گزر چکی ہے)

سماعت واطاعت والوں کی کامیابی کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (النور: 51)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک ان مومنین کا جواب کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں یہ ہوتا ہے، ہم نے سن لیا اور اس کی فرمانبرداری کی یہی تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں''۔

ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انھیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں گے جس طرح اہل ایمان کے لائق ہے۔ کہ ہم نے سن لیا، اور ہم سراپا اطاعت پیرا ہو گئے، یہ جواب میں کہتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ یعنی کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر سچے مومنوں کی شان بیان ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی تیسری چیز کو داخل دین نہیں سمجھتے۔ وہ تو قرآن وحدیث سنتے ہی، اس کی دعوت کی ندا کان میں پڑتے ہی صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا یہ کامیاب، بامراد اور نجات یافتہ لوگ ہیں۔

وَفِیْهِ مِنَ الْاَحَادِیْثِ: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ الْمَذْکُوْرُ فِیْ اَوَّلِ الْبَابِ قَبْلَهٗ وَغَیْرُهٗ مِنَ الْاَحَادِیْثِ فِیْهِ۔

اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں جن میں ایک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے اور اس کے علاوہ دیگر احادیث بھی ہیں۔

احکام شرعیہ کا انسانی قوت کے مطابق ہونے کا بیان

(169) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ اَلْاٰیَةَ (البقرة: 283) اشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَی الرُّكَبِ، فَقَالُوْا: اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ، كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا نُطِیْقُ: الصَّلٰوةَ وَالْجِهَادَ وَالصِّیَامَ وَالصَّدَقَةَ، وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَیْكَ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَلَا نُطِیْقُهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَیْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا؟ بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ" فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ، وَذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اِثْرِهَا: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴾ (البقرة: 285)

فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: ﴿ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ (البقرة: 286)

قَالَ: نَعَمْ ﴿ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ﴾ قَالَ: نَعَمْ ﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ﴾ قَالَ: نَعَمْ ﴿ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴾ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

"آسمانوں اور زمین میں جو بھی کچھ موجود ہے' وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ تمہارے ذہن میں کچھ بھی ہے' تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ' بہرصورت اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا اور پھر وہ جسے چاہے گا' بخش دے گا اور جسے چاہے گا' عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔"

یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پریشان ہو گئے' وہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر ادب سے دوزانو بیٹھ گئے اور عرض کی' اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے ہمیں ان امور کا پابند کیا گیا جو ہماری طاقت کے مطابق تھے جیسے نماز' جہاد' روزہ' صدقہ کرنا وغیرہ۔ اب آپ پر یہ آیت نازل ہو گئی' ہم تو اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب عطا کی گئی' کیا تم بھی ان کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے یہ حکم سن لیا ہے' مگر ہم اسے نہیں مانتے' تم یہ کہو: "ہم نے سن لیا اور اس کی اطاعت کرتے ہیں' اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے' (آخرکار) ہم نے تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔"

جس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ اعتراف کیا اسی وقت قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں؟

169- اخرجه مسلم (125)

Marfat.com

''رسول پر ان کے پروردگار کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے وہ اور اہلِ ایمان اس پر یقین رکھتے ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں پر یقین رکھتے ہیں۔ (اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان (ایمان لانے میں) کوئی فرق نہیں کرتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں ہم نے یہ حکم سن لیا اس کی اطاعت کی اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے ہم نے تیری ہی طرف لوٹ کے آنا ہے۔''

جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسا کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا؟ اور یہ آیت نازل کی:

''اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا ہر شخص کو اس کی نیکیوں کا اجر ملے گا اور گناہوں پر عذاب ہوگا (وہ یہ دعا کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہم سے مواخذہ نہ کرنا''۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ٹھیک ہے وہ یہ بھی دعا کرتے ہیں: ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں ایسے سخت احکام کا مکلف نہ کرنا جیسے تو نے سابقہ لوگوں کو کیا تھا''۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ٹھیک ہے (ایسا ہی ہوگا یہ بھی دعا کرتے ہیں) ''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ان احکام کا بھی مکلف نہ کرنا جن کی ہم طاقت نہیں رکھتے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ٹھیک ہے (ایسا ہی ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی دعا کی) ''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں معاف کر دینا ہمیں بخش دینا ہم پر رحم کرنا تو ہمارا مولا ہے تو کفار کے خلاف ہماری مدد کرنا'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ٹھیک ہے (ایسا ہی ہوگا)۔ (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)

نسخ کے معنی ومفہوم کا بیان

نسخ کے معنی لغت میں کسی چیز کو مٹانے یا نقل وتحویل کے آتے ہیں جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ نسخت الریح اثار القوم۔ کہ ہوا نے لوگوں کے پاؤں کے نشان مٹا دیئے یا اسی طرح بولتے ہیں نسخ الکتاب الی کتاب کہ ایک جگہ سے کتاب کو دوسری طرف نقل کیا۔ علماء کی اصطلاح میں نسخ اسے کہتے کہ کسی حکم شرعی کا اصلاح دین کی خاطر کسی دوسرے حکم کے ذریعہ تغیر وتبدل کیا جائے۔ یا کسی حکم کو نافذ کرنا کہ جس کے اور اس سے پیشتر کا حکم جو مقدم تھا اٹھ جائے اوّل حکم کو منسوخ اور دوسرے حکم کو ناسخ کہتے ہیں۔

نسخ کی چار اقسام کا بیان

نسخ کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) کتاب اللہ کا نسخ کتاب اللہ کے ساتھ (۲) حدیث کا نسخ حدیث کے ساتھ () کتاب اللہ کا نسخ حدیث کے ساتھ (۴) حدیث کا نسخ کتاب اللہ کے ساتھ۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ مثلاً پہلے کوئی حکم قرآن میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتارا گیا لیکن بعد میں کسی خاص مصلحت کی وجہ سے قرآن کی کسی دوسری آیت نے آ کر اس حکم کو منسوخ کر دیا، اب اس کی بھی دو شکلیں ہوں گی، یا تو وہ آیت قرآن میں باقی رہے اور صرف تلاوت کی جاتی رہے مگر اس کا حکم کالعدم قرار دیا گیا۔ یا یہ کہ حکم کے ساتھ آیت بھی منسوخ کر دی گئی اور اسی طرح نسخ کی دوسری شکل یہ ہے کہ حدیث کے کسی حکم کو حدیث ہی کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا ہو، تیسری شکل نسخ کی یہ ہے کہ قرآن کے کسی حکم کو حدیث کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمایا ہو لیکن اس میں کسی قسم کا یہ اشکال پیدا نہیں ہو سکتا کہ حکم الٰہی کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک انسان ہوتا ہے کس طرح کالعدم قرار

Marfat.com

دے سکتا ہے یہ اشکال وہیں رفع ہوگیا ہے جہاں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ حدیث بظاہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے مجموعہ کا نام ہے لیکن حقیقت میں حدیث بھی وحی من اللہ ہے فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن ایسی وحی ہے جس کی تلاوت نہیں کی جاتی اور جس کا مضمون براہ راست بارگاہ الوہیت سے اترتا ہے لیکن الفاظ رسول کے ہوتے ہیں اس صورت میں یہ حدیث متعارض نظر آئے گی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث قرآن کے حکم کو منسوخ نہیں کرسکتی۔

لہٰذا اس کا جواب یہی ہوگا کہ حدیث میں لفظ کلامی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو خود رسول اللہ کی ذاتی رائے اور اجتہاد کے طریقہ پر وارد ہو، نہ کہ وہ ارشاد جو بطور وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر القاء فرمایا گیا ہے اس تاویل کے بعد یہ تعارض رفع ہو جائے گا۔ یا پھر یہ تاویل کی جائے گی کہ یہ حدیث خود منسوخ ہے لہٰذا اس سے اس کلیہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ چوتھی شکل نسخ کی یہ ہے کہ حدیث کے کسی حکم کو کتاب اللہ کے ذریعہ منسوخ قرار دے دیا گیا، یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ کسی قانون میں تبدیلی یا کسی حکم کی منسوخی دو وجہ سے ہوتی ہے اوّل تو یہ کہ قانون بناتے وقت بانی قانون سے کوئی فروگزاشت یا غلطی ہوگئی جس کی وجہ سے بعد میں اس قانون میں تبدیلی اور منسوخی ضروری قرار دی گئی۔ ظاہر ہے کہ کلام اللہ میں یہ محال ہے اس لئے کہ اللہ کی علیم وخبیر ذات کسی قسم کی غلطی، بھول چوک یا فروگزاشت سے بالکل منزّہ و پاک وصاف ہے اس لئے جو بھی قانون بنائے گا یا جو بھی حکم دے گا وہ بالکل صحیح وکامل ہوگا اس میں کسی غلطی کا امکان بھی نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح رسول کے بتائے ہوئے احکام میں بھی یہ چیز نہیں ہوسکتی کیونکہ ایسے احکام جن کا تعلق دینی امور سے ہوتا ہے وہ براہ راست بارگاہ الوہیت سے نازل ہوئے ہیں اور دربار رسالت سے ان کا انعقاد عمل میں آتا ہے گویا وہ خود بھی احکام اللہ کے مرتبہ کے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جس طرح قرآن کے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اسی طرح حدیث کے احکام کی پیروی کرنا بھی ضروری ولازم ہے لہٰذا حدیث کے احکام میں بھی کسی حکم کی تبدیلی کا سبب یہ نہیں ہوسکتا۔ کسی قانون وحکم کی تبدیلی و منسوخی کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ محکوم کی حالت بدلنے سے مصلحت بھی بدل گئی ہے اس لئے قانون بھی بدل گیا جیسے کہ مریض کی حالت بدل جانے پر نسخہ بھی بدل دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک قانون بنایا گیا یا کوئی حکم دیا گیا اس وقت ماحول اس قسم کے قانون کا متقاضی تھا، یا محکوم کے ذہن مزاج اسی حکم کے لائق تھے مگر بعد میں جب ماحول میں تبدیلی آ گئی، محکوم کے ذہن و مزاج بھی دوسرا رخ اختیار کر گئے تو اب بانی قانون کی مصلحت بھی بدل گئی لہٰذا اس نے محکوم اور ماحول کی بھلائی اور اصلاح کی خاطر اس سے پہلے قانون کو بدل دیا اور اس جگہ کسی دوسرے قانون کو لاگو کر دیا ظاہر ہے کہ ایسا نسخ صحیح اور جائز ہوگا اس میں کسی قسم کا کوئی عقلی ونقلی اشکال پیدا نہیں ہوسکتا اور یہی تبدیلی وتفسیر اور نسخ قرآن واحادیث کے احکام میں ہوتے ہیں لہٰذا ان میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

Marfat.com

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ

باب 18: بدعت اور نئی ایجاد ہونے والی چیزوں کی ممانعت

حق کے سوا گمراہی ہی رہ جاتی ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ ﴾ (یونس : 32)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''حق کے بعد گمراہی کے علاوہ اور کیا رہ جاتا ہے''۔

ایمان کے بعد گمراہی کی طرف نہ آنے کا بیان

حضرت انس روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس آدمی میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا، اول یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، دوسرا یہ کہ کسی بندہ سے اس کی محبت محض اللہ (کی خوشنودی) کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز دیا ہے تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو'۔ صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث، 7)

مشرکین کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لیے فرمایا کہ جب اصل خالق و مالک اور تمام عالم کا مدبر اسی کو مانتے ہو، پھر ڈرتے نہیں کہ اس کے سوا دوسروں کو معبود بناؤ۔ معبود تو وہ ہی ہونا چاہیے، جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور تصرف علی الاطلاق ہو۔ اس کا اقرار کر کے کہاں الٹے پاؤں واپس جا رہے ہو۔ جب سچا وہ ہی ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے کیا رہ گیا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹے اوہام میں بھٹکنا عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔

قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا جانے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ (الأنعام : 38)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ ﴾ (النساء : 59) اَيِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ .

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اگر تم کسی چیز کے بارے میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو''۔

اس سے مراد کتاب اور سنت ہیں۔ (ان آیات کی تفسیر گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہے)

نبی کریم ﷺ کی سنن ہی راستہ ہدایت ہیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ﴾ (الأنعام : 153)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور بے شک یہ میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے تم اس کی پیروی کرو اور مختلف راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اس (اللہ تعالیٰ کے) راستے سے الگ کر دیں گے''۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ بعدازاں جاننا چاہئے کہ بے شک سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہترین راستہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ ہے اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث،138)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ (آل عمران :31) وَالْاٰيَاتُ فِى الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعلُوْمَةٌ .

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم فرما دو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو وہ تمہیں محبوب بنا دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا''۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا، وَهِيَ مَشْهُوْرَةٌ فَنَقْتَصِرُ عَلٰى طَرَفٍ مِّنْهَا :

اس بارے میں بہت سی آیات ہیں جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو وہ بھی بہت سی ہیں ہم ان میں سے چند کو ذکر کرنے پر ہی اکتفا کریں گے۔

(170) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''مَنْ اَحْدَثَ فِىْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : ''مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ'' .

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کرے گا جو اس سے تعلق نہ رکھتی ہو تو وہ مردود ہوگی۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس کے بارے میں ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہوگا۔

سنت کے مقابلے میں آنے والی بدعات سے پرہیز کرنے کا بیان

حضرت غضیف بن حارث الثمالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی قوم (دین میں) نئی بات نکالتی ہے (یعنی ایسی بدعت جو سنت کے مزاحم ہو) تو اس کے مثل ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔ لہٰذا سنت کو مضبوط پکڑنا نئی بات نکالنے (بدعت) سے بہتر ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث،182)

170- اخرجه احمد (10/26092) والبخاری (2697) ومسلم (1718) و (18/1718) و ابو داؤد (4606) و ابو عوانة (18/18/4) وابن ماجه (14) والقضاعی فی مسند الشهاب (359) والطیالسی (1422) وابن حبان (26) والبیهقی (119/10) والدار قطنی (224/4)

Marfat.com

سنت پر عمل کرنا اگر چہ وہ معمولی درجہ کی ہو بدعت پیدا کرنے اور بدعت پر عمل کرنے سے بہتر ہے اگر چہ وہ بدعت حسنہ ہو اس لئے کہ سنت نبوی کے اتباع و پیروی سے روح میں جلا پیدا ہوتا ہے جس کے نور سے قلب و دماغ منور ہوتے ہیں اس کے برخلاف بدعت ظلمت و گمراہی کا سبب ہے مثلاً بیت الخلاء میں آداب سنت وشرع کے مطابق جانا، سرائیں بنانے اور مدرسے قائم کرنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ اگر کوئی آدمی ان آداب کی رعایت کرتا ہوا بیت الخلاء جاتا ہے جو حدیث سے منقول ہیں تو وہ سنت پر عمل کرنے والا کہلائے گا۔ برخلاف اس کے کہ اگر چہ مدرسے قائم کرنا اور خانقاہیں بنانا بہت بڑا کام ہے۔ لیکن چونکہ وہ بدعت حسنہ ہے، اس لئے اس معمولی سی سنت پر عمل کرنے والا اتنے بڑے کام کرنے والے سے افضل ہوگا اس لئے کہ آداب سنت کا خیال کرنے والا اور سنت کی پیروی کرنے والا مقام وعروج اور قرب الٰہی کی طرف ترقی کرتا ہے مگر سنت کو ترک کرنے والا مقام علیا سے نیچے گرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی چیزیں جو افضل و اعلیٰ ہوتی ہیں وہ انہیں ترک کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک مقام آ جاتا ہے کہ وہ قساوت قلبی کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے جسے رائن اور طبع کہتے ہیں۔

سید جمال الدین سے بھی یہی منقول ہے نیز وہ لکھتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ جس نے آداب سنت کی رعایت کی مثلاً اس کا بیت الخلاء جانا بھی آداب سنت کے مطابق ہے تو اللہ کی جانب سے یہ توفیق دی جاتی ہے کہ وہ اس سے اعلیٰ سنت پر عمل کرے۔ چنانچہ توفیق الٰہی کا وہی نور اعلیٰ مقامات کی طرف اس کی راہ نمائی کرتا رہتا ہے آخر کار وہ منزل مقصود تک جا پہنچتا ہے۔ اور جو آدمی کسی معمولی سنت کو بھی ترک کرتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر یہ خامی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دوسری اعلیٰ و افضل چیزوں کو بھی ترک کرتا رہتا ہے اور اس کی سلامتی قلب ترک سنت کی ظلمت میں پھنس کر تنزل کرتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ مقام رین وطبع تک جا گرتا ہے۔

ملا علی قاری نے اس موقع پر بڑی اچھی بات کہی ہے کہ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ کسل و سستی کی وجہ سے سنت کو ترک کرنا ملامت و عتاب کا باعث ہے اور سنت کو نا قابل اعتناء سمجھ کر اس پر عمل کرنا معصیت اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب ہے اور سنت کا انکار بدعتی ہونے کا اظہار ہے لیکن اگر کسی بدعت کو خواہ وہ بدعت حسنہ کیوں نہ ہو ترک کر دیا جائے تو یہ تمام باتیں لازم نہیں آ یتیں۔ گویا سنت کو ترک کرنا بے شمار نقصان وفساد کا باعث ہے مگر بدعت کو ترک کرنا کوئی اثر نہیں ڈالتا اس لئے اس سے معلوم ہوا کہ سنت پر عمل کرنا خواہ کتنی ہی معمولی ہو، فلاح وسعادت اور بہتری کا باعث ہے اور بدعت پر عمل کرنا خواہ وہ حسنہ ہو اس کے مقابلہ میں بہتر نہیں ہے۔

بدعت سئیہ کی مذمت کا بیان

(171) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتّٰى كَاَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ، يَقُوْلُ: "صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ" وَيَقُوْلُ: "بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" وَيَقْرِنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، وَيَقُوْلُ: "اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" ثُمَّ

171-اخرجه مسلم (867) والنسائی (1577) وابن ماجه (45)

Marfat.com

يَقُوْلُ : "اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ، مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضِيَاعًا فَاِلَيَّ وَعَلَيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (بعض اوقات) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور جوش زیادہ ہو جاتا۔ یہاں تک کہ یوں محسوس ہوتا جیسے آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں جو صبح وشام حملہ کرتا ہے۔ (ایک مرتبہ خطبے کے دوران) آپ نے فرمایا: میں اور قیامت ان دونوں کی طرح ہے۔ پھر آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے ذریعے اشارہ کیا۔ (ایک مرتبہ) آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور سب سے برے کام نئے ایجاد شدہ ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں ہر مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ قریب ہوں وہ جو مال چھوڑتا ہے۔ وہ اس کے خاندان کا ہے اور جو وہ قرض یا اہل وعیال چھوڑتا ہے۔ وہ میری طرف (آئیں گے) اور میرے ذمہ ہوں گے۔

(172) وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِيْثُهُ السَّابِقُ فِيْ بَابِ الْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ .

✧✧ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث منقول ہے جو اس سے پہلے سنت کی حفاظت کے باب میں گزر چکی ہے۔

بدعت کے معنی ومفہوم کا بیان

کسی ایسے قول کو وارد کرنا جس کے کرنے والے اور کہنے والے نے صاحب شریعت کی اتباع نہ کی ہو اور نہ اس کو سابقہ شرعی مثالوں سے اور شرعی قواعد سے مستنبط نہ کیا ہو۔ اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔ (المفردات ص ۳۹، مکتبہ مرتضائیہ ایران)

ہر وہ بدعت جو ضلالت و گمراہی ہے اس سے مراد وہ بدعت ہے جس کی شریعت میں اصل موجود نہ ہو۔ فقہاء نے بدعت کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔ جن میں سے معروف دو اقسام ہیں۔ بدعت کی اقسام: (۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ

(۱) بدعت حسنہ کا معنی ومفہوم

وہ بدعت جس کی شریعت میں اصل ہو اور یہ نیا کام یا نیا نیک عمل ہو تو ایسی بدعت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ ایسی بدعت پر عمل مستحسن بھی ہوتا ہے کہیں واجب بھی ہوتا ہے۔ اس بدعت کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق کرنا کہ نماز تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ جب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے اس عمل کو دیکھا تو فرمایا: "نعم البدعة هذه" یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۶۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس بدعت حسنہ پر اتفاق کیا ہے۔ وہ نماز تراویح باجماعت ہے۔

172- اخرجه مسلم (867) والنسائی (1577) وابن ماجه (45)

Marfat.com

(۱) بدعت حسنہ کا ثبوت و بیان

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے، آپ نے ان کی بدحالی اور ان کی ضرورت کو دیکھا پھر آپ نے لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی، لوگوں نے کچھ دیر کی، جس سے آپ کے چہرہ انور پر کچھ احساس کے آثار ظاہر ہوئے، پھر ایک انصاری درہموں کی تھیلی لیکر آیا پھر دوسرا آیا اور پھر لانے والوں کا تانتا باندھ گیا، حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔ اور جس نے مسلمانوں میں کسی برے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۴۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) بدعت سئیہ کے مفہوم کا بیان

ہر وہ بدعت جس کی قرآن وسنت، اجماع وقیاس میں کوئی اصل موجود نہ ہو، ایسی نئی بدعت کو بدعت سئیہ کہتے ہیں جسے شریعت نے گمراہ کہا ہے۔ ایسی بدعت پر عمل کرنا گمراہی ہے۔

اس مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نیا کام بدعت نہیں ہے بلکہ ہر وہ عمل جس کی قرآن وحدیث میں کوئی اصل موجود نہ ہو، وہ بدعت سئیہ ہے۔

بدعت کی پانچ اقسام کا بیان

بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم واجب ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد وجوب پر مشتمل ہو اور اس کی دلیل شریعت میں موجود ہو جیسے ضائع ہونے کے ڈر سے قرآن مجید اور شریعت کی تدوین۔ بے شک ہمارے بعد آنے والوں کے لیے تبلیغ کرنا اجماعاً واجب ہے اور اسے چھوڑ دینا اجماعاً حرام ہے۔ اس طرح کی چیزوں کے وجوب میں اختلاف کرنا درست نہیں ہے۔ دوسری قسم بدعت محرمہ ہے۔ یہ وہ بدعت ہے جس کی دلیل شریعت میں حرام کے قواعد کے مطابق ہو۔ جیسے ٹیکس اور ایسے نئے ظالمانہ امور جو کہ قواعد شریعت کے منافی ہوں۔ جیسے جہلاء کو علماء پر فوقیت دینا اور شریعت کے کسی ایسے عہدے پر فائز کرنا جو وراثتی طریقے سے اس کے لیے درست نہ ہو اور اس منصب کو اس شخص کے لیے درست قرار دیا جائے جو کہ اس کے باپ کے لیے تھا اور وہ بذات خود اس منصب کا اہل نہ ہو اور تیسری قسم بدعت مستحبہ ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد استحباب پر مشتمل ہو اور شریعت میں اس کی حمایت میں دلائل موجود ہوں جیسا کہ نماز تراویح اور امر صحابہ کے خلاف (مصلحت وخیر کے پیش نظر) حکمرانان وقت، قاضیوں اور اہم منصب داروں کی تصویروں کو آویزاں کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شمار مصالح اور شرعی مقاصد لوگوں کے دلوں میں حکمرانوں کی عظمت ڈالے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے صحابہ کے زمانے میں صحابہ کے دین اور سابق الھجرہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے پھر نظام درہم برہم ہو گیا اور وہ زمانہ گزر گیا اور نیا زمانہ آ گیا اس زمانہ میں لوگ تصویروں کے بغیر کسی کی عظمت نہیں

Marfat.com

کرتے تھے لہٰذا تصویروں کی حیثیت کو تسلیم کرلیا گیا۔ یہاں تک کہ متعلقہ مصلحتیں حاصل ہوگئیں اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تو جو کی روٹی اور نمک کھایا کرتے تھے جبکہ اپنے عاملین کے لئے آدھی بکری روزانہ مقرر کر رکھی تھی کیونکہ اگر دوسرے عاملین بھی اسی طریقہ پر عمل کرتے جس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تھے تو وہ عوام الناس کی نظروں میں گر جاتے اور لوگ ان کا احترام نہ کرتے اور ان کی مخالفت پر اتر آتے لہٰذا یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی دوسرے کو کسی اور شکل میں نظام کی حفاظت کے لیے تیار کیا جائے اور اسی طرح جب آپ شام گئے تو آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ پردہ کئے ہوئے اور پردہ لٹکائے ہوئے تھے اور ان کے پاس خوبصورت سواری اور اعلیٰ رعب دار کپڑے تھے اور آپ اس طرح پیش آتے جس طرح بادشاہ پیش آتے تھے پھر اس کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہم ایسے علاقے میں ہیں جہاں ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ لہٰذا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے احوال کو بہتر جانتے ہو کہ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ نہیں اور اگر ضرورت ہے تو یہ بہتر ہے۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسروں کے نظائر سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ائمہ کے احوال اور امور سلطنت، زمانے، شہروں، صدیوں کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس طرح انہیں حسن معاملات اور حسن سیاسیات میں تنوع کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ یہ احوال پرانے نہ ہو جائیں اور بعض اوقات یہ مصلحتیں واجب ہو جاتی ہیں اور چوتھی قسم بدعت مکروہ کی ہے اور یہ وہ ہے جو شریعت اور اس کے قواعد میں سے دلائل کراہت پر مشتمل ہو جیسے بعض فضیلت والے اور بابرکت ایام کو عبادات کے لئے مخصوص کرنا۔ اس کی مثال وہ روایت ہے جسے امام مسلم اور دیگر نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے اور اسی رات کو قیام کے لئے مختص کرنے کو منع کیا ہے۔ اور اسی طرح اس باب میں محدود مندوبات کو زیادہ کرنا جیسے نمازوں کے بعد تینتیس بار تسبیح کرنا آیا ہے پھر ان کو سو بار کیا جائے، اور اسی طرح زکوٰۃ فطر کے لیے ایک صاع دینا آیا ہے پھر اسے دس صاعات بنا دیا جائے یہ اس وجہ سے ہے کہ ان امور میں زیادتی شارع پر جرات اور اس کی بے ادبی ہے۔ پس عظیم لوگوں کی شان یہ ہے کہ اگر انہیں کسی امر سے روکا جائے تو وہ رک جائیں کیونکہ اس حکم سے سرتابی سوئے ادب ہے۔

لہٰذا واجب میں زیادتی یا واجب پر زیادتی سخت منع ہے۔ کیونکہ اس طرح یہ اعتقاد پنپتا ہے کہ واجب اور اس پر زیادتی دونوں واجب ہیں۔ جیسا کہ امام مالک نے شوال کے چھ (روزوں کو) ملانے سے منع کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ سمجھا جائے کہ یہ بھی رمضان میں سے ہیں اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوا پھر اس نے فرض نماز ادا کی اور ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تا کہ دو رکعتیں (نفل) پڑھے۔ تو اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ تو اپنے فرض اور نفل میں فرق کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی وجہ سے ہم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے تو پھر اسے آقا علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن خطاب اللہ تعالیٰ نے تجھے درست پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ہم سے پہلے لوگوں نے نوافل کو فرائض کے ساتھ ملا دیا انہوں نے یہ یقین کرلیا کہ یہ تمام واجبات میں سے ہیں اور یہ شریعت میں تغیر ہے جو کہ اجماعاً حرام ہے اور پانچویں قسم بدعت مباح

Marfat.com

ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی دلیل شریعت کے قواعد وضوابط میں اباحت کے اصولوں کے مطابق ہو جیسا کہ آٹا چھاننے کے لیے چھلنی کا استعمال کرنا اور آثار میں پہلی چیز جو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کی وہ تھی اتخاذ المناخل للدقیق یعنی آٹا چھاننے کے لئے چھلنی کا استعمال کیونکہ زندگی میں لوگوں کی طبیعت میں نرمی ہونا اور اس کی اصلاح کرنا مباحات میں سے ہے اور اس کے تمام وسائل بھی مباح میں سے ہیں۔

(القرافی، انوار البروق فی انوار الفروق، 4:202-205 علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 711ھ)

بدعت کا گمراہ کن معنی بیان کرنا

جس طرح بدعقیدہ لوگوں نے بدعت کا مفہوم معاشرے میں مشہور کر رکھا ہے، اگر اسے تسلیم کر لیا جائے، تو ان گمراہ لوگوں کے مدارس، ان کی تنظیمات، ان کی جماعتیں، ان کے جلسے، ان کے استقبالیہ پروگرام، سالانہ تقریبات، جماعت کیلئے الیکشن، جماعت کیلئے امیر کا، یا صدر کا انتخاب، نصابی کتابیں، فہم قرآن کورسز، سالانہ اجتماع، قرآن کلاس کورسز، سالگرہ کے پروگرام اسی طرح گویا ان کے شب وروز بدعت سئیہ کے گڑھے میں گر جائیں گے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی خود ساختہ بدعت کے مطابق سو فیصد تو یہ خود بدعتی ثابت ہو جائیں گے، ان لوگوں نے دوسروں کو بدعت سے کیا بچانا ہے جو خود بدعتی ہیں۔

بَابٌ فِيمَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً

باب 19: جو شخص اچھے طریقے کا آغاز کرے یا بُرے طریقے کا آغاز کرے

اچھے لوگوں کی رہنمائی کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾ (الفرقان : 74)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں' اے ہمارے پروردگار! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد میں سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں پرہیز گار لوگوں کا پیشوا بنا دے گا''۔

حضرت حسن بصری کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ ان کو اللہ کی اطاعت میں مشغول دیکھے یہی ایک انسان کے لئے آنکھوں کی اصلی ٹھنڈک ہے اور اگر اولاد وازواج کی ظاہری صحت وعافیت اور خوش حالی بھی اس میں شامل کی جائے تو وہ بھی درست ہے۔

یہاں اس دعا سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے صرف اپنے نفس کی اصلاح اور اعمال صالحہ پر قناعت نہیں کر لیتے بلکہ اپنی اولاد اور بیبیوں کی بھی اصلاح اعمال واخلاق کی فکر کرتے ہیں اور اس کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اسی کوشش میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کی صالحیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فرقان، بیروت)

احکام اسلام کی رہنمائی کرنے والے ائمہ کی فضیلت کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ﴾ (الانبیاء : 73)

Marfat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور ہم نے انہیں پیشوا بنادیا وہ ہمارے حکم کے تحت رہنمائی کرتے تھے''۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا کہ اچانک ایک شخص (باہر پھاٹک پر) آیا (جس کے بارے میں اس وقت تک ہمیں کچھ نہیں معلوم تھا کہ کون شخص ہے) پھر اس نے پھاٹک کھولنے کے لئے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا کہ "جاؤ پھاٹک کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی (یعنی جنت کے اعلیٰ درجات کی) بشارت دے دو" میں نے جا کر پھاٹک کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابوبکر ہیں۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے مطابق ان کو جنت کی بشارت سنائی اور انہوں نے (اس نعمت عظمیٰ کی بشارت سن کر) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، (کچھ دیر بعد) پھر ایک شخص نے آ کر پھاٹک کھلوایا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جاؤ پھاٹک کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دے دو" میں نے جا کر پھاٹک کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عمر تھے، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے مطابق ان کو جنت کی بشارت سنائی اور انہوں نے بھی (یہ بشارت سن کر) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر (کچھ دیر بعد) ایک اور شخص نے آ کر پھاٹک کھلوایا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جاؤ پھاٹک کھول دو اور آنے والے شخص کو ان عظیم آفات ومصائب کے بعد جنت کی بشارت دے دو۔ جن کا وہ (اپنی زندگی میں) شکار ہوگا" میں نے جا کر پھاٹک کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان تھے چنانچہ میں نے ان کو وہ بات سنائی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، حضرت عثمان نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر کہا: اللہ ہی سے مدد طلب کی جانی چاہیے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث، 693)

اچھا کام جاری کرنے کی فضیلت کا بیان

(173) عَنْ اَبِی عَمْرٍو جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: کُنَّا فِی صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَآئَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُّجْتَابِی النِّمَارِ اَوِ الْعَبَاءِ، مُتَقَلِّدِی السُّیُوْفِ، عَامَّتُهُمْ مِنْ مُّضَرَ بَلْ کُلُّهُمْ مِنْ مُّضَرَ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَاٰی بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، فَصَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: "﴿ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ﴾، وَالْاٰیَةَ الْاُخْرٰی الَّتِیْ فِیْ اٰخِرِ الْحَشْرِ: ﴿ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِیْنَارِهٖ، مِنْ دِرْهَمِهٖ، مِنْ ثَوْبِهٖ، مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ - حَتّٰی قَالَ - وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ کَادَتْ کَفُّهٗ تَعْجَزُ عَنْهَا، بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰی رَاَیْتُ کَوْمَیْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّثِیَابٍ، حَتّٰی رَاَیْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَهَلَّلُ کَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا، وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ، مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَیِّئَةً کَانَ عَلَیْهِ وِزْرُهَا، وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ، مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ

173-اخرجه مسلم (1017) والنسائی (2553) وابن ماجه (203)

Marfat.com

مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

قَوْلُہٗ: "مُجْتَابِی النِّمَارِ" هُوَ بِالْجِیْمِ وَبَعْدَ الْاَلِفِ بَاءٌ مُّوَحَّدَةٌ، وَّالنِّمَارُ جَمْعُ نَمِرَةٍ وَّهِیَ كِسَاءٌ مِّنْ صُوْفٍ مُّخَطَّطٌ ۔ وَمَعْنٰی "مُجْتَابِیْهَا"، اَیْ: لَابِسِیْهَا قَدْ خَرَقُوْهَا فِیْ رُؤُوْسِهِمْ ۔ وَ"الْجَوْبُ" الْقَطْعُ، وَمِنْهُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی: ﴿وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ اَیْ نَحَتُوْهُ وَقَطَعُوْهُ ۔ وَقَوْلُہٗ: "تَمَعَّرَ" هُوَ بِالْعَیْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَیْ تَغَیَّرَ ۔ وَقَوْلُہٗ: "رَاَیْتُ كَوْمَیْنِ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّهَا: اَیْ صُبْرَتَیْنِ ۔ وَقَوْلُہٗ: "كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ" هُوَ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَفَتْحِ الْهَاءِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ قَالَهُ الْقَاضِیْ عِیَاضٌ وَّغَیْرُهٗ وَصَحَّحَهٗ بَعْضُهُمْ، فَقَالَ: "مُدْهُنَةٌ" بِدَالٍ مُّهْمَلَةٍ وَضَمِّ الْهَاءِ وَبِالنُّوْنِ وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَیْدِیُّ ۔ وَالصَّحِیْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْاَوَّلُ ۔ وَالْمُرَادُ بِهٖ عَلَی الْوَجْهَیْنِ: الصَّفَاءُ وَالْاِسْتِنَارَةُ ۔

✧✧ حضرت ابوعمرو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم دن کے آغاز میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی دوران وہاں کچھ لوگ آئے جو ننگے پاؤں تھے، ان کے جسم پر نا کافی کپڑے تھے، انہوں نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے اور گلے میں تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں۔ ان میں سے اکثریت، بلکہ سب کا تعلق "مضر" قبیلے سے تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فاقہ زدہ حالت کو ملاحظہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے گھر تشریف لے گئے پھر واپس آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا (فرمان الٰہی ہے):

"اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک وجود کے ذریعے پیدا کیا ہے۔" اس آیت کو آپ نے آخر تک یعنی "بے شک اللہ تعالیٰ تمہارا نگران ہے" تک پڑھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ حشر کی یہ آیت تلاوت کی۔ "اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ خیال رکھے کہ اس نے کل (آخرت) کے لیے کیا بھیجا ہے۔" ہر شخص اپنے دینار، اپنے درہم، اپنے کپڑے، اپنے جو، اپنی کھجوریں صدقہ کرے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کھجور کا ایک ٹکڑا ہی (صدقہ کر سکتا ہو تو وہ بھی کرے۔)

راوی کہتے ہیں: ایک انصاری صحابی ایک تھیلی بھر کر لائے جو ان سے اٹھائی نہیں جا رہی تھی۔ پھر لوگ باری باری چیزیں لاتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ کھانے اور کپڑوں کے دو ڈھیر بن گئے ہیں اور میں نے دیکھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک (خوشی کی وجہ سے) یوں دمک رہا تھا جیسے سونا چمکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی اچھے کام کا آغاز کرے (یعنی روایت قائم کرے) اسے اس عمل کا اجر ملے گا۔ اور اس کے بعد دوسرے لوگ جو اس پر عمل کریں گے (ان کے اجر کے برابر) ثواب اسے ملے گا۔ اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص اسلام میں کسی برے کام (بری روایت) کا آغاز کرے اسے اس کا گناہ ملے گا۔ اور اس کے بعد جتنے بھی لوگ وہ گناہ کریں گے (ان کے گناہ کے برابر) اسے گناہ ملے گا۔ اور ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

"مُجْتَابِی النِّمَارِ" اس میں جیم ہے اور الف کے بعد ب ہے۔ لفظ "النمار" لفظ نمرۃ کی جمع ہے جو اونی چادر کو کہتے ہیں جس میں لائنیں بنی ہوئی ہوں۔

Marfat.com

"مُجْتَابِيهَا": انہوں نے پھٹے ہوئے کپڑے اپنے سروں پر باندھے ہوئے تھے۔
"الْجَوْبُ": کا مطلب ٹکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی مراد ہے۔
﴿وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾: "اور قومِ ثمود جنہوں نے چٹان میں بسیرا کیا۔"
یعنی انہوں نے اسے چیر دیا اور اس کے ٹکڑے کر دیے۔
"تَمَعَّرَ": اس میں عین ہے یعنی وہ متغیر ہو گیا۔
"رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ": اس میں کاف پر زبر اور پیش دونوں پڑھے جاسکتے ہیں یعنی دو ڈھیر
"كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ": اس میں ذال اور "ھ" پر زبر پڑھی جائے گی۔ اور اس کے بعد نون ہے۔ اور اس کے بعد "ب" ہے۔
قاضی عیاض اور دیگر اہل علم نے یہی بات بیان کی ہے بعض حضرات نے تصحیف کے طور پر اُسے لفظ "مُدْهُنَةٌ" بتایا ہے۔ یعنی دال کے بعد "ہ" پر پیش ہے۔ حمیدی نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ تاہم صحیح اور مشہور پہلا لفظ ہے اور دونوں صورتوں میں مراد صفائی اور چمک ہے۔

قتل کے موجد کو ہر قتل کا گناہ پہنچنے کا بیان

(174) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، لِاَنَّهُ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس بھی شخص کو ظلم کے طور پر قتل کیا جائے گا تو آدم کے پہلے بیٹے پر اس کے حصے (کا وبال) ہو گا کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کا آغاز کیا تھا (متفق علیہ)

شرح

انسانی ظلم و ستم کی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل کی زندگی سے شروع ہوتی ہے جس نے اپنی ایک انتہائی معمولی نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنے حقیقی بھائی ہابیل کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور انسانی تاریخ کا یہ سب سے پہلا خونی واقعہ تھا جس نے ناحق خون بہانے کی بنیاد ڈالی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب کوئی نیک طریقہ رائج کرتا ہے تو اسے اس نیک کام کا ثواب بھی ملتا ہے، اسی طرح برا طریقہ رائج کرنے والے کو خود اس عمل کا اور اس طریقہ پر عمل کرنے والے کا بھی گناہ ملتا ہے۔ اسی لئے یہاں فرمایا جارہا ہے کہ جب بھی کوئی آدمی ظلم کے طریقہ پر قتل کر دیا جاتا ہے تو اس کے خون کا ایک حصہ قابیل پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ ناحق خون بہانے اور ظلم و ستم کے ساتھ قتل کا اول موجد وہی ہے۔

174- اخرجه احمد (2/3630) والبخاری (3335) ومسلم (1677) والترمذی (2673) والنسائی (3996) وابن ماجه (2616) وابن حبان (5983) وعبد الرزاق (19718) وابن ابی شیبة (363/9) والطبرانی (11738) والبیهقی (18/8)

Marfat.com

بَابٌ فِي الدَّلَالَةِ عَلٰى خَيْرٍ وَالدُّعَاءِ إِلٰى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ

باب 20: بھلائی کی طرف رہنمائی کرنا ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانا

دعوت اور وعظ کے معنی ومفہوم کا بیان

دعوۃ کے لفظی معنی بلانے کے ہیں انبیاء علیہم السلام کا پہلا فرض منصبی لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے پھر تمام تعلیمات نبوت ورسالت اسی دعوت کی تشریحات ہیں قرآن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت الی اللہ ہونا ہے۔ وعظ کے لغوی معنی یہ ہے کہ کسی خیر خواہی کی بات کو ایسی طرح کہا جائے کہ اس سے مخاطب کا دل قبولیت کے لئے نرم ہو جائے مثلا اس کے ساتھ قبول کرنے کے ثواب وفوائد اور نہ کرنے کے عذاب ومفاسد ذکر کئے جائیں (قاموس ومفردات راغب)

لوگوں کو رب کی طرف بلانے کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ اُدْعُ اِلٰی رَبِّكَ ﴾ (القصص : 87)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اپنے پروردگار کی طرف بلاؤ''۔

یعنی ان کافروں کی باتیں، انکی ایذاء رسانی اور انکی طرف سے تبلیغ ودعوت کی راہ میں رکاوٹیں، آپ کو قرآن کی تلاوت اور اس کی تبلیغ سے نہ روک دیں۔ بلکہ آپ پوری تن دہی اور یکسوئی سے رب کی طرف بلانے کا کام کرتے رہیں۔

مواعظ حسنہ اور حکمت کے ساتھ لوگوں کو دعوت دین دینے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾ (النحل : 125)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور بہترین نصیحت کے ہمراہ بلاؤ''۔

لفظ حکمت قرآن کریم میں بہت سے معانی کے لئے استعمال ہوا ہے اس جگہ بعض ائمہ تفسیر نے حکمت سے مراد قرآن کریم بعض نے قرآن وسنت بعض نے حجت قطعیہ کو قرار دیا ہے اور روح المعانی نے نے بحوالہ بحر محیط حکمت کی تفسیر یہ کی ہے۔

انها الکلام الصواب الواقع من اجمل موقع (روح) یعنی حکمت اس درست کلام کا نام ہے جو انسان کے دل میں۔ اس تفسیر میں تمام اقوال جمع ہو جاتے ہیں اور صاحب روح البیان نے بھی تقریبا یہی مطلب ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعہ انسان مقتضیات احوال کو معلوم کر کے اس کے مناسب کلام کرے وقت اور موقعہ ایسا تلاش کرے کہ مخاطب پر بار نہ ہو نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی اختیار کرے اور جہاں یہ سمجھے کہ صراحۃ کہنے میں مخاطب کو شرمندگی ہوگی وہاں اشارات سے کلام کرے یا کوئی ایسا عنوان اختیار کرے کہ مخاطب کو نہ شرمندگی ہو اور نہ اس کے دل میں اپنے خیال پر جمنے کا تعصب پیدا ہو۔ اور وعظ کے لغوی معنی یہ ہے کہ کسی خیر خواہی کی بات کو ایسی طرح کہا جائے کہ اس سے مخاطب کا دل قبولیت کے لئے نرم ہو جائے مثلا اس کے ساتھ قبول کرنے کے ثواب وفوائد اور نہ کرنے کے عذاب ومفاسد ذکر کئے جائیں۔

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ﴾ (المائدة :2)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تم نیکی اور پرہیز گاری کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کرو''۔

قرآن کریم کی اس تعلیم نے برّ وتقویٰ یعنی نیکی اور خدا ترسی کو اصل معیار بنایا۔ اسی پر مسلم قومیت کی تعمیر کھڑی کی۔ اس پر تعاون وتناصر کی دعوت دی۔ اس کے بالمقابل اثم وعدوان کو سخت جرم قرار دیا۔ اس پر تعاون کرنے سے روکا۔ بر وتقوی کے دو لفظ اختیار فرمائے۔ جمہور مفسرین نے برّ کے معنی اس جگہ فعل الخیرات یعنی نیک عمل قرار دیے ہیں اور تقویٰ کے معنی ترک المنکرات یعنی برائیوں کا ترک بتلائے ہیں۔ اور لفظ اثم مطلق گناہ اور معصیت کے معنی میں ہے۔ خواہ وہ حقوق سے متعلق ہو یا عبادات سے اور عدوان کے لفظی معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں۔ مراد اس سے ظلم وجور ہے۔

برّ وتقویٰ پر تعاون اور امداد کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الدال علی الخیر کفاعلہ۔ یعنی جو شخص کسی کو نیکی کا راستہ بتا دے تو اس کا ثواب ایسا ہی ہے جیسے اس نیکی کو اس نے خود کیا ہو۔ یہ حدیث ابن کثیر نے بحوالہ بزار نقل فرمائی ہے۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہدایت اور نیکی کی طرف دعوت دے تو جتنے آدمی اس کی دعوت پر نیک عمل کریں گے، ان سب کی برابر اس کو بھی ثواب ملے گا۔ بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کم کیا جائے۔ اور جس شخص نے لوگوں کو کسی گمراہی یا گناہ کی طرف بلایا۔ تو جتنے لوگ اس کے بلانے سے گناہ میں مبتلا ہوئے ان سب کے گناہوں کی برابر اس کو بھی گناہ ہوگا۔ بغیر اس کے کہ ان گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔

امام طبرانی نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لئے چلا وہ اسلام سے نکل گیا۔ اسی پر سلف صالحین نے ظالم بادشاہوں کی ملازمت اور کوئی عہدہ قبول کرنے سے سخت احتراز کیا ہے۔ کہ اس میں ان کے ظلم کی امداد واعانت ہے۔ تفسیر روح المعانی میں آیت کریمہ فلن اکون ظھیرا للمجرمین کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آواز دی جائے گی کہ کہاں ہیں ظالم لوگ اور ان کے مددگار یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے ظالموں کے دوات، قلم کو درست کیا ہے۔ وہ بھی سب ایک لوہے کے تابوت میں جمع کر کے جہنم میں پھینک دیے جائیں گے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ مائدہ، بیروت)

خیر کی طرف بلانے والوں کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ﴾ (آل عمران :104)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے''۔

شرح

حضرت ضحاک فرماتے ہیں اس جماعت سے مراد خاص صحابہ اور خاص راویان حدیث ہیں یعنی مجاہد اور علماء امام ابو جعفر باقر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا صبر سے مراد قرآن وحدیث کی اتباع

Marfat.com

ہے، یاد رہے کہ ہر ہر متنفس پر تبلیغ حق فرض ہے لیکن تاہم ایک جماعت تو خاص اسی کام میں مشغول رہنی چاہیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اسے ہاتھ سے دفع کردے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کرسکتا ہو تو اپنے دل سے نفرت کرے یہ ضعیف ایمان ہے، ایک اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں، (صحیح مسلم)

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اچھائی کا حکم اور برائیوں سے مخالفت کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمادے گا پھر تم دعائیں کروگے لیکن قبول نہ ہوں گی۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو کسی اور مقام پر ذکر کی جائیں گی۔

پھر فرماتا ہے کہ تم سابقہ لوگوں کی طرح افتراق واختلاف نہ کرنا تم نیک باتوں کا حکم اور خلاف شرع باتوں سے روکنا نہ چھوڑنا، مسند احمد میں ہے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ حج کیلئے جب مکہ شریف میں آئے تو ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہوکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اہل کتاب اپنے دین میں اختلاف کرکے بہتر گروہ بن گئے اور اس میری امت کے تہتر فرقے ہوجائیں گے خواہشات نفسانی اور خوش فہمی میں ہوں گے بلکہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی رگ رگ میں نفسانی خواہشیں اس طرح گھس جائیں گی جس طرح کتے کے کاٹے ہوئے انسان کی ایک ایک رگ اور ایک ایک جوڑ میں اس کا اثر پہنچ جاتا ہے اے عرب کے لوگو اگر تم ہی اپنے نبی کی لائی ہوئی چیز پر قائم نہ رہو گے تو اور لوگ تو بہت دور ہوجائیں گے۔ اس حدیث کی بہت سی سندیں ہیں پھر فرمایا اس دن سفید چہرے اور سیاہ منہ بھی ہونگے۔

ابن عباس کا فرمان ہے کہ اہل سنت وجماعت کے منہ سفید اور نورانی ہونگے مگر اہل بدعت ومنافقت کے کالے منہ ہونگے، حسن بصری فرماتے ہیں یہ کالے منہ والے منافق ہونگے جن سے کہا جائے گا کہ تم نے ایمان کے بعد کفر کیوں کیا اب اس کا مزہ چکھو۔ اور سفید منہ والے اللہ رحیم وکریم کی رحمت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جب خارجیوں کے سر دمشق کی مسجد کے زینوں پر لٹکے ہوئے دیکھے تو فرمانے لگے یہ جہنم کے کتے ہیں ان سے بدر مقتول روئے زمین پر کوئی نہیں انہیں قتل کرنے والے بہترین مجاہدین پھر آیت (یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ، آل عمران 106:) تلاوت فرمائی، ابوغالب نے کہا کہ جناب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ فرمایا ایک دو دفعہ نہیں بلکہ سات مرتبہ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اپنی زبان سے یہ الفاظ نکالتا ہی نہیں، ابن مردویہ نے یہاں حضرت ابوذر کی روایت سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جو بہت ہی عجیب ہے لیکن سنداً غریب ہے۔ دنیا اور آخرت کی یہ باتیں ہم تم پر اے نبی کھول رہے ہیں اللہ عادل حاکم ہے وہ ظالم نہیں اور ہر چیز کو آپ خوب جانتا ہے اور ہر چیز پر قدرت بھی رکھتا ہے پھر ناممکن ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے (جن کے کالے منہ ہوئے وہ اسی لائق تھے) زمین اور آسمان کی کل چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں اور اسی کی غلامی میں اور ہر کام کا آخری حکم اسی کی طرف ہے متصرف اور با اختیار حکم دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، بیروت)

Marfat.com

نیکی طرف بلانے والے نیکی کی مثل ثواب ملنے کا بیان

(175) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جوشخص کسی بھلائی کے کام کی طرف رہنمائی کرے اُسے اس بھلائی پر عمل کرنے والے کے اجر کی مانند اجر ملتا ہے۔

اس حدیث کوامام مسلم نے روایت کیا ہے۔

راوی حدیث عقبہ بن عمرو حزرجی کے احوال کا بیان

عقبہ بن عمرو حزرجی بدری: یہ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہونے والے ستر افراد میں سے ایک ہیں۔عمر کے اعتبار سے یہ ان سب سے چھوٹے تھے۔انہوں نے بدر میں رہائش اختیار کی تھی۔غزوہ بدر میں شرکت بھی کی غزوہ احد اوراس کے بعد رونما ہونے والے تمام غزوات میں شریک رہے۔بعد میں کوفہ میں اقامت اختیار کی اور ۴۱ ہجری میں وفات پائی۔ان کی کنیت ابومسعود ہے اور یہ اسی سے مشہور ہیں۔احادیث کی کتابوں میں ان سے دواحادیث منقول ہیں۔

نیکی کی دعوت دینے والے اور نیکی کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہ ہونے کا بیان

(176) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی، کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا، وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ، کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جوشخص ہدایت کی طرف بلائے تو اسے بھی ہدایت کی پیروی کرنے والے کی مانند اجر ملے گا اوران لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جوشخص گمراہی کی طرف بلائے تو ان لوگوں کے گناہوں جتنا گناہ ملے گا جواس کی پیروی کریں گے اوران دوسرے لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

فتح خیبر کے جھنڈے کی عطاء کا بیان

(177) وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ نِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

175-اخرجه مسلم (1893) والبخاری فی الادب المفرد (142) وابو داؤد (5129) والترمذی (2671)

176-اخرجه مالك فی مؤطه (507) بلاغاً- ووصله احمد (3/9171) ومسلم (2674) وابو داؤد (4609) والترمذی (2674)

Marfat.com

وَسَلَّمَ، قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: "لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ"، فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْ أَنْ يُعْطَاهَا. فَقَالَ: "أَيْنَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِيْ طَالِب؟" فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هُوَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ. قَالَ: "فَأَرْسِلُوْا إِلَيْهِ" فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ، وَدَعَا لَهُ فَبَرِئَ حَتّٰى كَأَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ. فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: "اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِ، فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهُ: "يَدُوْكُوْنَ": أَيْ يَخُوْضُوْنَ وَيَتَحَدَّثُوْنَ. وَقَوْلُهُ: "رِسْلِكَ" بِكَسْرِ الرَّاءِ وَبِفَتْحِهَا لُغَتَانِ، وَالْكَسْرُ أَفْصَحُ.

✧✧ حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن یہ ارشاد فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ فتح نصیب کرے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔ لوگ رات بھر اس انتظار میں رہے کہ کل وہ جھنڈا کس کو دیا جائے گا۔ جب صبح ہوئی اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر کسی کو یہ ہی امید تھی کہ وہ جھنڈا اسی کو مل جائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابو طالب کہاں ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ یارسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں بلا کر لاؤ ان کو بلا کر لایا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا ان کے لئے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گئے۔ یوں جیسے ان کو کبھی تکلیف تھی ہی نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جھنڈا عطا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا۔ جب تک وہ ہماری مانند (مسلمان) نہیں ہو جاتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آرام سے چلو جب تم ان کے میدان میں اترو اور انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اس بارے میں ان پر اللہ کا کون سا حق لازم ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعے اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہوگا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "یدوکون" کا مطلب ہے "یعنی وہ غور وفکر کرتے ہیں "رِسْلِكَ" اس میں "ر" پر زیر اور زبر دونوں پڑھے جاسکتے ہیں۔ تاہم زیر پڑھنا زیادہ فصیح ہے۔

راوی حدیث حضرت سہل بن سعد کے احوال کا بیان

حضرت سہل بن سعد ساعدی: یہ انصاری خزرجی ہیں ان کی کنیت ابوالعباس ہے یہ اور ان کے والد دونوں صحابی رسول ہیں۔

177- اخرجه احمد (8/22884) وسعيد بن منصور (2472) والبخاری (2942) ومسلم (2406) وابو داؤد (3661) وابن حبان (6932) والطبرانی (5877) والبيهقی (106/9) وابو نعيم فی الحلية (62/1)

ان کا نام پہلے "حزن" تھا نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام سہل رکھا۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ یہ طویل العمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے حجاج بن یوسف کا زمانہ پایا ہے۔ ۸۸ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی۔

جہاد میں سامان کی صورت میں مدد کرنے کا بیان

(178) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ : اَن فتیً مِّنْ اَسلم، قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اِنِّیْ اُرِیْدُ الْغزْوَ وَلَیْسَ معی مَا اَتَجَھَّز بِہٖ، قَالَ: "ائتِ فُلَانًا فَاِنَّہٗ قَدْ کَانَ تَجَھَّزَ فَمَرِضَ" فَاَتَاہُ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَیَقُوْلُ : اَعْطنی الَّذِیْ تَجَھَّزْتَ بِہٖ، فَقَالَ: یَا فُلَانَۃُ، اَعْطِیْہِ الَّذِیْ تَجَھَّزْتُ بِہٖ، وَلَا تَحْبِسی مِنْہُ شَیْئًا، فَوَاللّٰہِ لَا تَحْبِسِیْن مِنْہُ شَیْئًا فَیُبَارِكَ لَكِ فِیْہِ . رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قبیلہ اسلم سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس سامان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تم فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے سامان تیار کیا تھا۔ لیکن پھر وہ بیمار ہو گیا' وہ شخص اس دوسرے شخص کے پاس آیا اور بولا: نبی اکرم ﷺ نے تمہیں سلام کہا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے: تم نے جہاد کیلئے جو سامان تیار کیا تھا وہ مجھے دیدو اس نے (اپنی بیوی یا خادمہ) سے کہا: اے فلاں عورت! میں نے جو سامان تیار کیا تھا۔ وہ اسے دیدو اور کوئی چیز نہ روکنا۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے کوئی بھی چیز اس سے روکی تو ہمیں اس میں برکت نصیب نہیں ہوگی۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

مجاہد کی مدد سواری کے ذریعے کرنے کا بیان

حضرت ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ (دربار نبوت میں) ایک شخص نکیل پکڑی ہوئی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اللہ کی راہ کے لئے ہے یعنی میں اس اونٹنی کو اللہ کی رضا کے لئے جہاد میں پیش کرتا ہوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(میں تمہاری اس پیشکش کو بہ تحسین قبول کرتا ہوں اور تمہیں یہ بشارت دیتا ہوں کہ (اس کے بدلے میں قیامت کے دن تمہیں سات سو اونٹنیاں ملیں گی اور سب کے نکیل پڑی ہوگی (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 920)

بَابٌ فِی التَّعَاوُنِ عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی

باب 21: نیکی اور پرہیزگاری کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا

نیکی کے کاموں میں مدد کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ﴾ (المائدۃ: 2)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "نیکی اور پرہیزگاری کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کرو"۔

178- اخرجہ احمد (4/13159) ومسلم (1894) وابو داؤد (2780) وابن حبان (4730)

Marfat.com

حق اور صبر پر ڈٹ جانے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِىْ خُسْرٍ إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ (العصر : 1-2)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:''زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے ماسوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے انہوں نے نیک عمل کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور صبر کی تلقین کی''۔

مختصر نقصان اور اصحاب فلاح ونجات کا بیان

عصر سے مراد زمانہ ہے جس میں انسان نیکی بدی کے کام کرتا ہے، حضرت زید بن اسلم نے اس سے مراد عصر کی نماز یا عصر کی نماز کا وقت بیان کیا ہے لیکن مشہور پہلا قول ہی ہے اس قسم کے بعد بیان فرماتا ہے کہ انسان نقصان میں ٹوٹے میں اور ہلاکت میں ہے ہاں اس نقصان سے بچنے والے وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہو اعمال میں نیکیاں ہوں حق کی وصیتیں کرنے والے ہوں یعنی نیکی کے کام کرنے کی حرام کاموں سے رکنے کی اک دوسرے کو تاکید کرتے ہوں قسمت کے لکھے پر مصیبتوں کی برداشت پر صبر کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہوں ساتھ ہی بھلی باتوں کا حکم کرنے اور بری باتوں سے روکنے میں لوگوں کی طرف سے جو بلائیں اور تکلیفیں پہنچیں تو ان کو بھی برداشت کرتے ہوں اور اسی کی تلقین اپنے ساتھیوں کو بھی کرتے ہوں یہ ہیں جو اس صریح نقصان سے مستثنیٰ ہیں۔

مسیلمہ کذاب اور عمرو بن عاص میں مکالمہ

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مسیلمہ کذاب سے ملے اس نے بنوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا عمرو کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہو اس مدت میں تمہارے نبی پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے حضرت عمرو نے جواب دیا ایک مختصر سی نہایت فصاحت والی سورت اتری ہے پوچھا وہ کیا ہے حضرت عمر نے سورہ والعصر پڑھ کر سنا دی مسیلمہ ذرا دیر تو سوچتا رہا پھر کہنے لگا عمرو! دیکھو مجھ پر بھی اسی جیسی سورت اتری ہے عمرو نے کہا وہ کیا؟ کہا یہ یا وبر یا وبر انما انت اذنان وصدر وفسائر حضر نقر پھر کہنے لگا عمرو کہو تمہارا کیا خیال ہے؟ عمرو نے کہا میرا خیال تو خود ہی جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹا ہونے کا علم ہے۔ وبر بلی جیسا ایک جانور ہے اس کے دونوں کان ذرا بڑے ہوتے ہیں اور سینہ بھی باقی جسم بالکل حقیر اور واہیات ہوتا ہے اس کذاب نے ایسی فضول گوئی اور بکواس کے ساتھ اللہ کے کلام کا معارضہ کرنا چاہا جسے سن کر عرب کے بت پرست لوگوں نے بھی اس کا کاذب اور مفتری ہونا سمجھ لیا۔ طبرانی میں ہے کہ دو صحابیوں کا یہ دستور تھا کہ جب ملتے ایک اس سورت کو پڑھتا دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اس سورت کو غور و تدبر سے پڑھیں اور سمجھیں تو صرف یہی ایک سورت کافی ہے۔

قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِىْ - رَحِمَهُ اللّٰهُ - كَلَامًا مَعْنَاهُ : إِنَّ النَّاسَ اَوْ اَكْثَرَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ عَنْ تدبر هٰذِهِ السُّوْرَةِ

Marfat.com

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں یہ بات بیان کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔
لوگ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) لوگوں کی اکثریت اس سورت میں غور وفکر کرنے کے حوالے سے غفلت کا شکار ہے۔

جہاد میں مدد کرنے کا بیان

(179) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَهَّزَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

✧✧ حضرت ابوعبدالرحمٰن زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ کی راہ میں کسی غازی کو سامان دے تو اس نے بھی گویا جنگ میں شرکت کی اور جو شخص غازی کے گھر والوں کا اچھی طرح سے خیال رکھے تو اس نے بھی گویا جنگ میں شرکت کی۔ (متفق علیہ)

راوی حدیث حضرت زید بن خالد کے احوال کا بیان

حضرت زید بن خالد جہنی: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں یہ صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر جہینہ کا جھنڈا انہی کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ منورہ میں 78 میں ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے 81 احادیث نقل کی ہیں۔

مجاہد کے اہل وعیال کی نگرانی کرنے پر ثواب ہونے کا بیان

(180) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بعث بعثًا اِلٰی بَنِیْ لِحْیَانَ مِنْ هُذَیْلٍ، فَقَالَ: "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ "ہذیل" کی شاخ "بنولحیان" کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور حکم دیا ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی جائے (اور دوسرا گھر کا خیال رکھے) ثواب ان دونوں کو ملے گا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ جو لوگ جہاد میں جائیں گے ان کو تو جہاد کا ثواب ملے گا لیکن جو لوگ اپنے گھروں پر رہ کر مجاہدین کے گھر بار کی نگرانی اور ان کے اہل وعیال کی پرورش ودیکھ بھال کریں گے۔ تو ان کو بھی مجاہدین جیسا ثواب ملے گا۔

179-اخرجه احمد (6/17055) والبخاری (2843) ومسلم (1895) وابو داؤد (2509) والترمذی (1628) والنسائی (3180) وابن حبان (3631) وابن الجارود (1037) والطبرانی (5225) والطیالسی (956) والبیهقی (9)

180-اخرجه مسلم (1896) وابو داؤد (2510)

Marfat.com

(181) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ، فَقَالَ: "مَنِ الْقَوْمُ؟" قَالُوا : الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالُوْا : مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: "رَسُوْلُ اللّٰه"، فَرَفَعَتْ اِلَيْهِ امْرَاَةٌ صَبِيًّا، فَقَالَتْ: اَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: "نَعَمْ، وَلَكِ اَجْرٌ" (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ''روحاء'' کے مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کچھ سواروں سے ہوئی تو آپ نے دریافت کیا' تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا' مسلمان! انہوں نے دریافت کیا' آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا رسول! (راوی کہتے ہیں) ان میں سے ایک عورت نے اپنے بچے کو اوپر اُٹھاتے ہوئے دریافت کیا' کیا اس کا حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور تمہیں بھی اس کا اجر ملے گا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

عورت کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کا مطلب یہ تھا کہ لڑکا اگرچہ نابالغ ہے اور اس پر حج فرض نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ حج میں جائے گا تو اسے نفلی حج کا ثواب ملے گا اور چونکہ تم اس بچے کو افعال حج سکھلاؤ گی، اس کی خبر گیری کروگی اور پھر یہ کہ تم ہی اس کے حج کا باعث بنوگی اس لئے تمہیں بھی ثواب ملے گا۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نابالغ حج کرے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا اگر بالغ ہونے کے بعد فرضیت حج کے شرائط پائے جائیں گے تو اسے دوبارہ پھر کرنا ہوگا، اسی طرح اگر غلام حج کرے تو اس کے ذمہ سے بھی فرض ساقط نہیں ہوتا، آزاد ہونے کے بعد فرضیت حج کے شرائط پائے جانے کی صورت میں اس کے لئے دوبارہ حج کرنا ضروری ہوگا۔ ان کے برخلاف اگر کوئی مفلس حج کرے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ مال دار ہونے کے بعد اس پر دوبارہ حج کرنا واجب نہیں ہوگا۔

نابالغ سے فرض حج اس لئے بھی ساقط نہ ہوگا کیونکہ وہ فرض کی نیت کا اہل نہیں ہے۔ اور یہی دلیل غلام وغیرہ کے بارے میں بھی ہے۔

امانتدار خادم کے صدقے کا بیان

(182) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ:

181- اخرجه مالك فی مؤطه (961) واحمد (1/1898) و مسلم (1336) والنسائی (2646) والطیالسی و ابو یعلی (2400) وابن حبان (3798) وابن الجارود (4111) والحمیدی (504) وابو داؤد (1736) وابن خزیمة (3049) والبیهقی (155/5) والطحاوی فی شرح معانی الاثار (252/2)

182- اخرجه مالك فی مؤطه (961) واحمد (1/1898) و مسلم (1336) والنسائی (2646) والطیالسی (2707) وابو یعلی (2400) وابن حبان (3798) وابن الجارود (411) والحمیدی (504) وابو داؤد (1736) وابن خزیمه (3049) والبیهقی (155/5) والطحاوی فی شرح معانی آلاثار (256/2)

Marfat.com

"اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِیْ يُنفِذُ مَا اُمِرَ بِهٖ فَيُعْطِيْهِ كَامِلًا مُّوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ، اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ : "اَلَّذِیْ يُعْطِیْ مَا اُمِرَ بِهٖ" وَضَبَطُوْا "الْمُتَصَدِّقَيْنِ" بِفَتْحِ الْقَافِ مَعَ كَسْرِ النُّوْنِ عَلَى التَّثْنِيَةِ، وَعَكْسِهٖ عَلَى الْجَمْعِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ .

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: وہ امانت دار مسلمان خادم جو اس حکم پر پوری طرح عمل کرتا ہے جو اسے دیا گیا ہو اور اپنی رضامندی کے ساتھ اس شخص کو پوری ادائیگی کرتا ہو جس کے بارے میں حکم دیا گیا ہو تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک (شمار) ہوگا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "اسے جو حکم دیا گیا ہے وہ ادا کرتا ہے"۔

محدثین نے اس لفظ "المتصدقین" پڑھا ہے یعنی "ق" پر "زبر" اور "ن" پر زیر یعنی "تثنیہ" کے صیغے کے طور پر اور کچھ نے اسے جمع کے صیغے کے طور پر پڑھا ہے اور دونوں "صحیح" ہیں۔

بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ

باب 22: خیر خواہی کا بیان

اہل ایمان کا باہمی بھائی ہونے کا بیان

قَالَ تَعَالٰى : ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ (الحجرات : 10)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "بے شک اہلِ ایمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں"۔ کل مومن دینی بھائی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسے اس پر ظلم وستم نہ کرنا چاہیے۔

صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے اور صحیح حدیث میں ہے جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر بھائی مسلمان کے لئے اس کی پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین۔ اور تجھے بھی اللہ ایسا ہی دے۔

اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں صحیح حدیث میں ہے مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت رحم دلی اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی شب بیداری کی تکلیف ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا مسند احمد میں ہے مومن کا تعلق اور اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے ہے، مومن اہل ایمان کے لئے وہی دردمندی کرتا ہے جو دردمندی جسم کو سر کے ساتھ ہے۔ پھر فرماتا ہے دونوں لڑنے والی جماعتوں اور دونوں طرف کے اسلامی بھائیوں میں صلح کرا دو اپنے تمام کاموں میں اللہ کا ڈر رکھو۔ یہی وہ

اوصاف ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت تم پر نازل ہو گی پرہیز گاروں کے ساتھ ہی رب کا رحم رہتا ہے۔

حضرت نوح و ہود علیہما السلام کا قوم کو خیر خواہی کا خطاب کرنا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : اِخبارًا عَنْ نُوْحٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿وَاَنْصَحُ لَكُمْ﴾ (الاعراف : 62) وَعَنْ هُوْدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ﴾ (الاعراف : 68)

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بات نقل کی ہے ''اور میں تمہارے لئے خیر خواہی کرتا ہو''۔

نوح علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ گمراہی میں میں نہیں بلکہ تم گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے اس کا پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں اور اگر تم میری دعوت قبول کر لو تو اس میں تمہاری ہی بھلائی اور خیر خواہی ہے ایک تو تمہاری دنیا اور آخرت سنور جائے گی دوسرے عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کی یہ بات نقل کی ہے۔ ''اور میں تمہارے لئے خیر خواہ ہوں اور امانتدار ہوں''۔

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ نہ میں نادان ہوں نہ جھوٹا ہوں بلکہ اس اللہ کا جسے تم بھی رب اکبر تسلیم کرتے ہو۔ پیامبر ہوں اور تمہیں اللہ ہی کا پیغام پہنچا رہا ہوں اپنے پاس سے کچھ نہیں کہہ رہا کہ خود ہی کوئی بات بنا کر اللہ کے ذمے لگا دوں اور حقیقتاً میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور چاہتا ہوں کہ تمہیں کوئی روز بد نہ دیکھنا پڑے اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میں ایک امین اور دیانت دار آدمی ہوں لہٰذا جو کچھ اور جتنا پیغام اللہ نے دیا ہے وہ بغیر کسی کمی بیشی کے تمہیں پہنچا رہا ہوں۔

دین اسلام خیر خواہی ہے

(183) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ : فَالْاَوَّلُ : عَنْ اَبِىْ رُقَيَّةَ تَمِيْمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ" قُلْنَا : لِمَنْ؟ قَالَ: "لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے دریافت کیا کس کے لئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی کتاب کے لئے اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے اور عام افراد کے لئے۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

خدا کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لائے اس کی واحدانیت وحاکمیت کا اعتقاد رکھے اس کی صفات وکارسازی میں کسی غیر کو شریک کرنے سے اجتناب کرے اس کی عبادت اخلاص نیت کے ساتھ کرے اور اس کے

183-(رواه مسلم) اس کو شافعی واحمد نے روایت کیا-نسائی ابن خزیمہ نے اس کی تخریج کی-(سخاوی فی الاربعین)

اوامر ونواہی کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس کی نعمتوں کا اقرار واعتراف کرے اور اس کا شکر ادا کرے اور اس کے نیک بندوں سے محبت کرے اور بدکار سرکش بندوں سے نفرت کرے۔ خدا کی کتاب کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس میں جو کچھ لکھا ہے اس پر ہر حالت میں عمل کرے تجوید وترتیل اور غور وفکر کے ساتھ اس کی تلاوت کرے اور اس کی تعظیم واحترام میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔ خدا کے رسول کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو سچے دل سے تصدیق کرلے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور اس کے پیغمبر ہیں ان کی نبوت پر ایمان لائے وہ اللہ کی طرف سے جو پیغام پہنچائیں اور جو احکام دین ان کو قبول کرے اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرے ان کو اپنی جان اپنی اولاد اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز رکھے ان کے اہل بیت اور ان کے صحابہ سے محبت رکھے اور ان کی سنت پر عمل کرے۔

"مسلمانوں کے اماموں کے حق میں خیر خواہی" یہ ہے کہ جو شخص اسلامی حکومت کی سربراہی کررہا ہو اس کے ساتھ وفاداری کو قائم رکھے، احکام وقوانین کی بیجا طور پر خلاف ورزی کرکے ان کے نظم حکومت میں خلل وابتری پیدا نہ کرے اچھی باتوں میں ان کی پیروی کرے اور بری باتوں میں ان کی اطاعت سے اجتناب کرے اگر وہ اسلام اور اپنے عوام کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت و کوتاہی کا شکار ہوں تو ان کو مناسب اور جائز طریقوں سے متنبہ کرے اور ان کی خلاف بغاوت کا علم بلند نہ کرے اگرچہ وہ کوئی ظلم ہی کیوں نہ کریں، علماء کو جو مسلمانوں کے علمی ودینی رہنما ہوتے ہیں ان کی عزت واحترام کرے، شرعی احکام اور دینی مسائل میں وہ قرآن وسنت کے مطابق جو کچھ کہیں اس کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے ان کی اچھی باتوں اور ان کے نیک اعمال کی پیروی کرے۔ اور تمام مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی کا مطلب ان کی دینی دنیاوی خیر وبھلائی کا طالب رہے ان کو دین کی تبلیغ کرے ان کو دنیا کے اس راستہ پر چلانے کی کوشش کرے اور ان کو کسی بھی طرح نقصان پہنچانے کی بجائے نفع پہنچانے کی سعی کرے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے اس کے مختصر الفاظ حقیقت میں دین ودنیا کی تمام بھلائیوں اور سعادتوں پر حاوی ہیں اور تمام علوم اولین وآخرین اس چھوٹی سی حدیث میں مندرج ہیں۔

مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی پر بیعت لینے کا بیان

(184) اَلثَّانِیُ : عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ، وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ، وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

✧ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کیلئے خیر خواہی کرنے کی بیعت کی تھی۔ (متفق علیہ)

شرح

اللہ تعالیٰ کی تمام تر عبادت وطاعت کا تعلق دو ہی چیزوں سے ہے ایک تو حقوق اللہ، دوسرے حقوق العباد، لہٰذا حضرت جریر

184- اخرجه احمد (7/19248) والحميدی (795) والبخاری (57) ومسلم (56) والترمذی (1925) وابن حبان (4545) والطبرانی (2246) والبيهقی (8) والنسائی (4167)

Marfat.com

نے حقوق اللہ میں خاص طور پر ان عبادات کا ذکر کیا جو تمام بدنی اور مالی عبادتوں میں شہادت کے بعد سب سے اعلیٰ وافضل ہیں اور ارکان اسلام میں سے اہم ترین رکن ہیں یعنی نماز اور زکوۃ جہاں تک روزہ اور حج کا تعلق ہے تو ہوسکتا ہے کہ جس وقت حضرت جریر نے بیعت کی ہو اس وقت تک یہ دونوں روزہ اور حج مسلمانوں پر فرض نہ قرار دیئے گئے ہوں اسی طرح حقوق العباد سے متعلق اس چیز کو ذکر کیا جس کے دائرے میں بندوں کے تمام حقوق آجاتے ہیں یعنی خیر خواہی۔ انہی حضرت جریر کا ایک واقعہ اس موقع پر نہایت مطابق ہے اور جس سے ان کی مذکورہ بالا بیعت کا عملی نمونہ سامنے آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جریر نے ایک گھوڑا تین سو درہم کے عوض خرید لیا، انہوں نے بیچنے والے سے کہا کہ تمہارا یہ گھوڑا تو تین سو درہم سے زیادہ قیمت ہے تم اس کی قیمت چار سو درہم لو گے؟ اس نے کہا ابن عبداللہ تمہاری مرضی پر موقوف ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو گھوڑا چار سو درہم سے بھی زیادہ کا معلوم ہوتا ہے تم کیا اس کی قیمت پانچ سو درہم لینا پسند کرو گے؟ وہ اسی طرح اس کی قیمت سو سو درہم بڑھاتے گئے اور آخر کار انہوں نے اس گھوڑے کی قیمت میں آٹھ سو درہم ادا کئے جب لوگوں نے ان سے گھوڑے کی قیمت بڑھانے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیعت کی تھی کہ ہر مسلمان سے خیر خواہی کروں گا (چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ اس گھوڑے کا مالک وہ قیمت طلب نہیں کر رہا جو حقیقت میں ہونی چاہیے تو میں نے اس کی خیر خواہی کے پیش نظر اس کو زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کی۔

مسلمان بھائی کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو

(185) اَلثَّالِثُ : عن اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی اس چیز کو پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

شرح

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایمان کی اعلیٰ باتیں کیا ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (کسی سے) تمہاری محبت بھی اللہ کے لئے ہو اور بغض وعداوت بھی اللہ ہی کے لئے ہو اور تم اپنی زبان کو (خلوص دل سے) اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو، انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کے علاوہ اور کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسروں کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اور جس چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اس کو دوسروں کیلئے بھی ناپسند کرو۔ (مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث، 44)

185- اخرجه احمد (4/12801) والبخاری (13) ومسلم (45) والترمذی (2515) والنسائی (5031) وابن ماجه (66) والدارمی (2/307) وابن حبان (234) وابو عوانة (1/33) والطیالسی (2004) وابن منده فی الایمان (296) وغیرهم

Marfat.com

بَابٌ فِي الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

باب 23: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا

معروف ومنکر کے معنی ومفہوم کا بیان

معروف "اصل میں "معرفت" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پہچاننا، حقیقت کو پالینا اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیزیں جن کو شریعت کے ذریعہ پہچانا گیا ہے اور جن کو اختیار کرنے کا حکم شریعت نے دیا ہے۔ معروف کے مقابلہ پر منکر ہے یعنی وہ چیزیں جن کا شریعت سے کوئی واسطہ نہ ہو اور ان کو اختیار کرنے سے شریعت نے باز رکھا ہو۔ واضح رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، تعلیمات اسلامی کی ایک خاص اصطلاح ہے جس کے معنی ہیں لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا۔

نیکی دعوت اور برائی سے روکنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (آل عمران : 104)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف دعوت دے وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور وہی لوگ کامیاب ہیں''۔

بہتر امت ہونے کے اعزاز کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (آل عمران : 110)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو''۔

امت محمدیہ تمام امتوں پر بہتر ہے صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں تم اوروں کے حق میں سب سے بہتر ہو تو لوگوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کر اسلام کی طرف جھکاتے ہو، اور مفسرین بھی یہی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو اور سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والے ہو، ابولہب کی بیٹی حضرت درہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ اس وقت منبر پر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کونسا شخص بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا سب لوگوں سے بہتر وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قاری قرآن ہو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، سب سے زیادہ اچھائیوں کا حکم کرنے والا سب سے زیادہ برائیوں سے روکنے والا سب سے زیادہ رشتے ناتے ملانے والا ہو۔

(مسند احمد بن حنبل)

Marfat.com

نیکی کا حکم دینے اور جہالت سے اعراض کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ ﴾ (الاعراف : 199)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''درگزر کرو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو''۔

دوسرے معنی عفو کے معافی اور درگزر کرنے کے بھی آتے ہیں، علماء تفسیر کی ایک جماعت نے اس جگہ یہی معنی مراد لے کر اس جملہ کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ آپ گناہگاروں خطاکاروں کے گناہ وقصور کو معاف کر دیا کریں۔

امام تفسیر ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے آیت کا مطلب پوچھا، جبریل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتلایا کہ اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کریں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے تعلق قطع کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔

اس جگہ ابن مردویہ نے بروایت سعد بن عبادہ نقل کیا ہے کہ غزوہ احد میں جب آنحضرت کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کیا گیا اور بڑی بے دردی سے ان کے اعضاء کاٹ کر لاش کی بے حرمتی کی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاش کو اس ہیئت میں دیکھ کر فرمایا کہ جن لوگوں نے حمزہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے میں ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کر کے چھوڑوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کا یہ مقام نہیں، آپ کے شایان شان یہ ہے کہ عفو ودرگزر سے کام لیں۔

اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد نے عقبہ بن عامر کی روایت سے نقل کی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکارم اخلاق کی تعلیم دی وہ وہی تھی کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو، جو تم سے قطع تعلق کر دے تم اس سے ملا کرو، جو تمہیں محروم کرے تم اس کو بخشش دیا کرو۔

اور بیہقی نے بروایت علی مرتضیٰ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو اولین وآخرین کے اخلاق سے بہتر اخلاق کی تعلیم دیتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جو شخص تم کو محروم کرے تم اس پر بخشش کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو، جو تم سے تعلق قطع کرے تم اس سے بھی ملا کرو۔

لفظ عفو کے پہلے اور دوسرے معنی میں اگرچہ فرق ہے لیکن حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ لوگوں کے اعمال واخلاق میں سرسری اطاعت وفرمانبرداری کو قبول فرمالیا کریں، زیادہ تجسس اور تفتیش میں نہ پڑیں، اور ان سے اعلیٰ معیار کی اطاعت کا مطالبہ نہ کریں اور ان کی خطاؤں اور قصور سے درگزر فرمائیں، ظلم کا انتقام نہ لیں، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واخلاق ہمیشہ اسی سانچے میں ڈھلے رہے، جس کا پورا مظاہرہ اس وقت ہوا جب مکہ فتح ہو کر آپ کے جانی دشمن آپ کے قبضہ میں آئے تو آپ نے سب کو آزاد کر کے فرمادیا کہ تمہارے مظالم کا بدلہ لینا تو کیا ہم تمہیں پچھلے معاملات پر ملامت بھی نہیں کرتے۔

دوسرا جملہ اس ہدایت نامہ کا وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ ہے، عرف بمعنی معروف ہر اچھے اور مستحسن کام کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ

آپ کے ساتھ برائی اور ظلم سے پیش آئیں آپ ان سے انتقام نہ لیں بلکہ معاف کردیں مگر ساتھ ہی ان کو نیک کام کی ہدایت بھی کرتے رہیں، گویا بدی کا بدلہ نیکی سے ظلم کا بدلہ صرف انصاف ہی سے نہیں بلکہ احسان سے دیں۔

تیسرا جملہ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جاہلوں سے آپ کنارہ کش ہوجائیں، مطلب یہ ہے کہ ظلم کا انتقام چھوڑ کر آپ ان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کریں اور نرمی کے ساتھ ان کو حق بات بتلائیں مگر بہت سے جاہل ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس شریفانہ معاملہ سے متاثر نہیں ہوتے، اس کے باوجود جہالت اور سختی سے پیش آتے ہیں تو ایسے لوگوں کے ساتھ آپ کا معاملہ یہ ہونا چاہئے کہ ان کے دلخراش اور جاہلانہ کلام سے متاثر ہو کر انہیں جیسی سخت گفتگو نہ کریں بلکہ ان سے کنارہ کش ہوجائیں۔ (جامع البیان، سورہ اعراف، بیروت)

اہل ایمان کی باہمی مدد کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (التوبة: 71)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور مومن مرد اور مومن عورتیں وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں''۔

مسلمان ایک دوسرے کے مددگار ہیں:

مسلمان ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ایک دوسرے کا دست و بازو بنے رہتے ہیں صحیح حدیث میں ہے کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے آپ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھا بھی دیا۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ مومن اپنی دوستی اور سلوک میں مثل ایک جسم کی مانند ہیں کہ ایک حصے کو بھی اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بیماری اور بیداری میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ یہ پاک نفس لوگوں اوروں کی تربیت سے بھی غافل نہیں رہتے۔ سب کو بھلائیاں دکھاتے ہیں اچھی باتیں بتاتے ہیں برے کاموں سے بری باتوں سے امکان بھر روکتے ہیں۔ حکم الٰہی بھی یہی ہے۔ فرماتا ہے تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو بھلائیوں کا حکم کرے برائیوں سے منع کرے۔ یہ نمازی ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی زکوٰۃ بھی دیتے ہیں تاکہ ایک طرف اللہ کی عبات ہو دوسری جانب مخلوق کی دلجوئی ہو۔ اللہ رسول کی اطاعت ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے جو حکم ملا بجالائے جس سے روکا رک گئے۔ یہی لوگ ہیں جو رحم الٰہی کے مستحق ہیں۔ یہی صفتیں ہیں جن سے اللہ کی رحمت انکی طرف لپکتی ہے۔ اللہ عزیز ہے وہ اپنے فرماں برداروں کی خود بھی عزت کرتا ہے اور انہیں ذی عزت بنا دیتا ہے۔ دراصل عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس نے اپنے رسولوں اور اپنے ایماندار غلاموں کو بھی عزت دے رکھی ہے اس کی حکمت ہے کہ ان میں یہ صفتیں رکھیں اور منافقوں میں وہ خصلتیں رکھیں، اس کی حکمت کی تہہ کو کون پہنچ سکتا ہے؟ جو چاہے کرے وہ برکتوں اور بلندیوں والا ہے۔

Marfat.com

امر بہ معروف نہ کرنے پر وعید کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (المائدۃ : 78)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ کی زبانی لعنت کی گئی ایسا اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کر گئے وہ برائی سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے انہوں نے بہت بُرا کیا''۔

ارشاد ہے کہ بنواسرائیل کے کافر پرانے ملعون ہیں، حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانی انہی کے زمانہ میں ملعون قرار پا چکے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے نافرمان تھے اور مخلوق پر ظالم تھے، توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن سب کتابیں ان پر لعنت برساتی آئیں۔ یہ اپنے زمانہ میں بھی ایک دوسرے کو برے کاموں دیکھتے تھے لیکن چپ چاپ بیٹھے رہتے تھے، حرام کاریاں اور گناہ کھلے عام ہوتے تھے اور کوئی کسی کو روکتا نہ تھا۔ یہ تھا ان کا بدترین فعل۔ مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "بنواسرائیل میں پہلے پہل جب گناہوں کا سلسلہ چلا تو ان کے علماء نے انہیں روکا۔ لیکن جب دیکھا کہ باز نہیں آتے تو انہوں نے انہیں الگ نہیں کیا بلکہ انہی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے رہے، جس کی وجہ سے دونوں گروہوں کے دلوں میں آپس میں ٹکرا دیا اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے دل بھڑا دیئے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانی ان پر اپنی لعنت نازل فرمائی۔ کیونکہ وہ نافرمان اور ظالم تھے۔ اس کے بیان کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم! تم پر ضروری ہے کہ لوگوں کو خلاف شرع باتوں سے روکو اور انہیں شریعت کی پابندی پر لاؤ۔"، ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ "سب سے پہلے برائی بنی اسرائیل میں داخل ہوئی تھی کہ ایک شخص دوسرے کو خلاف شرع کوئی کام کرتے دیکھتا تو اسے روکتا، اسے کہتا کہ اللہ سے ڈر اور اس برے کام کو چھوڑ دے یہ حرام ہے۔ لیکن دوسرے روز جب وہ نہ چھوڑتا تو یہ اس سے کنارہ کشی نہ کرتا بلکہ اس کا ہم نوالہ ہم پیالہ رہتا اور میل جول باقی رکھتا، اس وجہ سے سب میں ہی سنگدلی آ گئی۔ پھر آپ نے اس پوری آیت کی تلاوت کر کے فرمایا واللہ تم پر فرض ہے کہ بھلی باتوں کا ہر ایک کو حکم کرو، برائیوں سے روکو، ظالم کو اس کے ظلم سے باز رکھو اور اسے تنگ کرو کہ حق پر آ جائے۔" ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ابوداؤد وغیرہ میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تمہارے دلوں کو بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا دے گا اور تم پر اپنی پھٹکار نازل فرمائے گا جیسی ان پر نازل فرمائی۔

ایمان کا انجام خیر جبکہ کفر کا انجام جہنم ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (الکہف : 29)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم فرما دو کہ یہ میرے پروردگار کی طرف سے آیا ہوا ہے یہ حق ہے جو چاہے ایمان لے آئے اور چاہے انکار کر دے''۔

جو کچھ میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں وہی حق صدق اور سچائی ہے شک شبہ سے بالکل خالی۔ اب جس کا جی چاہے

مانے نہ چاہے نہ مانے۔ نہ ماننے والوں کے لئے آگ جہنم تیار ہے، جس کی چار دیواری کے جیل خانے میں یہ بے بس ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ جہنم کی چار دیواری کی وسعت چالیس چالیس سال کی راہ کی ہے (مسند احمد) اور خود وہ دیواریں بھی آگ کی ہیں۔ اور روایت میں ہے سمندر بھی جہنم ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا واللہ نہ اس میں جاؤں جب تک بھی زندہ رہوں اور نہ اس کا کوئی قطرہ مجھے پہنچے۔ مہل کہتے ہیں غلیظ پانی کو جیسے زیتون کے تیل کی تلچھٹ اور جیسے خون اور پیپ جو بیحد گرم ہو۔ حضرت ابن مسعود نے ایک مرتبہ سونا پگھلایا جب وہ پانی جیسا ہو گیا اور جوش مارنے لگا فرمایا مھل کی مشابہت اس میں ہے جہنم کا پانی بھی سیاہ ہے، وہ خود بھی سیاہ ہے، جہنمی بھی سیاہ ہیں۔ مھل سیاہ رنگ، بدبودار، غلیظ گندی، سخت گرم چیز ہے، چہرے کے پاس جاتے ہی کھال جھلس کر اس میں آپڑے گی۔ قرآن میں ہے وہ پیپ پلائے جائیں گے بمشکل ان کے حلق سے اترے گی۔ چہرے کے پاس آتے ہی کھال جل کر گر پڑے گی پیتے ہی آنتیں کٹ جائیں گی انکی ہائے وائے شور وغل پر یہ پانی انکو پینے کو دیا جائے گا۔ بھوک کی شکایت پر زقوم کا درخت دیا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اس طرح جسم چھوڑ کر اتر جائیں گی کہ ان کے پہچاننے والا ان کھالوں کو دیکھ کر بھی پہچان لے، پھر پیاس کی شکایت پر سخت گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا جو منہ کے پس پہنچتے ہی تمام گوشت کو بھون ڈالے گا۔ ہائے کیا برا پانی ہے یہ وہ گرم پانی پلایا جائے گا، انکا ٹھکانہ انکی منزل انکا گھر انکی آرام گاہ بھی نہایت بری ہے۔

دین اسلام کے حق ہونے کا اعلان کردینے کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ (الحجر: 94)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تمہیں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کا اعلان کردو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا عبرتناک انجام

حکم ہو رہا ہے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کی باتیں لوگوں کو صاف صاف بے جھجک پہنچا دیں نہ کسی کی رو رعایت کیجئے نہ کسی کا ڈر خوف کیجئے۔ اس آیت کے اترنے سے پہلے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ تبلیغ فرماتے تھے لیکن اس کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب نے کھلے طور پر اشاعت دین شروع کردی۔ ان مذاق اڑانے والوں کو ہم پر چھوڑ دے ہم خود ان سے نمٹ لیں گے تو اپنی تبلیغ کے فریضے میں کوتاہی نہ کر یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا سی سستی آپ کی طرف سے دیکھیں تو خود بھی دست بردار ہو جائیں۔ تو ان سے مطلقا خوف نہ کر اللہ تعالیٰ تیری جانب اتارا گیا لوگوں کی برائی سے تجھے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے جا رہے تھے کہ بعض مشرکوں نے آپ کو چھیڑا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہیں نشتر مارا جس سے ان کے جسموں میں ایسا ہو گیا جیسے نیزے کے زخم ہوں اسی میں وہ مر گئے اور یہ لوگ مشرکین کے بڑے بڑے رؤسا تھے۔ بڑی عمر کے تھے اور نہایت شریف گنے جاتے تھے۔ بنو اسد کے قبیلے میں تو اسود بن عبد المطلب ابوزمعہ۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا ہی دشمن تھا۔ ایذائیں دیا کرتا تھا اور مذاق اڑایا کرتا تھا آپ نے تنگ آکر اس کے لئے بد دعا بھی کی تھی کہ اے اللہ اسے اندھا کر دے بے اولاد کر دے۔ بنی زہر میں سے اسود تھا اور بنی مخزوم میں سے ولید تھا اور بنی سہم میں سے عاص بن وائل تھا۔ اور خزاعہ میں سے حارث تھا۔ یہ لوگ برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء رسائی کے درپے لگے رہتے تھے اور لوگوں کو آپ کے خلاف ابھارا کرتے

Marfat.com

تھے اور جو تکلیف ان کے بس میں ہوتی آپ کو پہنچایا کرتے جب یہ اپنے مظالم میں حد سے گزر گئے اور بات بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آیت (فاصدع سے یعلمون) تک کی آیتیں نازل فرمائیں۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے بیت اللہ شریف میں آپ کے پاس کھڑے ہو گئے اتنے میں اسود بن عبد یغوث آپ کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اسے پیٹ کی بیماری ہو گئی اور اسی میں وہ مرا۔ اتنے میں ولید بن مغیرہ گزرا اس کی ایڑی ایک خزاعی شخص کے تیر کے پھل سے کچھ یونہی سی چھل گئی تھی اور اسے بھی دو سال گزر چکے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ کیا وہ پھول گئی، پکی اور اسی میں وہ مرا۔ پھر عاص بن وائل گزرا۔ اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا کچھ دنوں بعد یہ طائف جانے کے لئے اپنے گدھے پر سوار چلا۔ راستے میں گر پڑا اور تلوے میں کیل گھس گئی جس نے اس کی جان لی۔ حارث کے سر کی طرف اشارہ کیا اسے خون آنے لگا اور اسی میں مرا۔ ان سب موذیوں کو سردار ولید بن مغیرہ تھا اسی نے انہیں جمع کیا تھا پس یہ پانچ یا سات شخص تھے جو جڑ تھے اور ان کے اشاروں سے اور ذلیل لوگ بھی کمینہ پن کی حرکتیں کرتے رہتے تھے۔ یہ لوگ اس لغو حرکت کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے تھے کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ انہیں اپنے کرتوت کا مزہ ابھی ابھی آ جائے گا۔ اور بھی جو رسول کا مخالف ہو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس کا یہی حال ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ ان کی بکواس سے اے نبی تمہیں تکلیف ہوتی ہے دل تنگ ہوتا ہے لیکن تم ان کا خیال بھی نہ کرو۔ اللہ تمہارا مددگار ہے۔ تم اپنے رب کے ذکر اور اس کی تسبیح اور حمد میں لگے رہو۔ اس کی عبادت جی بھر کر کرو نماز کا خیال رکھو سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دو۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم شروع دن کی چار رکعت سے عاجز نہ ہو میں تجھے آخر دن تک کفایت کروں گا۔ حضور علیہ السلام کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کا معاملہ آ پڑتا تو آپ نماز شروع کر دیتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حجر، بیروت)

برائی سے روکنے والوں کیلئے نجات کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ [الاعراف : 165]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور ہم نے نجات دی ان لوگوں کو جو برائی سے روکتے تھے اور ہم نے گرفت کی ان لوگوں پر جنہوں نے ظلم کیا تھا بُرے عذاب کے ذریعے اس وجہ سے جو وہ بُرائی کیا کرتے تھے''۔

اصحاب سبت اور امر نہی عن المنکر والوں کا بیان

جس بستی کے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے ان کے تین گروہ ہو گئے تھے ایک تو حرام شکار کھیلنے والا اور حیلے حوالوں سے مچھلی پکڑنے والا۔ دوسرا گروہ انہیں روکنے والا اور ان سے بیزاری ظاہر کر کے ان سے الگ ہو جانے والا اور تیسرا گروہ چپ چاپ رہ کر نہ اس کام

Marfat.com

کو کرنے والا نہ اس سے روکنے والا جیسے کہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں ہم خلاصہ وار بیان کر آئے ہیں۔ جو لوگ خاموش تھے نہ برائی کرتے تھے نہ بروں کو برائی سے روکتے تھے انہوں نے روکنے والوں کو سمجھانا شروع کیا کہ میاں ان لوگوں کو کہنے سننے سے کیا فائدہ؟ انہوں نے تو اللہ کے عذاب مول لے لئے ہیں رب کے غضب کیلئے تیار ہو گئے ہیں اب تم ان کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ تو اس پاک گروہ نے جواب دیا کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ اللہ کے پاس ہم معذرت خواہ ہو جائیں کہ ہم اپنا فرض برابر ادا کرتے رہے انہیں ہر وقت سمجھاتے بجھاتے رہے۔ معذرت کے پیش سے بھی ایک قرأت ہے تو گویا ھذا کا لفظ یہاں مقرر ماننا یعنی انہوں نے کہا یہ ہماری معذرت ہے اور زبر کی قرأت پر یہ مطلب ہے کہ ہم جو انہیں روک رہے ہیں یہ کام بطور اس کے کر رہے ہیں کہ اللہ کے ہاں ہم پر الزام نہ آئے کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ ہمیشہ نیکی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، دوسرا فائدہ اس میں یہ ہے کہ بہت ممکن ہے کسی وقت کی نصیحت ان پر اثر کر جائے یہ لوگ اپنی اس حرام کاری سے باز آ جائیں اللہ سے توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان پر مہربانی کرے اور ان کے گناہ معاف فرما دے۔ آخر کار ان کی نصیحت خیر خواہی بھی بینتیجہ ثابت ہوئی۔ ان بدکاروں نے ایک نہ مانی تو ہم نے اس مسلم گروہ کو تو جو برابر ان سے نالاں رہا ان سے الگ رہا اور انہیں سمجھتا بجھتا رہا نجات دے دی اور باقی کے ظالموں کو جو ہماری نافرمانیوں کے مرتکب تھے اپنے بدترین عذابوں سے پکڑ لیا۔ عبارت کی عمدگی ملاحظہ ہو کہ روکنے والوں کی نجات کا کھلے لفظوں میں اعلان کیا ظالموں کی ہلاکت کا بھی غیر مشتبہ الفاظ میں بیان کیا اور چپ رہنے والوں کے حالات سے سکوت کیا گیا، اس لئے کہ ہر عمل کی جزا اسی کی ہم جنس ہے۔ یہ لوگ نہ تو اس ظلم عظیم میں شریک تھے کہ ان کی مذمت اعلانیہ کی جائے نہ دلیری سے روکتے تھے کہ صاف طور پر قابل تعریف ٹھہریں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جو گروہ ممانعت کرنے کے بعد تھک کر بیٹھ گیا تھا اور پھر روکنا چھوڑ دیا تھا اللہ کا عذاب جب آیا تو یہ گروہ بھی اس عذاب سے بچ گیا صرف وہی ہلاک ہوئے جو گناہ میں مبتلا تھے۔ آپ کے شاگرد حضرت عکرمہ کا بیان ہے کہ پہلے حضرت ابن عباس کو اس میں بڑا تردد تھا کہ آیا یہ لوگ ہلاک ہوئے یا بچ گئے یہاں تک کہ ایک روز میں آیا تو دیکھا کہ قرآن گود میں رکھے ہوئے رو رہے ہیں۔ اول اول تو میرا حوصلہ نہ پڑا کہ سامنے آؤں لیکن دیر تک جب یہی حالت رہی تو میں نے قریب آ کر سلام کیا بیٹھ گیا اور رونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا دیکھو یہ سورہ اعراف ہے اس میں ایلہ کے یہودیوں کا ذکر ہے کہ انہیں ہفتے کے روز مچھلی کے شکار کی ممانعت کر دی گئی اور ان کی آزمائش کے لئے مچھلیوں کو حکم ہوا کہ وہ صرف ہفتے کے دن ہی نکلیں ہفتے کے دن دریا مچھلیوں سے بھرے رہتے تھے۔ تر و تازہ موٹی اور عمدہ بکثرت مچھلیاں پانی کے اوپر اچھلتی کودتی رہتی تھیں اور دنوں میں سخت کوشش کے باوجود بھی نہ ملتی تھیں۔ کچھ دنوں تو ان کے دلوں کے اندر حکم الٰہی کی عظمت رہی اور یہ ان کے پکڑنے سے رکے رہے لیکن پھر شیطان نے ان کے دل میں یہ قیاس ڈال دیا کہ اس دن منع کھانے سے ہے تم نے آج کھانا نہیں۔ پکڑ لو اور جائز دن کھا لینا۔ سچے مسلمانوں نے انہیں اس حیلہ جوئی سے ہر چند روکا اور سمجھایا کہ دیکھو شکار کھیلنا شروع نہ کرو شکار اور کھانا دونوں ممنوع ہیں۔

اگلے جمعہ کے دن جو جماعت شیطانی پھندے میں پھنس چکی تھی وہ اپنے بال بچوں سمیت شکار کو نکل کھڑی ہوئی۔ باقی کے

Marfat.com

لوگوں کی دو جماعتیں بن گئیں ایک ان کے دائیں ایک بائیں۔ دائیں جانب والی تو برابر انہیں روکتی رہی کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کے عذابوں کے لئے تیاری نہ کرو۔ بائیں والوں نے کہا میاں تمہیں کیا پڑی؟ یہ تو خراب ہونے والے ہیں اب تم انہیں نصیحت کر کے کیا لو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ خیر اللہ کے ہاں ہم تو چھوٹ جائیں گے اور ہمیں تو اب تک مایوسی بھی نہیں کیا عجب کہ یہ لوگ سنور جائیں تو ہلاکت اور عذاب سے محفوظ رہیں۔ ہماری تو عین منشا یہ ہے لیکن یہ بدکار اپنی بے ایمانی سے باز نہ آئے اور نصیحت انہیں کارگر نہ ہوئی تو دائیں طرف کے لوگوں نے کہا تم نے ہمارا کہا نہ مانا۔ اللہ کی نافرمانی کی، ارتکاب حرمت کیا۔ عجب نہیں راتوں رات تم پر کوئی عذاب رب آئے۔ اللہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسا دے یا کسی اور طرح تمہیں سزا دے۔ رات ہم تو یہیں گذاریں گے تمہارے ساتھ شہر میں نہیں رہیں گے۔ جب صبح ہوگئی اور شہر کے دروازے نہ کھلے تو انہوں نے کواڑ کھٹکھٹائے۔

آوازیں دیں لیکن کوئی جواب نہ آیا آخر سیڑھی لگا کر ایک شخص کو قلعہ کی دیوار پر چڑھایا اس نے دیکھا تو حیران ہو گیا کہ سب لوگ بندر بنا دیئے گئے۔ اس نے ان سب مسلمانوں کو خبر دی۔ یہ دروازے توڑ کر اندر گئے تو دیکھا کہ سب دم دار بندر بن گئے ہیں یہ تو کسی کو پہچان نہ سکے لیکن وہ پہچان گئے ہر بندر اپنے اپنے رشتے دار کے قدموں میں لوٹنے لگا ان کے کپڑے پکڑ پکڑ کر رونے لگا تو انہوں نے کہا دیکھو ہم تو تمہیں منع کر رہے تھے لیکن تم نے مانا ہی نہیں۔ وہ اپنا سر ہلاتے تھے کہ ہاں ٹھیک ہے ہمارے اعمال کی شامت نے ہی ہمیں برباد کیا ہے۔ تو اب یہ تو قرآن میں ہے کہ روکنے والے نجات یافتہ ہوئے لیکن یہ بیان نہیں کہ جو روکنے والوں کو منع کرتے تھے ان کا کیا حشر ہوا؟ اب ہم بھی بہت سی خلاف باتیں دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے، میں نے آپ سے یہ سن کر کہا اللہ مجھے آپ پر نثار کر دے آپ یہ تو دیکھئے کہ وہ لوگ ان کے اس فعل کو برا سمجھتے رہے تھے ان کی مخالفت کرتے تھے جانتے تھے کہ یہ ہلاک ہونے والے ہیں ظاہر ہے کہ یہ بچ گئے، آپ کی سمجھ میں آ گیا اور اسی وقت حکم دیا کہ مجھے دو چادریں انعام میں دی جائیں۔

الغرض اس بیچ کی جماعت کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ عذاب سے بچ گئی دوسرا قول یہ ہے کہ عذاب ان پر بھی آیا۔ ابن رومان فرماتے ہیں کہ ہفتے والے دن خوب مچھلیاں آتیں پانی ان سے بھر جاتا پھر بیچ کے کسی دن نظر نہ آتیں دوسرے ہفتے کو پھر یہی حال ہوتا، سب سے پہلے ایک شخص نے یہ حیلہ نکالا کہ ڈور اور کانٹا تیار کیا، مچھلی کو اس میں ہفتے کے دن پھنسا لیا اور پانی میں ہی چھوڑ دیا اتوار کی رات کو جا کر نکال لیں بھونا لوگوں کو مچھلی کی خوشبو پہنچی تو سب نے گھیر لیا۔ ہر چند پوچھا لیکن اول تو یہ سختی سے انکار کرتا رہا آخر اسنے بات بنا دی کہ دراصل ایک مچھلی کا چھلکا مجھے مل گیا تھا میں نے اسے بھونا تھا، دوسرے ہفتے کے دن اس نے اسی طرح دو مچھلیاں پھانس لیں اتوار کی رات کو نکال کر بھوننے لگا لوگ آ گئے تو اس نے کہا میں نے ایک ترکیب نکال لی ہے جس سے نافرمانی بھی نہ ہو اور کام بھی نہ رکے اب جو حیلہ بیان کیا تو ان سب نے اسے پسند کیا اور اکثر لوگ یونہی کرنے لگے۔ یہ لوگ رات کو شہر پناہ کے پھاٹک بند کر کے سوتے تھے جس رات عذاب آیا حسب دستور یہ شہر پناہ کے پھاٹک لگا کر سوئے تھے۔ صبح کو جب باہر والے شہر میں داخل ہونے کو آئے تو خلاف معمول اب تک دروازے بند پائے آوازیں دیں کوئی جواب نہ ملا قلعہ پر چڑھ گئے دیکھا تو بندر بنا دیئے گئے ہیں کھول کر اندر گئے تو بندر اپنے اپنے رشتہ داروں کے قدموں میں لوٹنے لگے۔

Marfat.com

دوسرا قول یہ ہے کہ جو چپ رہے تھے وہ بھی ان گنہگاروں کے ساتھ ہلاک ہوئے، ابن عباس سے منقول ہے کہ پہلے ہفتہ کے دن کی تعظیم بطور بدعت خود ان لوگوں نے نکالی اب اللہ کی طرف سے بطور آزمائش کے وہ تعظیم ان پر ضروری قرار دے دی گئی اور حکم ہو گیا کہ اس دن مچھلی کا شکار نہ کرو پھر مچھلیوں کا اس دن نمایاں ہونا اور دنوں میں نہ نکلنا وغیرہ بیان فرما کر فرمایا کہ پھر ان میں سے ایک شخص نے ایک مچھلی ہفتے کے دن پکڑی اس کی ناک میں سوراخ کر کے ڈور باندھ کر ایک کیل کنارے گاڑ کر اس میں ڈورا ٹکا کر مچھلی کو دریا میں ڈال دیا دوسرے دن جا کر پانی میں سے نکال لایا اور بھون کر کھالی سوائے اس پاک باز حق گو جماعت کے لوگوں کے کسی نے نہ اسے روکا نہ منع کیا نہ سمجھایا لیکن ان کی نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس ایک کی دیکھا دیکھی اور بھی یہی کام کرنے لگے یہاں تک کہ بازاروں میں مچھلی آنے لگی اور اعلانیہ یہ کام ہونے لگا۔ ایک اور جماعت کے لوگوں نے اس حق والی جماعت سے کہا کہ تم ان لوگوں کو کیوں وعظ کرتے ہو اللہ تو انہیں ہلاک کرنے والا سخت عذاب کرنے والا ہے تو انہوں نے وہ جواب دیا یعنی اللہ کا فرمان دہرایا۔ لیکن لوگ فرمان ربانی کو بھول بیٹھے اور عذاب رب کے خود شکار ہو گئے۔ یہ تین گروہوں میں بٹ گئے تھے ایک تو شکار کھیلنے والا، ایک منع کرنے والا، ایک ان منع کرنے والوں سے کہنے والا کہ اب نصیحت بیکار ہے۔

بس وہ تو بچ گئے جو برابر روکتے رہے تھے اور دونوں جماعتیں ہلاک کر دی گئیں۔ سند اس کی نہایت عمدہ ہے لیکن حضرت ابن عباس کا حضرت عکرمہ کے قول کی طرف رجوع کرنا اس قول کے کہنے سے اولیٰ ہے اس لئے کہ اس قول کے بعد ان پر ان کے حال کی حقیقت کھل گئی واللہ اعلم۔ پھر فرمان ہے کہ ہم نے ظالموں کو سخت عذابوں سے دبوچ لیا۔ مفہوم کی دلالت تو اس بات پر ہے کہ جو باقی رہے بچ گئے۔ (بئیس) کی کئی ایک قرأت یں ہیں اس کے معنی سخت کے، دردناک کے، تکلیف دہ کے ہیں اور سب کا مطلب قریب قریب یکساں ہے۔ ان کی سرکشی اور ان کے حد سے گذر جانے کے باعث ہم نے ان سے کہہ دیا کہ تم ذلیل حقیر اور ناقدرے بندر بن جاؤ چنانچہ وہ ایسے ہی ہو گئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ اعراف، بیروت)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ.

اس بارے میں بہت سی آیات ہیں جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو اس میں سب سے پہلی حدیث یہ ہے۔

برے کاموں کو طاقت کے ذریعے روکنے کا بیان

(186) وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ : فَالْاَوَّلُ : عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ : "مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص کسی گناہ کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ کے ذریعے ختم کر دے اور اگر وہ اس چیز کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان کے ذریعے

186- اخرجه مسلم (49) وابو داؤد (1140) والترمذی (2172) والنسائی (5023) وابن ماجه (1278)

مخالفت کرے، اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو اپنے دل میں اسے بُرا سمجھے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

شرح

برائیوں کے پھیلنے سے روکنے اور ان کا قلع قمع کرنے کی جو ذمہ داری اہل ایمان پر عائد ہوتی ہے اس سے عہدہ برآ، ہونے کے تین درجے بیان کئے گئے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ ہر برائی کا سر طاقت کے ذریعہ کچل دیا جائے بشرطیکہ اس طرح کی طاقت میسر ہو اور اگر یہ طاقت حاصل نہ ہو تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس برائی کو روکنے کا فریضہ زبان کے ذریعہ ادا کیا جائے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اگر زبان کے ذریعہ بھی کسی برائی کی مذمت کرنے اور اس کو ختم کرنے کی ہمت نہ ہو تو پھر دل سے اس فریضہ کو انجام دیا جائے۔ یعنی کسی خلاف شرع امر کو دیکھ کر اسے دل سے برا جانے اور اس کے مرتکب کے خلاف قلب میں عداوت ونفرت کے جذبات رکھے جائیں، اس درجہ کو ایمان کا سب سے کمزور درجہ قرار دیا گیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جب اہل ایمان اس درجہ کمزور ہو جائیں کہ وہ کسی برائی کو مٹانے کے لئے ہاتھ اور زبان کی طاقت سے محروم ہوں تو سمجھا جائے کہ یہ ایمان کے لئے سب سے کمزور زمانہ ہے کہ اگر اہل ایمان طاقتور ہوتے تو وہ کسی برائی کو اپنی قولی و فعلی طاقت کے ذریعہ مٹانے کی بجائے محض قلبی نفرت پر اکتفا نہ کرتے۔ یا، وذالک اضعف الایمان، کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی برائی کو محض قلبی طور پر برا جاننے پر اکتفا کرتا ہے بلکہ ہاتھ اور زبان کے ذریعہ اس برائی کو مٹانے کی جدوجہد کرتا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ بہترین جہاد، ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آیت (ولا یخافون لومۃ لائم) اور ان کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں ہوتا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حدیث میں پہلے حکم (یعنی برائی کو ہاتھ کے ذریعہ مٹانے) کا تعلق ان اہل ایمان سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے طاقت و اقتدار سے نوازا ہے یعنی بادشاہ و حاکم وغیرہ، چنانچہ طاقت و اقتدار رکھنے والے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حلقہ اثر و اقتدار میں سختی وشدت کے ساتھ برائیوں کی سرکوبی کریں اور برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کریں دوسرے حکم (یعنی برائی کو زبانی مذمت اور تلقین ونصیحت کے ذریعہ ختم کرنے) تعلق علماء کی ذات سے ہے۔ یعنی یہ اہل علم اور واعظین کا فریضہ ہے کہ وہ جن برائیوں کو دیکھیں اپنے وعظ ونصیحت کے ذریعہ ان کی مذمت کریں اور عوام کو تلقین ونصیحت کے ذریعہ ان برائیوں سے روکیں اور تیسرے حکم (یعنی برائیون اور ان کے مرتکبین کے خلاف دل میں نفرت کا جذبہ رکھنے کا تعلق عام مسلمانوں سے ہے، چنانچہ عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ خلاف شرع امور کو دیکھ کر محض اعراض و بے اعتنائی کا رویہ اختیار نہ کریں بلکہ ان امور کو دل سے برا جانیں اور ان کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف قلبی نفرت رکھیں۔

بعض حضرات نے حدیث کے اس آخری جملہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ چیز یعنی کسی برائی کو دیکھ کر محض دل میں اس کو برا سمجھنے پر اکتفا کر لینا ایمان کے مراتب میں سب سے کمزور مرتبہ ہے کیونکہ اگر کوئی مسلمان ایسی چیز کو دیکھے کہ جس کا دینی نقطہ نظر سے برا ہونا قطعی طور پر ثابت وظاہر ہو اور وہ اس چیز کو برا بھی نہ سمجھے بلکہ اس پر اپنے اطمینان کا اظہار کرتے اور اس کو اچھا جانے تو مسلمان نہیں رہے گا بلکہ کافر ہو جائے گا۔ اس موقع پر اس بات کو بھی جان لینا چاہئے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم بھلائیوں یا

Marfat.com

برائیوں کی حیثیت کے تابع ہوتا ہے یعنی اگر کوئی چیز اس درجہ کی ہے کہ اس کو اختیار کرنا واجب ہے تو اس کو اختیار کرنے کا حکم دینا (یعنی امر بالمعروف) بھی واجب ہوگا اور اگر وہ چیز مستحب ہوگی تو امر بالمعروف بھی مستحب ہوگا، اسی طرح اگر کوئی خلاف شرع چیز حرام کا درجہ رکھتی ہو اس سے روکنا یعنی نہی عن المنکر واجب ہوگا اور اگر وہ چیز مکروہ ہو تو اس صورت میں نہی عن المنکر بھی مستحب ہوگا۔

اسی کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ امر بالمعروف ونہی وعن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ ان کی وجہ سے کسی فتنہ وفساد کے پیدا ہو جانے کا خوف نہ ہو مثلاً اگر یہ ظاہر ہو کہ فلاں شخص کو کسی نیک کام کی تلقین کرنے کی وجہ سے فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا یا جو شخص کسی برے کام کا مرتکب ہے اگر اس کو اس برائی سے روکا گیا تو اس کے نتائج اور زیادہ فتنہ وفساد کی صورت میں نکلیں گے تو اس صورت میں اس فریضہ کی ادائیگی قطعاً ضروری نہیں ہوگی۔

اسی طرح ایک شرط یہ بھی ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو قبول کئے جانے کا گمان بھی ہو، لہٰذا اگر یہ گمان ہو کہ جس شخص کو نیک کام کرنے کی تلقین کی جائے گی یا اس کو کسی برے کام سے روکا جائے گا تو وہ اس بات کو قبول نہیں کرے گا تو اس کو اس نیک کام کا حکم کرنا یا برے کام سے روکنا واجب نہیں ہوگا البتہ مستحسن ضرور رہے گا تا کہ شعار اسلام کا اظہار ہو جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے خلاف نقل کیا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ حدیث کے الفاظ من رای منکم منکرا میں لفظ من کے ذریعہ مذکورہ حکم کا مخاطب جن لوگوں کو قرار دیا گیا ہے ان میں ملت کا ہر فرد شامل ہے، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہر مسلمان کو ادا کرنا چاہئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور خواہ آزاد ہو یا غلام یہاں تک کہ فاسق بھی اس امر کا ذمہ دار ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ امر بالمعروف کے لئے شرط نہیں ہے کہ جو شخص کسی نیکی کا حکم کرنے والا ہو وہ پہلے خود بھی اس نیکی پر عامل ہو اور بغیر اپنے عمل کے امر بالمعروف کا فریضہ انجام دینا اس کے لئے درست نہ ہو کیونکہ جس طرح خود اپنے نفس کو کسی نیکی پر عمل کرنے کی تلقین کرنا ایک واجب چیز ہے اسی طرح ایک واجب امر یہ ہے کہ دوسروں کو نیکی کی تلقین کی جائے، لہٰذا اگر ان میں سے کوئی ایک واجب ترک ہوتا تو اس کی وجہ سے دوسرے واجب کو ترک کرنا قطعاً جائز نہیں ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ جس واجب کا ترک ہوگا اس کا گناہ بہر صورت لازم آئے گا۔ لہٰذا قرآن کریم میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ۔ آیت (لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ) 61۔ الصف: 2)۔ (یعنی تم اس چیز کو کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے) تو اس آیت کریمہ کا محمول امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو تسلیم کرنے کی صورت میں یہ کہا جائے گا کہ اس آیت کی مراد ترک عمل سے روکنا اور اس پر زجر وتنبیہ ہے نہ کہ دوسروں کو بھلائی کی تلقین کرنے سے منع کرنا مراد ہے، اس بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں سمجھئے کہ جو شخص بھلائیوں کی تلقین کرتا ہے اور دوسروں سے نیک عمل اختیار کرنے کو کہتا ہے لیکن وہ خود اس بھلائی اور نیک عمل کو اختیار نہیں کرتا تو یہ آیت کریمہ ایسے شخص کو متنبہ کرتی ہے کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ تم دوسروں کو بھلائی اور نیک عمل کرنے کی تلقین کرتے ہو لیکن یہ نہایت غیر موزوں بات ہے کہ تم خود اس بھلائی اور نیک عمل کو اختیار نہیں کرتے۔

لہٰذا آیت یہ بات قطعاً ثابت نہیں کرتی کہ جو شخص خود نیک عمل اختیار نہ کرے وہ دوسروں کو بھی نیک عمل اختیار کرنے کی تلقین نہیں کرسکتا، تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نیکی کی تلقین کرنے والا اگر خود بھی نیکی کو اختیار کرے تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہوسکتی، کیونکہ جو شخص خود عمل نہیں کرتا، اس کی تلقین ونصیحت دوسروں پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حدیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کی جو ترتیب ذکر کی گئی ہے وہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے ذریعہ واجب ہے اس بارہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ کچھ روافض کا اس سے اختلاف ہے جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہٰذا جس شخص نے مذکورہ ترتیب کے مطابق اس فریضہ کو انجام دیا اور مخاطب نے اس کو قبول کر لیا تو سبحان اللہ اور اگر قبول نہ کیا تو وہ شخص اپنی ذمہ داری سے بہر حال سبکدوش ہو جائے گا، اس کے بعد اب اس پر کوئی اور چیز واجب نہیں ہوگی۔ نیز علماء نے کہا ہے کہ اس امر (یعنی بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے) کی فرضیت بطریق کفایہ ہے اور جو شخص اس فریضہ کی ادائیگی کی طاقت وقوت رکھنے کے باوجود اس ذمہ داری کو بلا کسی عذر کے پورا نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوتا ہے لیکن بعض صورتوں میں یہ امر فرض عین بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی برائی کسی ایسی جگہ رونما ہو رہی ہو کہ ایک شخص کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا یا اس کے ازالہ کی قدرت اس کے علاوہ کوئی اور نہیں رکھتا جیسے اپنی بیوی یا بیٹی کسی برائی کا ارتکاب کرے تو اس برائی کو ختم کرنے کی ذمہ داری خاص طور سے اسی شخص پر عائد ہوگی۔

امام نووی رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ عدم قبولیت کا گمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب کو ساقط نہیں کرتا، لہٰذا اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ فلاں شخص کے سامنے بھلائی کی تلقین کرنا یا اس کو برے کام سے روکنا بے کار ہے کیونکہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قبول نہیں کرے گا تو اس صورت میں بھی اس پر واجب ہوگا کہ وہ اس شخص کو نیک کام کرنے کا حکم دے اور برائی کے راستہ سے روکے اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہ کرے کہ اس کی بات مانی جائے گی یا نہیں کیونکہ موعظت ونصیحت اول تو بذات خود بڑے فائدے رکھتی ہے اور کسی نہ کسی صورت میں اور کبھی نہ کبھی ضرور اثر کرتی ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ آیت (فان الذکری تنفع المومنین)۔

دوسرے یہ کہ محض اس گمان کی بنا پر کہ مخاطب تلقین ونصیحت سے کوئی اثر نہیں لے گا اپنی ذمہ داری سے اعراض نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر بھلائیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کی جدوجہد میں مصروف رہنا چاہئے کہ لوگوں نے تو رسولوں تک کو جھٹلایا ہے اور پیغمبروں تک کی موعظت ونصیحت کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے تو کیا ان رسولوں اور پیغمبروں نے حق بات پہنچانے کا فریضہ ترک کر دیا تھا۔ قرآن نے جو بات رسول وپیغمبر کے بارے میں فرمائی ہے وہ ہر شخص پر صادق آتی ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے یعنی آیت (وما علی الرسول الا البلاغ المبین) (یعنی رسول کا کام بس یہ ہے کہ اللہ کے احکام) صاف صاف پہنچا دے (ان احکام کا ماننا یا نہ ماننا دوسروں کا کام ہے۔ واضح رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ صرف حاکم اور مقتدر مسلمانوں ہی پر عائد نہیں ہوتا اور نہ یہ ضروری ہے کہ اس امر کی انجام دہی کے لئے حاکم اپنی طرف سے احکام جاری کر دے، بلکہ اس کا حق عام لوگوں کو بھی پہنچتا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام کو انجام دیں، بلکہ ایسے زمانہ میں جب کہ طاقت واقتدار رکھنے والے مسلمان اس فریضہ سے بالکل لاپرواہی برتتے ہیں۔

خصوصیت سے عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس کام کو انجام دیں اور تمام مسلمانوں میں بھی زیادہ ذمہ داری علماء ومشائخ پر عائد ہوتی ہے، اسی طرح اس فریضہ کی ادائیگی میں اپنا مخاطب صرف عام مسلمانوں ہی کو نہیں ماننا چاہئے بلکہ خواص جیسے حاکموں وغیرہ کو بھی مناسب انداز میں بھلائیوں کی تلقین کرنی چاہئے اور وہ جن برائیوں میں مبتلا ہوں ان سے ان کو روکنا چاہئے،

Marfat.com

چنانچہ پچھلے زمانوں کے بزرگ صرف عوام الناس کو بھلائیوں کی تلقین نہیں کرتے تھے اور ان کو برائیوں سے روکنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ بادشاہوں حاکموں اور مقتدر مسلمانوں کے سامنے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ تاہم یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی شخص کو کرنا چاہئے جو یہ علم رکھتا ہو کہ وہ جس چیز کا حکم دے رہا ہے یا جس چیز سے روک رہا ہے شریعت کے اعتبار سے اس کی کیا حیثیت واہمیت ہے، چنانچہ جہاں تک ان چیزوں کا تعلق ہے جن کا فرض وواجب ہونا یا جن کا حرام ہونا اس طرح ظاہر ہے کہ تمام مسلمان ان کو جانتے ہیں، جیسے نماز اور روزہ وغیرہ یا زنا اور شراب وغیرہ، تو ان چیزوں کے بارے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عام مسلمان بھی شوق سے کر سکتے ہیں لیکن جو چیزیں کہ خواہ وہ قولی ہوں یا فعلی، ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں عام مسلمانوں کو کوئی علم نہیں ہوتا جو اجتہاد سے تعلق رکھتی ہیں تو عوام کو ان طرح کی چیزوں میں سے صرف اسی چیز کو اختیار کرنے سے منع کرنا چاہئے جن کی ممانعت متفق علیہ ہو مختلف فیہ امور میں منع نہیں کرنا چاہئے خصوصا ان حضرات کے مسلک کے مطابق کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔

آخر میں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری انجام دیں ان کو چاہئے کہ وہ اس فریضہ کی ادائیگی میں خوش خلقی، نرمی اور تہذیب ومتانت کا رویہ اختیار کریں اور وہ اس امر کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی خاطر انجام دیں نہ کہ کسی دنیاوی غرض ومقصد اور نفس کی خاطر، اس صورت میں مخاطب پر بات اثر بھی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ ثواب بھی عطا فرماتا ہے اسی طرح جب کسی شخص کو کوئی نصیحت کرنی ہو تو لوگوں کی موجودگی میں نہ کی جائے بلکہ تنہائی میں اور پوشیدہ طور پر اس کو نصیحت کرنی چاہئے کیونکہ لوگوں کی موجودگی میں کسی کو نصیحت کرنا، نصیحت نہیں بلکہ فضیحت ہے۔

(شرح صحیح مسلم نودی، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ہاتھ، زبان اور دل سے جہاد کرنے کا بیان

(187) اَلثَّانِیْ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِیْ اُمَّةٍ قَبْلِیْ اِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ، ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مجھ سے پہلے جس امت میں مبعوث کیا ہے تو اس امت میں اس نبی کے حواری ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو نبی کے طریقے کو اختیار کرتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کیا کرتے تھے، پھر ان کے بعد ان کے پیچھے وہ لوگ آئے جو نالائق تھے وہ جو بات کہا کرتے تھے وہ خود نہیں کرتے تھے اور وہ عمل کیا کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو جو شخص ان کے ساتھ اپنے ہاتھ کے ذریعے جہاد کرے گا وہ

187- اخرجه مسلم (50)

Marfat.com

مومن ہوگا اور جو شخص ان کے ساتھ اپنے دل کے ذریعے جہاد کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو شخص ان کے ساتھ اپنی زبان کے ذریعے جہاد کرے گا وہ مومن ہوگا اور اس سے نیچے رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

ملامت کرنے والوں کا لحاظ نہ کرنے کا بیان

(188) اَلثَّالِثُ : عَنْ اَبِی الْوَلِيْدِ عِبَادَة بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِی الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِيْهِ بُرْهَانٌ، وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْمَنْشَطُ وَالْمَكْرَهُ" بِفَتْحِ مِيْمَيْهِمَا : اَیْ فِی السَّهْلِ وَالصَّعْبِ. وَ"الْاَثَرَةُ" : الْاِخْتِصَاصُ بِالْمُشْتَرَكِ وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهَا. "بَوَاحًا" بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبَعْدَهَا وَاوٌ ثُمَّ اَلِفٌ ثُمَّ حَاءٌ مُهْمَلَةٌ : اَیْ ظَاهِرًا لَا يَحْتَمِلُ تَاْوِيْلًا.

✧✧ حضرت ابوالولید عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اس بات کے لئے بیعت کی تھی کہ ہم تنگی، آسانی پسندیدگی، ناپسندیدگی اپنے ساتھ ترجیحی سلوک ہر حالت میں (حاکم وقت کی) اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اور ہم حاکم کے ساتھ حکومت کے معاملے میں کوئی جھگڑا نہیں کریں گے ماسوائے اس کے کہ تم لوگ اس واضح کفر کو دیکھو جو تمہارے پاس موجود اللہ کی کتاب میں واضح کفر ہو اور اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہم حق کہتے رہیں گے ہم جہاں کہیں بھی ہوں اور ہم اللہ کی ذات کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔

"المَنشَطُ وَالمَكرَهُ" ان دونوں میں میم پر پیش پڑھی جائے گی۔ یعنی آسانی اور مشکل وَ"الْاَثَرَةُ": یعنی کسی مشترک چیز میں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا۔ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ "بَوَاحًا" اس میں ب پر زبر ہے پھر الف ہے پھر ح ہے یعنی وہ ظاہر چیز جس میں تاویل کا احتمال نہ ہو۔

شرح

ہم پر ترجیح دی جائے گی" کا مطلب یہ ہے کہ ہم انصار نے یہ بھی عہد کیا کہ اگر ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے گی ہم صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں گے۔ ایک روایت میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تھا کہ (میرے بعد تم لوگوں سے ترجیحی سلوک ہوگا یعنی بخشش و انعام اور اعزاز مناصب کی تقسیم کے وقت تم پر دوسرے لوگوں کو ترجیح و تفصیل دی جائے گی ایسے موقع پر تم لوگ صبر کرنا" چنانچہ آپ کی یہ پیش گوئی ثابت ہوئی کہ خلفاء راشدین کے زمانے کے بعد جب امراء کا عہد حکومت شروع ہوا تو انصار کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا گیا اور انصار نے بھی آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اور اپنا عہد نباہتے

188- اخرجه احمد (8/22795) والبخاری (18) ومسلم (1709) والنسائی (4160) وابن ماجه (2866)

Marfat.com

ہوئے اس ترجیحی سلوک کے خلاف شکوہ شکایت کرنے کی بجائے صبر وتحمل کی راہ کو اختیار کیا۔ "ہم امر کو اس کی جگہ سے نہیں نکالیں گے" کا مطلب یہ ہے کہ ہم امارت وحکومت کی طلب وخواہش نہیں کریں گے ہم پر جس شخص کو امیر وحاکم بنا دیا جائے گا ہم اس کو معزول نہیں کریں گے اور اپنے امیر وحاکم کے خلاف ہنگامہ آرائی کر کے کوئی شورش پیدا نہیں کریں گے۔ روایت کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر امیر وحاکم کے قول وفعل میں صریح کفر دیکھو تو اس کو معزول کر دینے کی اجازت ہے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا واجب ہوگا۔

حدود قائم کرنے والوں اور خلاف ورزی کرنے والوں کی مثال کا بیان

(189) اَلرَّابِعُ : عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَثَلُ الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا، وَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوْا : لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَّلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَاِنْ تَرَكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا، وَّاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

"اَلْقَائِمُ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى" مَعْنَاهُ : الْمُنْكِرُ لَهَا، الْقائم فِيْ دَفْعِهَا وَازَالَتِهَا، وَالْمُرَادُ بِالْحُدُوْدِ : مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ . "اسْتَهَمُوْا" : اقْتَرَعُوْا .

✧✧ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا، ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے کسی کشتی (پر سوار ہونے) کے بارے میں قرعہ اندازی کی کچھ لوگ کشتی کے بالائی حصے میں آ گئے اور کچھ نیچے والے حصے میں آ گئے۔ نیچے والے حصے کے لوگوں کو جب پانی کی ضرورت ہوتی تو انہیں اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ اس لیے انہوں نے یہ سوچا کہ اگر ہم اپنے حصے میں ایک سوراخ کر لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں (تو یہ مناسب ہوگا) اب اگر وہ (اوپر والے) انہیں ایسا کرنے دیتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں تو وہ سب ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے اور اگر وہ (اوپر والے) ان کا ہاتھ تھام لیتے ہیں تو وہ خود بھی بچ جائیں گے اور (باقی) سب لوگ بھی بچ جائیں گے۔

''الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى'' کا مطلب اس کا انکار کرنے والا ہے جو انہیں دور کرنا اور زائل کرنا چاہتا ہے۔

''الحدود'' سے مراد وہ امور ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔

''استهموا'' کا مطلب ہے انہوں نے قرعہ اندازی کی۔

شرح

حدیث میں جو لفظ، مدہن، ذکر کیا گیا ہے اس کے معنی ہیں مداہنت کرنے والا اور مداہنت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص طاقت و

189- اخرجه احمد (6/18389) والبخاری (3493) والترمذی (2173) والبیهقی (10)

قدرت رکھنے کے باوجود کسی خلاف شرع امر کو دیکھ کر اس کو مٹانے وختم کرنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے باز رہے اور یہ باز رہنا خواہ شرم حضوری کی وجہ سے ہو یا دینی بے حمیتی کی بنا پر اور خواہ کسی کی جانب داری اور کسی غرض ولالچ کی وجہ سے ہو یا دین کی پرواہ نہ ہونے کی وجہ سے۔ واضح رہے کہ لغت میں، مداہنت اور مدارت کے کے ایک ہی معنی ہیں، لیکن شریعت میں مدارت کی اجازت ہے بلکہ بعض مواقع پر اس کو مستحسن قرار دیا گیا ہے جب کہ مداہنت کی صریح ممانعت ہے، چنانچہ شرع نقطہ نظر سے مدارت اور مداہنت کے درمیان فرق یہ ہے کہ مدارت کی بنیاد، دین کی حفاظت مصالح وقت کی رعایت اور ظالموں کے ظلم کو دور کرنے پر ہوتی ہے اور مداہنت کی بنیاد اپنے نفس کے تحفظ اور اس کی خواہشات کی تکمیل، لوگوں سے منفعت ومفاد حاصل کرنے اور دین سے لاپرواہی پر ہوتی ہے۔ "اللہ کی حدود میں غفلت وسستی کرنے" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی جو حد (سزائیں) مقرر کی ہیں (جیسے شرابی کو کوڑے مارنے وغیرہ) ان کو طاقت وقدرت کے باوجود قائم وجاری کرنے میں لاپرواہی وغفلت کرنا۔ یا اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں کو موجب حد قرار دیا ہے (جیسے زنا اور شراب نوشی وغیرہ) ان کے مرتکبین کو ان گناہوں سے روکنے میں غفلت کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینے سے باز رہنا۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح کشتی میں سوار کوئی شخص کشتی کی سطح کو توڑنے لگے اور کشتی میں سوار دوسرے لوگ اس کو اس کی حرکت سے باز رکھیں تو کشتی ڈوبنے سے بچ جائے گی اور تمام مسافر محفوظ وسلامت رہیں گے اور اگر دوسرے مسافر اس شخص کو اس عمل سے باز رکھنے کی کوشش نہ کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ صرف وہی شخص بلکہ دوسرے تمام مسافر بھی اس شخص کی اس حرکت کی وجہ سے غرقاب وہلاک ہو جائیں گے اسی طرح اگر لوگ کسی فاسق وبدکار کو اس کے فسق وبدکاری سے روکیں اور برائیوں کے راستہ سے باز رکھیں تو وہ اس فاسق وبدکار کی نجات وفلاح کا بھی باعث بنیں گے اور خود کو بھی عذاب الٰہی سے محفوظ رکھ پائیں گے اور اگر لوگ اس فاسق وبدکار کو اس حالت پر چھوڑ دیں کہ وہ اسی طرح فسق وبدکاری میں مبتلا رہے تو پھر نہ صرف وہ فاسق وبدکار ہی تباہ وبرباد ہوگا بلکہ وہ لوگ اپنے آپ کو بھی ہلاکت وتباہی میں مبتلا کریں گے کیونکہ جب دنیا والوں کی بداعمالیوں اور بدکاریوں کی وجہ سے اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو اس کی تباہ کاریوں میں کسی نہ کسی حیثیت سے سب ہی لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آیت (واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ)۔ یعنی تم لوگ اپنے آپ کو اس فتنہ سے بچاؤ جو خاص طور پر ان ہی لوگوں کو مبتلا نہیں کرے گا جنہوں نے ظلم کیا ہے، بلکہ تمہاری مداہنت کی وجہ سے تمہیں بھی مبتلا کرے گا۔

"جو قرعہ ڈال کر کشتی میں بیٹھے ہوں" کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے کشتی کو درجات میں تقسیم کر لیا ہو جن میں سے ایک درجہ تو کشتی کے اوپر کے حصہ میں واقع ہو اور دوسرا درجہ کشتی کے نیچے کے حصہ میں ہو اور ان دونوں درجات میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کیا گیا ہو کہ جس شخص کا نام قرعہ میں جس درجہ کے لئے نکلے وہ شخص اسی درجہ میں بیٹھے گا۔ واضح رہے کہ یہ قرعہ والی بات محض ایک قید اتفاقی کے طور پر ہے ورنہ عام طور سے کشتی میں بیٹھنے کا یہ طریقہ رائج نہیں ہے بلکہ نشست اور درجات کی تقسیم کشتی کے مالک ومنتظم کی صوابدید پر منحصر ہوتی ہے کہ وہ کرایہ وٹکٹ کی حیثیت اور ترتیب کے مطابق جس شخص کو جہاں چاہتا ہے جگہ دیتا ہے یا جس شخص کو جہاں جگہ مل جاتی ہے، وہاں بیٹھ جاتا ہے، ہاں اگر کشتی کسی ایک شخص کی ملکیت ہونے کے بجائے مشترکہ طور پر چند اشخاص کی یکساں طور پر ملکیت ہوتی ہے اور وہ اشخاص ایک ساتھ اس کشتی میں جائیں تو اس صورت میں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ

Marfat.com

سب اپنی اپنی نشست کے لئے قرعہ ڈال لیں اور جس شخص کا نام جس درجہ اور جس جگہ کے لئے نکلے وہ وہاں بیٹھ جائے۔ فکان الذی فی اسفلہا الخ میں لفظ الذی استعمال کرنا ماسبق میں ذکر کئے گئے لفظ بعض کی مناسبت سے ہے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر اس حصے میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں میں سے صرف ایک شخص بھی ایسا کرے (یعنی کشتی کی سطح کو توڑنے لگے) تو اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہوتا ہے۔ "وہ جب پانی لینے کے لئے اوپر کے حصہ میں آئیں" میں لفظ "پانی" سے مراد شارحین کے نزدیک وہی عام پانی ہے جو پینے وغیرہ کے استعمال میں آتا ہے۔

اور بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہاں "پانی" سے مراد پیشاب پاخانہ ہے جو نیچے کے حصے میں کوئی شخص کسی برتن وغیرہ میں کرے اور پھر اس کو دریا میں ڈالنے کے لئے اوپر کے حصے میں آئے اور وہاں کے لوگوں کے درمیان سے گزرے، اس صورت میں اس شخص کی وجہ سے اوپر کے حصہ والوں کا تکلیف و ناگواری کو دیکھ کر کشتی کے نیچے کی سطح توڑنے لگے تاکہ اس جگہ سے پانی حاصل کرے یا غلاظت وغیرہ پھینک دیا کرے۔

ایک شارح رحمہ اللہ نے حدیث کی تشریح میں یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کریم نے اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں غفلت و سستی کرنے والے کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کشتی کے اوپر کے درجہ میں ہو اور حدود میں گر پڑنے والے یعنی گناہ و معصیت میں مبتلا ہونے والے کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی جو کشتی کے نیچے کے درجہ میں ہو اور اس کے انہماک یعنی ان حدود (گناہوں) میں مشغول و متفرق رہنے اور ان کو ترک نہ کرنے کو کشتی کے نیچے کی سطح کو توڑنے کے عمل کے ساتھ تشبیہ دی اور گناہوں کے مرتکب کو ان گناہوں سے روکنے کو کشتی کی سطح توڑنے والے کا ہاتھ پکڑنے اور اس کو کشتی توڑنے سے منع کرنے سے تعبیر کیا اور گناہوں سے روکنے و منع کرنے کے فائدہ کو ان سب لوگوں کی فلاح و نجات سے تعبیر کیا جو پانی لینے کے لئے اوپر آنے والوں کو منع کریں یا جو پانی کے لئے اوپر جائیں اور ان کو اوپر آنے سے روکا جائے اور گناہوں سے منع نہ کرنے والوں کو ان لوگوں سے تعبیر کیا جو کشتی توڑنے والے کو اس کے حال پر چھوڑ دیں یعنی اس کو کشتی توڑنے سے باز رکھیں اور مدافعت کرنے والوں یعنی لوگوں کو گناہوں سے نہ روکنے والوں کے گناہ اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والے کے انجام کو اس امر سے تعبیر کیا کہ اگر کشتی کے اوپر والے کشتی کو توڑنے والے کو منع نہ کریں تو وہ اپنے آپ کو بھی اور کشتی توڑنے والے کو بھی ہلاکت و تباہی میں ڈال دیں گے۔ نیز اسلام کو گویا کشتی سے تعبیر فرمایا جو دونوں قسم کے لوگوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔

آخر میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حدیث میں منع کرنے والوں کے طبقہ کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر فرمایا جس کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس شخص کی حسب قدرت پوری مدد کریں جو لوگوں کو گناہوں اور برائیوں سے باز رکھنے کا فریضہ انجام دے اور اسی طرح گناہ کرنے والے کا ذکر مفرد کے صیغہ کے ساتھ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ گناہ کے مرتکب اپنی حیثیت کے اعتبار سے ناقص ہیں خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی ہوں۔

راوی حدیث نعمان بن بشیر کے احوال کا بیان

نعمان بن بشیر: یہ انصاری خزرجی ہیں۔ ان کے والد اور والدہ بھی صحابی ہیں انہوں نے شام کے مقام نعمان میں رہائش

Marfat.com

اختیار کی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا بعد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حمص منتقل کروا دیا جہاں چونسٹھ ہجری میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان سے ایک سو چودہ روایات منقول ہیں۔

برے کاموں سے بچنے والے کیلئے سلامتی کا بیان

(190) اَلْخَامِسُ : عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ هِنْدٍ بِنْتِ اَبِىْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ: "اِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلٰكِنْ مَّنْ رَّضِىَ وَتَابَعَ" قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: "لَا، مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

مَعْنَاهُ : مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ وَلَمْ يَسْتَطِعْ اِنْكَارًا بِيَدٍ وَّلَا لِسَانٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْاِثْمِ، وَاَدّٰى وَظِيْفَتَهُ، وَمَنْ اَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهِ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هٰذِهِ الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ رَّضِىَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ فَهُوَ الْعَاصِىْ .

✧✧ سیّدہ اُم سلمہ ہند بنت ابوامیہ حذیفہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: عنقریب ایسے حکمران آئیں گے جو اچھے کام بھی کریں گے اور غلط کام بھی کریں گے جو اچھے کام کرے گا وہ بری ہو جائے گا اور جو بُرے کام کا انکار کرے گا وہ سلامت رہے گا۔ البتہ جس نے (ان کے بُرے کاموں) پر رضامندی ظاہر کی اور ان کی پیروی کی (وہ سلامت نہیں رہے گا) لوگوں نے عرض کی: ہم ایسے حکمرانوں کے خلاف جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں اس وقت تک نہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے جو شخص دلی طور پر اسے ناپسند کرتا ہو لیکن زبان یا ہاتھ کے ذریعے انکار کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور جو شخص اپنی طاقت کے مطابق اس کا انکار کرے گا وہ اس گناہ سے محفوظ رہے گا۔ اور جو ان کے طرزِ عمل سے راضی ہوگا اور ان کی پیروی کرے گا وہ شخص گناہ گار ہوگا۔

عربوں کیلئے شر اور بربادی کا بیان

(191) اَلسَّادِسُ : عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا : اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا، يَقُوْلُ : "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَّدْمِ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مِثْلَ هٰذِهِ"، وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِىْ تَلِيْهَا، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ: "نَعَمْ، اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧✧ ام المومنین سیّدہ اُمّ حکم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں گھبرائے ہوئے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں عربوں کے لئے بربادی ہے اس شر کے ذریعے جو قریب آچکا ہے۔ آج

190-اخرجه احمد (10/26639) ومسلم (1583) و ابو داؤد (4760) و (4761) والترمذی (2265)

191-اخرجه احمد (10/27843) والبخاری (3346) و مسلم (2880) وعبد الرزاق (20749) والحمیدی (308) وابن ابی شیبة (19061) وابن ماجه (3953) والترمذی (2187) وابن حبان (327) والبیهقی (93/10)

یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہوگیا ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی دو انگلیوں اور انگوٹھے کا حلقہ بنایا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی موجود ہوں گے آپ نے فرمایا: ہاں اس وقت جب گناہ زیادہ ہو جائیں گے۔ (متفق علیہ)

شرح

شر" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس فتنہ وفساد اور قتل وقتال کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا جس کی ابتداء مستقبل میں ہونے والی تھی اور جس کا شکار سب سے پہلے اہل عرب بننے والے تھے، چنانچہ قلب نبوت نے اہل اسلام کو افتراق وانتشار میں مبتلا کرنے والے جن واقعات کا بہت پہلے ادراک کرلیا تھا اور مذکورہ ارشاد کے ذریعہ گویا ان کے بارے میں پیش گوئی فرمادی تھی ان کی ابتداء خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سانحہ شہادت سے ہوئی اور جن کا سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں اب تک جاری ہے۔

بعض حضرات نے یہ مراد بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ جب اہل عرب کو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سبب دشمنوں کے مقابلہ پر فتوح حاصل ہوں گی، دوسرے ملکوں پر غلبہ واقتدار حاصل ہوگا اور مال و دولت کی ریل پیل ہوگی تو اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ لوگوں کے خلوص وللہیت میں کمی آجائے گی، حکومت واقتدار اور مال وزر سے رغب ومحبت پیدا ہو جائے گی، دنیا طلبی وجاہ پسندی اور خود غرضی کا عفریب باہمی مخالفت ومخاصمت اور افتراق وانتشار کے ذریعہ پوری ملت کو متاثر کر دے گا۔ "حلقہ بنایا" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کے ذریعہ حلقہ بنا کر دکھایا کہ اس دیوار میں آج تک کبھی کوئی سوراخ نہیں ہوا تھا۔ لیکن آج اس میں اتنا بڑا سوراخ ہوگیا ہے جتنا کہ ان دونوں انگلیوں کے ذریعہ بنایا گیا حلقہ ہے۔

واضح رہے کہ اس دیوار میں سوراخ کا ہو جانا قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔ جس طرح کہ عرب اور اہل عرب میں فتنہ وفساد کا بیج پڑ جانا اور برائیوں کے پھیل جانا بھی قیامت کے قریب آجانے کی ایک دلیل ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یاجوج ماجوج کی دیوار میں سوارخ ہو جانے کی بات کہہ کر گویا اس علاقہ سے اٹھنے والے ایک عظیم فتنہ اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو پہنچنے والے سخت نقصان کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ تاریخ کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا وہ چنگیزیت کی صورت میں اسی علاقہ سے اٹھا اور جس نے بڑی بڑی اسلامی حکومتوں کو نقصان پہنچایا یہاں تک کہ ہلاکو خان کی سربراہی میں تاتاری ترکوں کے سیلاب نے اسلامی خلافت کو بہا ڈالا، خلیفہ معتصم باللہ کو قتل کیا بغداد کو لوٹ کر تباہ وتاراج کیا اور لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا اور پوری ملت اسلامیہ کو بڑی بڑی جہادوں سے دوچار کیا۔ لفظ "خبث" خ اور ب کے زبر کے ساتھ فسق وفجور اور کفر شرک کے معنی میں ہے

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کے معنی بدکاری زنا کے ہیں حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی جگہ آگ لگتی ہے بھڑک اٹھتی ہے تو پھر وہ ہر ایک چیز کو جلا ڈالتی ہے کیا خشک اور کیا تر، ہر ایک کو بھسم کر دیتی ہے۔ حلال اور حرام، پاک اور ناپاک جو بھی چیز اس کے شعلوں کی لپیٹ میں آتی ہے جل کر خاک ہو جاتی ہے، مومن اور کافر، موافق اور مخالف کسی کے درمیان

Marfat.com

فرق نہیں کرتی، جو شخص بھی اس کی زد میں آ جاتا ہے راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے اسی طرح عذاب الٰہی کا معاملہ ہے کہ جب کسی ملک میں، کسی علاقہ میں اور روئے زمین کے کسی حصہ پر برائیوں کا دور دورہ ہو جاتا ہے، بدکاریاں عام ہو جاتی ہیں فواحش کی کثرت ہو جاتی ہے اور فسق و فجور کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس کے سبب وہاں کے لوگوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو پھر کسی کی کوئی تخصیص نہیں رہ جاتی، بدکار اور سرکش لوگ تو تباہ و برباد ہوتے ہیں نیکوکار و پاکباز لوگ بھی اس کی زد میں آ جاتے ہیں یہ اور بات ہے کہ جب قیامت میں ساری مخلوق کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو اس وقت ہر شخص کے ساتھ اس کے عمل کے مطابق ہی سلوک ہوگا۔ ایک نسخے میں لفظ خ کے پیش اور ب کے جزم کے ساتھ یعنی خبث منقول ہے جس کے معنی فواحش اور فسوق کے ہیں، ویسے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

راویہ حدیث سیّدہ بنت زینب جحش کے احوال کا بیان

سیّدہ بنت زینب جحش رضی اللہ عنہا بن رئاب اسدیہ: یہ اسد خزیمہ سے تعلق رکھتی ہیں یہ پہلے حضرت زید بن حارثہ کی زوجہ تھیں۔ ان کا اصل نام "برہ" تھا۔ حضرت زید نے انہیں طلاق دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شادی کر لی اور ان کا نام "زینب" رکھا۔ ان کا انتقال 20 ہجری میں ہوا۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ احادیث روایت کی ہیں۔ یہ اُمّ المومنین ہیں۔

راستے میں بیٹھے لوگوں کیلئے امر بہ معروف کا حکم

(192) اَلسَّابِعُ : عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ!" فَقَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ، نتحدث فِیْهَا . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ، فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهٗ" . قَالُوْا : وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "غَضُّ الْبَصَرِ، وَکَفُّ الْاَذٰی، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: راستے میں بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے پاس راستے میں بیٹھنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ ہم یہاں آپس میں بات چیت کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم نے بیٹھنا ہی ہے تو راستے کو اس کا حق دو لوگوں نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نگاہ کو جھکا کر رکھنا' تکلیف دینے سے بچنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا (متفق علیہ)۔

سونے کی انگوٹھی اور آگ کا انگارہ

(193) اَلثَّامِنُ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رای خاتما

192- اخرجه احمد (4/11309) والبخاری (2465) ومسلم (21201) وابو داؤد (4815) والبخاری فی الادب المفرد (1150) وابن حبان (595) والبیهقی (94/10)

193- اخرجه مسلم (2090)

Marfat.com

مِّنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَه فطرحه، وَقَالَ: "يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ!" فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَمَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهٖ. قَالَ: لَا وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَّقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: جوشخص آگ کا انگارہ ہاتھ میں لینا چاہتا ہو وہ اسے پہنے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا تم اپنی انگوٹھی اٹھاؤ اور (اسے فروخت کر کے) اس سے نفع حاصل کرو' تو وہ بولا نہیں' اللہ کی قسم! میں اسے کبھی بھی نہیں اٹھاؤں گا' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینکا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو وہ اگر کسی خلاف شرع چیز کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بگاڑ دے اور مٹا دے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حدیث (اذا رای احد منکم منکر فلیغیرہ بیدہ) یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی خلاف شرع چیز کو دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بگاڑ ڈالے۔

بدترین حکمرانوں سے بچ رہنے کا بیان

(194) اَلتَّاسِعُ: عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ نِ الْحَسَنِ الْبَصْرِی: اَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ، فَقَالَ: اَیْ بُنَیَّ، اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ" فَاِيَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ، فَقَالَ لَهٗ: اِجْلِسْ فَاِنَّمَا اَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ اِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِیْ غَيْرِهِمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ ابوسعید حسن بصری بیان کرتے ہیں' ابوسعید حسن بصری بیان کرتے ہیں: عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' عبیداللہ بن زیاد کے پاس آئے اور بولے' اے بیٹے! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے بد ترین حاکم ظالم حکمران ہے (اس لئے) تم اس بات سے بچنا کہ تم بھی ان میں شامل ہو جاؤ۔ عبیداللہ نے ان سے درخواست کی' آپ تشریف رکھیں کیونکہ آپ صحابہ کرام (کے طبقے کی) آخری نشانی ہیں تو حضرت عائذ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ان کی نشانی ہو سکتی ہے؟ نشانی ان کے بعد میں ہوگی اور دوسروں میں ہوگی۔

برے لوگوں کے سبب اچھے لوگوں پر بھی عذاب آنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو جہاں کے حالات اس اس طرح کے ہیں، باشندوں سمیت الٹ دو، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا" میرے

194- اخرجه احمد (7/20662) ومسلم (1830)

Marfat.com

پروردگار! اس شہر میں تیرا وہ فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لمحہ کے لئے کبھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ (جب جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہا تو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس شہر کو سارے باشندوں پر بھی اور اس شخص پر بھی الٹ دو کیونکہ میری خوشنودی اور میرے دین کی محبت میں اس شخص کے چہرہ کا رنگ (شہر والوں کے گناہوں کو دیکھ) ایک ساعت کے لئے بھی نہیں بدلا۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1077)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا حاصل تھا کہ بے شک میرے اس بندے نے کبھی بھی میری نافرمانی نہیں کی اور وہ ایک لمحہ بھی برائی کی راہ پر نہ چلا مگر اس کا یہ جرم ہی کیا کم ہے کہ لوگ اس کے سامنے گناہ کرتے رہے اور وہ اطمینان کے ساتھ ان کو دیکھتا رہا برائی پھیلتی رہی اور لوگ اللہ کی نافرمانی کرتے رہے مگر ان برائیوں اور نافرمانی کرنے والوں کو دیکھ کر اس کے چہرہ پر کبھی بھی اس طرح کے آثار پیدا نہیں ہوئے جن سے یہ معلوم ہو کہ اس کے دل میں برائیوں اور برائیوں کے مرتکبین کے خلاف غیظ وغضب اور نفرت وعداوت کا کوئی جذبہ ہے، للہٰذا شہر کے اور باشندوں کے ساتھ وہ شخص بھی ہلاکت وبربادی کا مستوجب ہے۔ "ایک ساعت" کے الفاظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر وہ شخص اپنی پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے برائیوں اور برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف غصہ ونفرت کا اظہار کر دیتا ہے تو اس کی زندگی کے باقی حصے میں اس کی اس تقصیر سے درگزر کر دیا جاتا۔

راوی حدیث حسن بصری کے احوال کا بیان

حسن بصری: یہ حسن بن یسار بصری اکابر تابعین میں سے ایک ہیں (اپنے زمانے میں اہل بصرہ کے امام تھے) اپنے زمانے کے اکابر اہل علم میں سے ایک تھے۔ ان کو قدرت نے علم، فقاہت، فصاحت، بہادری، زہد جیسی، عمدہ صفات سے نوازا تھا۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیر تربیت پرورش پائی بعد میں بصرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں پر ۱۱۰ ہجری میں وصال فرمایا۔

امر بالمعروف ونہی المنکر کے تارکین کی دعا قبول نہ ہونے کا بیان

(**195**) اَلْعَاشِرُ: عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ □ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

195- اخرجه الترمذی (2176) وفی سنده عبد الله بن عبد الرحمن الانصاری لم یوثقه غیر ابن حبان لکن للحدیث شاهد من حدیث عائشه رضی الله عنها عند البزار (3304) وشاهد من حدیث عبد الله بن عمر رضی الله عنهما عند الطبرانی فی الاوسط (1389) وشاهد من حدیث ابی هریرة رضی الله عنه عند البزار (3307) فهو حسن بشواهد

Marfat.com

✧✧ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یا تو تم لوگ نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور برائی سے روکتے رہو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کرے گا پھر تم لوگ دعا کرو گے جو قبول نہیں ہوگی۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

شرح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ دونوں باتوں میں سے ایک بات ضروری ہوگی یا تو تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہو گے اور یا اگر تم اس فریضہ کی انجام دہی سے غافل رہے تو اللہ تعالیٰ مختلف طرح کی سختیوں اور مصائب کی صورت میں تم پر اپنا عذاب نازل کرے گا اور اس وقت تم ان سختیوں اور مصائب کے دفعیہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے عذاب اور مصائب دعا کی برکت سے ٹلنے کا احتمال رکھتے ہیں لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک پر اللہ کی طرف سے جو آفات وبلائیں نازل ہوتی ہیں وہ دعا کے ذریعہ بھی ٹلنے کا احتمال نہیں رکھتیں کیونکہ ان کے دفعیہ کے لئے کی جانے والی دعا قبول نہیں ہوتی۔

بزار رحمہ اللہ نے اور طبرانی رحمہ اللہ نے کتاب اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" دو باتوں میں سے ایک بات کا ہونا ضروری ہے یعنی یا تو) تم یقیناً امر بالمعروف بھی کرو گے اور یقیناً نہی عن المنکر کا فریضہ بھی انجام دو گے، یا ان دونوں فریضوں کی عدم ادائیگی کی صورت میں یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے برے لوگوں کو مسلط کر دے گا اور پھر جو تمہارے نیک لوگ (ان برے لوگوں کے فتنہ وفساد اور ظلم وجور کے دفعیہ کے لئے) دعا کریں گے، مگر ان کی دعاء قبول نہیں کی جائے گی۔

راوی حدیث حضرت حذیفہ بن یمان کے احوال کا بیان

حضرت حذیفہ بن یمان: ان کا نام حذیفہ بن حسیل بن جابر العبسی ہے۔ الیمان حضرت حسیل کا لقب ہے یہ بہادر ہیں اور فاتح گورنروں میں سے ایک ہیں۔ منافقین سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہ نام بتائے تھے جو کسی اور کو نہیں بتائے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مدائن کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہیں ۳۶ ہجری کو ان کا انتقال ہوا۔ احادیث کے ذخیرہ میں ان سے دو سو پچیس احادیث منقول ہیں۔

ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہونے کا بیان

(196) اَلْحَادِیْ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ"

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

196 - ابوداؤد' ترمذی' احمد' ابن ماجہ' طبرانی' بیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی واحمد طارق بن شہاب سے۔ (جامع صغیر سیوطی)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمہ انصاف کہنا ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

شرح

جابر و ظالم حکمران کے سامنے حق گوئی کو بہترین جہاد اس لئے فرمایا گیا کہ جو شخص کسی دشمن سے جہاد کرتا ہے وہ خوف و امید دونوں کے درمیان رہتا ہے اگر اس کو یہ خوف ہوتا کہ شاید دشمن مجھ پر غالب آ جائے اور میں مجروح یا شہید ہو جاؤں تو اس کے ساتھ ہی اس کو یہ امید ہوتی ہے کہ میں اس دشمن کو زیر کر کے اپنی جان کو پوری طرح بچالوں گا۔ اس کے برخلاف جو شخص ظالم و جابر حکمران کے سامنے حق بات کہنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لئے امید کی کوئی ہلکی سی کرن بھی نہیں ہوتی بلکہ خوف ہی خوف ہوتا ہے چنانچہ وہ اس حکمران کے مکمل اختیار و قبضہ میں ہونے کی وجہ سے اس یقین کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتا ہے کہ اس کا انجام دنیا میں نری تباہی و نقصان کے علاوہ اور کچھ نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس مہم میں انسان کو اپنی زندگی اور اپنے مال و متاع کے باقی رہنے کی ہلکی سی امید بھی نہ ہو اس کو انجام دینا اس مہم کو انجام دینے سے کہیں زیادہ صبر آزما، ہمت طلب اور مردانگی کا کام اور بدرجہا افضل ہو گا جس کی انجام دہی میں اپنی زندگی اور اپنے مال و متاع کے باقی رہنے کی بہتر حد تک امید ہو۔ اس کو بہترین جہاد اس لئے فرمایا گیا ہے کہ حکمران کا ظلم و جور ان تمام لوگوں کو متاثر کرتا ہے جو اس کی رعیت میں ہوتے ہیں وہ کوئی دو چار دس آدمی نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں بندگان اللہ ہوتے ہیں لہٰذا جب کوئی شخص اس حکمران کو اس کے ظلم و جور سے روکے گا وہ اپنے اس عمل سے اللہ کی کثیر مخلوق کو فائدہ پہنچائے گا۔ جب کہ دشمن سے جہاد کرنے میں یہ بات نہیں۔

حکمرانوں کے سامنے سچی بات کہنے کا بیان

(197) اَلثَّانِیْ عَشَرَ : عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ طَارِقِ بْنِ شِهَابِ الْبَجَلِيِّ الْاَحْمَسِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَهُ فِی الْغَرْزِ : اَیُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ"

رَوَاهُ النَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

"اَلْغَرْزُ" بِغَیْنٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ زَايٍ : وَهُوَ رِكَابُ كَوْرِ الْجَمَلِ اِذَا كَانَ مِنْ جِلْدٍ اَوْ خَشَبٍ وَقِیْلَ : لَا یَخْتَصُّ بِجِلْدٍ وَخَشَبٍ.

✧✧ حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب بجلی احمسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنا پاؤں) رکاب میں رکھا ہوا تھا۔ کون سا جہاد افضل ہے۔ آپ نے فرمایا: ظالم حکمران کے سامنے سچی بات کہنا۔

197- اخرجه النسائي (4220) ورجال اسناده ثقات

Marfat.com

اس حدیث کوامام نسائی نے صحیح اسناد کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

''الغرز'' اس سے مراد رکاب ہے جو اونٹ کی زین میں ہوتی ہے۔ خواہ وہ چمڑے کی ہو یا لکڑی کی ہو اور بعض کے قول کے مطابق یہ چمڑے یا لکڑی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

راوی حدیث طارق بن شہاب کے احوال کا بیان

طارق بن شہاب: یہ طارق بن شہاب بن عبد شمس بن سلمہ البجلی ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے یہ غازیوں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے بچپن میں پایا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران انہوں نے ۳۳ جنگوں میں حصہ لیا بعد میں کوفہ میں رہائش اختیار کی انہوں نے دیگر اصحاب اور خلفاء اربعہ سے چار احادیث نقل کی ہیں۔ ان کا انتقال ۸۳ ہجری میں ہوا۔

ظالموں اور سرکش لوگوں سے میل جول کے سبب عذاب آنے کا بیان

(198) اَلثَّالِثُ عَشَرَ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اَنَّهٗ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ، فَيَقُوْلُ: يَا هٰذَا، اتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لَكَ، ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰى حَالِهٖ، فَلَا يَمْنَعُهٗ ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَشَرِيْبَهٗ وَقَعِيْدَهٗ، فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ" ثُمَّ قَالَ: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ﴾ - اِلٰى قَوْلِهٖ - ﴿فَاسِقُوْنَ﴾ (المائدة: 78-81) ثُمَّ قَالَ: "كَلَّا، وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ، وَلَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا، وَلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا، اَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ، ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ"

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

هٰذَا لَفْظُ اَبِىْ دَاوٗدَ، وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ فِى الْمَعَاصِىْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا، فَجَالَسُوْهُمْ فِىْ مَجَالِسِهِمْ، وَوَاكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ، فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، وَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ" فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: "لَا، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَاْطِرُوْهُمْ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا".

198- اخرجه ابو داؤد (4336) والترمذی (3047) وابن ماجه (4006)

Marfat.com

قَوْلُهُ : "تَأْطِرُوْهم" : اَیْ تَعْطِفُوْهُمْ ۔ "وَلَتَقْصُرُنَّهُ" : اَیْ لِتَحْبِسُنَّهُ ۔

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بنی اسرائیل میں سب سے پہلی خرابی کا آغاز یوں ہوا کہ ایک شخص ملتا اور دوسرے سے کہتا اے بندے! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم جو کر رہے ہو اسے چھوڑ دو یہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے پھر جب وہ اگلے دن اسے ملا تو دوسرا شخص اسی حال میں تھا تو پہلے نے اسے منع نہیں کیا کیونکہ وہ اس کے ساتھ کھاتا تھا پیتا تھا بیٹھتا تھا جب ان لوگوں نے ایسا کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیئے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی ہے۔ ایسا اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کر گئے وہ برائیوں سے روکتے نہیں تھے۔ انہوں نے جو کیا وہ بہت برا کیا تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے جو دوستی رکھتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ جو کافر ہیں وہ اپنے لئے جو چیز آگے بھیج رہے ہیں وہ بہت بری ہے"۔ (یہ آیت یہاں تک ہے) "فاسق ہیں"۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا ہرگز نہیں اللہ کی قسم! یا تو تم نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور برائی سے منع کرتے رہو گے اور ظالم کے ہاتھ کو روکتے رہو گے اور اسے حق کے سامنے جھکاتے رہو گے اور تم حق پر اکتفا کرو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب ایک جیسے کر دے گا اور وہ تم پر اسی طرح لعنت کرے گا جیسے اس نے ان پر کی تھی۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور مذکورہ بالا الفاظ حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بنی اسرائیل میں گناہوں کا آغاز ہوا تو ان کے علماء نے انہیں روکنا شروع کیا لیکن وہ باز نہیں آئے وہ علماء ان کے ساتھ ان کی محفلوں میں بیٹھتے رہے اور کھاتے اور پیتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب ایک جیسے کر دیئے اور (اللہ تعالیٰ نے) حضرت داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی ان پر لعنت کی ایسا اس وجہ سے ہوا کیونکہ ان لوگوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کر گئے۔

راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پہلے آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: نہیں اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔

یہاں تک کہ تم انہیں حق پر آمادہ کرو گے۔

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں)

"تأطروھم" اس کا مطلب یہ ہے' تم ان کے ساتھ نرمی کرو گے۔ "ولتقصرنہ" اس کا مطلب یہ ہے' تم انہیں روکو گے۔

شرح

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تمہارا یہ گمان ہے کہ سکوت و مداہنت کے باوجود تمہیں عذاب الٰہی سے نجات مل جائے گی تو) ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ اللہ کی قسم، تمہارے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو نیکی کی راہ اختیار

Marfat.com

کرنے کا حکم دو اور ان کو برائی کی راہ سے روکو، ظالم کا ہاتھ پکڑو، اس کو حق کی طرف مائل کرو اور اس کو حق و انصاف کی راہ پر قائم کرو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہگاروں اور ان سے سکوت و مداہنت کرنے والوں کے دلوں کو بھی آپس میں ایک دوسرے کے دل کے ساتھ خلط ملط کر دے گا اور پھر تم پر لعنت فرمائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر (ان کے گناہوں کی وجہ سے) لعنت فرمائی تھی۔

ظالموں کو نہ روکنے کے سبب عذاب نازل ہونے کا بیان

(199) اَلرَّابِعُ عَشَرَ : عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّكُمْ لَتَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ : ﴿يَـا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ (المائدة : 105) وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ : ”اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ“

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ ۔

✧✧ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے لوگو! تم نے یہ آیت پڑھی ہے:

”اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جو شخص گمراہ ہو گا وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو“۔

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ روکیں تو پھر عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرے گا۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے مستند اسناد کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

شرح

آخری روایت کے الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جب برے لوگوں کے مقابلہ میں اچھے لوگوں کی تعداد زیادہ ہو اور وہ اچھے لوگ اپنی کثرت کے باوجود ان لوگوں پر قابو نہ پائیں اور ان کو گناہ و معاصی کے راستہ سے نہ روکیں تو وہ یقیناً عذاب اللہ کے مستوجب قرار پائیں گے کیونکہ ان کا اکثریت میں ہونا، برائیوں کو مٹانے پر قدرت رکھنے کے مترادف ہے۔ اور قدرت رکھنے کے باوجود برائیوں کی بیخ کنی کی جدوجہد اور سعی نہ کرنا ایک ایسی غفلت و تقصیر ہے جس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ مذکورہ آیت کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ یہ آیت اپنے حکم کے اعتبار سے عام و مطلق نہیں ہے بلکہ اس امر کے ساتھ مخصوص و مقید ہے کہ جو لوگ وعظ و نصیحت اور تنبیہ و تہدید کے باوجود برائی کا راستہ ترک نہ کریں، ان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی اثر نہ ہو اور وہ اپنے اختیار کئے ہوئے راستہ پر مطمئن و خوش ہوں، جیسا کہ قرب قیامت میں لوگوں کا یہی حال ہوگا تو ایسے لوگوں کے بارے میں مذکورہ آیت کہتی ہے کہ ایسے لوگوں کی برائیوں کا وبال ان بندگان اللہ کو کوئی نقصان و ضرر نہیں پہنچا سکتا، جن کو اللہ نے ہدایت یافتہ بنایا

199- اخرجه ابو داؤد (4338) والترمذی (3057) والنسائی فی الکبری (6/11157) وابن ماجه (4005) وغیرهم واسناده صحیح

Marfat.com

ہے اور جو برائیوں کے راستہ سے دور رہتے ہیں۔
اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ اس آیت کو لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھا (اور اس کا مطلب جاننا چاہا) تو انہوں نے فرمایا کہ تم جس زمانہ میں ہو وہ زمانہ اس آیت کا محمول نہیں ہے کیونکہ تمہارے زمانہ کے لوگ تو اچھی باتوں کو سنتے ہیں اور ان کا اثر قبول کرتے ہیں، البتہ آخر میں ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب بندگان اللہ امر بامعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں گے تو لوگ ان کی باتوں کو نہیں سنیں گے، چنانچہ یہ آیت اس آنے والے زمانہ کے بارے میں آگاہ کر رہی ہے۔
بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھو، اگر تم نے گناہوں اور برائیوں سے خود کی حفاظت کرلی اور اس طرح ہدایت یافتہ بن گئے، نیز کسی وجہ سے تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے عاجز رہے تو پھر تمہیں ان لوگوں کی گمراہی کا وبال کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جو خلاف شرع امور اور برائیوں کا ارتکاب کر کے گمراہ ہو گئے ہوں۔

بَابُ تَغْلِيْظِ عُقُوْبَةِ مَنْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُّنْكَرٍ وَّخَالَفَ قَوْلُهٗ فِعْلَهٗ

باب 24: اس شخص کو شدید سزا دینا جو نیکی کا حکم دے یا برائی سے منع کرے اور اس کا اپنا بیان اس کے عمل کے خلاف ہو

دوسروں کو نیکی کی دعوت جبکہ خود کو بھول جانے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :
﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (البقرۃ: 44)
ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنی ذات کو بھول جاتے ہو جبکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تم لوگوں کو عقل نہیں ہے“۔
یعنی اہل کتاب اس علم کے باوجود جو کہے اور نہ کرے "اس پر کتنا عذاب نازل ہوتا ہے پھر تم خود ایسا کرنے لگے ہو؟ جیسا دوسروں کو تقویٰ طہارت اور پاکیزگی سکھاتے ہو خود بھی تو اس کے عامل بن جاؤ لوگوں کو روزے نماز کا حکم دینا اور خود اس کے پابند نہ ہونا یہ تو بڑی شرم کی بات ہے دوسروں کو کہنے سے پہلے انسان کو خود عامل ہونا ضروری ہے اپنی کتاب کے ساتھ کفر کرنے سے لوگوں کو روکتے ہو لیکن اللہ کے اس نبی کو جھٹلا کر تم خود اپنی ہی کتاب کے ساتھ کفر کیوں کرتے ہو؟ یہ بھی مطلب ہے کہ دوسروں کو اس دین اسلام کو قبول کرنے کے لئے کہتے ہو مگر دنیاوی ڈر خوف سے خود قبول نہیں کرتے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور اپنے نفس کا ان سے بھی زیادہ۔ ان لوگوں کو اگر رشوت وغیرہ نہ ملتی تو حق بتا دیتے لیکن خود عامل نہ تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی۔

Marfat.com

مبلغین کے لئے خصوصی ہدایات کا بیان

یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اچھی چیز کا حکم دینے پر ان کی برائی نہیں کی گئی بلکہ خود نہ کرنے پر برائی بیان کی گئی ہے اچھی بات کو کہنا تو خود اچھائی ہے بلکہ یہ تو واجب ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ انسان کو خود بھی اس پر عمل کرنا چاہئے جیسے حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا آیت (وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْهٰکُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ،ہود 88:) یعنی میں ایسا نہیں ہوں کہ تمہیں جس کام سے روکوں وہ خود کروں میرا ارادہ تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کا ہے میری توفیق اللہ کی مدد سے ہے میرا بھروسہ اسی پر ہے اور میری رغبت ور جوع بھی اسی کی طرف ہے پس نیک کاموں کے کرنے کے لئے کہنا بھی واجب ہے اور خود کرنا بھی۔ ایک واجب کو نہ کرنے سے دوسرا بھی چھوڑ دینا نہیں چاہئے۔ علماء سلف وخلف کا قول یہی ہے گو بعض کا ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ برائیوں والا دوسروں کو اچھائیوں کا حکم نہ دے لیکن یہ قول ٹھیک نہیں، پھر ان حضرات کا اس آیت سے دلیل پکڑنا تو بالکل ہی ٹھیک نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور خود بھی بھلائی کرے اور برائی سے رکے۔ اگر دونوں چھوڑے گا تو دوہرا گنہگار ہوگا ایک کے ترک پر اور ایک منع نہ کرنے کی وجہ سے ہوگا۔

طبرانی کی معجم کبیر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عالم لوگوں کو بھلائی سکھائے اور خود عمل نہ کرے اس کی مثال چراغ جیسی ہے کہ لوگ اسی کی روشنی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لیکن وہ خود جل رہا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو کہا گیا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ اور عالم ہیں جو لوگوں کو بھلائی سکھاتے تھے مگر خود نہیں کرتے تھے علم کے باوجود سمجھتے نہیں تھے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کی زبانیں اور ہونٹ دونوں کاٹے جا رہے تھے یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن حبان ابن ابی حاتم ابن مردویہ وغیرہ میں موجود ہے۔ ابو وائل فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت اسامہ سے کہا گیا کہ آپ حضرت عثمان سے کچھ نہیں کہتے آپ نے جواب دیا کہ تمہیں سنا کر ہی کہوں تو ہی کہنا ہوگا میں تو انہیں پوشیدہ طور پر ہر وقت کہتا رہتا ہوں لیکن میں کسی بات کو پھیلانا نہیں چاہتا اللہ کی قسم! میں کسی شخص کو سب سے افضل نہیں کہوں گا اس لئے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈالا جائے گا اس کی آنتیں نکل آئیں گی اور وہ اس کے اردگرد چکر کھاتا رہے گا جہنمی جمع ہو کر اس سے پوچھیں گے کہ حضرت آپ تو ہمیں اچھی باتوں کا حکم کرنے والے اور برائیوں سے روکنے والے تھے یہ آپ کی کیا حالت ہے؟ وہ کہے گا افسوس میں تمہیں کہتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا میں تمہیں روکتا تھا لیکن خود نہیں رکتا تھا (مسند احمد)

بخاری مسلم میں بھی یہ روایت ہے مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پڑھ لوگوں سے اتنا درگزر کرے گا جتنا جاننے والوں سے نہیں کرے گا بعض آثار میں یہ بھی وارد ہے کہ عالم کو ایک دفعہ بخشا جائے تو عام آدمی کو ستر دفعہ بخشا جاتا ہے عالم

Marfat.com

جاہل یکساں نہیں ہو سکتے قرآن کریم میں ہے آیت (هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ، الزمر 9:) جاننے والے اور انجان برابر نہیں نصیحت صرف عقلمند لوگ ہی حاصل کر سکتے ہیں ابن عساکر میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جنتی لوگ جہنمیوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ تمہاری نصیحتیں سن سن کر ہم تو جنتی بن گئے مگر تم جہنم میں کیوں آپڑے وہ کہیں گے افسوس ہم تمہیں کہتے تھے لیکن خود نہیں کرتے تھے۔

وعظ ونصیحت کرنے والے کیلئے عمدہ حکم کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (الصف : 2-3)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ بات بہت بڑی ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم خود نہیں کرتے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

اِخْبَارًا عَنْ شُعَيْبٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهَاكُمْ عَنْهُ ﴾ (هود : 88) .

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ بیان نقل کیا ہے: ''میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اس بارے میں تمہاری مخالفت کروں جس سے میں نے تمہیں روکا ہے (یعنی خود اس پر عمل کرلوں)''۔

حضرت ابن عباس سے ایک شخص نے کہا حضرت میں بھلائیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے لوگوں کو روکنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کیا تم اس درجہ تک پہنچ گئے ہو؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اگر تم ان تینوں آیتوں کی فضیحت سے نڈر ہو گئے ہو تو شوق سے وعظ شروع کرو۔ اس نے پوچھا وہ تین آیتیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک تو آیت (اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ،البقرة 44:) کیا تم لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے تئیں بھولے جا رہے ہو؟ دوسری آیت آیت (لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ، الصف 3-2:) کیوں تم وہ کہتے ہو جو خود نہیں کرتے؟ اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو۔ تیسری آیت حضرت شعیب علیہ السلام کا فرمان آیت (وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ،ہود 88:) یعنی میں جن کاموں سے تمہیں منع کرتا ہوں ان میں تمہاری مخالفت کرنا نہیں چاہتا، میرا ارادہ صرف اپنی طاقت بھر اصلاح کرنا ہے کہو تم ان تینوں آیتوں سے بیخوف ہو؟ اس نے کہا نہیں فرمایا پھر تم اپنے نفس سے شروع کرو۔ (تفسیر مردویہ)

حدیث طبرانی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں کو کسی قول فعل کی طرف بلائے اور خود نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے غضب وغصہ میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ خود آپ عمل کرنے لگ جائے۔ حضرت ابراہیم نخعی نے بھی حضرت ابن عباس والی تینوں آیتیں پیش کر کے فرمایا ہے کہ میں ان کی وجہ سے قصہ گوئی پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

خود فریبی اور تبلیغ کرنے والوں کیلئے سخت وعید کا بیان

(200) وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِہٖ فَیَدُوْرُ بِھَا کَمَا یَدُوْرُ الْحِمَارُ فِی الرَّحٰی، فَیَجْتَمِعُ اِلَیْہِ اَھْلُ النَّارِ، فَیَقُوْلُوْنَ: یَا فُلَانُ، مَا لَکَ؟ اَلَمْ تَکُ تَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ؟ فَیَقُوْلُ: بَلٰی، کُنْتُ اٰمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِیْہِ، وَاَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَاٰتِیْہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

قَوْلُہٗ: "تَنْدَلِقُ" ھُوَ بِالدَّالِ الْمُھْمَلَۃِ، وَمَعْنَاہُ تَخْرُجُ. وَ"الْاَقْتَابُ": الْاَمْعَاءُ، وَاحِدُھَا قِتْبٌ

✧✧ حضرت ابوزید اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس کے پیٹ کی آنتیں باہر آجائیں گی اور وہ انہیں پکڑ کر جہنم میں یوں چکر لگائے گا جیسے گدھا چکی میں چکر لگاتا ہے۔ اہل جہنم اس کے پاس اکٹھے ہو کر کہیں گے، اے فلاں! تمہیں کیا ہوا ہے کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے روکتے نہیں تھے، وہ جواب دے گا ہاں! میں نیکی کا حکم دیا کرتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا اور برائی سے منع کیا کرتا تھا لیکن خود اس کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔ (متفق علیہ)

تندلق: کا مطلب ہے وہ نکلتا ہے۔ اقتاب: کا مطلب آنتیں ہے۔ اس کی واحد قتب آئے گی۔

شرح

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، اس شخص کو یہ سزا عمل نہ کرنے کی وجہ سے ملے گی، نہ کہ اس وجہ سے ملے گی کہ وہ جب خود عمل نہیں کرتا تھا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کیوں انجام دیتا تھا، چنانچہ اگر وہ اس فریضہ کو بھی ترک کرتا تو وہ مذکورہ عذاب سے بھی سخت عذاب کا مستوجب ہوتا کیونکہ اس صورت میں اس پر دو واجب کے ترک کا گناہ ہوتا۔

راوی حدیث اسامہ بن زید کے احوال کا بیان

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما: یہ اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ہیں نبی اکرم ﷺ کے غلام تھے نبی اکرم ﷺ کو ان سے اور ان کے والد سے بہت محبت تھی انہیں نبی اکرم ﷺ کا "محبوب" کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ سیدہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا "برکہ حبشیہ" ہیں یہ نبی اکرم ﷺ کی کنیز تھیں انہوں نے ہی نبی اکرم ﷺ کی پرورش کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا تھا جس میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اس لشکر کو شام کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا نبی اکرم ﷺ نے اس لشکر کی روانگی کا حکم اس وقت دیا تھا جب آپ کی بیماری شدید ہو گئی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد اس کو روانہ کیا گیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وصال سن 54 ہجری میں ہوا انہیں مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا۔ احادیث کے ذخیرے میں ان سے ایک سو اٹھائیس روایات منقول ہیں۔

200- اخرجہ احمد (8/21843) والبخاری (3267) ومسلم (2989)

Marfat.com

بَابُ الْاَمْرِ بِاَدَاءِ الْاَمَانَةِ

باب 25: امانت کی ادائیگی کا حکم

امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچانے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ (النساء : 58)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے، تم امانتیں ان کے حق داروں کے سپرد کر دو“۔

یہ آیت کریمہ عثمان بن طلحہ حجبی کے بارے میں نازل ہوئی جو بنوعبدالدار میں سے تھا یہ کعبہ کا دربان تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو عثمان نے بیت اللہ کا دروازہ بند کر دیا اور چھت پر چڑھ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی مانگی تو آپ کو بتایا گیا کہ چابی عثمان کے پاس ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مانگی تو اس نے چابی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تو ان سے چابی نہ روکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ موڑا اور اس سے چابی چھین کر دروازہ کھول دیا رسول اللہ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور دو رکعتیں ادا فرمائیں جب آپ باہر تشریف لائے تو عباس نے عرض کیا کہ چابی مجھے دے دی جائے تا کہ مجھے پانی پلانے اور دربانی دونوں کا موقع نصیب ہو جائے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حکم دیا کہ چابیاں دوبارہ عثمان کے حوالے کر دو اور اس سے معذرت بھی کرو چنانچہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا تو عثمان نے ان سے کہا۔ اے علی میں نے تمہیں مجبور کیا اور تکلیف دی پھر بھی تم میرے ساتھ نرمی برتتے ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بتایا کہ اللہ نے تیری شان میں یہ آیت نازل کی پھر اس پر یہ آیت تلاوت کی اس پر عثمان نے کہا کہ پھر میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ کہہ کر اسلام لے آیا تھوڑی دیر بعد حضرت جبرائیل تشریف لائے اور فرمایا کہ جب تک یہ بیت اللہ قائم رہے گا اس وقت اس کی چابیاں اور خدمت عثمان کی اولاد میں رہے گی چنانچہ آج بھی یہ انہیں کے پاس ہیں۔ (قرطبی 5-256)

حضرت مجاہد سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں روایت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا، خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ کہ یہ آیت ابن طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی نبی اس سے کعبہ کی چابی لے کر فتح مکہ کے دن کعبہ میں داخل ہو گئے جب آپ نکلے تو یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے آپ نے عثمان کو بلایا اور اس کے حوالے کر دی اور فرمایا: اے بنو ابی طلحہ یہ لو اللہ کی امانت اسے تم سے سوائے ظالم کے اور کوئی چھین نہیں سکتا۔

(نیسابوری 133، سیوطی 77، طبری 5-92)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امانت ضائع ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ پوچھا اس کا ضائع ہونا کس طرح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ جب کام نا اہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث، 1443)

احکام کی امانت کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (الاحزاب : 72)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ اس سے گھبرا گئے انسان نے اسے اٹھالیا بے شک وہ ظالم اور جاہل ہے''۔

امانت میں خیانت علامت منافقت ہونے کا بیان

(201) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِىْ رِوَايَةٍ : "وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ" .

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم نے فرمایا! منافق کی نشانیاں تین ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اسے امین مقرر کیا جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اگر چہ وہ روزہ رکھتا ہو، نماز پڑھتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ وہ مسلمان ہے۔

شرح

یہاں بھی نفاق سے مراد " عملی نفاق " ہے یعنی اگر کوئی مومن و مسلمان ان چار بری باتوں کا شکار ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ پورے طور پر عملی نفاق میں مبتلا ہے اور عملاً منافق بن گیا ہے اور اگر ان چاروں میں سے کوئی ایک خصلت و عادت اس کے اندر پیدا ہو جائے تو جانو کہ اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی ہے، لہٰذا متنبہ کیا جاتا ہے کہ جس کے نادر خواہ یہ تمام خصلتیں جمع ہوگئی ہوں یا ایک خصلت ہو وہ جان لے کہ اب اس کا نقشہ زندگی منافق ہوتا جا رہا ہے۔ اگر وہ ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے اندر ان خصلتوں کا ہونا مناسب نہیں ہے اور اگر وہ اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان باتوں کو فوراً چھوڑ دے۔

امانت کا دل سے اٹھا لیے جانے کا بیان

(202) وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ قَدْ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ : حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِىْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ، ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ، وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ، ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ، فَقَالَ: "يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ

201-اخرجه احمد (3/9169) والبخاری (33) ومسلم (59) والترمذی (2631) والنسائی (5036) وابن حبان (257) وابن منده فی الایمان (527) وابو عوانة (21/1) والبیهقی (288/6)

202-اخرجه البخاری (6497) ومسلم (143) والترمذی (2179) وابن ماجه (4053)

Marfat.com

فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ، كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ، فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَّلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ" ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهُ عَلٰى رِجْلِهِ "فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ، فَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ: اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا، حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا اَجْلَدَهُ! مَا اَظْرَفَهُ! مَا اَعْقَلَهُ! وَمَا فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ". وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَّمَا اُبَالِيْ اَيُّكُمْ بَايَعْتُ: لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ دِيْنُهُ، وَاِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا اَوْ يَهُوْدِيًّا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيْهِ، وَاَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ اُبَايِعُ مِنْكُمْ اِلَّا فُلَانًا وَّفُلَانًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

قَوْلُهُ: "جَذْرُ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَاِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ اَصْلُ الشَّيْءِ

وَ"الْوَكْتُ" بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ: الْاَثَرُ الْيَسِيْرُ. وَ"الْمَجْلُ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ: وَهُوَ تَنَفُّطٌ فِي الْيَدِ وَنَحْوِهَا مِنْ اَثَرِ عَمَلٍ وَّغَيْرِهِ. قَوْلُهُ: "مُنْتَبِرًا": مُرْتَفِعًا. قَوْلُهُ: "سَاعِيْهِ": الْوَالِيْ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو باتیں بیان کیں ان میں سے ایک تو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں آپ نے ہمیں یہ بات بتائی کہ امانت لوگوں کے دلوں میں نازل ہوئی پھر قرآن نازل ہوا تو لوگوں نے قرآن سے اسی بات کا علم حاصل کیا اور سنت سے اسی بات کا علم حاصل کیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں امانت کے اٹھائے جانے کے بارے میں بتایا اور فرمایا: جب کوئی شخص سو رہا ہوگا تو اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی اور اس کا اثر معمولی سارہ جائے گا۔ پھر وہ شخص سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی یہاں تک کہ اس کا اثر آبلے کی مانند رہ جائے گا کہ اگر تم اپنے پاؤں پر کوئی چنگاری ڈالو تو اس کا اثر آبلے کی مانند رہ جائے گا وہ تمہیں پھولا ہوا محسوس ہوگا لیکن اس کے اندر کچھ نہیں ہوگا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کنکریاں پکڑیں اور انہیں اپنے پاؤں پر لڑھکایا۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) لوگوں کا یہ حال ہو جائے گا کہ ان میں امانت واپس کرنے والا کوئی نہیں رہے گا یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانتدار شخص ہے۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا (جو امانت میں خیانت کرتا ہو) یہ کتنا سمجھدار' مضبوط اور تیز آدمی ہے۔ حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔

(حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) میں نے ایسا وقت بھی دیکھا ہے جب میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ میں کس کے ساتھ سودا کر رہا ہوں کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اپنے دین کی وجہ سے میرے ساتھ صحیح معاملہ رکھتا اور اگر وہ عیسائی یا یہودی ہوتا تو اس کا حاکم اسے ایسا کرنے پر مجبور کرتا۔ لیکن آج میں تم میں سے صرف فلاں شخص کے ساتھ ہی سودا کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) لفظ جذر میں جیم پر زبر پڑھی جائے گی اور ذال کو ساکن پڑھا جائے گا۔ اس سے مراد کسی چیز کی اصل ہے۔ الوکت: کے آخر میں ت ہے اس کا مطلب تھوڑا سا نشان ہے۔ المجل: میں میم پر زبر اور سین کو ساکن پڑھا جائے گا۔ اس کا مطلب ہاتھ آبلہ وغیرہ نکلنا ہے جو کام کرنے کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو۔ لفظ "منتبر" کا مطلب بلند ہونا ہے۔ اور لفظ "ساعیہ" کا مطلب اس کی دیکھ بھال کرنا ہے۔

Marfat.com

شرح

امانت" سے مراد یا تو اس کے مشہور معنی ہیں یعنی کسی کے حق میں یا کسی کی ملکیت میں خیانت نہ کرنا یا وہ تمام شرعی ذمہ داریاں مراد ہیں جو ہر شخص پر عائد کی گئی ہیں یعنی تمام اسلامی احکام وتعلیمات کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اور امانت کے یہ وہ معنی ہیں جو قرآن کریم کی اس آیت (اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ، الاحزاب:72) میں مذکور ہیں تاہم ان دونوں معنی کی اصل اور بنیاد ایمان ہے اس لئے زیادہ وضاحت کے لئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہاں امانت سے مراد ایمان ہے جیسا کہ خود حدیث کے آخری الفاظ و مافی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث کے اس جملہ ولا یکاد احد یودی الامانۃ میں امانت کا جو لفظ ہے وہ بھی مذکورہ وضاحت پر مبنی ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو حدیثیں بیان فرمائیں ان میں سے پہلی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت وفلاح کے لئے ایمان وامانت کو نازل فرمایا اور اس کا مورد ومحل قلب انسانی کو قرار دیا کہ پہلے ایمان کا نور اور جوہر انسان کے دل میں اترا اور راسخ ومستحکم ہوا جس نے کتاب ہدایت قرآن مجید اور سنت نبوی پر عمل آوری کے راستہ کو منور کیا، چنانچہ انسان نے اسی طور ایمان کے سبب ان لافانی تعلیمات اور احکام ومسائل کو جانا اور سمجھا جو کتاب اللہ سے اخذ کئے گئے ہیں اور وہ احکام ومسائل خواہ فرض وواجب اور مسنون ومباح ہوں یا حرام ومکروہ اور پھر اسی نور نے سنت نبی کی حقیقت وصداقت کو واشگاف کیا کہ زبان رسالت اور معمولات نبوی نے کتاب اللہ کی تعلیمات منشا حق کی جو وضاحت وتفسیر بیان فرمائی اس کو بلا چون وچرا قبول کر کے عمل کی راہ کو استوار کیا گیا۔

یہاں یہ بات واضح ہوئی کہ حق تعالیٰ کی طرف سے نور ہدایت کا پیدا کیا جانا اور اس کے ذریعہ انسانیت عامہ کو نوازنے اور فلاح پہنچانے کا ارادہ فرمانا کتاب اللہ کو نازل کرنے اور رسولوں کو مبعوث کرنے سے پہلے تھا، یعنی پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو پیدا کیا اور یہ ارادہ فرمایا کہ اپنے بندوں کو اس نور ہدایت کے ذریعہ سعادت وبھلائی کے بلند مقام پر پہنچانا ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی کتاب کو دنیا میں نازل فرمایا اور اپنے پیغمبر اور رسول مبعوث فرمائے پس نسل انسانی سے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عنایت وہدایت کا مورد ومحل بننا نصیب ہوا اور جن میں اس نور ہدایت کو قبول کرنے کی توفیق واستعداد ودیعت ہوئی وہی خوش بخت کتاب وسنت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ اس موقع پر ایک نکتہ اور بھی بیان کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ جو یہ فرمایا گیا ہے کہ۔ پھر انہوں نے قرآن کو جانا اور پھر انہوں نے سنت کو جانا۔ اس کے ذریعہ ایمان وامانت کے مرتبہ کی شان وحیثیت اور اس کی عظمت کو بیان کرنا بھی مقصود ہے کہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت یعنی ایمان کو نازل فرمایا اور قلوب انسانی میں اس کو ودیعت وراسخ فرمادیا تھا مگر پھر کتاب اللہ کے نازل کرنے اور اپنے پیغمبر ورسول کے مبعوث کرنے کے ذریعہ بھی اس کو مؤکد ومؤید کیا۔

بہر حال یہ وہ پہلی حدیث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمائی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہے بایں طور کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور رفاقت حضوری میں صحابہ کرام اس ارشاد گرامی کے عین مصداق تھے اور دوسری حدیث کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت کے کم ہو جانے اور

Marfat.com

اٹھ جانے کا ذکر فرمایا وہ حضور ﷺ کے مبارک زمانہ کے بعد کے لوگوں پر صادق آئی۔ "آدمی حسب معمول سوئے گا الخ" سے مراد یا تو حقیقۃ سونا ہے یا یہ جملہ اس کی غفلت و کوتاہی میں پڑ جانے سے کنایہ ہے یعنی یاد الٰہی سے غافل آیت الٰہی سے بے خبر، قرآن مجید میں تدبر و تفکر سے بے پرواہ اور اتباع سنت میں کوتاہ ہو جانا۔ یہ دوسری مراد زیادہ واضح ہے کیونکہ ماقبل جملہ ثم السنۃ (اور پھر انہوں نے سنت کو جانا) کا مخالف مفہوم اسی مراد کا متقاضی ہے۔ "فیظل اثرہ مثل اثر الوکت" امانت کا اثر یعنی نشان وکت کے نشان کی طرح ہو جائے گا۔ پہلے یہ جاننا چاہئے کہ کسی چیز کا اثر وہ نشان کہلاتا ہے جو اس چیز کی علامت کے طور پر نمودار ہے اور اس چیز کا کچھ نہ کچھ حصہ اس کی صورت میں باقی رہے اور "وکت" عکسی چیز کے اس دھبہ کو کہتے ہیں جو اس چیز کے مخالف رنگ کی صورت میں نمودار ہو جائے جیسے کسی سفید چیز میں سیاہ نقطہ کا نمودار ہونا۔

اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وکت اصل میں اس سفید نقطہ نما نشان کو کہتے ہیں جو آنکھ کی سیاہی میں پیدا ہو جائے۔ حدیث کے اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ دین و شریعت کی طرف سے غافل ہو جانے اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے دل میں ایمان کا نور کم ہو جائے گا اور وہ غافل ہونے والا جب اس صورت حال سے آگاہ ہو گا اور اپنے دل کی حالت و کیفیت میں غور و فکر کرے گا تو یہ محسوس کرے گا کہ اس میں ایک نقطہ کی مقدار کے علاوہ نور امانت میں سے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ "جب وہ دوبارہ سو جائے گا" کے ذریعہ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب دین و شریعت سے غفلت کی نیند اور زیادہ طاری ہو جائے گی اور گناہوں کا ارتکاب زیادہ بڑھ جائے گا دل میں سے نور ایمان کا بقیہ حصہ بھی نکل جائے گا اور وہاں صرف مجل کے نشان کی طرح کی صورت میں رہ جائے گا واضح رہے کہ مجل کے معنی ہیں آبلہ پڑ جانا اور کام کرتے کرتے ہاتھ کی جو کھال سخت ہو جاتی ہے اور جس کو گھٹا بھی کہتے ہیں اس پر بھی مجل کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہٰذا جس طرح انسان کے جسم کے کسی حصہ پر جو آبلہ پڑ جاتا ہے وہ اگرچہ اوپر سے ابھرا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں اس کے اندر خراب اور گندے پانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اسی طرح جس شخص کے دل میں امانت کا وہ باقی اثر و نشان بھی نکال لیا جائے گا تو اگرچہ وہ بظاہر بالکل صالح و کارآمد نظر آئے گا لیکن حقیقت میں اس کے اندر سعادت و بھلائی اور اخروی زندگی کو فائدہ پہنچانے والی کوئی چیز نہیں ہو گی۔

مذکورہ وضاحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وکت اور مجل نور امانت کے اس حصہ کی تمثیل ہے جو دل میں باقی رہ جاتا ہے گویا ان دونوں چیزوں کی مثال کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس دور میں اسلام کے نام لیواؤں میں ایمان و دین کی اس کمزوری کے باوجود ان کے دل میں ایمان و امانت کا نور کسی نہ کسی حد تک ضرور باقی رہے گا خواہ وہ وکت اور مجل کے نشان ہی کی طرح کیوں نہ ہو لیکن اس وضاحت پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مجل کا نشان وکت کے نشان سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

لہٰذا کلام کے اسلوب کا تقاضا تو یہ تھا کہ پہلے مجل کے نشان کا ذکر کیا جاتا اور اس کے بعد وکت کے نشان کا ذکر ہوتا کیونکہ بعد کے درجہ کا نشان پہلے درجہ کے نشان سے کمتر اور ہلکا ہونا چاہئے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ وکت اگرچہ بہت قلیل نشان ہوتا ہے مگر وہ مجل سے کمتر حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ مجل ایک خالی اور بالکل بیکار ہونے کی وجہ سے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔ لیکن یہ جواب زیادہ

Marfat.com

مضبوط نہیں ہے۔

ایک شارح نے اس بحث پر ایک دوسرے انداز سے روشنی ڈالی ہے ان کے منقولات کے مطابق اس دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن اہل ایمان کے قوائے فکر وعمل پر غفلت و بے حسی طاری ہو جائے گی اور گناہوں کے ارتکاب کی صورت میں دین شریعت کے ساتھ ان کا تعلق نہایت کمزور پڑ جائے گا ان کے دلوں سے "امانت" جاتی رہے گی چنانچہ جب اس کا ایک حصہ زائل ہو جائے گا تو ان کے دلوں میں سے اس کا نور بھی زائل ہو جائے گا اور اس کی جگہ وکت کی طرح ظلمت و تاریکی پیدا ہو جائے گی اور اس کی مثال ایسی جیسے کسی چیز میں اس کا مخالف رنگ نمودار ہو جائے مثلاً سفید چیز میں سیاہ رنگ کا نمودار ہو جانا اور جب دین وشریعت کے تئیں غفلت وکوتاہی اور بڑھ جائے گی اور گناہوں کا ارتکاب پہلے سے بھی زیادہ ہو جائے تو نور امانت کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس میں سے کچھ اور زائل ہو جائے گا اور اس کی مثال؛ ایسی ہے جیسے جسم کے کسی حصہ پر مجل (یعنی آبلہ یا گٹھے کا نشان) اتنا گہرا اور اس قدر سخت ہوتا ہے کہ جلد زائل نہیں ہوتا، پس دوسری مرتبہ دل میں جو تاریکی پیدا ہوگی وہ پہلی مرتبہ پیدا ہونے والی تاریکی سے زیادہ پھیلی ہوئی اور گہری ہوگی۔

مذکورہ صورت حال کو اس مثال کے ذریعہ بیان فرمانے کے بعد پھر یہ فرمایا کہ قلب انسانی میں ایمان وامانت کے نور کا پیدا ہونا اور پھر نکل جانا یا دلوں میں اس نور کا جگہ پکڑنا اور پھر اس کے زائل ہو جانے کے بعد تاریکی کا آ جانا ایسی تشبیہ رکھتا ہے جیسا کہ کوئی آگ کا انگارہ لے کر اس کو اپنے پیر پر ڈال لے اور انگارہ پیر کو جلا کر زائل ہو جائے اور پھر جلی ہوئی جگہ پر آبلہ پڑ جائے۔ ایک اور شارح نے یہ لکھا ہے کہ اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں امانت کا نور پیدا کیا تا کہ وہ اس کی روشنی میں فلاح کے راستہ پر چلیں اور دین وشریعت کے پیروکار بنیں لیکن جب وہ لوگ اس نعمت سے بے پرواہ ہو جائیں گے، دین وشریعت کے تئیں غفلت وکوتاہی میں پڑ جائیں گے اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر ان لوگوں سے یہ نعمت واپس لے لے گا۔ بایں طور کہ ان کے دل سے امانت نکل جائے گی، یہاں تک کہ جب وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں گے تو محسوس کریں گے کہ ان کے قلب کی وہ حالت نہیں ہے جو امانت کی موجودگی میں پہلے تھی۔ البتہ ان کے دلوں میں اس امانت کا نشان باقی رہے جو کبھی وکت کی طرح ہوگا اور کبھی مجل کی طرح ہوگا۔۔ پس مجل اگرچہ مصدر ہے لیکن یہاں اس سے مراد نفس آبلہ ہے اور یہ یعنی مجل پہلے مرتبہ یعنی وکت سے کمتر درجہ ہے۔ کیونکہ وکت کے ذریعہ اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگرچہ امانت دل سے نکل جائے گی مگر نشان کی صورت میں اس کا کچھ نہ کچھ حصہ باقی رہے گا۔

حدیث کے آخری الفاظ " حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوگا" دونوں احتمال رکھتے ہیں یا تو اصل ایمان کی نفی مراد ہے، یعنی اس شخص کے سرے سے ایمان کا وجود ہی نہیں ہوگا، یا کمال ایمان کی نفی مراد ہے کہ ارشاد گرامی کے اس جزو کا حاصل یہ ہے کہ لوگ اس شخص کی عقل ودانائی کی زیادتی اور چالاکی اور مہارت وغیرہ کی تعریف کریں گے اور اس کے تئیں تعجب تحسین کا اظہار کریں گے لیکن کسی ایسے شخص کی تعریف وتوصیف نہیں کریں گے جس میں بہت زیادہ علم وفضل ہوگا اور جو عمل صالح کی دولت

Marfat.com

سے مالا مال ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز ایمان اور پاکیزگی فکر وعمل ہے۔ اگر کسی شخص میں ایمان و پاکیزگی کی دولت نہ ہو تو خواہ وہ دنیا بھر کی تمام نعمتوں، کامرانیوں اور خوبیوں کا حامل ہو اس کی کوئی حقیقت نہ ہوگی اگرچہ دنیا والے اس کی کتنی ہی تعریف وتحسین کریں اور اس کی ان خوبیوں و کامرانیوں کی وجہ سے اس کو کتنا ہی بہتر و برتر جانیں لہٰذا تعریف وتحسین اس شخص کے حق میں معتبر ہوگی جو ایمان وتقویٰ کا حامل ہو۔

قیامت کے دن لوگوں کا انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا بیان

(203) وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ، فَيَأْتُونَ آدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، فَيَقُولُونَ: يَا أَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ: وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللّٰهِ. قَالَ: فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ، اعْمِدُوا إِلَى مُوسَى الَّذِي كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيمًا. فَيَأْتُونَ مُوسَى، فَيَقُولُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوحِهِ، فيقول عيسى: لستُ بصاحب ذٰلِكَ، فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ، وَتُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُومَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِينًا وَشِمَالًا فَيَمُرُّ أَوَّلُكُمْ

كَالْبَرْقِ" قُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي، أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قَالَ: "أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ، ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيحِ، ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ، وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ، وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ، يَقُولُ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ، حَتّٰى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ، حَتّٰى يَجِيءَ الرَّجُلُ لَا يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا، وَفِي حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُورَةٌ بِأَخْذِ مَنْ أُمِرَتْ بِهِ، فَمَخْدُوشٌ نَاجٍ، وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ" وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ، إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُونَ خَرِيفًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهُ: "وَرَاءَ وَرَاءَ" هُوَ بِالْفَتْحِ فِيهِمَا. وَقِيلَ: بِالضَّمِّ بِلَا تَنْوِينٍ وَمَعْنَاهُ: لَسْتُ بِتِلْكَ الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ، وَهِيَ كَلِمَةٌ تُذْكَرُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَاضُعِ. وَقَدْ بَسَطْتُ مَعْنَاهَا فِي شَرْحِ صَحِيحِ مُسْلِمٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو اکٹھا کرے گا تو اہلِ ایمان اُٹھ کھڑے ہوں گے' یہاں تک کہ جنت ان کے نزدیک کر دی جائے گی' وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آ کر درخواست کریں گے' اے ہمارے جدامجد! آپ ہمارے لیے جنت کھلوائیں۔ حضرت

203- اخرجه مسلم (195)

Marfat.com

آدم جواب دیں گے:

تم اپنے اسی جد امجد کی غلطی کی وجہ سے جنت سے نکالے گئے تھے اس لیے یہ مجھ سے نہیں ہوگا' تم میرے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی یہی جواب دیں گے کہ یہ مجھ سے نہیں ہوگا کیونکہ خلیل ہونا اور بات ہے۔

تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جنہیں اللہ نے شرفِ ہم کلامی عطا کیا تھا' لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی یہی کہیں گے' میں ایسا نہیں کرسکتا' تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہیں گے: میں ایسا نہیں کرسکتا۔

اس وقت لوگ حضرت محمد ﷺ کے پاس آئیں گے تو حضرت محمد ﷺ (شفاعت کے لیے) کھڑے ہوں گے۔ آپ کو اس کی اجازت ملے گی اسی طرح امانت اور صلہ رحمی پل صراط کے دونوں کناروں پر کھڑے ہو جائیں گے (تاکہ گزرنے والوں کی مدد کریں)

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تمہارا پہلا گروہ برق کی مانند ہوگا۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' برق کی طرح کون سی چیز حرکت کرتی ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے دیکھا ہے کس طرح پلک جھپکنے میں بجلی جا کر واپس بھی آ جاتی ہے۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) پھر کچھ لوگ ہوا کی مانند گزریں گے' پھر کچھ پرندوں کی مانند گزریں گے' پھر آدمیوں کی مانند گزریں گے' ان کی رفتار ان کے اعمال کے مطابق ہوگی' تمہارے نبی ﷺ اس وقت پل صراط پر کھڑے یہی دعا مانگ رہے ہوں گے' اے میرے پروردگار! سلامتی عطا فرما' سلامتی عطا فرما' پھر کمزور اعمال والوں کی باری آئے گی یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص خود کو گھسیٹ کر چلے گا' پل صراط کے دونوں کناروں پر کچھ کانٹے لٹکے ہوں گے جنہیں (جہنمیوں کو) پکڑنے کا حکم ہوگا' ان پکڑے ہوئے لوگوں میں بعض زخمی ہوں گے لیکن پار پہنچ جائیں گے اور بعض جہنم میں گر جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جان ہے' جہنم کی گہرائی ستر برس کی مسافت کے برابر ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

لفظ وراء وراء میں دونوں پر زبر پڑھی جائے گی اور ایک قول کے مطابق تنوین کے بغیر پیش پڑھی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے میں اس عظیم درجے کے لائق نہیں ہوں۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جسے انکساری کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ہم نے "شرح صحیح مسلم" میں اس کے معانی پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر اور قرض کی ادائیگی کا بیان

(204) وَعَنْ اَبِیْ خُبَیْبٍ ، بِضَمِّ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ ، عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : لَمَّا

Marfat.com

وَقفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِیْ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ، فَقَالَ: يَا بُنَیَّ، اِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ، وَاِنِّیْ لَا اُرَانِیْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا، وَاِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّیْ لَدَيْنِیْ، اَفَتَرٰی دَيْنَنَا يُبْقِیْ مِنْ مَّالِنَا شَيْئًا؟ ثُمَّ قَالَ: يَا بُنَیَّ، بِعْ مَا لَنَا وَاقْضِ دَيْنِیْ، وَاَوْصٰی بِالثُّلُثِ وَثُلُثِهٖ لِبَنِيْهِ، يَعْنِیْ لِبَنِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ ۔ قَالَ: فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَّالِنَا بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَیْءٌ فَثُلُثُهٗ لِبَنِيْكَ ۔ قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَازٰی بَعْضَ بَنِی الزُّبَيْرِ خُبَيْبٍ وَّعَبَّادٍ، وَّلَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ ۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَجَعَلَ يُوْصِيْنِیْ بِدَيْنِهٖ وَيَقُوْلُ: يَا بُنَیَّ، اِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِمَوْلَایَ ۔ قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰی قُلْتُ: يَا اَبَتِ مَنْ مَّوْلَاكَ؟ قَالَ: اللّٰهُ ۔ قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا وَقَعْتُ فِیْ كُرْبَةٍ مِّنْ دَيْنِهٖ اِلَّا قُلْتُ: يَا مَوْلَی الزُّبَيْرِ اقْضِ عَنْهُ دَيْنَهٗ فَيَقْضِيَهٗ ۔ قَالَ: فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِلَّا اَرَضِيْنَ، مِنْهَا الْغَابَةُ وَاِحْدٰی عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ، وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ، وَدَارًا بِالْكُوْفَةِ، وَدَارًا بِمِصْرَ ۔ قَالَ: وَاِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَاْتِيْهِ بِالْمَالِ، فَيَسْتَوْدِعُهٗ اِيَّاهُ، فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ: لَا، وَلٰكِنْ هُوَ سَلَفٌ اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ ۔ وَمَا وَلِیَ اِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةً وَلَا خَرَاجًا وَلَا شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِیْ غَزْوٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَحَسَبْتُ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهٗ اَلْفَیْ اَلْفٍ وَّمِئَتَیْ اَلْفٍ!؟ فَلَقِیَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ اَخِیْ، كَمْ عَلٰی اَخِیْ مِنَ الدَّيْنِ؟ فَكَتَمْتُهٗ وَقُلْتُ: مِئَةُ اَلْفٍ ۔ فَقَالَ حَكِيْمٌ: وَاللّٰهِ مَا اَرٰی اَمْوَالَكُمْ تَسَعُ هٰذِهٖ ۔ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اَرَاَيْتُكَ اِنْ كَانَتْ اَلْفَیْ اَلْفٍ وَمِئَتَیْ اَلْفٍ؟ قَالَ: مَا اُرَاكُمْ تُطِيْقُوْنَ هٰذَا، فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِيْنُوْا بِیْ، قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدِ اشْتَرَی الْغَابَةَ بِسَبْعِيْنَ وَمِئَةِ اَلْفٍ، فَبَاعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَسِتِّمِئَةِ اَلْفٍ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَی الزُّبَيْرِ شَیْءٌ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ، فَاَتَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، وَكَانَ لَهٗ عَلَی الزُّبَيْرِ اَرْبَعُمِئَةِ اَلْفٍ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ: اِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَا، قَالَ: فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْهَا فِيْمَا تُؤَخِّرُوْنَ اِنْ اَخَّرْتُمْ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَا، قَالَ: فَاقْطَعُوْا لِیْ قِطْعَةً، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَكَ مِنْ هَاهُنَا اِلٰی هَاهُنَا ۔ فَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ مِنْهَا فَقَضٰی عَنْهُ دَيْنَهٗ وَاَوْفَاهُ، وَبَقِیَ مِنْهَا اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَدِمَ عَلٰی مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهٗ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ: كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ: كُلُّ سَهْمٍ بِمِئَةِ اَلْفٍ، قَالَ: كَمْ بَقِیَ مِنْهَا؟ قَالَ: اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِئَةِ اَلْفٍ، قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِئَةِ اَلْفٍ ۔ وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِئَةِ اَلْفٍ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: كَمْ بَقِیَ مِنْهَا؟ قَالَ: سَهْمٌ وَنِصْفُ سَهْمٍ، قَالَ: قَدْ اَخَذْتُهٗ بِخَمْسِيْنَ وَمِئَةِ اَلْفٍ ۔ قَالَ: وَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيْبَهٗ مِنْ مُّعَاوِيَةَ بِسِتِّمِئَةِ اَلْفٍ، فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهٖ،

204- اخرجہ البخاری (3129)

Marfat.com

قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ : اقسم بَيْنَنَا ميراثنا، قَالَ: وَاللّٰهِ لَا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِيَ بِالْمَوْسم اَرْبَعَ سِنِيْنَ : اَلا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَلْنَقْضِهِ . فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِيْ فِي الْمَوْسِمِ، فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعُ سنين قَسَم بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ . وَكَانَ للزُّبَيْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ، فَاَصَابَ كُلَّ امرَاَةٍ اَلْفُ اَلف وَمِئَتَا اَلْفٍ، فَجَمِيْعُ مَالِهِ خَمْسُوْنَ اَلْفَ اَلْفٍ وَّمِئَتَا اَلْفٍ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

✧✧ حضرت ابوخبیب‘اس میں ’’خ‘‘ پر پیش پڑھی جائے گی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جنگِ جمل کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے‘ انہوں نے مجھے بلایا تو میں ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا‘ انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے آج ہر شخص ظالم کے طور پر مارا جائے گا یا مظلوم کے طور پر مارا جائے گا۔ اپنے بارے میں مجھے امید ہے‘ آج مجھے مظلوم کے طور پر مارا جائے گا۔ میرے نزدیک سب سے اہم مسئلہ میرا قرض ہے تم کیا سمجھتے ہو؟ ہمارے مال میں سے قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ بچ جائے گا۔ پھر انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے ہمارے مال کو فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔ پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تہائی مال کی وصیت کی۔ اس تہائی مال کا تہائی حصہ ان کے بیٹوں کے لئے یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں کے لئے تھا۔ انہوں نے فرمایا تہائی کا تہائی حصہ ہو گا۔ اگر قرض کی ادائیگی کے بعد بھی تمہارا کچھ مال اضافی ہو جائے تو ایک تہائی حصہ تمہارے بچوں کے لئے ہو گا۔

ہشام بیان کرتے ہیں‘ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بعض بچے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بعض بچوں کے ہم عمر تھے جن کا نام خبیب اور عباد تھا اس وقت ان کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں‘ وہ اپنے قرض کے بارے میں مجھے وصیت کرتے رہے اور فرمایا: اے میرے بیٹے اگر تم اس کی ادائیگی نہ کر سکو تو تم میرے مولیٰ سے مدد لینا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں‘ اللہ کی قسم! مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ میں نے کہا ابا جان! آپ کا مولا کون ہے انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں اللہ کی قسم! ان کے قرض کے بارے میں جب بھی کسی پریشانی کا شکار ہوا تو میں نے دعا کی اے زبیر کے مولیٰ! ان کے قرض کو ادا کر دے تو اس نے قرض کو ادا کروا دیا۔ اس دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ انہوں نے کوئی دینار کوئی زمین کوئی درہم نہیں چھوڑا۔ البتہ ’’غابہ‘‘ میں کچھ زمین تھی، مدینہ منورہ میں گیارہ گھر تھے۔ بصرہ میں دو گھر تھے۔ کوفہ میں ایک گھر تھا اور مصر میں ایک گھر تھا۔ ان کے ذمے اتنا قرض اس لئے تھا کہ کوئی شخص اپنا مال امانت کے طور پر رکھواتا تھا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے‘ نہیں یہ ادھار ہے۔ مجھے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کبھی بھی سرکاری عہدے پر فائز نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے کبھی خراج وصول نہیں کیا اور اس طرح کوئی کام نہیں کیا وہ صرف نبی اکرم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگوں میں شریک ہوتے رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں‘ جب میں نے اندازہ لگایا کہ ان پر کتنا قرض ہے تو وہ تقریباً بائیس لاکھ تھا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ملے اور دریافت کیا: اے مرے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرض تھا؟ انہوں نے اصل حقیقت ان سے چھپاتے ہوئے کہا ایک لاکھ تھا۔ حکیم نے کہا اللہ کی قسم! میرا خیال ہے‘ تمہارا مال اسے ادا نہیں کر

Marfat.com

سکے گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کا کیا خیال ہے اگر ان کے ذمے بائیس لاکھ قرض ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: پھر تو تم یہ بالکل بھی ادا نہیں کر سکو گے۔ اگر تم اسے ادا نہیں کر سکے تو مجھ سے مدد لے لینا۔

راوی بیان کرتے ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ" والی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے سولہ لاکھ کے عوض میں فروخت کیا اور پھر انہوں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جس شخص نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کچھ وصول کرنا ہو وہ غابہ میں آ کر ہم سے مل لے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے چار لاکھ روپے لینے تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو میں اس کو مزید موخر کر دیتا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا: تم پھر ایسا کرو کہ تم زمین کا ایک ٹکڑا مجھے دے دو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہاں سے لے کر وہاں تک یہ زمین آپ کی ہوئی۔

راوی بیان کرتے ہیں، انہوں نے اس زمین کو فروخت کیا اور اس کے ذریعے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قرض ادا کیا اور مکمل ادا کر دیا۔ پھر بھی اس زمین کے ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے۔ (کافی عرصہ گزرنے کے بعد) وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے آئے۔ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس عمرو بن عثمان منذر بن زبیر اور ابن زمعہ موجود تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا غابہ والی زمین کی قیمت کتنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کہ ہر ایک حصے کی ایک لاکھ ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کتنے حصے باقی رہ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے ہیں۔ منذر بن زبیر نے کہا میں ایک لاکھ کے عوض میں ایک حصہ خرید لیتا ہوں۔ عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک لاکھ کے عوض میں ایک حصہ میں لے لیتا ہوں۔ ابن زمعہ نے کہا کہ ایک لاکھ کے عوض ایک حصہ میں لے لیتا ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب کتنے باقی رہ گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: ڈیڑھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ڈیڑھ لاکھ کے عوض میں وہ حصہ لے لیتا ہوں۔

راوی بیان کرتے ہیں، عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ حضرت معاویہ کو چھ لاکھ کے عوض میں فروخت کیا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں، جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما اس قرض کو ادا کرنے سے فارغ ہو گئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں نے یہ کہا کہ اب ہماری وارث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں یہ تمہارے درمیان اس وقت تک تقسیم نہیں کروں گا جب تک چار سال تک ہر سال حج کے موقع پر یہ اعلان نہ کروں کہ اگر کسی شخص کے ذمے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قرض ہے تو ہم اسے ادا کرتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چار سال تک حج کے موقع پر یہ اعلان کرتے رہے جب چار سال گزر گئے تو انہوں نے وہ مال ان صاحبزادوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک بیوی کے حصے میں بارہ لاکھ روپے آئے۔

راوی حدیث عبداللہ بن زبیر کے احوال کا بیان

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما: یہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بن عوام قرشی اسدی ہیں۔ ان کی کنیت ابوخبیب ہے۔ اپنے زمانے میں

Marfat.com

شہسواروں میں سے ایک تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ افریقہ کی فتح میں شامل تھے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی تھی۔ ۶۴ ہجری میں ان کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ ان کی خلافت نو سال تک برقرار رہی۔ ان کے اور حجاج بن یوسف کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں جن میں بالآخر ۷۳ ہجری میں ''عبداللہ'' کو مکہ مکرمہ میں شہید کر دیا گیا۔ ان سے ۳۳ا احادیث منقول ہیں۔

بَابُ تَحْرِيْمِ الظُّلْمِ وَالْأَمْرِ بِرَدِّ الْمَظَالِمِ

باب 26: ظلم کا حرام ہونا اور مظالم کو معاف کروانے کا حکم

ظلم کے معنی و مفہوم کا بیان

"ظلم" کے لغوی معنی ہیں" کسی چیز کو بے موقع اور بے محل رکھنا" یعنی جس چیز کی جو جگہ اور جو محل ہو اس کو وہاں کی بجائے دوسری جگہ اور دوسرے محل میں رکھنا! اور یہ مفہوم ہر اس چیز کو شامل ہے جو اپنی حد سے تجاوز کر جائے اور اس کو جس طرح واقع ہونا چاہئے اس کے بجائے زیادتی یا نقصان کے ساتھ بے جا اور بے وقت واقع ہو چنانچہ جس چیز کو عام اصطلاح میں جور و تعدی یا زور، زبردستی اور ستم کرنا کہتے ہیں اس کے بھی یہ معنی ہیں اور شریعت میں بھی ظلم وغیرہ کے یہ معنی مراد لئے جاتے ہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ موقعہ محل سے شرعی موقع و محل مراد لیا جائے یعنی شرعی طور پر ظلم وغیرہ کے یہ معنی مراد لئے جاتے ہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ موقع و محل سے شرعی موقع و محل مراد لیا جائے یعنی شرعی طور پر ظلم وغیرہ کا اطلاق اس چیز پر ہوگا جو شرعی محل سے بلا وجہ شرعی تجاوز کر جائے۔

کفار و ظالموں کیلئے کوئی سفارش نہ ہونے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴾ (غافر : 18)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جس کی بات مانی جائے گی''۔

یعنی ایسا کوئی سفارشی نہیں ہوگا جس کی بات ضرور ہی مانی جائے۔ سفارش وہ ہی کر سکے گا جس کو اجازت ہو۔ اور اسی کے حق میں کرے گا جس کے لیے پسند ہو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴾ (الحج : 71)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا''۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا : حَدِيْثُ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمُتَقَدِّمُ فِىْ اٰخِرِ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ .

اس بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں ان میں سے ایک حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو مجاہدہ کے باب کے آخر میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

ظلم قیامت کے دن تاریکی ہے

(205) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اتَّقُوا الظُّلْمَ ؛ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ وَاتَّقُوا الشُّحَّ ؛ فَإِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ۔ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَائَهُمْ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کی شکل میں ہوگا اور بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ بخل کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوئے، انہیں اس بات نے ایک دوسرے کا خون بہانے اور حرام چیزوں کو حلال قرار دینے پر ابھارا تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ ظلم کو قیامت کے دن میدان حشر میں تاریکیاں اس طرح گھیرے ہوئے ہوں گی کہ وہ اس نور سے محروم رہے گا جو مومن کو نصیب ہوگا اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں فرمایا۔ آیت (يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ) 57۔الحدیث:12)۔ یعنی قیامت کے دن مومنین کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا جس کی روشنی میں وہ اپنی منزل پائیں گے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ظلمات (تاریکیوں) سے آخرت کے وہ شدائد (تکالیف ومشکلات) اور عذاب مراد ہیں جن سے قیامت کے دن واسطہ پڑے گا اور جن میں اہل دوزخ مبتلا ہوں گے) چنانچہ قرآن کریم میں بھی بعض جگہ ظلمات کے معنی شدائد مراد لئے گئے ہیں جیسا کہ ایک آیت میں فرمایا گیا ہے آیت (قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ) 6۔الانعام) فرما دیجئے کہ تمہیں جنگل اور دریا کی تکلیف ومشکلات سے کون نجات دیتا ہے)۔

قیامت کے دن ظلم کا بدلہ دلایا جانے کا بیان

(206) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰى اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حقداروں کو ان کا حق قیامت کے دن ضرور ملے گا یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بدلہ لے کر بغیر سینگ والی بکری کو دیا جائے گا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اس دن (میدان حشر میں) اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف اس حد تک کارفرما ہوگا کہ آدمیوں کے حقوق کا بدلہ تو

205۔ رواہ مسلم۔ 206۔ اخرجہ مسلم (2582)

Marfat.com

لیا ہی جائے گا لیکن حیوانات کہ جن کو انسان کی طرح مکلف قرار نہیں دیا گیا ہے ان سے بھی حق تلفی کا بدلہ لیا جائے گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ قصاص یعنی بدلہ (جس کا ذکر مذکورہ بالا حدیث میں ہے) اس طرح کا قصاص نہیں ہے جو مکلف سے لیا جاتا ہے بلکہ اس سے مقابلہ کا قصاص مراد ہے لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس کو مقابلہ کا قصاص قرار دینا محل نظر ہے اور یہ کوئی صحیح بات نہیں ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ اس قصاص سے بھی وہی قصاص مراد ہے، جو مکلف سے لیا جاتا ہے مگر اس پر یہ اشکال واقع ہوگا کہ حیوان مکلف نہیں ہوتا لہٰذا اس سے قصاص کس طرح لیا جائے گا؟ اس کا مختصر جواب ہے یہ کہ اول تو اللہ تعالیٰ فعال لما یرید ہے اس اعتبار سے وہ اپنی مرضی کا مالک اور اپنے ہر فعل پر قادر و مختار ہے لہٰذا ولا یسأل عما یفعل یعنی وہ جو کچھ کرے گا اور جس طرح کرے گا اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا دوسرے یہ کہ یہاں بکری سے قصاص لئے جانے کا ذکر درحقیقت بندوں کو اس امر سے آگاہ کرنے کے لئے ہے کہ کسی کا کوئی حق ضائع نہیں ہوگا بلکہ جو بھی شخص جس شخص کا حق مارے گا اور اس کے ساتھ ظلم کرے گا اس سے اس حق تلفی اور ظلم کا بدلہ حق دار اور مظلوم کو ضرور دلایا جائے گا۔ یہ دوسری تاویل زیادہ اچھی اور زیادہ قابل فہم ہے۔

خون واموال کی حرمت کا بیان

(207) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا، وَلَا نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ حَتّٰى حَمِدَ اللّٰهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِيْ ذِكْرِهٖ، وَقَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَهٗ اُمَّتَهٗ اَنْذَرَهٗ نُوْحٌ وَّالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهٖ، وَاِنَّهٗ اِنْ يَّخْرُجْ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَاْنِهٖ فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ، اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهٗ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى، كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ. اَلَا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟" قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ" ثَلَاثًا "وَيْلَكُمْ - اَوْ وَيْحَكُمْ -، انْظُرُوْا: لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ"

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ.

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ہم لوگ حجۃ الوداع کے بارے میں بات چیت کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ حجۃ الوداع سے کیا مراد ہے؟ یہاں تک کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑی تفصیل سے اس کا ذکر کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس بھی نبی کو مبعوث کیا ہے۔ اس نے اپنی اُمت کو اس سے ڈرایا ہے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اور ان کے بعد آنے والے انبیاء نے بھی اس سے ڈرایا ہے وہ تمہارے درمیان ظہور پذیر ہوگا تم سے اس کی حالت مخفی نہیں رہنی چاہیے اور وہ تم سے مخفی نہیں رہے گا تمہارا پروردگار ''کانا'' نہیں ہے وہ ''کانا'' ہوگا اس کی دائیں آنکھ کانی ہوگی۔ اس کی آنکھ پھولے انگور کی طرح ہوگی۔ یاد رکھنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک دوسرے کے خون اور اموال اسی طرح قابل احترام رکھے ہیں جیسے یہ دن اس شہر میں اور اس

207-بخاری کتاب المغازی من حدیث ابن وھب بسندہ

Marfat.com

مہینے میں قابل احترام ہے کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے دعا کی اے اللہ! تو گواہ ہو جا! آپ نے ایسا تین مرتبہ کہا۔

(پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا) تمہارا ستیاناس ہو یاد رکھنا میرے بعد زمانہ کفر کی طرح ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع نہ کر دینا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کا بعض حصہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

ایک بالشت زمین ناجائز ہتھیانے کی وعید کا بیان

(208) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِّنَ الْاَرْضِ، طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ایک بالشت جتنی زمین ناجائز طور پر ہتھیالے گا اس کے گلے میں سات زمینوں کے وزن جتنا طوق ڈالا جائے گا۔ (متفق علیہ)

شرح

کسی کی کوئی بھی چیز خواہ وہ زیادہ ہو یا کتنی کم ہو اور راہ زور زبردستی چھین لینا یا ہڑپ کر لینا نہ صرف سماجی طور پر ایک ظلم اور اخلاقی طور پر ایک بھیانک برائی ہے بلکہ شرعی طور پر بھی انتہائی سخت جرم اور گناہ ہے۔ اسلام نے انسانی حقوق کے تحفظ کا جو اعلیٰ تصور پیش کیا ہے اور اسلامی شریعت نے حقوق العباد پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو جن سخت سزاؤں اور عقوبتوں کا مستوجب گردانا ہے۔ یہ حدیث گرامی اس کا ایک نمونہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی زمین کا ایک بالشت بھر حصہ بھی زبردستی ہتھیائے گا اسے اس کے ظلم و جور کی یہ سزا دی جائے گی کہ قیامت کے دن زمین کا صرف وہی حصہ نہیں جو وہ غصب کرے گا بلکہ ساتوں زمینوں میں سے اتنی ہی زمین لے کر اس کے گلے میں بطور طوق ڈالی جائے گی العیاذ باللہ۔ شرح السنۃ میں طوق ڈالنے کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی کی زمین کا بالشت بھر حصہ بھی غصب کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے زمین میں دھنسائے گا چنانچہ زمین کا وہ قطعہ جو اس نے غصب کیا ہوگا اس کے گلے کو طوق کی مانند جکڑ لے گا۔

ظالم کیلئے دنیا میں مہلت دیئے جانے کا بیان

(209) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ، فَاِذَا اَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ"، ثُمَّ قَرَاَ : ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ (هود : 102) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

208-متفق عليه ابن ماجه عن عائشه

209-اخرجه البخاري (4686) ومسلم (2583) والترمذي (3110) والنسائي في الكبرى (6/11245) وابن ماجه (4018) وابن حبان (5175) والبيهقي في الكبرى (6/94) وفي الاسماء الاصفات (1/82)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والے کو مہلت دیتا ہے لیکن جب اس کی گرفت کرتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

''اور اسی طرح تمہارے پروردگار کی گرفت جب اس نے ایک بستی پر گرفت کی جو ظالم تھی بے شک اس کی پکڑ دردناک اور زبردست ہے''۔ (متفق علیہ)

شرح

اس حدیث میں گویا مظلوم لوگوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ اپنے اوپر کئے جانے والے ظلم وستم پر صبر واستقامت اختیار کریں اور اس دن کا انتظار کریں جب قانون قدرت کے مضبوط ہاتھ ظالم کی گردن پر ہوں گے اور اس کو اپنے ظلم کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی، نیز اس ارشاد گرامی میں ظالموں کے لئے سخت وعید وتنبیہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے اس مہلت پر مغرور نہ ہو جائیں بلکہ یقین کہ آخر الامر ان کو اللہ کے سخت مواخذہ سے دوچار ہونا ہے اور اپنے ظلم کی سزا یقیناً بھگتنی ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آیت (وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ، 14۔ ابراہیم:42)۔ (یعنی اور تم اللہ تعالیٰ کو اس چیز سے غافل مت سمجھو جس کو ظالم اختیار کرتے ہیں۔

اچھے کاموں میں اطاعت کرنے کا بیان

(210) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ؛ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا اور فرمایا: تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں، تم انہیں اس بات کی گواہی کی طرف دعوت دو کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اگر وہ اس بارے میں تمہاری فرمانبرداری کریں تو تم انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

اگر وہ اس بارے میں بھی تمہاری اطاعت کریں تو تم انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے امراء سے لے کر ان کے غریبوں کو دیدی جائے گی، اگر وہ اس بارے میں بھی تمہاری فرمانبرداری کریں تو تم لوگوں کے اچھے اموال حاصل کرنے سے بچنا اور مظلوم کی دعوت سے بچنے کی کوشش کرنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ (متفق علیہ)

210۔ اخرجه احمد (1/2071) والبخاری (1395) ومسلم (19) وابو داؤد (1584) والترمذی (625) والنسائی (2434) وابن ماجه (1783) والدارمی (1/379) وابن منده (116) وابن حبان (156) والطبرانی (12408) والدار قطنی (2/136) وابن ابی شیبة (3/114) وغیرهم

Marfat.com

مظلوم کی بد دعا سے بچنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی۔ (۱) روزہ دار جب افطار کرتا ہے (یعنی روزہ دار جب افطار کرتے وقت دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ عبادت کی ادائیگی کے بعد ہوتی ہے اور یہ کہ اس وقت عاجزی اور مسکینی کا پیکر ہوتا ہے (۲) لوگوں کا سردار حاکم جو عدل وانصاف کرے (کیونکہ حدیث میں منقول ہے ایک ساعت کا عدل ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے اس لئے اس فضیلت وشرف کی وجہ سے عادل سردار وحاکم کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (۳) مظلوم کی دعا جب مظلوم دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بادلوں کے اوپر اٹھاتا ہے اور اس دعا کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پروردگار فرماتا ہے کہ قسم ہے مجھے اپنی عزت کی میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ وہ کچھ مدت بعد ہی ہو (یعنی تیرا حق ضائع نہیں کروں گا) اور تیری دعا کو رد نہیں کروں گا اگر مدت دراز گزر جائے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 770)

مظلوم کی دعا کو بادلوں کے اوپر اٹھانا اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازوں کا کھلنا دراصل کنایہ ہے اس بات سے کہ مظلوم کی دعا اوپر پہنچتی ہے اور جلد قبول ہوتی ہے۔

راوی حدیث معاذ بن جبل کے احوال کا بیان

معاذ بن جبل: یہ انصاری خزرجی ہیں ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ مقدم پیشواء ہیں، حلال اور حرام کے ماہر تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے'' یہ خوبصورت نوجوان تھے، حوصلہ مند تھے، سخی تھے، حیاء والے تھے، انصار کے افضل ترین نوجوانوں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے اٹھارہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ بیعت ... اور غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اٹھارہ ہجری میں جوانی کے دوران ''عمواس'' نامی شہر میں طاعون کی وجہ سے ان کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت ان کی عمر چونتیس برس تھی ان سے ایک سو ستاون احادیث منقول ہیں۔

صدقات کی وصولی اور تحائف کا بیان

(211) وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَهٗ: ابْنُ اللُّتْبِیَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ، قَالَ: هٰذَا لَكُمْ، وَهٰذَا اُهْدِیَ اِلَیَّ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ، ثُمَّ قَالَ: ''اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِی اللّٰهُ، فَیَاْتِیْ فَیَقُوْلُ: هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا هَدِیَّةٌ اُهْدِیَتْ اِلَیَّ، اَفَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْهِ اَوْ اُمِّهٖ حَتّٰی تَاْتِیَهٗ هَدِیَّتُهٗ اِنْ كَانَ صَادِقًا؟، وَاللّٰهِ لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ اِلَّا لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی، یَحْمِلُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، فَلَا اَعْرِفَنَّ اَحَدًا مِّنْكُمْ لَقِیَ اللّٰهَ یَحْمِلُ بَعِیْرًا لَّهٗ رُغَاءٌ، اَوْ بَقَرَةً لَّهَا

211- اخرجه البخاری (915) ومسلم (1832) وابو داؤد (2946)

Marfat.com

خُوَارٌ، اَوْ شَاةً تَيْعَرُ" ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رُؤِيَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ، فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ" ثلاثًا .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

✧✧ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسد سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو' جس کا نام ابن لتبیہ تھا۔ زکوٰۃ کی وصولی کا عامل مقرر کیا۔ ایک روایت میں "صدقے کی وصولی" مذکور ہے۔ جب وہ شخص واپس آیا تو اس نے بتایا یہ آپ کا مال ہے اور یہ تحائف مجھے ملے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: امابعد! اللہ تعالیٰ حکومت کا جو معاملہ میرے سپرد کیا ہے میں تم میں سے کسی ایک کو اس کے کسی کام کا نگران بناتا ہوں اور وہ آ کر یہ کہتے ہیں' یہ آپ کا مال ہے اور یہ تحائف ہمیں ملے ہیں۔ وہ اپنے باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھ جاتے؟ (ایک روایت میں ماں کے گھر کے الفاظ ہیں) تاکہ پتہ چلے کہ انہیں تحائف ملتے ہیں یا نہیں؟ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ تم میں سے جو شخص ایسی کوئی چیز وصول کرے گا قیامت کے دن وہ اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھا کر آئے گا۔ وہ اونٹ ہوگا جو بڑبڑا رہا ہوگا یا گائے ہوگی جو ڈکرا رہی ہوگی یا بکری ہوگی جو ممنا رہی ہوگی۔ (راوی کہتے ہیں) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند کیے یہاں تک کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر آپ نے دومرتبہ فرمایا: اے اللہ! (تو گواہ رہنا) میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ (متفق علیہ)

راوی حدیث عبدالرحمٰن بن سعد کے احوال کا بیان

عبدالرحمٰن بن سعد ساعدی: ان کی کنیت ابوحمید ہے اور یہ اسی سے زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے منذر بن سعد بیان کیا ہے' اہل مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت کے آخری زمانہ میں ان کا انتقال ہوا۔

قیامت کے دن نیکیوں کے کام آنے کا بیان

(212) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ، مِنْ عِرْضِهِ اَوْ مِنْ شَيْءٍ، فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ؛ اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جس شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ اس کی عزت یا کسی اور حوالے سے کوئی زیادتی کی ہو تو وہ دنیا میں ہی اس سے معاف کروا لے اس سے پہلے کہ جب درہم اور دینار کام نہیں آئیں گے اگر اس شخص کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو وہ اس کی زیادتی کے مطابق اس سے لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس اتنی نیکیاں نہیں ہوگی تو اس کے ساتھی کی نیکیاں لے کر اس کے سر ڈال دی جائیں گی۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

212- اخرجه احمد (3/9621) والبخاري (2449) والطيالسي (3218) وابن حبان (7361) والبيهقي (369/3)

زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کے محفوظ ہونے کا بیان

(213) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ شخص ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ (متفق علیہ)

شرح

حدیث کے پہلے جزء میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ "مومن اور مسلمان" محض اس چیز کا نام نہیں ہے کہ کوئی آدمی صرف کلمہ پڑھ لے اور کچھ متعین اعمال وارکان ادا کرلے بلکہ اسلامی شریعت اپنے پیروؤں سے ایک ایسی بھرپور زندگی کا تقاضا کرتی ہے جس کا حامل ایک طرف عقائد واعمال کے لحاظ سے اللہ کا "حقیقی بندہ" کہلانے کا مستحق ہو تو دوسری طرف وہ انسانیت کے تعلق سے پوری طرح امن وآشتی کا نمونہ اور محبت ومروت کا مظہر ہو، امن وامانت، اخلاق ورواداری، ہمدردی وخیر سگالی کا اپنی عملی زندگی میں اس طرح اظہار کرے کہ دنیا کا ہر انسان اس سے خوف زدہ رہنے کے بجائے اس کو اپنا ہمدرد، بہی خواہ اور مشفق سمجھے اور کیا مال کیا جان وآبرو، ہر معاملہ میں اس پر پورا اعتماد اور اطمینان رکھے۔ اس حدیث میں ہاتھ اور زبان کی تخصیص اس لئے ہے کہ عام طور پر ایذارسانی کے یہی دو ذریعے ہیں ورنہ یہاں ہر وہ چیز مراد ہے جس سے تکلیف پہنچ سکتی ہے خواہ وہ ہاتھ ہوں یا زبان یا کوئی دوسری چیز۔ حدیث کے دوسرے جزء میں "حقیقی مہاجر" کی تعریف کی گئی ہے یوں تو مہاجر ہر اس آدمی کو کہیں گے جس نے اللہ کی راہ میں اپنا وطن، اپنا گھر اور اپنا [illegible] چھوڑ کر دار الاسلام کو اپنا وطن بنالیا ہو، اس قربانی کو اسلام عزت وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس مہاجر کو بے شمار جزاء وانعام کا حقدار مانتا ہے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا اس ہجرت کے علاوہ ایک ہجرت اور ہے جس کا زندگی کے ساتھ دوامی تعلق رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں سے منع فرمایا ہے مومن ان سے پرہیز کرتا رہے اور اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے نفسانی خواہشات کو بالکل ترک کرکے پاکیزہ نفسی اختیار کرے، پس ایسا آدمی حقیقی مہاجر کہلانے کا مستحق ہے۔

امانت میں خیانت کرنے والے کیلئے دوزخ کی سزا کا بیان

(214) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُوَ فِي النَّارِ" فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ، فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

213-اخرجه احمد (2/6525) والبخاری (10) ومسلم (40) نحوه

214-اخرجه احمد (2/2503) والبخاری (3073) وابن ماجه (2849)

Marfat.com

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم ﷺ کے سامان کا نگران ایک شخص تھا جس کا نام ''کرکرہ'' تھا وہ فوت ہو گیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ جہنم میں ہوگا جب لوگوں نے اس کے بارے میں تحقیق کی تو انہوں نے ایک عباء پائی جو اس شخص نے خیانت کے طور پر لی ہوئی تھی۔

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

شرح

اس حدیث میں اس شخص کے لئے سخت تنبیہ اور شدید وعید ہے جو کسی ایسے مال میں سے کھائے جس کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق متعلق ہوں۔ جیسے اوقاف اور بیت المال وغیرہ کیونکہ کسی ایک شخص کا حق تو واپس کیا جا سکتا ہے لیکن بہت سوں کے حقوق کی واپسی اور ان کی حق تلفیوں کی تلافی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو کہتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام کرکرہ تھا (کسی غزوے میں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کی طرف سے سامان واسباب) کا نگران مقرر ہوا، جب اس کا انتقال ہو تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ (کرکرہ) دوزخ میں ڈالا گیا ہے۔" چنانچہ لوگوں نے (اس کے سامان کو) دیکھنا شروع کیا تو اس میں ایک کملی پائی گئی جس کو اس نے مال غنیمت میں سے خیانت کر کے لیا تھا۔ (بخاری)

یحیٰ کہتے ہیں کہ لفظ فذھبوا میں حرف فا عاطفہ ہے، گویا اس لفظ سے پہلے یہ مفہوم محذوف ہے کہ "صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو انہیں معلوم ہوا کہ کرہ کے حق میں یہ وعید اس سبب سے ہے کہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی چنانچہ انہوں نے اس کے سامان کو دیکھنا شروع کیا۔

خون، مال اور عزت کے محترم ہونے کا بیان

(215) وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ : السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ : ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ : ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ، اَیُّ شَهْرٍ هٰذَا؟" قُلْنَا : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ، قَالَ: "اَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟" قُلْنَا : بَلٰی ۔ قَالَ: "فَاَیُّ بَلَدٍ هٰذَا؟" قُلْنَا : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ ۔ قَالَ: "اَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟" قُلْنَا : بَلٰی ۔ قَالَ: "فَاَیُّ يَوْمٍ هٰذَا؟" قُلْنَا : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ ۔ قَالَ: "اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟" قُلْنَا : بَلٰی ۔ قَالَ: "فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْاَلُكُمْ عَنْ

215-اخرجه احمد (7/20408) والبخاری (67) ومسلم (1679) وابو داؤد (1948) وابن ماجه (233) وابن خزيمة (2952) والبيهقی (3/298)

Marfat.com

اَعْمَالِكُمْ، اَلا فَلَا تَرْجَعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، اَلا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يَبْلُغُهُ اَنْ يَكُوْنَ اَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ"، ثُمَّ قَالَ: "اِلَّا هَلْ بَلَّغْتُ، اَلا هَلْ بَلَّغْتُ؟" قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزر رہا ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا ایک سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین لگاتار ہیں۔ یعنی ذیقعدہ، ذوالحج اور محرم (اور چوتھا) رجب ہے۔ جو قبیلہ ''مضر'' کا مہینہ ہے۔ جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

(راوی کہتے ہیں) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا (آج کل) یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ اس کا کوئی نیا نام تجویز کریں گے۔ آپ نے دریافت کیا۔ کیا یہ ذوالحج کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی، جی ہاں! آپ نے دریافت کیا، یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ اس کا کوئی نیا نام تجویز کریں گے۔ آپ نے دریافت کیا، کیا یہ ''البلدہ'' (مکہ مکرمہ نہیں ہے؟) ہم نے عرض کی، جی ہاں! آپ نے دریافت کیا، یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ اس کا کوئی نیا نام تجویز کریں گے۔ آپ نے دریافت کیا، کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی، جی ہاں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے مال (راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے، میرے استاد نے اس حدیث میں) اور تمہاری عزت (کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں) تمہارے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جیسے اس مہینے میں، اس شہر میں یہ دن قابل احترام ہے، عنقریب تم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا اس لئے تم میرے بعد کافر ہو کر آپس میں قتل وغارت گری نہ شروع کر دینا۔ ہر موجود شخص غیر موجود تک یہ پیغام پہنچا دے۔ کیونکہ اس بات کا امکان موجود ہے، جس تک پیغام پہنچایا جائے وہ براہِ راست سننے والے کی بہ نسبت زیادہ بہتر طور پر اسے یاد رکھے (راوی کہتے ہیں) پھر آپ نے فرمایا: خبردار! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

ہم نے عرض کی، جی ہاں، آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ (متفق علیہ)

راوی حدیث نفیع بن حارث کے احوال کا بیان

نفیع بن حارث ثقفی: یہ اہل طائف میں سے ایک ہیں۔ صحابی رسول ہیں ان کو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے طائف کے قلعے سے ایک جوان اونٹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوا دیا تھا۔ یہ جنگ جمل اور جنگ صفین سے الگ رہے۔ ۵۲ ہجری میں بصرہ میں ان کا انتقال ہوا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ایک سو بتیس احادیث منقول ہیں۔

جھوٹی قسم کے ذریعے مال ہڑپ کرنے کا بیان

(216) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَۃَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِہٖ، فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ" فَقَالَ رَجُلٌ : وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَقَالَ: "وَاِنْ قَضِیْبًا مِنْ اَرَاکٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم کو واجب کر دیتا ہے اور اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔ایک شخص نے سوال کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ کوئی معمولی چیز ہو؟ تو آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی شاخ ہو۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا" اس جملہ کی دو تاویلیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ حکم اس شخص پر محمول ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق غصب کرنا حلال جانے اور اسی عقیدہ پر اس کی موت ہو جائے دوسری تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اگرچہ دوزخ کی آگ کا یقیناً سزاوار ہوگا لیکن یہ بھی غیر بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو معاف کر دے! اسی طرح "بہشت کو اس پر حرام کر دیا۔" کی تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اول وہلہ میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے محروم قرار دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ جس طرح جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کے حق کو ہڑپ کرنے والے کے بارے میں مذکورہ وعید ہے اسی طرح وہ شخص بھی اس وعید میں شامل ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی ذمی کا حق مارے۔

راوی حدیث ایاس بن ثعلبہ کے احوال کا بیان

ایاس بن ثعلبہ ابوامامہ انصاری: یہ خزرج قبیلے کی شاخ بنو حارثہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کا سلسلہ نسب ثعلبہ بن حارث بن خزرج سے جا ملتا ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین احادیث روایت کی ہیں۔

عامل کا کسی چیز کو چھپا لینے کا بیان

(217) وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ عُمَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ : "مَنِ اسْتَعْمَلْنَاہُ مِنْکُمْ عَلٰی عَمَلٍ، فَکَتَمَنَا مِخْیَطًا فَمَا فَوْقَہٗ، کَانَ غُلُوْلًا یَاْتِیْ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مِنَ الْاَنْصَارِ، کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اقْبَلْ عَنِّیْ عَمَلَکَ، قَالَ: "وَمَا لَکَ؟" قَالَ: سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ کَذَا وَکَذَا، قَالَ: "وَاَنَا اَقُوْلُہُ الْاٰنَ : مَنِ اسْتَعْمَلْنَاہُ عَلٰی عَمَلٍ فَلْیَجِیْءْ بِقَلِیْلِہٖ وَکَثِیْرِہٖ،

216-اخرجه مسلم (137) والنسائي (5434) وابن ماجه (4324)

217-اخرجه مسلم (1833) وابو داؤد (3581)

Marfat.com

فَمَا اُوْتِیَ مِنْهُ اَخَذَ، وَمَا نُهِیَ عَنْهُ انْتَهٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

✧✧ حضرت عدی بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جسے ہم کسی کام کا عامل مقرر کرتے ہیں پھر وہ شخص ایک سوئی یا اس سے کم کوئی چیز ہم سے چھپالے تو یہ خیانت ہوگی اور وہ شخص اس چیز کے ہمراہ، قیامت کے دن آئے گا۔ (راوی کہتے ہیں) یہ منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے ایک سیاہ فام انصاری کھڑا ہوا اور عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے عامل مقرر کیا تھا یہ ذمہ داری واپس لے لیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ کیوں؟ اس نے عرض کی، میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ تم میں سے جس شخص کو ہم کسی کام کا عامل مقرر کریں وہ تھوڑی یا زیادہ، تمام چیزیں لے کر آئے اسے جو دیا جائے وہ وصول کر لے اور جو نہ دیا جائے اس سے پرہیز کرے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

راوی حدیث عدی بن عمیرہ بن فروہ کے احوال کا بیان

عدی بن عمیرہ بن فروہ کندی: ان کی کنیت ابوزرارہ ہے۔ یہ کوفہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ وہاں سے حران منتقل ہو گئے۔ چالیس ہجری میں ان کا کوفہ میں انتقال ہوا۔ ان سے دس روایات منقول ہیں۔

مال غنیمت میں خیانت کی مذمت کا بیان

(218) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا کَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا : فُلَانٌ شَهِیْدٌ، وفُلَانٌ شَهِیْدٌ، حَتّٰی مَرُّوا عَلٰی رَجُلٍ، فَقَالُوْا : فُلَانٌ شَهِیْدٌ ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "کَلَّا، اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ فِی النَّارِ فِیْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ -" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، غزوۂ خیبر کے موقع پر بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شہداء کا ذکر شروع کیا، فلاں شہید ہو گیا، فلاں شہید ہو گیا، اس دوران ایک شخص کا ذکر آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اسے ایک چادر کی وجہ سے (ایک روایت میں عباء کا ذکر ہے) جو اس نے مالِ غنیمت میں سے چرائی تھی، جہنم میں دیکھا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

حضرت یزید ابن خالد بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص کا خیبر کے دن انتقال ہو گیا، صحابہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ فلاں شخص کا انتقال ہو گیا

218-مسلم کتاب الایمان-

ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لو (میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا) لوگوں (کا یہ سننا تھا کہ ان) کے چہروں کا رنگ اس (خوف کی) وجہ سے بدل گیا (کہ نہ معلوم کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میں اس کی نماز جنازہ اس وجہ سے نہیں پڑھوں گا کہ) تمہارے (اس) ساتھی نے اللہ کی راہ میں (یعنی مال غنیمت میں) خیانت کا ارتکاب کیا تھا۔" چنانچہ جب ہم نے اس اسباب کی تلاشی لی تو اس میں ہمیں یہودیوں (یعنی یہودی عورتوں) کے پہننے کے (گلے کے) ہار ملے جو دو درہموں کے برابر بھی نہیں تھے (یعنی ان کی قیمت دو درہم سے کم تھی۔" (مالک ابوداؤد، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 1105)

صبر کرنے اور جہاد کی اہمیت کا بیان

(219) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهٗ قَامَ فِیهِم، فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، تُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ، اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِر" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "كَیْفَ قُلْتَ؟" قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، اَتُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ، وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ، اِلَّا الدَّیْنَ؛ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ - عَلَیْهِ السَّلَامَ - قَالَ لِیْ ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

✧✧ حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے یہ بات بیان کی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان رکھنا افضل ترین اعمال ہیں ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا آپ کے خیال میں میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ہاں! اگر تم اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤ اور اس حال میں ہو کہ تم صبر کرنے والے' ثواب کے حصول کی نیت کرنے والے (دشمن کا) سامنا کرنے والے' پیٹھ نہ پھیرنے والے ہو پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے کیا سوال کیا تھا؟ اس نے عرض کی' اگر مجھے اللہ کی راہ میں شہید کر دیا جائے تو کیا آپ کے خیال میں میرے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر تم صبر کرنے والے' ثواب کے حصول کی نیت کرنے والے (دشمن کا) سامنا کرنے والے' پیٹھ نہ پھیرنے والے ہو (تو تمہارے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے) سوائے قرض کے' یہ بات جبرائیل نے مجھے بتائی ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

219- اخرجه مسلم (1885) والترمذی (1712) والنسائی (3156)

راوی حدیث حارث بن ربعی کے احوال کا بیان

حارث بن ربعی: یہ انصار سے تعلق رکھتے ہیں۔ قبیلہ خزرج سے تعلق تھا ان کی کنیت ابوقتادہ ہے یہ نبی اکرم ﷺ کے شہسوار کے نام سے زیادہ مشہور ہیں یہ غزوہ احد اور اس کے بعد آنے والے تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ ۵۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں وفات پائی۔

قیامت کے دن مفلس شخص کا بیان

(220) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَتدرونَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟" قَالُوْا : اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: "اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَّصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَّيَاْتِیْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ، اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں: کیا تم جانتے ہو مفلس شخص کون ہوتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہم مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس کوئی درہم اور کوئی سامان نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس شخص وہ ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر جھوٹی تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا، تو اس کی نیکیاں ان سب لوگوں میں بانٹ دی جائیں گی اور جب اس شخص کی نیکیاں ختم ہو جائیں اور اس کے ذمے ابھی ادائیگیاں باقی ہوں گی تو دوسرے لوگوں کے گناہ اس کے (نامہ اعمال) میں ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندوں کے حقوق کی پامالی کرنے والے کو آخرت میں نہ تو معافی ملے گی اور نہ اس کے حق میں شفاعت کام آئے گی، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کے لئے چاہے گا تو وہ مدعی (صاحب حق) کو اس کے مطالبہ حق کے مطابق اپنی نعمتیں عطا فرما کر راضی کر دے گا۔ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ مفلس اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس مال و دولت اور روپیہ پیسہ نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں مفلس وہی شخص ہے جس کے بارے میں ذکر کیا گیا، چنانچہ دنیاوی مال و دولت سے تہی دست شخص کو حقیقی مفلس نہیں کہا جا سکتا کیونکہ مال و دولت اور روپیہ پیسہ کا افلاس عارضی ہوتا ہے جو موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے بلکہ بسا اوقات زندگی ہی میں وہ افلاس، مال و دولت کی فراوانی میں تبدیل ہو جاتا ہے اس کے برخلاف حدیث میں جس افلاس کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی

220- اخرجه احمد (3/8422) و مسلم (2581)

Marfat.com

سے ہے اور اس افلاس میں مبتلا ہونے والا شخص پوری طرح ہلاک ہوگا۔

فصاحت وبلاغت کے سبب کلام میں اثر پیدا کرنے کا بیان

(221) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ لَهُ بِنَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيْهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ"

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"أَلْحَنَ" أَيْ : أَعْلَمُ .

✧ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں ایک انسان ہوں تم اپنا مقدمہ لے کر میرے پاس آتے ہو سکتا ہے، تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہو اور میں اس کے حق میں اس کے مطابق فیصلہ کر دوں تو جس شخص کے حق میں میں فیصلہ کر دوں تو اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں نے اس کے لئے جہنم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

لفظ الحن کا مطلب ہے زیادہ جاننے والا۔

شرح

انسان کی فطرت اور وضع بشری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ کسی معاملہ کے صرف اسی پہلو کو دیکھے جو ظاہری طور پر عیاں ہو اور اس کے متعلق اسی بات کو قبول کرے جو ایک کھلی ہوئی دلیل کی صورت میں اس کے سامنے آئے اور چونکہ میں بھی ایک انسان اور اس حیثیت سے وہ تمام احکام وعوارض مجھ پر بھی پیش آتے ہیں جو بشریت کا خاصہ ہیں اور جن کا تعلق انسانی جبلت سے ہے، لہٰذا جن معاملات میں مجھے وحی کے ذریعہ براہ راست بارگاہ الوہیت سے حقیت رسی کی قوت عطا کی جاتی ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے تعلیم وہدایت دی جاتی ہے ان کے علاوہ دوسرے امور میں مجھے انہی ضابطوں اور قاعدوں کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے جن کی بنیاد انسانی عقل اور بشری تقاضوں پر ہے۔ چنانچہ جب میرے سامنے کوئی قضیہ آتا ہے تو میں اس کے ظاہری پہلوؤں کے مطابق ہی فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر مدعی اپنے دلائل اپنے گواہ اور اپنے زور بیان سے میرے سامنے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ اس کا دعوی صحیح ہے اور اس نے جس چیز کا مطالبہ کیا ہے وہ اسی کا حق ہے تو میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں کہ ظاہری حکم کا تقاضہ یہی ہے اب اس کے بعد مدعی جانے کہ اگر حقیقت میں اس کا دعوی صحیح ہے اور جس چیز کا اس نے مطالبہ کیا ہے وہ اسی کا حق ہے تو وہ اپنی مراد پا لے۔ لیکن اگر حقیقت میں اس کا دعوی صحیح نہ تھا اور جس چیز کا اس نے مطالبہ کیا تھا وہ اس کا حق نہیں تھا بلکہ کسی دوسرے کا حق تھا اور میں نے اس کے ظاہری دلائل وثبوت اور اس کی چرب زبانی اور قوت لسانی سے یہ سمجھا کہ اس کا دعوی صحیح ہے۔ اور اس کا مدعا اس کو

221- اخرجه احمد (10/25728) والبخاری (2485) ومسلم (1713) وابو داؤد (3583) والترمذی (1339) والنسائی (5416) وابن ماجه (2317) والدار قطنی (239/4) وابن حبان (5070) وغیرهم

Marfat.com

دلوادیا تو اس کو چاہئے کہ وہ اس چیز کو اپنے حق میں حلال نہ جانے بلکہ یہ سمجھ کر کہ یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو ملا ہے۔ اس سے اجتناب کرے۔

مؤمن کی فراخ دلی اور وسعت کا بیان

(222) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مومن اپنے دین کے اعتبار سے ہمیشہ وسعت کا شکار رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام خون کا ارتکاب (یعنی قتل) نہیں کرتا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

مال میں ناحق تصرف کرنے والوں کا بیان

(223) وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيَّةِ، وَهِيَ امْرَاَةُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِنَّ رِجَالًا يَّتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

✧✧ سیّدہ خولہ بنت عامر انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں وہ فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کچھ لوگ جو اللہ کے مال میں ناحق طور پر تصرف کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روایت کیا ہے۔

راویہ حدیث خولہ بنت عامر انصاریہ کے احوال کا بیان

خولہ بنت عامر انصاریہ: ان کی کنیت اُمّ محمد ہے یہ حمزہ بن عبدالمطلب کی اہلیہ تھیں۔ جب وہ غزوہ احد میں شہید ہوگئے تو اس کے بعد انہوں نے نعمان بن عجلان انصاری زرقی سے نکاح کر لیا۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھارہ احادیث نقل کی ہیں۔

بَابُ تَعْظِيْمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَبَيَانِ حُقُوْقِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَتِهِمْ

باب 27: مسلمانوں کی قابل احترام چیزوں کی اہمیت اور ان کے حقوق کا بیان اور ان پر شفقت اور رحمت کا بیان

شعائر اللہ کے معنی و مفہوم کا بیان

شعائر اللہ سے دین کے اعلام یعنی نشانیاں مراد ہیں خواہ وہ مکانات ہوں جیسے کعبہ عرفات مزدلفہ جمار ثلثہ 'صفا' مروہ' منیٰ'

222- اخرجه البخاری (6862) و (6863)

223- اخرجه احمد (27386- 10/27387) والبخاری (3118) والترمذی (2374) والطبرانی (24/617)

Marfat.com

مساجد یا ازمنہ جیسے رمضان، اشہر حرام، عید الفطر و اضحٰی جمعہ ایام تشریق یا دوسرے علامات جیسے اذان، اقامت نمازِ با جماعت، نمازِ جمعہ، نماز عیدین، ختنہ یہ سب شعائر دین ہیں۔ نیز مزارات اولیاء اللہ بھی برکت والی مقامات ہیں۔

صفا و مروہ مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں جو کعبہ معظمہ کے مقابل جانب شرق واقع ہیں مروہ شمال کی طرف مائل اور صفا جنوب کی طرف جبل ابی قبیس کے دامن میں ہے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ان دونوں پہاڑوں کے قریب اس مقام پر جہاں چاہِ زمزم ہے بحکم الٰہی سکونت اختیار فرمائی اس وقت یہ مقام سنگلاخ بیابان تھا نہ یہاں سبزہ تھا نہ پانی نہ خورد و نوش کا کوئی سامان رضائے الٰہی کے لئے ان مقبول بندوں نے صبر کیا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بہت خرد سال تھے تشنگی سے جب ان کی جاں بلبی کی حالت ہوئی تو حضرت ہاجرہ بیتاب ہو کر کوہ صفا پر تشریف لے گئیں وہاں بھی پانی نہ پایا تو اُتر کر نشیب کے میدان میں دوڑتی ہوئی مروہ تک پہنچیں اس طرح سات مرتبہ گردش ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" کا جلوہ اس طرح ظاہر فرمایا کہ غیب سے ایک چشمہ زمزم نمودار کیا اور ان کے صبر و اخلاص کی برکت سے ان کے اتباع میں ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑنے والوں کو مقبول بارگاہ کیا اور ان دونوں کو محل اجابت دعا بنایا۔

شعائر اللہ کی تعظیم اور تقویٰ کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ﴾ (الحج : 30)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے پروردگار کی بارگاہ میں اس کے لئے زیادہ بہتر ہوگا''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾ (الحج : 32)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ کا حصہ ہے''۔

قرآن کے مطابق آثار و تبرکات کی تعظیم کے حکم کا بیان

(۱) بیشک سب میں پہلا گھر کہ لوگوں کے لئے مقرر فرمایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر۔ (البقرہ، ۹۷)

امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہم ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرت الٰہیہ و معجزہ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق سمجھنہ نے مدتہا مدت باقی رکھا تو یہ اقسام اقسام کے عجیب و غریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔ (مفاتیح الغیب، ج ۸، ص ۱۵۵، عامریہ مصر)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک زراندود صندوق تھا جس کا

Marfat.com

طُول تین ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ کا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں ان کے مساکن و مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضور کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوت سرخ میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور گرد آپ کے آپ کے اصحاب حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا یہ صندوق وراثتاً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی، چنانچہ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کی عصا اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا آیا جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بدعملی بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث ہے تو انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لئے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا بنی اسرائیل یہ دیکھ کر اس کی بادشاہی کے مقر ہوئے اور بے درنگ جہاد کے لئے آمادہ ہو گئے کیونکہ تابوت پا کر انہیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے۔

(جلالین وجمل وخازن ومدارک وغیرہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز واحترام لازم ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے فائدہ تابوت میں انبیاء کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں اللہ کی طرف سے آئی تھیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، البقرہ ۲۴۸)

تابوت سکینہ اور جنگ طالوت و جالوت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ طالوت کی بادشاہت کی پہلی علامت برکت یہ ہے کہ کھویا ہوا تابوت سکینہ انہیں پھر مل جائے گا، جس میں وقار وعزت دلجمعی اور جلالت رافت ورحمت ہے جس میں اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں تم بخوبی جانتے ہو، بعض کا قول ہے کہ سکینہ ایک سونے کا طشت تھا جس میں انبیاء کے دِل دھوئے جاتے تھے جو حضرت موسیٰ کو ملا تھا اور جس میں آپ نے توراۃ کی تختیاں رکھی تھیں، کسی نے کہا ہے اس کا منہ بھی تھا جیسے انسان کا منہ ہوتا ہے اور روح بھی تھی، ہاتھ بھی تھا، دوسر تھے، دو پر تھے اور دُم بھی تھی، وہب کہتے ہیں مردہ بلی کا سر تھا جب وہ تابوت میں بولتا تو انہیں نصرت کا یقین ہو جاتا اور لڑائی فتح ہو جاتی، یہ قول بھی ہے کہ یہ ایک روح تھی اللہ کی طرف سے جب کبھی بنی اسرائیل میں کوئی اختلاف پڑتا یا کسی بات کی اطلاع نہ ہوتی تو

وہ کہہ دیا کرتی تھی۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے ورثے کے باقی حصے سے مراد لکڑی اور توراۃ کی تختیاں اون اور کچھ ان کے کپڑے اور جوتی ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمان وزمین کے درمیان اس تابوت کو اٹھائے ہوئے سب لوگوں کے سامنے لائے اور حضرت طالوت بادشاہ کے سامنے لا رکھا، اس تابوت کو ان کے ہاں دیکھ کر انہیں نبی کی نبوت اور طالوت کی بادشاہت کا یقین ہوگیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ گائے کے اوپر لایا گیا، بعض کہتے ہیں کہ کفار نے جب یہودیوں پر غلبہ پایا تو تابوت سکینہ کو ان سے چھین لیا اور اریحا میں لے گئے اور اپنے بڑے بت کے نیچے رکھ دیا جب اللہ کو اسے واپس بنی اسرائیل تک پہنچانا تھا، تب وہ کفار صبح کو جب بت خانے میں گئے تو دیکھا بت نیچے ہے اور تابوت اوپر ہے،

انھوں نے پھر بت کو اوپر کر دیا لیکن دوسری صبح دیکھا کہ پھر وہی معاملہ ہے انہوں نے پھر بت کو اوپر کر دیا، صبح جو گئے تو دیکھا بت ایک طرف ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے، تو یقین ہوگیا کہ یہ قدرت کے کرشمے ہیں چنانچہ انہوں نے تابوت کو یہاں سے لے جا کر کسی اور چھوٹی سی بستی میں رکھ دیا، وہاں ایک وبائی بیماری پھیلی، آخر بنی اسرائیل کی ایک عورت نے جو وہاں قید تھی، اس نے کہا کہ اسے واپس بنی اسرائیل پہنچا دو تو تمہیں اس سے نجات ملے گی، ان لوگوں نے دو گائیوں پر تابوت کو رکھ کر بنی اسرائیل کے شہر کی طرف بھیج دیا، شہر کے قریب پہنچ کر گائیں تو رسیاں تڑوا کر بھاگ گئیں اور تابوت وہیں رہا جسے بنی اسرائیل لے آئے، بعض کہتے ہیں دو نوجوان اسے پہنچا گئے واللہ اعلم۔ (لیکن الفاظ قرآن میں یہ موجود ہیں کہ اسے فرشتے اٹھالائیں گے (مترجم) یہ بھی کہا گیا کہ ہے کہ فلسطین کی بستیوں میں سے ایک بستی میں تھا جس کا نام ازدوہ تھا۔ پھر فرماتا ہے میری نبوت کی دلیل اور طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ بھی ہے کہ تابوت فرشتے پہنچا جائیں گے، اگر تمہیں اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ، ۲۴۸)

احادیث کے مطابق آثار و تبرکات کی تعظیم کا حکم

(۱) امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا۔

پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انھیں عطا فرما دئے پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دئے کہ انھیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (صحیح مسلم، ج ا، ص ۴۲۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔
(صحیح بخاری، ج ا، ص ۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے انھوں نے ایک اُونی جبہ کسروانی ساخت نکالا، اس کی پلیٹ ریشمین تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ ہے ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے

Marfat.com

شفا چاہتے ہیں۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۹۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب سے ہے۔ میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔

(صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۷۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اہل سنت وجماعت کی دیگر عمومی تصانیف میں کثیر دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمہ سے ہوجائے وہ چیز برکت والی ہے اور اس کی تعظیم کی جائے گی۔

منکرین آثار وتبرکات کے دھوکے وفریب کا بیان

مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ حضرت سیدہ کا وصال ہوگیا اپنے اسی جھوٹے اعتقاد کے مطابق وہ حضرت سیدہ کو مظلومہ اور شہیدہ بھی کہہ رہا تھا یہ حقیقت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تبرا ہے صرف اسی ایک موقعہ پر نہیں بلکہ میں نے بارہا ایرانی رافضیوں کے منہ سے یہ تبرا سنا ہے۔

یہ ہے نجدی حکومت کی حق پرستی کہ رافضی علانیہ مسلسل تبرا بکیں تو ان سے کوئی پرشش نہیں لیکن اگر کوئی سُنّی وارفتہ شوق ہوکر جالیوں کو بوسہ دیدے یا منبر اقدس کو بوسہ دیدے تو اسے جھڑکتے بھی ہیں دھکے بھی دیتے ہیں اور مار بھی دیتے ہیں۔ میں نے حرمین طیبین جاکر یہ محسوس کیا کہ وہاں ماٰثر ومزارات کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کے سوا اور کوئی چیز جرم نہیں۔ داڑھی منڈاؤ، فلم دیکھو، گھروں میں ٹیلی ویژن لگاؤ، اس پر عریاں فحش مخرب اخلاق سین دیکھو، گانے سُنو تصویریں کھنچواؤ، تصویریں بیچو، خریدو کوئی چیز جرم نہیں۔ میں نے معلمین کے آفسوں میں دیکھا کہ ٹیلی ویژن لگے ہوئے ہیں دن رات فلمیں چلتی رہتی ہیں۔ بازاروں میں علانیہ مصر کی مشہور مغنیہ ام کلثوم اور دنیا کے مشہور گانے والے گانے والیوں کے پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ بکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ میں نجدی حکومت کے طرفداروں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ سب چیزیں جائز ہیں؟ قرآن مجید کی جو بے حرمتی میں نے وہاں آنکھوں سے دیکھی وہ کسی چیز کی نہیں دیکھی۔ حجاج بہترین سے بہترین قرآن مجید خرید کر دونوں حرم میں رکھدیتے ہیں جب ان کی تعداد زیادہ ہوجاتی ہے تو بعد عشاء کوڑا اپھینکنے والے ٹرکوں میں دروازوں کے باہر پڑے ہوئے طرح بھرتے ہیں جیسے کوڑا بھرا جاتا ہے، قرآن مجید کی جلدوں کو بوروں میں کس کر گھسیٹ کر لے جاتے ہیں اور اٹھا کر ٹرک میں پھینک دیتے ہیں پھر انھیں قرآن مجید پر ٹرک میں بیٹھتے ہیں اور لے جاکر کہیں پھینک آتے ہیں۔

حجاج میں بھی ایسے ایسے گنواروں کو دیکھا کہ قرآن مجید کا تکیہ لگائے ہوئے سو رہے ہیں مگر کسی نجدی سپاہی یا مطوی کو توفیق نہیں ہوئی کہ ان گنواروں کو ٹوکتا۔ حجاج بیٹھے تلاوت کر رہے ہیں اور گنوار قرآن کی طرف پاؤں کر کے سو رہے ہیں۔ مگر انھیں کوئی تنبیہ کرنے والا نہیں۔ میں نے کئی حاجیوں کو اس پر ٹوکا کچھ تو مان گئے کچھ جھگڑے پر آمادہ ہوگئے، غرض کہ نجدی حکومت میں یہ سب ناکردنیاں ہوتی ہیں مگر نجدیوں کے وظیفہ خوار اس پر چوں تک نہیں کرتے، ماٰثر ومزارات کے ہاتھ لگانے وبوسہ دینے پر نجدیوں کے بیجا تشدد کا خطبہ البتہ رات دن پڑھتے رہتے ہیں۔ بہرحال ایرانیوں کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں حتی کہ انھیں تبرا بکنے کی بھی

Marfat.com

اجازت ہے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے جالیوں میں دیکھنا شروع کیا کہ حظیرہ اقدس جالیوں سے کتنے فاصلے پر ہے اور اس کی ساخت کیسی ہے کہ مجھے نجدی سپاہی نے شرک شرک حرام حرام کہہ کے دھکا دیدیا حالانکہ میں نے جالیوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اپنے اسلاف کی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھوں کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا کہ ان مقدس جالیوں کو مس کریں۔ مجھے بہت ہی غصہ آیا، میں نے اس بدبخت سے کہا النظر الی داخل الشباک شرک حرام تو اس درندے نے دونوں ہاتھوں سے میرے مونڈھوں کو پوری طاقت سے پکڑا اور اتنے زور سے دھکا دیا کہ اگر وہاں زرین کھڑے نہ ہوتے تو میں گر پڑتا۔ جی میں تو آیا کہ اس ظالم سے دو دو ہاتھ کرلوں اگرچہ جانتا تھا کہ میرا کیا حال ہوگا مگر سرکار اپنے چشمان مبارک سے دیکھ تو لیتے کہ کفار قریش کے جانشین ان کے غلاموں کے ساتھ ان کے دربار عالی جاہ میں ان کے روبرو کتنا ستم ڈھاتے ہیں اور پھر میں جھوم جھوم کر یہ عرض کرتا

بحرم عشق تو ام می کشند غوغائیت　　　　تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست

اہل ایمان کی عزت واکرام کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الحجر : 88)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اپنے پروں کو مسلمانوں کے لئے جھکائے رکھو''۔

جان انسانی کی اہمیت کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ﴾ (المائدة : 32)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''جو شخص کسی دوسرے کو کسی جان کے بدلے کے بغیر یا زمین میں فساد پیدا کرنے کے لئے قتل کرے گا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اسے زندہ کرے گا (یعنی قتل ہونے سے بچائے گا) گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا (یعنی بچایا)''۔

انسانیت کی جانوں کے محترم ہونے کا بیان

حضرت آدم علیہ السلام کے اس لڑکے کے قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل سے صاف فرمادیا ان کی کتاب میں لکھ دیا اور ان کیلئے اس حکم کو حکم شرعی کردیا کہ "جو شخص کسی ایک کو بلاوجہ مار ڈالے نہ اس نے کسی کو قتل کیا تھا نہ اس نے زمین میں فساد پھیلایا تھا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا، اس لئے کہ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق یکساں ہے اور جو کسی بے قصور شخص کے قتل سے باز رہے اسے حرام جانے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندگی، اس لئے کہ یہ سب لوگ اس طرح سلامتی کے ساتھ رہیں گے"۔ امیر المومنین حضرت عثمان کو جب باغی گھیر لیتے ہیں، تو حضرت ابوہریرہ ان کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں میں آپ کی طرف داری میں آپ کے مخالفین سے لڑنے کیلئے آیا ہوں، آپ ملاحظہ فرمائیے کہ اب پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے، یہ سن کر معصوم خلیفہ نے فرمایا، کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ سب لوگوں کو قتل کردو، جن میں ایک میں بھی ہوں۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا نہیں نہیں، فرمایا سنو ایک کو قتل کرنا ایسا

Marfat.com

برا ہے جیسے سب کو قتل کرنا۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ، میری یہی خواہش ہے اللہ تمہیں اجر دے اور گناہ نہ دے، یہ سن کر آپ واپس چلے گئے اور نہ لڑے۔ مطلب یہ ہے کہ قتل کا اجر دنیا کی بربادی کا باعث ہے اور اس کی روک لوگوں کی زندگی کا سبب ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں "ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچا رہا ہے"۔ ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچا رہا ہے"۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عادل مسلم بادشاہ کو قتل کرنے والے پر ساری دنیا کے انسانوں کے قتل کا گناہ ہے اور نبی اور امام عادل کے بازو کو مضبوط کرنا دنیا کو زندگی دینے کے مترادف ہے" (تفسیر ابن جریر، سورہ مائدہ، بیروت)

ایک مؤمن دوسرے مؤمن کیلئے مکان ہونے کا بیان

(224) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا" وشبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر کے (یہ بات ارشاد فرمائی)۔ (متفق علیہ)

شرح

پہلے تو آپ نے مسلمانوں کو اس مکان کے ساتھ تشبیہ دی جس کے سارے اجزاء اور تمام حصے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر پورے مکان کو مضبوط پختہ بناتے ہیں اور پھر اس حقیقت کو آپ نے مثالی صورت میں اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا کر دکھلایا کہ اگر سارے مسلمان اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ مربوط و متحد رہیں اور باہمی محبت و موانست اور امداد و تعاون کی زنجیر میں منسلک رہیں تو پوری ملت اسلامیہ مضبوط و توانا اور ایک ناقابل تسخیر طاقت بن جائے گی لیکن واضح رہے کہ مسلمانوں کا وہی اتحاد اور وہی یک جہتی مطلب و مستحسن ہے جس کی بنیاد حق و حلال کے معاملات پر ہو حرام و مکروہ اور گناہ کے موجب معاملات میں اتحاد و اتفاق اور ایک دوسرے کے ساتھ مدد تعاون غیر مطلوب ہے۔

کسی مسلمان کو ڈرانے کی ممانعت کا بیان

(225) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَرَّ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا، اَوْ اَسْوَاقِنَا، وَمَعَهٗ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ، اَوْ لِيَقْبِضْ عَلٰی نِصَالِهَا بِكَفِّهٖ؛ اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَیْءٍ"

224-اخرجه احمد (7/19644) والبخاری (841) ومسلم (2585) والترمذی (1928) والنسائی (2559) وابن حبان (232)

225-اخرجه احمد (7/19594) والبخاری (452) ومسلم (1615) وابو داؤد (2586) وابن ماجه (3778)

Marfat.com

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ انہی سے روایت بھی منقول ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ہماری مسجد یا ہمارے بازار میں سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہوں تو وہ اسے پھل کی طرف سے اپنی ہتھیلی کے ذریعے پکڑ لے تاکہ وہ کسی مسلمان کو اس کے ذریعے نقصان نہ پہنچادے۔ (متفق علیہ)

کسی مسلمان کی عزت کو نقصان پہنچانے کی مذمت کا بیان

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ کسی مسلمان کی عزت و آبرو کو ناحق بگاڑنے کے لئے زبان درازی کی جائے۔

(ابوداود، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 973)

مطلب یہ ہے کہ کسی شرعی مصلحت کے بغیر اور ناروا طور پر کسی مسلمان کے بارے میں اپنی زبان سے برے الفاظ نکالنا اس کی غیبت کرنا اس کے ساتھ تکبر کرنا اور اپنی بڑائی جتانے کے لئے اس کی حقارت و توہین کرنا اور اس طرح اس کی عزت کے درپے ہونا ایک ایسی خصلت ہے جو حرام ہونے اور گناہ لازم کرنے کے اعتبار سے بہ نسبت اور سودوں کے سخت ترین سود ہے واضح رہے کہ لغت میں ربوہ کے معنی ہیں زیادہ ہونا بڑھنا اور اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم ہے خرید و فروخت اور قرض میں واجب حق اور اصل رقم سے زیادہ لینا۔ لہٰذا کسی مسلمان کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرنا یا ایسے الفاظ اپنی زبان سے نکالنا جس کا اس مسلمان کے بارے میں اس کو کوئی حق نہیں ہے اور نہ اس کا تعلق کسی ایسے معاملہ سے ہو جس میں اس طرح کا رویہ اختیار کرنا یا اس طرح کے الفاظ کے استعمال کی شرعی طور پر اجازت ہو گویا اس چیز کی طرح ہے جو اپنے حق سے زیادہ اور نہایت ظلم کے ساتھ لی گئی ہو۔ اس اعتبار سے کسی کی آبروریزی کے لے زبان درازی کو ربو کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور پھر اس کو اربی یعنی سب سے بڑا سود کہا گیا ہے کیونکہ کسی مسلمان کے نزدیک اس کی عزت و آبرو اس کے مال و زر سے زیادہ حیثیت رکھتی ہے اور مال و زر کی بہ نسبت عزت و آبرو کا نقصان زیادہ تکلیف اور زیادہ سخت ہوتا ہے۔

شارحین نے حدیث نے لکھا ہے کہ ناحق کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ بعض صورتوں میں ایسا رویہ اختیار کرنا اور ایسی بات کہنا کہ جس سے عزت و آبرو مجروح ہوتی ہو مباح قرار دیا ہے مثلاً کسی شخص پر کسی شخص کا کوئی حق ہے اور وہ اس حق کو ادا نہ کر رہا ہو تو صاحب حق کو اجازت ہے کہ وہ اس شخص کو ظالم جیسے سخت الفاظ کہہ کر اس کو بدنام و بے عزت کرے۔ یا کوئی شخص کسی کے حق میں گواہی دے رہا ہو تو اس پر جرح کرنا اور اس کے گواہ کے عیوب بیان کرنا درست ہے اسی قسم سے راویان حدیث پر جرح کرنا بھی ہے یعنی محدثین کا حدیث کے راویوں کے عیوب ظاہر کرنا بھی درست ہے کیونکہ اس کا مقصد حدیث کی صحت کو محفوظ رکھنا ہے اور دین کی حفاظت کرنا ہے اسی طرح لوگوں کو نقصان و فساد سے بچانے کے لئے نکاح کا پیغام دینے والے کے صحیح احوال یعنی اس کی برائیوں کو ظاہر کرنا اور بدعتی و فاسق کی مذمت و بے عزتی کرنا بھی درست ہے۔

Marfat.com

اہل ایمان کا باہم ایک جسم کی طرح ہونے کا بیان

(226) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

✧✧ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اہل ایمان کی آپس میں ایک دوسرے سے محبت، رحم اور مہربانی کے حوالے سے ان کی مثال ایک جسم کی مانند ہے۔ جس کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار کا شکار ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

شرح

اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی صفت اتحاد و یگانگت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی جذبہ تعلق ایسا ہو سکتا ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو رنگ و نسل کے بھید بھاؤ زبان و کلچر کے اختلاف و تفاوت اور ذات قبائل علاقہ کی تفرقہ بازی سے نجات دلا کر ایک انسانی برداری اور اتحاد و یگانگت ایک لڑی میں پرو سکتا ہے تو وہ صرف ایمان و اسلام کا تعلق ہے چنانچہ اہل ایمان جہاں بھی ہوں جس رنگ و نسل سے بھی تعلق رکھتے ہوں ان کے درمیان کوئی انسانی اونچ نیچ نہیں ہے کوئی بھید بھاؤ نہیں ہے اور کسی برتری و کمتری کی نفرت و حقارت نہیں ہے وہ جس عقیدے کے حامل اور جس نظریہ حیات کو ماننے والے ہیں اس کی روشنی میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ تمام انسان ایک باپ کی اولاد ہیں تمام مسلمان ایک زنجیر کی کڑیاں ہیں اگر وہ کڑیاں الگ الگ ہو جائیں تو زنجیر ٹوٹ کر رہ جائے گی اسی طرح اگر مسلمان تفرقہ بازی کا شکار ہو جائیں اور رنگ و نسل زبان و کلچر اور ذات پات کے دائروں میں سمٹ جائیں تو ان کے ملی وجود اور ان کی اجتماعی طاقت کو انتشار و اضمحلال کا گھن لگ جائے گا اور جب ان کی اجتماعی حیثیت مجروح ہو کر غیر موثر ہو گی تو ان کا شخصی و انفرادی وجود بھی نہ صرف بے معنی ہو جائے گا بلکہ ہر شخص مختلف آفات کا شکار ہو گا اور چونکہ ملی وجود اور اجتماعی طاقت کا سرچشمہ افراد کا آپس میں محبت و موانست اور اشخاص کا باہمی ربط و تعلق ہے اس لئے ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے اس طرح ربط و تعلق رکھتا ہے کہ جس طرح دو حقیقی بھائی ہوتے ہیں کہ آپس میں سلام و دعا کرتے ہیں باہمی میل جول اور ملاقات کرتے ہیں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں باہمی معاملات و تعلقات کو محبت و موانست اور رحم دلی کی بنیاد پر استوار کرتے ہیں ہدایا و تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں ایک دوسرے کی مدد و اعانت کرتے ہیں اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے حالات رعایت اور اس کے طور طریقوں کی پاس داری کرتا ہے۔

چنانچہ جب شخصی اور انفرادی سطح پر یہ ربط و تعلق ایک دوسرے کو جوڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے تو سارے مسلمان ایک مضبوط اجتماعی حیثیت اور عظیم طاقت بن جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو اس ارشاد گرامی میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اور تمام مسلمانوں کو ایک بدن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس طرح جب بدن کا کوئی ایک عضو دکھتا ہے تو سارا بدن دکھتا ہے اور محض ایک عضو میں تکلیف ہونے سے پورا

226- اخرجه البخاری (6011) ومسلم (2586)

جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ایک تن بن جائیں اور پوری ملت اسلامیہ ایک جسم کی مانند ہو جائے کہ اگر کسی ایک بھی مسلمان کو کوئی گزند پہنچے یا وہ کسی آفت میں گرفتار ہو تو سارے مسلمان اس کے دکھ و رنج میں شریک ہوں اور سب مل کر اس کی تکلیف و مصیبت کو دور کرنے کی تدبیر کریں۔

اسی مفہوم کو شیخ سعدی نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے! بنی آدم اعضائے یکدیگرند کہ در آفرینش زیک گوہراند چو عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضو ہارا نماند قرار۔

راوی حدیث نعمان بن بشیر کے احوال کا بیان

نعمان بن بشیر: یہ انصاری خزرجی ہیں۔ ان کے والد اور والدہ بھی صحابی ہیں انہوں نے شام کے مقام نعمان میں رہائش اختیار کی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا بعد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حمص منتقل کروادیا جہاں چونسٹھ ہجری میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان سے ایک سو چودہ روایات منقول ہیں۔

جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

(227) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِس، فَقَالَ الْاَقْرَعُ: اِنَّ لِيْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا. فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ!" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اقرع بن حابس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے تھے تو وہ بولا میرے دس بیٹے ہیں لیکن میں نے ان میں سے کسی ایک کو بوسہ نہیں دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

بچوں پر رحم کرنے کا بیان

(228) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَقَالَ: "نَعَمْ" قَالُوْا: لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَ اَمْلِكُ اِنْ كَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِكُمُ الرَّحْمَةَ!" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کچھ دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: کیا آپ

227-اخرجه البخاری (5997) وفی الادب المفرد (91) ومسلم (2318) وابو داؤد (5218) والترمذی (1911) وابن حبان (457) ترمذی عن ابی سعید بلفظ من لایرحم الناس لا یرحمه الله وطبرانی بلفظ من لا یرحم من فی الارض لا یرحمه من فی السماء عن جریر واحمد بلفظ من لا یرحم لا یرحم ومن لا یغفره لا یغفرله عن جریر ونقله الطبرانی كذا عن جریر وزاد فیه من لا یتب علیه (كذا فی الجامع الصغیر للسیوطی)

228-اخرجه البخاری (5998) ومسلم (2317) وابن ماجه (3665)

Marfat.com

اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایاہاں! تو انہوں نے عرض کی: لیکن ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں سے رحمت نکال دی ہو تو پھر میں کیا کرسکتا ہوں۔ (متفق علیہ)

شرح

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ جب اللہ نے تمہارے دل کو رحمت وشفقت اور پیار محبت سے خالی کردیا ہے تو یہ میرے بس کی بات نہیں ہے کہ تمہارے دل میں رحم وشفقت !، رحمت کا جذبہ پیدا کروں، یہ معنی اس صورت میں ہیں جب کہ لفظ ان الف کے ساتھ جیسا کہ اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ اور اگر الف کے زیر کے ساتھ یعنی اِنْ ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ میں کیا کرسکتا ہوں اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم کا جذبہ نکال دیا ہے تاہم دونوں صورتوں میں روایت کا مفہوم ایک ہی تفاوت فرق محض اعراب کی بنیاد پر ہے حدیث کا مقصد بے رحمی وبے مروتی اور سخت دلی کے خلاف نفرت کا اظہار کرنا اور اس قسم کے لوگوں کو سختی کے ساتھ مشتبہ کرنا ہے نیز اس ارشاد گرامی میں اس طرح بھی اشارہ ہے کہ دلوں میں رحم وشفقت کے جذبات کا ہونا اللہ کا ایک بہترین عطیہ ہے اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور اگر وہ کسی شخص کے دل سے رحم وشفقت اور محبت ومروت کے جذبات کو نکال دے تو یہ پھر کسی کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اس شخص کے دل کو ان جذبات کی دولت عطا کردے۔

(229) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَّا يَرْحَمِ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ (متفق علیہ)

راوی حدیث جریر بن عبداللہ کے احوال کا بیان

جریر بن عبداللہ بجلی: یہ جریر بن عبداللہ بن جابر ہیں ان کا تعلق قبیلہ "بجیلہ" سے تھا ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال سے چالیس دن پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ یہ بڑے وجیہہ وشکیل آدمی تھے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں اپنی قوم کے سردار تھے۔ عراق کی بہت سی لڑائیوں میں انہوں نے حصہ لیا۔ 51 ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

امام کا نماز میں مقتدیوں کی آسانی پیدا کرنے کا بیان

(230) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا صَلّٰى

229-اخرجه احمد (7/19224) والبخاري (6013) ومسلم (2319) وابن حبان (465) والطبراني (2492) واخرجه الحميدي (802) والقضاعي (893) والبيهقي (9/41) ترمذی نے نسبت روایت جریر سے مسلم وترمذی کی طرف سے ہے۔ مگر جامع صغیر میں صحیحین سے اس کو نقل کیا ہے اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے

230- موطا مالك 303، نسائی 822، ان ماجه 986، ابن حبان 1710 عبد الرزاق 3712، بیهقی 17/3 ابن ابی شیبه 54/2

Marfat.com

اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ: "وَذَا الْحَاجَةِ".

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ مختصر نماز پڑھائے، کیونکہ (مقتدیوں) میں کمزور، بیمار اور عمر رسیدہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، البتہ جب تنہا نماز ادا کر رہا ہو، تو جتنی چاہے (لمبی) نماز ادا کرے۔ (متفق علیہ)

شرح

اس حدیث میں امام کے لئے یہ ہدایت دے دی گئی ہے کہ وہ نماز پڑھاتے وقت مقتدیوں کی رعایت ضرور کرے اس بات کا لحاظ رکھے کہ مقتدیوں میں بیمار بوڑھے اور کمزور لاغر لوگ بھی ہوں گے جو نماز کی طوالت سے تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ پریشانی اور تکلیف سے بچنے کی خاطر جماعت میں شریک ہونا ہی چھوڑ دیں اس لئے ان کی رعایت کے پیش نظر نماز ہلکی ہی پڑھانی چاہیے ہاں اگر کوئی آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو اسے اختیار ہے کہ جس قدر چاہیے طویل نماز پڑھے۔ اسی طرح اگر تمام مقتدی حضور قلب کے حامل ہوں اور نماز کی طوالت سے گھبراتے نہ ہوں نیز مذکورہ بالا لوگوں میں سے یعنی بیمار ضعیف وغیرہ نہ ہوں تو اس شکل میں بھی امام جس قدر چاہے طویل نماز پڑھائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ارشاد انی اجد فی نفسی شیا (یعنی مجھے اپنے دل میں کچھ کھٹک محسوس ہوتی ہے) کا مطلب یہ تھا کہ میں امامت کے حقوق کی ادائیگی سے اپنے آپ کو عاجز پاتا ہوں یا کچھ وسوسے اور شبہات ہیں جو دل میں آتے ہیں یا یہ کہ امامت کے وقت میرے دل کے اندر ایک قسم کی برتری اور غرور کی سی کیفیت محسوس ہوتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیفیات کے دفعیہ کے لئے ان کے سینے اور پشت پر اپنا دست مبارک پھیرا جس کی برکت سے ان کی دل کی وہ کھٹک جاتی رہی جس کی موجودگی انہیں امامت پر آمادہ نہیں ہونے دیتی تھی۔ فاذا صلی احدکم الخ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے والا اپنی نماز کے معاملے میں مختار ہے چاہے تو وہ طویل نماز پڑھے چاہے مختصر لیکن علماء لکھتے ہیں کہ تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ طویل نماز پڑھے۔ اس زمانہ کے ائمہ کا معاملہ بڑا عجیب ہے جب وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں تو بہت زیادہ طوالت سے کام لیتے ہیں مگر جب تنہا نماز پڑھتے ہیں تو صرف اتنے ہی اختصار پر اکتفا کرتے ہیں جس سے نماز ادا ہو جائے۔ ائمہ کو اس طریق کار کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

فرضیت کے اندیشہ سے نفلی عمل کو ترک کرنے کا بیان

(231) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ

231- اخرجه مالك (303) واحمد (3/7271) والبخاری (703) ومسلم (467) وابو داؤد (793) والترمذی (236) وابن ابی شيبة (54/2)

الْعَمَلَ، وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ؛ خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عمل کو ترک کر دیتے تھے حالانکہ آپ کو اسے کرنا پسند ہوتا تھا اس اندیشے کے تحت کہ کہیں لوگ بھی اس پر عمل شروع نہ کر دیں اور وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔

نمازِ تراویح کی فرضیت کے اندیشے کے سبب ترک کرنے کا بیان

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان میں) مسجد میں بوریئے کا ایک حجرہ بنایا اور کئی راتیں اس میں (تراویح کے علاوہ نفل) نماز پڑھی (جب لوگ جمع ہو جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لاتے اور فرائض و تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے) یہاں تک کہ (ایک روز بہت زیادہ) لوگ جمع ہو گئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ فرض نماز پڑھ کر حجرے میں تشریف لے جا چکے تھے اور جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کچھ دیر کے بعد باہر تشریف نہ لائے اس لئے لوگوں نے آپ کی کوئی آہٹ محسوس نہیں کی چنانچہ وہ یہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور لوگوں نے کھنکارنا شروع کیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بیدار ہو جائیں اور نماز تراویح کے لئے) باہر تشریف لے آئیں (جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ راتوں میں تشریف لاتے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجرہ سے باہر نکل کر یا اندر ہی سے) فرمایا کہ "تمہارا کام جو میں دیکھ رہا ہوں برابر جاری رہے (یعنی جماعت سے تراویح پڑھنے کا شوق اور عبادت کے معاملہ میں تمہارا جذبہ ہمیشہ رہے اور پھر فرمایا) لیکن مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے (یعنی اگر میں ہمیشہ نماز تراویح جماعت سے پڑھتا تو یہ نماز تم پر فرض ہو جاتی) اور اگر یہ نماز فرض ہو جاتی تو تم اس کی ادائیگی سے قاصر رہتے، لہٰذا اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ انسان کی بہترین نماز وہی ہے جسے اس نے اپنے گھر میں پڑھا ہو سوائے فرض نماز کے (کہ اسے مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث، 1268)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں اعتکاف کے لئے بوریئے کا ایک حجرہ سا بنا لیا تھا۔ اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی بابرکت اور مقدس ساعتوں میں عبادت الٰہی اور ذکر اللہ میں مشغول رہا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بوریئے کا یا اسی قسم کی کسی دوسری چیز کا معتکف بنا لینا جائز ہے لیکن بہ شرائط کہ اپنی حاجت و ضرورت سے زیادہ جگہ نہ روکی جائے ورنہ تو بصورت دیگر حرام ہوگا کیونکہ زیادہ جگہ گھیرنے سے دوسرے نمازیوں کو تنگی ہوگی بشرطیکہ جگہ ایسی ہو جس کی لوگوں کو احتیاج اور ضرورت ہو اگرچہ کبھی کبھی ہی ضرورت ہو ہاں اگر کوئی آدمی قرینے سے جانتا ہو کہ اگر لوگ بہت تعداد میں بھی مسجد میں آ جائیں گے تب بھی معتکف کے لئے گھیری ہوئی جگہ کی انہیں احتیاج نہیں ہوگی تو ایسی صورت میں ضرورت سے زیادہ بھی جگہ گھیر لینا حرام نہیں ہوگا یہ تفصیل اس بات پر بصراحت دلالت کرتی ہے کہ ایام حج میں مسجد حرام کے اندر لوگوں کو تنگی میں مبتلا کرنا حرام ہے۔ یہ حدیث جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے حق میں انتہائی شان رحمت کی غمازی کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کی جماعت پر اس لئے مداومت نہیں فرمائی کہ کہیں یہ نماز امت کے لئے فرض ہی قرار نہ دیدی جائے جس سے امت کے لوگ تنگی و پریشانی میں مبتلا ہو جائیں۔

Marfat.com

وہیں یہ حدیث اس بات کی بھی صریح دلیل ہے کہ تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا سنت ہے۔ فَصَلُّوْ ايها النَّاسِ الخ (لہٰذا، اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو) میں امر استحبابی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم وجوب اور لزوم کے طور پر نہیں دیا بلکہ مقصد یہ ہے کہ فرض نماز کے علاوہ دیگر سنن ونوافل گھروں میں پڑھنا بہتر اور مناسب ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام نگاہوں سے بچ کر گھروں میں سنت ونفل نماز پڑھنے میں ریاء ونمائش کا کوئی ادنیٰ ساجذبہ بھی ظاہر نہیں ہوتا جو ظاہر ہے کہ عبادت کے سلسلے میں انتہائی مستحسن اور مطلوب ہے۔ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ الخ (انسان کی بہترین نماز وہی ہے جسے اس نے اپنے گھر میں پڑھا ہو) یہ حکم تمام سنن ونوافل نمازوں کے بارے میں ہے کہ کوئی بھی سنت یا نفل نماز ہو سب سے بہتر وہی نماز ہے جسے نمازی نے عام نگاہوں سے بچ کر اپنے گھر میں پڑھا ہو مگر وہ نوافل اس حکم میں شامل نہیں ہیں جو شعار اسلام میں سے ہیں مثلاً نماز کسوف، نماز استسقاء اور نماز عیدین کیونکہ ان نمازوں کو مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے۔ نیز مسافروں کے لئے کعبہ اور مسجد نبوی بھی ان احکام میں شامل نہیں ہیں یعنی اگر کسی خوش نصیب کو کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کی زیارت کا شرف حاصل ہو اور وہ مسافر ہو تو اس کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ فرض نمازوں کے ساتھ سنن ونوافل بھی مسجد حرام یا مسجد نبوی میں ہی پڑھے کیونکہ مسافروں کو یہ موقعہ کبھی کبھی نصیب ہوتا ہے کہ وہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرسکیں اس لئے مسافر اس موقعہ کو غنیمت جانے اور زیادہ سے زیادہ نمازیں مسجد حرام اور مسجد نبوی میں پڑھے۔ اور یہ (یعنی مسجد حرام اور مسجد نبوی کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دینا) اس بات پر قیاس کیا جاتا ہے کہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ مسافروں کے لئے کعبۃ اللہ کا طواف نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

صوم وصال کے ممانعت کا بیان

(232) وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ، فَقَالُوْا: اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: "اِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، اِنِّي اَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مَعْنَاهُ: يَجْعَلُ فِيَّ قُوَّةَ مَنْ اَكَلَ وَشَرِبَ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے وہ بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو صوم وصال رکھنے سے منع کیا ان پر شفقت کی وجہ سے لوگوں نے کہا، آپ خود تو صوم وصال رکھتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری مانند نہیں ہوں میرا پروردگار رات کے وقت مجھے کھلا بھی دیتا ہے اور پلا بھی دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے، وہ مجھ میں اتنی قوت پیدا کردیتا ہے جو کھانے اور پینے سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسروں کی مشقت دور کرنے کیلئے نماز میں تخفیف کرنے کا بیان

(233) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

232-اخرجه البخاري (1964) ومسلم (1105)

233-اخرجه البخاري (707) و (868)

Marfat.com

وَسَلَّمَ: "اِنِّی لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوةِ، وَاُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْهَا، فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلَاتِیْ، کَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

✧✧ حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا ارادہ ہوتا ہے اسے طویل کروں گا لیکن پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں تا کہ اس کی ماں کو مشقت کا شکار نہ کروں۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ ہلکی اور کامل نماز کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (عادت تھی کہ) جب آپ نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس اندیشے سے کہ اس کی ماں کہیں فکر مند نہ ہو جائے نماز کو ہلکا کر دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث، 1098)

حدیث کے اول جز کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز باوجود پورے کمال واتمام کے بہت ہلکی ہوتی تھی اور ہلکی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ قرات اور تسبیحات حد سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور قرات میں بے محل مد وشد نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کی قرأت بے تکلف اور ترتیل کے ساتھ ہوتی تھی اور یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کی خاصیت تھی کہ اگرچہ وہ طویل ہوتی تھی مگر لوگوں کو ہلکی معلوم ہوتی تھی۔ حاصل یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت ہلکی ہوتی تھی اور رکوع وسجود نیز تعدیل ارکان وغیرہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی۔ حنفی مسلک میں یہ مسئلہ ہے کہ امام کے لئے مناسب نہیں ہے کہ تسبیحات وغیرہ کو اتنا طویل کرے کہ لوگ ملول ہوں کیونکہ نماز کو زیادہ طویل کرنا نماز کی طرف سے لوگوں کو بے توجہ بنانا ہے اور یہ مکروہ ہے ہاں اگر مقتدیوں ہی کی یہ خواہش ہو کہ قرات وتسبیحات وغیرہ طویل ہوں تو پھر ان میں امام زیادتی کر سکتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس امام کو یہ بھی نہیں چاہیے کہ مقتدیوں کو خوش کرنے کی غرض سے قرات اور تسبیحات میں اس درجے سے بھی کمی کر دے جو سب سے کم مسنون درجہ ہے۔ حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز ہلکی کر دیا کرتے تھے۔ تا کہ اس بچے کی ماں جو جماعت میں شامل ہوتی، بچے کی طرف سے فکر میں نہ پڑ جائے اور جس کی وجہ سے اس کی نماز کا حضور اور خشوع وخضوع ختم ہو جائے۔

علامہ خطابی نے اس جملہ کے فائدے میں کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ امام رکوع میں ہونے کی حالت میں اگر آہٹ پائے کہ کوئی آدمی نماز میں شریک ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ رکوع میں اس آدمی کا انتظار کرے تا کہ وہ آدمی رکعت حاصل کرے مگر بعض حضرات نے اسے مکروہ قرار دیا ہے بلکہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ایسا کرنے والے کے بارے میں یہ خوف ہے کہ وہ کہیں شرک کی حد تک پہنچ جائے گا۔

چنانچہ یہی مسلک حضرت امام مالک کا بھی ہے۔ حنفی مسلک یہ ہے کہ امام اگر رکوع کو تقرب الی اللہ کی نیت سے نہیں بلکہ اس

Marfat.com

مقصد سے طویل کرے گا کہ کوئی آنے والا آدمی رکوع میں شامل ہو کر رکعت پالے تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ بلکہ اس سے بھی بڑے گناہ کے مرتکب ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے تاہم کفر وشرک کی حد تک نہیں پہنچے گا کیونکہ اس سے اس کی نیت غیر اللہ کی عبادت بہر حال نہیں ہوگی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر امام آنے والے کو پہچانتا نہیں ہے تو اس شکل میں رکوع کو طویل کرنے کا کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے ہاں اگر کوئی امام تقرب الی اللہ کی نیت سے رکوع کو طویل کرے اور اس پاک جذبے کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ ایسی حالت کا ہونا چونکہ نادر ہے اور پھر یہ کہ اس مسئلے کا نام ہی "مسئلۃ الریا" ہے اس لئے اس سلسلے میں کمال احتیاط ہی اولیٰ ہے۔

راوی حدیث حارث بن ربعی کے احوال کا بیان

حارث بن ربعی: یہ انصار سے تعلق رکھتے ہیں۔ قبیلہ خزرج سے تعلق تھا ان کی کنیت ابوقتادہ ہے یہ نبی اکرم ﷺ کے شہسوار کے نام سے زیادہ مشہور ہیں یہ غزوہ احد اور اس کے بعد آنے والے تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ ۵۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا بعض علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں وفات پائی۔

حقوق اللہ سے غفلت کرنے والے کیلئے وعید کا بیان

(234) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِه بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبُّهُ عَلٰى وَجْهِهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص صبح کی نماز ادا کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں رہتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذمہ کے بارے میں کوتاہی کا مرتکب ہو' اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل جہنم میں داخل کرے گا۔

راوی حدیث جندب بن عبد اللہ کے احوال کا بیان

حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی: یہ جندب بن عبد اللہ بن سفیان بن علقی ہیں یہ "بجیلہ" قبیلہ کی ایک شاخ ہے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ وقت گزارا ہے۔ ان کی کنیت ابوعبد اللہ تھی۔ پہلے انہوں نے کوفہ میں رہائش اختیار کی پھر اس کے بعد بصرہ منتقل ہوگئے۔ یہ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ کوفہ آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے انہوں نے ۱۴۳ احادیث نقل کی ہیں۔

مسلمان بھائی کی پریشانی دور کرنے کا بیان

(235) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ. مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ، كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ

234- اخرجه مسلم (657) والترمذی (222)

كُرْبَةً، فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا وہ اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑتا جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی قیامت کے دن پریشانی دور کرے گا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی قیامت کے دن پردہ پوشی کرے گا۔ (متفق علیہ)

شرح

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان بھائی کی ستر پوشی کرنے والے یا اس کے عیوب کو چھپانے والے شخص نے دنیا میں جو عیوب و گناہ کئے ہوں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے ان گناہ و عیوب کی پردہ پوشی کرے گا بایں طور کہ اہل موقف کے سامنے ظاہر نہیں کرے گا اس پر مواخذہ و محاسبہ نہیں کرے گا اور نامہ اعمال کی پیشی کے وقت ان کا ذکر پوشیدہ طور پر ہوگا۔ علماء نے لکھا ہے کہ جن مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی مستحسن و مستحب ہے وہ اس درجہ کے مسلمان ہیں جن کو اہل عزت و حیاء کہا جاتا ہے یعنی وہ مسلمان جن کی ظاہری زندگی پاکیزہ اور آبرومندانہ سمجھی جاتی ہے اور جن کے عیوب پوشیدہ رہتے ہیں کہ اگر بتقاضائے بشریت ان سے کوئی گناہ وعیب سرزد ہو جائے تو وہ اس کو پردہ حیاء میں چھپاتے ہیں رہے وہ مسلمان جو حیاء کا پردہ اٹھا دیتے ہیں جن کی ایذاء رسانی اور فتنہ پردازی آشکار ہوتی ہے اور علی الاعلان گناہ معصیت کا ارتکاب کرنے میں کوئی شرم اور جھجک محسوس نہیں کرتے ان کا معاملہ جداگانہ ہے کہ نہ صرف ان کو ان گناہ وعیوب پر ٹوکنا واجب اور ان کو ارتکاب معصیت سے منع کرنا اور تنبیہ کرنا لازم ہے بلکہ اگر وہ روکنے اور تنبیہ کرنے کے باوجود اپنی برائیوں اور گناہ و ایذا رسانی سے باز نہ آئیں تو ان کے بارے میں حاکم کے یہاں اطلاع دینی چاہیے تاکہ وہ ان کو ایذاء رسانی اور فتنہ پردازی سے باز رکھے اسی طرح روایات حدیث اور مورخین پر جرح ونقد، ارباب حکومت اور گواہوں کی تحقیق اور اہل ظلم کے حالات کا اظہار بھی نہ صرف جائز بلکہ واجب لازم ہے کیونکہ ان صورتوں میں دین وعلم کی نگہبانی اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت مقصود ہوتی ہے اس لئے مذکورہ بالا لوگوں کے حالات وعیوب کو بیان کرنا اس اظہار عیب میں داخل نہیں ہے۔ جس کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھنے کی ممانعت کا بیان

(236) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَخُوْنُهُ، وَلَا يَكْذِبُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ"

235-اخرجه البخاري (2442) ومسلم (2080) وابو داؤد (4893) والترمذی (1426) وابن حبان (533) والبيهقي (94/6) واحمد (2/5358)

236-اخرجه احمد (3/8109) والترمذی (1928) اسناده صحيح

Marfat.com

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کے ساتھ خیانت نہیں کرتا اس کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا' اسے رسوا نہیں کرتا۔ ہر مسلمان کی عزت' خون اور مال دوسرے کے لئے قابل احترام ہے۔تقویٰ (آپ نے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) یہاں ہے' کسی شخص کے بُرا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے' وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

مسلمانوں کی عزت، خون اور مال کی حرمت کا بیان

اس کو ذلیل حقیر نہ سمجھے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان بھائی کے عیب کو اچھال کر اور اس کی برائیوں کو لوگوں کے سامنے بیان کر کے ان کو رسوا اور بدنام نہ کرے اس کے ساتھ بدزبانی اور سخت کلامی نہ کرے اور کوئی مسلمان خواہ کتنا ہی غریب و محتاج ہی کیوں نہ ہو کتنا ہی ضعیف و ناتواں اور کتنا ہی نامراد و خستہ حال ہو اس کا مذاق نہ اڑائے کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ جو مسلمان ظاہر طور پر نہایت خستہ حال ہے اور محتاج ہے وہ اللہ کے نزدیک اس کا مقام کیا ہے اور انجام و مال کے اعتبار سے وہ کس درجہ کا ہے اس حقیقت کو کسی صورت میں فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ جو بھی شخص لا الہ الا اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کے رسول کا امتی ہے وہ عزت والا ہے اور قابل تکریم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" آیت (وللہ العزۃ ولرسولہ) الخ۔۔لہٰذا کسی مومن کی عزت ایمانی کو کسی حال میں مجروح نہ کرنا چاہیے اور خصوصا مومن جن کے چہرے مہرے علم دین کی علامت اور عبادت الٰہی کا نور جھلکتا ہو ان کی تعظیم و توقیر کو بطریق اولی ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے اکثر لوگ اور خصوصا دنیادا۔ جو نفس کی ظلمت و غفلت میں مبتلا ہوتے ہیں عام طور پر فقراء و مساکین اور غریب و بے کس مسلمانوں کے وبال میں گرفتار رہتے ہیں کیونکہ وہ ان کو ذلیل و کمتر سمجھتے ہیں اور ان بے چاروں کے ساتھ انتہائی ترشی اور حقارت کا معاملہ کرتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر مومن کو ذلیل و حقیر کرنے کا عذاب اپنے سر لیتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ ان لوگوں کو دنیا میں بھی عزت و اقبال مندی سے نوازتا ہے اور آخرت میں بھی نجات عطا کرے گا جو اس کے غریب و مسکین اور ضعیف و بے کس بندوں کے ساتھ محبت و احترام کا برتاؤ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین و غرباء کی محبت حاصل ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے نیز آپ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا تھا کہ فقراء مسکین کی ہم نشینی اختیار فرمائیں جیسا کہ سورت کہف میں مذکور ہے۔ "پرہیزگاری اس جگہ ہے" کا مطلب یہ ہے کہ متقی یعنی وہ شخص جو شرک اور گناہوں سے اجتناب و پرہیز کرتا ہے اس کو کسی بھی صورت میں حقیر و کمتر نہیں سمجھنا چاہیے یا یہ مراد ہے کہ تقوی کا مصدر و مخزن اصل میں سینہ یعنی دل ہے اور وہ ایک ایسی صفت ہے جو باطن کی ہدایت اور نورانیت سے پیدا ہوتی ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ ان الفاظ کا مقصد ماقبل جملہ کی تاکید و تقویب ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ جو چیز کسی انسان کو معزز و مکرم بناتی ہے وہ تقوی ہے اور جب تقوی کا تعلق باطن سے ہے اور اس کی جگہ دل ہے جو ایک پوشیدہ چیز ہے کہ جس کو انسان ظاہری طور پر نہیں دیکھ سکتا تو پھر کسی مسلمان کو کیونکہ حقیر و ذلیل کہا جا سکتا ہے درآنحالیکہ اس کی حقیقت معلوم نہیں ہے کہ ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ تقوی کی جگہ دل کو قرار دے کر اس

طرف اشارہ فرمایا کہ جس کے دل میں تقویٰ ہو وہ کسی مسلمان کو حقیر و ذلیل نہ کرے کیونکہ کوئی بھی متقی کسی مسلمان کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوسکتا یہ مراد اگرچہ بعض علماء نے لکھی ہے لیکن پہلے معنی زیادہ صحیح اور زیادہ موزون ہیں۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان ایسا کوئی کام نہ کرے اور نہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نکالے جس سے کسی مسلمان بھائی کی خون ریزی ہو یا اس کا مال تلف و ضائع ہو اور یا اس کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچے۔ یہ حدیث اپنے الفاظ کے اختصار لیکن مفہوم و معنی کی وسعت کے اعتبار سے جوامع الکلم میں سے ہے اللہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی عطیہ ہے۔

مسلمانوں میں باہمی بغض رکھنے کی ممانعت کا بیان

(237) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لا تَحَاسَدُوْا، وَلا تَنَاجَشُوْا، وَلا تَبَاغَضُوْا، وَلا تَدَابَرُوْا، وَلا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا، الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ: لا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، وَلا يَخْذُلُهُ، التَّقْوٰى هٰهُنَا ويشير اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهٗ وَمَالُهٗ وعِرْضُهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلنَّجْشُ": اَنْ يَّزِيْدَ فِيْ ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُّنَادٰى عَلَيْهَا فِي السُّوْقِ وَنَحْوِهٖ، وَلا رَغْبَةَ لَهٗ فِيْ شِرَائِهَا بَلْ يَقْصِدُ اَنْ يَّغُرَّ غَيْرَهٗ، وهٰذَا حَرَامٌ.

وَ"التَّدَابُرُ": اَنْ يُّعْرِضَ عَنِ الْاِنْسَانِ وَيَهْجُرَهٗ وَيَجْعَلَهٗ كَالشَّيْءِ الَّذِيْ وَرَاءَ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو ایک دوسرے کے مقابلے میں بولی نہ لگاؤ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو ایک دوسرے کے سودے کے مقابلے میں سودا نہ کرو تم اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بن کر رہو مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا وہ اس کو حقیر نہیں سمجھتا وہ اسے رسوا نہیں کرتا تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی (اور پھر فرمایا) کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے ہر مسلمان کا خون مال اور عزت دوسرے مسلمان کے لئے قابل احترام ہیں

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لفظ ''نجش'' کا مطلب یہ ہے آدمی کسی سامان کی قیمت میں بازار میں بلند آواز میں زیادہ قیمت لگائے حالانکہ اسے اس کے خریدنے میں کوئی دلچسپی نہ ہو اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ دوسرے کو دھوکہ دے یہ حرام ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ ''تدابر'' کا مطلب یہ ہے آدمی دوسرے شخص سے منہ موڑ لے اور اس سے لاتعلق ہو جائے اور اسے یوں کر دے جیسے پیٹھ کے پیچھے کوئی چیز ہوتی ہے۔

237- اخرجه مسلم (2564) وابن ماجه (4143) مسلم

مسلمان بھائی کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو

(238) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کوئی بھی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

شرح

مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کا ایمان اس وقت کامل نہیں سمجھا جائے گا جب تک کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے اس چیز کو پسند نہ کرے جس کو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ "چیز" سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائی ہے چنانچہ ایک روایت میں من الخیر کا لفظ صریح طور پر منقول ہے رہی یہ بات کہ دنیا و آخرت کی بھلائی کا تعلق کن چیزوں سے ہے تو آخرت کی بھلائی یہ ہے کہ نیک اعمال اور اچھے احوال کی سعادت نصیب ہو، خاتمہ بخیر ہو قبر کی سختیوں قیامت کے دن کی باز پرسی اور دوزخ کے عذاب سے نجات حاصل ہو اپنے اعمال صالحہ کے سبب سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں اعلیٰ درجات میں اور اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی حاصل ہو اسی طرح دنیا کی بھلائی یہ ہے کہ عزت و آبرو اور نیک نامی وخوش حالی کی زندگی نصیب ہو اور مال دولت اور اسباب و راحت حاصل ہو اچھے احوال و کردار کے حامل اہل خانہ اور صالح وفرمانبردار اولاد کی نعمت ملے اور یہ سب چیزیں آخرت کا وسیلہ بنیں جو مسلمان دنیا و آخرت کی ان نعمتوں اور بھلائیوں کو اپنے لئے چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ انہیں دنیاوی و اخروی نعمتوں اور بھلائیوں کو سارے مسلمانوں کے لئے چاہے کیونکہ یہی کمال ایمان بھی ہے اور دینی اخوت کا تقاضا بھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ جو مسلمان محض شیطان کے فریب، نفسانی حرص اور وفساد و باطن کی وجہ سے اپنے لئے دنیا کے مال و زر اور دنیا کی جاہ کے طلب گار وخواہش مند ہوتے ہیں۔

اور اس مال و جاہ کا نتیجہ گناہ و معصیت فتنہ وفساد، ظلم و جور اور آخرت کے وبال وعذاب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تو وہ اس مال و جاہ کی خواہش کسی دوسرے کے لئے کیسے کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو مال وزر جو جاہ وحشمت دین کے نقصان اور آخرت کے عذاب کا باعث ہو تو اس کو خیر و بھلائی کے زمرہ میں شمار ہی نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس طرح کے مال وزر اور جاہ وحشمت کو نہ تو اپنے لئے پسند کرے اور نہ کسی دوسرے مسلمان کے لئے تاہم اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ مال و دولت اور جاہ حشمت بجائے خود برائی نہیں ہیں اور نہ یہ ہر حالت میں برائی تک پہنچانے کا سبب بنتے ہیں بلکہ ان کے تعلق سے برائی یا بھلائی کا دارومدار خود انسان کے ذہن ومزاج اور اس کی طبعی خاصیت پر ہوتا ہے۔

ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ محض مال و دولت اور جاہ حشمت کی وجہ سے نیکی بھلائی کے بڑے سے بڑے درجہ پر پہنچ جاتا ہے اور جاہ حشمت کا حصول ثواب آخرت اور قرب مولیٰ کا سبب بنتا ہے جیسے مال وزر کے ذریعہ حج کرنا اور فقراء مساکین کی خبر گیری کرنا

238- بخاری، مسلم، ابو داؤد طیالسی، دارمی، ابن ماجه، ابو عوانه محمد المستخرج، ابن حبان 334، ابن منده فی کتاب الایمان 296 احمد ج 4 (سخاوی ج 2) نسائی

Marfat.com

اور جاہ وحشمت کے ذریعہ عدل وانصاف قائم کرنا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری کو پوری طرح کرنا اس کے برخلاف اگر وہی جاہ حشمت دوسرے شخص کے لئے دینی فائدے کے بجائے نقصان کا موجب بنتی ہے جیسے اس مال جاہ کے ذریعہ فسق وفجور کا ارتکاب فتنہ وفساد اور ظلم وجور کی گرم بازاری تو اول الذکر شخص کا اس مال وجاہ کو اپنے لئے پسند کرنا اور دوسرے شخص کے لئے پسند نہ کرنا درست ہوگا کیونکہ اس مال وجاہ کو اس کے حق میں خیر نہیں کہا جائے گا۔

ظالم کو ظلم سے روک دینے کا بیان

(239) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا" فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنْصُرُهُ اِذَا كَانَ مَظْلُوْمًا، اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ اَنْصُرُهُ؟ قَالَ: "تَحْجُزُهُ اَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کرلوں گا لیکن اگر وہ ظالم ہو تو آپ کے خیال میں میں اس کی کیسے مدد کرسکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم اسے ظلم سے روک دو یہ اس کی مدد ہوگی۔

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حقوق کا بیان

(240) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ: اِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ، وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ، وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ".

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا' بیمار کی عیادت کرنا' جنازے کے ساتھ جانا' دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں جب تم اسے ملو تو سلام کرو' جب وہ تمہیں بلائے تو تم اس کی دعوت کو قبول کرو جب وہ تم سے خیر خواہی چاہے تو تم اس کی خیر خواہی کرو جب وہ چھینکے اور اللہ تعالیٰ کی حمد

239-اخرجه احمد (4/13077) والبخاری (2443) والترمذی (2255) وابو یعلی (3838) وابن حبان (5166) والطبرانی (576) والقضاعی (646) والبیهقی (94/6)

240-اخرجه احمد (3/10966) والبخاری (1240) ومسلم (2162) والنسائی (221) والطحاوی (222/1) وابن حبان (214) وعبد الرزاق (19679) والبیهقی (386/3) وابو داؤد (1404) ابو داؤد (1404) والطیالسی (2299)

Marfat.com

بیان کرے تو تم اسے جواب دو وہ بیمار ہو جائے تو تم اس کی عیادت کرو اور جب وہ فوت ہو جائے تو تم اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔

شرح

مذکورہ بالا پانچوں چیزیں فرض کفایہ ہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور وہ بھی حقوق اسلام میں سے ہے مگر سلام کرنا ایسی سنت ہے جو فرض سے بھی افضل ہے کیونکہ اسے کرنے سے نہ صرف یہ کہ تواضع وانکساری کا اظہار ہوتا ہے بلکہ یہ اداء سنت واجب کا سبب بھی ہے۔ بیمار کی عیادت اور جنازہ کے ساتھ جانے کے حکم ہے۔ "دعوت قبول کرنے" سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مدد کے لئے بلائے تو اس کی درخواست قبول کی جائے اور اس کی مدد کی جائے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ "دعوت قبول کرنے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مہمانداری اور ضیافت کے لئے مدعو کرے تو اس کی دعوت کو قبول کر کے اس کی طرف سے دی گئی ضیافت میں شرکت کی جائے بشرطیکہ ضیافت کسی بھی حیثیت سے ایسی نہ ہو جس میں شرکت گناہ کا باعث ہو جیسا کہ حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ جو ضیافت محض ازراہ مفاخرت اور نام ونمود کی خاطر ہو اس میں شرکت نہ کی جائے چنانچہ سلف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور پہلے زمانہ کے علماء کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ ایسی ضیافت کو ناپسند کرتے تھے۔ "چھینکنے والے کا جواب دینے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر چھینکنے والا "الحمدللہ" کہے تو اس کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہا جائے۔

شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اسلام کے ان تمام حقوق کا تعلق تمام مسلمانوں سے ہے خواہ نیک مسلمان ہوں یا بد۔ یعنی ایسے مسلمان ہوں جو گنہگار تو ہوں مگر مبتدع (بدعتی) نہ ہوں اس احتیاط اور امتیاز کو مدنظر رکھا جائے کہ بشاشت یعنی خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا اور مصافحہ کرنا صرف نیک مسلمان ہی کے ساتھ مختص ہونا چاہئے فاجر یعنی ایسے بد اور گنہگار مسلمان کے ساتھ جو علی الاعلان معصیت وگناہ میں مبتلا رہتا ہے بشاشت ومصافحہ ضروری نہیں ہے۔

سات چیزوں کا حکم جبکہ سات چیزوں سے ممانعت کا بیان

(241) وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمٍ اَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ، وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِیْ رِوَايَةٍ: وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِی السَّبْعِ الْاُوَلِ.

"اَلْمَيَاثِرُ" بِيَاءٍ مُثَنَّاةٍ قَبْلَ الْاَلِفِ، وَثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا: وَهِیَ جَمْعُ مِيْثَرَةٍ، وَهِیَ شَیْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيْرٍ وَيُحْشٰى قُطْنًا اَوْ غَيْرَهُ، وَيُجْعَلُ فِی السَّرْجِ وَكُوْرِ الْبَعِيْرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ. "وَالْقَسِّیُّ" بِفَتْحِ الْقَافِ

241- اخرجه احمد (2/8853) ومسلم (5/2162) والترمذی (2809) والنسائی (1938) وابن حبان (5340) والبیهقی (1/27)

وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ : وَهِيَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيْرٍ وَكَتَّانٍ مُّخْتَلِطَيْنِ ۔ "وَاِنْشَادُ الضَّالَّةِ" : تَعْرِيْفُهَا ۔

✧✧ حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا تھا اور سات چیزوں سے منع کیا تھا آپ نے ہمیں بیمار کی عیادت کرنے' جنازے کے ساتھ جانے' چھینکنے والے کو جواب دینے' قسم پوری کروانے' مظلوم کی مدد کرنے' دعوت قبول کرنے' اسلام کو پھیلانے کا حکم دیا تھا اور سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے چاندی کے برتن میں پینے' سرخ قسی استعمال کرنے' ریشم' استبرق اور دیباج پہننے سے منع کیا ہے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت کے مطابق پہلی سات چیزوں میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنا بھی شامل ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "المیاثر" میں ''الف'' سے پہلے ''ی'' ہے اس کے بعد ''ث'' ہے اور یہ لفظ میثرہ کی جمع ہے یہ اس چیز کو کہتے ہیں جو ریشم سے بنائی جاتی ہے اور اس میں روئی وغیرہ ملائی جاتی ہے اسے زین وغیرہ کے طور پر اور اونٹ کے پالان کے اوپر رکھا جاتا ہے اور سوار اس پر سوار ہوتا ہے۔

لفظ ''قسی'' میں ''ق'' پر زبر پڑھی جائے گی اور ''س'' پر زیر پڑھی جائے گی یہ وہ لباس ہے جسے ریشم اور کتان کو ملا کر بنا جاتا ہے۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والا الفاظ ''انشاد الضالۃ'' کا مطلب اس کا اعلان کرنا ہے۔

شرح

قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیش آنے والی بات کے بارے میں قسم کھائے اور تم اس کی قسم پوری کرنے پر قادر ہو اور اس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو تو تمہیں اس کی قسم پوری کرنی چاہئے مثال کے طور پر کوئی شخص تمہیں مخاطب کرتے ہوئے قسم کھائے کہ میں تم سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ فلاں کام نہ کروں، پس اگر تم اس کام کے کرنے پر قادر ہو تو وہ کام کر ڈالو تا کہ اس کی قسم نہ ٹوٹے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو یہ قسم دلائے کہ تمہیں اللہ کی قسم! تم یہ کام کرو۔ تو اس شخص کے لئے مستحب ہے کہ وہ پروردگار کے نام کی تعظیم کی خاطر وہ کام کرلے اگرچہ واجب نہیں ہے۔

"مظلوم کی مدد کرنا" کی تشریح میں علماء لکھتے ہیں کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر کے شریک ہیں یعنی جس طرح ایک مظلوم مسلمان کی مدد کرنا واجب ہے اسی طرح اس مظلوم کافر (ذمی) کی مدد کرنا بھی واجب ہے جو اسلامی ریاست کا تابعدار شہری بن کر رہتا ہو اور جزیہ (ٹیکس) ادا کرتا ہے"

پھر مدد بھی عام ہے اگر لسانی مدد کی ضرورت ہو تو زبان وقول سے مدد کی جائے اور فعلی مدد کی ضرورت ہو تو فعل، عمل کے ذریعہ مدد کی جائے۔ "میثرہ) اس زین پوش کو کہتے ہیں جس میں روئی بھری ہوئی ہوتی ہے اور اسے گھوڑے وغیرہ کی سواری کی زین پر ڈال کر اس پر بیٹھتے ہیں اسے "نمد زین" بھی کہتے ہیں دنیاداروں کی عادت ہے کہ وہ اس زین پوش کو از راہ تکبر و رعونت حریر و دیباج وغیرہ سے بناتے ہیں۔ اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ زین پوش حریر کا ہو تو خواہ وہ کسی بھی رنگ کا ہو حرام ہے۔ ہاں اگر چہ حریر کا نہ ہو مگر

Marfat.com

سرخ رنگ کا ہو تو اس کا استعمال مکروہ ہے۔ اگر سرخ رنگ کا نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ "قسی" ایک کپڑے کا نام تھا جو ریشم اور کتان سے بنا جاتا تھا اور "قس" کی طرف منسوب تھا جو مصر کے ایک علاقہ کا نام ہے۔

حدیث میں چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح سونے کے برتن کا استعمال بھی ممنوع ہے بلکہ سونے کے برتن میں استعمال کرنا چاندی کے برتن استعمال کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہے اس حدیث میں جن چیزوں سے منع کیا جارہا ہے ان کا تعلق صرف مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں ہے ہاں چاندی سونے کے برتن کے استعمال کی ممانعت مرد وعورت دونوں کے لئے ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ "آخرت میں اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا" کی صحیح وضاحت یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں چاندی کا برتن استعمال کیا اسے آخرت میں اس وقت تک کہ اس کے عذاب کی مدت ختم نہ ہو جائے۔ چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا۔ یا وقف اور حساب کے وقت اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی وہ کچھ عرصہ تک اس سے محروم رہے گا پھر بعد میں یہ پابندی اس سے ختم کر دی جائے گی، یہی مراد اس حدیث کی ہے جس میں (مردوں کے لئے) ریشم پہننے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ من لبسہ فی الدنیا لم یلبسہ فی الآخرۃ (یعنی جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا اسے آخرت میں ریشم پہننا نصیب نہیں ہوگا) اسی طرح اس حدیث کی بھی یہی وضاحت ہے جس میں شراب کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ من شربہا فی الدنیا لم یشربہا فی الآخرۃ (یعنی جس نے دنیا میں شراب پی اسے آخرت میں شراب پینا نصیب نہ ہوگا۔

بَابُ سَتْرِ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالنَّهْيِ عَنْ إِشَاعَتِهَا لِغَيْرِ ضَرُوْرَةٍ

باب 28: مسلمانوں کی پردہ پوشی کرنا اور کسی ضرورت کے بغیر ان کی (خرابیوں) کی اشاعت کرنے کی ممانعت

بری بات کو پھیلانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ (النور : 19)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک وہ لوگ جو اس بات کو پسند کرتے ہیں' مسلمانوں کے درمیان بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا''۔

جو شخص کوئی بری بات سنے، اسے اس کا پھیلانا حرام ہے جو ایسی بری خبروں کو اڑاتے پھیرتے ہیں۔ دنیوی سزا یعنی حد بھی لگے گی اور اخروی سزا یعنی عذاب جہنم بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عالم ہے، تم بے علم ہو، پس تمہیں اللہ کی طرف تمام امور لوٹانے چاہئیں۔ حدیث شریف میں ہے بندگان اللہ کو ایذاء نہ دو، انہیں عار نہ دلاؤ۔ ان کی خفیہ باتوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ٹٹولے گا۔ اللہ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔

Marfat.com

قرآن حکیم نے فواحش کے انسداد کا یہ خاص نظام بنایا ہے کہ اول تو اس قسم کی خبر کہیں مشہور نہ ہونے پاوے اور شہرت ہو تو ثبوت شرعی کے ساتھ ہوتا کہ اس شہرت کے ساتھ ہی مجمع عام میں حد زنا اس پر جاری کر کے اس شہرت ہی کو سبب انسداد بنا دیا جائے اور جہاں ثبوت شرعی نہ ہو وہاں اس طرح کی بے حیائی کی خبروں کو چلتا کر دینا اور شہرت دینا جبکہ اس کے ساتھ کوئی سزا نہیں طبعی طور پر لوگوں کے دلوں سے بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم کر دینے اور جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنے کا موجب ہوتی ہے۔

جس کا مشاہدہ آج کل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی خبریں ہر روز ہر اخبار میں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ نوجوان مرد اور عورتیں ان کو دیکھتے رہتے ہیں روزانہ ایسی خبروں کے سامنے آنے اور اس پر کسی خاص سزا کے مرتب نہ ہونے کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے وہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے اور پھر نفس میں ہیجان پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے ایسی خبروں کی تشہیر کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جبکہ وہ ثبوت شرعی کے ساتھ ہو اس کے نتیجہ میں خبر کے ساتھ ہی اس بے حیائی کی ہولناک پاداش بھی دیکھنے سننے والوں کے سامنے آ جائے اور جہاں ثبوت اور سزا نہ ہو تو ایسی خبروں کی اشاعت کو قرآن نے مسلمانوں میں فواحش پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کاش مسلمان اس پر غور کریں۔ اس آیت میں ایسی خبریں بلا ثبوت مشہور کرنے والوں پر دنیا و آخرت دونوں میں عذاب الیم ہونے کا ذکر ہے۔

جمہور علماء کا یہ مسلک ہے کہ اگر کوئی بندہ کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو (اسی دنیا میں اس سزا بھگتنے کے لئے) اس کو ظاہر کرنا (یعنی حاکم کے سامنے خود اپنے گناہ کا اقرار کرنا) اگرچہ اس کے ایمان کی پختگی، اس کے قلب و احساس کی سلامتی اور اس اللہ ترسی کا مظہر ہوگا لیکن اس کے حق میں زیادہ بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ وہ اپنے گناہ کو چھپا کر اپنے نفس کی پردہ پوشی کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و طلب مغفرت و بخشش کرے۔

مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کا بیان

(242) وعن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو بھی بندہ کسی بندے کی دنیا میں پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

اگر تم دنیا و آخرت میں اپنے عیوب کی پردہ پوشی چاہتے ہو تو تم دنیا میں اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرو۔ یعنی کسی کے عیب کو لوگوں کے سامنے بیان کر کے اسے رسوا اور ذلیل نہ کرو۔ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے اور برسر عام اچھال کے اسے شرمندہ نہ کرو کیونکہ یہ اللہ کا معاملہ ہے وہ اگر چاہے گا تو اسے دنیا ہی میں یا آخرت میں سزا دے دے گا ورنہ اپنی رحمت سے اسے معاف کر دے گا۔ یا پردہ پوشی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی ناداری و مفلسی کی بنا پر لباس کی نعمت سے محروم ہے اور

242- اخرجه مسلم (2590)

Marfat.com

اتنا تنگدست و غریب ہے کہ اپنے ستر کو بھی نہیں چھپا سکتا تو چاہئے کہ اپنے اس نادار بھائی کی ستر پوشی کرے اس لئے کہ جو اپنے بھائی کی ستر پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں اور قیامت میں اس کے عیوب اور گناہوں کی پردہ پوشی فرمائے گا اور آخر میں عمومی طور پر یہ کلیہ بتا دیا گیا ہے کہ جب تک کوئی بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اور اللہ کی مخلوق کی خبر گیری میں مصروف رہتا ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت رہتی ہے۔

اعلانیہ گناہ کی بخشش نہ ہونے کا بیان

(243) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ، وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ، عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری اُمت کا ہر گناہ معاف ہو جائے گا ماسوائے اعلانیہ گناہ کے اور اعلانیہ گناہ میں یہ بات شامل ہے کوئی شخص رات کے وقت کوئی عمل کرے اور صبح کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی ہو اور وہ کہے۔ اے فلاں! میں نے گزشتہ رات یہ عمل کیا ہے اس کے پروردگار نے تو رات کے وقت اس کی پردہ پوشی کی تھی اور وہ صبح اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے پردے کو ختم کر رہا ہے۔

پردہ پوشی کرنے کی اہمیت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مدینہ کے کنارے میں نے ایک عورت کو گلے لگا کر سوائے صحبت کے اور سب کچھ کر لیا ہے، (یعنی صحبت تو نہیں کی لیکن بوس و کنار ہو گیا ہے اس لئے) میں حاضر ہو گیا ہوں جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں میرے بارے میں حکم فرمائیں۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے جو سزا بھی تجویز فرمائیں گے مجھے منظور ہو گی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جو اس وقت مجلس نبوی میں حاضر تھے یہ سن کر) فرمایا اللہ نے تو تمہارے عیب کی پردہ پوشی فرمائی تھی اگر تم بھی اپنے عیب کو چھپا لیتے تو (اچھا تھا) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کے حکم کے انتظار میں) اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ وہ آدمی کھڑا ہوا اور چلا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا جو اسے بلا لایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ آیت (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ، ہود: 114) دن کے اول و آخر اور رات کی چند ساعتوں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں اور یہ نصیحت، نصیحت ماننے والوں کے لئے ہے۔ لوگوں میں سے ایک آدمی (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا یہ حکم خاص طور پر اسی کے لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں: سب لوگوں کے لئے یہی حکم ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث، 541)

243- اخرجه البخاری (6069) ومسلم (2990)

Marfat.com

دن کے اول سے فجر اور آخر سے ظہر وعصر مراد ہیں اسی طرح، "رات کی چند ساعتوں" سے مراد مغرب وعشاء ہیں۔ حضرت ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے وہ تو ایک آدمی (ابوالیسر) کا واقعہ ہے اور یہ حدیث جو یہاں ذکر کی گئی ہے یہ کسی دوسرے صاحب کا واقعہ ہے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ یہ آیت بھی اس آدمی کے لئے دوسری مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ مگر محققین نے لکھا ہے کہ تعدد واقعہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت بھی مکرر نازل ہوئی ہو اور نہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی آیت جو پہلے آدمی کے بارے میں نازل ہوئی تھی بطور سند کے اس آدمی کے سامنے بھی تلاوت فرمادی۔

گناہ کرنے والی کنیز کو فروخت کرنے کا بیان

(244) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلتَّثْرِيْبُ": اَلتَّوْبِيْخُ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی کنیز زنا کرے اور اس کا زنا کرنا ثابت ہوجائے تو اسے حد کے طور پر کوڑے مارو لیکن اسے زبانی تکلیف نہ پہنچاؤ اگر وہ دوبارہ زنا کا ارتکاب کرے تو اسے حد کے طور پر کوڑے مارو لیکن زبانی نہ ڈانٹو پھر اگر وہ تیسری مرتبہ زنا کا ارتکاب کرے تو اسے فروخت کردو خواہ وہ بالوں کی ایک رسی کے عوض میں ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "تثریب" کا مطلب ڈانٹ ڈپٹ ہے۔

شرابی پر لعن طعن کرنے کی ممانعت کا بیان

(245) وَعَنْهُ، قَالَ: اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برجل قَدْ شَرِبَ خَمْرًا، قَالَ: "اضْرِبُوْهُ" قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ۔ فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللّٰهُ، قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا، لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطٰنَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

✧✧ انہی سے یہ روایت منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا، جس نے شراب پی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا اس شخص کو مارو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم میں سے کسی نے اسے ہاتھ کے ذریعے مارا اور کسی نے اپنے جوتے کے ذریعے مارا، کسی نے اپنے کپڑے کے ذریعے مارا۔ جب وہ اس سے فارغ ہوگئے تو ایک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسے نہ کہو اس کے خلاف تم شیطان کی مدد نہ کرو۔

244-اخرجه مالك (1564) والبخاری (2152) ومسلم (1703) وابو داؤد (4469) والترمذی (1445) والنسائی (7247) وابن ماجه (2565)

245-اخرجه البخاری (2777) و (2781)

Marfat.com

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

کسی مسلمان کو خاص کر کے لعنت بھیجنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا جس کا نام عبداللہ تھا مگر اس کی بیوقوفی کی وجہ سے اس کو حمار یعنی گدھا کہا جاتا تھا وہ اپنی حماقت آمیز باتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ شراب پینے کے جرم میں اس پر حد جاری فرما چکے تھے۔

پھر وہ ایک اور دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور اس کو کوڑے مارے گئے حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا اے اللہ تیری لعنت ہو، اس کو کتنی کثرت کے ساتھ بار بار شراب پینے کے جرم میں پکڑ کر لایا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو اللہ کی قسم! میں یہ جانتا ہوں کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 772)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی گنہگار کو مخصوص کر کے اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت قرب الٰہی کا سبب ہے لہٰذا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھنے والے پر لعنت بھیجنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے کیونکہ لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور کرنا۔

بَابٌ فِیْ قَضَاءِ حَوَائِجِ الْمُسْلِمِیْنَ

باب 29: مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنا

مسلمانوں کی بھلائی کے کام کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (الحج : 77)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''پس تم بھلائی کرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرلو''۔

یعنی فلاح (کامیابی) اللہ کی عبادت اور اطاعت یعنی افعال خیر اختیار کرنے میں ہے، نہ کہ اللہ کی عبادت واطاعت سے گریز کر کے محض مادی اسباب و وسائل کی فراہمی اور فراوانی میں، جیسا کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں۔

مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی فضیلت کا بیان

(246) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لاَ يَظْلِمُهُ، وَلاَ يُسْلِمُهُ . مَنْ كَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِيْهِ، كَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس

246- بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن حبان (533) بیہقی (94/6)، احمد ج (2)

پر ظلم نہیں کرتا وہ اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑتا جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں مشغول ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس کی قیامت کے دن کی پریشانی دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (متفق علیہ)

شرح

مسلمان کی حاجت روائی کی فضیلت کو جامع صغیر کی روایت میں جس کو خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے یوں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی کسی حاجت وضرورت کو پورا کیا تو اس کو حج وعمرہ کرنے والے شخص کی ثواب مانند ثواب ملتا ہے۔

مسلمان بھائی سے دنیاوی تکلیف کو دور کرنے کی فضیلت کا بیان

(247) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْیَا، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ، وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی، یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ، وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ. وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص کسی مسلمان کی کوئی دنیاوی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے قیامت کے دن کی تکلیف کو دور کرے گا اور جو شخص کسی تنگ دست کو آسانی فراہم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دنیا اور آخرت میں آسانی فراہم کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں مشغول رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مشغول رہتا ہے اور جو شخص کسی راستے پہ چلتا ہے تاکہ اس پر چل کر علم حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے اور جب بھی کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر میں اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں تو ان پہ سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اپنے پاس موجود (فرشتوں) میں کرتا ہے اور جس شخص کا عمل اسے سست کر دے تو اس کا نسب اسے تیز نہیں کر سکتا۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

247- اخرجه البخاری (2442) ومسلم (2080) وابو داؤد (3893) والترمذی (1426) وابن حبان (533) والبیهقی (94/6) واحمد (2/5358)

Marfat.com

قیامت کے دن فرشتے کا آگ سے بچانے کا بیان

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی عزت کو منافق کے شر سے بچائے گا اللہ اس کے لئے ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر ایسی چیز یعنی کسی عیب و برائی کی تہمت لگائے گا جس کے ذریعہ اس کے مقصد اس مسلمان کی ذات کو عیب دار کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ اس تہمت لگانے کے وبال سے نکل جائے۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 917)

یہاں منافق سے مراد غیبت کرنے والا ہے اور عیب جو شخص ہے اس کو منافق اس لئے فرمایا گیا ہے کہ غیبت کرنے والا کبھی بھی کسی شخص کے منہ پر اس کی برائی نہیں کرتا بلکہ اگر وہ سامنے ہوتا ہے تو دل میں اس کی طرف سے برائی رکھنے کے باوجود اس کی خیر خواہی کا دم بھرتا ہے اور پیٹھ پیچھے اس پر عیب لگاتا ہے غیبت کرنا اور عیب جوئی منافق کا کام ہے جس کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ۔ حدیث کے آخری الفاظ حتی یخرج مما قال کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ شخص اپنی اتہام تراشی کے گناہ سے صاف نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی گلو خاصی ممکن نہیں ہوگی۔

بَابُ الشَّفَاعَةِ

باب 30: شفاعت کا بیان

لفظ شفاعت کے معنی و مفہوم کا بیان

شفاعت کے لفظی معنے ملنے یا ملانے کے ہیں اسی وجہ سے لفظ شفعہ عربی زبان میں جوڑے کے معنی میں آتا ہے اور اس کے بالمقابل لفظ وتر بمعنے طاق استعمال کیا جاتا ہے اس لئے شفاعت کے لفظی معنی یہ ہوئے کہ کسی کمزور طالب حق کے ساتھ اپنی قوت ملا کر اس کو قوی کر دیا جائے، یا بیکس اکیلے شخص کے ساتھ خود مل کر اس کو جوڑا بنا دیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز شفاعت سفارش کے لئے ایک تو یہ شرط ہے کہ جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو، دوسرے یہ کہ وہ اپنے مطالبہ کو بوجہ کمزوری خود بڑے لوگوں تک نہیں پہنچا سکتا، آپ پہنچا دیں، اس سے معلوم ہوا کہ خلاف حق سفارش کرنا یا دوسروں کو اس کے قبول پر مجبور کرنا شفاعت سیہ یعنی بری سفارش ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سفارش میں اپنے تعلق یا وجاہت سے طریقہ دباؤ اور اجبار کا استعمال کیا جائے تو وہ بھی ظلم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اسلئے وہ بھی شفاعت سیہ میں داخل ہے۔

اب خلاصہ یہ ہو گیا کہ جو شخص کسی شخص کے جائز حق اور جائز کام کے لئے جائز طریقہ پر سفارش کرے تو اس کو ثواب کا حصہ ملے گا اور اسی طرح جو کسی ناجائز کام کے لئے یا ناجائز طریقہ پر سفارش کرے گا اس کو عذاب کا حصہ ملے گا۔ حصہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص سے سفارش کی گئی ہے وہ جب اس مظلوم یا محروم کا کام کر دے تو جس طرح اس کام کرنے والے افسر کو ثواب ملے گا، اسی طرح سفارش کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔

Marfat.com

اسی طرح کسی ناجائز کام کی سفارش کرنے والا بھی گنہگار ہوگا اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ سفارش کرنے والے کا ثواب یا عذاب اس پر موقوف نہیں کہ اس کی سفارش مؤثر اور کامیاب بھی ہو بلکہ اس کو بہر حال اپنا حصہ ملے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الدال علے الخیر کفاعلہ (رواہ البزار عن ابن مسعود والطبرانی عنہ وعن سہل بن سعد بحوالہ مظہری) یعنی جو شخص کسی نیکی پر کسی کو آمادہ کردے اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا اس نیک عمل کرنے والے کو

اسی طرح ابن ماجہ کی ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یعنی جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں ایک کلمہ سے بھی مدد کی تو وہ قیامت میں حق تعالیٰ کی پیشی میں اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی پیشانی پر یہ لکھا ہوگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم و مایوس ہے۔

شفاعت اخروی اور دینی کے مفہوم کا بیان

شفاعت کے معنی "شفاعت کا مطلب ہے گناہوں کی معافی کی سفارش کرنا!" چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن بارگاہ رب العزت میں گنہگار اور مجرم بندوں کے گناہوں اور جرموں کے معاف کیے جانے کی درخواست پیش کریں گے اس لئے عام طور پر "شفاعت" کا لفظ اسی مفہوم کے لئے استعمال ہوتا! ویسے "شفاعت" کا لفظ شفع سے نکلا ہے جس کے اصل معنی جوڑا (جفت) کرنے، کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ ملانے کے ہیں وتر (بمعنی طاق) کے مقابلہ پر شفع (بمعنی جفت) کا لفظ آتا ہے وہ اس معنی کے اعتبار سے ہے۔ اسی طرح زمین یا مکان میں ہمسائیگی کی وجہ سے جو حق خرید حاصل ہوتا ہے اس کو بھی "شفعہ" اسی معنی کی مناسبت سے کہا جاتا ہے۔ پس "شفاعت" میں بھی یہ معنی اس اعتبار سے موجود ہیں کہ شفاعت کرنے والا جرم و گناہ کرنے والے کی معافی کی درخواست پیش کر کے گویا خود کو اس مجرم و گناہ گار) کے ساتھ ملاتا ہے۔

شفاعت کی دو قسمیں جن لوگوں نے اس دنیا میں کبیرہ اور صغیرہ گناہ کیئے ہونگے ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا قبول ہونا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ واضح رہے کہ شفاعت کی مختلف نوعیتیں ہوں گی۔ اور وہ تمام نوعیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے ثابت ہیں چنانچہ ان میں سے بعض تو ایسی ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مخصوص ہوں گی اور بعض ایسی ہیں جن میں دوسروں کے ساتھ مشارکت ہوگی لیکن شفاعت کا دروازہ چونکہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کھولیں گے اس لئے حقیقت میں تمام شفاعتیں لوٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف منسوب ہوں گی اور علی الاطلاق تمام شفاعتوں کے والی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

شفاعت کی اقسام کا بیان

شفاعت کی سب سے پہلی قسم "شفاعت عظمی" ہے اور یہ وہ شفاعت ہے جو تمام مخلوق کے حق میں ہوگی۔ اور یہ شفاعت کرنے کا شرف صرف ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ انبیاء کرام صلواۃ اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی کسی کو اس شفاعت کی مجال و جرأت نہیں ہوگی اور اس شفاعت عظمی" سے مراد ہے تمام میدان حشر کے لوگوں کو راحت دینے، وقوف کی طوالت و شدت کو ختم کرنے، حساب کتاب اور پروردگار کے آخری فیصلے کو ظاہر کرنے اور تمام لوگوں کو محشر کی ہولناکیوں، شدتوں اور سختیوں سے چھٹکارا

Marfat.com

دینے کی سفارش کرنا اس کی تفصیل احادیث سے معلوم ہوگی۔

شفاعت کی دوسری قسم وہ ہے جس کے ذریعہ ایک طبقہ کو حساب کتاب کے بغیر جنت میں پہنچانا مقصود ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے اس شفاعت کا ثبوت بھی منقول ہے بلکہ بعض حضرات کے نزدیک یہ شفاعت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔

شفاعت کی تیسری قسم وہ ہے جس کی مدد سے ان لوگوں کو جنت میں پہنچانا مقصود ہوگا جن کے نامہ اعمال میں ثواب اور گناہ مساوی طور پر ہوں گے۔

شفاعت کی چوتھی قسم وہ ہے جس کے ذریعہ ان لوگوں کو جنت میں پہنچانا مقصود ہوگا جو اپنے گناہ اور جرائم کی سزا بھگتنے کے لئے دوزخ کے مستوجب قرار پائیں گے۔ چنانچہ آنحضرت ان لوگوں کے حق میں شفاعت کریں گے اور ان کو جنت میں داخل کرائیں گے۔

شفاعت کی پانچویں قسم وہ ہے جس کے ذریعہ کچھ لوگوں کے درجات و مراتب اور ان کے اعزاز و اکرام میں ترقی اور اضافہ کرنا مقصود ہوگا۔

شفاعت کی چھٹی قسم وہ ہے جو ان گناہ گاروں کے حق میں ہوگی جنہیں دوزخ میں ڈالا جائے گا اور وہ اس شفاعت کے بعد وہاں سے نکال کر جنت میں پہنچائے جائیں گے، اس شفاعت کا حق مشترکہ ہوگا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء، ملائکہ، علماء اور شہدا بھی اپنے اپنے طور پر اور اپنے اپنے لوگوں کے لئے یہ شفاعت کریں گے۔

شفاعت کی ساتویں قسم وہ ہے جس کے ذریعہ ان لوگوں کے عذاب میں تخفیف کرانا مقصود ہوگا جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب و دوزخ کے مستوجب قرار دیئے جاچکے ہوں گے۔

شفاعت کی نویں قسم وہ ہے جو صرف اہل مدینہ کے حق میں ہوگی۔ اور شفاعت کی دسویں قسم وہ ہے جو امتیاز و اختصاص کے طور پر صرف ان لوگوں کے حق میں کی جائے گی۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل کیا جائے گا۔

علماء نے کہا ہے کہ شفاعت کے متعدد مواقع و محل ہوں گے، شفاعت کا سب سے پہلا موقع تو وہ ہوگا جب لوگوں کو درگاہ رب العزت میں پیش کرنے کے لئے میدان محشر میں لا کھڑا کر دیا جائے گا۔ اس وقت لوگ خوف و خجالت کے پسینے میں غرق ہوں گے، ہر ایک پر ہیبت و دہشت چھائی ہوگی ہر شخص مواخذہ و عذاب کے خوف سے کانپ رہا ہوگا اس وقت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے تاکہ لوگوں کو کچھ اطمینان و راحت مل جائے اور وہ بیٹھ کر دم لے سکیں پھر جب درگاہ رب العزت سے حکم ہوگا کہ ان سب کو لے جایا جائے اور حساب لیا جائے تو اس موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم درخواست کریں گے کہ ان کو حساب سے مستثنیٰ قرار دیا جائے اور یوں ہی معاف فرما دیا جائے اور اگر سب کا حساب ضروری لیا جانا ہو تو سرسری حساب پر اکتفا کر لیا جائے، حساب میں سختی و شدت اور سخت باز پرس نہ کی جائے، کیونکہ جو بھی سخت حساب سے دوچار ہوگا، اس کا عذاب سے بچنا ممکن ہی نہیں ہوگا۔ پھر حساب کے بعد جو لوگ مستوجب عذاب قرار پائیں گے، ان کو دوزخ میں بھیجا جائے گا تو یہ موقع بھی شفاعت کا ہوگا تا آنکہ ان کو

Marfat.com

دوزخ میں بھیج دیا جائے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے اور ان کو دوزخ سے نکلوا کر جنت میں پہنچوائیں گے۔
غرضیکہ ان ہولناک مواقع پر شروع سے لے کر آخر تک رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور غفار وکریم پروردگار کی رحمت وعنایت سے عفو وکرم کی بہت کچھ امید رکھنی چاہئے۔ ویسے جو کچھ بھی فیصلہ صادر ہو۔

اچھی سفارش کرنے والے کیلئے ثواب کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا﴾ (النساء : 85)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور کون شخص اچھی سفارش کرے گا تا کہ اسے بھی اس میں سے حصہ ملے''۔

اس آیت میں شفاعت یعنی سفارش کو اچھی اور بری دو قسموں میں تقسیم فرما کر اس کی حقیقت کو بھی واضح کر دیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ نہ ہر سفارش بری ہے اور نہ ہر سفارش اچھی، ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ اچھی سفارش کرنے والے کو ثواب کا حصہ ملے گا اور بری سفارش کرنیوالے کو عذاب کا، آیت میں اچھی سفارش کے ساتھ نصیب کا لفظ آیا ہے، اور بری سفارش کے ساتھ کفل کا اور لغت میں دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی کسی چیز کا ایک حصہ لیکن عرف عام میں لفظ نصیب اچھے حصہ کے لئے بولا جاتا ہے اور لفظ کفل اکثر برے حصہ کے لئے استعمال کرتے ہیں، اگرچہ کہیں کہیں اچھے حصہ کے لئے بھی لفظ کفل استعمال ہوا ہے، جیسے قرآن کریم میں کفلین من رحمتہ ارشاد ہے۔

یعنی اگر کوئی نیک کام میں سعی سفارش کرے جیسا نبی علیہ السلام کا مسلمانوں کو جہاد کی تاکید فرمانا یا کوئی بری بات میں ساعی ہو جیسا منافق اور سست مسلمانوں کا جہاد سے ڈر کر دوسروں کو بھی ڈرانا تو اول صورت میں ثواب کا اور دوسری صورت میں گناہ کا حصہ ملے گا ایسے ہی اگر کوئی محتاج کی سفارش کر کے دولت مند سے کچھ دلوا دے تو یہ بھی خیرات کے ثواب میں شریک ہوگا اور جو کوئی کافر مفسد یا سارق کو سفارش کر کے چھڑا دے پھر وہ فساد اور چوری کرے تو یہ بھی شریک ہوگا فساد اور چوری میں۔

اچھے کام پر سفارش کرنے کے مستحسن ہونے کا بیان

(248) وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ أَقْبَلَ عَلٰى جُلَسَائِهٖ، فَقَالَ: "اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا، وَيَقْضِى اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا أَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِىْ رِوَايَةٍ: "مَا شَاءَ".

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت

248- بخاری کتاب الزکوۃ باب الادب وباب التوحید' مسلم باب السنہ' احمد (19601) ابو داؤد باب الادب' ترمذی فی العلم' نسائی فی الزکوٰۃ' مزی کہتے ہیں ابوداؤد کے ہاں یہ ابوبکر بن واسہ کی روایت میں ہے۔ بخاری کی روایت میں ماشاء کے الفاظ بھی ہیں کائنات میں کفر وعصیان یہ مولیٰ کی مشیت وارادہ سے تو ہے لیکن اس کی رضاء اور محبت سے نہیں جیسا فرمایا: ولا یرضی لعبادہ الکفر' القضاعی فی مسند الشہاب (620)

Marfat.com

حاضر ہوتا تو آپ حاضرین سے ارشاد فرماتے تم اس کی سفارش کرو تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبانی جو پسند کرے فیصلہ سنا دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں "ما شاء" کے الفاظ ہیں۔

شرح

کسی کی سفارش کرنا گویا اس کے ساتھ ہمدردی کرنا اور اس کی مدد کرنا ہے اس لئے حضور نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ تم لوگوں کی سفارش کرتے رہا کرو خواہ تمہاری سفارش قبول کی جائے یا نہ کی جائے کیونکہ کسی کا کام ہونا یا نہ ہونا تقدیر الٰہی اور حکم الٰہی کے مطابق ہے لہٰذا تم اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ شاید میری سفارش قبول نہ ہو، سفارش کرنے سے اجتناب نہ کرو اور اس کا ثواب ہاتھ سے نہ جانے دو۔

واضح رہے کہ سفارش کا حکم ان امور و معاملات سے متعلق ہے کہ جو کسی ناجائز حرام مقصد پر مبنی نہ ہو نیز اگر کوئی شخص کسی ایسے معاملے میں ماخوذ ہو جو حد یعنی شریعت کی طرف سے متعین شدہ سزا کو لازم کرتا ہے تو اس صورت میں اس وقت سفارش کرنا جائز نہیں ہوگا جب کہ وہ معاملہ امام وقت تک پہنچ چکا ہو، اگر وہ معاملہ امام تک نہ پہنچا ہو تو پھر سفارش کی جا سکتی ہے ہاں تعزیری معاملات میں بہر صورت سفارش کرنا جائز ہے نیز یہ ساری تفصیل اس صورت سے متعلق ہے جبکہ وہ شخص موذی و شریر نہ ہو، جس کی سفارش کرنا مقصود ہے موذی اور شریر کی سفارش کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت بریرہ اور سفارش کا بیان

(249) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي قِصَّةِ بَرِيْرَةَ وَزَوْجِهَا، قَالَ: قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ رَاجَعْتِهِ؟" قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَاْمُرُنِيْ؟ قَالَ: "اِنَّمَا اَشْفَعُ" قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بریرہ اور اس کے شوہر کے قصے کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ان سے کہا اگر تم اس کے پاس واپس چلی جاؤ (تو یہ مناسب ہوگا) اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا: میں سفارش کر رہا ہوں تو اس نے عرض کی: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

بریرہ کا مذکورہ بالا واقعہ تفصیلی طور پر کتاب البیوع میں گزر چکا ہے یہ بطور لونڈی ایک یہودی کی ملکیت میں تھیں پھر حضرت عائشہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا چنانچہ بریرہ کی خریداری کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

249- اخرجه احمد (7/19601) والبخاری (1432) ومسلم (2627) وابو داؤد (5131) والترمذی (2672) والنسائی (2555) وابن حبان (531) والقضاعی (620)

Marfat.com

فرمایا کہ پہلے اسے اس کے مالکوں سے خرید لو اور پھر اس کو آزاد کر دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت عائشہ نے اسے خریدا اور پھر آزاد کر دیا، بریرہ کا خاوند چونکہ غلام تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو یہ اختیار دیدیا تھا کہ آزاد ہونے کے بعد اگر چاہو تو تم اپنے خاوند کے نکاح میں حسب سابق رہو اور اگر اس کے نکاح میں رہنا نہ چاہو تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ، اس اختیار کے پیش نظر بریرہ نے علیحدگی کو اختیار کیا اور اپنے خاوند سے قطع تعلق کر لیا۔ حدیث کا آخری جملہ (ولو کان حرا) الخ اور اگر اس کا خاوند آزاد ہوتا الخ بظاہر حضرت عروہ کا اپنا قول معلوم ہوتا ہے اور ائمہ ثلثہ یعنی حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ لونڈی کو آزاد ہونے کے بعد اپنے نکاح کو باقی یا فسخ کرنے کا اختیار اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کا خاوند غلام ہوتا کہ وہ آزاد ہو جانے کے بعد ایک غلام کے نکاح میں رہنے کو عار محسوس نہ کرے، اگر اس کا خاوند غلام نہ ہو تو پھر اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہو گا لیکن حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اسے بہر صورت یہ اختیار حاصل ہوتا ہے، خواہ اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو۔ دونوں طرف کے علماء کی دلیلیں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور اگر میاں بیوی دونوں ایک ساتھ آزاد ہوں تو تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس صورت میں بیوی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا اسی طرح اگر شوہر آزاد ہو جائے تو اسے اپنا نکاح باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی بیوی آزاد ہو یا لونڈی ہو۔ اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر ایک سیاہ فام تھا جس کو مغیث کہا جاتا تھا میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ منظر ہے جب وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر اس کی داڑھی پر گرتے تھے چنانچہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ عباس کیا تمہیں اس پر حیرت نہیں ہے کہ مغیث بریرہ کو کتنا چاہتا ہے اور بریرہ مغیث سے کتنا نفرت کرتی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے بھی فرمایا کہ بریرہ کاش تم مغیث سے رجوع کرتیں (یعنی مغیث سے دوبارہ نکاح کر لیتیں) بریرہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے بطور وجوب اس کا حکم دے رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بریرہ میں تو سفارش کر رہا ہوں یعنی بطور وجوب نہیں بلکہ بطریق استحباب تمہیں حکم دے رہا ہوں بریرہ نے کہا کہ مجھے اس سے رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (یعنی مجھے اس کے پاس رہنا منظور نہیں ہے) (بخاری) تشریح: چونکہ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغیث یعنی بریرہ کا شوہر آزد تھا اس لئے اگر اس حدیث کے ابتدائی جملہ کی یہ وضاحت کی جائے کہ مغیث بدصورتی میں ایک سیاہ فام غلام کی مانند تھا یا یہ کہ مغیث پہلے تو غلام تھا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے لیکن پھر آزاد کیا گیا اور وہ آزاد ہو گیا تو اس صورت میں روایتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں رہے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سردار حاکم کو اپنی رعایا سے کسی کے حق میں جائز کام کی سفارش کرنا ایک اچھی بات ہے اسی طرح حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اپنے سردار حاکم کی سفارش کو قبول کرنا واجب نہیں ہے اور نہ اس سفارش کو نہ ماننے کی وجہ سے اس سے سردار حاکم کو کوئی مؤاخذہ کرنے کا حق حاصل ہے نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سے اس کی بدصورتی و بدخلقی کی وجہ سے تعلق نہ رکھنا جائز ہے۔

Marfat.com

بَابُ الْاِصْلَاحِ بَیْنَ النَّاس
باب 31: لوگوں کے درمیان صلح کروانا

صلح کے معنی ومفہوم کا بیان

"صلح" اصل میں صلاح اور صلوح کا اسم ہے جو فساد بمعنی تباہی کے مقابلہ پر استعمال ہوتا ہے۔ اسلامی مملکت کے سربراہ کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ نظریہ توحید کے مطابق عالمگیر امن کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے، تبلیغ اسلام کی مطمح نظر کی خاطر انسانی سلامتی و آزادی کی حفاظت اور سیاسی وجنگی مصلح کے پیش نظر دشمن اقوام سے معاہدہ صلح وامن کرلے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں اپنے سب سے بڑے دشمن کفار مکہ سے صلح کی جو "صلح حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ صلح کی مقدار دس سال مقرر کی گئی تھی اور حدیث وتاریخ کے اس متفقہ فیصلہ کے مطابق کہ حدیبیہ کا یہی وہ معاہدہ صلح ہے جس نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ واشاعت کی راہ میں بڑی آسانیاں پیدا کی بلکہ دنیا کو معلوم ہوگیا کہ اسلام، انسانیت اور امن کے قیام کا حقیقی علم دار ہے اور مسلمان اس راہ میں اس حد تک صادق ہیں کہ جنگ جو عرب اور بالخصوص کفار مکہ کے وحشیانہ تشدد اور عیارانہ سازشوں کے باوجود اس معاہدہ کی پوری پوری پابندی کرتے رہے لیکن اس معاہدہ صلح کی مدت پر تین سال ہی گذرے تھے کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بنوخزاعہ کے مقابلہ پر جنگ کرنے والے بنوبکر کی مدد کر کے اس معاہدہ کو توڑ ڈالا۔

مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ﴾ (النساء: 114)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''ان کی اکثر باتوں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی ماسوائے اس کے جو صدقہ کا حکم دے یا جو نیکی کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان صلح کروائے''۔

لوگوں کے اکثر کلام بے معنی ہوتے ہیں سوائے ان کے جن کی باتوں کا مقصد دوسروں کی بھلائی اور لوگوں میں میل ملاپ کرانا ہو، حضرت سفیان ثوری کی عیادت کے لئے لوگ جاتے ہیں ان میں سعید بن حسان بھی ہیں تو آپ فرماتے ہیں سعید تم نے ام صالح کی روایت سے جو حدیث بیان کی تھی آج اسے پھر سناؤ، آپ سند بیان کر کے فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی تمام باتیں قابل مواخذہ ہیں بجز اللہ کے ذکر اور اچھے کاموں کے بتانے اور برے کاموں سے روکنے کے، حضرت سفیان نے کہا یہی مضمون اس آیت میں ہے، یہی مضمون آیت (یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَةُ صَفًّا لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا، النبأ 38:) میں ہے یہی مضمون سورہ والعصر میں ہے مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لوگوں کی آپس میں محبت بڑھانے اور صلح صفائی کے لئے جو بھی بات کہے اِدھر اُدھر سے کہے یا قسم اٹھائے وہ جھوٹوں میں داخل نہیں، حضرت ام کلثوم بنت عقبہ فرماتی ہیں میں نے آپ کو اِدھر کی بات اُدھر کہنے کی تین صورتوں میں اجازت دیتے ہوئے سنا ہے "جہاد کی ترغیب میں، لوگوں میں صلح کرانے اور میاں بیوی کو ملانے کی صورت میں" یہ ہجرت کرنے والیوں اور بیعت کرنے والیوں میں سے ہیں۔ ایک

Marfat.com

اور حدیث میں ہے کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاؤں؟ جو روزہ نماز اور صدقہ سے بھی افضل ہے لوگوں نے خواہش کی تو آپ نے فرمایا وہ آپس میں اصلاح کرانا ہے فرماتے ہیں اور آپس کا فساد نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے (ابوداؤد وغیرہ)

بزار میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب سے فرمایا آمیں تجھے ایک تجارت بتاؤں لوگ جب لڑ جھگڑ رہے ہوں تو ان میں مصالحت کرادے جب ایک دوسرے سے رنجیدہ ہوں تو انہیں ملادے۔

زوجین کے درمیان صلح کے بہتر ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء: 128)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''صلح زیادہ بہتر ہے''۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ اس جگہ حق تعالیٰ نے ان یصلحا بینهما صلحاً فرمایا یعنی میاں بیوی دونوں آپس میں کسی صورت پر مصالحت کرلیں۔ اس میں لفظ بینهما سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ میاں بیوی کے معاملات میں بہت بہتر یہ ہے کہ کوئی تیسرا دخیل نہ ہو، یہ دونوں خود ہی آپس میں کوئی بات طے کرلیں، کیونکہ تیسرے کے دخل سے بعض اوقات تو مصالحت ہی ناممکن ہو جاتی ہے اور ہو بھی جائے تو طرفین کے عیوب تیسرے آدمی کے سامنے بلاوجہ آتے ہیں جس سے بچنا دونوں کے لئے مصلحت ہے۔

مذکورہ آیت کے آخر میں فرمایا: وان تحسنوا وتتقوا فان الله کان بما تعلمون خبیراً یعنی ایسے حالات میں جبکہ بیوی سے تمہارا دل نہیں ملتا اور اس وجہ سے تم اس کے حقوق ادا کرنا مشکل سمجھ کر آزاد کرنا چاہتے ہو تو گو ضابطہ میں تمہیں آزاد کردینے کا اختیار بھی حاصل ہے اور آیت کے ابتدائی جملہ کی رو سے عورت کے کچھ مطالبات چھوڑنے پر صلح کرلینا بھی جائز ہے، لیکن اگر حق تعالیٰ کے خوف کو سامنے رکھ کر احسان سے کام لو اور دل نہ ملنے کے باوجود اس کے تعلق کو بھی نبھاؤ اور اس کے سب حقوق بھی پورے کرو، تو تمہارا یہ حسن عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے، جس کا یہ نتیجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس تحمل اور حسن عمل کا بدلہ ایسی نعمتوں اور حقوق سے دے گا جس کا تم کوئی تصور بھی نہیں کرسکتے اور شاید اسی وجہ سے یہاں صرف یہ بتلا کر چھوڑ دیا کہ تمہارا یہ حسن عمل ہمارے سامنے ہے، اس کا ذکر نہیں کیا کہ اس کا بدلہ کیا دیں گے؟ اشارہ اس طرف ہے کہ وہ بدلہ تمہارے وہم وخیال سے بھی زائد ہو گا۔

متعلقہ آیات کے مضمون کا خلاصہ یہ ہو گیا کہ شوہر جب یہ دیکھے کہ کسی وجہ سے اس کا دل اپنی بیوی سے نہیں ملتا اور اس کے حقوق پورے نہیں ہوتے تو جہاں تک بیوی کے اختیاری معاملات کا تعلق ہے ان کی تو اصلاح کی کوشش کرے، تنبیہ کے لئے عارضی طور پر بے رخی، زبانی تنبیہ اور مجبوری معمولی مار پیٹ بھی کرنا پڑے تو کرے، جیسا کہ سورہ نساء کی شروع کی آیات میں گزر چکا ہے اور اگر ساری کوششوں کے باوجود اصلاح سے مایوس ہو جائے، یا معاملہ کوئی ایسا ہے جس کا درست کرنا عورت کے اختیار ہی میں نہیں، تو اب اس کو قانون شرع یہ حق دیتا ہے کہ خوش اسلوبی کے ساتھ بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے طلاق دے کر آزاد کردے، لیکن اگر وہ اس کے تعلق کو اسی حالت میں نبھائے، اپنے حقوق کو نظرانداز اور اس کے حقوق پورے پورے ادا کرے تو یہ اس کے لئے افضل واعلیٰ اور موجب ثواب عظیم ہے، اس کے بالمقابل اگر معاملہ برعکس ہو کہ مرد حقوق واجبہ نہیں ادا کرتا، اس لئے عورت آزادی چاہتی ہے تو

Marfat.com

اس صورت میں اگر شوہر بھی آزاد کرنے پر راضی ہے تو معاملہ صاف ہے، عورت کو بھی یہ حق ملتا ہے کہ جب شوہر اداء حقوق میں کوتاہی کی بناء پر اس کو آزاد کرنا چاہے تو عورت بھی اپنی آزادی اختیار کر لے اور اگر شوہر با اختیار خود آزاد کرنے پر آمادہ نہیں تو عورت کو حق پہنچتا ہے کہ اسلامی عدالت سے اپنی آزادی کا مطالبہ کر کے آزاد ہو جائے لیکن اگر وہ شوہر کی بے رخی اور کج روی پر صبر کر کے اپنے حقوق کا مطالبہ چھوڑ کر اس کو نبھائے اور شوہر کے حقوق کو ادا کرے تو یہ اس کے لئے افضل و اعلیٰ اور موجب ثواب عظیم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف اپنی تکلیف کو دور کرنے اور اپنا حق وصول کرنے کا فریقین کو قانونی حق قرآن کریم نے دے دیا دوسری طرف دونوں کو بلند اخلاقی اور اپنے حقوق کے ترک کرنے پر صبر کی تلقین فرما کر یہ ہدایت فرمادی کہ جہاں تک ممکن ہو اس تعلق کو قطع کرنے سے بچنا چاہئے اور چاہئے کہ جانبین سے کچھ کچھ حقوق ترک کر کے کسی خاص صورت پر صلح کر لیں۔

اس آیت کے شروع میں تو میاں بیوی کے باہمی اختلاف کے وقت صلح کا صرف جائز ہونا بتلایا گیا ہے اور آخر آیت میں صلح نہ ہونے کی صورت میں بھی صبر و تحمل کے ساتھ تعلق نبھانے کی تلقین فرمائی گئی ہے، درمیان میں ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا ہے جس سے مصالحت کا پسندیدہ اور افضل و بہتر ہونا ثابت ہوتا ہے، ارشاد ہے والصلح خیر یعنی باہم مصالحت کرنا بہتر ہے اور یہ جملہ ایسے عام عنوان سے بیان فرمایا جس میں زیر بحث میاں بیوی کے جھگڑے بھی داخل ہیں اور دوسری قسم کے گھریلو اختلافات بھی اور تمام دنیا کے معاملات کے باہمی جھگڑے اور خصومات و مقدمات بھی کیونکہ الفاظ قرآن عام ہیں کہ صلح بہتر ہے۔

خلاصہ مضمون یہ کہ طرفین سے اپنے اپنے پورے مطالبہ پر اڑے رہنے کے بجائے یہ بہتر ہے کہ طرفین اپنے کچھ مطالبات دستبردار ہو کر کسی درمیاین صورت پر رضامندی کے ساتھ مصالحت کر لیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یعنی مسلمانوں کے درمیان ہر طرح کی مصالحت جائز ہے، بجز اس صلح کے جس میں کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام ٹھہرایا گیا ہو اور مسلمانوں کو اپنی مانی ہوئی شرطوں پر قائم رہنا چاہئے، بجز ان شرائط کے جن کے ذریعہ کسی حلال کو حرام قرار دیا گیا ہو۔

مثلاً کسی عورت سے اس بات پر صلح کر لینا جائز نہیں کہ اس کے ساتھ اس کی بہن کو بھی نکاح میں رکھا جائے، کیونکہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا شرعاً حرام ہے، یا اس پر صلح کرے کہ دوسری بیوی کے حقوق ادا نہ کرے گا، کیونکہ اس میں ایک حلال کو حرام ٹھہرانا ہے۔

اور روایت میں چونکہ عموم کے ساتھ ہر صلح کو جائز قرار دیا ہے اس عموم سے امام اعظم رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ نکالا کہ صلح کی سب اقسام جائز ہیں خواہ اقرار کے ساتھ ہو جیسے مدعا علیہ یہ اقرار کرے کہ مدعی کے دعوے کے مطابق میرے ذمہ اس کے ایک ہزار روپیہ واجب الادا ہیں، پھر مصالحت اس پر ہو جائے کہ مدعی اس میں سے کچھ رقم چھوڑ دے، یا اس رقم کے معاوضہ میں اس سے کوئی چیز لے لے، یا مدعا علیہ دعوے کے بارے میں اقرار و انکار کچھ نہ کرے اور کہے کہ حقیقت میں جو کچھ بھی ہو میں چاہتا ہوں کہ تم اس صورت پر صلح کر لو، یا مدعا علیہ دعوے سے قطعی انکار کر لو، لیکن انکار کے باوجود جھگڑا قطع کرنے کے لئے کچھ دینے پر راضی ہو جائے اور اس پر صلح ہو جائے، یہ تینوں قسمیں صلح کی جائز ہیں، سکوت اور انکار کی صورت میں بعض ائمہ فقہاء کا اختلاف بھی ہے۔

آخر میں ایک مسئلہ قابل ذکر ہے جس کا تعلق زوجین کی باہمی مصالحت سے ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے وہ یہ کہ اگر کسی عورت نے اپنے بعض حقوق کا مطالبہ ترک کر دینے پر صلح کر لی تو یہ صلح عورت کے اس حق کو قطعی طور پر ختم کر دے گی جو بوقت

Marfat.com

صلح شوہر کے ذمہ عائد ہو چکا ہے، جیسے دین مہر کہ وہ شوہر پر اس صلح سے پہلے واجب الاداء ہو چکا ہے، لہٰذا جب وہ پورا مہر یا اس کا کوئی جز معاف کر دینے پر صلح کرے تو یہ مہر یا اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔

اس کے بعد اس کو مطالبہ کا حق باقی نہ رہے گا، لیکن جو حقوق ایسے ہیں کہ بوقت صلح ان کی ادائیگی شوہر پر واجب ہی نہ تھی، مثلاً آئندہ زمانہ کا نان نفقہ یا حق شب باشی جس کا وجوب آنیوالے زمانہ میں ہوگا، بالفعل اس کے ذمہ واجب الادا نہیں ہے ان حقوق کو ترک پر اگر مصالحت کر لی گئی تو عورت کا حق مطالبہ ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ جب اس کا دل چاہے یہ کہہ سکتی ہے کہ آئندہ میں اپنا یہ حق چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، اس صورت میں شوہر کو اختیار ہوگا کہ اس کو آزاد کر دے (تفسیر مظہری، سورہ نساء، بیروت)

آپس میں صلح کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ (الانفال: 1)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو''۔

جس میں صحابہ کرام کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات کو درست رکھو اس میں اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جو غزوہ بدر میں اموال غنیمت کی تقسیم کی بابت صحابہ کرام کے آپس میں پیش آ گیا تھا جس میں باہمی کشیدگی اور ناراضی کا خطرہ تھا۔ حق تعالیٰ نے تقسیم غنیمت کا قضیہ تو خود اس آیت کے ذریعہ طے فرما دیا۔ اب ان کے دلوں کی اصلاح اور باہمی تعلقات کی خوشگواری کی تدبیر بتلائی گئی ہے جس کا مرکزی نقطہ تقویٰ اور خوف خدا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جب تقویٰ اور خوف خدا و آخرت غالب ہوتا ہے تو بڑے بڑے جھگڑے منٹوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔ باہمی منافرت کے پہاڑ گرد بن کر اڑ جاتے ہیں۔

اہل ایمان کا ایک دوسرے کے بھائی ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (الحجرات: 10)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک اہل ایمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کروادو''۔

حضرت سدی فرماتے ہیں عمران نامی ایک انصاری تھے ان کی بیوی صاحبہ کا نام ام زید تھا اس نے اپنے میکے جانا چاہا خاوند نے روکا اور منع کر دیا کہ میکے کا کوئی شخص یہاں بھی نہ آئے، عورت نے یہ خبر اپنے میکے کہلوا دی وہ لوگ آئے اور اسے بالا خانے سے اتار لائے اور لے جانا چاہا ان کے خاوند گھر پر تھے نہیں خاوند والوں نے اس کے چچا زاد بھائیوں کو اطلاع دے کر انہیں بلا لیا اب کھینچا تانی ہونے لگی اور ان کے بارے میں یہ آیت اتری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرف کے لوگوں کو بلا کر بیچ میں بیٹھ کر صلح کرا دی اور سب لوگ مل گئے پھر حکم ہوتا ہے دونوں فریقوں میں عدل کرو، اللہ عادلوں کو پسند فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں جو عدل و انصاف کرتے رہے وہ موتیوں کے منبروں پر رحمٰن عزوجل کے سامنے ہوں گے اور یہ بدلہ ہوگا ان کے عدل و انصاف کا۔ (نسائی)

مسلم کی حدیث میں ہے یہ لوگ ان منبروں پر رحمٰن عزوجل کے دائیں جانب ہوں گے یہ اپنے فیصلوں میں اپنے اہل و عیال میں اور جو کچھ ان کے قبضہ میں ہے اس میں عدل سے کام لیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کل مومن دینی بھائی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فرماتے ہیں مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسے اس پر ظلم وستم نہ کرنا چاہیے۔

صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے اور صحیح حدیث میں ہے جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر بھائی مسلمان کے لئے اس کی پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین۔ اور تجھے بھی اللہ ایسا ہی دے۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں صحیح حدیث میں ہے مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت رحم دلی اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی شب بیداری کی تکلیف ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا مسند احمد میں ہے مومن کا تعلق اور اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے ہے، مومن اہل ایمان کے لئے وہی دردمندی کرتا ہے جو دردمندی جسم کو سر کے ساتھ ہے۔ پھر فرماتا ہے دونوں لڑنے والی جماعتوں اور دونوں طرف کے اسلامی بھائیوں میں صلح کرا دو اپنے تمام کاموں میں اللہ کا ڈر رکھو۔ یہی وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت تم پر نازل ہوگی پرہیزگاروں کے ساتھ ہی رب کا رحم رہتا ہے۔

دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنے کی فضیلت کا بیان

(250) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا، اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنٰی "تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا": تُصْلِحُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کے ہر ایک جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا لازم ہوتا ہے اور ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اگر تم دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرتے ہو تو یہ صدقہ ہے اور اگر تم کسی شخص کو اس کے جانور پر سوار ہونے میں مدد دیتے ہو تو یہ صدقہ ہے اگر تم اس کا سامان اس پر رکھوا دیتے ہو تو یہ صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جس کے ذریعے چل کر تم نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہو تو وہ صدقہ ہے اور تم راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹاتے ہو تو یہ صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا" اس کا مطلب یہ ہے، تم انصاف کے ساتھ ان کے درمیان صلح کروا دو۔

250- بخاری، مسلم، ابن حبان 3381، بیہقی 187/4، مشکوٰۃ 1896

Marfat.com

لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں توریہ استعمال کرنے کا بیان

(251) وَعَنْ اُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا، اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ، قَالَتْ: وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا يَقُوْلُهُ النَّاسُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ، تَعْنِيْ: الْحَرْبَ، وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهُ، وَحَدِيْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا.

✧✧ سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ بن ابومعیط بیان کرتی ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ شخص جھوٹا نہیں ہوتا جو لوگوں کے درمیان صلح کروائے اور بھلائی کو پھیلائے اور بھلائی کی بات کرے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ اضافی ہیں: وہ بیان کرتی ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو کسی بھی چیز کے بارے میں جھوٹ بولنے کی اجازت دیتے ہوئے نہیں سنا ماسوائے تین چیزوں کے ایک جنگ دوسرا لوگوں کے درمیان صلح کروانا اور تیسرا آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ یا بیوی کا اپنے شوہر کے ساتھ (غیر مضر جھوٹ بولنا)

شرح

بھلی بات پہنچائے۔ یعنی صلح کرانے والا شخص دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کی طرف سے دوسرے فریق کو وہ بات پہنچائے جو حقیقت میں اس فریق نے نہ کہی ہو اور وہ بات اس طرح کی ہو جس سے دونوں کے درمیان صلح دوستی کے جذبات پیدا کرنے میں مدد ملتی ہو مثلاً وہ دونوں فریق "ں سے کسی کے پاس جائے اور اس سے یوں کہے کہ تم اس دوسرے فریق سے خواہ مخواہ کی عداوت رکھتے ہو حالانکہ وہ تمہارا بڑا خیر خواہ ہے اور تمہارے حق میں اچھی بات کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کرتا اس نے تمہیں سلام کہا ہے اور تمہارے تئیں دوستی و خیر ؟ لی کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ جنگ کی حالت میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے اس کا تعلق ایسی باتیں کہنے سے ہے جن سے مسلمانوں کی طاقت وقوت کا اظہار ہوتا ہو اپنے لشکر کے لوگوں کا حوصلہ بڑھتا ہو اور ان کے دل قوی ہوتے ہوں اور دشمن کے لشکر کا فریب کھا جانا ممکن ہو اگرچہ وہ باتیں حقیقت کے بالکل خلاف ہوں، مثلاً یوں کہا جائے کہ ہمارے لشکر کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ دشمن کا لشکر کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا اور ہمارے لشکر کی مدد کے لئے مزید کافی کمک آرہی ہے یا اپنے سامنے کھڑے ہوئے دشمن سے یوں کہا جائے کہ دیکھ سنبھل جا فلاں شخص تجھے ختم کر دینے کے لئے تیرے پیچھے پیچھے آ پہنچا ہے اور پھر جب وہ پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے اور اس کا دھیان سامنے سے ہٹ جائے تو موقع سے فائدہ اٹھا کر اس پر وار کر دیا جائے۔ میاں بیوی کی باتوں میں جھوٹ کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً میاں بیوی سے یا بیوی میاں سے اپنے اتنے زیادہ پیار و محبت کا اظہار کرے جو حقیقت کے خلاف ہو اور اس سے مقصد یہ ہو کہ آپس میں محبت والفت زیادہ بڑھے۔

251- اخرجه احمد (10/27340) والبخاری (2692) ومسلم (2605) وابو داؤد (4920) والترمذی (1938) والطیالسی (1656) وعبد الرزا (20196) والبخاری (385) ابن حبان (5733) والطبرانی (282) وفی الکبیر (183/25) والبیهقی (198/197/10)

Marfat.com

صلح کرانے کی کوشش کرنے کا بیان

(252) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُمَا، وَاِذَا اَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اَيْنَ الْمُتَأَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟"، فَقَالَ: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَلَهُ اَيُّ ذٰلِكَ اَحَبَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مَعْنٰى "يَسْتَوْضِعُهُ": يَسْاَلُهُ اَنْ يَّضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهِ. "وَيَسْتَرْفِقُهُ": يَسْاَلُهُ الرِّفْقَ. "وَالْمُتَأَلِّيْ": الْحَالِفُ.

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دروازے پر دو آدمیوں کو بلند آواز میں ایک دوسرے کے ساتھ بحث کرتے ہوئے سنا ایک شخص دوسرے سے قرض کی معافی کے لئے کہہ رہا تھا اور اس سے نرمی کا طلب گار تھا اور دوسرا یہ کہہ رہا تھا اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھانے والا شخص کون ہے۔ جو یہ کہہ رہا ہے' وہ اچھائی نہیں کرے گا؟ اس نے عرض کی' میں ہوں' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (یہ دوسرا فریق) جو چاہے گا وہی ہوگا۔ (متفق علیہ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "یَسْتَوْضِعُهُ" اس سے مراد یہ ہے' وہ اپنے کچھ قرض میں معافی کے لئے درخواست کر رہا تھا۔

"وَیَسْتَرْفِقُهُ" اس کا مطلب یہ ہے' وہ اس سے نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا۔

"وَالْمُتَأَلِّیْ" یعنی وہ قسم اٹھانے والا شخص۔

صلح کروانے کیلئے لوگوں کا جمع ہو کر جانے کا بیان

(253) وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ اَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ اُنَاسٍ مَّعَهُ، فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَآءَ بِلَالٌ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: يَا اَبَا بَكْرٍ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَّكَ اَنْ

252- اخرجه البخاری (2705) ومسلم (1557) واخرجه مطولاً و احمد (9/24459) ومالك (1309) وابن حبان (5032) والبيهقی (305/5)

253- بخاری كتاب الصلوٰة' كتاب الاحكام' مسلم كتاب الصلوٰة' ابو داؤد و نسائی ايضاً فی الصلوٰة (اطراف للمزی) مؤطا امام مالك (392) احمد (22915/2) دارمی (317/1) ابن ماجه' ض ابن حبان (226) ابن خزيمه (853)' بيهقی (246/2) عبد الرزاق (4072) طبرانی فی الكبير (5771) الحميدی (927)' ابن الجارود (211)

Marfat.com

تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ، اِنْ شِئْتَ، فَاَقَامَ بِلَالُ الصَّلٰوةَ، وَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ، وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ، فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ الْتَفَتَ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآئَهٗ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: "اَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ؟! اِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ. مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اِلَّا الْتَفَتَ. يَا اَبَا بَكْرٍ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟"، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مَعْنٰى "حُبِسَ": اَمْسَكُوْهُ لِيُضِيْفُوْهُ.

✧✧ حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی بنو عمرو بن عوف کے درمیان جھگڑا ہونے والا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح کروانے کے لئے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں مصروف رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو گیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے اے ابوبکر! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مصروف ہیں اور نماز کا وقت ہو چکا ہے کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے اگر تم چاہو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لئے اقامت کہی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے کھڑے ہوئے انہوں نے تکبیر کہی لوگوں نے بھی تکبیر کہہ دی اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے درمیان چلتے ہوئے تشریف لے آئے اور پہلی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز کے دوران ادھر ادھر توجہ نہیں کرتے تھے جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو انہوں نے توجہ کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ (کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور الٹے قدموں پیچھے آ گئے اور صف میں آ کر شامل ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: اے لوگو! جب نماز کے دوران تمہیں کوئی ضرورت پیش آئی تو تم نے تالیاں بجانی کیوں شروع کر دیں؟ تالیاں بجانے کا حکم عورتوں کے لئے ہے۔ جس شخص کو نماز کے دوران کوئی ضرورت پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو جو بھی اس کی آواز سنے گا وہ متوجہ ہو جائے گا۔ اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کیا تھا تو تم نے لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ابن ابی قحافہ کی یہ اوقات نہیں ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (متفق علیہ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' "حبس" کا مطلب یہ ان لوگوں نے آپ کو مہمان نوازی کے لیے روک لیا تھا۔

Marfat.com

راوی حدیث حضرت سہل بن سعد ساعدی کے احوال کا بیان

حضرت سہل بن سعد ساعدی: یہ انصاری خزرجی ہیں ان کی کنیت ابوالعباس ہے یہ اور ان کے والد دونوں صحابی رسول ہیں۔ ان کا نام پہلے "حزن" تھا نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام سہل رکھا۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ یہ طویل العمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے حجاج بن یوسف کا زمانہ پایا ہے۔ ۸۸ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی۔

بَابُ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِينَ وَالْفُقَرَاءِ وَالْخَامِلِينَ

باب 32: کمزور، غریب اور عام مسلمانوں کی فضیلت

فقر اور فقراء کے معنی و مفہوم کا بیان

"فقراء" فقیر کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہی مفلس، محتاج، غریب اور "فضیلت" سے مراد اجر و ثواب کی کثرت ہے۔ لہٰذا فقراء کی فضیت کے بیان کا مطلب ان احادیث کو نقل کرنا ہے جن سے یہ واضح ہوگا کہ جو لوگ اپنی غربت و افلاس اور محتاجگی کی وجہ سے اپنی اور اپنے متعلقین کی معاشی زندگی کی سختیوں کو صبر و سکون کے ساتھ جھیلتے ہیں اور تمام مشکلات کا مقابلہ نہایت عزم و استقلال کے ساتھ کرتے ہوئے توکل و قناعت اختیار کرتے ہیں اور تقدیر الٰہی پر راضی و شاکر رہتے ہیں ان کو کتنا زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے اور وہ آخرت میں کتنا بڑا درجہ پائیں گے۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی' سے مراد آپ کے کھانے پینے، رہن سہن اور بسر اوقات کا وہ معیار اور طور طریقہ ہے جو غرباء اور فقراء کا ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ جس کو کفات (بقدر ضرورت) کہا جا سکتا ہے، عنوان بالا میں "فقراء کی فضیلت" اور" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی" کو ایک ساتھ ذکر کرنے اور دونوں سے متعلق احادیث و مضمون کو ایک باب میں نقل کرنے میں جو خاص حکمت ہے وہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اکثر انبیاء اولیاء کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار زندگی اور بسر اوقات بھی غرباء و فقراء کی طرح تھا، یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوشحال زندگی اختیار کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اپنی زندگی اس طرح بسر کرتے تھے جس طرح کوئی غریب و مفلس شخص بسر کرتا ہے اور اپنے متعلقین کی کفالت اسی تنگی اور سخت کوشی و جانکاہی کے ساتھ کرتے تھے جو غریب و نادار لوگوں کا معمول ہے، چنانچہ غریب و نادار مومن کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے یہی بات بہت کافی ہے۔

واضح رہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ صبر و رضا اختیار کرنے والا غریب و مفلس سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے یا شکر گزار غنی و خوشحال شخص؟ چنانچہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ شکر گزار غنی زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ اس کے ہاتھ سے اکثر وہ چیزیں عمل میں آتی ہیں جو صدقہ و خیرات اور مالی انفاق و ایثار یعنی زکوۃ قربانی اور نیک کاموں میں خرچ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ قرب و نزدیکی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں نیز حدیث میں بھی اغنیاء کی تعریف میں یوں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیت (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء) یعنی یہ مال و دولت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس کو چاہتا

Marfat.com

ہے عطا فرماتا ہے۔

اور اکثر حضرات یہ فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والا غریب و مفلس زیادہ فضیلت رکھتا ہے جس کی ایک سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار زندگی اغنیاء کے مطابق نہیں تھا بلکہ غرباء اور مفلسوں کی طرح تھا نیز اس باب میں جو احادیث منقول ہوں گی وہ سب بھی ان حضرات کے قول کی دلیل ہیں۔ تاہم یہ بات ملحوظ رہے کہ اس اختلافی اقوال کا تعلق دراصل مطلق فقر اور غنا کی حقیقت و ماہیت سے ہے اور اس کا اعتبار بھی وجوہ کے مختلف ہونے پر ہے۔ چنانچہ ایک شخص کے حق میں کبھی تو غنا یعنی دولتمندی، خیر و بھلائی کا باعث بن سکتی ہے، اور کبھی اس کا فقیر و مفلس ہونا ہی اس کے حق میں بہتر ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر مہربان ہوتا ہے تو اس کو وہی چیز دیتا ہے جو اس کے حق میں صلاح و فلاح کا ذریعہ ہوتی ہے۔ خواہ فقر ہو یا غنا اور خواہ صحت ہو یا تندرستی! یہی حکم کہ اختلاف وجوہ کی بنا پر ایک ہی چیز کبھی افضل ہو سکتی ہے اور کبھی مفضول ان تمام صفات کا ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ سید محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ صبر کرنے والا مفلس بہت رہے یا شکر گزار دولتمند؟ تو انہوں نے فرمایا کہ شکر گزار فقیر دونوں سے بہتر ہے۔ انہوں نے اس جواب کے ذریعہ گویا فقر و افلاس کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا کہ فقر افلاس درحقیقت ایک نعمت ہے کہ اس پر شکر گزار ہونا چاہئے نہ کہ وہ کوئی مصیبت و بلا ہے جس پر صبر کیا جائے۔

شیخ عالم عارف ربانی اور ولی اللہ حضرت عبد الوہاب متقی رحمہ اللہ اپنے شیخ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے جب تک ہم سے فقر و افلاس کی فضیلت کا اقرار و اعتراف نہیں کرالیا اس وقت تک ہمیں بیعت نہیں کیا، چنانچہ فرمایا کہ اس طرح کہو الفقر افضل من الغناء فقر و افلاس، غنا سے بہتر ہے جب ہم نے اس بات کو دہرایا تب انہوں نے ہمارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ہمیں مرید کہا۔

اس موقع پر اس بات کو بھی جان لینا چاہئے کہ اصلاح شریعت میں "فقیر" کا وہ مفہوم مراد نہیں ہوتا جو عام طور پر معروف ہے یعنی گدا گر بھکاری اور منگتا، بلکہ اس لفظ سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کو عرف عام میں "غریب و مفلس" کہا جاتا ہے اور جو مال و اسباب سے تہی دست ہوتا ہے اسلام کی مذہبی کتابوں اور احکام و مسائل میں ایسے شخص کے لئے عام طور پر دو لفظ استعمال ہوتے ہیں ایک تو "فقیر" دوسرے "مسکین"، چنانچہ بعض حضرات نے ان دونوں میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ "فقیر" کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو نصاب یعنی اس قدر مال و اسباب کا مالک نہ ہو جس کی وجہ سے اس پر زکوۃ و فطرہ واجب ہوتا ہو، یا اس شخص کو فقیر کہا جاتا ہے جو بس ایک دن کی غذائی ضروریات کے بقدر مال و اسباب رکھتا ہو اور اس سے زائد اس کے پاس اور کچھ نہ ہو جب کہ مسکین اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ نصاب کا مالک نہ ہو بلکہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو یہاں تک کہ وہ ایک دن کی غذائی ضروریات کے بقدر بھی مال و اسباب نہ رکھتا ہو اور بعض حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے۔ بہر حال عنوان میں جو لفظ "فقراء" استعمال کیا گیا ہے اس سے فقیر اور مسکین دونوں مراد ہیں۔

Marfat.com

صبح وشام عبادت کرنے والے فقراء کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ﴾ (الکھف : 28)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تم اپنے آپ ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو اپنے پروردگار کی صبح وشام عبادت کرتے ہیں وہ صرف اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور تم ان سے نگاہیں نہ پھیرو''۔

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ مولفۃ القلوب میں سے عیینہ بن حصن، الاقرع بن حابس اور ان کے قرابت دار رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ صدر مجلس میں بیٹھیں اور ان جبہ پوش لوگوں کو ہم سے دور رکھیں ان سے مراد ان کی سلمان، ابوذر اور نادار مسلمان تھے ان پر اونی جبے پڑے ہوتے تھے ان جبوں کے سوا ان کے تن بدن پر اور کچھ نہ ہوتا تھا تو ہم آپ کے ساتھ مل بیٹھتے آپ کے ساتھ باتیں کرتے اور آپ سے باتیں سنتے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ واتل مااوحی الیك من كتاب ربك لامبدل سے انا اعتدنا للظالمین نارا ۔ اس آیت میں انہیں دوزخ کی آگ کا ڈراوا دیا گیا ہے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ انہیں تلاش کرنے اٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ نے ان کو مسجد کے پچھواڑے میں پایا وہ وہاں اللہ کا ذکر کررہے تھے آپ نے فرمایا اس ذات باری کا شکر ہے جس نے تب تک موت نہیں دی جب تک کہ مجھے اپنی امت کے لوگوں کے ساتھ اپنے نفس پر صبر کرنے کا حکم نہیں دیا تمہارے ہی ساتھ میرا جینا مرنا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ کہف، بیروت)

کمزور وعاجز لوگوں کے جنت میں جانے کا بیان

(254) وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُّتَضَعَّفٍ، لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ، اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَكْبِرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْعُتُلُّ" : اَلْغَلِيْظُ الْجَافِيْ. "وَالْجَوَّاظُ" : بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ وَبِالظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ الْجَمُوْعُ الْمَنُوْعُ، وَقِيْلَ: الضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِيْ مِشْيَتِهِ، وَقِيْلَ: الْقَصِيْرُ الْبَطِيْنُ.

✧✧ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں ہر کمزور اور عاجز شخص (جنتی ہے)، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر کوئی قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دے اور کیا میں تمہیں اہل جہنم کے بارے میں نہ بتاؤں ہر سرکش، نافرمان اور متکبر شخص جہنمی ہے۔

''الْعُتُلّ'': کا مطلب سخت مزاج اور تندخو ہونا ہے۔

اَلْجَوَّاظ'': میں جیم پر زبر پڑھی جائے گی اور واؤ پر شد پڑھی جائے گی اور اس کے بعد ''ظ'' ہے اس کا مطلب جمع کرنے والا اور روکنے والا (کنجوس) ہے۔ ایک قول کے مطابق وہ بھاری بھرکم شخص جو تکبر کے ساتھ چلے۔ اور ایک قول کے مطابق

254- اخرجه البخاری (3918) ومسلم (2853) والترمذی (2650) وابن ماجه (4116)

Marfat.com

چھوٹے قد کا موٹا آدمی ہے۔

شرح

ضعیف جنتی ہے۔ سے مراد وہ شخص ہے جو نہ تو گھمنڈ اور متکبر ہو اور نہ لوگوں پر جبر و زیادتی کرنے والا ہو۔ لفظ متضعف میں مشہور تو عین پر زبر ہی ہے اور ترجمہ میں اسی کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن بعض حضرات نے عین کو زیر کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں اس لفظ کے معنی متواضع اور کمتر اور گمنام کے ہوں گے۔ ہر ضعیف جنتی ہے سے مراد یہ ہے کہ جنت میں جن لوگوں کی کثرت ہوگی وہ یہی لوگ ہوں گے اس طرح دوسری قسم کے لوگ یعنی دوزخی جن کو قرار دیا ہے سے بھی یہی مراد ہے کہ دوزخیوں کی اکثریت ان ہی لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ علماء نے لواقسم علی اللہ کے معنی بیان کئے ہیں ایک تو یہ کہ اگر وہ شخص اللہ کے لطف و کرم پر اعتماد کر کے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھالے تو اللہ اس کو سچا کرتا ہے اور اس کے اعتماد کو پورا کرتا ہے یعنی اس کی قسم ٹوٹتی نہیں بلکہ پوری ہوتی ہے۔ ترجمہ میں اس معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ دوسرے یہ کہ اگر وہ شخص اپنے پروردگار سے کسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کو قسم دے کر اپنی مراد پوری ہونے کی دعا کرتا ہے تو پروردگار اس کی قسم کی لاج رکھتا ہے اور اس کی مراد پوری کرتا ہے اور تیسرے یہ کہ اگر وہ شخص کسی کام کے بارے میں قسم کھا کر یہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ اس کام کو کرے گا یا اس کام کو نہیں کرے گا تو اللہ اس کی قسم کو سچا کرتا ہے یعنی اس طرح کرتا ہے جو اس کی قسم کے مطابق ہوتا ہے۔ زنیم کے معنی کمینہ کے ہیں اور اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنے آپ کو کسی ایسی قوم یا طبقے کی طرف منسوب کرلے جس سے حقیقت میں وہ کوئی تعلق نہیں رکھتا اسی لئے زنیم کا ترجمہ حرام زادہ کیا جاتا ہے چنانچہ عتل اور زنیم کے الفاظ قرآن کریم میں بھی آئے ہیں اور مذکورہ بالا معنی ہی ان میں الفاظ کا مصداق ولید بن مغیرہ کو قرار دیا گیا ہے جو کفار مکہ میں سے نہایت بدظن اور اسلام و پیغمبر اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔

راوی حدیث حارثہ بن وہب خزاعی کے احوال کا بیان

حارثہ بن وہب خزاعی: یہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب t کے والدہ کی طرف سے بھائی ہیں ان سے ابواسحاق نے احادیث نقل کی ہیں اور ان سے عمران بن ابی انس نے روایت نقل کی ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم e کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔

فقیر بندے پر اطلاق شدہ احوال کا بیان

(255) وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٌ: "مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا؟"، فَقَالَ: رَجُلٌ مِنْ اَشْرَافِ النَّاسِ، هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُنْكَحَ، وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُشَفَّعَ. فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا؟" فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ، هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ، وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ، وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ

255- اخرجه البخاری (5091)

Marfat.com

لِقَوْلِهِ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهُ : "حَرِيٌّ" هُوَ بِفَتْحِ الْحَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ : اَیْ حَقِيْقٌ .

وَقَوْلُهُ : "شَفَعَ" بِفَتْحِ الْفَاءِ .

✧✧ حضرت ابوالعباس سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ نے اپنے پاس موجود شخص سے دریافت کیا' اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کی: یہ ایک معزز آدمی ہے اللہ کی قسم! یہ اس لائق ہے' اگر یہ کسی کو شادی کا پیغام بھیجے۔ تو اس کے ساتھ شادی ہو جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ ایک اور شخص وہاں سے گزرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شخص سے دریافت کیا۔ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ غریب مسلمان ہے اس لائق ہے' اگر یہ شادی کا پیغام بھیجے تو اس کے ساتھ شادی نہ کی جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ ہو اور اگر یہ کوئی بات کہے تو اس کی بات تک نہ سنی جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس پہلے والے جیسے پوری زمین کے برابر لوگوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''حری'' میں ''ح'' پہ زبر پڑھی جائے گی اور ''ر'' پر زیر پڑھی جائے گی اور ''ی'' پر شد پڑھی جائے گی اس کا مطلب یہ ہے' وہ اس کا حقدار ہے۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ میں شَفَعَ ''ف'' پر زبر پڑھی جائے گی۔

شرح

اس شخص جیسے لوگوں سے بھری زمین الخ" کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمام روئے زمین اس شخص جیسے لوگوں سے بھر جائے جو پہلے یہاں سے گزرا تھا اور جس کی تعریف وتوصیف میں تم رطب اللسان ہوئے تھے تو وہ ایک شخص کہ جو اپنے فقر وافلاس کی وجہ سے تمہاری نظر میں کوئی قدر ومنزلت نہیں رکھتا ہے مرتبہ وفضیلت کے اعتبار سے اس تمام روئے زمین سے کہیں بہتر قرار پائے گا"۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں اشخاص کے بارے میں سوال کیا تھا وہ خود کوئی غنی اور مال دار شخص ہوں گے، لہٰذا ان کے ساتھ مذکورہ سوال وجواب گویا ان کے حق میں یہ تنبیہ تھی کہ غریب ونادار مسلمانوں کو بنظر حقارت نہیں دیکھنا چاہئے کیونکہ اللہ کے نزدیک ان کو جو فضیلت حاصل ہے وہ بڑے بڑے مالداروں کو بھی حاصل نہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالدار مسلمانوں کے مقابلہ پر غریب ونادار مسلمان کی اس درجہ فضیلت کیوں بیان فرمائی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر غریب ونادار مسلمان کا دل بہت صاف ہوتا ہے۔

اور اس کے سبب وہ حق کو بہت جلد قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی بہت زیادہ کرتا ہے، اس کے برخلاف غنی و مالدار لوگ عام طور پر بے حسی اور شقاوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اندر سرکشی وبے نیازی اور تکبر کا وہ مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو انہیں قبول حق اور احکام الٰہی کی پیروی سے باز رکھتا ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

Marfat.com

ہے کہ آیت (سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ) 7۔الاعراف:146) اور اس حقیقت کا اندازہ علماء کے شاگردوں اور صلحاء ومشائخ کے مریدوں کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے کہ ان میں سے جو لوگ غریب ونادار ہوتے ہیں وہ حق بات کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں اور جو لوگ صاحب ثروت ومالدار ہوتے ہیں وہ ہر بات میں حیل وحجت کرتے ہیں۔ حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پہلے گزرنے والا شخص بھی مالدار مسلمانوں میں سے تھا نہ کہ کوئی کافر تھا کیونکہ مفاضلہ (یعنی آپس میں ایک دوسرے کی اخروی فضیلت کو ظاہر کرنے) کا تعلق کفار ومسلمین کے مابین ہو ہی نہیں سکتا (یعنی کسی مسلمان اور کسی کافر کو ایک دوسرے کے مقابلہ پر رکھ کر یہ کہا ہی نہیں جاسکتا کہ اخروی اجر وثواب کے اعتبار سے ان میں سے کون شخص زیادہ افضل ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار میں سے کسی بھی شخص کی طرف سرے سے خیر (یعنی اخروی سعادت وبھلائی کی نسبت کی ہی نہیں جاسکتی (اور ظاہر ہے کہ جس شخص میں "خیر" سرے سے کوئی وجود ہی نہ ہو سکتا ہو اس کی طرف اخروی فضیلت کی نسبت بھی کسی طرح نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ بعض علماء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جس مسلمان نے اپنی اپنی زبان سے یوں کہا کہ النصرانی خیر من الیہودی (یعنی عیسائی یہودی سے افضل ہے) تو اس کے بارے میں خوف ہے کہ وہ دائرہ کفر میں داخل نہ ہو گیا ہو کیونکہ اس نے اس جملہ کے ذریعہ گویا ان لوگوں میں "خیر" کا وجود ثابت کیا جن میں سرے سے "خیر" کا وجود ہی نہیں ہو سکتا، تاہم اس پر کفر کا اطلاق، جزم کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ بعض موقعوں پر لفظ کے ذریعہ (اخروی سعادت وبھلائی کے بجائے) حق کے زیادہ قریب کا مفہوم بھی مراد لے لیا جاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مذکورہ جملہ ادا کرنے والے نے لفظ خیر کو اسی مفہوم میں استعمال کیا ہو۔

جہنم میں متکبر لوگوں کے داخل ہونے کا بیان

(256) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "احْتَجَّتِ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَکَبِّرُوْنَ۔ وَقَالَتِ الْجَنَّۃُ: فِیَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاکِیْنُھُمْ، فَقَضَی اللّٰہُ بَیْنَھُمَا: اِنَّکِ الْجَنَّۃُ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ، وَاِنَّکِ النَّارُ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ، وَلِکِلَیْکُمَا عَلَیَّ مِلْؤُھَا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جنت اور جہنم نے ایک دوسرے کے ساتھ بحث شروع کی جہنم نے کہا: میرے اندر زبردست اور متکبر لوگ ہیں جنت نے کہا: میرے اندر غریب اور کمزور لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان یہ فیصلہ کیا جنت تم میری رحمت ہو میں تمہارے ذریعے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور جہنم تم میرا عذاب ہو میں تمہارے ذریعے جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کو بھرنا میرے ذمے لازم ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

256-اخرجه مسلم (2837) واخرجه احمد (4/11740) مطولاً

Marfat.com

شرح

جنت و دوزخ نے آپس میں بحث و تکرار کی " کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے گویا اپنے اپنے بارے میں ایک طرح کا شکوہ شکایت کیا دوزخ کا کہنا اگر یہ تھا کہ سرکش و ظالم لوگوں کے لئے مجھے ہی کیوں مخصوص کیا گیا تو جنت نے یہ کہا کہ میرا معاملہ بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے میرے اندر بھی تو انہی لوگوں کو داخل کیا جائے گا دنیا میں جن کی کوئی شان و شوکت نہیں ہے اور کمزور جسم لاغر بدن خستہ حال و مفلس اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعت ہیں ان دونوں کا شکوہ سن کر اللہ تعالیٰ نے ان پر واضح کیا کہ تم میں سے کسی کا بھی اس کے علاوہ کوئی معاملہ نہیں کہ تم دونوں کو محض میری مشیت اور مصلحت کے نتیجہ میں وجود میں لایا گیا ہے کہ میں نے ایک کو اپنی رحمت اور لطف و کرم کا اور دوسری کو اپنے قہر و غضب کا محل و مظہر بنایا پس مؤمن اور کافر کی طرح تم دونوں بھی، یعنی جنت و دوزخ دراصل خدائی جمال و جلال کے مظاہر کا نقطہ کمال ہو اور تم دونوں میں سے کسی کو بھی ایسی کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے جس سے دوسرے کے مقابلہ پر اس کی فضیلت و برتری ظاہر ہو اگرچہ اتنی بات ضرور ہے کہ دوزخ کے معاملات کا تعلق عدل و انصاف سے جڑا ہوا ہے۔

اور جنت کے معاملات " فضل و کرم " سے تعلق رکھتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہیں " یعنی وہ لوگ جو اگرچہ اپنے عقیدہ و عمل اور اخلاق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر و منزلت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں یعنی علماء و صلحاء اور ارباب باطن کی نظروں میں بھی انہیں قدر و منزلت ہی حاصل ہوتی ہے لیکن ظاہری طور پر ان کے کمزور و ضعیف خستہ حال اور غریب و نادار ہونے کی وجہ سے اکثر دنیا والے ان کو حقیر و کمتر اور ناقابل اعتناء سمجھتے ہیں نیز میرے اندر وہی لوگ داخل ہوں گے جو کمزور و ضعیف ہیں میں جو مصر ہے اس سے مراد اکثر واغلب " ہے کہ جنت میں زیادہ تر لوگ اسی زمرہ کے ہوں گے، ورنہ جنت میں جانے والے تو انبیاء و رسول بھی ہوں گے اور سلاطین و امراء بھی! یا یہ کہا جائے کہ ضعفاء (ضعیف و کمزور) سے مراد وہ بندے ہیں جو پروردگار کے سامنے بھی ذلت و فروتنی ظاہر کرتے ہیں، مخلوق کے ساتھ بھی تو تواضع و انکساری کا رویہ اختیار کرتے ہیں اور خود اپنی نظر میں بھی اپنے کو گرائے رکھتے ہیں۔

" جو بھولے بھالے اور فریب میں آ جانے والے ہیں۔ " یعنی وہ لوگ فکر آخرت میں سرگرداں رہنے کی وجہ سے دنیاوی امور سے غافل اور دنیاوی معاملات میں ناتجربہ کار رہتے ہیں اس لئے دنیا ان کو بڑی آسانی کے ساتھ بیوقوف بنا دیتے ہیں اپنے مکر و فریب کے جال میں پھانس لیتے ہیں اسی اعتبار سے ایک حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے کہ اہل جنت کی اکثریت دنیاوی امور سے نابلند اور نادان) لوگوں پر مشتمل ہو گی ان کے مقابلہ پر کافر و منافق دنیاوی معاملات میں بڑے چالاک اور مکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ دنیا کے معاملات کو سب کچھ سمجھ کر اپنے فکر و عمل کی پوری توانائی ادھر ہی لگائے رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الاخرۃ ہم غافلون وہ دوزخ اس وقت تک نہیں بھرے گی۔ الخ۔ یعنی جتنے لوگوں کا دوزخ میں جانا مقدر ہو گا ان سب کے دوزخ میں پہنچ جانے کے بعد بھی جب دوزخ کا پیٹ نہیں بھرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے مزید دوزخیوں کا مطالبہ کرے گی۔

قرآن کریم میں ہے یوم نقول لجہنم ہل امتلئت وتقول ہل من مزید لیکن اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ بھرنے کے لئے یہ نہیں کرے گا

Marfat.com

کہ بے گناہ لوگوں کو جہنم میں بھر دے یا جو گناہ گار بخشے جانے والے ہوں گے انہیں کو دوزخ کے سپرد کر دے یا نئے لوگ اس لئے پیدا کرے کہ ان کو دوزخ کا پیٹ بھرنے کے کام میں لایا جائے، بلکہ یہ کرے گا کہ اپنا پیر دوزخ پر رکھ دے گا جس سے دوزخ کے تمام اطراف ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گی اور دوزخ کا پیٹ سمٹ کر وہاں موجود لوگوں سے بھر جائے گا، یہ جو فرمایا گیا ہے کہ " اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرے گا تو اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ کا پیٹ بھرنے کے لئے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرے گا جس کو صورتا ظلم سے تعبیر کا جا سکتا ہو، ورنہ اصل بات یہ ہے اگر پروردگار بے گناہ لوگوں ہی کو دوزخ میں ڈال کر اس کا پیٹ بھرے تو حقیقت میں اس کو ظلم نہیں کہیں گے کیونکہ اپنی ملکیت میں کسی طرح کے بھی تصرف کو ظلم قرار نہیں دیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ صورۃ ظلم بھی نہیں کرے گا اس ضمن میں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف "پاؤں" کی نسبت متشابہات میں سے ہے جیسا کہ اس کے لئے ہاتھ آنکھ اور چہرے کے ذکر کو متشابہات میں شمار کیا جاتا ہے اور متشابہات کے سلسلے میں قرآن و حدیث میں ہے وہ یہ ہے کہ بس یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس سے جو کچھ مراد ہے وہی درست اور حق ہے اس کی حقیقت و کیفیت کی جستجو میں نہ پڑا جائے یہی سب سے بہتر راستہ ہے اور اسی کو سلف نے اختیار کیا ہے، تاہم متاخرین ارباب طویل میں سے بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے "پیر" سے مراد اس کی مخلوق میں سے کسی کا پیر ہے، اس کے علاوہ بعض لوگوں نے کچھ اور ایسی تاویلیں بھی کی ہیں جو ذات اقدس تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔ جنت کو بھرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نئے لوگ پیدا کرے گا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جمع کر کے جنت میں داخل کر دے گا جنہوں نے کبھی کوئی عمل نہیں کیا ہوگا اور جنت کے مستحق نہیں ہوں گے پس یہ رب کریم کی شان رحمت کا اظہار ہوگا کہ وہ دوزخ کو بھرنے کے لئے بے گناہ لوگوں کو تو اس میں نہیں ڈالے گا لیکن بہشت کو بھرنے کے لئے بے عمل لوگوں کو اس میں داخل کر دے گا۔

قیامت کے صحت وطاقت کا کوئی فائدہ نہ ہونے کا بیان

(257) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّهُ لَيَاتِی الرَّجُلُ السَّمِيْنُ الْعَظِيْمُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک شخص موٹا تازہ اور صحت مند حالت میں قیامت کے دن آئے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا وزن ایک مچھر جتنا بھی نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

شرح

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس عمدہ ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل یعنی اچھا اور آراستہ ہے اور جمال یعنی اچھائی و آراستگی کو پسند کرتا ہے اور تکبر یہ ہے کہ حق بات کو ہٹ دھرمی کے ساتھ نہ مانا جائے اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھا جائے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1032)

257- اخرجه البخاری (2729) ومسلم (2785)

Marfat.com

"ذرہ" سے یا تو چیونٹی مراد ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس جیسی سو چیونٹیاں مل کر ایک جو کے وزن کے برابر ہوتی ہیں یا وہ ریز وغبار مراد ہے جو ہوا میں باریک نظر آتا ہے اور روشنی کے وقت چمکتا ہے۔ایک شخص نے عرض کیا۔۔۔۔۔۔۔کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ ایک شخص سے کون صحابی مراد ہیں چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس وقت جن صحابی نے مذکورہ بات عرض کی تھی وہ معاذ بن جبل تھے بعض حضرات نے عبداللہ بن عمرو بن العاص اور بعض حضرات نے ربیعہ بن عامر کا نام ذکر کیا ہے۔" کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے "ان صحابی نے جو یہ سوال کیا تو اس کا ایک پس منظر تھا وہ یہ دیکھا کرتے تھے کہ جو لوگ غرور وتکبر کرتے ہیں اور اپنے علاوہ ہر ایک کو ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں ان کے جسم پر اعلیٰ اور نفیس لباس ہوتا ہے ان کے پیروں میں نہایت اعلیٰ جوتیاں ہوتی ہیں اور ان کے کپڑے وغیرہ اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں چنانچہ جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ ارشاد سنا تو ان کو گمان ہوا کہ کہیں یہ چیزیں تو تکبر کی نشانیاں نہیں ہیں اور اعلیٰ ونفیس لباس وغیرہ ہی سے تو تکبر پیدا نہیں ہوتا لہٰذا انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی محض اپنی ذاتی خواہش پسند اور استطاعت کی بنا پر اچھے اچھے کپڑے پہنے اور عمدہ جوتے وغیرہ استعمال کرے اور اس کے خیال میں بھی یہ بات نہ ہو کہ وہ اپنے کپڑوں وغیرہ کے ذریعہ دوسروں پر اپنی امارت وبڑائی کا رعب ڈالے گا، لوگوں کو ذلیل وحقیر سمجھے گا اور اتراہٹ وگھمنڈ کرے گا اور اس شخص کی اس نیت کی علامت یہ ہو کہ وہ جس طرح لوگوں کے سامنے اچھے کپڑے وغیرہ استعمال کرنا پسند کرتا ہو اسی طرح تنہائی میں بھی ان چیزوں کو پسند کرتا ہو تو کیا ایسے شخص پر بھی تکبر کا اطلاق ہوگا، حضور نے اپنے مذکورہ جواب کے ذریعہ واضح فرمایا کہ ایسے شخص پر تکبر کا اطلاق نہیں ہوگا بلکہ اس کا لباس عمدہ زیب تن کرنا اور اچھے جوتے پہننا اس کی تہذیب وشائستگی اور اس کی خوش ذوقی کی علامت ہوگا جس سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے اس کے بعد آپ نے کبر کی حقیقت بیان فرمائی کہ جس کبر کو مذموم قرار دیا گیا ہے وہ دراصل اس کیفیت وحالت کا نام ہے جو انسان کو حق آراستہ سے ہٹا دے یعنی توحید وعبادت الٰہی سے بے پرواہ بنا دے حق وصداقت سے سرکشی کرنے پر مائل کرے حقیقت تک پہنچنے سے روکے اور سچائی کو قبول کرنے سے باز رکھے اور مخلوق اللہ کو ذلیل وحقیر سمجھنے پر مجبور کرے بعض حضرات نے بطر الحق کے معنی جمال حق کو باطل کرنا لکھے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ جمیل ہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات وصفات میں اور اپنے افعال وقدرت میں اوصاف کاملہ سے موصوف ہے۔ اور تمام ظاہری وباطنی حسن وجمال اسی کے جمال کا عکس ہیں اور جمال وجلال بس اسی کی ذات پاک کا خاصہ ہے بعض حضرات نے جمیل کے معنی آراستہ کرنے والے اور جمال بخشنے والے بیان کئے ہیں، بعضوں نے یہ کہا ہے کہ جمیل دراصل جلیل کے معنی میں ہے اس صورت میں اللہ جمیل کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام تر نور وبہجت اور حسن وجمال کا مالک ہے نیز بعض حضرات نے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کا اچھا کارساز ہے۔

نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے قبروں کے منور ہونے کا بیان

(258) وَعَنْهُ : اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ، اَوْ شَابًّا، فَفَقَدَهَا، اَوْ فَقَدَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَ عَنْهَا، اَوْ عَنْهُ، فَقَالُوْا : مَاتَ ۔ قَالَ: "اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ" فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا،

258-بخاری، مسلم، احمد (3/8642) ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان (3086) طیالسی (2446) بیہقی (4/47)

اَوْ اَمْرِهٖ، فَقَالَ: "دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِهٖ" فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰی عَلَیْهَا، ثُمَّ قَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰی اَهْلِهَا، وَاِنَّ اللّٰهَ تعالی. یُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِیْ عَلَیْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

قَوْلُهٗ: "تَقُمُّ" هُوَ بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ: اَیْ تَكْنُسُ. "وَالْقُمَامَةُ": الْكُنَاسَةُ، (وَاٰذَنْتُمُوْنِیْ" بِمَدِّ الْهَمْزَةِ: اَیْ. اَعْلَمْتُمُوْنِیْ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ایک سیاہ فام نوجوان جھاڑو دیا کرتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اسے غیر موجود پایا آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا گویا لوگوں نے اس کے معاملے کو کم حیثیت کا سمجھا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی قبر کی طرف مجھے لے چلو لوگ آپ کو اس کی قبر کے پاس لے گئے آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی پھر فرمایا یہ قبریں رہنے والوں کے لئے تاریکی سے پُر ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ میرے ان پر نماز پڑھنے کی وجہ سے ان قبروں کو ان کے لئے روشن کر دیتا ہے۔

"تَقُمُّ" کا مطلب جھاڑو دینا ہے "اَلْقُمَامَه": جھاڑو "اٰذَنْتُمُوْنِیْ": "تم نے مجھے بتایا۔

بکھرے ہوئے بالوں والے لوگوں کی قسم پوری ہونے کا بیان

(259) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رُبَّ اَشْعَثَ اَغبرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ انہی سے یہ حدیث بھی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بکھرے ہوئے بالوں کے مالک، غبار آلود بالوں کے مالک اور دروازوں سے دھتکار دیئے جانے والے کچھ لوگ ایسے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے پوری کروادے۔

شرح

جن کو دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے "اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ واقعتاً دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے ہیں ان کو وہاں سے دھکیلا جاتا ہے کیونکہ جو لوگ اللہ کے لئے دنیا کی ظاہری زینت وعزت کی چیزوں سے دور رہتے ہیں، ان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ کوئی ایسا کام کریں گے جس سے ذلت اٹھانا پڑے، بلکہ اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روحانی عظمتوں کا راز ان کی شکستہ حالی میں پوشیدہ ہوتا ہے اور ان کا ظاہر، ان کے باطن کا اس حد تک سرپوش ہوتا ہے کہ اگر بالفرض وہ کسی کے گھر جانا چاہیں تو لوگوں کی نظر میں ان کی کوئی قدر ومنزلت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو دروازہ ہی پر روک دیا جائے مکان میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ دروازوں سے دھکیلے جاسکتے ہیں تو ان کو مجلسوں اور محفلوں میں آنے سے بطریق اولی روکا جاسکتا ہے اور اس میں حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ ان کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہو اور وہ ایسی حالت میں رہیں جس سے

259-اخرجه مسلم (2622)

لوگ ان کی طرف مائل وملتفت ہوں، تا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے کوئی انس ورغبت نہ ہو۔ پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ان پاک نفس بندوں کو دنیاداروں اور ظالموں کے دروازوں پر کھڑے رہنے اوران کے حرام مال کے کھانے پینے سے محفوظ رکھتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص اپنے مریض کو آب وہوا اور نقصان دہ غذاؤں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے مولیٰ کے در کے علاوہ اور کسی دروازے پر حاضری نہیں دیتے اور اپنے کمال استغناء اور بے نیازی کی وجہ سے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی دوسرے کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔

"اور اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں الخ" کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اللہ پر اعتماد کر کے اور اس کی قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا یا فلاں کام نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کرتا ہے بایں طور کہ ان کے کہنے کے مطابق اس کام کو کرتا ہے یا نہیں کرتا، جیسا کہ باب الدیت میں اس کے متعلق ایک روایت گزر چکی ہے حاصل یہ کہ وہ لوگ اگرچہ اپنی ظاہری حالت کی وجہ سے دنیا داروں کی نظر میں کوئی قدر ومنزلت نہیں رکھتے مگر حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ اتنا بلند اور اس کی بارگاہ میں ان کی عزت ومقبولیت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سچا کرتا ہے اور ان کی قسم پوری کرتا ہے یعنی وہ بات پوری ہو کر رہتی ہے۔

جنت میں غریب لوگوں کی کثرت کا بیان

(260) وَعَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ، فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ، غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ . وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَآءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"وَالْجَدُّ": بِفَتْحِ الْجِيْمِ : اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى . وَقَوْلُهُ : "مَحْبُوْسُوْنَ" اَیْ : لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ .

✧✧ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والے عام لوگ غریب تھے اور خوشحال لوگوں کو دروازے پر روک لیا گیا تھا البتہ جہنمی لوگوں کو جب جہنم کا حکم دیا گیا اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والوں کی اکثریت خواتین کی تھی۔ (متفق علیہ)

اس حدیث میں استعمال ہونے والا لفظ "وَالْجَدُّ" کا مطلب حصہ اور بے نیازی ہے اور "مَحْبُوْسُوْنَ" کا مطلب یہ ہے' انہیں بعد میں جنت میں داخلے کی اجازت نہیں ملی۔

شرح

محبوسون" کے معنی ہیں وہ لوگ جن کو جنت میں جانے سے روک دیا گیا ہے حاصل یہ کہ مومنین میں سے جو لوگ اس فانی دنیا

260- اخرجه احمد (21841/8) والبخاری (5196) ومسلم (2736) والنسائی (383) وابن حبان (7456) والطبرانی (421) والبیهقی (193)

میں مالداری وتمول اور جاہ ومنصب کی وجہ سے عیش وعشرت کی زندگی اختیار کئے ہوئے ہیں ان کو جنت میں جانے سے اس وقت تک کے لئے روکا رکھا جائے گا، جب تک ان سے اچھی طرح حساب نہیں لیا جائے گا، چنانچہ اس وقت وہ لوگ اس بات سے سخت رنج وغم محسوس کریں گے کہ انہیں دنیا میں مال وزر کی کثرت اور جاہ ومنصب کی وسعت کیوں حاصل ہوئی اور وہ اپنی خواہشات نفس کے مطابق دنیاوی لذات وعشرت سے کیوں بہرہ مند ہوئے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ان سے ان دنیاوی امور کا ارتکاب ہوا ہوگا جن کو حرام قرار دیا گیا ہے تو وہ عذاب کے مستوجب ہوں گے اور اگر انہوں نے محض ان چیزوں کو اختیار کیا ہوگا جن کو حلال قرار دیا گیا ہے تب بھی انہیں حساب وکتاب کے مرحلہ سے بہرحال گزرنا پڑے گا، جب کہ فقراء ومفلس لوگ اس سے بری ہوں گے کہ نہ تو ان سے حساب لیا جائے گا اور نہ انہیں جنت میں جانے سے روکا جائے گا بلکہ وہ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے اوران کا مالداروں سے پہلے جنت میں جانا گویا ان نعمتوں کے عوض میں ہوگا جن سے وہ دنیا سے محروم رہے ہوں گے۔

پنگھوڑے میں تین بچوں کے کلام کرنے کا بیان

(261) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَمْ يَتَكَلَّمْ فِى الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ: عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ، وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا، فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيْهَا، فَاَتَتْهُ اُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّىْ، فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، فَقَالَ: يَا رَبِّ اُمِّىْ وَصَلَاتِىْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّىْ، فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، فَقَالَ: اَىْ رَبِّ اُمِّىْ وَصَلَاتِىْ، فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّىْ، فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، فَقَالَ: اَىْ رَبِّ اُمِّىْ وَصَلَاتِىْ، فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنظُرَ اِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ. فَتَذَاكَرَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ جُرَيْجًا وَّعِبَادَتَهٗ، وَكَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِيٌّ يُّتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا، فَقَالَتْ: اِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّهٗ، فَتَعَرَّضَتْ لَهٗ، فَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهَا، فَاَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَاْوِىْ اِلٰى صَوْمَعَتِهٖ، فَ[illegible] مِنْ نَّفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَحَمَلَتْ، فَلَمَّا وَلَدَتْ، قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهٗ، وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهٗ، فَقَالَ: مَا شَاْنُكُمْ؟ قَالُوْا: زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ. قَالَ: اَيْنَ الصَّبِىُّ؟ فَجَاؤُوْا بِهٖ فَقَالَ: دَعُوْنِىْ حَتّٰى اُصَلِّىْ، فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَى الصَّبِىَّ فَطَعَنَ فِىْ بَطْنِهٖ، وَقَالَ: يَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ الرَّاعِىْ، فَاَقْبَلُوْا عَلٰى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُوْنَهٗ وَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ، وَقَالُوْا: نَبْنِىْ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: لَا، اَعِيْدُوْهَا مِنْ طِيْنٍ كَمَا كَانَتْ، فَفَعَلُوْا. وَبَيْنَا صَبِىٌّ يَّرْضَعُ مِنْ اُمِّهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَّشَارَةٍ حَسَنَةٍ، فَقَالَتْ اُمُّهٗ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِىْ مِثْلَ هٰذَا، فَتَرَكَ الثَّدْىَ وَاَقْبَلَ اِلَيْهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِىْ مِثْلَهٗ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهٖ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ"، فَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِىْ ارْتِضَاعَهٗ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِىْ فِيْهِ، فَجَعَلَ يَمُصُّهَا، قَالَ: "وَمَرُّوْا بِجَارِيَةٍ

261-اخرجه البخاری (1206) ومسلم (2550) حافظ کہتے ہیں: بخاری بدء الخلاق' المظالم عن ابی هریره' وعن اعرج فی اواخر الصلوٰة' مسلم و احمد عن ابو رافع سلمه عن عمران ابو هریره رضی الله عنه (فتح الباری) مسلم فی الاستیذان-اخرجه مسلم (2413) وابن ماجه (4128)

Marfat.com

وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا، وَيَقُوْلُوْنَ : زَنَيْتِ سَرَقْتِ، وَهِيَ تَقُوْلُ : حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ . فَقَالَتْ اُمُّهُ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا، فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ اِلَيْهَا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا، فَهُنَالِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ، فَقَالَتْ: مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهُ، فَقُلْتَ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ، وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْاَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ : زَنَيْتِ سَرَقْتِ، فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا، فَقُلْتَ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا؟! قَالَ: اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّارًا، فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ، وَاِنَّ هٰذِهٖ يَقُوْلُوْنَ : زَنَيْتِ، وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ، وَلَمْ تَسْرِقْ، فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"وَالْمُوْمِسَاتُ" بِضَمِّ الْمِيْمِ الْاُوْلٰى، وَاِسْكَانِ الْوَاوِ وَكَسْرِ الْمِيْمِ الثَّانِيَةِ وَبِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ ؛ وَهُنَّ الزَّوَانِيْ . وَالْمُوْمِسَةُ : اَلزَّانِيَةُ . وَقَوْلُهُ : "دَابَّةٌ فَارِهَةٌ" بِالْفَاءِ : اَيْ حَاذِقَةٌ نَفِيْسَةٌ . "وَالشَّارَةُ" بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَتَخْفِيْفِ الرَّاءِ : وَهِيَ الْجَمَالُ الظَّاهِرُ فِي الْهَيْئَةِ وَالْمَلْبَسِ . وَمَعْنٰى "تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ" اَيْ : حَدَّثَتِ الصَّبِيَّ وَحَدَّثَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں: پنگھوڑے میں صرف تین بچوں نے کلام کیا۔ ایک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے، دوسرا جریج (نامی عبادت گزار کے معاملے) سے متعلق بچے نے، جریج ایک عبادت گزار شخص تھا۔ اس نے ایک عبادت گاہ بنائی ہوئی تھی جس میں وہ رہتا تھا۔ ایک دن اس کی والدہ اس کے پاس آئی۔ وہ اس وقت نماز پڑھ رہا تھا، والدہ بولی، اے جریج! اس نے سوچا، اے میرے پروردگار! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف نماز۔ (میں کیا کروں؟) پھر اس نے نماز جاری رکھی۔ اس کی والدہ واپس چلی گئی۔ اگلے دن والدہ پھر اس کے پاس آئی۔ وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہا تھا۔ والدہ نے آواز دی، اے جریج! اس نے سوچا، اے میرے پروردگار! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز (میں کیا کروں؟) لیکن اس نے نماز جاری رکھی۔ اس کی والدہ نے دعا کی، اے اللہ! تو اسے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ فاحشہ عورتوں کا سامنا نہ کرلے۔ بنی اسرائیل آپس میں جریج اور اس کی عبادت کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ایک بدکردار حسین وجمیل عورت نے (بنی اسرائیل سے) کہا، اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے اسے فتنے کا شکار کرسکتی ہوں۔

پھر وہ عورت جریج کے پاس آئی لیکن جریج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ پھر وہ عورت اس چرواہے کے پاس آئی جو جریج کی عبادت گاہ میں قیام پذیر تھا۔ اس عورت نے اس چرواہے کو موقع دیا۔ اس نے اس عورت کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کیا۔ وہ عورت حاملہ ہوگئی۔ جب اس نے بچے کو جنم دیا تو یہ الزام لگایا کہ یہ جریج کا بچہ ہے۔ لوگ جریج کے پاس آئے اسے اس کی عبادت گاہ سے نکالا اور اس کی عبادت گاہ کو منہدم کرنے کے بعد اسے مارنا پیٹنا شروع کردیا۔ جریج نے پوچھا، تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: تم نے اس بدکردار عورت کے ساتھ زنا کیا تھا اور اس نے تمہارے بچے کو جنم دیا ہے۔ جریج نے دریافت کیا، بچہ کہاں ہے؟ وہ لوگ بچے کو لے کر آگئے جریج نے کہا: ذرا ٹھہرو! مجھے نماز پڑھنے دو۔ اس نے نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد بچے کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی چبھو کر دریافت کیا، اے لڑکے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچے نے جواب دیا، فلاں چرواہا، لوگوں نے آگے بڑھ کر جریج کو بوسہ دینا اور چھونا شروع کردیا۔ وہ بولے، ہم آپ کے لیے ایک سونے سے بنی ہوئی عبادت

Marfat.com

گاہ تعمیر کرتے ہیں۔ جریج نے جواب دیا: نہیں، تم مٹی سے دوبارہ عمارت بنا دو جیسے وہ پہلے تھی تو لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

(تیسرے بچے کا واقعہ یہ ہے) ایک دن وہ بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا۔ اس عورت کے پاس سے ایک شخص عمدہ لباس میں، عمدہ سواری پر سوار گزرا۔ اس بچے کی ماں نے دعا کی، اے اللہ! میرے اس بیٹے کو اس شخص کی مانند کر دے۔ اس بچے نے پستان کو چھوڑا اور اس شخص کی طرف دیکھا، کچھ دیر دیکھتا رہا اور پھر بولا، اے اللہ! مجھے اس کی مانند نہ کرنا۔ پھر اس بچے نے پستان کی طرف منہ کیا اور دودھ پینا شروع کر دیا۔ راوی کہتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے' نبی اکرم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی کو منہ میں ڈال کر اسے چوستے ہوئے بچے کے دودھ پینے کا واقعہ بیان کیا تھا۔

پھر اس کے پاس سے کچھ لوگ ایک لڑکی کو مارتے ہوئے گزرے وہ یہ کہہ رہے تھے' تم نے زنا کیا ہے، تم نے چوری کی ہے، اور وہ لڑکی یہ کہہ رہی تھی **حسبی اللہ ونعم الوکیل** (میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے) اس بچے کی ماں نے دعا کی، اے اللہ! میرے بیٹے کو اس لڑکی کی مانند نہ بنانا۔ اس بچے نے دودھ پینا چھوڑ کر اس لڑکی کی طرف دیکھا اور دعا کی، اے اللہ! مجھے اس کی مانند بنا۔

یہاں ان دونوں کی گفتگو شروع ہو گئی ماں بولی، پہلے ایک خوشحال شخص گزرا تو میں نے یہ دعا کی، اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا اور تم نے یہ دعا کی، اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر یہ لوگ اس لڑکی کے ساتھ گزرے ہیں۔ یہ اسے مار پیٹ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں' تم نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے تو میں نے یہ دعا کی، اے اللہ! میرے بیٹے کو اس لڑکی جیسا نہ بنانا تو تم نے یہ دعا کی، اے اللہ! مجھے اس لڑکی جیسا بنا دے تو اس بچے نے جواب دیا: وہ شخص ایک ظالم آدمی تھا اس لیے میں نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا اور وہ لڑکی جسے لوگ یہ کہہ رہے تھے' تم نے زنا کیا ہے اس نے زنا نہیں کیا ہے لوگ کہہ رہے تھے، تم نے چوری کی ہے اس نے چوری نہیں کی ہے۔ اس لیے میں نے یہ دعا کی، اے اللہ! مجھے اس جیسا بنا دے۔ (متفق علیہ) "وَالْمُوْمِسَاتُ" میں پہلی میم پر پیش پھر و، ساکن پھر دوسری میم پر زیر اور پھر سین۔ اس سے مراد زنا کرنے والی عورتیں ہے۔ وَالْمُوْمِسَةُ: کا مطلب زنا کرنے والی عورت۔ "دَابَّةٌ فَارِهَةٌ" یعنی عمدہ جانور۔ "وَالشَّارَةُ" اس میں شین کے بعد "ر" شد کے بغیر ہوگی۔ اس سے مراد ظاہری حالت اور لباس کے اعتبار سے خوبصورتی ہے۔ "تَرَاجَعَا الْحَدِیْثَ" کا مطلب اُس عورت نے بچے کے ساتھ بات کی اور بچے نے اس عورت کے ساتھ بات کی۔

بَابُ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ وَالْبَنَاتِ وَسَائِرِ الضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُنْكَسِرِيْنَ وَالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ وَالشَّفْقَةِ عَلَيْهِمْ وَالتَّوَاضُعِ مَعَهُمْ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لَهُمْ

باب 33: یتیم بچے، بیٹیوں، تمام کمزوروں، غریبوں اور عام لوگوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنا ان کے اوپر احسان کرنا ان کے ساتھ شفقت کا سلوک کرنا ان کے ساتھ انکساری سے پیش آنا اور (اپنی مہربانی کے) پَر ان کے لئے بچھانا

اہل ایمان پر مہربانی کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الحجر: 88)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اپنے پروں کو مومنین کے لئے بچھالو''۔

غریب مؤمنین کی عظمت وشان کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ﴾ (الكهف: 28)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھو جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں وہ صرف اس کی رضامندی چاہتے ہیں تم اپنی نگاہیں ان سے نہ پھیرو کہ تم دنیاوی زندگی کی زینت کا ارادہ کرو''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام غربت میں شروع ہوا اور آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا لہٰذا غرباء کے لئے خوشخبری ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث، 156)

مطلب یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اور آخر میں بھی اسلام غریبوں میں ہی رہ جائے گا۔ یعنی ابتداء اسلام میں مسلمان غریب اور کم تھے جس کی وجہ سے انہیں اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت کرنی پڑی، اسی طرح آخر میں بھی ایسا ہی ہوگا کہ اسلام غریبوں ہی کی طرف لوٹ آئے گا، لہٰذا ان غرباء کے لئے جن کے قلوب ایمان واسلام کی روشنی سے پوری طرح منور ہوں گے خوش بختی وسعادت ہے۔ اس لئے کہ آخر زمانہ میں یہی بے چارے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے اور کتاب وسنت کے علوم ومعارف سے اپنی زندگیوں کو منور کریں گے۔

یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴾ (الضحى: 10-9)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''جہاں تک یتیم کا تعلق ہے تو تم اس پر غصہ نہ کرو اور جہاں تک مانگنے والے کا تعلق ہے تو تم اسے نہ جھڑکو''۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس عادت کے ساتھ جو نیکی پر مبنی ہے یعنی امانت و دیانت کے ساتھ) اور بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال از راہ ظلم بلا استحقاق کھاتے برتتے ہیں تو جن لوگوں کے پاس یعنی جن کی نگرانی و پرورش میں یتیم تھے انہوں نے سخت احتیاط برتنی شروع کی اور ان کے کھانے کے سامان کو اپنے کھانے کے سامان سے اور ان کے پینے کی چیزوں کو اپنے پینے کی چیزوں سے الگ کر دیا یہاں تک کہ ان یتیموں کے کھانے پینے کی چیزوں میں سے جو کچھ بچ رہتا۔

اس کو اٹھا کر رکھ دیا جاتا جس کو وہ یتیم یا دوسرے وقت کھا پی لیتا یا وہ خراب ہو جاتا تھا۔ یہ بات ان نگرانوں کو بڑی شاق گزری چنانچہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم) سے یتیمی بچوں کا حکم پوچھتے ہیں فرما دیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ بچے تمہارے دینی بھائی ہیں چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان نگرانوں نے یتیموں کے کھانے پینے کو اپنے کھانے میں ملا لیا۔ (ابوداؤد نسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 559)

حدیث میں مذکورہ دوسری آیت پوری یوں ہے (اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ، النساء: 10) بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال از راہ ظلم یعنی بلا استحقاق کھاتے (برتتے) ہیں وہ دراصل اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

آخری آیت یوں ہے (فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ) 2۔البقرۃ: 220) اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یتیم بچوں کے (مال کو علیحدہ یا شامل رکھنے) کا حکم پوچھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرما دیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ بچے تمہارے دینی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو الگ الگ جانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو سخت قانون مقرر کر کے تم کو مصیبت میں ڈال دیتے۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ یتیموں کے مال کے بارے میں جب قرآن کریم کی مذکورہ ہدایت کے مطابق یتیموں کے نگران اور مربیوں نے سخت احتیاط برتنی شروع کی اور یتیموں کے مال کو اپنے مال و اسباب سے علیحدہ کر دینے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ذمہ داریوں کی مشکلات میں اضافہ ہوا بلکہ یتیموں کے مال کا نقصان بھی ہونے لگا تو ان مربیوں کی عرض پر اللہ تعالیٰ نے یہاں اجازت عطا فرمائی کہ یتیموں کے نگران ان یتیموں کے مال و اسباب کو اپنے مال و اسباب میں ملا سکتے ہیں اور آیت (واللہ یعلم المفسد) الخ کے ذریعہ اس طرف ارشاد فرمایا کہ ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ مخلوط تو کر لو لیکن ان کے خیر خواہ اور ہمدرد بہر صورت رہو اپنی نیتوں کو خراب نہ کرو اور ان کے مال کو فریب و دغا کے ذریعہ نقصان نہ پہنچاؤ! کیونکہ اللہ تعالیٰ مصلحت کی رعایت رکھنے والوں اور نہ رکھنے والوں کو خوب جانتا ہے اگر کسی نگران نے بدنیتی بدخواہی اور بددیانتی کے ساتھ یتیم کے مال پر تصرف کیا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔

منقول ہے کہ حضرت امام محمد کے ایک شاگرد کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے اس کی کتابیں فروخت کر کے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کے اس شاگرد نے اس کی وصیت تو کی نہیں تھی آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت امام محمد نے اس کے جواب میں یہی آیت (وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ، البقرة:220) پڑھی۔

یتیموں اور مسکینوں سے حسن سلوک کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ اَرَاَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴾ (الماعون : 6)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کے دن کو جو جزا سزا کا دن ہے جھٹلاتا ہے یتیم پر ظلم و ستم کرتا ہے اس کا حق مارتا ہے اس کے ساتھ سلوک و احسان نہیں کرتا مسکینوں کو خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی اس کارِ خیر پر آمادہ نہیں کرتا جیسے اور جگہ ہے (كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ،الفجر 17:) یعنی جو برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے کہ نہ تم یتیموں کی عزت کرتے ہو نہ مسکینوں کو کھانا دینے کی رغبت دلاتے ہو یعنی اس فقیر کو جو اتنا نہیں پاتا کہ اسے کافی ہو۔

اہل ایمان فقراء کی فضیلت کا بیان

(262) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِءُوْنَ عَلَيْنَا، وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ . وَرَجُلٌ مِّنْ هُذَيْلٍ وَّبِلَالٌ وَّرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّيهِمَا، فَوَقَعَ فِىْ نفس رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهُ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تعالىٰ: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِىِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ ﴾ (الانعام : 52) رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ موجود چھ افراد میں سے ایک تھا مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان لوگوں کو پرے کر دیں یہ ہمارے پاس آنے کی جرأت نہ کریں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ان لوگوں میں مَیں بھی تھا' ابن مسعود تھے۔ ہذیل قبیلے کا ایک شخص تھا' بلال تھے اور دو آدمی تھے' میں ان کا نام نہیں لوں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا' جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ کو خیال آئے' آپ نے سوچا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اور تم ان لوگوں کو نہ چھوڑو جو اپنے پروردگار کی صبح و شام عبادت کرتے ہیں اور صرف اس کی رضا کے طلب گار ہیں''۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

262- اخرجه مسلم (2413) وابن ماجه (4128)

Marfat.com

غرباء وفقراء کوراضی رکھنے کا بیان

(263) وَعَنْ اَبِیْ هُبَیْرَةِ عَائِذ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِیْ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَیْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ اَتٰی عَلٰی سَلْمَانَ وَصُهَیْبٍ وَّبِلَالٍ فِیْ نَفَرٍ، فَقَالُوْا : مَا اَخَذَتْ سُیُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عَدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَیْخِ قُرَیْشٍ وَّسَیِّدِهِمْ؟ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبَرَهُ، فَقَالَ: "یَا اَبَا بَكْرٍ، لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ؟ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ" فَاَتَاهُمْ فَقَالَ: یَا اِخْوَتَاهُ، اَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوْا : لَا، یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ یَا اُخَیَّ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهُ: "مَاْخَذَهَا" اَیْ: لَمْ تَسْتَوْفِ حَقَّهَا مِنْهُ . وَقَوْلُهُ: "یَا اُخَیَّ" : رُوِیَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الْخَاءِ وَتَخْفِیْفِ الْیَاءِ، وَرُوِیَ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْخَاءِ وَتَشْدِیْدِ الْیَاءِ .

✧✧ حضرت ابوہبیرہ عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ جو بیعت رضوان میں شرکت کرنے والوں میں شامل ہیں، بیان کرتے ہیں، ابوسفیان، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سمیت کچھ افراد کے پاس آئے تو ان حضرات نے کہا: اللہ تعالیٰ کی تلواروں نے اللہ تعالیٰ کے دشمن کی پکڑ نہیں کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم لوگ قریش کے ایک بزرگ اور سردار کے بارے میں یہ بات کررہے ہو تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کو یہ بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! شاید تم نے انہیں ناراض کردیا ہے اگر تم نے انہیں ناراض کردیا تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کردیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور بولے اے میرے بھائیو! کیا میں نے تمہیں ناراض کردیا ہے انہوں نے کہا نہیں اے ہمارے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "مَاْخَذَهَا" کا مطلب یہ ہے، اس شخص کے حوالے سے ان کی تلواروں نے اپنا حق ادا نہیں کیا۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "اُخَیَّ" کو "ء" پر زبر اور "خ" پر زیر کے ہمراہ بھی پڑھا گیا ہے اور "ی" پر تخفیف کے ہمراہ بھی پڑھا گیا ہے جبکہ ایک روایت کے مطابق "ء" پر پیش پڑھی جائے گی اور "خ" پر زبر پڑھی جائے گی اور "ی" پر شد پڑھی جائے گی۔

یتیم کی کفالت کرنے والے کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا بیان

(264) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَنَا وَكَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّةِ هٰكَذَا" وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰی، وَفَرَّجَ بَیْنَهُمَا . رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

263-اخرجه مسلم (2504)

264-اخرجه احمد (8/22883) والبخاری (5304) وفی الادب المفرد (135) وابو داؤد (5150) والترمذی (1918) وابن حبان (460) والبیهقی (6/282)

Marfat.com

وَ"كَافِلُ الْيَتِيمِ" : اَلْقَائِمُ بِأُمُوْرِهِ.

✧✧ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے ذریعے اشارہ کر کے بتایا اور ان دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

كَافِلُ الْيَتِيمِ کا مطلب اس کی دیکھ بھال کرنے والا۔

شرح

وہ یتیم خواہ اس کا ہو یا کسی اور کا" کے ذریعہ اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ مطلق یتیم کی کفالت و پرورش کرنے کی فضیلت ہے وہ یتیم خواہ اس کا اپنا قرابتی ہو جیسے پوتا اور بھتیجا وغیرہ یا کوئی غیر قرابتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کر کے واضح کیا کہ جنت میں میرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کے درمیان اتنا قریبی علاقہ ہوگا کہ جتنا کہ ان دونوں انگلیوں کے درمیان ہے نیز آپ نے ان دونوں انگلیوں کے ذریعہ اس طرح بھی اشارہ کیا کہ مرتبہ نبوت جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے اس کے اور سخاوت و مروت کے مرتبہ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی اور غرض وجذبہ کے تحت نہیں بلکہ محض خداوند کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے کسی یتیم بچے کے سر پر پیار و محبت کے ساتھ ہاتھ پھیرے تو اس کے لئے یتیم کے سر پر اس بال کے عوض کہ جس پر اس کا ہاتھ لگا ہے نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو شخص اس یتیم لڑکے یا یتیم لڑکی کے ساتھ جو اس کی پرورش و تربیت میں ہو اچھا سلوک کرے تو وہ شخص اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے اور یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا یعنی شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر دکھایا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اسی طرح میں اور وہ شخص جنت میں ایک دوسرے کے قریب ہیں اس روایت کو احمد و ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 905)

لفظ تمر اگر تاء کے زبر اور میم کے پیش کے ساتھ یعنی مونث کا صیغہ ہو تو اس کا ترجمہ وہی ہوگا جو اوپر نقل کیا گیا ہے اور اگر یہ لفظ یاء کے پیش اور میم کے زیر کے ساتھ یعنی یمر بصیغہ مذکر ہو تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ ہر اس بال کے عوض کہ جس پر وہ شخص اپنا ہاتھ پھیرتا ہے مطلب کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے حسنات کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ نیکیاں کمیت و کیفیت کے اعتبار سے مختلف درجہ کی ہوتی ہیں اور یہ فرق اختلاف حسن نیت کے مدار پر مبنی ہوتا ہے۔ "اچھا سلوک کرے" کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ شفقت و مہربانی کا برتاؤ کرے اس کی تعلیم و تربیت پر توجہ دے جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو اس کا نکاح کرے اور اگر اس کا مال وغیرہ اپنے پاس رکھا ہوا ہو تو اس کی محافظت کرے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یتیمۃ او یتیم میں حرف او تنویع کے لئے ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حرف او شک کو ظاہر کرتا ہے یعنی اس موقع پر کسی راوی کو شک واقع ہوا ہے کہ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے یتیمۃ کا لفظ ارشاد فرمایا تھا یا یتیم کا۔ حدیث میں یتیم کی پرورش وتربیت کرنے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک اختیار کرنے والے کے بارے میں جن الفاظ کے ذریعہ تحسین فرمائی گئی ہے ان میں اس شخص کے لئے حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔

یتیم کی کفالت کرنے والے کیلئے جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہونا

(265) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ اَوْ لِغَيْرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِی الْجَنَّةِ" وَاَشَارَ الرَّاوِی وَهُوَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْيَتِيمِ لَهُ اَوْ لِغَيْرِهٖ" مَعْنَاهُ: قَرِيبُهُ، اَوِ الْاَجْنَبِیُّ مِنْهُ، فَالْقَرِيبُ مِثْلُ اَنْ تَكْفُلَهُ اُمُّهُ اَوْ جَدُّهُ اَوْ اَخُوْهُ اَوْ غَيْرُهُمْ مِنْ قَرَابَتِهٖ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ وہ اپنے خاندان کا ہو یا خاندان کا نہ ہو' میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے راوی نے اشارہ کر کے بتایا یہ راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اَلْيَتِيْمُ لَهُ اَوْ لِغَيْرِهٖ" کا مطلب ہے وہ اس شخص کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو' رشتہ دار کی مثال یہ ہے کہ یتیم کی ماں' دادا' بھائی یا اس کے علاوہ کوئی اور رشتہ دار اس کا کفیل ہو۔

مانگنے سے پرہیز کرنے والا مسکین ہے

(266) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَتَعَفَّفُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِیْ رِوَايَةٍ فِی الصَّحِيحَيْنِ: "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِیْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْاَلُ النَّاسَ".

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مسکین وہ شخص نہیں ہوتا جو ایک یا دو کھجوریں لے کر جائے اور ایک یا دو لقمے لے کر واپس چلا جائے، مسکین وہ شخص ہوتا ہے جو مانگنے سے بچتا ہے۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: مسکین وہ شخص نہیں ہوتا جو لوگوں کے گرد چکر کاٹتا ہے اور ایک یا دو لقمے لے کر یا ایک یا دو کھجوریں لے کر واپس چلا جاتا ہے بلکہ مسکین وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس ضرورت کی چیزیں نہیں ہوتیں لیکن اس کی ضرورت کا

265-اخرجه مسلم (2983)

266-موطا مالك (1713) احمد (9122/3) بخاری' مسلم' ابو داؤد' نسائی الدارمی (379/1) ابن حبان (3298) ابن خزيمه (2363) بيهقی (11/7)

Marfat.com

پتہ بھی نہیں چلتا کہ اسے صدقہ ہی دے دیا جائے اور وہ خود بھی کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا نہیں ہے۔

بیوہ عورتوں اور محتاجوں کی مدد کرنے والے کیلئے جہاد کی طرح ثواب ہونے کا بیان

(267) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "السَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ، كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" وَاَحْسَبُهُ قَالَ: "وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَا يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ الَّذِيْ لَا يُفْطِرُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بیوہ عورتوں اور محتاجوں کی مدد کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی راہ جہاد کرنے والے کی مانند ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں میرا خیال ہے حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں، اس نفل پڑھنے والے کی مانند ہے جو مسلسل نفل پڑھتا ہے اور اس روزہ رکھنے والے کی مانند ہے جو کوئی روزہ نہیں چھوڑتا۔

ولیمہ میں غریبوں کو نہ بلانے کے سبب ولیمہ برا ہونے کا بیان

(268) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ، يُمْنَعُهَا مَنْ يَّاْتِيْهَا، وَيُدْعٰى اِلَيْهَا مَنْ يَّاْبَاهَا، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ من قَوْلِهٖ: "بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى اِلَيْهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ".

✧✧ انہی سے روایت منقول ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے بُرا کھانا ولیمے کا کھانا ہے جس میں اس شخص کو منع کر دیا جاتا ہے جو اس میں شریک ہوتا ہے اور جس شخص کو بلایا جاتا ہے وہ آنے سے انکار کرتا ہے اور جو شخص دعوت کو قبول نہ کرے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

صحیحین کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے برا کھانا ولیمے کا کھانا ہے جس میں امیروں کو بلالیا جاتا ہے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

شرح

شر الطعام، یعنی برے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اور بہت سے برے کھانے ہیں اس میں سے ایک یہ بھی ہے یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ بعض کھانے اس سے بھی برے ہوتے ہیں چنانچہ جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ (شر الناس من اکل وحدہ) (یعنی برا شخص

267-موطا مالک (960) احمد (8740/3) بخاری' الادب' المفرد' مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' ابن حبان (4245)' بیہقی (283/6) نسائی (اطراف مزی)

268-مالک فی الموطا (1160)' احمد (9272/3) احمد' بخاری' مسلم' ابو داؤد' ابن ماجہ' ابن حبان (5304) مشکل الاثار (143/4) بیہقی (261/7)

Marfat.com

وہ ہے جس نے تنہا کھانا کھایا ہو) وہاں یہ بھی مراد ہے کہ جہاں اور بہت سے برے شخص ہیں ان میں سے ایک برا شخص وہ بھی ہے جو تنہا کھانا کھاتا ہے۔

اس حدیث کا مقصد مطلق ولیمہ کے کھانے کی برائی بیان کرنا نہیں ہے کیونکہ نہ صرف دعوت ولیمہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس دعوت کو قبول کرنے کی تاکید بھی فرمائی گئی ہے اور جو شخص دعوت ولیمہ کو قبول نہیں کرتا وہ گنہگار رہتا ہے لہٰذا حدیث کی مراد یہ ہے کہ جو ولیمہ ایسا ہو کہ اس میں صرف مالداروں کو بلایا جائے اور غربا کو نہ پوچھا جائے تو وہ ایک برا ولیمہ ہے چنانچہ اس وقت کچھ لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے ولیمہ میں صرف مالداروں کو بلاتے تھے اور انہیں اچھا اچھا کھانا کھلاتے اور بیچارے غریبوں کی بات بھی نہ پوچھتے تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اس بری عادت سے منع فرمایا۔ دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت قبول کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جس نے دعوت قبول نہ کر کے اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی کی اس نے گویا اللہ ہی کے حکم کی نافرمانی کی۔ جو حضرات دعوت کے قبول کرنے کو واجب کہتے ہیں انہوں نے اس حدیث کو اپنے قول کی دلیل قرار دیا ہے جب کہ جمہور علماء نے اس حدیث کو تاکیداً استحباب پر محمول کیا ہے۔

ولیمہ کے معنی ومفہوم کا بیان

ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں جو نکاح میں کھلایا جاتا ہے اور چونکہ ولیمہ مشتق ہے التیام سے جس کے معنی اجتماع کے ہیں اس لئے اس کھانے کو ولیمہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اجتماع زوجین کی تقریب میں کھلایا جاتا ہے۔ ولیمہ کی شرعی حیثیت اور اس کا وقت اکثر علماء کے قول کے مطابق ولیمہ مسنون ہے جب کہ بعض علماء اسے مستحب کہتے ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک یہ واجب ہے اسی طرح ولیمہ کے وقت کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں۔ بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ کا اصل وقت دخول یعنی شب زفاف کے بعد ہے بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ ولیمہ عقد نکاح کے وقت کھلانا چاہئے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عقد نکاح کے وقت بھی کھلانا چاہئے اور دخول کے بعد بھی۔ دو دن سے زیادہ وقت تک ولیمہ کھلانے کے بارے میں بھی علماء کے مختلف قول ہیں ایک طبقہ تو اسے مکروہ کہتا ہے یعنی علماء کے اس طبقہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ دو دن تک کھلایا جا سکتا ہے اس سے زیادہ وقت تک کھلانا مکروہ ہے حضرت امام مالک کے ہاں ایک ہفتہ تک کھلانا مستحب ہے لیکن اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کا انحصار خاوند کی حیثیت واستطاعت پر ہے اگر وہ صرف ایک ہی وقت پر اکتفا کرے اور اگر کئی دن اور کئی وقت تک کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے تو کئی دن اور کئی وقت تک کھلا سکتا ہے۔

ضیافت کی اقسام کا بیان

مجمع البحار میں لکھا ہے کہ ضیافت یعنی دعوت کی آٹھ قسمیں ہیں (ولیمہ) (خرس، اعذار، وکیرہ، نقیعہ، وضیمہ، عقیقہ، مادبہ: چنانچہ ولیمہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو شادی بیاہ کے موقعہ پر کی جائے۔ خرس اس دعوت کو کہتے ہیں کہ جو بچہ کی پیدائش کی خوشی میں کی جائے اعزار اس دعوت کو کہتے ہیں جو ختنہ کی تقریب میں کی جائے وکیرہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو مکان بننے کی خوشی میں کی جائے نقیعہ اس

دعوت کو کہتے ہیں جو مسافر کے آنے کی تقریب میں کی جائے عقیقہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو بچہ کا نام رکھنے کی تقریب میں کی جائے اور مادبہ ہر اس دعوت کو کہتے ہیں جو بلا کسی خاص تقریب کے کی جائے ضیافت کی یہ تمام قسمیں مستحب ہیں البتہ ولیمہ کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دعوت واجب ہے۔

دو بچیوں کی پرورش کرنے کے سبب فضیلت کا بیان

(269) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ" وَضَمَّ اَصَابِعَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"جَارِيَتَيْنِ" اَيْ: بِنْتَيْنِ.

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ دونوں بالغ ہو جائیں تو وہ قیامت کے دن جب آئے گا تو میں اور وہ اس طرح ہوں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کو ملا کر یہ ارشاد فرمایا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) دو لڑکیوں سے مراد دو بیٹیاں ہیں۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کھانے پینے میں کسی یتیم کو شریک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق اس شخص کو بلا شک وشبہ جنت کا مستحق گردانتا ہے الا یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو بخش جانے کے قابل نہ ہو اور جو شخص تین بیٹیوں یا ان ہی کی طرح تین بہنوں کی پرورش کرے اور پھر ان کی تربیت کرے اور ان کے ساتھ پیار و شفقت کا برتاؤ کرے یہاں تک کہ اللہ ان کو بے پرواہ بنا دے۔ یعنی وہ بڑی ہو جائیں اور بیاہ دی جائیں تو اللہ اس کو جنت کا مستحق گردانتا ہے یہ سن کر ایک صحابی نے عرض کیا کہ کیا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کرنے پر بھی یہ اجر ملتا ہے آپ نے فرمایا ہاں دو پر بھی یہ اجر ملتا ہے، راوی کہتے ہین کہ اگر صحابہ ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں بھی سوال کرتے تو آپ یہی جواب دیتے کہ ہاں ایک پر بھی یہی اجر ملتا ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جس شخص کی دو پیاری چیزیں لے لے وہ بھی جنت کا مستحق گردانا جاتا ہے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ دو پیاری چیزوں سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ اس کی دو آنکھیں۔

(شرح السنہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 906)

جو گناہ بخشے جانے کے قابل نہ ہو اس سے مراد شرک اور حقوق العباد ہیں گویا آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شخص کسی ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو توبہ واستغفار وغیرہ کے بغیر بخشا نہیں جاتا ہو تو اس کو جنت کا مستحق نہیں گردانا جائے گا، اس میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ وہ تمام گناہ جن کا تعلق اللہ کے حق سے ہے بخش دیئے جائیں گے مگر شرک کے گناہ کو نہیں بخشا جاتا۔ "اگر صحابہ ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں سوال کرتے" یہ بات اس راجح ومختار مسلک کی روشنی میں تو بالکل واضح ہے کہ جس میں اس امر کو

269- احمد (12500/4) مسلم' ترمذی' حاکم (7350/4) ابن ابی شیبہ (552/8) ابن حبان (447)

Marfat.com

تسلیم کیا گیا ہے کہ احکام شرعیہ کا نفاذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صوابدید پر ہے کہ آپ جس طرح چاہیں نافذ فرمائیں اور جس کو چاہیں مقید و مستثنیٰ قرار دیں لیکن اس قول کو تسلیم نہیں کرتے وہ مذکورہ عبارت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضور نے صحابہ کے مذکورہ جواب میں جو بات فرمائی وہ وحی الٰہی کی بنیاد پر تھی کہ سائلین نے اپنے سوال کے ذریعہ گویا اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ جو ثواب تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش و تربیت کرنے پر ملتی ہے کاش وہی ثواب دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کرنے کی صورت میں بھی ملے، چنانچہ اللہ نے ان کی اس خواہش کے مطابق وحی نازل فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا جیسا کہ اور بہت سی حدیثوں میں بھی اسی طرح کی صورت حال منقول ہے۔

بیٹیوں کا جہنم سے پردہ بن جانے کا بیان

(270) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَاَةٌ وَّمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا، تَسْاَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَّاحِدَةٍ، فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: "مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک عورت میرے پاس آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ اس نے مجھ سے (کھانے کے لیے) کچھ مانگا میرے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی میں نے وہ اسے دیدی۔ اس نے وہ کھجور پکڑی اس کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں بیٹیوں کو دیدیئے۔ خود اس نے کچھ نہیں کھایا پھر وہ عورت اٹھی اور اپنی بیٹیوں سمیت چلی گئی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو بیٹیوں کی ذمہ داری نصیب ہو وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے وہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم سے (بچاؤ کی) رکاوٹ ہو جائیں گی۔ (متفق علیہ)

اولاد میں انصاف سے نفقہ تقسیم کرنے کا بیان

(271) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْنِيْ مِسْكِيْنَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا، فَاَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ، فَاَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا تَمْرَةً وَّرَفَعَتْ اِلٰى فِيْهَا تَمْرَةً لِتَاْكُلَهَا، فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِيْ كَانَتْ تُرِيْدُ اَنْ تَاْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَاَعْجَبَنِيْ شَاْنُهَا، فَذَكَرْتُ الَّذِيْ صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ، اَوْ اَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک غریب عورت اپنی دو بیٹیوں کو اٹھا کر میرے پاس آئی میں نے اسے کھانے کے لئے تین کھجوریں دیں، اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور تیسری کھجور اپنے منہ کی طرف لے جانے لگی تھی کہ اسے کھالے تو ان بیٹیوں نے وہ مانگ لی تو اس نے کھجور کے دو حصے کئے جسے وہ خود کھانا چاہتی تھی اور ان دونوں میں اسے تقسیم

270- احمد (24110/9) بخاری، مسلم، ترمذی، ابن حبان (2939) بیہقی (478/7) - (جامع صغیر)

271- اخرجہ مسلم (2630) والترمذی (1915)

Marfat.com

کردیا، مجھے یہ بات بہت اچھی لگی میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا جو اس نے کی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی وجہ سے اس عورت کے لئے جنت کو واجب کر دیا ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اس عمل کی وجہ سے اس عورت کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

کمزور لوگوں کے حق کو ضائع کرنا گناہ ہونے کا بیان

(272) وَعَنْ اَبِیْ شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ: الْيَتِيْمِ وَالْمَرْاَةِ"

حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

ومعنى "اُحَرِّجُ": اُلْحِقُ الْحَرَجَ وَهُوَ الْاِثْمُ بِمَنْ ضَيَّعَ حَقَّهُمَا، وَاُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِكَ تَحْذِيْرًا بَلِيْغًا، وَاَزْجُرُ عَنْهُ زَجْرًا اَكِيْدًا.

✧✧ حضرت ابی شریح خویلد بن عمرو الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے دعا کی اے اللہ! میں دو کمزور لوگوں کے حق کو (ضائع کرنا) گناہ قرار دیتا ہوں۔ ایک یتیم اور دوسرا عورت۔

یہ حدیث حسن ہے اسے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں میں اسے گناہ قرار دیتا ہوں کا مطلب ہے' میں اسے حرج کے ساتھ شامل کرتا ہوں اس کا مطلب گناہ ہے۔ یعنی جو شخص ان دونوں کے حق کو ضائع کرے گا اور میں اس طریقے سے انہیں اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں اور زیادہ تاکید کے ساتھ اختیار کی ہدایت کرتا ہوں۔

راوی حدیث خویلد بن عمرو خزاعی کے احوال کا بیان

خویلد بن عمرو خزاعی: ان کی کنیت ابوشریح ہے ان کے نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے خویلد بن عمرو بیان کیا ہے جبکہ بعض نے عمرو بن خویلد بیان کیا ہے بعض نے کعب بن عمرو اور بعض نے ہانی بن عمرو لکھا ہے۔ یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ فتح مکہ کے دن بنو کعب خزاعہ کا جھنڈا انہوں نے اٹھایا ہوا تھا۔ یہ دانشور لوگوں میں سے ایک تھے۔ مدینہ منورہ میں ۶۸ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

فقراء کے صدقے امراء کو رزق ملنے کا بیان

(273) وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَاٰى سَعْدٌ اَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلٰى مَنْ دُوْنَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ"

272- احمد (3/9672) نسائی فی السنن الکبریٰ باب عشرة النساء (5/9150) ابن ماجه

273- اخرجه احمد (3/9772) والنسائی (9149) فی عشرة النساء باب (64) وابن ماجه (2678)

Marfat.com

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ هٰكَذَا مُرْسَلًا، فَاِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِيٌّ، وَرَوَاهُ الْحَافِظُ اَبُوْ بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ فِي صَحِيْحِهٖ مُتَّصِلًا عَنْ مُّصْعَبٍ، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

✧✧ حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ انہیں اپنے سے کم حیثیت والوں پر فضیلت حاصل ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان غریب لوگوں کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے یہ مصعب بن سعد تابعی ہیں۔
حافظ ابوبکر برقانی نے اپنی ''صحیح'' میں اس کو صحیح سند کے ہمراہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کے والد سے روایت کیا ہے۔

شرح

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بہت سے اوصاف اور خوبیوں کے مالک تھے، مثلاً شجاعت (دلاوری) جود و کرم اور سخاوت، فیاضی جیسے اعلیٰ اوصاف ان میں بدرجہ اتم تھے، چنانچہ ان کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوئی کہ جو لوگ مجھ جیسی خصوصیات اور خوبیاں نہیں رکھتے ان کی بہ نسبت میں مسلمانوں کی زیادہ مدد و اعانت کرتا ہوں اور اس اعتبار سے اسلام کے لئے میرا وجود زیادہ فائدہ مند ہے ذہن کی یہ بات زبان بھی آ گئی ہوگی، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس گمان سے ان کو باز رکھا اور واضح فرمایا کہ تمہارا اس انداز سے سوچنا غیر مناسب بات ہے تمہیں چاہئے کہ جو لوگ طاقت و قوت اور مال و دولت کے اعتبار سے تم سے کمتر ہیں ان کی عزت کرو، انہیں کمتر و حقیر نہ سمجھو اور ان کے تئیں تکبر و نخوت کا رویہ اختیار نہ کرو کیونکہ وہ لوگ بڑے شکستہ دل اور مسکین ہوتے ہیں، ان میں خلوص و سچائی کا جوہر ہوتا ہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوتی ہے اور تم انہی کی دعاؤں کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتے ہو، اللہ انہی کے طفیل تمہیں دشمنوں پر غالب کرتا ہے اور تمہارے رزق میں برکت عطا فرماتا ہے۔

راوی حدیث مصعب بن سعد کے احوال کا بیان

مصعب بن سعد ابی وقاص رضی اللہ عنہ، یہ زہری ہیں۔ ان کی کنیت ابوزرارہ المدنی ہے۔ تابعین میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) اور (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل کی ہیں جبکہ ان سے ان کے بھتیجے اسماعیل بن محمد، طلحہ بن مصرف اور ایک جماعت نے احادیث نقل کی ہیں۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں، یہ ثقہ راوی ہیں اور بہت زیادہ روایات بیان کرنے والے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۳۰ ہجری میں ہوا۔

کمزور لوگوں کی فضیلت کا بیان

(274) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عُوَيْمِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

274- اخرجه احمد (8/21790) وابو داؤد (2594) والترمذی (1702) والنسائی (3179) والحاکم (2/264) وابن حبان (4767)

یَقُوْلُ : "اِبْغُوْنِی الضُّعَفَاء، فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ، بِضُعَفَائِكُمْ"
رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ .

✧✧ حضرت ابودرداء عویمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

غریب لوگوں کے ساتھ حشر ہونے کی دعا مانگنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔ "اے اللہ مجھ کو مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکینی ہی کی حالت میں مجھے موت دے اور مسکینوں ہی کے زمرہ میں میرا حشر فرما"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا تو کہنے لگیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی دعا کیوں کرتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ مساکین اپنے دوسرے فضائل وخصوصیات اور حسن اخلاق وکردار کی وجہ سے آخرت کی سعادتوں اور نعمتوں سے تو بہرہ ور ہوں ہی گے لیکن اس سے قطع نظران کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ دولتمندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے! دیکھو عائشہ! کسی مسکین کو اپنے دروازہ سے ناامید نہ جانے دینا بلکہ ہر حالت میں اس کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنا اگرچہ اس کو دینے کے لئے تمہارے پاس کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں مسکینوں کی محبت رکھو اور ان کو اپنی مجلسوں اور محفلوں کی قربت سے نوازو یعنی ان کو حقیر کمتر جان کر اپنے یہاں آنے جانے سے مت روکو اگر تم ایسا کروگی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی قربت سے نوازے گا کیونکہ فقراء ومساکین کے ساتھ محبت ہمدردی کا برتاؤ کرنا اوران کو اپنے قریب آنے دینا اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ ترمذی، بیہقی اور ابن ماجہ نے اس روایت کو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے صرف زمرۃ المساکین تک نقل کیا ہے (یعنی ان کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال وجواب اور حدیث کے باقی جملے نہیں ہیں) (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1169)

"مسکین" لفظ مسکنت سے نکلا ہے جس کے معنی تو واضح کمزوری اور مفلسی کے ہیں۔ ویسے یہ لفظوں سکون اور سکینۃ سے بھی مشتق قرار دیا جا سکتا ہے، جس کے معنی وقار، اطمینان اور تقدیر الٰہی کے اقرار وقبول کے ہیں اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ شرعی اصطلاح میں مسکین اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یا جس کے پاس اتنا نہ ہو جو اس کے اہل وعیال کی ضروریات زندگی کو پورا کر سکے۔ مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں امت کے لئے یہ تعلیم وتلقین ہے کہ فقراء ومساکین کی فضیلت کو پہچانا جائے، ان کے ساتھ محبت وہمدردی کا برتاؤ کیا جائے اور ان کے ساتھ ہم نشینی وقربت اختیار کی جائے تاکہ ان کی برکت مسلمانوں کو پہنچے۔ نیز اس حدیث میں فقراء ومساکین کے لئے یہ بڑی تسلی پوشیدہ ہے کہ وہ اپنے حالات کی تنگی وسختی سے بددل ومایوس نہ ہوں بلکہ اپنے ان بلند درجات سے آگاہ ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس فانی دنیا کی زوال پذیر نعمتوں اور لذتوں سے محرومی کے عوض ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والے جہاں یعنی آخرت کی زندگی کے لئے عطا فرما دیئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے حق میں "مسکین" بننے کی دعا کرنا کیا مفہوم رکھتا تھا، تو اس بارے میں یہ کہنا مناسب ہے کہ اس دعا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بس اتنی روزی دے جو گزارہ کے بقدر ہو اور جس سے زندگی کا وجود باقی رہے، نیز آپ کو دنیاوی مال و دولت اور اس کی نعمتوں و لذتوں میں مشغول نہ کرے، کیونکہ مال و دولت کی کثرت مقربین کے حق میں سخت وبال کا درجہ رکھتی ہے۔ منقول ہے کہ ایک مسلمان بادشاہ کہیں جا رہا تھا کہ راستہ میں اس کا گزر فقراء و صالحین کی ایک جماعت پر ہوا، ان لوگوں نے بادشاہ کے تئیں کسی التفات کا اظہار نہیں کیا اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوئے، بادشاہ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، اس نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب میں جو بات کہی اس کو یہاں نقل کرنا مقصود ہے۔

انہوں نے کہا "ہم وہ لوگ ہیں کہ جن کے ساتھ محبت، ترک دنیا کا سبب ہے اور جن کے ساتھ عداوت ترک عقبی کا سبب ہے" بادشاہ نے یہ جواب سنا تو ان سے دار و گیر کئے بغیر آگے بڑھ گیا اور کہنے لگا کہ ہم نہ تمہاری محبت حاصل کر سکتے ہیں اور نہ تمہارے ساتھ عداوت رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے حق میں مذکورہ دعا فرمانا اور پھر حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر اس دعا کی یہ توجیہ فرمانا کہ میرا مقصد وہ فضل و شرف حاصل کرنا ہے جو قیامت کے دن فقراء کو حاصل ہوگا وہ دولتمندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ فقراء بلا استثناء تمام دولتمندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے خواہ وہ دولتمند انبیاء ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن اس سلسلہ میں زیادہ قوی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ دعا اور اس کی توجیہہ میں مذکورہ ارشاد کا اصل مقصد ایک تو محض فقراء و مساکین کے فضل و شرف کو ظاہر کرنا ہے اور دوسرے اپنی اس طلب و خواہش کو ظاہر کرنا ہے کہ مجھے تمام انبیاء سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہو خواہ وہ انبیاء دولتمند ہوں یا فقراء پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بارے میں فقر و فاقہ کی زندگی کی دعا کرنا فقراء غیر انبیاء سے پیچھے رہ جانے کے خوف سے نہیں بلکہ ان انبیاء سے پیچھے رہ جانے کے خوف کی بناء پر تھا جن کی زندگی فقر و فاقہ سے معمور تھی! اس وضاحت سے مذکورہ بالا وہم محل نظر ہو جاتا ہے۔ یا عائشہ الاترد المسکین الخ (عائشہ کسی مسکین کو اپنے دروازہ سے ناامید نہ جانے دینا) کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ نصیحت فرمائی کہ جو مسکین و فقیر تمہارے پاس اپنی حاجت لے کر آئے اس کو کمتر و حقیر نہ جانو اور اس کو بے مراد واپس نہ کرو، بلکہ اس کے ساتھ محبت و نرمی سے پیش آؤ، ان کی حالت پر رحم کھاؤ اور جو کچھ میسر ہو اس کے دامن مراد میں ڈال دو، خواہ وہ کتنی ہی کمتر چیز کیوں نہ ہو اور اگر تمہارے پاس ایسی کوئی بھی چیز نہ ہو جس کے ذریعہ تم اس کا سوال پورا کر سکو تو اس صورت میں نہایت نرمی و بھلائی کے ساتھ معذرت کر دو اور اس کو اچھے انداز میں واپس کرو۔

ابوالشیخ اور بیہقی نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے نقل کیا ہے انہوں نے مشہور صحابی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! تمہاری تنگدستی و ناداری تمہیں اس بات پر نہ اکسانے پائے کہ تم اپنی روزی ناجائز وسائل و ذرائع سے حاصل کرنے کی طلب رکھنے لگو، (یعنی اگر اللہ نے تمہیں تنگدستی و ناداری میں مبتلا کیا تو تم اپنی اس حالت پر صابر و شاکر رہ کر عزم و حوصلہ اور کردار کی پختگی کے ساتھ معاشی شدائد کا مقابلہ کرو، ایسا نہ ہو کہ روزی حاصل کرنے کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرو جو شرع احکام کے خلاف اور انسانی اخلاق و کردار کی عظمت کے منافی ہیں) کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بارے میں یہ دعا فرماتے سنا ہے کہ "اے اللہ! تو مجھے فقر و ناداری کی حالت میں موت دے، دولتمندی کی حالت میں موت نہ دے اور میرا حشر

مسکینوں کے زمرہ میں فرما" پس یقیناً سب سے بڑا بد بخت وہ شخص ہے جو دنیا کے فقر وافلاس کا بھی شکار ہوا اور آخرت کے عذاب کا بھی مستوجب قرار پائے (یعنی جو شخص فقر وافلاس کی سختیوں سے گھبرا کر نا جائز طور پر اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اس سے بڑا بدنصیب اور کون ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے فقر وافلاس کی وجہ سے دنیا کی نعمتوں سے بھی محروم رہا اور حصول معاش کی راہ میں حرام نا جائز امور کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے آخرت کے عذاب کا بھی مستوجب قرار پایا۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر اس ارشاد گرامی کے علاوہ کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی حدیث اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی تھی کہ صبر کرنے والا فقیر و مسکین، شکر گزار دولت مند سے افضل ہے۔ نیز ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے اس موقع پر ان دو حدیثوں کا بھی ذکر کیا ہے جو فقر و ناداری کے سلسلہ میں عوام میں بہت مشہور ہیں، ان میں سے ایک حدیث (الفقر فخری وبه افتخر) ہے۔

ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ حفاظ جیسے علامہ عسقلانی وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث بالکل بے اصل ہے اور اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ دوسری حدیث کاد الفقران یکون کفرا ہے اس کے بارے میں محدثین نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث اول تو یقینی طور پر ضعیف ہے دوسرے اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کا محمول قلبی فقر وافلاس ہے جو جزع وفزع، شکوہ شکایت، قضا وقدر پر بے اطمینانی اور اللہ کی بنائی ہوئی قسمت پر اعتراض کرنے کے باعث ہوتا ہے، ورنہ جہاں تک معاشی فقر وافلاس کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ کی طرف سے انہی بندوں کو نصیب ہوتی ہے جن کو وہ آخرت میں بلند درجات پر پہنچانا چاہتا ہے اس لئے ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ الفقر شين عندالناس وزين عند الله يوم القيامة (دیلمی) یعنی فقر وافلاس لوگوں کی نظر میں تو ایک عیب و برائی ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک زینت دینے والی چیز ہے۔

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَاءِ

باب 34: خواتین کے بارے میں نصیحت

عورتوں سے حسن سلوک کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء: 19)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور ان خواتین کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو"۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبل اسلام جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کے وارث اس کی عورت کے پورے حقدار سمجھے جاتے اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا اگر وہ چاہتے تو دوسرے کسی کے نکاح میں دے دیتے اگر چاہتے تو نکاح ہی نہ کرنے دیتے میکے والوں سے زیادہ اس عورت کے حقدار سسرال والے ہی گنے جاتے تھے جاہلیت کی اس رسم کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ لوگ اس عورت کو مجبور کرتے کہ وہ مہر کے حق سے دست بردار ہو جائے یا یونہی بن نکاحی بیٹھی رہے، یہ بھی مروی ہے کہ اس عورت کا خاوند مرتے ہی کوئی بھی آ کر اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا اور وہی اس کا مختار سمجھا جاتا، تو

روایت میں ہے کہ یہ کپڑا ڈالنے والا اسے حسین پاتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا اگر یہ بدصورت ہوتی تو اسے یونہی روکے رکھتا یہاں تک کہ مرجائے پھر اس کے مال کا وارث بنتا۔ یہ بھی مروی ہے کہ مرنے والے کا کوئی گہرا دوست کپڑا ڈال دیتا پھر اگر وہ عورت کچھ فدیہ اور بدلہ دے تو وہ اسے نکاح کرنے کی اجازت دیتا ورنہ یونہی مرجاتی حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں اہل مدینہ کا یہ دستور تھا کہ وارث اس عورت کے بھی وارث بن جاتے غرض یہ لوگ عورتوں کے ساتھ بڑے بری طرح پیش آتے تھے یہاں تک کہ طلاق دیتے وقت بھی شرط کر لیتے تھے کہ جہاں میں چاہوں تیرا نکاح ہو اس طرح کی قید و بند سے رہائی پانے کی پھر یہ صورت ہوتی کہ وہ عورت کچھ دے کر جان چھڑاتی، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمادیا۔

ابن مردویہ میں ہے کہ جب ابوقیس بن اسلت کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے نے ان کی بیوی سے نکاح کرنا چاہا جیسے کہ جاہلیت میں یہ دستور تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ کسی بچے کی سنبھال پر اسے لگا دیتے تھے حضرت مجاہد فرماتے ہیں جب کوئی مرجاتا تو اس کا لڑکا اس کی بیوی کا زیادہ حقدار سمجھا جاتا اگر چاہتا خود اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتا دوسرے کے نکاح میں دے دیتا مثلاً بھائی کے بھتیجے یا جس کو چاہے۔

حضرت عکرمہ کی روایت میں ہے کہ ابوقیس کی جس بیوی کا نام کبیشہ تھا رضی اللہ عنہا اس نے اس صورت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی کہ یہ لوگ نہ مجھے وارثوں میں شمار کر کے میرے خاوند کا ورثہ دیتے ہیں نہ مجھے چھوڑتے ہیں کہ میں اور کہیں اپنا نکاح کر لوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ایک روایت میں ہے کہ کپڑا ڈالنے کی رسم سے پہلے ہی اگر کوئی عورت بھاگ کھڑی ہو اور اپنے میکے آجائے تو وہ چھوٹ جاتی تھی۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں جو یتیم بچی ان کی ولایت میں ہوتی اسے یہ روکے رکھتے تھے اس امید پر کہ جب ہماری بیوی مرجائے گی ہم اس سے نکاح کر لیں گے یا اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کرادیں گے، ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ان تمام صورتوں کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ممانعت کردی اور عورتوں کی جان اس مصیبت سے چھڑادی۔ (ابن کثیر، نساء)

یہ سب مظالم اس بنیاد پر ہوتے تھے کہ عورت کے مال بلکہ اس کی جان کا بھی اپنے آپ کو مالک سمجھا جاتا تھا، قرآن کریم نے اس فساد کی اس جڑ کو اکھاڑ ڈالا اور اس کے تحت ہونے والے تمام مظالم کے انسداد کے لئے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم جبراً عورتوں کے مالک بن بیٹھو۔

جبراً کی قید اس جگہ بطور شرط کے نہیں کہ عورتوں کی رضامندی سے ان کا مالک بن جانا صحیح قرار دیا جائے بلکہ بیان واقعہ کے طور پر ہے کہ عورتوں کی جان و مال کا بلا وجہ شرعی وعقلی مالک بن بیٹھنا ظاہر ہے کہ جبراً ہی ہوسکتا ہے، اس پر کوئی ہوش وعقل والی عورت راضی کہاں ہوسکتی ہے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ نساء، بیروت)

ازواج کے درمیان عدل وانصاف کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ (النساء: 129)

Marfat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان انصاف سے کام لو اور اگر تم لالچ رکھتے ہو تو مکمل طور پر ایک کی طرف مائل نہ ہو جاؤ کہ تم دوسری کو یوں ہی چھوڑ دو جیسے وہ لٹکی ہوئی ہے اور تم اصلاح سے کام لو اور تم پرہیز گاری اختیار کرو بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ایک بڑھیا عورت جو اپنے خاوند کو دیکھتی ہے کہ وہ اس سے محبت نہیں کر سکتا بلکہ اسے الگ کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں اپنے حق چھوڑتی ہوں تو مجھے جدا نہ کر تو آیت دونوں کی رخصت دیتی ہے یہی صورت اس وقت بھی ہے کہ جب کسی کو دو بیویاں ہوں اور ایک سے اس کی بوجہ اس کے بڑھاپے یا بدصورتی کے محبت نہ ہو اور وہ اسے جدا کرنا چاہتا اور یہ بوجہ اپنے لگاؤ یا بعض اور مصالح کے الگ ہونا پسند نہ کرتی تو اسے حق ہے کہ اپنے بعض یا سب حقوق سے الگ ہو جائے اور خاوند اس کی بات کو منظور کر کے اسے جدا نہ کرے۔

ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر سے ایک سوال (جسے اس کی بیہودگی کی وجہ سے) آپ نے ناپسند فرمایا اور اسے کوڑا مار دیا پھر ایک اور نے اسی آیت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ باتیں پوچھنے کی ہیں اس سے ایسی صورت مراد ہے کہ مثلاً ایک شخص کی بیوی ہے لیکن وہ بڑھیا ہو گئی ہے اولاد نہیں ہوتی اس نے اولاد کی خاطر کسی جوان عورت سے اور نکاح کیا پھر یہ دونوں جس چیز پر آپس میں اتفاق کر لیں جائز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ عورت ہے جو بوجہ اپنے بڑھاپے کے یا بدصورتی کے یا بدخلقی کے یا گندگی کے اپنے خاوند کی نظروں میں گر جائے اور اس کی چاہت یہ ہو کہ خاوند مجھے نہ چھوڑے تو یہ اپنا پورا یا ادھورا مہر معاف کر دے یا اپنی باری معاف کر دے وغیرہ تو اس طرح صلح کر سکتے ہیں سلف اور ائمہ سے برابری اس کی یہی تفسیر مروی ہے بلکہ تقریباً اس پر اتفاق ہے میرے خیال سے تو اس کا کوئی مخالف نہیں۔

محمد بن مسلم کی صاحبزادی حضرت رافع بن خدیج کے گھر میں تھیں بوجہ بڑھاپے کے یا کسی اور امر کے یہ انہیں چاہتے نہ تھے یہاں تک کہ طلاق دینے کا ارادہ کر لیا اس پر انہوں نے کہا آپ مجھے طلاق تو نہ دیجئے اور جو آپ چاہیں فیصلہ کریں مجھے منظور ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ ان دونوں آیتوں میں ذکر ہے اس عورت کا جس سے اس کا خاوند بگڑا ہوا ہو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے کہہ دے کہ اگر وہ چاہے تو اسے طلاق دے دے اور اگر وہ چاہے تو اس بات کو پسند کر کے اس کے گھر میں رہے کہ وہ مال کی تقسیم میں اور باری کی تقسیم میں اس پر دوسری بیوی کو ترجیح دے گا اب اسے اختیار ہے اگر یہ دوسری شق کو منظور کر لے تو شرعاً خاوند کو جائز ہے کہ اسے باری نہ دے اور جو مہر وغیرہ اس نے چھوڑا ہے اسے اپنی ملکیت سمجھے۔

حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ جب سن رسیدہ ہو گئیں تو انہوں نے ایک نوجوان لڑکی سے نکاح کیا اور پھر اسے زیادہ چاہنے لگے اور اسے پہلی بیوی پر مقدم رکھنے لگے آخر اس سے تنگ آ کر طلاق طلب کی آپ نے دے دی پھر عدت ختم ہونے کے قریب لوٹا لی، لیکن پھر وہی حال ہوا کہ جوان بیوی کو زیادہ چاہنے لگے اور اس کی طرف جھک گئے اس نے پھر طلاق مانگی آپ نے دوبارہ طلاق دے دی پھر لوٹا لیا لیکن پھر وہی نقشہ پیش آیا پھر اس نے قسم دی کہ مجھے طلاق دے دو تو آپ نے فرمایا دیکھو اب یہ تیسری آخری طلاق ہے اگر تم چاہو تو میں دے دوں اور اگر چاہو تو اسی طرح رہنا منظور کر و اس نے سوچ کر جواب

Marfat.com

دیا کہ اچھا مجھے اسے طرح منظور ہے چنانچہ وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہوگئیں اور اسی طرح رہنے سہنے لگیں۔اس جملے کا کہ صلح خیر ہے ایک معنی تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ خاوند کا اپنی بیوی کو یہ اختیار دینا کہ اگر تو چاہے تو اسی طرح رہ کر دوسری بیوی کے برابر تیرے حقوق نہ ہوں اور اگر تو چاہے تو طلاق لے لے، یہ بہتر ہے اس سے کہ یونہی دوسری کو اس پر ترجیح دئے ہوئے رہے۔لیکن اس سے اچھا مطلب یہ ہے کہ بیوی اپنا کچھ چھوڑے دے اور خاوند اسے طلاق نہ دے اور آپس میں مل کر رہیں یہ طلاق دینے اور لینے سے بہتر ہے، جیسے کہ خود نبی اللہ علیہ صلوات اللہ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں رکھا اور انہوں نے اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا۔آپ کے اس فعل میں بھی آپ کی امت کے لئے بہترین نمونہ ہے کہ ناموافقت کی صورت میں بھی طلاق کی نوبت نہ آئے۔ چونکہ اللہ اعلیٰ واکبر کے نزدیک صلح افتراق سے بہتر ہے اس لئے یہاں فرمادیا کہ صلح خیر ہے۔ بلکہ ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے تمام حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ پھر فرمایا تمہارا احسان اور تقویٰ کرنا یعنی عورت کی طرف کی ناراضگی سے درگذر کرنا اور اسے باوجود ناپسندیدگی کے اس کا پورا حق دینا باری میں لین دین میں برابری کرنا یہ بہترین فعل ہے جسے اللہ بخوبی جانتا ہے اور جس پر وہ بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ گو تم چاہو کہ اپنی کئی ایک بیویوں کے درمیان ہر طرح بالکل پورا عدل وانصاف اور برابری کرو تو بھی تم کر نہیں سکتے۔اس لئے کہ گو ایک ایک رات کی باری باندھ لو لیکن محبت چاہت شہوت جماع وغیرہ میں برابری کیسے کر سکتے ہو؟

(تفسیر جامع البیان، سورہ نساء، بیروت)

عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا بیان

(275) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا؛ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَّاِنَّ اَعْوَجَ مَا فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ، فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَاِنْ تَرَكْتَهُ، لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیْحَیْنِ: ''اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اسْتَمْتَعْتَ وَفِیْهَا عَوَجٌ''۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ: ''اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِیْمَ لَكَ عَلٰى طَرِیْقَةٍ، فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِیْهَا عَوَجٌ، وَّاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا كَسَرْتَهَا، وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا''۔

قَوْلُهٗ: ''عَوَجٌ'' هُوَ بِفَتْحِ الْعَیْنِ وَالْوَاوِ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عورتوں کی بھلائی کے بارے میں نصیحت کو قبول کرو عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔پسلی میں سب سے ٹیڑھی اوپر والی پسلی ہوتی ہے۔تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسے اس کے حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی تم عورتوں کے بارے میں نصیحت کو قبول کرو۔ (متفق علیہ)

275- اخرجه البخاری (3331) ومسلم (1468)

''صحیحین'' کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر تم اسے ویسے استعمال کرتے رہو گے تو اس کے ذریعے فائدہ حاصل کرو گے اور اس میں ٹیڑھا پن باقی رہے گا۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے وہ تمہارے لئے کسی بھی طریقے سے سیدھی نہیں ہو سکتی اگر تم اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہو گے تو فائدہ حاصل کرتے رہو گے اور اس میں ٹیڑھا پن موجود رہے گا اور اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو تم اسے توڑ دو گے اور اس کو توڑنے سے مراد اس کو طلاق دینا ہے''۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''عوج'' میں ''ع'' پر زبر پڑھی جائے گی اور ''و'' پر بھی زبر پڑھی جائے گی۔

شرح

ہرگز سیدھی نہیں ہو گی" کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم یہ چاہو کہ کوئی عورت کسی ایک حالت پر ہمیشہ قائم رہے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ اس کی خلقت ہی میں چونکہ کجی ہے اسی لئے اس کی حالت بدلتی سدلتی رہے گی کبھی شکر گزاری کی راہ چھوڑ کر ناشکری کا راستہ اختیار کرے گی کبھی طاعت وفرمانبرداری کے راستہ پر چلتے چلتے نافرمانی کی راہ پر پڑ جائے گی کبھی قناعت کو بالائے طاق رکھ کر طمع وحرص کے جال میں پھنس جائے گی غرضیکہ اسی طرح اس کے مزاج وعمل میں دوسرے تغیرات پیدا ہوتے رہیں گے۔

بیوی کو مارنے کی ممانعت کا بیان

(276) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِىْ عَقَرَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "﴿اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا﴾ انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيْزٌ، عَارِمٌ مَنِيْعٌ فِىْ رَهْطِهٖ"، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَآءَ، فَوَعَظَ فِيْهِنَّ، فَقَالَ: "يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ" ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِىْ ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ، وَقَالَ: "لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟!" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"وَالْعَارِمُ" بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالرَّاءِ : هُوَ الشِّرِّيْرُ الْمُفْسِدُ، وَقَوْلُهٗ : "انْبَعَثَ"، اَىْ : قَامَ بِسُرْعَةٍ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ نے اونٹنی کا ذکر کیا اور اس کے پاؤں کاٹنے والے کا ذکر کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب انہوں نے اپنے بدبخت ترین فرد کو بھیجا''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہوں نے اس اونٹنی کے لئے اس شخص کو بھیجا جو طاقتور تھا خوشحال تھا اپنے قبیلے میں باحیثیت شخص تھا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کا تذکرہ کیا اور ان کے بارے میں وعظ فرمایا:

''کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح مارتا ہے حالانکہ اس نے اس دن کے آخری حصے میں اس عورت کے ساتھ لیٹنا

276-اخرجه احمد (16222)، والبخاری (3377) ومسلم (2855) والترمذی (3343) والنسائی (6/11675) وابن ماجه (1983) والدارمی (147/2) وابن حبان (5794) والطبرانی (214/3)

Marfat.com

ہوتا ہے''۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو ہوا خارج ہونے پر ہنسنے کے بارے میں فرمایا: کوئی شخص ایسے کام پر کیوں ہنستا ہے جو وہ خود کرتا ہے۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''عارم'' میں ''ع'' اور ''ر'' ہے جس کا مطلب شریر اور فساد کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''اِنْبَعَثَ'' کا مطلب یہ ہے وہ شخص تیزی سے اٹھا۔

شرح

اور پھر دن کے آخری حصہ میں اس سے جماع کرے۔ اس کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی سے جنسی لذت حاصل کرتا ہے اس کے لئے یہ بات کس طرح مناسب ہوسکتی ہے کہ ایک طرف تو اس کے ساتھ ایسا پُر کیف معاملہ ہو دوسری طرف اس کے ساتھ اتنا وحشیانہ اور بے دردانہ سلوک کرے؟ اگرچہ اپنی بیوی کو اس کی مسلسل نافرمانی اور سرکشی پر مارنے کی اجازت ہے لیکن اس طرح نہیں کہ غلاموں کی طرح بے دردی سے اسے مارا پیٹا جائے۔ یہ ایک غیر شرعی فعل ہی نہیں ہے بلکہ ایک انتہائی غیر انسانی اور غیر مہذب حرکت بھی ہے! اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کے ساتھ پیار و محبت اور اتفاق و سلوک کے ساتھ رہنا چاہئے۔

حدیث کے آخری جزو کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا کسی ایسی عجیب بات پر ہنسنا تو اچھا معلوم ہوتا ہے جو عام طور پر نہ پائی جاتی ہو لیکن جب ایک چیز خود اپنے اندر موجود ہے تو پھر جب وہ کسی دوسرے سے سرزد ہوتی ہے تو اس پر ہنسنے کا کیا موقع ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کی ریح خاج ہوجائے تو اس سے تغافل کیا جائے تاکہ وہ خجالت اور شرمندگی کر کے کبیدہ خاطر نہ ہو۔

اس سلسلہ میں یہ سبق آموز واقعہ پڑھنے کے قابل ہے کہ ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں جن کا نام اصم تھا یہ اگرچہ حقیقت میں بہرے نہیں تھے لیکن انہوں نے دنیا کی نظروں میں اپنے آپ کو بہرا بنا رکھا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن ایک عورت کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے ان کے پاس آئی جب وہ ان سے مسئلہ پوچھ رہی تھی تو اسی اثناء میں اس کی ریح خارج ہوگئی۔

اصم نے سوچا کہ یہ عورت ذات ہے اب یہ بہت زیادہ شرمندگی و خجالت محسوس کر رہی ہوگی لہٰذا انہوں نے اس کی شرمندگی و خجالت دور کرنے کے لئے کہا کہ ذرا زور سے کہو کیا کہہ رہی ہو؟ گویا انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ میں اونچا سنتا ہوں وہ عورت بڑی خوش ہوئی اُس نے بتایا کہ یہ تو بہرے ہیں انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں اور اس طرح اس کی شرمندگی دور ہوگئی مگر اصم نے پھر اپنی اس بات کو نباہنے کے لئے اپنے آپ کو ہمیشہ بہرہ بنائے رکھا۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ تنبیہ پوشیدہ ہے کہ ہر عقل مند انسان کو چاہئے کہ جب وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیب گیری کا ارادہ کرے تو اپنے دل میں سوچے کہ آیا یہ عیب یا اسی طرح کا کوئی اور عیب میری ذات میں بھی موجود ہے یا نہیں؟ اگر وہ اپنے آپ کو کسی عیب سے پاک نہ پائے تو پھر اس کے لئے اس مسلمان بھائی کی عیب گیری سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس عیب سے پاک کرنے پر توجہ دے کسی مرد دانا نے کیا خوب کہا ہے کہ میں اکثر لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ دوسروں کے

Marfat.com

عیوب تو دیکھ لیتے ہیں لیکن خود ان کے اندر جو عیوب ہیں ان سے وہ اندھے ہیں۔

راوی حدیث عبداللہ بن زمعہ کے احوال کا بیان

عبداللہ بن زمعہ: یہ عبداللہ بن زمعہ بن اسد بن عبدالعزی الاسری ہیں۔قریش کے معززین میں سے ایک تھے۔ یہ نبی اکرم ﷺ سے اجازت لے کر آئے تھے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے دوران شہید ہوئے۔ان سے دو احادیث منقول ہیں۔

کسی مومن عورت کو ناپسندیدہ نہ کہنے کا بیان

(277) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُّؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَّضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ"، اَوْ قَالَ: "غَیْرَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَقَوْلُهٗ: "یَفْرَكْ" هُوَ بِفَتْحِ الْیَاءِ وَاِسْكَانِ الْفَاءِ وَفَتْحِ الرَّاءِ مَعْنَاهُ: یُبْغِضُ، یُقَالُ: فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا، وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا، بِكَسْرِ الراء یفرَكُهَا بفَتْحِهَا: اَیْ اَبْغَضَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی مومن کسی مومن عورت کو ناپسندیدہ نہ کہے کیونکہ اگر اس کی شکل پسند نہیں آئے گی تو کوئی دوسری چیز پسند آجائے گی۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "یَفْرَكْ" میں "ی" پر زبر پڑھی جائے گی اور "ف" کو ساکن پڑھا جائے گی اور "ر" پر زبر پڑھی جائے گی اس کا مطلب یہ ہے' ناپسند کرے جیسا کہ کہا جاتا ہے' فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا (یعنی عورت نے اپنے شوہر کو ناپسند کیا اور اس کے شوہر نے اس کو ناپسند کیا) اس کو' ر' پر زبر کے ہمراہ بھی پڑھا گیا ہے اور زیر کے ہمراہ بھی پڑھا گیا ہے یعنی اس نے اسے ناپسند کیا باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق کا بیان

(278) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ یَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰی، وَاَثْنٰی عَلَیْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ، ثُمَّ قَالَ: "اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا، فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَیْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَیْئًا غَیْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا؛ اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰی نِسَآئِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَآئِكُمْ عَلَیْكُمْ حَقًّا؛ فَحَقُّكُمْ عَلَیْهِنَّ اَنْ لَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ، وَلَا یَاْذَنَّ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ؛ اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَیْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَیْهِنَّ فِیْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ".

277- اخرجه مسلم (1469)

278- اخرجه الترمذی (1166) وابن ماجه (1851)

Marfat.com

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَوَان" اَیْ: اَسِيْرَاتٌ جَمْعُ عَانِيَة، بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، وَهِيَ الْاَسِيْرَةُ، وَالْعَانِيْ: الْاَسِيْر. شَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةَ فِيْ دُخُوْلِهَا تَحْتَ حُكْمِ الزَّوْجِ بِالْاَسِيْرِ "وَالضَّرْبُ الْمبَرِّح": هُوَ الشَّاقُ الشَّدِيْد وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا" اَیْ: لَا تَطْلُبُوْا طَرِيْقًا تَحْتَجُّوْنَ بِهٖ عَلَيْهِنَّ وَتُؤْذُوْنَهُنَّ بِهٖ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

حضرت عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر یہ بیان کرتے ہوئے سنا آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے کے بعد وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا: خبردار! عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کو قبول کرو وہ تمہاری قیدی ہیں تم ان کے حوالے سے صرف اسی بات کے مالک ہو کر اگر وہ واضح گناہ کا ارتکاب کریں اگر وہ ایسا کریں تو ان کے بستر الگ کر دو اور انہیں مارو لیکن زیادتی نہ کرو اگر وہ تمہاری پیروی کریں تو ان کے خلاف راستہ تلاش نہ کرو خبردار! تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے تمہارا ان پر حق یہ ہے' وہ تمہارے بچھونے پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے گھروں میں اس شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور ان کا تم پہ حق یہ ہے' تم ان کے لباس اور کھانے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''عوان'' کا مطلب قیدی ہے یہ لفظ ''عانیات'' کی جمع ہے جس میں ''ع'' ہے اور اس سے مراد قیدی حورت ہے ''عانی'' قیدی کو کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے حکم کے تحت آنے کے حوالے سے عورت کو قیدی سے مشابہہ قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''اَلضَّرْبُ الْمبَرِّح'' کا مطلب شدید پٹائی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم ان کے خلاف راستہ تلاش نہ کرو یعنی کوئی ایسا راستہ تلاش نہ کرو جس کے ذریعے تم ان کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کر سکو اور انہیں اذیت پہنچاؤ۔

راوی حدیث عمرو بن احوص کے احوال کا بیان

عمرو بن احوص: عمرو بن احوص بن جعفر بن کلاب جشمی کلابی ہیں۔ ابن اثیر کے بقول عمرو الجشمی کلابی ہیں لیکن مجھے ان کا علم نہیں ہے ان کی نسبت ''کلاب''، جشم کی طرف نہیں ہے اور نہ ہی کلاب کے بعد ثابت ہے۔ احوص بن جعفر بن کلاب نسب مشہور ہے۔ شاید یہ ''جشم'' کے حلیف ہونے کی وجہ سے اس سے منسوب ہوئے ہوں۔ ان سے ان کے صاحبزادے سلیمان نے احادیث نقل کی ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے دو احادیث ملتی ہیں یہ صحابی رسول ہیں۔

کھانے پینے اور لباس ورہائش میں بیویوں کے حقوق کا بیان

(279) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا

279- اخرجه احمد (2/20042) وابو داؤد (2142) وابن ماجه (1950)

Marfat.com

عَلَيْهِ؟ قَالَ: "اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ"

حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَالَ: مَعْنٰى "لَا تُقَبِّحْ" اَیْ: لَا تَقُلْ : قَبَّحَكِ اللّٰهُ.

✧✧ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کسی ایک شخص کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ہے' جب تم خود کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب تم خود لباس پہنو تو اسے بھی پہناؤ اور تم اس کے چہرے پر نہ مارو اور اسے بددعا نہ دو اور گھر کے اندر کے علاوہ اس کے ساتھ لاتعلقی اختیار نہ کرو۔

یہ حدیث حسن ہے اسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے' امام نووی فرماتے ہیں لا تقبح کا مطلب یہ ہے' تم کبھی یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قبیح کردے۔

بیوی کے چہرے پر مارنے کی ممانعت کا بیان

خاص طور پر منہ پر نہ مارنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ تمام اعضا میں منہ ہی افضل ہے اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کسی معقول وجہ کی بنیاد پر مثلاً فواحش کے صدور پر یا فرائض ترک کردینے پر اور یا مصلحت تادیب کے پیش نظر منہ کے علاوہ کسی اور جگہ پر مارے تو جائز ہے اور منہ پر مارنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔ خاوند اپنی بیوی کو تادیباً مار سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مرد و عورت انسانی نقطہ نظر سے یکساں مرتبہ کے حامل ہیں اور اسلام کی نظر میں عورت کو بھی وہ شرف و مرتبہ حاصل ہے جو ایک مرد کو ہوتا ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جب ایک مرد اور ایک عورت آپس میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر ایک دوسرے کے رفیق حیات بن جاتے ہیں تو ان دونوں کی شرعی اور معاشرتی حیثیت میں تھوڑا سا فرق ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ خاوند کو قدرتی طور پر ایک مخصوص قسم کی برتری حاصل ہو جاتی ہے جس کا تعلق انسانی شرف و مرتبہ کے فرق و امتیاز سے نہیں ہوتا بلکہ ان کے باہمی رشتہ کے تقاضوں اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی سے ہوتا ہے چنانچہ شوہر اپنی اسی مخصوص برتری کی بنیاد پر بیوی کو ان معاملات میں اپنے حکم کا پابند بنانے کا اختیار رکھتا ہے جن کا شریعت نے اسے استحقاق عطا کیا ہے یا جن کا تعلق شرع فرائض و واجبات کی ادائیگی سے ہے لہٰذا اگر کوئی بیوی ان معاملات میں اپنے شوہر کے حکم کی پابندی نہ کرے اور شوہر کے کہنے سننے کا اس پر کوئی اثر نہ ہوتا ہے، یعنی زبانی نصیحت و تنبیہ کا کوئی اثر قبول نہ کرتی ہو اور شوہر کو یقین ہو جائے کہ اب یہ بغیر سختی کے راہ راست پر نہیں آئے گی تو اسے بیوی کو مارنے کی اجازت ہوگی لیکن اس بارے میں یہ بات ملحوظ ہونی چاہئے کہ بیوی کی ایسی نافرمانی کہ جس پر اس کا شوہر اس کو مار سکتا ہے صرف انہی امر میں معتبر ہوگی جن کی شریعت نے وضاحت کردی ہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو چار باتوں پر مار سکتا ہے۔

ا۔ شوہر کی خواہش و حکم کے باوجود بیوی زینت و آرائش نہ کرے۔ ۲۔ شوہر جماع کا خواہش مند ہو مگر بیوی کوئی عذر جیسے حیض وغیرہ نہ ہونے کے باوجود انکار کردے۔ ۳۔ اسلامی فرائض جیسے نماز پڑھنا چھوڑ دے، جنابت و ناپاکی کے بعد بیوی کا نہ نہانا بھی ترک فرائض کے حکم میں ہے یعنی اگر بیوی ناپاکی اور حیض کا غسل کرنے سے انکار کرتی ہو تو شوہر اس پر بھی مار سکتا ہے۔ 4۔ بیوی

اپنے شوہر کی اجازت ورضامندی کے بغیر گھر سے باہر جاتی ہو۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی کی کسی نافرمانی یا اس کی کسی بات پر ناراضگی کی وجہ سے اس سے جدائی اختیار کرنے ہی میں مصلحت ہو تو ہمیشہ کے لئے جدائی اختیار کرنے کی بجائے یہ زیادہ بہتر ہے کہ اپنے بستر پر اس سے جدائی اختیار کر لو یعنی اس کے ساتھ لیٹنا چھوڑ دو اور رات کو گھر میں نہ رہو تا کہ وہ تمہارے اس طرز عمل کو اپنے حق میں سزا سمجھ کر راہ راست پر آ جائے اور ہمیشہ کی جدائی یعنی طلاق کی نوبت نہ آئے۔

راوی حدیث معاویہ بن حیدہ کے احوال کا بیان

معاویہ بن حیدہ: یہ معاویہ بن حیدہ بن معاویہ بن قشیر بن کعب القشیری ہیں۔ بصرہ میں انہوں نے رہائش اختیار کی تھی۔ خراسان کی لڑائیوں میں شریک ہوئے، وہیں ان کا انتقال ہوا، یہ صحابی رسول ہیں، ان سے کئی روایات منقول ہیں۔ یہ بہز بن حکیم کے دادا ہیں ان سے بہز بن حکیم نے احادیث نقل کی ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بہز بن حکیم بن معاویہ کی احادیث صحیح ہیں۔

بیویوں کے حق بہتر ہونے والے شخص کی فضیلت کا بیان

(280) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خيارکم لِنِسَآئِهِمْ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل مومن وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے اور تم میں وہ لوگ بہتر ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہوں۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شرح

حدیث کے پہلے جزو کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اور اللہ کی مخلوق کے نزدیک تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی اپنے بچوں اپنے عزیزوں واقارب اور اپنے خدمت گاروں و ماتحتوں کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرتا ہے کیونکہ اس کا بھلائی اور اچھا سلوک کرنا اس کی خوش اخلاقی وخوش مزاجی پر دلالت کرتا ہے۔ "اور جب تمہارا صاحب مرجائے الخ" کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارا کوئی عزیز ورشتہ دار یا دوست وغیرہ مرجائے تو اس کی برائیوں کو ذکر کرنا چھوڑ دو۔ گویا اس جملہ کے ذریعہ یہ تعلیم مقصود ہے کہ جو لوگ اس دنیا سے اٹھ چکے ہیں ان کی غیبت نہ کرو۔ جیسا کہ ایک روایت میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے مرے ہوئے لوگوں کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو یعنی صرف ان کی خوبیاں ہی ذکر کرو ان کی برائیوں کا تذکرہ نہ کرو۔ بعض علماء نے اس جملہ کی یہ مراد بیان کی ہے کہ جب کوئی شخص مرجائے تو اس کی محبت اور اس کی موت پر رونا دھونا چھوڑ دو اور یہ سمجھ لو کہ اب اس کے ساتھ تمہارا کوئی جسمانی تعلق باقی نہیں رہا ہے۔

280-ترمذی، ابن حبان (479) ابن ماجه، ابو داؤد، احمد (7406/3) عبد الرزاق، طبرانی، حاکم، ج 2، دارمی 2

Marfat.com

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ میں "صاحب" سے اپنی ذات مبارک مراد رکھی ہے جس کا مطلب امت کو یہ تلقین کرنا ہے کہ جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم تاسف اور تحیر واضطراب کا اظہار نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے جس ذات پاک نے میری حیات کو تمہاری ہدایت وسعادت کا ذریعہ بنایا تھا، وہی ذات پاک میرے انتقال کے بعد بھی تمہیں اسی ہدایت وسعادت پر قائم رکھے گی۔ بعض حضرات نے اس جملہ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم مجھے چھوڑے رکھنا بایں معنی کہ میرے اہل بیت، میرے صحابہ اور میری شریعت کے متبعین یعنی علماء واولیاء کو ایذاء پہنچا کر مجھے ایذاء پہنچانے کا سبب نہ بننا کیونکہ اگر تم انہیں تکلیف وایذاء پہنچاؤ گے تو ان کی تکلیف سے مجھے تکلیف پہنچے گی۔

ادب سکھانے کیلئے بیویوں کو مارنے کی اجازت کا بیان

(281) وَعَنْ اِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ ذُبَابٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ" فَجَاءَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ فِىْ ضَرْبِهِنَّ، فَاَطَافَ بِآلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَّشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ اَطَافَ بِآلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَّشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰٓئِكَ بِخِيَارِكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

قَوْلُهٗ: "ذَئِرْنَ" هُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ، ثُمَّ هَمْزَةٍ مَكْسُوْرَةٍ، ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ، ثُمَّ نُوْنٍ، اَىِ اجْتَرَاْنَ، قَوْلُهٗ: "اَطَافَ" اَىْ: اَحَاطَ.

✧✧ حضرت ایاس عبداللہ بن ابی ذباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی کنیزوں کو نہ مارو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، عورتیں اپنے شوہروں کے سامنے دلیر ہوگئی ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مارنے کی رخصت عطا کی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس عورتیں آنا شروع ہوگئیں وہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محمد کے گھر والوں کے پاس بہت سی خواتین آرہی ہیں جو اپنے شوہروں کی شکایت کرتی ہیں۔ یہ لوگ اچھے نہیں ہیں (جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں۔)

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے مستند اسناد کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لفظ ذئرن اس میں "ذ" استعمال ہوا ہے جس پر زبر پڑھی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد "ء" ہے جس پر زیر پڑھی گئی ہے پھر اس کے بعد "ر" ہے جو ساکن پڑھی جائے گی پھر اس کے بعد "ن" ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے، وہ دلیر ہوگئیں ہیں۔ لفظ "اطاف" کا مطلب یہ ہے، انہوں نے گھیر لیا۔

281- ابو داؤد، نسائی، ابن ماجه، عبد الرزاق (17945) ابن حبان (4189) طبرانی (784) حاکم (2765/2) دارمی (137/2) بیهقی (304/7)

Marfat.com

شرح

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جولوگ اپنی بیویوں کو مارتے ہیں یا مطلق مارتے ہیں تم میں سے بہتر لوگ نہیں ہیں بلکہ بہتر لوگ وہی ہیں جو اپنی بیویوں کو نہیں مارتے ان کی ایذاء اور تکلیف دہی پر صبر وتحمل کرتے ہیں یا ان کو اتنا زیادہ نہیں مارتے جوان کی شکایت کا باعث ہو بلکہ بطور تادیب تھوڑا سا مارتے ہیں۔ شرح السنن میں لکھا ہے کہ اس روایت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی بیوی اپنے شوہر کے حقوق نکاح کی ادائیگی سے انکار کرے تو اس کو مارنا مباح ہے لیکن بہت نہیں مارنا چاہئے۔

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بطور تادیب اپنی بیویوں کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے جب کہ اس روایت سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ؟ گویا دونوں میں بظاہر تضاد وتعارض معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس تضاد وتعارض کو حضرت امام شافعی سے منقول اس وجہ تطبیق کے ذریعہ ختم کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے عورتوں کو مارنے سے منع کیا ہوگا پھر جب عورتیں شوہروں پر غالب ہوگئیں اور ان کی جرات ودلیری بڑھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے کی اجازت دیدی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی توثیق میں یہ آیت نازل ہوئی لیکن اس کے بعد جب عورتوں کی طرف سے یہ شکایت کی گئی کہ ان کے خاوند ان کو بہت مارتے ہیں تو آپ نے اعلان کیا کہ اگرچہ بیوی کی بداطواری پر اس کو مارنا مباح ہے لیکن اس کی بداطواری پر صبر وتحمل کرنا اور ان کو نہ مارنا ہی بہتر وافضل ہے۔

راوی حدیث کے احوال کا بیان

ایاس بن عبداللہ: یہ ایاس بن عبداللہ بن زیاب ہیں یہ ذوس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے مکہ مکرمہ آ کر وہاں مقیم ہوگئے تھے۔ ان سے عبداللہ یا شاید عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے احادیث روایت کی ہیں۔ ابن حبان نے انہیں ثقہ تابعین میں سے ایک شمار کیا ہے ابن مندہ اور ابونعیم بیان کرتے ہیں ان کے صحابی ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ان سے ایک روایت منقول ہے۔

نیک بخت وخوب صورت بیوی ہونے کا بیان

(282) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَّخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عبداللہ بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دنیا سامان ہے اور اس سامان کا بہترین حصہ نیک عورت ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح

حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے بعد جو سب سے بہتر چیز اپنے لئے منتخب کرتا ہے وہ نیک بخت وخوب صورت بیوی ایسی بیوی کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر شوہر اس کو کوئی حکم دیتا ہے تو وہ اس کی تعمیل کرتی ہے جب وہ اس کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اپنے حسن اور پاکیزگی اور اپنی خوش سلیقگی وپاک سیرتی سے) اس کا دل خوش کرتی

282- مسلم' احمد' نسائی

Marfat.com

ہے جب وہ اس کو قسم دیتا ہے۔

تو اس قسم کو پورا کرتی ہے اور جب اس کا خاوند موجود نہیں ہوتا تو وہ اپنے نفس کی بارے میں یہ خیر خواہی کرتی ہے کہ اس کو ضائع وخراب ہونے سے بچاتی ہے اور اس میں کوئی خیانت نہیں کرتی)۔(مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 317)

اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کو اور ممنوعات سے بچنے کو تقوی کہتے ہیں لہٰذا ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نیک وصالح بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور ممنوعات سے اجتناب کے بعد اپنی دینی اور دنیاوی بھلائی کے لئے جو سب سے بہتر چیز پسند کرتا ہے وہ نیک بخت وخوب صورت بیوی ہے۔ وہ اس کی تعمیل کرتی ہے، کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو گناہ ومعصیت کا باعث نہیں ہوتیں یعنی وہ اپنے شوہر کی انہیں باتوں اور انہی احکام کی تعمیل کرتی ہے جو شریعت کے خلاف اور اللہ کی ناراضگی کا باعث نہیں ہوتے، یہ قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ مخلوق یعنی کسی شخص کا کوئی بھی ایسا حکم تعمیل نہ کرنا چاہئے جو خالق یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق ہو۔ وہ اس کی قسم کو پورا کرتی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش ومرضی پر اپنے شوہر کی خواہش ومرضی کو مقدم رکھتی ہے مثلاً جب اس کا شوہر اس کو کسی ایسے کام کے کرنے کی قسم دیتا ہے جو اس کی خواہش کے خلاف ہوتا ہے تو وہ اپنی خواہش کو چھوڑ کر وہ اپنے شوہر کی قسم ومرضی کے مطابق وہی کام کرتی ہے یا جب اس کا شوہر اس کو کسی ایسے کام کے نہ کرنے کی قسم دیتا ہے جو اس کی خواہش کے مطابق ہے تو وہ اپنی خواہش کی پرواہ کئے بغیر اپنے شوہر کی قسم ومرضی کی مطابق اس کام کو ترک کر دیتی ہے۔

بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْاَةِ

باب 35: شوہر کا عورت پر کیا حق ہے

مردوں کو اپنی بیویوں پر فضیلت حاصل ہونے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ (النساء: 34)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''مرد عورتوں کے نگران ہیں اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اس لئے کہ وہ اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں تو جو عورت نیک ہو ادب کرنے والی ہو خاوند کی غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والی ہو اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے جو حفاظت کا حکم دیا ہے''۔

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ سعد بن ربیع کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ نقباء (سرداروں) میں سے تھے ان کی بیوی حبیبہ بنت زید بن ابی ہریرہ تھی یہ دونوں انصار میں سے تھے ایک مرتبہ ان کی بیوی نے ان کی نافرمانی کی تو انہوں نے اسے طمانچہ مارا بیوی اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور والد نے کہا کہ میں نے اپنی محبوب بیٹی اس کے نکاح میں دی اور وہ اسے طمانچہ مارتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اپنے شوہر سے قصاص لے گی چنانچہ یہ اپنے والد کے ساتھ شوہر سے قصاص لینے کے لیے گئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس لوٹو یہ جبرائیل ہمارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے اور آپ نے فرمایا ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے بھی ایک بات کا ارادہ کیا اور جس چیز کا ارادہ اللہ نے فرمایا وہی بہتر ہے اور یہ فرما کر

Marfat.com

قصاص کو ختم کر دیا۔ (قرطبی 5۔168)

جہنی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طمانچہ مارا وہ حضور ﷺ کے پاس جھگڑا لے کر گئی اور اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے گئی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری عزیزہ کو طمانچہ مارا ہے تو آپ فرمانے لگے کہ قصاص لیا جائے گا اور کوئی فیصلہ نہ کیا جائے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ ترجمہ۔ مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں اس لیے کہ خدا نے بعض کو بعض پر افضل بنایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے اس کے سوا دوسری بات کا ارادہ فرمایا۔ (نیسابوری 127، سیوطی 71، طبری 5۔37)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو اس بارے میں حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

بیوی کا حقوق زوجیت سے انکار پر سخت وعید کا بیان

(283) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ اِلٰى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَاْتِهِ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَآئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهُمَا: "اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَآئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ".

وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَّجُلٍ يَدْعُوْ امْرَاَتَهُ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَتَاْبٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا".

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے وہ اس کے پاس نہ جائے اور وہ شخص رات بھر اس سے ناراض رہے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (متفق علیہ)

دونوں کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جب کوئی عورت رات بھر اپنے شوہر کے بستر سے الگ رہے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر آنے کیلئے کہے اور وہ عورت انکار کر دے تو جو ذات آسمان میں ہے وہ اس عورت سے اس وقت تک ناراض رہتی ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہیں ہو جاتا۔

شرح

یہ وعید اس صورت میں ہے جب کہ بیوی کوئی شرعی عذر نہ ہونے کے باوجود شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کر دے۔ بعض

283- اخرجه البخاری (3237) ومسلم (1436)

Marfat.com

حضرات نے یہ کہا ہے کہ حیض ایسا عذر نہیں ہے جس کی موجودگی میں بیوی کو شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کر دینے کا حق پہنچتا ہو، کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک شوہر کو اس صورت میں بھی کپڑوں کے اوپر سے جنسی لطف حاصل کرنا (یعنی بدن سے بدن ملانا اور بوسہ وغیرہ لینا) جائز ہے اور بعض علماء کے نزدیک شرم گاہ کے علاوہ جسم کے بقیہ حصوں سے لطف اندوزی جائز ہے۔ "صبح تک" غالب کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے یعنی اکثر یہ صورت حال چونکہ رات میں پیش آتی ہے اس لئے "صبح تک" کا ذکر کیا گیا ورنہ اگر شوہر کی طرف خواہش اور بیوی کی طرف سے انکار کی یہ صورت حال دن میں پیش آئے اور اس کی وجہ سے شوہر دن بھر ناراض رہے تو فرشتے اسی طرح شام تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

وہ جو آسمان میں ہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کا حکم آسمانوں میں جاری ہے۔ یا وہ ذات جس کی آسمانوں میں عبادت کی جاتی ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یوں تو اللہ تعالیٰ زمین اور زمین کی ساری مخلوقات کا بھی معبود اور آسمان اور آسمان کی ساری مخلوقات کا بھی معبود ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آیت (وھوالذی فی السماء الہ وفی الارض الہ) اور وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ لیکن حدیث میں صرف آسمان کا معبود اس لئے کہا گیا ہے کہ زمین کی بہ نسبت آسمان زیادہ شرف رکھتا ہے اور صرف آسمان کا ذکر اظہار مقصد کے لئے کافی ہے تاہم یہ بھی احتمال ہے کہ " وہ جو آسمان میں ہے" سے فرشتے مراد ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے اور جب جنسی جذبات کی تسکین کے بارے میں خاوند کی ناراضگی کی یہ اہمیت ہے تو کسی دنیوی معاملہ میں خاوند کی ناراضگی کی کتنی اہمیت ہوگی۔

نفلی روزے میں شوہر سے اجازت لینے کا بیان

(284) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَیْضًا : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَلَا تَاْذَنَ فِیْ بَیْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ .

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے، وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں نفلی روزہ رکھے البتہ اپنے شوہر کی اجازت سے روزہ رکھ سکتی ہے اور نہ ہی اس کی اجازت کے بغیر کسی شخص کو اس کے گھر میں آنے کی اجازت دے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

نفلی عبادات اور حقوق زوجین کا بیان

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا شوہر صفوان ابن معطل جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے اور جب روزہ رکھتی

284- اخرجه احمد (2/4495) والبخاری (893) ومسلم (1829) وابو داؤد (2928) والترمذی (1795) وابن حبان (4489) والبیهقی (287/6)

Marfat.com

ہوں تو میرا روزہ تڑوادیتا ہے اور وہ خود فجر کی نماز اس وقت پڑھتا ہے جب کہ سورج یا تو نکلنے کے قریب ہوتا ہے یا نکل چکا ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جس وقت صفوان کی بیوی یہ شکایت کررہی تھی اس وقت صفوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود تھے راوی کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے ان کی بیوی کی ذکر کردہ باتوں کے بارے میں پوچھا تو صفوان نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی کا کہنا کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھ کو مارتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز کی ایک ہی رکعت میں یا دو رکعتوں میں دو لمبی لمبی سورتیں پڑھتی ہے حالانکہ میں نے اس کو لمبی لمبی سورتیں پڑھنے سے منع کیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کی تصدیق کے لئے فرمایا سورت فاتحہ کے بعد ایک سورت پڑھنا لوگوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔

پھر صفوان نے کہا اور اس کا کہنا کہ جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ تڑوادیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روزے رکھے چلی جاتی ہے (یعنی ہمیشہ نفلی روزے رکھتی رہتی ہے) اور میں ایک جوان آدمی ہوں اور چونکہ رات میں مجھے مباشرت کا موقع نہیں ملتا۔ اس لئے اگر دن میں مجھے جماع کی خواہش ہوتی ہے تو میں صبر نہیں کرسکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے۔

پھر صفوان نے کہا کہ اور اس کا یہ کہنا کہ میں سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ ہم کام کاج والے لوگ ہیں زیادہ رات گئے تک اپنے کھیتوں اور باغوں میں پانی دیتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے رات میں سونا میسر نہیں ہوتا) اور ہم لوگوں کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ جب ہم رات کے آخری حصہ میں سوتے ہیں تو اس وقت جاگتے ہیں جب سورج یا تو نکلنے کے قریب ہوتا ہے یا نکل چکا ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عذر سن کر فرمایا کہ صفوان جس وقت آنکھ کھلے نماز پڑھ لو۔

(ابوداؤد ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث، 469)

صفوان زراعت پیشہ آدمی تھے اور بہت رات گئے تک اپنے کھیتوں اور باغوں میں پانی دیتے تھے اور پھر وہیں پڑ کر سوجاتے تھے اور چونکہ وہاں جگانے والا کوئی نہیں ہوتا تھا اس لئے ان کی آنکھ دیر سے کھلتی تھی اس اعتبار سے وہ گویا معذور تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر کی بناء پر ان کو حکم دیا کہ اگر تمہاری آنکھ وقت پر نہ کھل سکے تو جب بھی جاگو پہلے نماز پڑھو اس کے بعد کسی اور کام میں لگو۔

بیوی کا شوہر کے گھر کی نگران ہونے کا بیان

(285) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: وَالْاَمِيْرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى اَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

285- اخرجه الترمذی (1160) والنسائی (5/8971) فی عشرة النساء باب (21) وابن حبان (4165) والطبرانی (8235) واحمد (5/16288) والبیهقی (7/294) والطیالسی (1097)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص سے اس کی نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا حاکم نگران ہے، آدمی گھر والوں کے بارے میں نگران ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے، تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کا حساب لیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

بیوی کا شوہر کی خدمت میں حاضر ہو جانے کا بیان

(286) وَعَنْ اَبِیْ عَلِیٍّ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَاْتِهِ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ".

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ، وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ : "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

✧✧ حضرت ابوعلی طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر کوئی شخص اپنی حاجت کے لئے اپنی بیوی کو بلائے تو وہ آجائے اگر چہ وہ تندور پر (روٹیاں کیوں نہ پکا رہی ہو)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شرح

اگر چہ وہ چولہے کے پاس ہو" کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی کسی ضروری کام میں مشغول ہو اور کسی چیز کے نقصان کا احتمال بھی ہو تب بھی شوہر کی اطاعت کی جائے اور اس کے بلانے پر فوراً اس کے پاس پہنچ جانا چاہئے مثلاً بیوی چولہے کے پاس ہو اور روٹی توے پر ڈال رکھی اور اسی حالت میں شوہر جماع کے لئے بلائے تو اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ آٹے روٹی کا نقصان ہو جائے گا شوہر کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ جائے۔

راوی حدیث طلق بن علی کے احوال کا بیان

طلق بن علی: یہ طلق بن علی بن مندر بن قیس تحیمی ہیں۔ یہ صحابی رسول ہیں اور حضرت قیس بن طلق کے والد ہیں ان کی کنیت ابوعلی تھی۔ یہ ان افراد میں سے ایک ہیں جو یمامہ سے آئے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو چودہ احادیث نقل کی ہیں۔

بیوی کا شوہر کو تعظیمی سجدہ کرنے کے حکم کا بیان

(287) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا

286-ترمذی فی النکاح، نسائی الکبریٰ، باب عشرة النساء (الاطراف للمزی) ابن حبان (4165) طبرانی (8253) احمد (16288/5) بیہقی (294/7) طیالسی (1097)

287-اخرجه الترمذی (1162) و ابن حبان (4162) والبیہقی (291/7) حاکم فی المستدرک من حدیث بریرہ، ابن حبان (4162) وله شاهد فی البزامن حدیث عبد الله بن بریره، شاهد آخر حدیث انس عند احمد والنسائی، شهد عند احمد وغیره من حدیث معاذ بن جبل رضی الله عنه

Marfat.com

اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا"

رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ".

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میں نے کسی کو دوسرے کو سجدہ کرنے کی ہدایت دینا ہوتی تو میں عورت کو یہ ہدایت کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اس حدیث میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ رب معبود کے علاوہ اور کسی کو سجدہ کرنا درست نہیں ہے اگر اس شریعت میں اللہ کے سوا کسی کو تعظیمی سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ بیوی پر اس کے خاوند کے بہت زیادہ حقوق ہیں جن کی ادائیگی شکر سے وہ عاجز ہے گویا اس ارشاد گرامی میں اس بات کی اہمیت و تاکید کو بیان کیا گیا ہے کہ بیوی پر اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے۔

شوہر کو خوش رکھنے والی عورت کیلئے جنت کی بشارت کا بیان

(288) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَیُّمَا امْرَاَۃٍ مَاتَتْ، وَزَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ"

رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

✧✧ سیدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی عورت فوت ہو جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو [illegible] میں جائے گی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے: وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

شرح

جو شوہر عالم و متقی ہو اس کی رضامندی اور خوشنودی کا یہ اجر بیان کیا گیا ہے، فاسق و جاہل شوہر کی رضامندی خوشنودی کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

دنیا میں جھگڑنے والی بیوی سے حورعین کے خطاب کا بیان

(289) وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تُؤْذِیْ امْرَاَۃٌ زَوْجَھَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ لَا تُؤْذِیْہِ قَاتَلَکِ اللّٰہُ! فَاِنَّمَا ھُوَ عِنْدَکِ دَخِیْلٌ یُوْشِکُ اَنْ

288- ترمذی' ابن ماجہ' شاھد عند ابن حبان 6163' من ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ' شاھد آخر عند احمد (261/1) من حدیث عبد الرحمن بن عوف' ولہ شاھد آخر عند البزاز وابی نعیم فی الحلیۃ (308/6) من حدیث انس باسناد فیہ نقال فالحدیث حسن لشواھدہ

289- اخرجہ احمد (22162) والترمذی (1177) وابن ماجہ (2015)

Marfat.com

يُفَارِقَكَ اِلَيْنَا"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

✧✧ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو اذیت نہیں دیتی مگر یہ کہ اس شخص کی حور عین بیوی یہ کہتی ہے' تم اسے اذیت نہ دو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے بے شک یہ تمہارے پاس کچھ عرصے کے لئے ہے عنقریب یہ تم سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

شرح

ایک دوسری روایت میں یوں فرمایا گیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے ان دونوں روایتوں سے جہاں شوہر کی نافرمانی کرنے یا اس کو تکلیف پہنچانے کی سخت برائی ثابت ہو رہی ہے وہیں یہ بھی واضح ہوا کہ اس دنیا میں انسان جو کچھ کرتا ہے وہ ملاء اعلیٰ یعنی آسمان کے رہنے والوں کے علم میں آجاتا ہے۔

عورتوں کا فتنہ بڑا فتنہ ہونے کا بیان

(290) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً هِيَ اَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں اپنے بعد مردوں کے لئے ایسی کوئی آزمائش نہیں چھوڑ رہا جو مردوں کے لیے عورتوں (کی آزمائش) سے زیادہ نقصان دہ ہو۔

شرح

مردوں کے حق میں عورتوں کے فتنے کو سب سے زیادہ ضرر رساں اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ اول تو مردوں کی طبائع عام طور پر عورتوں کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہیں دوسرے یہ کہ مرد عام طور پر عورتوں کی خواہشات کے زیادہ پابند ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حارم امور میں گرفتار ہوتے ہیں اور عورتوں ہی کی وجہ سے آپس کے لڑائی جھگڑے نفرت وعداوت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ عورتیں ہی ہیں جن کی بے جا ناز برداریاں مردوں کو دنیاداری کی طرف راغب کرتی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ دنیاداری سے زیادہ اور کون سی چیز ضرر رساں ہو سکتی ہے کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارہ میں فرمایا کہ حب الدنیا راٗس کل خطیئۃ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ ارشاد گرامی اپنے بعد سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عورتوں کے فتنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کم تھے اور ان کا زیادہ ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا کیونکہ اس وقت حق کا غلبہ تھا اور نیکی کی طاقت تمام برائیوں کو دبائے ہوئے تھی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آہستہ آہستہ باطل کی قوت بڑھتی

290- احمد (8/21805) بخاری' مسلم' ترمذی' ابن ماجہ' ابن حبان (5967) عبد الرزاق (20608) طبرانی (417-419) بیہقی (7/91)

گئی اور برائیوں کا غلبہ ہوتا گیا۔

بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْعِيَالِ

باب 36: گھر والوں پر خرچ کرنا

اہل وعیال پر نفقہ کے مفہوم کا بیان

نفقہ اس کی جمع نفقات ہے اور نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو خرچ کی جائے جب کہ شرعی اصطلاح میں طعام لباس اور سکنی مکان کو نفقہ کہتے ہیں چونکہ نفقہ کی کئی نوعیتیں اور قسمیں ہوتی ہیں جیسے بیوی کا نفقہ اولاد کا نفقہ والدین کا نفقہ اور عزیز واقارب کا نفقہ وغیرہ اس لئے نفقہ کی ان انواع کے اعتبار سے عنوان میں نفقات یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے نیز یہاں نفقہ سے اس کا عام مفہوم مراد ہے خواہ واجب ہو یا غیر واجب ہو۔ لونڈی غلام کے حقوق کا مطلب ہے ان کو کھلانا پہنانا اور ان پر ایسے کاموں کا بوجھ نہ ڈالنا جو ان کی طاقت وہمت سے باہر ہوں۔

عقد نکاح کے بعد شوہر پر بیوی کیلئے کھانا، لباس اور مکان کا لازم ہونا نفقہ کہلاتا ہے جبکہ عرف ومعاشرے میں محض کھانے کو نفقہ کہا جاتا ہے۔

بیوی کے کھانے پینے اور لباس کے خرچ کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرة : 233)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ’’اور جس کا بچہ ہو ان عورتوں کے کھانے پینے کا اور کپڑوں کا خرچ مناسب طریقے سے اس کے ذمے ہوگا‘‘۔

یعنی باپ کے ذمہ ہے ماؤں کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق کسی شخص کو ایسا حکم نہیں دیا جاتا جس کو یہ برداشت نہ کر سکے۔ اس میں پہلی بات قابل غور یہ ہے کہ ماؤں کے لئے قرآن نے لفظ وَالْوَالِدٰتُ استعمال کیا مگر باپ کے لئے مختصر لفظ وَالِدُ چھوڑ کر اختیار فرمایا حالانکہ قرآن میں دوسری جگہ لفظ والد بھی مذکور ہے لَا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ مگر یہاں والد کی جگہ مَوْلُوْدٍ لَهٗ کے اختیار کرنے میں ایک خاص راز ہے وہ یہ کہ پورے قرآن کریم کا ایک خاص اسلوب اور طرز بیان ہے کہ وہ کسی قانون کو دنیا کی حکومتوں کی طرح بیان نہیں کرتا بلکہ مربیانہ اور مشفقانہ طرز سے بیان کرتا ہے اور ایسے انداز سے بیان کرتا ہے جس کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا انسان کے لئے آسان ہو جائے۔

یہاں بھی چونکہ بچہ کا نفقہ باپ کے ذمہ ڈالا گیا ہے حالانکہ وہ ماں اور باپ کی متاع مشترک ہے تو ممکن تھا کہ باپ کو یہ حکم کچھ بھاری معلوم ہو اس لئے بجائے وَالِدُ کے مَوْلُوْدٍ لَهٗ کا لفظ اختیار کیا (وہ شخص جس کا بچہ ہے) اس میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگرچہ بچے کی تولید میں ماں اور باپ دونوں کی شرکت ضرور ہے مگر بچہ باپ ہی کا کہلاتا ہے نسب باب ہی سے چلتا ہے اور جب بچہ اس کا ہوا تو ذمہ داری خرچ کی اس کو بھاری نہ معلوم ہونی چاہئے۔

Marfat.com

بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری کا بیان

شرعیہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر چہ دودھ پلانا ماں کے ذمہ ہے لیکن ماں کا نان ونفقہ اور ضروریات زندگی باپ کے ذمہ ہیں اور یہ ذمہ داری جس وقت تک بچے کی ماں اس کے نکاح میں ہے یا عدت میں ہے اس وقت تک ہے اور طلاق اور عدت پوری ہونے کے بعد نفقہ زوجیت تو ختم ہو جائے گا مگر بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ دینا باپ کے ذمہ پھر بھی لازم رہے گا۔

(تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

اس پر تو اتفاق ہے کہ میاں بیوی دونوں امیر مالدار ہوں تو نفقہ امیرانہ واجب ہوگا اور دونوں غریب ہوں تو نفقہ غریبانہ واجب ہوگا، البتہ جب دونوں کے حالات مالی مختلف ہوں تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ صاحب ہدایہ نے خصاف کے اس قول پر فتویٰ دیا ہے کہ اگر عورت غریب اور مرد مال دار ہو تو اس کا نفقہ درمیانہ حیثیت کا دیا جائے گا کہ غریبوں سے زائد مال داروں سے کم اور کرخی کے نزدیک اعتبار شوہر کے حال کا ہوگا فتح القدیر میں بہت سے فقہاء کا فتویٰ اس پر نقل کیا ہے۔

حسب طاقت بیوی کو نفقہ دینے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰهَا ﴾ (الطلاق : 7)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”جس شخص کے پاس گنجائش موجود ہو وہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اور جس شخص کا رزق تنگ ہو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اسی بات کا پابند کرتا ہے جو اس نے اسے عطا کیا ہے“۔

بیوی اور اولاد کا بقدر ضرورت نفقہ خاوند پر واجب ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا شوہر ابوسفیان بہت بخیل اور حریص ہے وہ مجھ کو اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے البتہ اگر میں اس کے مال میں سے خود کچھ نکال لوں اس طرح اس کو خبر نہ ہو تو ہماری ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔

تو کیا یہ جائز ہے کہ میں شوہر کو خبر کئے بغیر اس کے مال میں سے اپنی اور اولاد کی ضروریات کے بقدر کچھ نکال لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اور اپنی اولاد کی ضروریات کے بقدر کہ جو شریعت کے مطابق ہو یعنی اوسط درجہ کا خرچ اس کے مال میں سے لے لیا کرو (بخاری ومسلم)

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفقہ بقدر ضرورت واجب ہے۔ چنانچہ تمام علماء کا اس پر اجماع واتفاق ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں (۱) مرد پر اس کی بیوی اور نابالغ اولاد (جس کی ذاتی ملکیت میں مال نہ ہو) کا نفقہ واجب ہے (۲) نفقہ ضرورت وحاجت کے بقدر واجب ہوتا ہے (۳) فتویٰ دیتے وقت یا کوئی شرعی حق نافذ کرتے وقت اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے (۴) کسی شخص کے بارے میں ایسی کوئی بات بیان کرنا کہ جس کو اگر

Marfat.com

وہ سنے تو ناگواری محسوس کرے جائز ہے بشرطیکہ یہ بیان کرنا کہ کوئی مسئلہ پوچھنے یا فتویٰ لینے کی غرض سے ہو (۵) اگر کسی شخص پر کسی دوسرے شخص کا کوئی مالی مطالبہ ہو اور وہ اس کی ادائیگی نہ کرتا ہو تو مطالبہ والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے اپنے مطالب کے بقدر لے لے (۶) بیوی بھی اپنے شوہر کے مال کے ذریعہ اپنی اولاد پر خرچ کرنے اور ان کی کفالت کرنے کی ذمہ دار ہے (۷) بیوی کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے خواہ شوہر نے اس کی صریحاً اجازت دے دی ہو یا بیوی کو اس کی رضامندی کا علم ہو (۸) قاضی اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ کسی معاملہ میں مناسب سمجھے تو محض اپنے علم اور اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم جاری کر دے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ سے گواہ طلب نہیں کئے بلکہ اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم دے دیا۔ (شرح مسلم، نووی)

نفقہ میں اصل عسر و یسر ہونے کا قاعدہ فقہیہ

واجب نفقہ میں اصل عسر و یسر ہے۔ (الہدایہ، ۴۱۷)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کا جو نفقہ واجب ہے اس کی مقدار شوہر کے حال کے مطابق ہوگی اگر شوہر امیر و دولت مند ہے تو نفقہ امراء لوگوں کی طرح ادا کرے اور اگر شوہر غریب مفلس ہے تو نفقہ غرباء و مفلس لوگوں کی طرح ادا کرے، لہٰذا کسی غریب شخص کی بیوی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دولت مند لوگوں کی بیویوں کی طرح نفقہ کا مطالبہ کرے۔ اور کسی امیر و دولت مند شخص کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو غریب عورت کی طرح نفقہ دے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

و علی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف لا تکلف نفس الا وسعها (البقرہ ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے مطابق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے اور کسی شخص کو اسکی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کیا جائے گا۔

تعین نفقہ کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نفقہ کی مقدار معین کی جائے تو اس میں جو طریقہ آسان ہو وہ برتا جائے مثلاً مزدوری کرنے والے کے لیے یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ عورت کو روزانہ شام کو اتنا دے دیا کرے کہ دوسرے دن کے لیے کافی ہو کہ مزدور ایک مہینے کے تمام مصارف ایک ساتھ نہیں دے سکتا اور تاجر اور نوکری پیشہ جو ماہوار تنخواہ پاتے ہیں مہینے کا نفقہ ایک ساتھ دے دیا کریں اور ہفتہ میں تنخواہ ملتی ہے تو ہفتہ وار اور کھیتی کرنے والے ہر سال یا ربیع و خریف دو فصلوں میں دیا کریں۔

اگر باہم رضامندی سے کوئی مقدار معین ہوئی یا قاضی نے معین کر دی اور چند ماہ تک وہ رقم نہ دی تو عورت وصول کر سکتی ہے اور معاف کرنا چاہے تو کر سکتی ہے بلکہ جو مہینہ آ گیا ہے اُس کا بھی نفقہ معاف کر سکتی ہے جبکہ ماہ بماہ نفقہ دینا ٹھہرا ہو اور سالانہ مقرر ہوا تو اس سال اور سال گزشتہ کا معاف کر سکتی ہے۔ پہلی صورت میں بعد والے مہینے کا دوسری میں اُس سال کا جو ابھی نہیں آیا معاف نہیں کر سکتی اور اگر نہ باہم کوئی مقدار معین ہوئی نہ قاضی نے معین کی تو زمانہ گزشتہ کا نفقہ نہ طلب کر سکتی ہے، نہ معاف کر سکتی ہے کہ وہ شوہر کے ذمہ واجب ہی نہیں، ہاں اگر اس شرط پر خلع ہوا کہ عورت عدت کا نفقہ معاف کر دے تو یہ معاف ہو جائے گا۔ عورت کو مثلاً مہینے بھر

Marfat.com

کا نفقہ دیدیا اُس نے فضول خرچی سے مہینہ پورا ہونے سے پہلے خرچ کرڈالا یا چوری جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے ہلاک ہو گیا تو اس مہینے کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔ (درمختار، باب نفقہ، ج۵، ص۳۰۰، بیروت)

خرچ کرنے کے بدلے میں ثواب حاصل ہونے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُه ﴾ (سبا: 39).

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا''۔

اس آیت کی تفسیر گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہے۔ (محمد لیاقت علی رضوی عفی عنہ)

اہل وعیال پر صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان

(291) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهُ فِیْ رَقَبَةٍ، وَّدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ، وَّدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهُ عَلٰی اَهْلِكَ، اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهُ عَلٰی اَهْلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایک دینار وہ ہے جسے تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو ایک دینار وہ ہے جسے تم غلام آزاد کرنے کے لئے استعمال کرتے ہو ایک دینار وہ ہے جسے تم کسی غریب پر خرچ کرتے ہو ایک دینار وہ ہے جسے تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہے ان میں سب سے زیادہ اجر والا وہ دینار ہے جسے تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ تمہارے ماموں کو چونکہ ایک خدمت گار کی ضرورت تھی اس لئے اگر تم وہ لونڈی انہیں دے دیتیں تو تمہیں صدقہ کا ثواب تو ملتا ہی اس کے ساتھ ہی صلہ رحمی کا ثواب بھی ملتا۔

گھر والوں پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

(292) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَیُقَالُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُهُ الرَّجُلُ: دِیْنَارٌ یُّنْفِقُهُ عَلٰی عِیَالِهٖ، وَدِیْنَارٌ یُّنْفِقُهُ عَلٰی دَابَّتِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَدِیْنَارٌ یُّنْفِقُهُ عَلٰی اَصْحَابِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ ایک روایت کے مطابق حضرت ابوعبدالرحمٰن ثوبان بن بجدد رضی اللہ عنہ؟ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک

291- اخرجه مسلم (995)

292- اخرجه مسلم (994)، والترمذی (1966) وابن ماجه (2760)

Marfat.com

آزاد کردہ غلام ہے۔ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی جو دینار خرچ کرتا ہے اس میں سے افضل وہ دینار ہے جو وہ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جانور پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

راوی حدیث ثوبان بن بجدد کے احوال کا بیان

ثوبان بن بجدد: یہ نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اصل میں مکہ اور یمن کے درمیان سرات نامی جگہ کے رہنے والے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں خرید کر آزاد کروا دیا تھا تو پھر یہ وفات تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مشغول رہے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد یہ حمص تشریف لے گئے تھے۔ وہاں رہائش اختیار کی ۴۵ ہجری میں وہیں ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے 128 احادیث روایت کی ہیں۔

سوتیلے بیٹوں وغیرہ پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

(293) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ لِیْ اَجْرٌ فِیْ بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْهِمْ، وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِیَّ؟ فَقَالَ: "نَعَمْ، لَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا' یارسول اللہ! کیا ابوسلمہ کے بچوں کے بارے میں مجھے کوئی اجر ملے گا اگر میں ان پر کچھ خرچ کروں؟ میں انہیں ایسے نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ وہ میرے بھی بچے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم ان پر جو خرچ کرو گی اس کا تمہیں اجر ملے گا۔

شرح

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلے ان کے عقد میں تھیں، ابوسلمہ سے ان کے کئی بچے ہوئے عمر زینب اور درہ، جب ابوسلمہ کا انتقال ہو گیا، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ ابوسلمہ سے ان کے جو بچے تھے وہ ان کے اخراجات میں انہیں کچھ دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ اسی کو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ان کو میں جو کچھ دیتی ہوں آیا اس کا ثواب بھی مجھے ملتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا اس صورت میں بیٹوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بیٹے مراد ہوں گے جو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے تھے یا یہ بھی احتمال ہے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی کے کچھ بچے ہوں گے ام سلمہ نے ان پر مال خرچ کرنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اس صورت میں بیٹوں سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بیٹے مراد ہوں گے۔

293-احمد (26571/10) بخاری' مسلم' ابن حبان (4246) طبرانی (796/23)' بیہقی (478/7)

Marfat.com

اللہ کی رضا کیلئے صدقہ کرنے کا بیان

(294) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ الَّذِیْ قَدَّمْنَاهُ فِیْ اَوَّلِ الْكِتَابِ فِیْ بَابِ النِّیَّةِ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهٗ : "وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیْ امْرَاَتِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

✧✧ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی طویل حدیث میں یہ بیان کرتے ہیں، جسے ہم اس کتاب کے آغاز میں نیت کے بیان میں نقل کر چکے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ یہاں تک کہ تم اپنی بیوی کے منہ میں جو کچھ ڈالو گے۔ (اس کا بھی اجر ملے گا)۔ (متفق علیہ)

شرح

سخاوت خرچ کے معاملے میں اپنے اہل وعیال اور ان لوگوں کو مقدم رکھنا چاہئے جن کا نفقہ اپنے اوپر واجب ہو یعنی ان لوگوں کو دو، جب ان سے بچ رہے تو دوسرے لوگوں کو دینا چاہئے اور اس انداز سے خرچ کرنا کوئی مستحسن بات نہیں ہے کہ اپنے اہل وعیال تو ضرورت مند ومحتاج رہیں اور دوسروں کو دیا جائے۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد بھی حدیث قدسی (اللہ تعالیٰ کا ارشاد) ہے اگرچہ حدیث میں صراحتاً ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی ارشاد کے لئے یہ اسلوب اختیار فرمایا ہو۔

راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص کے احوال کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بن مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الزہری ہیں۔ ان کی کنیت ابواسحاق ہیں یہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جنہیں امیر مقرر کیا گیا۔ یہ عراق اور مدائن کے فاتح ہیں یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے مقرر کیا تھا۔ یہ قدیم الاسلام لوگوں میں سے ایک ہیں۔ غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے پر مامور رہتے تھے۔ غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ انہیں ''اسلام کا شہسوار'' کہا جاتا ہے یہ مہاجرین اولین میں سے ایک ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی۔

''اے اللہ! تو اس کے نشانے کو ٹھیک کر اور اس کی دعا کو قبول کر''

انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سو ستر احادیث نقل کی ہیں۔ ''عقیق'' کے مقام پر اپنے گھر میں ان کا انتقال ہوا اس کے بعد انہیں مدینہ منورہ لا کر دفن کیا گیا۔ یہ ۵۵ ہجری کا واقعہ ہے۔

294- موطا' مالك' احمد (1524/1) بخاری' مسلم' ابو داؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجه' الادب المفرد للبخاری' ابو یعلی (834) ابن حبان (4249)' ابن الجارود (947) عبدالرزاق (16357) الطیالسی (195) بیهقی (268/6) الدارمی (3196) مشکوٰۃ (1459)

Marfat.com

بیوی پر صدقہ کرنے پر بھی ثواب کا بیان

(295) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَهْلِهٖ نَفَقَةً یَّحْتَسِبُهَا فَهِیَ لَهٗ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

✧✧ حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کوئی شخص اپنی بیوی پر کچھ خرچ کرتا ہے اور اس کے ذریعے ثواب کا امیدوار ہوتا ہے تو یہ اس کے حق میں صدقہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

زیر کفالت لوگوں کے حقوق ضائع ہونے پر سخت وعید کا بیان

(296) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ"

حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَغَیْرُهٗ۔

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِهٖ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: "کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یَّحْبِسَ عَمَّنْ یَّمْلِکُ قُوْتَهٗ"۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے وہ اپنے زیر کفالت لوگوں کے حقوق کو ضائع کردے۔

یہ حدیث "صحیح" ہے اسے امام ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں اسی مضمون کی ایک روایت نقل کی ہے۔ "آدمی کے گناہگار ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت سے (خرچ) روک لے"۔

صدقہ کرنے والے کیلئے فرشتوں کی دعا کا بیان

(297) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ یَّوْمٍ یُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ، فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! (اپنی راہ میں) خرچ کرنے والے کو مزید مال عطا کر اور دوسرا یہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! مال نہ خرچ کرنے والے کے مال کو ضائع کردے۔ (متفق علیہ)

295- احمد (17081/6) بخاری، الادب المفرد 749، مسلم، ترمذی، نسائی (2544)، الکبریٰ (323) ابن حبان (4239) دارمی (284/2) طبرانی الکبیر (522/17) بیہقی (178/5)

296- احمد (6505/2) ابو داؤد، حاکم فی الزکوٰۃ (1515/2)

297- بخاری، مسلم، احمد 5060/3، ابن حبان (3333)

Marfat.com

زیر کفالت لوگوں پر صدقہ کرنے کا بیان

(298) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور جو تمہارے زیر کفالت ہوں ان سے خرچ کا آغاز کرو اور سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو خوشحالی کے عالم میں دیا جائے اور جو شخص مانگنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ اسے مانگنے سے بچائے گا جو شخص بے نیازی کا طلب گار ہوگا اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز رکھے گا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

شرح ۔

بے پروائی کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کا مال اس انداز سے دو کہ تم خود فقیر و مفلس نہ بن جاؤ بلکہ غنا باقی رہے یعنی اپنے اہل و عیال کی ضروریات زندگی کے بقدر مال واسباب رکھ لو۔ اس کے بعد جو کچھ بچ رہے اسے اللہ کے نام پر خیرات کر دو، ایسا نہ ہو کہ تمام ہی مال وزر اللہ کی راہ میں خرچ کر دو اور اپنے اہل وعیال کو محتاجگی اور بھوک سے بلکنے کے لئے چھوڑ دو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ہی بات کی وضاحت فرمائی کہ صدقہ کا مال پہلے تو ان لوگوں کو دو جن کی ضروریات زندگی تمہاری ذات سے وابستہ ہوں جب ان سے بچ رہے تو پھر بعد میں دوسروں کو دے دو۔

کم مال رکھنے والے کی زیادہ سعی وکوشش کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا صدقہ زیادہ افضل ہے جو اگر چہ بہت کم مال کا مالک ہے لیکن صدقہ دینے کے معاملے میں اپنی پوری سعی وکوشش اور مشقت کرتا ہے اور جو کچھ اس کے بس میں ہوتا ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ اسی باب کی جو پہلی حدیث گزری ہے اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو حالت غنا میں دیا جائے جب کہ یہ حدیث اس صدقہ کو افضل قرار دے رہی ہے جو مال کی کمی کی حالتِ میں دیا جائے لہٰذا ان دونوں روایتوں کی تطبیق یہ ہوگی کہ صدقہ کی فضیلت کا تعلق اشخاص وحالات اور قوت توکل وضعف یقین کے تفاوت سے ہے پہلی حدیث ان لوگوں کے بارے میں ہے جو توکل کے معیار پر پورے نہ اترتے ہوں اور یہ حدیث ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہیں کامل توقع ویقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں حدیث میں مقل یعنی کم مال والے سے غنی القلب یعنی وہ شخص مراد ہے جس کا دل غنی و بے پرواہ ہو اس صورت میں یہ حدیث پہلی حدیث کے الفاظ خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی کے موافق ہو جائے گی۔ اس طرح حاصل یہ نکلے گا کہ اس شخص کا تھوڑا سا صدقہ بھی کہ جو کم مال دار مگر غنی دل ہو مالدار کے صدقہ سے افضل ہے خواہ اس کا صدقہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

298- اخرجه البخاری (1442) ومسلم (1010) واحمد (3/8060) وابن حبان (3333)

بَابُ الْإِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنَ الْجَيِّدِ

باب 37: جو چیز پسند ہو اور جو اچھی ہو اُسے خرچ کرنا

پسندیدہ چیز کو خرچ کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ (آل عمران :92)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”تم اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہیں پسند ہے“۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے تمام مال میں سب سے زیادہ مرغوب مال خیبر کی زمین کا حصہ ہے میں اُسے راہ اللہ دینا چاہتا ہوں فرمائیے کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اسے وقف کر دو اصل روک لو اور پھل وغیرہ راہ اللہ کر دو۔ (بخاری و مسلم)

مسند بزاز میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس آیت کی تلاوت کر کے سوچا تو مجھے کوئی چیز ایک کنیز سے زیادہ پیاری نہ تھی۔ میں نے اس لونڈی کو راہ للہ آزاد کر دیا، اب تک بھی میرے دل میں اس کی ایسی محبت ہے کہ اگر کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے نام پر دے کر پھر لوٹا لینا جائز ہوتو میں کم از کم اس سے نکاح کر لیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال بر میں افضل ترین بر یہ ہے کہ اپنی محبوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ کی جائے، آیت مذکورہ میں ارشاد ہے کہ تم ہرگز "بر" کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی پیاری چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو، تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے حق کی مکمل ادائیگی اور اس سے پوری سبکدوشی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک اپنی محبوب اور پیاری چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کریں، اسی مکمل ادائیگی کو خیر کامل یا نیکی میں کمال ثواب عظیم سے ترجمہ کیا گیا ہے، اور مراد یہ ہے کہ ابرار کی صفت میں داخل ہونا اس پر موقوف ہے کہ اپنی محبوب چیزیں اللہ کی راہ میں قربان کی جائیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہاں خرچ کرنا عام ہے تمام صدقات کا یعنی واجبہ ہوں یا نافلہ سب اس میں داخل ہیں حسن کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اسے رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرے وہ اس آیت میں داخل ہے خواہ ایک کھجور ہی ہو۔ (تفسیر خازن، سورہ آل عمران، بیروت)

عمر بن عبدالعزیز شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے ان سے کہا گیا اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے یہ چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں۔ (تفسیر مدارک، سورہ آل عمران، بیروت)

عمدہ اور اچھے مال سے صدقہ کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ ﴾ (البقرة : 267)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! تم نے جو پاکیزہ چیز کمائی ہے اس میں سے خرچ کرو اور جو ہم نے زمین میں سے

تمہارے لئے نکالی ہے (اس میں سے خرچ کرو) اور اس میں سے خام چیز کا ارادہ نہ کرو کہ تم اسے خرچ کردو"۔

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہے کہ مال تجارت جو اللہ جل شانہ نے تمہیں دیا ہے سونا چاندی اور پھل اناج وغیرہ جو اس نے تمہیں زمین سے نکال کر دیئے ہیں، اس میں سے بہترین مرغوب طبع اور پسند خاطر عمدہ عمدہ چیزیں اللہ کی راہ میں دو۔ ردی، واہیات، سڑی گلی، گری پڑی، بیکار، فضول اور خراب چیزیں راہِ اللہ نہ دو، اللہ خود طیب ہے وہ خبیث کو قبول نہیں کرتا، ہم اس کے نام پر یعنی گویا اسے وہ خراب چیز دینا چاہتے ہو جسے اگر تمہیں دی جاتی تو نہ قبول کرتے پھر اللہ کیسے لے لے گا؟ ہاں مال جاتا دیکھ کر اپنے حق کے بدلے کوئی گری پڑی چیز بھی مجبور ہو کر لے لو تو اور کوئی بات ہے لیکن اللہ ایسا مجبور بھی نہیں وہ کسی حالت میں ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتا، یہ بھی مطلب ہے کہ حلال چیز کو چھوڑ حرام چیز یا حرام مال سے خیرات نہ کرو۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمہاری روزیاں تم میں تقسیم کی ہیں تمہارے اخلاق بھی تم میں بانٹ دیئے ہیں، دنیا تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بھی دیتا ہے دشمنوں کو بھی، ہاں دین صرف دوستوں کو ہی عطا فرماتا ہے اور جسے دین مل جائے وہ اللہ کا محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے، کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے خوف نہ ہو جائیں، لوگوں کے سوال پر آپ نے فرمایا ایذاء سے مراد دھوکہ بازی اور ظلم وستم ہے، جو شخص حرام وجہ سے مال حاصل کرے اس میں اللہ برکت نہیں دیتا نہ اس کے صدقہ خیرات کو قبول فرماتا ہے اور جو چھوڑ کر جاتا ہے وہ سب اس کیلئے آگ میں جانے کا توشہ اور سبب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو اچھائی سے دفع کرتا ہے، خباثت خباثت سے نہیں مٹتی، پس دو قول ہوئے۔ ایک تو ردی چیزیں دوسرا حرام مال۔ اس آیت میں پہلا قول مراد لینا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے مطابق کھجوروں کے خوشے لا کر دوستوں کے درمیان ایک رسی کے ساتھ لٹکا دیتے، جسے اصحاب صفہ اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے، کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردی کھجور کا ایک خوشہ لٹکا دیا، جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں ایسی ہی چیزیں ہدیہ میں دی جائیں تو ہرگز نہ لوگے۔ ہاں اگر شرم ولحاظ سے بادل ناخواستہ لے لو تو اور بات ہے، اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں کا ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ بقرہ، بیروت)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ہلکی قسم کی کھجوریں اور واہی پھل لوگ خیرات میں نکالتے جس پر یہ آیت اتری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے صدقہ دینا منع فرمایا، حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں مومن کی کمائی کبھی خبیث نہیں ہوتی، مراد یہ ہے کہ بیکار چیز صدقہ میں نہ دو، مسند میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا، آپ نے نہ کھایا نہ کسی کو کھانے سے منع فرمایا تو حضرت عائشہ نے کہا کسی مسکین کو دے دیں؟ آپ نے فرمایا جو تمہیں پسند نہیں اور جسے تم کھانا پسند نہیں کرتیں اسے کسی اور کو کیا دوگی؟

حضرت براء فرماتے ہیں جب تمہارا حق کسی پر ہو اور وہ تمہیں وہ چیز دے جو بے قدر و قیمت ہو تو تم اسے نہ لوگے مگر اس وقت جب تمہیں اپنے حق کی بربادی دکھائی دیتی ہو تو تم چشم پوشی کر کے اسی کو لو گے، ابن عباس فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم نے کسی کو

اچھا مال دیا اور ادائیگی کے وقت وہ ناقص مال لے کر آیا تو تم ہرگز نہ لو گے اور اگر لو گے بھی تو اس کی قیمت گھٹا کر، تو تم جس چیز کو اپنے حق میں لینا پسند نہیں کرتے اسے اللہ کے حق کے عوض کیوں دیتے ہو؟ پس بہترین اور مرغوب مال اس کی راہ میں خرچ کرو۔

(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ بقرہ، بیروت)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ اور خرچ کرنے کا بیان

(299) عن أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قام أَبُوْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَ عَلَيْكَ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِيْ إِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى، أَرْجُوْ بِرَّهَا، وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ"، فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَّمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهِ، وَبَنِيْ عَمِّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَالٌ رَابِحٌ"، رُوِيَ فِي الصَّحِيْحِ "رَابِحٌ" وَ"رَايِحٌ" بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ، أَيْ: رَابِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهُ، وَ"بَيْرَحَاءُ": حَدِيْقَةُ نَخْلٍ، وَرُوِيَ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا.

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں کھجوروں کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ مالدار تھے ان کے نزدیک ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ باغ ''بیرحاء'' تھا جو مسجد کے سامنے تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب یہ آیت نازل ہوئی۔

''تم لوگ اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہیں پسند ہے''

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل کی ہے۔

''تم اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو جسے تم پسند کرتے ہو''۔

میرے نزدیک میرا پسندیدہ ترین مال ''بیرحاء'' ہے یہ اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ ہے میں اس کے اجر و ثواب کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امیدوار ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جیسے مناسب سمجھیں اسے استعمال کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بہت بہترین مال ہے یہ بہت بہترین مال ہے تم نے جو کہا وہ میں نے سن لیا۔ میرا خیال ہے' تم اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے دو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا ہی کروں گا۔ راوی بیان کرتے ہیں' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے قریبی

299- بخاری کتاب الزکوٰۃ والوصایا والوکالہ' والتفسیر' مسلم فی الزکوٰۃ' نسائی فی التفسیر'

Marfat.com

رشتہ داروں اپنے چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (متفق علیہ)

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ''مَالٌ رَابِحٌ'' اسے ''صحیح'' میں روایت کیا گیا ہے اور اسے ''رَایِحٌ'' کے طور پر بھی روایت کیا گیا ہے یعنی اس کا فائدہ تمہیں حاصل ہوگا یا اس کا فائدہ تمہیں راحت پہنچائے گا۔

''بیر حاء'' یہ ایک کھجوروں کے باغ کا نام ہے اس میں ''ب'' کے اوپر زیر بھی روایت کی گئی ہے اور زبر بھی روایت کی گئی ہے۔

حضرت زید بن سہل کے احوال کا بیان

حضرت زید بن سہل: یہ زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو نجاری المدنی ہیں، یہ غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت ابوطلحہ نے ''جنگ حنین'' کے دن بیس کفار کو قتل کیا تھا۔ غزوہ احد کے موقع پر بھی انہوں نے بہت آزمائش کا سامنا کیا۔ وہ ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ جس سے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے یہ ''ابوطلحہ'' کی کنیت سے زیادہ معروف ہیں۔ یہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد چالیس سال زندہ رہے۔ انہوں نے عیدین اور ایام تشریق کے علاوہ کوئی روزہ نہیں چھوڑا۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں غزوات میں مصروفیت کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا کرتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے 92 احادیث منقول ہیں۔

بَابُ وُجُوبِ اَمْرِهٖ اَهْلَهٗ وَاَوْلَادَهُ الْمُمَيِّزِيْنَ وَسَائِرَ مَنْ فِيْ رَعِيَّتِهٖ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَهْيِهِمْ عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَاْدِيْبِهِمْ وَمَنْعِهِمْ مِنِ ارْتِكَابِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ

باب 38: اپنے گھر والوں کو اور اولاد کو جو تمیز کر سکتے ہوں اور جو بھی شخص آدمی کی زیر نگرانی ہوا سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دینا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے منع کرنے اور انہیں ادب سکھانے اور انہیں گناہوں کے ارتکاب سے روکنے کا واجب ہونا

گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (طٰہٰ: 132)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو''۔

یعنی آپ اپنے اہل کو بھی نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس پر جمے رہئے۔ یہ بظاہر دو حکم الگ الگ ہیں ایک اہل و عیال کو نماز کی تاکید دوسرے خود اس کی پابندی لیکن غور کیا جائے تو خود اپنی نماز کی پوری پابندی کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ آپ کا ماحول آپ کے اہل و عیال اور متعلقین نماز کے پابند ہوں کیونکہ ماحول اس کے خلاف ہوا تو طبعی طور پر انسان خود بھی کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لفظ اہل میں بیوی اولاد اور متعلقین سبھی داخل ہیں جن سے انسان کا ماحول اور معاشرہ بنتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ روزانہ صبح کی نماز کے وقت حضرت علی اور فاطمہ کے مکان پر جا کر آواز دیتے تھے الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔

Marfat.com

اور حضرت عروہ ابن زبیر جب کبھی امراء وسلاطین کی دولت وحشمت پر ان کی نظر پڑتی تو فوراً اپنے گھر میں لوٹ جاتے اور گھر والوں کو نماز کے لئے دعوت دیتے اور یہ آیت پڑھ کر سناتے تھے اور حضرت فاروق اعظم جب رات کو تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کر دیتے تھے اور یہی آیت پڑھ کر سناتے تھے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

گھر والوں کو برائی سے منع کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ (التحريم : 6)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ''۔

حضرت قیس علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! تم اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔ (يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ، المآئده105) اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، اگر تم راہ راست پر ہو تو کوئی گمراہ شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ گناہ کا کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں تو عنقریب ان سب کو اللہ کا عذاب گھیر لے گا۔ (سنن الترمذی، سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

بنو ہاشم کیلئے صدقہ سے نہ کھانے کا بیان

(300) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِىْ فِيْهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''كِخْ كِخْ اِرْمِ بِهَا، اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ'': [illegible]ٌ عَلَيْهِ .

وَفِىْ رِوَايَةٍ : ''اِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ'' .

وَقَوْلُهٗ : ''كِخْ كِخْ'' يُقَالُ : بِاِسْكَانِ الْخَاءِ،

وَيُقَالُ : بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِيْنِ وَهِىَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ، وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبِيًّا .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور پکڑی وہ اپنے منہ میں ڈالنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے تھوک دو اسے پھینک دو کیا تم نہیں جانتے ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے''۔

لفظ ''کخ کخ'' میں ''خ'' کو ساکن پڑھا جاتا ہے۔

300- بخاری فی الجهاد' الزكوٰة' مسلم فی الزكوٰة والنسائی فی السیر' احمد (9319) الطيالسی (24/2)' الدارمی (386/1)' ابن حبان (3294-95-96) عبد الرزاق (6940) بيهقی (29/7)

Marfat.com

یہ بچوں کو گندی چیزوں سے روکنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے۔

شرح

بہرحال ظاہر ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تو اس وقت بالکل ہی کمسن تھے، انہیں ان سب باتوں کی کیا خبر تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باجود انہیں اس انداز سے اس لئے خطاب کیا تاکہ دوسرے لوگ اس کے بارے میں مطلع ہو جائیں اور انہیں بنی ہاشم کے حق میں صدقہ زکوۃ کے مال کی حرمت کا علم ہو جائے۔ اس حدیث سے یہ نکتہ بھی ہاتھ لگا کہ والدین اور مربی پر واجب ہے کہ وہ اپنی اولاد کو خلاف شرع باتوں اور غلط حرکتوں سے روکیں اسی وجہ سے حنفی علماء فرماتے ہیں کہ والدین کے لئے یہ حرام ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو ریشم کے کپڑے (جو مردوں کے لئے ناجائز ہیں) اور سونے چاندی کا زیور پہنائیں۔

صدقے کا مال بنو ہاشم کیلئے حلال نہ ہونے کا بیان

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ صدقات یعنی زکوۃ تو انسانوں کے میل ہیں، صدقہ نہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال ہے اور نہ آل محمد (بنی ہاشم) کے لئے حلال ہے۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث، 321)

" زکوۃ کو میل اس لئے کہا گیا ہے کہ جس طرح انسان کا جسم میل اتارنے سے صاف ہو جاتا ہے اسی طرح زکوۃ نکالنے سے نہ صرف یہ کہ مال ہی پاک ہو جاتا ہے بلکہ زکوۃ دینے والے کے قلب وروح میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زکوۃ کا مال لینا حرام تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد بنی ہاشم کو بھی زکوۃ لینی حرام ہے، خواہ وہ زکوۃ وصول کرنے پر مقرر ہوں یا محتاج و مفلس ہوں چنانچہ حنفیہ کا صحیح مسلک یہی ہے۔

اولاد کو کھانے کے آداب سکھانے کا بیان

(301) وَعَنْ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلْمَةَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْاَسَدِ رَبِیْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَا غُلَامُ، سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰی، وَكُلْ بِیَمِیْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا یَلِیْكَ" فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِیْ بَعْدُ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"وَتَطِیْشُ": تَدُوْرُ فِیْ نَوَاحِی الصَّحْفَةِ.

حضرت ابوحفص رضی اللہ عنہ، عمر بن ابوسلمہ، عبداللہ بن عبدالاسد جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں، بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش بچہ تھا۔ میرا ہاتھ پیالے میں (ہر طرف) گردش کرتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

301- بخاری و مسلم فی الاطعمه، نسائی فی المحاربه، ابن ماجه فی الاطعمه اور "سم الله و كل مما يليك" کے الفاظ ابوداؤد نے الولیمہ میں نقل کئے۔ (احمد 5/ 16334، ابن حبان 5215)

حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اس کے بعد میرا کھانے کا طریقہ یہی رہا ہے۔

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) لفظ ''تطیش'' کا مطلب پیالے کے کناروں میں گردش کرنا ہے۔

شرح

اس حدیث میں کھانے کے تین بنیادی آداب کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ سب سے پہلا ادب تو یہ ہے کہ کھانے کی ابتداء بسم اللہ کہہ کر ہونی چاہئے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہئے اور تیسرا ادب یہ ہے کہ کھانے کے برتن میں اپنے سامنے سے کھانا چاہئے۔ جمہور علماء کا رجحان اس طرف ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ بالا تینوں باتوں کا جو حکم دیا گیا ہے، وہ استحباب کے طور پر ہے۔

اسی طرح دوسری روایت میں کھانے کے بعد اللہ کی حمد وشکر کا جو حکم دیا گیا ہے وہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر ایک دسترخوان پر کئی آدمی کھانے بیٹھیں تو سب لوگ بسم اللہ کہیں! جب کہ بعض علماء کے نزدیک کہ جن میں حضرت امام شافعی بھی شامل ہیں یہ کہتے ہیں کہ محض ایک آدمی کا بسم اللہ کہہ لینا سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ پانی یا دوا وغیرہ پینے کے وقت بسم اللہ کہنے کا بھی وہی حکم ہے جو کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہنے کا ہے۔

ہر شخص کے نگران ہونے کا بیان

(302) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ: اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَ... كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، حاکم نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، آدمی اپنے گھر والوں کے بارے میں نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، خادم آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں حساب لیا جائے گا، تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

اپنی اولاد کو نماز سکھانے کا بیان

(303) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

302-احمد 4495/2' بخاری' مسلم' ابو داؤد' ترمذی' ابن حبان 4490189' بیہقی 287/6

303-ابو داؤد' باسناد حسن' احمد 6701/2/ المستدرک

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ"

حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

✧✧ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو' جب وہ سات برس کے ہوں اور نہ پڑھنے پر ان کی پٹائی کرو جب وہ دس برس کے ہوں اور ان کے بستر الگ کر دو۔

یہ حدیث حسن ہے اور اسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حسن سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

راوی حدیث عمرو بن شعیب کے احوال کا بیان

عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص بن وائل سہمی ان کی کنیت ابوابراہیم المدنی ہے۔ یہ طائف میں قیام پذیر رہے۔ انہوں نے اپنے والد اور دادا سے احادیث نقل کی ہیں۔ اس کے علاوہ طاؤس اور ربیع بنت معوذ سے بھی روایات نقل کی ہیں۔ جبکہ عمرو بن دینار، قتادہ، زہری اور ایوب نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ نسائی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ان کا انتقال ۱۱۰ ہجری میں ہوا۔

(304) وَعَنْ اَبِيْ ثُرَيَّةَ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ لِسَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ"

حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"

وَلَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ : "مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ" .

✧✧ حضرت ابوثریہ سبرۃ بن معبد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بچے کو سات برس کی عمر میں نماز پڑھنے کی تعلیم دو اور (نماز نہ پڑھنے کی) صورت میں دس برس کی عمر میں اس کی پٹائی کرو۔

یہ حدیث حسن ہے' امام ابوداؤد' کے الفاظ یہ ہیں ''بچے کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات برس کا ہو جائے''۔

اولاد کیلئے والدین کی طرف سے سب سے بہتر عطاء ادب ہونے کا بیان

حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے والد حضرت موسیٰ اور وہ ایوب کے دادا حضرت ابن سعید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی باپ اپنے بیٹے کو نیک ادب اور صحیح تربیت سے بہتر کوئی چیز نہیں دیتا۔ ترمذی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث مرسل ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 908)

مطلب یہ ہے کہ ایک باپ کی طرف سے اپنے بیٹے کے لئے جو چیز سب سے زیادہ قیمتی اور سب سے زیادہ مفید ہو سکتی ہے وہ صحیح تعلیم و تربیت ہے اور نیک تادیب ہے۔

304- ابو داؤد' ترمذی' احمد' ج 5339/8(الدارمی) 1431' حاکم ج 831/1' طحاوی 2566' ابن ابی شیبہ 247/1' دارقطنی 230/1' بیہقی 14/2

Marfat.com

بَابُ حَقِّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهِ

باب 39: پڑوسی کا حق اور اس بارے میں تلقین

ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ (النساء : 36)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' والدین کے ساتھ اچھائی سے پیش آؤ' قریبی رشتہ داروں کے ساتھ' یتیموں کے ساتھ' غریبوں کے ساتھ اور پڑوسیوں کے ساتھ اور دور کے پڑوسی کے ساتھ اور کروٹ کے ساتھی (یعنی شریک سفر) کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور جن کے تم مالک ہو (ان سب کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ)''۔

عام مفسرین نے فرمایا کہ جار ذی القربیٰ سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان کے متصل رہتا ہے اور جار جنب سے وہ پڑوسی مراد ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جار ذی القربیٰ سے وہ شخص مراد ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی، اس طرح اس میں دو حق جمع ہو گئے اور جار جنب سے مراد وہ ہے جو صرف پڑوسی ہے رشتہ دار نہیں، اسلئے اس کا درجہ پہلے سے موخر رکھا گیا۔ بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ جار ذی القربیٰ وہ پڑوسی ہے جو اسلامی برادری میں داخل اور مسلمان ہے اور جار جنب سے غیر مسلم پڑوسی مراد ہے۔

الفاظ قرآن ان سب معانی کو متحمل ہیں اور حقیقت کے اعتبار سے بھی درجہ میں فرق ہو جانا امر معقول ہے اور معتبر ہے اور پڑوسی کے رشتہ دار یا غیر ہونے کے اعتبار سے بھی اور مسلم اور غیر مسلم ہونے کے اعتبار سے بھی .... اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید، رشتہ دار ہو یا مسلم ہو یا غیر مسلم، بہر حال اس کا حق ہے بقدر استطاعت کے امداد و اعانت اور خبر گیری لازم ہے۔

البتہ جس کا حق علاوہ پڑوسی کے دوسرا بھی ہے وہ دوسرے پڑوسیوں سے درجہ میں مقدم ہے، ایک حدیث میں خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واضح فرما دیا ارشاد فرمایا کہ بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے، بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ جن کے تین ہیں ہیں، ایک حق والا پڑوسی وہ غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں، دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے، تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے، مسلمان بھی اور رشتہ دار بھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جبرائیل امین ہمیشہ مجھے پڑوسی کی رعایت و امداد کی تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ شاید پڑوسی کو بھی رشتہ داروں کی طرح وراثت میں شریک کر دیا جائے گا۔

(بخاری و مسلم)

Marfat.com

ترمذی اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی محلہ کے لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل اور بہتر وہ شخص ہے جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہو۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک پڑوسی کو پیٹ بھر کر کھانا جائز نہیں، جب کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

ہمسائے کو کھانا کھلانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ کامل مومن نہیں ہو سکتا جو پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو، دونوں روایتوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 922)

ظاہر ہے کہ وہ مسلمان کمال ایمان کے درجہ کو کس طرح پہنچ سکتا ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بالکل بھوکا رہے کسی کامل مسلمان کے بارے میں یہ تصور بھی کیا جا سکتا کہ یہ جاننے کے باوجود کہ اپنے پڑوسی میں فلاں شخص کو محتاجگی وافلاس اور شدت بھوک نے مظطرب و بے حال کر دیا ہے وہ اس کی خبر نہ لے اور اس کو اپنے کھانے میں شریک نہ کرے اس کے پہلو میں۔ اس جملہ کے ذریعہ گو اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اپنے پڑوسی کے حالات سے بے خبر ولا پرواہ ہو اس سے بڑا غافل اور لا پرواہ کون ہو سکتا ہے۔

ہمسائیوں کے حقوق کا بیان

(305) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قالا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جبرائیل مجھے پڑوسی (حقوق کا خیال رکھنے) کے بارے میں اتنی تلقین کرتے رہے میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اسے وارث قرار دے دیں گے۔

شرح

اس حدیث سے ہمسایہ کے حقوق یعنی پڑوسیوں کے ساتھ احسان و نیک سلوک کرنے اس کے دکھ درد کو بانٹنے اور اس کو کسی قسم کی تکلیف و پریشانی میں مبتلا نہ کرنے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے چنانچہ حضرت جبرائیل اس سلسلے میں اللہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس تواتر اور پابندی کے ساتھ حکم دیتے تھے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال قائم کیا کہ حضرت جبرائیل شاید کسی قریبی وقت میں یہ وحی لے کر نازل ہوں کہ پڑوسی آپس میں ایک دوسرے کے وارث قرار دیئے جاتے ہیں۔

چھ لاکھ لوگوں کے حج قبول نہ ہونے کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک مرتبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ میں سو گئے اور خواب میں دیکھا کہ فرشتے آپس

305- بخاری و مسلم، احمد 26072/10، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ 545/8، ابن حبان 511، الادب المفرد للبخاری 101، ابو داؤد، بیہقی 275/1

Marfat.com

میں باتیں کر رہے ہیں اور ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں۔ ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے سوال کیا کہ اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا۔ دوسرے نے جواب دیا کہ چھ لاکھ لوگوں نے اس سال فریضہ حج ادا کیا، لیکن ایک بھی فرد کا حج قبول نہیں ہوا۔ مگر دمشق میں ایک موچی رہتا ہے جو حج میں شریک تو نہیں ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا حج قبول فرما کر اس کے طفیل سب کا حج قبول کر لیا ہے۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس موچی سے ملاقات کرنی چاہیئے آپ فوراً دمشق روانہ ہو گئے۔ دمشق پہنچ کر اس شخص کو تلاش کیا اور ملاقات ہونے پر اس کا نام اور حالات دریافت کئے، اس نے اپنا نام اور پیشہ بیان کرنے کے بعد آپ سے نام پوچھا آپ نے اسے بتایا کہ میں عبداللہ بن مبارکؒ ہوں۔ حال احوال معلوم کرنے کے بعد جب حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اس سے حج کے بارے میں پوچھا تو اس شخص نے یہ سنتے ہی ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔

ہوش میں آنے کے بعد اس نے اپنے بارے میں بیان کیا کہ بہت عرصے سے میرے دل میں حج کی تمنا تھی، میں نے اس نیت سے تھوڑے تھوڑے کر کے تین سو دینار جمع کر لیئے تھے اور حج کے دن بھی قریب تھے۔ ایک دن میرے پڑوسی کے گھر سے کھانا پکنے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ تم اس کے گھر سے کھانا لے آؤ تا کہ ہم بھی کھانا کھا لیں۔ چنانچہ میں نے جا کر اپنے پڑوسی سے کہا کہ آج آپ نے جو کچھ پکایا ہے۔ ہمیں بھی عنایت کر دیں تو اس نے کہا کہ جو کھانا ہم نے پکایا ہے وہ آپکے کھانے کا نہیں ہے۔ میں اور میرے بیوی بچے کیونکہ کئی دن سے بھوکے تھے لہٰذا میں نے مجبور ہو کر ایک مرے ہوئے گدھے کا گوشت پکا لیا ہے۔ پڑوسی کی بات سن کر میں لرز گیا اور اپنی تمام جمع شدہ رقم لا کر اس غریب پڑوسی کے حوالے کر کے یہ تصور کر لیا کہ ایک مسلمان کی مدد میرے حج کے برابر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے یہ واقعہ سن فرمایا کہ واقعی فرشتوں نے خواب میں یہ بات سچ کہی تھی، بے شک اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ (ماخوذ: قصص اولیاء)

ہمسائیوں کا سالن دینے کا بیان

(306) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَبَا ذَرٍّ، إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَائَهَا، وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: إِنَّ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِيْ: "إِذَا طَبَخْتَ مَرَقًا فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، ثُمَّ انْظُرْ أَهْلَ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِكَ، فَأَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ".

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اے ابوذر! جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھا کرو۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

انہی سے ایک روایت میں یہ منقول ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تلقین کی تھی جب تم شوربا پکاؤ تو تم پانی زیادہ کر دو اور پھر اپنے پڑوسیوں میں سے کسی گھر کو دیکھو اور اس میں سے اسے مناسب طور پر بھجوا دو۔

306- اخرجه مسلم (142/2625) والترمذی (1832) وابن ماجه (2362)

Marfat.com

شرح

اس ارشاد گرامی کا منشاء یہ ہے کہ جب سالن پکاؤ تو اپنی لذت وخواہش ہی کو مقدم نہ رکھو بلکہ ہمسایہ اور پڑوسی کی ضرورت کا بھی خیال رکھو اور اس کی شکل یہ ہے کہ سالن میں پانی زیادہ ڈالو تاکہ شوربا زیادہ ہو اور تم اسے اپنے ہمسایہ میں ضرورت مند لوگوں کو بانٹ سکو۔

ہمسائے کے شر پر سخت وعید کا بیان

(307) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ !" قِيْلَ : مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلَّذِیْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ !" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ" .

"اَلْبَوَائِقُ" : اَلْغَوَائِلُ وَالشُّرُوْرُ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا، عرض کی گئی کون یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ''البوائق'' کا مطلب ''خباثت'' اور ''شرارت'' ہے۔

ہمسائے کی طرف سے دی گئی چیز کو حقیر نہ جاننے کا بیان

(308) وَعَنْهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَا نِسَآءِ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اے مومن خواتین! تم میں سے کوئی ایک بھی اپنی پڑوسن سے آنے والی کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو خواہ وہ بکری کا ایک پایہ ہو۔ (متفق علیہ)

شرح

مطلب یہ ہے کہ اپنی پڑوسن کے پاس وہ چیز جو تمہارے پاس موجود ہے بطور تحفہ وصدقہ بھیجنے کو حقیر نہ جانو، گویا تمہارے پاس جو بھی چیز موجود ہو اور جو کچھ بھی ہوسکے خواہ وہ کتنی کم تر کیوں نہ ہو اپنی پڑوسن کو بھیجتی رہا کرو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی میں ان عورتوں کو خطاب کیا گیا ہے جن کے پاس تحفہ بھیجا جائے لہٰذا اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم میں سے کوئی اپنے ہمسایہ کے تحفے کو حقیر نہ جانے بلکہ اسے برضاء رغبت قبول کرے۔ اگرچہ وہ کتنا ہی کم تر کیوں نہ ہو۔ " بکری کا کھر" ظاہر

307- بخاری باب الادب، مسلم کتاب الایمان، احمد 7883.3

308- اخرجه البخاری (2566) و مسلم (1030) والترمذی (2131)

ہے کہ نہ تو تحفہ میں لینے دینے کے قابل ہوتا ہے اور نہ اس کو بطور صدقہ کسی کو دیا جا سکتا ہے لہٰذا کہا جائے گا یہ یہاں اسے مبالغہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ تحفے میں بھیجی جانے والی یا آنے والی چیز کتنی ہی حقیر اور کمتر کیوں نہ ہو۔ یہاں بطور خاص عورتوں کو اس لئے خطاب کیا گیا ہے کہ ان کے مزاج میں غصہ اور کم تر و حقیر چیزوں کو واپس کر دینے کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔

ہمسائے کو دیوار میں شہتیر گاڑنے سے منع نہ کرنے کا بیان

(309) وَعَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ"، ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ : مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ! وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

رُوِيَ "خُشُبَهُ" بِالْإِضَافَةِ وَالْجَمْعِ . وَرُوِيَ "خَشَبَةً" بِالتَّنْوِيْنِ عَلَى الْإِفْرَادِ . وَقَوْلُهُ : مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ : يَعْنِيْ عَنْ هٰذِهِ السُّنَّةِ .

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اس بات سے منع نہ کرے کہ وہ اس کی دیوار میں شہتیر گاڑھ لے۔

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تم اس حکم سے اعراض کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس وجہ سے تمہارے کندھوں کے درمیان تمہاری پٹائی کر دوں گا۔ (متفق علیہ)

"خُشُبُہُ" اس لفظ کو جمع کی شکل میں اضافت کے ہمراہ بھی روایت کیا گیا ہے اور تنوین کے ساتھ مفرد کے طور پر بھی روایت کیا گیا ہے۔

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا) مَا لِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ: یعنی اس سنت سے۔ (اعراض کرتے ہو)۔

شرح

منع نہ کرنے کا یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ لکڑی گاڑنے کی وجہ سے کوئی نقصان و ضرر نہ پہنچتا ہو حضرت امام احمد اور محدثین کے نزدیک مذکورہ بالا حکم وجوب کے طور پر ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحباب کے طور پر ہے۔

مہمان نوازی کرنے کی فضیلت کا بیان

(310) وَعَنْهُ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

309- بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حمیدی 1076، ابن حبان 515، بیہقی 68/6، احمد 7706/3، موطا مالک 1462

310- بخاری کتاب الایمان (6018)، مسلم (47)، احمد 762، ابن ابی شیبہ 546/8، ابن حبان 506، ابن مندہ 300

Marfat.com

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ پہنچائے جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان نوازی کرے جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

شرح

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے الخ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایمان کا پایا جانا مذکورہ باتوں پر موقوف ہے اور یہ کہ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے مہمان کی خاطر نہیں کرتا یا اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ مؤمن نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اصل مقصد ان چیزوں کی اہمیت کو بیان کرنا اور ان پر عمل کرنے کی زیادہ سے زیادہ تاکید کرنا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے کو اطاعت و فرماں برداری کی راہ پر لگانے کے لئے یوں کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو اطاعت و فرماں برداری کر ظاہر ہے کہ وہ اطاعت و فرماں برداری نہ کرے تو اس سے ثابت نہیں ہوگا کہ وہ اس کا بیٹا نہیں ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ جس شخص کا ایمان درجہ کمال کا ہوگا (یعنی جو مسلمان کامل الایمان ہوگا) اس کی شان یہی ہوگی کہ وہ ان باتوں پر عمل کرے گا گویا ان چیزوں کو اختیار کرنا کمال ایمان کی علامت ہے۔

اکرام ضیف یعنی مہمان کی خاطر کرنا شرعی طور پر یہ ہے کہ جب کوئی مہمان آئے تو اس کے ساتھ کشادہ پیشانی، خوش خلقی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ پیش آئے، اس کے خوش گفتاری، نرم گوئی اور ملاطفت کے ساتھ بات چیت کرے اور اس کو تین دن تک اس طرح کھلائے پلائے کے پہلے دن تو اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق کچھ پر تکلف میزبانی کرے بشرطیکہ اس کی وجہ سے اپنے متعلقین ولواحقین کی حق تلفی نہ ہو اور پھر تین دن کے بعد (بھی اگر مہمان ٹھہرا رہے تو) اس کو کھلانا پلانا صدقہ کے حکم میں ہوگا کہ میزبان چاہے تو کھلائے اولا چاہے کھلائے پلائے اور چاہے کھلانے پلانے سے انکار کردے۔ "اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے" یعنی یہ پڑوسی کا سب سے کم درجہ ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے، ورنہ تو جہاں تک حقوق ہمسائیگی کا تعلق ہے وہ بہت ہمہ گیری نوعیت کے ہیں۔

چنانچہ بخاری ومسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ فلیکرم جارہ (تو اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ تکریم کا معاملہ کرے) اور بخاری ومسلم ہی کی ایک روایت میں یوں منقول ہے کہ فلیحسن الی جارہ یعنی اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی اس چیز میں مدد کرے جس کا وہ اس سے حاجت مند ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرے۔

اسی طرح امام غزالی نے اربعین میں یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ۔ "تم جانتے بھی ہو پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر وہ (پڑوسی) تم سے مدد چاہے تو تم اس کی مدد کرو اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو، اگر وہ اس کو کوئی خوشی حاصل ہو تو اس کو مبارک باد دو اور وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو، اگر وہ محتاج و مفلس ہو تو اس کو کچھ دو، اگر اس کو کوئی خوشی حاصل ہو تو اس کو مبارک باد دو، اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کو تسلی دو، مثلاً اس کے ہاں کوئی موت ہو جائے تو اس کے گھر جا کر تعزیت کرو، اس کے مکان کے پاس اونچا مکان نہ بناؤ، کہ اس

Marfat.com

کی ہوا وغیرہ رک جائے، اگر تم پھل وغیرہ خرید و تو تحفہ کے طور پر اس کے یہاں بھی بھجوا دو اور یہ ممکن نہ ہو سکے تو پھر تم اس (پھل وغیرہ) کو گھر میں پوشیدہ طور پر لے آؤ اور اپنے بچوں کو بھی تاکید کر دو کہ وہ اس (پھل وغیرہ کو لے کر گھر سے باہر نہ نکلیں تاکہ تمہارے پڑوسی کے بچے (تمہارے بچوں کو پھل وغیرہ کھاتا دیکھ کر اپنی محرومی کی بنا پر) رنج و افسوس نہ کریں اور تم اپنی ہانڈی (چولھے) کے دھوئیں سے اس کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور یہ کہ اس ہانڈی میں سے کچھ اس کے ہاں بھی بھجواؤ۔ اور کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا حق کیا ہے؟ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اپنے پڑوسی کا حق وہی شخص پہچانتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔

بھلی بات کہے یا چپ رہے" کا مطلب یہ ہے کہ جب زبان سے کوئی بات نکالنے کا ارادہ کرے اور یہ معلوم ہو کہ وہ بات خیر و بھلائی کی ہے کہ جس پر ثواب ملتا ہے خواہ وہ واجب ہو یا مستحب، تب اس کو زبان سے نہ نکالے، حاصل یہ کہ بھلائی اس میں ہے کہ زبان کو حتی الامکان خاموش رکھا جائے، اگر بولنا ضروری ہی ہو تو زبان سے وہی بات نکالی جائے جو خیر و بھلائی کی حامل ہو، نہ صرف یہ کہ حرام و مکروہ باتوں میں زبان کو مشغول رکھنا ممنوع ہے بلکہ مباح باتوں سے بھی زبان کو بچانا دانشمندی کا تقاضا ہے کہ مبادا مباح باتیں ہی زبان کو حرام باتوں تک کھینچ کر لے جائیں۔ "اپنے ناطے کو باقی رکھے" میں اس طرف اشارہ ہے کہ صلہ رحمی ایمان کی علامت ہے کہ جس شخص نے ناتوں کو توڑ ڈالا وہ گویا اللہ اور دن پر ایمان رکھنے والا نہیں ہے کیونکہ ناتا توڑنے پر جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے اس کی پرواہ نہ کرنا اپنے ایمان کی خود نفی کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

مہمان کی عزت کرنے کا بیان

(311) وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِهٖ، وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ، وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْكُتْ"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَرَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ.

✧✧ حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔ اسے امام مسلم نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے اس کا بعض حصہ روایت کیا ہے۔

قریبی ہمسائے کے حق کا بیان

(312) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ، فَاِلٰی اَیِّهِمَا

311- بخاری کتاب الادب' احمد 27231/10' ترمذی' مسلم کتاب الایمان' ابو داؤد' حاکم 164/4' ابن حبان 5287' بیہقی 68/5' موطا مالک 1748

Marfat.com

اُهْدِیْ؟ قَالَ: "اِلٰی اَقْرَبِهِمَا مِنْكَ بَابًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں میں ان دونوں میں سے کس کو تحفہ بھیجوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا دروازہ تمہارے دروازے سے زیادہ قریب ہو۔

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

شرح

اگر کسی کے دو پڑوسی ہوں اس طرح کہ ان میں ایک پڑوسی کی دیوار اپنے سے زیادہ قریب ہو اور دوسرے پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہو تو قریبی دروازہ والے ہی کو مقدم رکھا جائے۔ لیکن اتنی بات سمجھ لیجئے کہ یہاں حدیث میں "حصر" مراد نہیں ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف اسی کو دیا جائے دوسرے کو نہ دیا جائے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ پہلے یا زیادہ اس پڑوسی کو بھیجا جائے جس کا دروازہ قریب ہو اور اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہوتا ہے اور اس سے ملنا جلنا اور اس کے یہاں آنا جانا زیادہ رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے حالات کا بھی زیادہ علم رہتا ہے لہٰذا اس کے ساتھ محبت و سلوک کا معاملہ کرنا اولیٰ ہے۔

ہمسائے کے حق میں بہتر ہونے والے شخص کا بیان

(313) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ، وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ" .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں بہتر ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے دوستوں اور اپنے ہمسائیوں کے ساتھ بہت زیادہ احسان اور حسن سلوک کرتا ہے اور ہر حالت میں ان کا خیر خواہ رہتا ہے تو وہ نہ صرف بہترین دوست اور بہترین پڑوسی قرار پاتا ہے بلکہ اس کو اللہ کی بارگاہ سے بہت زیادہ ثواب بھی ملتا ہے۔

312- اخرجه البخاری (6019) و مالك فی الموطا (1748) واحمد (1/27231) و مسلم (48) و ابو داؤد (3748) والحاكم (164/4) و ابن حبان (5287) والبيهقی (68/5)

313- ترمذی' احمد 6577/2' حاكم 7295/4' المفرد للبخاری 115' ابن حبان 518' دارمی 215/2

Marfat.com

پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے والی عورت کیلئے جہنم کی وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن مجلس نبوی میں کسی شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ فلاں عورت کا زیادہ نماز، روزے اور کثرت صدقہ وخیرات کی وجہ سے بڑا چرچا ہے یعنی لوگ کہتے ہیں کہ وہ عورت بہت زیادہ عبادت کرتی ہے اور کثرت سے صدقہ وخیرات کرتی رہتی ہے لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی۔

یعنی وہ عورت چونکہ اپنی زبان اور گالم گلوچ کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے اس لئے وہ دوزخ میں ڈالی جائے گی اور باوجودیکہ نماز روزہ اور صدقہ وخیرات افضل ترین عبادات میں سے ہیں لیکن اس کی یہ عبادتیں بھی اس کے گناہ کا کفارہ نہیں ہوں گی اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہت کم روزے رکھتی ہے۔ بہت کم صدقہ دیتی ہے اور بہت کم نماز پڑھتی ہے اور حقیقت میں اس کا صدقہ وخیرات قروط کے چند ٹکڑوں سے آگے نہیں بڑھتا لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعہ اپنے ہمسائیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت جنت جائے گی۔

(احمد وبیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 923)

بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةِ الْأَرْحَامِ

باب 40: والدین کے ساتھ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنا

مہربانی کرنے کے مفہوم کا بیان

لفظ ارحام، رحم کی جمع ہے، رحم بچہ دانی کو کہتے ہیں، جس میں ولادت سے پہلے ماں کے پیٹ میں بچہ رہتا ہے، چونکہ ذریعہ قرابت یہ رحم ہی ہے، اس لئے اس سلسلے کے تعلقات وابستہ رکھنے کو صلہ رحمی اور رشتہ داری کی بنیاد پر جو فطری طور پر تعلقات پیدا ہو گئے، ان کی طرف سے بے توجہی و بے التفاتی برتنے کو قطع رحمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

رحم عورت کے پیٹ کا وہ حصہ ہے جس میں بچہ پیدا ہونے سے پیشتر شکم مادہ میں پلتا ہے۔ استعارہ کے طور پر رحم کا لفظ قرابت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے واتقوا الارحام۔ اور ڈرو قطع رحمی سے۔

حقوق العباد میں قریبی حقوق کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾

(النساء: 36)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھائی کرو اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں کے ساتھ اور غریبوں کے ساتھ' قریب کے پڑوسی کے ساتھ' دور کے پڑوسی کے ساتھ' اس کے ساتھ والے

Marfat.com

کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور جن کے تم مالک ہو اس کے ساتھ (سب کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ)''۔

رشتے داری کا خیال رکھنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾ (النساء : 1)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تم اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے وسیلے سے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھو''۔

ابوالبشر حضرت آدم سے جن کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا تھا انسان کی ابتدائے پیدائش کا بیان کر کے قدرت الٰہیہ کی عظمت کا بیان فرمایا گیا اگر چہ دنیا کے بیدین بدعقلی و نافہمی سے اس کا مضحکہ اُڑاتے ہیں لیکن اصحاب فہم و خرد جانتے ہیں کہ یہ مضمون ایسی زبردست برہان سے ثابت ہے جس کا انکار محال ہے مردم شماری کا حساب پتہ دیتا ہے کہ آج سے سو برس قبل دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم تھی اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم تو اس طرح جانب ماضی میں چلتے چلتے اس کمی کی حد ایک ذات قرار پائے گی یا یوں کہئے کہ قبائل کی کثیر تعدادیں ایک شخص کی طرف منتہی ہو جاتی ہیں مثلاً سید دنیا میں کروڑوں پائے جائیں گے مگر جانب ماضی میں ان کی نہایت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذات پر ہوگی اور بنی اسرائیل کتنے بھی کثیر ہوں مگر اس تمام کثرت کا مرجع حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک ذات ہوگی اسی طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام شعوب و قبائل کی انتہا ایک ذات پر ہوگی اس کا نام کتب الٰہیہ میں آدم علیہ السلام ہے اور ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک شخص توالد وتناسل کے معمولی طریقہ سے پیدا ہو سکے اگر اس کے لئے باپ فرض بھی کیا جائے تو ماں کہاں سے آئے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تو بالیقین انہیں عناصر سے پیدا ہوگا جو اس کے وجود میں پائے جاتے ہیں پھر عناصر میں سے جو عنصر اس کا مسکن ہو اور جس کے سوا دوسرے میں وہ نہ رہ سکے لازم ہے کہ وہی اس کے وجود میں غالب ہو اس لئے پیدائش کی نسبت اسی عنصر کی طرف کی جائے گی یہ بھی ظاہر ہے کہ توالد وتناسل کا معمولی طریقہ ایک شخص سے جاری نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کے ساتھ ایک اور بھی ہو کہ جوڑا ہو جائے اور وہ دوسرا شخص انسانی جو اس کے بعد پیدا ہو مُقتضائے حکمت یہی ہے کہ اسی کے جسم سے پیدا کیا جائے کیونکہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی مگر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی خلقت پہلے انسان سے توالد معمولی کے سوا کسی اور طریقہ سے ہو کیونکہ توالد معمولی بغیر دو کے ممکن ہی نہیں اور یہاں ایک ہی ہے لہٰذا حکمت الٰہیہ نے حضرت آدم کی ایک بائیں پسلی ان کے خواب کے وقت نکالی اور ان سے ان کی بی بی حضرت حوا کو پیدا کیا چونکہ حضرت حوا بطریق توالد معمولی پیدا نہیں ہوئیں اس لئے وہ اولاد نہیں ہو سکتیں جس طرح کہ اس طریقہ کے خلاف جسم انسانی سے بہت سے کیڑے پیدا ہوا کرتے ہیں وہ اس کی اولاد نہیں ہو سکتے ہیں خواب سے بیدار ہو کر حضرت آدم نے اپنے پاس حضرت حوا کو دیکھا تو محبت جنسیت دل میں موجزن ہوئی ان سے فرمایا تم کون ہو انہوں نے عرض کیا عورت فرمایا کس لئے پیدا کی گئی ہو۔ عرض کیا آپ کی تسکینِ خاطر کے لئے تو آپ ان سے مانوس ہوئے۔

Marfat.com

رشتے داری کے تعلقات کو قائم رکھنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ ﴾ (الرعد : 21)،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ﴾ (العنکبوت : 8)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں اچھائی کا حکم دیا ہے''۔

یعنی یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن تعلقات کے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اس کی مشہور تفسیر تو یہی ہے کہ رشتہ داری کے تعلقات قائم رکھنے اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے یہ لوگ ان تعلقات کو قائم رکھتے ہیں۔

والدین کی تعظیم اور ان کا ادب کرنے کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے' تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو ان میں سے کوئی ایک یا وہ دونوں جب تمہارے سامنے بڑی عمر کو پہنچ جائیں تو تم ان سے اُف نہ کہو اور انہیں جھڑکو نہیں اور ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو ان کے سامنے رحمت کے ساتھ عاجزی کے پروں کو بچھا دو اور یہ دعا کرو اے میرے پروردگار! ان دونوں پر اسی طرح رحم کر جیسے ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی''۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے جیسا کہ سورہ لقمان میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا ہے اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (یعنی میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی طرح والدین کا شکر گذار ہونا واجب ہے صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی اسی پر شاہد ہے جس میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز اپنے وقت (مستحب) میں اس نے پھر دریافت کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لئے اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہا اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے رہیں گے اور جو ان کا نافرمان ہو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھلے رہیں گے اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی تھا تو ایک دروازہ (جنت یا دوزخ کا کھلا رہے گا) اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ (یہ جہنم

Marfat.com

کی وعید) کیا اس صورت میں بھی ہے کہ ماں باپ نے اس شخص پر ظلم کیا ہو تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا وان ظلما وان ظلما وان ظلما یعنی ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو ایذا رسانی پر جہنم کی وعید ہے خواہ ماں باپ نے ہی لڑکے پر ظلم کیا ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ اولاد کو ماں باپ سے انتقام لینے کا حق نہیں کہ انہوں نے ظلم کیا تو یہ بھی ان کی خدمت واطاعت سے ہاتھ کھینچ لیں۔ (سنن بیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خدمت گذار بیٹا اپنے والدین پر رحمت وشفقت سے نظر ڈالتا ہے تو ہر نظر کے بدلے میں ایک حج مقبول کا ثواب پاتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ دن میں سومرتبہ اس طرح نظر کرلے آپ نے فرمایا کہ ہاں سومرتبہ بھی (ہر نظر پر یہی ثواب ملتا رہے گا) اللہ تعالیٰ بڑا ہے (اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آتی)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت ابی بکرہ نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سب گناہوں کی سزاء تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں قیامت تک مؤخر کر دیتے ہیں بجز والدین کی حق تلفی اور نافرمانی کے کہ اس کی سزاء آخرت سے پہلے دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ اسراء، بیروت)

والدین کے احسانات کا بیان

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ (لقمان: 14)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی ہے اس کی ماں نے کئی طرح کی کمزوریوں کے عالم میں حمل کے دوران اس کا خیال رکھا اور دو سال تک اسے دودھ پلایا‘ اس لئے تاکہ تم میرے شکر گزار بنو اور اپنے والدین کے شکر گزار بنو“۔

یعنی ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ وہ مہینوں تک اس کا بوجھ پیٹ میں اٹھائے پھری، پھر وضع حمل کے بعد دو برس تک دودھ پلایا۔ اس دوران میں نہ معلوم کیسی کیسی تکلیفیں اور سختیاں جھیل کر بچہ کی تربیت کی۔ اپنے آرام کو اس کے آرام پر قربان کیا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اولاً خدا تعالیٰ کا اور ثانیاً اپنے ماں باپ کا، خصوصاً ماں کا حق پہچانے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ماں باپ کی خدمت واطاعت میں بقدر استطاعت مشغول رہے جہاں تک اللہ کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ اس کا حق سب سے مقدم ہے اور اسی کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ انسان دل میں سوچ لے کہ کیا منہ لے کر وہاں جائے گا۔

والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بیان

(314) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: "اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا"، قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ"، قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

314- اخرجه البخاري (527) و مسلم (85) و الترمذي (173) و النسائي (609)

Marfat.com

✧✧ حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر ادا کرنا، میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: جہاد کرنا۔

شرح

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے نکل کر مسجد نبوی میں ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے نزدیک بہت پیارا عمل کون سا ہے؟ کسی کہنے والے نے کہا نماز یا زکوۃ اور ایک کہنے والے نے کہا کہ جہاد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اللہ کے نزدیک بہت پیارا عمل اللہ کی خوشنودی و رضا کی خاطر کسی سے محبت کرنا اور اللہ کی خوشنودی کی خاطر کسی سے نفرت و بغض رکھنا ہے۔ (احمد اور ابوداؤد نے اپنی روایت میں حدیث کا صرف آخری جز و یعنی ان احب الاعمال الخ۔ نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 949)

تشریح لفظ والزکوۃ میں حرف واؤ کے معنی کے اعتبار سے او کی جگہ استعمال ہوا ہے یا مفہوم کے اعتبار سے الصلوۃ کے بعد عبارت گویا یوں ہے وقال قائل الزکوۃ اور کسی کہنے والے نے کہا زکوۃ۔ حدیث میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال، صحابہ کے جواب اور پھر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا جواب اور پھر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا جو سلوب نقل کیا گیا ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا درجہ نماز، زکوۃ اور جہاد سے بھی بڑا ہے جبکہ حقیقت میں یہ نہیں ہے کیونکہ نماز زکوۃ اور جہاد وہ اعمال ہیں جو بلاشک وشبہ تمام اعمال سے افضل واعلی ہیں اس صورت میں یہاں جو اشکال پیدا ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص حقیقی معنی میں کسی سے اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر محبت تعلق رکھے گا وہ یقیناً انبیاء اور علماء اور اولیا اللہ سے سچی محبت و عقیدت تو ظاہر ہے کہ وہ یقیناً ان کی اتباع و پیروی کرے گا بایں طور کہ نماز بھی پڑھے گا اور زکوۃ بھی دے گا اسی طرح جو شخص کسی سے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے بغض و نفرت کرے گا تو وہ یقیناً دشمنان دین سے دشمنی اور عداوت بھی رکھے گا اور جب وہ ان سے دشمنی و عداوت رکھے گا تو ظاہر ہے کہ وہ ان کی بیخ کنی، جہاد فی سبیل اللہ اور دین کی سربلندی کی سعی و کوشش کرے گا، لہٰذا جب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ضمن میں ساری طاعتیں آجائیں گی خواہ وہ نماز و زکوۃ ہو یا جہاد وغیرہ ان میں سے کوئی بھی چیز اس عمل سے باہر نہیں رہے گی اس اعتبار سے حضور کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ دین کی اصلی بنیاد اور اعمال و طاعات کا مدار حب فی اللہ پر ہے، جس شخص نے اس درجہ کو حاصل کر لیا اس کے لئے تمام عبادات و طاعات کو اختیار کرنا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔ یا اس ارشاد گرامی سے مراد یہ ہے کہ قلبی اعمال میں سب سے افضل حب فی اللہ اور بغض فی اللہ ہے اور بدنی اعمال میں سب سے افضل عمل نماز روزہ زکوۃ اور جہاد وغیرہ ہے اس صورت میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوگا اور یا یہ مراد ہے کہ شریعت نے جن امور کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور ان پر عمل کرنے کے بعد اور شریعت نے جن امور سے باز رکھا ہے ان سے اجتناب کرنے کے بعد یعنی فرائض واجبات کی تکمیل کے بعد حب فی اللہ اور بغض فی اللہ سب سے افضل عبادت ہے اور سب سے کامل طاعت ہے اس کی تائید اس

Marfat.com

روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض ادخال السرور فی قلب مومن۔ فرائض کے بعد جو عمل اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے وہ کسی مومن کے دل کو خوشی و مسرت سے بھرنا ہے۔

والدین اور حق ولاء کا بیان

(315) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لا یَجْزِی وَلَدٌ وَّالِدًا اِلَّا اَنْ یَّجِدَهٗ مَمْلُوْکًا، فَیَشْتَرِیَهٗ فَیُعْتِقَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی بیٹا باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا ماسوائے اس کے کہ وہ باپ کو غلام پائے اور اسے خرید کر آزاد کر دے۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

شرح

فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ ہر ذی رحم محرم جب ملکیت میں آئے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم فرمایا: جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۸۱، قدیمی کتب خانہ کراچی) (ہدایہ اخیرین ج ۳ ص ۴۴۹، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

ذی رحم محرم پر ملکیت حاصل ہونے پر وہ سبب جو عام غلاموں میں ہوتا ہے وہ تبدیل ہو گیا کیونکہ سبب غلامیت سے زیادہ قوی سبب ذی رحم محرم ہونا ہے اور قوی سبب کے ہوتے ہوئے ضعیف سبب ساقط ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو ذی رحم محرم ہوں گے وہ اپنے رشتہ دار کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائیں گے۔

اچھی بات کہنا یا خاموش رہنے کا بیان

(316) وَعَنْهُ اَیْضًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ رشتے داری کے حقوق کا خیال رکھے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

315- اخرجه مسلم (1510) وابو داؤد (5137) والترمذی (1906) وابن ماجه (3657)

316- احمد 7630/2 ' ابن ابی شیبه 546/8' بخاری و مسلم ' ابن حبان 506' ابن منده 301

Marfat.com

خاموشی میں نجات ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

(احمد، ترمذی، دارمی، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 774)

مطلب یہ ہے کہ چپ رہ کر اور زبان کو بری باتوں سے محفوظ رکھ کر دنیا کی بہت سی آفتوں سے نجات مل جاتی ہے اور دینی و اخروی طور پر بھی بہت سی بلاؤں اور نقصان وخسران سے نجات حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ انسان عام طور پر جن بلاؤں اور آفتوں میں مبتلا ہوتا ہے ان میں سے اکثر زبان ہی کے ذریعہ سے پہنچتی ہیں۔

کلام کی اقسام کا بیان

امام غزالی نے لکھا ہے کہ انسان اپنی زبان سے جو بات نکالتا ہے اور جو کلام کرتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں۔ ایک تو محض نقصان، دوسرے محض نفع، تیسرے وہ بات اور کلام جس میں نہ نفع ہوتا ہو اور نہ نقصان ہوتا ہو اور چوتھے وہ بات وکلام جس میں نفع بھی اور نقصان بھی اس سے خاموشی ہی اختیار کرنا چاہے کیونکہ نقصان سے بچنا فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہوتا ہے اور وہ کلام کہ جس میں نہ نفع ہو نہ نقصان تو ظاہر ہے کہ اس میں زبان کو مشغول کرنا محض وقت ضائع کرنا ہے اور یہ چیز بھی خالص ٹوٹا رہے ہی دوسری قسم یعنی وہ کلام جس میں نفع ہی نفع ہو تو اگر چہ ایسی بات وکلام میں زبان کو مشغول کرنا برائی کی بات نہیں ہے لیکن اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اس میں بھی ابتلائے آفت کا خطرہ ضرور ہوتا ہے بایں طور کہ ایسے کلام میں بسا اوقات ریاء وتصنع، خوشنودی نفس اور فضول باتوں کی آمیزش ہو جاتی ہے اور اس صورت میں یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ کہاں لغزش ہوگئی ہے۔

حاصل یہ کہ ہر حالت اور ہر صورت میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے اور نجات کا ذریعہ ہے کیونکہ زبان کی آفتیں ان گنت ہیں اور ان سے بچنا سخت مشکل الا یہ کہ زبان کو ہی بند رکھا جائے کسی نے خوب کہا ہے، "اللسان جسمہ صغیر وجرمہ کبیر وکثیر" زبان کا جثہ تو چھوٹا ہے مگر اس کے پاپ بڑے اور بہت ہیں۔

خاموشی کے فوائد کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چپ رہنے کی وجہ سے آدمی کو جو درجہ حاصل ہوتا ہے وہ ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 799)

لفظ مقام، میم کی زبر کے ساتھ ہے اور میم کے پیش کے ساتھ بھی منقول ہے مطلب یہ ہے کہ آدمی کی بری باتوں سے خاموشی اختیار کرنا اور اسی خاموشی پر مداومت وہمیشگی کے ساتھ عمل پیرا ہونا اور ثابت قدم رہنا اس شخص کی ساٹھ سال کی عبادت سے بھی بہتر ہے افضل ہے جو کثرت کلام اور زبان کی بے احتیاطی میں مبتلا ہو اور اس کی عبادت استقامت دین کی روح سے خالی ہو۔ طیبی نے مقام کے معنی اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ لکھے ہیں اور افضل ہونے کی یہ دلیل بیان کی ہے کہ عبادات میں بہت سی آفات بھی پیش آتی ہیں اور جو شخص خاموشی اختیار کر لیتا ہے وہ ان آفات سے محفوظ وسلامت رہتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ من کان صمت نجا، یعنی جو شخص چپ رہا اس نے نجات پائی۔

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ چپ رہنے کی وجہ سے جو درجہ حاصل ہوتا ہے کبھی وہ اللہ کے نزدیک ساٹھ سال کی عبادت سے بھی افضل ہے کیونکہ وہ خاموشی کی جس کے دوران اللہ کی ذات وصفات اس کی قدرتوں اور کائنات ومخلوقات کے تئیں اس کی حکمت آفرینی وکارسازی میں غور وفکر کو راہ ملے یا لطیفہ قلب کو ذکر خفی میں استغراق وانہماک دولت نصیب ہو اور روح باطن کو اللہ کی ذات وصفات کے نور سے روشنی حاصل کرنے کا موقع ملے تو یہ فکر واستغراق اگرچہ ایک ہی لمحہ وساعت کے بقدر کیوں نہ ہو لیکن اعضاء وجوارح کی اس عبادت وطاعت سے کہیں زیادہ بہتر افضل ہے جو ذہن وفکر کے انتشار بے حضوری قلب اور یاد الٰہی کے ساتھ غیر خاطر جمعی کے ساتھ عمل میں آئے اگرچہ وہ عبادت وطاعت سالہا سال کے بقدر ہی کیوں نہ ہو۔

رحم کو جوڑنے اور توڑنے والوں کا بیان

(317) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هٰذَا مُقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَّصَلَكِ، وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَذٰلِكَ لَكِ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ﴾ (محمد: 22 - 23) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ:

فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "مَنْ وَّصَلَكِ، وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ، قَطَعْتُهُ".

✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا اور اس سے فارغ ہو گیا تو رحم کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی: لاتعلقی سے تیری پناہ میں آنے کے لئے یہی مناسب مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ٹھیک ہے کیا تم اس بات سے راضی ہو جو تمہیں ملائے میں اُسے ملاؤں اور جو تمہیں کاٹ دے میں اسے کاٹ دوں تو رحم نے عرض کی۔ جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں یہ مل گیا (یعنی ایسا ہی ہوگا)

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو یہ آیت تلاوت کر سکتے ہو۔

"کیا عنقریب اگر تم حکمران بن گئے۔ تم لوگ زمین میں فساد کرو گے اور رشتے داری کے حقوق کو پامال کرو گے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور انہیں گونگا کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے"۔

بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو تمہیں ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تمہیں کاٹے گا میں اسے کاٹ دوں گا۔

317- اخرجه البخاری (4830) و مسلم (2554) و ابو داؤد (1696)

Marfat.com

شرح

جب اس سے فارغ ہوا" کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ مخلوقات کو پیدا کر چکا اگرچہ ظاہری طور پر ان دونوں جملوں میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن اس میں ایک لطیف نکتہ ہے کہ لغوی طور پر فراغت کا حقیقی مفہوم اپنے تحقق کے لئے پہلے اشتغال کا متقاضی ہوتا ہے یعنی فراغت کا مفہوم اس صورت پر صادق آتا ہے کہ جب کسی کام میں مشغولیت رہی ہو اور اس کام کے علاوہ دیگر امور سے باز رکھتی ہے اس لئے کہا جائے گا کہ جب اس سے فارغ ہوا میں فراغت اپنے اس حقیقی مفہوم میں استعمال نہیں ہوا ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس سے پاک منزہ ہے کہ اس کو ایک کام دوسرے کام سے باز رکھے جیسا کہ ایک دعائے ماثورہ میں یوں آیا ہے، سبحان من لاتشغلہ شان عن شان،،۔ "حقو" دراصل اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ازار باندھا جائے اور چونکہ ازار کو باندھنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے دونوں کناروں کو ملا کر باندھنا اس اعتبار سے یہاں اس لفظ کا تثنیہ استعمال کرتے ہوئے بحقوی الرحمٰن فرمایا گیا یعنی وہ جگہ جہاں ازار کے دونوں کنارے باندھے جاتے ہیں ویسے لفظ ،حقو، کا اطلاق خود ازار باندھنے کی جگہ اور کمر جیسی چیزوں سے پاک ومنزہ ہے اس لئے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ یہ جملہ اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے بلکہ اہل عرب کے ایک مخصوص اور اپنے بیان کا مظہر ہے اور یہاں جس بات کو بیان کرنا مقصود تھا ان کو انہی کے طرز کلام کی مثالی صورت میں واضح کیا گیا ہے۔

چنانچہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کی پناہ میں آنا چاہتا یا اس کی مدد کا خواہاں ہوتا جو اس کو سخت اضطراب و پریشانی میں ڈالنے والی ہوتی اور وہ پناہ یا مدد چاہنے کی اپنی ضروریات کو زیادہ اہمیت رکھتا اور تاکید کے ساتھ ظاہر کرنا چاہتا تو جس کی پناہ یا مدد درکار ہوتی اس کے حقو ازار پر دونوں ہاتھ مارتا تا کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہ پوچھنے پر مجبور ہو کہ تیرا مقصد کیا ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے چنانچہ رشتہ ناطے کا اپنے کاٹے جانے سے اللہ کی پناہ مانگنے کے مفہوم ہے جو کسی انسان کو پکڑنے کا ہوتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اہل عرب کے ہاں جب کسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یداہ مبسوطتان یعنی اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں تو اس سے مراد اس کی نہایت سخاوت وفیاضی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے خواہ وہ واقعتاً ہاتھوں والا ہو یا خلقی طور پر سرے سے اس کے ہاتھ ہی نہ ہوں اور خواہ وہ ایسی ذات ہو جس کے لئے ہاتھوں کا وجود ہی محال ہو جیسے حق تعالیٰ کی ذات حاصل یہ ہے کہ اس طرح کے طرز کلام اہل عرب میں محاورہ کے طور پر بہت مستعمل ہیں جن کے الفاظ اپنے حقیقی معنی کو ادا کرنے کے بجائے دوسرے مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور چونکہ قرآن کریم کا نزول اور احادیث نبوی کا صدور اہل عرب ہی کے طرز کلام پر اور اسلوب بیان کے مطابق ہوا ہے اس لئے قرآن وحدیث کے ایسے مقام کہ جہاں اس طرح کے جملے آتے ہیں اور جن پر متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے اور ان کی تاویل وضاحت کے لئے یہ بات ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے ویسے اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ رحم یعنی رشتہ و ناطہ کوئی ذات وجسم تو ہے نہیں کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر حق تعالیٰ سے پناہ کا طلبگار ہو بلکہ حقیقت میں وہ ایک معنی ہے لہٰذا اس کے لئے کھڑے ہونے اور پناہ چاہنے کے الفاظ استعمال کرنا بطور تشبیہ وتمثیل ہی ہو سکتا ہے۔ جس سے اس بات کو واضح کرنا مراد ہے کہ رحم گویا ایک ہستی یا ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو کھڑا ہوا اور حق تعالیٰ کی عزت وعظمت اور اس کی کبریائی کا دامن پکڑ کر پناہ کا طلب گار ہو۔

Marfat.com

اسی طرح کی بات امام نووی نے بھی بیان کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ رحم جس کو جوڑا جاتا ہے یا کاٹا جاتا ہے کوئی ذات یا جسم نہیں ہے بلکہ معانی میں سے ایک معنی ہے جو نہ کھڑا ہوسکتا ہے اور نہ اس سے کلام و گفتگو ہوسکتی ہے لہٰذا اس کے بارے میں مذکورہ ارشاد کی مراد دراصل رحم یعنی ناطے کی اہمیت کو ظاہر کرنا، ناطے کو جوڑنے والے کی فضیلت کو بیان کرنا اور ناطے کی مذمت کرنا ہے کیونکہ ناطے کو جوڑنا فی الجملہ واجب ہے اور اس کو توڑنا گناہ کبیرہ ہے اگرچہ صلہ رحم کے درجات متعین کر دیئے گئے ہیں جن میں سے بعض کو زیادہ اہمیت اور برتری حاصل ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ ترک مہاجرت یعنی میل ملاقات کو اختیار کرنا ہے کیونکہ صلہ رحم کا ایک ذریعہ کلام و ملاقات بھی ہے اگرچہ وہ محض سلام کی حد تک ہو۔ واضح رہے کہ صلہ رحم کے ان درجات کے درمیان تفاوت و اختلاف کی بنیاد مواقع وحالات اور ضرورت قدرت کے مختلف ہونے پر ہے چنانچہ بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں رشتہ داری کے تعلق کی رعایت اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کی زیادہ اہمیت وضرورت ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں زیادہ اہم ہے اور بعض میں مستحب لہٰذا اگر کسی شخص نے ناتا جوڑنے کے حق کو جزوی طور پر ادا کیا اور اس کو پورے طور پر ادا نہیں کرسکتا تو اس کو ناتا توڑنے والا نہیں کہیں گے لیکن اگر کسی شخص نے رشتہ داری کے حقوق میں سے کسی ایسے حق کو پورا کرنے میں کوتاہی کی جس کو پورا کرنے پر وہ قادر تھا نیز اس حق کو پورا کرنا اس لئے مناسب بھی تھا تو اس شخص کو ناتا جوڑنے والا کہا جائے گا۔

حسن سلوک میں ماں کے حق کا بیان

(318) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ: "اُمُّكَ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "اُمُّكَ"، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "اُمُّكَ"، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "اَبُوْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ: "اُمُّكَ، ثُمَّ اُمُّكَ، ثُمَّ اُمُّكَ، ثُمَّ اَبَاكَ، ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ".

"وَالصَّحَابَةُ" بِمَعْنَى: الصُّحْبَةِ. وَقَوْلُهُ: "ثُمَّ اَبَاكَ" هٰكَذَا هُوَ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ، اَيْ: ثُمَّ بِرَّ اَبَاكَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "ثُمَّ اَبُوْكَ"، وَهٰذَا وَاضِحٌ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے اچھے سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے یارسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہاری والدہ اس نے دریافت کیا پھر کون ہے آپ نے فرمایا: تمہاری والدہ۔ اس نے دریافت کیا پھر کون ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہاری والدہ اس نے دریافت کیا پھر کون ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا والد۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: یارسول اللہ ﷺ اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہاری والدہ پھر تمہاری والدہ پھر تمہاری والدہ پھر تمہارا والد۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی عزیز!

318- احمد 8352/3 بخاری (5971) مسلم (2548) ابن ماجہ (2706)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ صحابہ کا مطلب صحبت (یعنی ساتھ) ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "پھر تمہارا باپ" اس کو منسوب پڑھا گیا ہے یعنی پھر تم اپنے باپ کے ساتھ۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "ثم ابوك" یہ الفاظ زیادہ واضح ہیں۔

شرح

اس دنیا کے معاشرہ کی اصلاح وفلاح دراصل باہمی حقوق ونگہداشت تعلق وقرابت کی پاسداری ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور احسان وبھلائی کے برتاؤ اور اس حسن سلوک میں فرق مراتب کے احساس پر منحصر ہے شریعت اسلامی کا تقاضا ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ جس تعلق وقربت کا رشتہ رکھتا ہے اور اس تعلق وقرابت میں جو فرق مراتب سے ادائیگی حقوق اور حسن سلوک کے باہمی معاملات میں اس کا لحاظ ضروری ہے ظاہر ہے کہ قرابت کے اعتبار سے ماں کا رشتہ سب سے زیادہ گہرا اور اس کا تعلق سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے لہٰذا کسی شخص کے احسان وحسن سلوک اور خدمت گزاری کی سب سے زیادہ مستحق جو ذات ہو سکتی ہے وہ ماں ہے ماں کے بعد باپ ہے اور پھر دوسرے قرابتی رشتہ دار ہیں لیکن ان قرابتی رشتہ داروں میں بھی تعلق وقرابت کے درجات ومراتب کی رعایت کی جائے گی جو رشتہ دار اپنے رشتہ کے اعتبار سے جتنا زیادہ قریب ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ مقدم رکھا جائے گا مذکورہ بالا حدیث میں اسی ضابطہ کو بیان فرمایا گیا ہے۔

بعض حضرات نے اس حدیث کے الفاظ سے ایک مسئلہ یہ اخذ کیا ہے کہ کسی شخص پر والدین کے ساتھ حسن سلوک وبھلائی کرنے کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں ماں کا حصہ باپ سے تین گنا بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ حمل کا بوجھ اٹھاتی ہے ولادت کی تکلیف ومشقت اور دودھ پلانے کی محنت وبرداشت کرتی ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اولاد پر ماں کا حق باپ کے حق سے بڑا ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک وبھلائی اور اس کی خدمت ودیکھ بھال کرنا زیادہ واجب ہے اور اگر ایسی صورت پیش آجائے جس میں بیک وقت دونوں کے حقوق کی ادائیگی دشوار ہو جائے مثلاً ماں باپ کے درمیان کسی وجہ سے ان بن ہو اور لڑکا اگر ماں کے حقوق کی رعایت کرتا ہے تو باپ ناراض ہوتا ہے اور اگر باپ کے حقوق کا لحاظ کرتا ہے تو ماں آزردہ ہوتی ہے تو ایسی صورت میں یہ درمیانی راہ نکالی جائے گی کہ تعظیم واحترام میں تو باپ کے حقوق کو فوقیت دے اور خدمت گزاری نیز مالی امداد وعطا میں ماں کے حق کو فوقیت دے۔

ماں باپ کے حقوق کی فہرست بہت طویل ہے بلکہ ان کے مرتبہ ودرجہ کو دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ اولاد اگر اپنی پوری زندگی بھی ان کے حقوق کی ادائیگی میں صرف کر دے تب بھی ان کے تئیں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی تاہم شریعت نے کچھ چیزیں ایسی بیان کر دی ہیں جو زیادہ اہمیت کی ہیں اور جن کا لحاظ ہر صورت میں ہونا چاہیے مثلاً سب سے پہلے تو یہ کہ ان کی جائز خواہشات کی تکمیل اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کو لازم جانا جائے اور ان کی رضا وخوشنودی کو اپنے حق میں ایک بڑی سعادت سمجھی جائے اپنی حیثیت واستطاعت کے ان کی ضروریات اور ان کے آرام وراحت میں اپنا مال واسباب خرچ کیا جائے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جو ان کی شان کے مطابق ہو اولاد ان کے سامنے تواضع وانکساری اختیار کرے ان کے سامنے ملائمت

Marfat.com

ونرمی اور خوشامدی وعاجز کارویہ اپنائے اور جہاں تک ہو سکے ان کی خدمت کرتے تا آنکہ وہ راضی اور خوش ہوں، ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، لیکن اطاعت وفرمانبرداری ان ہی امور میں کی جانی چاہیے جومباح ہوں ان کے ساتھ کوئی ایسارویہ نہیں اپنانا چاہیے۔

جس سے ان کی شان میں بے ادبی وگستاخی ظاہر ہوتی ہواور نہ ان کے ساتھ تکبر وانانیت کے ساتھ پیش آنا چاہیے خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں بات چیت کے وقت اپنی آواز کوان کی آواز سے اونچی نہ کرے اور نہ ان کا نام لے کران کو یا مخاطب کرنا چاہیے کسی کام میں ان سے پہل نہ کرنا چاہیے اور نہ ان کے مقابلہ پرخود کو نمایاں کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اسی طرح اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر والدین غیر شرعی امور کے مرتکب ہوں تو ان کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے وقت بھی ادب کو اور نرمی وملائمت کی راہ اختیار کرنی چاہیے اور ایک دفعہ کہنے پر وہ باز نہ آئیں تو پھر سکوت اختیار کرلیا جائے اور ان کے حق میں دعا واستغفار کرتے رہنا چاہیے اور یہ بات قرآن کی اس آیت سے اخذ کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم کی طرف سے اپنے باپ کے سامنے نصیحت وموعظت کا ذکر ہے۔

والدین کی خدمت نہ کرنے والوں کیلئے وعید کا بیان

(319) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "رَغِمَ اَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، اَحَدهُمَا اَوْ كِلاهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، مزید خاک آلود ہو، مزید خاک آلود ہو۔ (یعنی وہ بار بار ذلت ورسوائی کا شکار ہو) عرض کی گئی، یارسول اللہ! کون؟ آپ نے فرمایا: جوشخص اپنے والدین کو بڑھاپے کے عالم میں پائے، ان میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو (اور پھران کی خدمت کی بدولت) جنت میں داخل نہ ہو۔ اس حدیث کوامام مسلم نے روایت کیا ہے۔

رشتے داروں کے برے سلوک پرصبر کرنے کا بیان

(320) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لِيْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِيْ، وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَيَّ، وَاَحْلَمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ، فَقَالَ: "لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَ"تُسِفُّهُمْ" بِضَمِّ التَّاءِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَشْدِيْدِ الْفَاءِ، "وَالْمَلُّ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ، وَتَشْدِيْدِ اللَّامِ وَهُوَ الرَّمَادُ الْحَارُّ: اَيْ كَاَنَّمَا تُطْعِمُهُمُ الرَّمَادَ الْحَارَّ، وَهُوَ تَشْبِيْهٌ لِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ الْاِثْمِ بِمَا يَلْحَقُ اٰكِلَ الرَّمَادِ الْحَارِّ مِنَ الْاَلَمِ، وَلَا شَيْءَ عَلٰى هٰذَا الْمُحْسِنِ اِلَيْهِمْ، لٰكِنْ يَنَالُهُمْ اِثْمٌ عَظِيْمٌ بِتَقْصِيْرِهِمْ فِيْ حَقِّهٖ،

319- اخرجه مسلم (2551)

320- اخرجه مسلم (2558)

وَاِذْخَالِهِمُ الْاَذٰی عَلَیْهِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ میں تعلق برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اسے توڑ دیتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں میں ان کے ساتھ تحمل سے پیش آتا ہوں، وہ میرے ساتھ جاہلانہ رویہ کرتے ہیں۔ (مجھے کیا کرنا چاہیے؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جیسے تم نے بتایا ہے اگر واقعی ایسا ہے تو تم انہیں جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو اور تم جب تک ایسا کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار تمہیں نصیب رہے گا۔

وَتُسِفُّهُمْ" اس لفظ میں ت پر پیش س پر زیر اور ث پر شد پڑھی جائے گی۔

"وَالْمَلُّ" اس میں میم پر زبر اور لام پر شد پڑھی جائے گی۔ اس کا مطلب گرم راکھ ہے۔ اس کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی ہے کیونکہ ان لوگوں کو اسی طرح گناہ ہوگا جیسے گرم راکھ کھانے والے کو تکلیف ہوتی ہے اور ان کے ساتھ اچھائی کرنے والے اس شخص کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ البتہ ان لوگوں کو اس شخص کے حق میں کمی کی وجہ سے عظیم گناہ ہوگا اور اس شخص کو تکلیف دہ صورتحال میں مبتلا کرنے کی وجہ (گناہ) ہوگا۔

رشتے حقوق کا خیال رکھنے والے کی عمر دراز ہونے کا بیان

(321) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ، وَیُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ، فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَمَعْنٰی "یُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ"، اَیْ: یُؤَخَّرَ لَهٗ فِیْ اَجَلِهٖ وَعُمُرِهٖ۔

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اس بات کی خواہش رکھتا ہو کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو اور اس کی عمر طویل ہو تو اسے رشتے داری کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "یُنْسَاُ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ" سے مراد یہ ہے' اس کی موت میں تاخیر ہو جاتی ہے اور اس کی عمر لمبی ہو جاتی ہے۔

شرح

"اثر" اصل میں پیروں کے اس نشان کو کہتے ہیں جو چلتے وقت زمین پر پڑتا ہے اور وہ نشان گویا زندگی کی علامت ہوتا ہے جو شخص مر گیا اس کا نشان قدم زمین پر نہیں پڑا اس اعتبار سے عرب میں مدت عمر کو اثر کہا جانے لگا۔ حدیث کے اس جملہ اس کے رزق میں وسعت فراخی اور اس کی موت تاخیر کی جانے کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کہ اسلامی عقیدے میں رزق کا تعلق تقدیر سے ہے کہ جس شخص کے مقدر میں جس قدر رزق لکھ دیا گیا ہے اس کو اسی قدر ملے گا اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے اور نہ زیادتی ہو سکتی ہے اور

321- بخاری (2068) مسلم (2557) ابو داؤد (1693) ابن ماجہ عن انس' احمد 13812/4 و بخاری من ابی ہریرہ (جامع صغیر) ابن حبان 438' بیہقی 27/7

Marfat.com

اسی طرح موت کا وقت بھی متعین ہے۔

جس کی موت کا جو وقت کاتب تقدیر نے لکھ دیا ہے اس وقت سے نہ ایک لمحہ پہلے موت آ سکتی ہے اور نہ ایک لمحہ بعد جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے، آیت (فاذا جاء اجلهم لایستاخرون ساعة و لایستقدمون) ۔ پھر جب وہ میعاد ختم ہوگی یعنی عمر پوری ہوگی اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔ لہٰذا اس واضح عقیدے کی روشنی میں حدیث کے مذکورہ بالا جملے کے معنی کیا ہوں گے اس کا جواب یہ ہے کہ رزق میں وسعت فراخی اور درازی عمر سے مراد رزق میں برکت کا محسوس ہونا، شب و روز کا خوشی و مسرت اور اطمینان و سکون کے ساتھ گزرنا عمر کے بیشتر لمحات کو طاعات و عبادات کی زیادہ سے زیادہ توفیق حاصل ہونا اور قلب کو نورانیت اور باطن کو صفائی و پاکیزگی کا نصیب ہونا ہے یا درازی عمر سے مراد دنیا جہان میں نام کو نیک بقا حاصل رہنا ہے یا یہ کہ درازی عمر سے اولاد صالح مراد ہے جو اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد اس کے حق میں دعا و مغفرت اور ایصال ثواب کرتی ہے اور اس کے نیک نام کو باقی رکھتی ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ بقائے اولاد مردہ کے لئے پیدائش ثانی ہے یعنی صاحب اولاد شخص مرنے کے بعد بھی اس اولاد کی صورت میں ایک طرح سے اپنا وجود باقی رکھتا ہے۔ اور اگر زیادہ گہرائی کے ساتھ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ رزق و عمر کے بارے میں مذکورہ بالا عقیدہ اور حدیث کے مفہوم کے درمیان کوئی ایسا تضاد نہیں ہے۔

جس کو دور کرنے کے لئے دقیق تاویلات اختیار کی جائیں کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ نے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے کو فراخی و رزق اور درازی عمر کا سبب قرار دیا ہے جیسا کہ اس نے ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی سبب ضرور پیدا کیا ہے چنانچہ وہ جس کے رزق میں وسعت، فراخی اور عمر درازی کرنا چاہتا ہے اس کو رشتہ داروں کے تئیں ادائے حقوق کی توفیق بخش دیتا ہے اور یہ بات ایسی نہیں ہے کہ جس کو تقدیر الٰہی میں ترمیم و تغیر کا نام دیا جائے زیادہ سے زیادہ اس بات کو خلق کی نسبت سے محو سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جیسے لوح محفوظ میں لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال کی ہے لیکن اگر یہ شخص اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے تو اس کی عمر چالیس سال کا اضافہ ہو جائے۔ اس مسئلہ میں بحث کی خاطر علمی اور تحقیقی طور پر بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ صرف شارع نے جو بیان کر دیا ہے اور جس طرح فرمایا ہے بس اسی پر ایمان اور اعتقاد رکھا جائے نہ کہ بحث و مباحثہ کے ذریعہ شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں چنانچہ سعادت کی نشانی میں ہے کہ اس طرح کی چیزوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا ارشاد فرما دیا ہے اسی کو اختیار کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور دور دراز کی بحثوں اور تحقیقی موشگافیوں میں الجھ کر اپنے ذہن و فکر کو بوجھل نہ بنایا جائے۔

چچازاد بھائیوں میں مال تقسیم کر دینے کا بیان

(322) وَعَنْهُ ، قَالَ: كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ

322- باب الانفاق میں ملاحظہ کریں- بخاری و مسلم' ابو داؤد' ترمذی' نسائی' ابن حبان 3340' ابن خزیمہ 2455' بیہقی 164/6' احمد 12441/4' مالک 1875

فِيهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران: 92) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ تبارك وتعالىٰ، يَقُوْلُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى، اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ! وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ"، فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: اَفْعَلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَسَبَقَ بَيَانُ اَلْفَاظِهٖ فِيْ بَابِ الْاِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ.

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں' مدینہ منورہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باغوں کی ملکیت کے اعتبار سے سب سے مالدار تھے ان کے نزدیک ان کی سب سے پسندیدہ ملکیت ''بیرحاء'' تھی۔ جو مسجد کے سامنے تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے جایا کرتے تھے اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

''تم اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہیں پسند ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''تم اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہیں پسند ہے۔

میرے نزدیک میرا پسندیدہ مال "بیرحاء" ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر وثواب کا امیدوار ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھے یہ بہت نفع بخش مال ہے یہ بہت نفع بخش مال ہے تم نے جو کہا میں نے وہ سن لیا ہے میرا یہ خیال ہے' تم اسے اپنے قریبی رشتے داروں کو دے دو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا ہی کروں گا۔

راوی بیان کرتے ہیں' پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قریبی رشتے داروں اور اپنے چچازاد بھائیوں میں اسے تقسیم کردیا۔

پسندیدہ چیز خرچ کرنے کے باب میں اس سے پہلے یہ الفاظ گزر چکے ہیں۔

والدین کی خدمت اور جہاد کا بیان

(323) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَقْبَلَ رَجُلٌ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ اَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى. قَالَ: "فَهَلْ لَكَ مِنْ وَالِدَيْكَ اَحَدٌ حَيٌّ؟" قَالَ: نَعَمْ، بَلْ كِلَاهُمَا. قَالَ: "فَتَبْتَغِي الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى؟" قَالَ: نَعَمْ. قَالَ:

323- بخاری فی الجهاد' مسلم فی الادب' ابو داؤد' ترمذی' نسائی فی الجهاد' البزاز (اطرف مزی) حمیدی 585' ابن حبان 318' بیهقی 25/9' احمد 6779/2' طیالسی 2254

Marfat.com

"فَارْجِعْ اِلٰی وَالِدَیْكَ، فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا: جَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِی الْجِهَادِ، فَقَالَ: "اَحَیٌّ وَّالِدَاكَ؟" قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "فَفِیْهِمَا فَجَاهِدْ"۔

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں ہجرت اور جہاد پر آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر کا طلب گار ہوں، آپ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے، اس نے عرض کی: جی ہاں! دونوں ہی زندہ ہیں، آپ نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے اجر کو حاصل کرنا چاہتے ہو اس نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم پھر اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

دونوں کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ایک شخص حاضر خدمت ہوا اس نے آپ سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں تو اس نے عرض کی: جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا: تم ان دونوں کی اچھی طرح خدمت کرو۔

راوی حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص کے احوال کا بیان

عبداللہ بن عمرو بن العاص: یہ سہمی قریشی ہیں اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور صاحب علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بھی لکھنے پڑھنے کا فن جانتے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات لکھنے کی اجازت مانگی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ اجازت عطاء کر دی تھی۔ یہ تمام غزوات اور جنگوں میں شریک رہے۔ دو تلواروں کے ساتھ لڑا کرتے تھے۔ جنگ یرموک کے دن اپنے والد کا جھنڈا انہوں نے ہی بلند کیا تھا۔ جنگ صفین میں یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں تھوڑے عرصے کے لئے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ ان کا انتقال ۶۵ ہجری میں ہوا۔ احادیث کی کتابوں میں ان سے ۷۰۰ احادیث منقول ہے۔

برا سلوک کرنے والے رشتے داروں سے قرابت قائم رکھنے کا بیان

(324) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِیْءِ، وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

وَ"قَطَعَتْ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالطَّاءِ۔ وَ"رَحِمُهٗ" مَرْفُوْعٌ۔

✧✧ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتے داری کے حقوق کا خیال رکھنے والا وہ شخص نہیں ہوتا جو کسی اچھائی کا بدلہ دینا چاہتا ہو بلکہ خیال رکھنے والا وہ شخص ہوتا ہے جب اس کے ساتھ رشتے داری کو ختم کیا جا رہا ہو تو وہ اس وقت اسے برقرار رکھے۔

324- بخاری الادب المفرد 68' ابو داؤد' ترمذی' احمد 6899/2

Marfat.com

لفظ ''قُطِعَتْ'' میں ''ق'' اور ''ط'' پر زبر پڑھی جائے گی۔ لفظ ''رَحِمُهٗ'' مرفوع ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اس قرابت دار کے ساتھ بدلہ کے طور پر احسان اور نیک سلوک کرنا چاہے جس نے اس کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کیا ہے تو اس کو حقیقی معنی میں صلہ رحمی نہیں کہیں گے بلکہ احسان چکانا کہیں گے ہاں اگر اس نے ایسے قرابت دار کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کیا جس نے خود اس کی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا ہے اور کبھی اس کے ساتھ کوئی احسان اور نیک سلوک کیا تو اس کا حسان و نیک سلوک بے شک کامل صلہ رحم کہلائے گا اور اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کا کامل ترین جذبہ وہ ہے جس کی بنیاد بدلہ چکانے پر نہ ہو بلکہ محض حق شناسی اور حق ادائیگی کے احساس پر ہو خواہ خود اس کا حق کسی نے ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ جوان مرد وہی شخص ہے جو اپنا حق کسی سے طلب نہ کرے اور خود دوسروں کا حق ادا کرے۔

رحم کا عرش کے نیچے لٹکا ہوا ہونے کا بیان

(325) وَعَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ: مَنْ وَّصَلَنِيْ، وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: رحم (رشتہ داری) عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور وہ یہ کہتا ہے جو مجھے ملائے گا اللہ اُسے ملا کے رکھے گا اور جو مجھے کاٹ دے گا اللہ اسے کاٹ دے گا۔ (متفق علیہ)

شرح

عرش سے لٹکا ہوا ہے، کا مطلب یہ ہے کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے ہوئے اپنے توڑے جانے سے بارگاہ کبریا کی پناہ کا طلب گار ہے اور اس نے اپنے حق میں اللہ سے جو کچھ سنا ہے اس کے مطابق کو خبر دار کر رہا ہے کہ اگر مجھ کو جوڑو گے یعنی ناطے داری کے میرے حقوق کو ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ منسلک کرے گا اور اگر تم مجھ کو توڑو گے یعنی میرے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرو گے تو اللہ تمہیں اپنی رحمت سے دور کرے گا۔ یا تقول کا مطلب یہ ہے کہ ناتا یہ جو کچھ کہتا ہے وہ دعا کے طور پر ہے یعنی وہ عرش الٰہی کا پایہ تھامے ہوئے دعا کر رہا ہے کہ الٰہی جو شخص مجھ کو جوڑے اس کو تو اپنی رحمت کے ساتھ جوڑ دے اور جو شخص مجھ کو منقطع کرے اس کو تو اپنی رحمت سے منقطع کر دے۔

قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا بیان

(326) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحارث رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَّلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ، قَالَتْ: اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنِّيْ

325- بخاری (5989) و مسلم (2555) مگر جامع صغیر میں اس کی نسبت صرف مسلم کی طرف کی گئی ہے

326- بخاری (2592) و مسلم (999)' ابو داؤد (1690)' ابن حبان 3343' طبرانی کبیر 1067/23' بیہقی 179/4' احمد 26881/10

Marfat.com

اَعتَقتُ وَلِيدَتِي؟ قَالَ: "اَوَ فَعَلتِ؟" قَالَتْ: نَعَمْ ۔ قَالَ: "اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

✧✧ ام المومنین سیّدہ میمونہ بنت حارث ﷠ بیان کرتی ہیں: انہوں نے ایک کنیز کو نبی اکرم ﷺ سے اجازت لئے بغیر آزاد کر دیا، جب نبی اکرم ﷺ ان کی باری کے دن ان کے ہاں آئے تو انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ! کیا آپ جانتے ہیں میں نے اپنی کنیز کو آزاد کر دیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ایسا کر دیا، انہوں نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا تم اگر اس کو اپنے ماموں کو دے دیتی تو یہ تمہارے لئے اجر کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہوتا۔ (متفق علیہ)

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے نسبوں میں اس قدر سیکھو کہ جس کے ذریعہ تم اپنے ناطے داروں کے ساتھ حسن سلوک کر سکو کیونکہ ناتا داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اقرباء میں باہمی محبت وانس کا سبب مال میں کثرت وبرکت کا ذریعہ اور درازی عمر کا باعث بنتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 865)

مطلب یہ ہے کہ تم اپنے باپ، دادا، ماؤں، دادیوں، نانیوں، ان کی اولاد اور دیگر اعزاء واقرباء کی پہچان رکھو ان کے ناموں سے باخبر رہو اور ان کے حالات سے واقفیت رکھو تا کہ تم ذوی الارحام کو جان لو جن کے ساتھ حسن سلوک کرنا تمہاری ذمہ داری ہے اور یہ جاننا تمہارے لئے ضروری اور فائدہ مند ہے۔

مشرک والدہ سے حسن سلوک کرنے کا بیان

(**327**) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرِ نِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ، اَفَاَصِلُ اُمِّي؟ قَالَ: "نَعَمْ، صِلِي اُمَّكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

وَقَوْلُهَا: "رَاغِبَةٌ" اَيْ: طَامِعَةٌ عِنْدِي تَسْاَلُنِي شَيْئًا؛ قِيلَ: كَانَتْ اُمُّهَا مِنَ النَّسَبِ، وَقِيلَ: مِنَ الرَّضَاعَةِ، وَالصَّحِيحُ الْاَوَّلُ ۔

✧✧ سیّدہ اسماء بنت ابوبکر بیان کرتی ہیں میری والدہ میرے پاس آئیں یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس کی بات ہے وہ مشرک تھیں میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا میں نے عرض کی، میری والدہ میرے پاس آئی ہوئی ہیں وہ مجھ سے حسن سلوک کی طلب گار ہیں کیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں تو آپ نے فرمایا ہاں! تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (متفق علیہ)

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) سیّدہ اسماء کا یہ کہنا "رَاغِبَةٌ" کا مطلب یہ ہے کہ انہیں میرے پاس موجود (مال و دولت) کا لالچ ہے اور انہوں نے مجھ سے کچھ مانگا ہے۔ ایک قول کے مطابق وہ خاتون سیّدہ اسماء کی حقیقی والدہ تھیں اور ایک قول کے

327- بخاری فی الهبه، الخبزیه الادب، مسلم فی الزكاة و ابو داؤد فی الزكاة (اطرف مزی) طیالسی 1643، ابن حبان 450، احمد 26981/10

Marfat.com

مطابق رضاعی والدہ تھیں تاہم پہلا قول درست ہے۔

رشتے داروں پر خرچ کرنے میں دوہرے ثواب کا بیان

(328) وَعَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "تَصَدَّقْنَ يَامَعْشَرَ النِّسَآءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ"،

قَالَتْ: فَرَجَعْتُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَقُلْتُ لَهٗ : إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ، وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهٖ، فَاسْأَلْهُ، فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِىءُ عَنِّيْ وَإِلَّا صَرَفْتُهَا إِلٰى غَيْرِكُمْ . فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ، فَانْطَلَقْتُ، فَإِذَا امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا لَهٗ : ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ : اَتُجْزِىءُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا؟، وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ، فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَهٗ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ هُمَا؟" قَالَ: امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَیُّ الزَّيَانِبِ هِیَ؟"، قَالَ: امْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَهُمَا اَجْرَانِ : اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

✧✧ سیّدہ زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں' بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے خواتین کے گروہ! تم صدقہ کرو خواہ تمہارے زیور ہی کیوں نہ ہو۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئی میں نے ان سے کہا کہ آپ کی مالی حیثیت کم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے دریافت کریں کہ اگر میرے لئے یہ جائز ہو تو (وہ میں صدقہ آپ کو دے دوں) ورنہ پھر میں آپ کی بجائے دوسرے کو دوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں روانہ ہوئی ایک انصاری خاتون بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر موجود تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہیبت عطا کی گئی تھی۔ (اس لئے ہم نے اندر جانے کی اجازت نہیں مانگی) حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمارے پاس باہر آئے تو ہم نے ان سے کہا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائیں کہ دروازے پر دو خواتین موجود ہیں جو آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتی ہیں۔ اگر وہ دونوں اپنے شوہر یا اپنے زیر کفالت یتیم بچوں کے اوپر صدقہ خرچ کریں تو یہ جائز ہوگا۔ انہیں یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ

328- بخاری و مسلم کتاب الزکاۃ- یہ مسلم کے لفظ ہیں- نسائی فی عشرۃ النساء' ابن ماجہ فی الزکاۃ' ترمذی' احمد 16082/5' طیالسی 1653' طبرانی 729/24' ابن حبان 4248' طحاوی 22/2

Marfat.com

سے دریافت کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں۔ بلال نے عرض کی: ایک انصاری خاتون ہے اور ایک زینب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا یہ کون سی زینب ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو دگنا اجر ملے گا۔ ایک رشتے داری کے حقوق کا خیال رکھنے کا اجر اور دوسرا صدقہ کرنے کا اجر۔ (متفق علیہ)

صلہ رحمی کا حکم تعلیمات نبوت سے ہونے کا بیان

(329) وَعَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ : اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لِاَبِیْ سُفْیَانَ : فَمَا ذَا یَاْمُرُکُمْ بِهٖ؟ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُلْتُ : یَقُوْلُ : "اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ، وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا، وَّاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ اٰبَاؤُکُمْ، وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

✧✧ حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ اپنی طویل حدیث میں ہرقل کے واقعہ میں یہ بات بیان کرتے ہیں، ہرقل نے ابو سفیان سے کہا وہ یعنی نبی اکرم ﷺ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں۔

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے یہ جواب دیا: وہ یہ کہتے ہیں تم صرف اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہارے باپ دادا کا جو عقیدہ تھا اسے ترک کر دو وہ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاک دامنی اختیار کرنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

راوی حدیث صخر بن حرب کے احوال کا بیان

صخر بن حرب: یہ صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں ان کی کنیت ابوسفیان تھی اور اسی سے مشہور تھے۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے ایک تھے۔ خلافت بنو امیہ کے بانی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ انہوں نے آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کی راہ میں بہت سی آزمائشیں اور مشقتیں برداشت کیں۔ غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں موجود تھے۔ غزوہ طائف کے موقع پر ان کی ایک آنکھ تیر لگنے کی وجہ سے ختم ہوگئی تھی جب کہ جنگ یرموک کے دوران ان کی دوسری آنکھ بھی اللہ کی راہ میں ختم ہوگئی تھی اس کے بعد ۳۱ ہجری میں مدینہ منورہ یا شاید شام میں ان کا انتقال ہوا تھا۔

دنیاوی حکومت ملنے پر رشتے داروں کا خیال رکھنے کا بیان

(330) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّکُمْ سَتَفْتَحُوْنَ اَرْضًا یُذْکَرُ فِیْهَا الْقِیْرَاطُ" . وَفِیْ رِوَایَةٍ : "سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِیَ اَرْضٌ یُسَمّٰی فِیْهَا الْقِیْرَاطُ،

329- بخاری (7)، مسلم (1773)، ترمذی (2717)، ابن حبان 6555، ابن منده 143، بیهقی فی الدلائل 380/4، احمد 2370/1

330- مسلم (2543) و (227/2543)

فَاسْتَوْصُوْا بِاَهْلِهَا خَيْرًا ؛ فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا"

وَفِیْ رِوَايَةٍ : "فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا، فَاَحْسِنُوْا اِلٰى اَهْلِهَا ؛ فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا"، اَوْ قَالَ: "ذِمَّةً وَّصِهْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَالَ الْعُلَمَاءُ : "اَلرَّحِمُ" : اَلَّتِیْ لَهُمْ كَوْنُ هَاجَرَ اُمِّ اِسْمَاعِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ، "وَالصِّهْرُ" : كَوْنُ مَارِيَةَ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ .

✧✧ حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے: تم لوگ عنقریب ایسی سرزمین فتح کرو گے جہاں قیراط کاذکر (یعنی رواج) ہوگا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: تم لوگ عنقریب مصرفتح کرو گے۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں قیراط کا نام لیاجاتا ہے تم وہاں کے رہنے والوں کے بارے میں بھلائی کی تلقین قبول کرو کیونکہ ان کے ساتھ ذمہ اور رشتے داری (دوطرح کا) تعلق ہوگا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جب تم اسے فتح کرلوتو وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ ان کے ساتھ ذمہ اور رشتے داری (دوطرح کا) تعلق ہوگا۔

راوی کوشک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں: ذمہ اور سسرالی رشتے داری (دوطرح کا) تعلق ہوگا۔

اس حدیث کوامام مسلم نے روایت کیا ہے۔

علماءفرماتے ہیں رشتے داری کے تعلق سے مراد یہ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کاتعلق ان سے ہے۔

سسرالی رشتے داری سے مراد یہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے ابراہیم کی والدہ سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کاتعلق ان سے ہے۔

قریبی رشتے داروں کوجہنم کی آگ سے ڈرانے کا بیان

(331) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ : ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ ﴿الشعراء : 214﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا، فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ، وَقَالَ: "يَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ، يا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ مُرَّةَ بن كَعْبٍ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ هاشم، اَنقذوا اَنفسكم من النار، يَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا فَاطِمَةُ، اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ . فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بِبَلَالِهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْبَاءِ الثَّانِيَةِ وَكَسْرِهَا، "وَالْبِلَالُ" : الْمَاءُ . وَمَعْنٰى

331–مسلم (204) ترمذی (3185) نسائی فی المجتبیٰ 3646' نسائی فی الکبریٰ 11377/6' ابن حبان 646

Marfat.com

الْحَدِيثِ : سَأَصِلُهَا، شَبَّه قَطِيعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَأُ بِالْمَاءِ وَهٰذِهِ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اپنے قریبی عزیزوں کو ڈراؤ۔''

نبی اکرم ﷺ نے قریش کی دعوت کی جب تمام خاص و عام قریشی اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عبد شمس کی اولاد! اے کعب بن لوی کی اولاد! خود کو جہنم سے بچاؤ، اے مرہ بن کعب کے فرزندو! خود کو جہنم سے بچاؤ۔

اے عبد مناف کی اولاد! خود کو جہنم سے بچاؤ۔ اے بنو ہاشم! خود کو جہنم سے بچاؤ۔

اے بنو عبد المطلب! خود کو جہنم سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! خود کو جہنم سے بچاؤ۔ میں تمہارے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں کچھ نہیں کر سکتا تاہم میرا تم سے جو رشتہ ہے اس کا تمہیں فائدہ حاصل ہوگا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) نبی اکرم ﷺ کے فرمان ''بِبِلَالِهَا'' میں دوسری ب پر زبر اور زیر دونوں پڑھے جا سکتے ہیں۔ لفظ ''وَالْبِلَالُ'': پانی کو کہتے ہیں۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی لاتعلقی کو گرمی کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی ہے کیونکہ اسے پانی کے ذریعے بجھایا جا سکتا ہے اور صلۂ رحمی کے نتیجے میں یہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ، الشعراء: 214) (یعنی اپنے قریب کے کعبہ والوں کو ڈرائیے تو آپ کو صفا پر جو خانہ کعبہ کے قریب ہے تشریف لے گئے اور وہاں سے پکارنا شروع کیا۔ اے بنی عدی یعنی قریش کی تمام شاخوں کو نام بنام بلانا شروع کیا۔ چنانچہ جب قریش کی تمام شاخوں کے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا تم لوگ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ جنگل میں ایک لشکر آ کر اترا ہے اور تمہیں تباہ و غارت کر دینا چاہتا ہے تو کیا تم مجھ کو سچا جانو گے ان سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ بیشک کیونکہ ہمارا ہمیشہ کا تجربہ یہ ہے کہ تم نے جب بھی کوئی بات کہی ہے سچ کہی ہے تمہاری زبان سے ہم نے کبھی سوائے سچ کے کوئی بات نہیں سنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم مجھے سچا سمجھتے ہو تو سنو کہ میں اللہ کی طرف سے تمہیں اس کے سخت ترین عذاب کے اترنے سے پہلے ڈرانے والا مامور ہوا ہوں یعنی میں اللہ کے رسول کی حیثیت سے تمہارے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتا ہوں اس کو قبول کرو اگر تم اس دعوت کو قبول نہیں کرو گے اور مجھ پر ایمان نہیں لاؤ گے تو پھر میں تمہیں یہ خبر دیتا ہوں کہ تم پر اللہ کا نہایت سخت عذاب نازل ہوگا۔

ابولہب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اور جس کا نام عبد العزی تھا یہ بات سن کر بولا۔ سارے دن تیری تباہی ہو، کیا اسی لئے تو نے ہمیں اکٹھا کیا تھا کہ ہم تیری خراب باتیں سنیں؟ اس پر سورت لہب نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی کرنے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 1304)

اور ایک روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دیکر قریش کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے عبد

Marfat.com

مناف کے بیٹو میری اور تمہاری حالت کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے دشمن کا لشکر اپنی قوم پر حملہ آور ہونے کے لئے آتے ہوئے دیکھا تو وہ اپنی قوم کو اس دشمن کے قتل و غارت گری سے بچانے کے لئے چلا تا کہ کسی پہاڑی پر چڑھ کر بلند آواز کے ذریعہ قوم کے لوگوں کو دشمن کے خطرہ سے آگاہ کر دے لیکن اس خوف سے کہ کہیں دشمن کا لشکر اس سے پہلے ہی اس کی قوم تک نہ پہنچ جائے اس نے وہیں سے چلا چلا کر یہ کہنا شروع کر دیا۔

"بطن" کے اصل معنی تو پیٹ کے ہیں لیکن یہ گروہ یا شاخ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جو قبیلہ سے نیچے کا درجہ ہے بطن سے نیچے کا جو درجہ ہوتا ہے اس کو فخذ کہتے ہیں گویا عرب میں نسب کے بالائی درجہ کو تو قبیلہ کہتے ہیں اس کے بعد کے درجہ کو بطن اور اس کے بعد کے درجہ کو فخذ کہا جاتا تھا چنانچہ قریش قبیلہ کا نام ہے جس کے مورث اعلیٰ کا نام نضر بن کنانہ تھا نضر بن کنانہ کے بعد جو شاخیں چلیں ان کو بطون سے تعبیر کیا جاتا ہے اور پھر بطون کے بعد کی شاخوں کو افخاذ کہا جاتا ہے۔ اصطلاحی الفاظ میں اس کا حاصل یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ قبیلہ بمنزلہ جنس ہے، بطن بمنزلہ نوع کے ہیں اور فخذ بمنزلہ فصل کے ہے۔

"وادی" (جنگل) سے مراد حجاز کا وہ خاص علاقہ ہے جو مکہ سے شمالی جانب تقریبا سولہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور جس کو وادی فاطمہ کہا جاتا ہے یہ ایک نخلستانی علاقہ ہے اور یہاں کی زمین شاداب اور قابل کاشت ہے اس وادی کا ایک قدیم نام مر الظہر ان بھی ہے، مکہ اور مدینہ کے درمیان کا یہ پرانا راستہ اس طرف سے بھی گزرتا تھا۔ "ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں" میں ہاتھوں کے ٹوٹنے اور ہلاک ہونے سے مراد اس کی ذات کا ہلاک ہونا ہے، جیسا کہ قرآن نے ان الفاظ آیت (**ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة**) سے ثابت ہوتا ہے کہ عربی میں ذات کی ہلاکت کو ہاتھوں کی ہلاکت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس کے دونوں ہاتھوں سے مراد اس کے دونوں جہاں یعنی دنیا اور آخرت ہیں چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اس کے دونوں جہاں تباہ و برباد ہو گئے، وہ نہ یہاں کا رہا نہ وہاں کا۔ اور بعض حضرات نے یہ تحقیق بھی بیان کی ہے کہ خاص طور اس کے ہاتھوں کا ذ[illegible] لئے کیا گیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو اسلام کی دعوت پیش کرتے ہوئے عذاب الٰہی سے ڈرایا تو ابولہب نے اس وقت صرف مذکورہ بات کہنے ہی پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اپنے ہاتھوں سے پتھر اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنا بھی چاہا تھا۔ "عبد مناف" قریش کی ان دو شاخوں کے جد اعلیٰ کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سب سے مشہور اور مقتدر و غالب شاخیں تھیں۔ عبد مناف کے دو بیٹوں یعنی ہاشم اور عبد شمس سے جو شاخیں چلیں ان میں سے ایک یعنی ہاشم کی اولاد کو بنو ہاشم کہا جاتا ہے اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے، اس خاندان کے ممتاز افراد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جو سلسلہ نسب چلا وہ علوی اور عباسی کہلاتا ہے عبد مناف کے دوسرے بیٹے عبد شمس تھے، ان کی شاخ ان کے بیٹے امیہ سے چلی اور ان کا خاندان بنو امیہ کے اہم اشخاص میں حضرت ابوسفیان، مروان اور سیدنا عثمان غنی ہیں۔ "صباحاہ" اصل میں ایک ایسا لفظ ہے جو اہل عرب میں کسی خطرناک اور دہشت آمیز چیز سے

ڈرانے کے لئے بولا جاتا ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ لفظ صباح "صبح کے وقت" سے مشتق ہے اور عام طور پر دشمن چونکہ صبح کے وقت حملہ آور ہو کر غارت گری کرتا ہے اس لئے کسی حملہ کے خطرہ کے وقت چوکیدار اور محافظ لوگ اس لفظ کے ذریعہ چیختے چلاتے ہیں تا کہ لوگ حملہ کے خطرہ سے آگاہ ہو کر اپنی حفاظت و مقابلہ کے لئے تیار رہیں۔ لہٰذا اس لفظ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ لوگو ہوشیار ہو جاؤ قبل اس کے کہ دشمن تمہیں تباہ و غارت کرنے کے لئے حملہ آور ہو اپنے بچاؤ کے لئے یہاں سے نکل جاؤ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قریش کے سامنے مذکورہ مثال بیان کر کے گویا یہ فرمایا کہ میں بھی تمہیں ایک ایسے ہی عذاب کے خطرہ سے آگاہ کر رہا ہوں جو تمہیں تباہ و برباد کر دے گا لہٰذا قبل اس کے کہ وہ عذاب تم پر نازل ہو تم ایمان قبول کر کے اس عذاب سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

نبی کریم ﷺ کے رشتے داروں کو فائدہ پہنچنے کا بیان

(332) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ، يَقُوْلُ: "اِنَّ اٰلَ بَنِیْ فُلَانٍ لَيْسُوْا بِاَوْلِيَائِیْ، اِنَّمَا وَلِيِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ.

✧✧ حضرت ابو عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ فلاں قبیلے کے لوگ میرے مددگار نہیں میرا مددگار اللہ ہے اور نیک مسلمان ہیں' البتہ اس قبیلے کے ساتھ میرا رشتہ داری کا تعلق ہے۔ جس کا فائدہ میں انہیں پہنچاؤں گا۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

(333) وَعَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَيْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ، وَيُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ، وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِی الزَّكٰوةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

✧✧ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کروا دے اور جہنم سے دور کروا دے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رشتے داری کے حقوق کا خیال رکھو۔ (متفق علیہ)

رشتے داروں کی صدقہ دینے فضیلت کا بیان

(334) وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا اَفْطَرَ

332- بخاری (5990) مسلم (215) بزاز' احمد 6/17820

333- بخاری فی الزکاۃ' مسلم فی الایمان' نسائی فی الصلاۃ والعلم (مزی) احمد 9/23609' ابن حبان 3246' طبرانی 3924

334- ترمذی 311' احمد 5/163' نسائی و الکبریٰ 3319' ابن ماجہ' دارمی' ابو داؤد' ابن عدی-

Marfat.com

اَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ ؛ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا، فَالْمَاءُ ؛ فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ"، وَقَالَ: "اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلٰى ذِى الرَّحِمِ ثِنْتَانِ : صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ" .

✧✧ حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کسی شخص نے روزہ افطار کرنا ہوتو وہ کھجور کے ذریعے افطار کرے کیونکہ یہ برکت ہے۔ اگر اسے کھجور نہ ملے تو پانی کے ذریعے کر لے کیونکہ یہ طہارت کا باعث ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: غریب آدمی کو صدقہ دینا صرف صدقہ دینا ہے اور رشتے دار کو صدقہ دینا دو چیزوں پر مشتمل ہے ایک صدقہ اور دوسرا رشتے داری کے حقوق کا خیال۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

(335) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَتْ تَحْتِيَ امْرَاَةٌ، وَّكُنْتُ اُحِبُّهَا، وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا، فَقَالَ لِيْ : طَلِّقْهَا، فَاَبَيْتُ، فَاَتٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "طَلِّقْهَا"

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ" .

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میری ایک بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ناپسند کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ تم اسے طلاق دے دو میں نے ان کی یہ بات نہیں مانی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم اسے طلاق دے دو۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ماں کا حق بیوی پر مقدم ہونے کا بیان

(336) وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ، قَالَ: اِنَّ لِيْ امْرَاَةً وَّاِنَّ اُمِّيْ تَاْمُرُنِيْ بِطَلَاقِهَا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ : "اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَاِنْ شِئْتَ، فَاَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ، اَوِ احْفَظْهُ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ" .

✧✧ حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میرے پاس ایک آدمی آیا اس نے مجھ سے کہا میری ایک بیوی ہے میری

335- احمد 2/4711' ابو داؤد' ترمذی' ابن ماجه' طیالسی 1822

336- احمد 10/27581' طیالسی 981' حمیدی 395' ترمذی' حاکم 7251' ابن ماجه' ابن حبان 425

Marfat.com

ماں کہتی ہے میں اسے طلاق دے دوں تو حضرت ابودرداء نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے اگر اب تم چاہو تو اس دروازے کو ضائع کر دو اگر تم چاہو تو اس کی حفاظت کرو۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(337) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

وَفِى الْبَابِ اَحَادِيْث كَثِيْرَةٍ فِى الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ ؛ مِنْهَا حَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ، وَحَدِيْثُ جُرَيْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وَاَحَادِيْثُ مَشْهُوْرَةٌ فِى الصَّحِيْحِ حَذَفْتُهَا اِخْتِصَارًا، وَمِنْ اَهَمِّهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ الطَّوِيْلُ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى جُمَلٍ كَثِيْرَةٍ مِّنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَاٰدَابِهٖ، وَسَاَذْكُرُهٗ بِتَمَامِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ بَابِ الرَّجَاءِ ، قَالَ فِيْهِ :

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ - يَعْنِىْ : فِىْ اَوَّلِ النُّبُوَّةِ - فَقُلْتُ لَهٗ : مَا اَنْتَ؟

قَالَ: "نَبِىٌّ"، فَقُلْتُ : وَمَا نَبِىٌّ؟ قَالَ: "اَرْسَلَنِى اللّٰهُ تَعَالٰى"، فَقُلْتُ : بِاَىِّ شَىْءٍ اَرْسَلَكَ؟ قَالَ: "اَرْسَلَنِىْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ، وَاَنْ يُّوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكَ بِهٖ شَىْءٌ . . ." وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ . وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس بارے میں بہت سی صحیح احادیث ہیں جو مشہور ہیں ان میں سے ایک غار والے حضرات کی حدیث ہے اور ایک حدیث ہے اور یہ احادیث پہلے گزر چکی ہیں اس کے علاوہ بھی صحیح اور مشہور احادیث ہیں جنہیں میں نے اختصار کے پیش نظر حذف کر دیا ہے۔ ان سب سے زیادہ اہم عمرو بن عنبسہ کی حدیث ہے جو کافی طویل ہے اور بہت سے ایسے بیانات پر مشتمل ہے جو اسلام کے بنیادی اصول اور اس کے آداب ہیں میں عنقریب اس حدیث کو مکمل طور پر (اگر اللہ نے چاہا) "امید کے بیان" میں نقل کروں گا۔ وہ اس حدیث میں بیان کرتے ہیں میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوا یہ اعلان نبوت کے ابتدائی دور کی بات ہے میں نے آپ سے دریافت کیا آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا: نبی! میں نے دریافت کیا نبی سے مراد کیا ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ میں نے دریافت کیا آپ کو کس چیز کے ہمراہ اس نے مبعوث کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس نے مجھے رشتے داری کے حقوق کا خیال رکھنے بتوں کو توڑنے اور صرف اللہ کی عبادت کرنے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانے کے احکام کے ہمراہ مبعوث کیا ہے اس کے بعد انہوں نے مکمل حدیث نقل کی ہے۔ واللہ اعلم

337- ترمذی (1904)' ابو داؤد' بخاری (2699)' احمد 1/770

Marfat.com

ماں باپ کی زیارت کے سبب نفلی حج کے ثواب کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا جو بھی لڑکا اپنے باپ یا ماں کو محبت واحترام کی نظر سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج نفلی کا ثواب لکھتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ وہ دن بھر میں سو مرتبہ دیکھے حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور پاکیزہ ہے یعنی تمہارے گمان میں جو یہ بات کہ ہر نظر کے بدلے ایک مقبول نفلی حج کا ثواب کیونکر لکھا جاتا ہے تو یہ اجر وانعام اللہ کی شان اور اس کی وسعت رحمت کی نسبت سے کچھ بعید نہیں وہ اگر چاہے تو اس سے بھی بڑا اجر دے سکتا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث، 875)

شرح آثارِ سُنن

تالیف

استاذ المحدثین حضرت مولانا محمد بن سبحان علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۱۳۲۲ھ

ترجمہ و تخریج

الاستاذ المحقق الفاضل

حافظ محمد افضال نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز®

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور فون: 042-37246006

Marfat.com

اُستاذُ العُلماء علامہ محمد لیاقت علی رضوی کی تصانیف، ترجمہ، شرح وتخریج کی ہوئی کتب

شبیر برادرز ®
۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
Email: shabbirbrother786@gmail.com

Marfat.com